سرفروش
ایم اے راحت
1

پیشِ لفظ

سرحدوں پر دشمن کے سامنے سینہ سپر وطن کے رکھوالے عظمتِ وطن کے پاسبان ہوتے ہیں۔ اسی طرح کچھ اور سرفروش بھی ہوتے ہیں جو سرحدوں سے دُور گنجان آبادیوں میں سماج اور معاشرے کی رکھوالی کرتے ہیں۔ جنگ ہر محاذ پر ہوتی ہے، یہ ذمہ داری تو ہر اُس شخص پر ہے جس کا تعلق وطن سے ہے اور جو اسے محسُوس کرتا ہے۔ بازاروں میں ضرورت کی اشیاء فروخت کرنے والے جن کی جنگ مہنگائی سے ہوتی ہے، کارخانوں میں استعمال کی اشیاء تیار کرنے والے، زمین میں اہلِ وطن کے لیے اناج اور سبزیاں حاصل کرنے والے، ہر شخص سرفروشی کے جذبے سے سرشار ہوتا ہے اور یہی جذبے مُلکوں کی تاریخ رقم کرتے ہیں۔

ایم۔اے راحت اِس نادرِ روزگار ناول میں قانون کے رکھوالے ایسے سرفروشوں کی داستان پیش کر رہے ہیں جو رات کی تاریکی اور دن کے اُجالوں میں جاگتے رہ کر وطن ہی میں بسنے والے ایسے ناسوروں کا آپریشن کرتے ہیں جن سے ناموسِ وطن داغدار ہوتی ہے۔

زیرِ نگاہ داستان اپنے طرزِ بیان میں منفرد اور ایک ایسا شگفتہ اندازِ بیان لیے ہوتے ہے جو ایم۔اے راحت کی تحریر کی خصُوصیت ہے۔ ادارہ اس سے قبل ایم۔اے راحت کے بہت سے ناول پیش کر چکا ہے جنہیں بے مثال مقبولیت حاصل ہوئی ہے، سرفروش بھی ہم اِسی خوشگوار اعتماد کے ساتھ پیش کر رہے ہیں کہ یہ آپ کے ذوقِ نگاہ پر پورا اُترے گا۔

اِدارہ

غضنفر حسین خاں صاحب بے شک خالص روہیلہ تھے مگر میں یعنی لبنیٰ غضنفر حسین خاں بھی انہی کا خون تھی پھر یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ وہ جو چاہتے وہ نہ ہوتا اور میں جو نہ چاہتی وہ نہ ہوتا۔ انہوں نے مجھے اپنی پسند کی تعلیم کے لئے پیرس بھیجا تھا اور میں نے اپنی پسند سے اپنا زیادہ تر وقت لندن میں گزارا تھا۔ انہوں نے مجھے پیرس کے بوئے ڈی بولون میں ایک خوبصورت کاٹیج کرائے پر حاصل کر کے دیا تھا اور میں نے لندن کے ٹرافلگر اسکوائر میں لارڈ نیلسن کے مجسمے کے عین سامنے ایک فلیٹ اپنے لئے منتخب کیا تھا۔ ڈوور اور ڈنکرک کی بندرگاہوں میں فاصلہ ہی کتنا تھا جو میرے راستے طویل ہوتے۔ یہ دوسری بات ہے کہ وطن واپس آکر میں نے خان صاحب کی پسند کی ڈگری ان کے سامنے رکھ دی تھی اور فخر سے ان کی مونچھیں کچھ اور اونچی ہو گئی تھیں۔

"میں چاہتا ہوں کہ تم ایک باعمل زندگی گزارو' جو تعلیم میں نے تمہیں دلائی ہے وہ تمہارا سنہرا مستقبل تعمیر کرے گی۔ میں تمہاری زندگی کو روایتی انداز سے ہٹانا نہیں چاہتا لیکن تمہیں ایک خاص حیثیت دینے کے بعد تمہارے بارے میں سوچوں گا۔ خود تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

"میں باعمل زندگی گزارنا چاہتی ہوں؟" میں نے کہا اور خان صاحب خوش ہو گئے۔

"شاباش کیا کرنا چاہتی ہو؟"

"کسی اخبار میں ملازمت" میں نے کہا اور خاں صاحب نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ دیں۔

"مذاق کر رہی ہو باپ سے۔"

"ہرگز نہیں ڈیڈی میں بھلا یہ جرات کر سکتی ہوں۔"

"تو پھر۔"

"آپ کو علم ہے ڈیڈی کہ یہ میری بچپن کی خواہش ہے صحافت سے متعلق میں نے بہت کچھ سیکھا ہے میں نے اس کے علاوہ اور کچھ کرنا ہی نہیں چاہتی۔"

"اور تمہاری یہ ڈگری۔"

"آپ کے لئے ہے۔" میں نے جواب دیا پھر دو روہیلوں میں چھڑ گئی۔ میرے بھائی البتہ میرے ساتھ تھے اور سارے روہیلوں نے مل کر خان صاحب کو مجبور کر دیا وہ بولے۔

"اپنا اخبار نکال لو۔"

"بعد میں یہ بھی کرلوں گی۔ ابھی تجربہ حاصل کرنا چاہتی ہوں۔" چنانچہ ایک اچھے اخبار میں نوکری کرلی۔ خاں صاحب کی پسند کی تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ میں نے لندن میں اپنا یہ مشغلہ بھی جاری رکھا تھا اور بڑے پائے کے صحافیوں اور رپورٹروں کے ساتھ وقت گزارا تھا۔ جدید ترین اصول سیکھے تھے جرم اور اس کے عوامل پر گہری نگاہ رکھی تھی۔ اس سلسلے میں مسٹر رابرٹ اوٹول میرے استاد رہے تھے جو اسکاٹ لینڈ یارڈ میں جاسوسی کی تربیت دیتے تھے۔ مسٹر ٹول نے مجھے خصوصی لیکچر دیئے تھے۔ جرائم کی رپورٹنگ سے مجھے خاص دلچسپی تھی اور میں روایتی قسم کی کہانیاں لکھنے کی بجائے حقائق تلاش کرتی تھی اس طرح میری رپورٹنگ کا انداز جداگانہ ہوتا تھا۔ لندن کے کئی اخبارات نے بارہا میرے آرٹیکل اور میری دی ہوئی خبریں نمایاں اہمیت کے ساتھ چھاپی تھیں۔ میں جانتی تھی کہ وطن واپس آکر مجھے پسند کی زندگی حاصل کرنے کے لئے سخت جدوجہد کرنا ہوگی۔ خاں صاحب کو تیار کرنا ہوگا چنانچہ ابتدائی وقت میں نے اس کے لئے مخصوص کر دیا تھا۔ اپنی پسند کی نوکری حاصل کرنے کے بعد میرا دوسرا کام مائل کی تلاش تھا۔ مائل کا پورا نام شہریار تھا۔ کالج سے یونیورسٹی تک میرا ساتھی رہا تھا۔ شاعری کرتا تھا اور مائل تخلص کرتا تھا۔ میڈیکل کی تعلیم اس کی خواہش تھی لیکن نامساعد حالات کی بنا پر اس کی یہ خواہش پوری نہ ہوسکی اور اس کی شاعری بجھ گئی۔ خوددار انسان تھا۔ کسی کی مدد لینا پسند نہیں کرتا تھا۔ میں جب بیرون ملک جانے کے لئے کمربستہ ہوئی تو اس نے کہا۔

"تمہاری جدائی کے احساس سے دل میں جو دکھن پیدا ہوئی ہے اس سے احساس ہوتا ہے کہ شاید میں تم سے محبت کرتا ہوں بہرحال یہ کوئی پریشانی کی بات نہیں۔ اکثر ایسا ہو جاتا ہے ہم دونوں اب کوئی رابطہ نہیں رکھیں گے کیونکہ یہ فضول باتیں اکثر مقصد کے حصول میں رکاوٹ بن جاتی ہیں۔ ہم ایک دوسرے سے خط و کتابت بھی نہیں کریں گے تمہارے لئے نہ سہی میرے لئے یہ ضروری ہے۔" پیرس سے میں نے اسے کئی خط لکھے مگر اس نے کبھی جواب نہیں دیا بعد میں، میں نے بھی یہ سلسلہ ترک کر دیا تھا مگر یہ سچ ہے کہ میں اسے بھول نہ سکی تھی اور جب وطن واپس آ رہی تھی تو مجھے دوسری خوشیوں کے ساتھ اس سے ملاقات کی خوشی بھی تھی لیکن میں نے اصولوں کو مدنگاہ رکھا تھا اور پہلے اپنے مقصد کے حصول کی کوشش کی تھی۔ میرا اخبار ایک پروقار اخبار تھا۔ زمانے بھر کی خبروں کے ساتھ ساتھ اس میں ملکی اور غیر ملکی جرائم کی خبریں بھی شائع ہوتی تھیں لیکن سنسنی خیز اور معیار سے گری ہوئی نہیں بلکہ ٹھوس حقائق پر مشتمل، ان پر خصوصی تبصرے ہوتے تھے جن [illegible] میں نے کیا تھا اور میرے اس اسلوب نے

کرائم رپورٹرز کے حلقے کو چونکا دیا تھا۔ انہیں ایک نیا انداز ملا تھا اس کے ساتھ کچھ اور اخبارات میری طرف متوجہ ہوئے۔ میرے لئے پیشکش بھی آئی تھیں لیکن میں ضرورت مند نہ تھی بلکہ شوقین تھی اور پھر مجھے وہ اخبارات پسند بھی نہیں تھے چنانچہ میں نے معذرت کرلی۔ ادھر متعلقہ لوگ بھی میری طرف متوجہ ہوئے تھے جیسے محکمہ پولیس، چونکہ ان سے میرا براہ راست واسطہ تھا اس لئے میں نے ان کی پذیرائی کی لیکن میں یہاں بھی منفرد رہی اور اس میں میرے والد یعنی غفنفر حسین خاں صاحب کی شخصیت نے بھی میری مدد کی تھی چنانچہ میرا کام بہترین طریقے سے چل پڑا اور مجھے کوئی الجھن نہیں ہوئی۔ مائل کی تلاش کے سلسلے میں، میں نے اس کے گھر سے ابتداء کی، لیکن وہ گھر خالی ملا۔ مائل کی فیملی دو سال قبل وہاں سے چلی گئی تھی۔ کہاں گئی تھی یہ معلوم نہ ہوسکا۔ کچھ ایسے قریبی لوگوں سے رابطے ہوئے جو ہم دونوں کو مشترک طور پر جانتے تھے مگر ان سے بھی کچھ پتہ نہ چل سکا۔ البتہ اس کی تلاش میں زیادہ جدوجہد نہ کرنی پڑی۔

ایک شام میں ڈی ایس پی نصرت بلال کے دفتر میں بیٹھی ہوئی تھی کہ ایک سب انسپکٹر کسی تھانے سے ایک فائل لے کر ان کے پاس پہنچا، ایڑیاں گھما کر اس نے فائل ڈی ایس پی کے سامنے رکھی تو میں نے سرسری نگاہوں سے اسے دیکھا اور اچھل پڑی۔

"ارے شہریار تم۔ تم"

"جی میڈم" اس نے آہستہ سے کہا۔

"اوہ، کہاں غائب ہوگئے تھے جانتے ہو تمہیں کہاں کہاں تلاش کرتی پھری ہوں۔"

"جی میڈم۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"کیا میڈم میڈم لگا رکھی ہے۔ ڈی ایس پی صاحب یہ میرے بچپن کا دوست ہے، میرا بہت قریبی ساتھی ہے۔ خدا کی پناہ تم نے پولیس میں نوکری کرلی۔ سوری ڈی ایس پی صاحب آپ کے سامنے اس کا دم نکل رہا ہے ورنہ۔ یہ۔ میں اجازت چاہتی ہوں۔ پھر حاضر ہو جاؤں گی۔" ڈی ایس پی صاحب نے گردن ہلا دی اور میں وہاں سے دوڑ گئی۔ پھر میں اسے کھینچتی ہوئی باہر لائی اور اپنی کار تک پہنچ گئی۔ "بیٹھو" میں نے دروازہ کھول کر کہا اور وہ آہستہ سے بولا۔

"میری بائیک۔"

"جہنم میں جھونکو اسے اور خاموشی سے بیٹھ جاؤ۔" اسے گاڑی میں بٹھا کر میں نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا اور پھر ایک ریستوران کے سامنے گاڑی روک دی۔ وہ سعادت مندی سے میرے ساتھ ریستوران میں داخل ہوگیا۔ میں نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"یہ سب کیا ہے شہریار۔" میرا اشارہ اس کی وردی کی طرف تھا۔

"ایک عدد پتلون، ایک بشرٹ، ٹوپی بھی ہے اور یہ چند عدد بیج [illegible]" وہ مسمسی سی شکل بنا کر بولا۔

"میں کہتی ہوں پولیس میں نوکری کیوں کی تم نے؟"

“داور صاحب تھے ایک اعلیٰ سرکاری عہدیدار ان سے نوکری کے لئے کہا تھا انہوں نے نوکری دلا دی۔”

“سب انسپکٹر ہو بس؟”

“یہی نوکری ملی تھی کیا کرتا۔”

“خیر نوکری بری نہیں ہے ترقی کرسکتے ہو۔”

“مشکل ہے۔” اس نے کہا۔

“کیوں؟”

“داور صاحب کا تبادلہ ہوچکا ہے۔”

“اوہ، بکواس کرتے ہو۔ جانتے ہو کہاں کہاں تلاش کرچکی ہوں تمہیں۔ کتنے لوگوں سے پوچھا ہے تمہارے بارے میں۔ گھر کیوں چھوڑ دیا؟”

“کرائے کا تھا۔”

“اور اب؟”

“سرکاری ہے۔”

“میرے خطوط کا جواب کیوں نہ دیا؟”

“پہلے ہی کہہ دیا تھا۔”

“کیا پیو گے؟”

“چائے۔” اس نے اسی انداز میں کہا اور میں ہنس پڑی۔ پھر میں نے ویٹر سے چائے منگوالی۔

“موٹے ہوگئے ہو کچھ۔”

“پولیس کی نوکری میں ہوتا ہے۔” اس نے کہا۔

“رشوت لیتے ہو؟”

“میں نہیں لیتا۔”

“پھر؟”

“لوگ دے دیتے ہیں۔”

“ہوں۔ گویا خراب ہوچکے ہو، تم ایسے تو نہ تھے۔ یہ بتاؤ میرے آنے کی خبر نہیں ملی تھی تمہیں؟”

“مل گئی تھی۔”

“کہاں سے؟”

“اخبار پڑھتا ہوں۔”

“اس کے باوجود مجھ سے نہیں ملے؟”

“تمہاری مصروفیت سے واقف تھا۔”

“کچھ کھنچے کھنچے سے محسوس ہو رہے ہو، کیا بات ہے مجھ سے ناراض ہو کچھ۔ ارے ہاں تمہاری شاعری کا کیا حال ہے؟”

“ٹھیک ہے، تخلص بدل گیا ہے۔”

“کیا تخلص کرتے ہو؟” میں نے چائے کا گھونٹ لے کر کہا۔

“ابتداء کی تھی تو مائل تھا کیونکہ ایک بڑا شاعر بننا چاہتا تھا۔ والدین ڈاکٹر بنانا چاہتے تھے نہ بن سکا تو نادم تخلص کرلیا آج کل مرحوم لکھتا ہوں۔”

“ہرگز نہیں، تمہیں تخلص بدلنا ہوگا۔ ویسے کچھ بد دل ہوگئے ہو، اس نوکری سے خوش نہیں ہو کیا؟ میرے خیال میں تو بہت ایڈونچر لائف ہے۔ ذہنی اور جسمانی ورزش ہوتی ہے اور مجھے تو خاص طور سے خوشی ہوتی ہے کیونکہ جو پیشہ میں نے اختیار کیا ہے اس کا مسلسل تم سے رابطہ ہے۔ میری رپورٹنگ پڑھتے ہو؟”

“ہاں!”

“تبصرہ نہیں کرو گے؟”

“کروں گا مگر کچھ تفصیلات معلوم کرنے کے بعد۔” اس نے کہا اور ہم دیر تک گفتگو کرتے رہے۔ میں نے اسے تمام کہانیاں سنائیں۔ اپنا نظریہ بتایا اس سے اس کا پتہ معلوم کیا اور پھر اسے پولیس ہیڈکوارٹر چھوڑ دیا جہاں اس کی بائیک موجود تھی۔ بعد میں اس کے گھر جاکر اس کے اہل خاندان سے ملی۔ اسے خود سے ملتے رہنے کی ہدایت کی۔ ویسے بھی اس سے رابطہ قائم رہتا تھا، جس تھانے میں اس کی پوسٹنگ تھی وہاں کا انچارج صاحب خان تھا۔ خالص پولیس والا جس کا نظریہ تھا کہ ہر مرض کی دوا ڈنڈا ہے۔ مجرم تلاش کرنے کے لئے دماغ خالی کرنے کی کیا ضرورت ہے کچھ مشکوک لوگ تلاش کرلو۔ یہ معلوم کرو کس کی رسائی کس بڑے آدمی یا بڑے پولیس افسر تک ہے۔ بات اطمینان بخش ہو تو اسے تھانے لے آؤ۔ اطمینان سے اقبال جرم کروالو۔ بقول صاحب خان کے ایک جرم کی ذمے داری بعض اوقات دس دس افراد قبول کرلیتے ہیں۔ حسب توفیق نو کو چھوڑ دو اور جو بالکل ہی “ناکارہ” ہو اسے ٹانگ دو پولیس کا کام اسی طرح چل جاتا ہے۔”

“تم بھی ایسا ہی کرتے ہو؟” میں نے شہریار سے پوچھا۔

“ایسا کرنا سیکھ رہا ہوں۔ صاحب خان میرا افسر ہی نہیں تھا استاد بھی ہے۔”

“تب کم از کم تمہارا خون میں اپنے ہاتھوں سے کروں گی اسے لکھ لینا۔ اصل مجرم تلاش کرنا پولیس کی ذمے داری ہوتی ہے۔”

“اصل مجرم گرفتار ہی کب ہوتا ہے۔ اخبار میں صرف لکھتی ہو یا اخبار پڑھتی بھی ہو کبھی کبھی پڑھ بھی لیا کرو۔ وہاں کے اخبارات میں صرف ایک کہانی ہوتی ہے جرم ہوا، پولیس نے

تفتیش شروع کی' پولیس ناکام رہی کیس داخل دفتر ہوگیا قصہ ختم ایسے ختم نہیں ہوتا اس کے پس پردہ خفیہ کہانیاں ہوتی ہیں جو کبھی لکھی نہیں جاتیں۔"

"کم از کم تمہیں یہ انداز بدلنا ہوگا۔"

"دوسری نوکری دلاسکتی ہو۔"

"ہرگز نہیں تم یہی نوکری کرو گے اسی میں ترقی کرو گے۔ مجرم کی تلاش مشکل کام نہیں ہوتا' غلط آدمی پر کبھی ہاتھ نہیں پڑتا جرم کی نفسیات تلاش کرو مجرم ظاہر ہو جائے گا۔"

"مجرم ظاہر ہو جاتا ہے بعض اوقات' مگر........ وہ شانہ تھپک کر کہتا ہے جاؤ صاحبزادے نوکری کرو گندی گندی باتیں نہیں کرتے۔"

شہریار کی باتیں کسی حد تک درست تھیں۔ ہو جاتا ہے ایسا مگر ہر جرم ایسا نہیں ہوتا۔ میں نے فیصلہ کرلیا کہ اب اپنا اصل کام شروع کروں گی۔ میرے اخبار کے مالکان بااختیار تھے اور ان کے ہاتھ بھی لمبے تھے پھر میری منفرد انداز کی رپورٹنگ کو سراہا بھی جا رہا تھا۔ اس کے علاوہ خان صاحب بھی بااثر تھے اس لئے میرے راستے مشکل نہیں تھے اور میں نے ان حالات کے باوجود اپنے طور پر کام کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا لیکن میں صرف چند سہاروں کے ساتھ سب کچھ نہیں کرلینا چاہتی تھی بلکہ عقل کا تقاضا یہ تھا کہ پہلے یہاں کے ماحول کا جائزہ لوں۔ حالات سے پوری طرح واقفیت حاصل کروں اس کے بعد عمل کروں۔ شاید اس کے پس پردہ شہریار سے قربت کی خواہش بھی تھی کیونکہ اس کے لئے میں نے اسی کا سہارا لیا تھا مگر براہ راست نہیں بلکہ اس کے تھانہ انچارج صاحب خان کے ذریعے۔ صاحب خان ٹیڑھا آدمی تھا اس نے میرا کارڈ پڑھ کر کہا۔

"ہاں بی بی پچھلے دنوں سے تمہاری بڑی دھوم مچی ہوئی ہے۔ مگر ادھر اللہ کا بڑا فضل ہے۔ بڑی محنت کی ہے ہم نے مجرموں کو راہ راست پر لانے کے لئے۔ صاحب خاں کی چھڑی بڑی مضبوط ہے ایک بار کوئی اس کا مزہ چکھ لیتا ہے تو دوبارہ صاحب خاں کے علاقے میں واردات نہیں کرتا۔"

"گویا آج کل کوئی کیس نہیں ہے آپ کے تھانے میں۔"

"نہیں جی اللہ کا بڑا فضل ہے لاک اپ میں جھانک لو کوئی ملزم بھی نہیں ہے۔" صاحب خان نے کہا۔

"مجھے جرم کی وارداتوں پر کام کرنے کا بڑا شوق ہے۔ آپ کے علاقے میں کوئی ایسا کیس ہوا ہو جس کی تفتیش نامکمل رہ گئی ہو اور جسے آپ نے داخل دفتر کر دیا ہو' اگر اس کے بارے میں کچھ بتانا پسند کریں۔" میں نے کہا۔ اسی وقت شہریار اندر آگیا تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ چونکا لیکن پھر خاموشی سے اپنی سیٹ پر جاکر بیٹھ گیا۔ صاحب خاں نے شہریار سے کیس کے سلسلے میں چند سوالات کئے اور اس کے جواب سے مطمئن ہو کر میری طرف متوجہ ہوگیا۔

"ہاں جی........ اور کوئی کام؟"

"میں نے آپ سے ایک سوال کیا تھا۔"

"اوئے ہوئے ہوئے۔ ایک تو تم اخباری رپورٹروں کو سوال کرنے کا بڑا شوق ہوتا ہے۔ بی بی کوئی واردات ہوئی تو تمہیں اطلاع مل جائے گی۔ دعا کرو کچھ ہو جائے۔ ویسے تمہارا شوق اچھا نہیں ہے۔ ایسے شوق بیکار ہوتے ہیں۔ او کوئی کھانا پکانا سیکھو' سینا پرونا سیکھو' مستقبل میں یہی کام آتا ہے۔ او میاں شہریار انہیں بتاؤ یہاں کیسوں کو دفتر میں داخل کرنے کی فرصت نہیں ملتی یہ کیس دفتر سے نکلوا رہی ہیں۔"

"سمجھ جائیں گی سر کچھ عرصے میں۔" شہریار نے کہا۔ میں نے اسے گھور کر دیکھا مگر وہ گردن جھکائے اپنے کام میں مصروف ہوگیا تھا۔

○---------☆---------○

اسی شام میری ملاقات پھر شہریار سے ہوئی تھی۔ "تمہیں صاحب خان کے پاس جانا ہی نہیں چاہئے تھا۔ یہاں محکمہ پولیس میں ایسے ہی لوگوں کو تلاش کر کے بھرتی کیا جاتا ہے۔"

"مگر اس طرح کام کیسے چلتا ہوگا۔"

"کام چلانا صاحب خان کا کام ہے۔ دراصل تم جس ماحول سے آئی ہو وہ مختلف ہے۔ وہاں انسانی زندگی کی اہمیت ہوتی ہے۔ انسانی اقدار کی اہمیت ہوتی ہے۔ انصاف کا ایک میزان ہوتا ہے' ہاں یہ نہیں کہتا کہ وہاں جرائم نہیں ہوتے لیکن جرم سے نفرت بھی ہوتی ہے۔ ذمہ دار ارکان عموماً دیانتداری سے اپنا فرض پورا کرتے ہیں' یہاں بھی ایک میزان ہے لیکن ذرا مختلف۔ وہ کیس جس میں کچھ "پکڑ" نہیں ہوتی کسی کے لئے باعث دلچسپی نہیں ہوتا۔"

"اور تم یہ نوکری کر رہے ہو؟"

"ہاں۔ میں یہ نوکری کر رہا ہوں۔"

"کوئی حل ہے؟"

"نہیں........ ویسے تمہیں وقت ضائع کرنے کا شوق ہے تو میں تمہارے لئے ایک مشغلہ مہیا کرسکتا ہوں۔" میں سرد نگاہوں سے شہریار کو دیکھنے لگی۔ پھر میں نے کہا۔

"تم ایسے تو نہ تھے شہریار۔"

"ہاں اس وقت زمانہ شناس نہ تھا' تجربے کار نہ تھا۔ اس وقت میں "مائل" تھا دنیا کو کچھ قریب سے دیکھا تو "نادم" ہوگیا اور جب عملی زندگی میں قدم رکھا تو "مرحوم" اور بس مزید کچھ کہوں۔"

میں نے شہریار کے الفاظ میں چھپے ہوئے کڑوے سچ کو محسوس کیا۔ پہلے اس کے بدلے ہوئے تخلص پر غور نہیں کیا تھا لیکن اب اس کے لفظوں کی کڑواہٹ عیاں ہو رہی تھی۔ پھر میں گہری سانس لے کر بولی۔ "وہ مشغلہ کیا ہے؟"

"تمہاری لائن کی طرز کا........ میرا مطلب ہے کہ جیسا تم دیکھتی رہی ہو' جیسا تم سوچتی

رہی ہو' وہ لڑکی بھی تمہاری طرح مغرب زدہ معلوم ہوتی ہے اور شاید یہ نہیں جانتی کہ یہاں اس کی مدد موثر طور پر نہیں کی جاسکتی جسے مرجانے کا اندیشہ ہو چہ جائیکہ کسی سات سال قدیم موت کی تفتیش۔ صاحب خان ایسے موقع پر کہتا ہے "او بی بی تم تو زندہ ہو۔ اللہ کی مرضی میں دخل دیتی ہو قانون پر شک کرتی ہو قانون نے جو فیصلہ کیا وہی ٹھیک ہے۔ تم اپنی زندگی کی فکر کرو بس یہی ٹھیک ہے۔"

"کون ہے وہ لڑکی۔"

"زیب النساء عرف زیبا۔"

"کیا قصہ ہے؟"

"چائے منگوالو۔" شہریار نے کہا۔ اور میں چونک پڑی۔ ویٹر کئی بار ہمارے قریب سے گزرا تھا۔ میں نے اس سے چائے کے لئے کہا۔ شہریار سوچ میں گم تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"بقول صاحب خان کے اس کی ماں نے ورثے میں اس کے لئے جائیداد نہ چھوڑی ہوتی جما جمایا کاروبار نہ چھوڑا ہوتا تو وہ دفتر شادی کے چکر لگا رہی ہوتی یا پھر کسی جگہ نوکری کر کے "صاحب" کی توجہ حاصل کرنے کی فکر میں لگی ہوتی' اسے اس خط سے کوئی دلچسپی نہ ہوتی جو اس کی ماں نے اس کے لئے چھوڑا تھا۔"

"مجھے گول مول باتوں سے الجھن ہوتی ہے شہریار۔" میں نے جھنجلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"چونکہ قتل کا یہ کیس صاحب خان کے پاس ہی تھا اور صاحب خان نے اسے مکمل کیا تھا۔ اس لئے وہ اسی کے پاس آئی تھی۔ واردات سات سال قبل ہوئی تھی اور صاحب خان ہیڈ کوارٹر سے افسر تفتیش مقرر ہوا تھا۔ بعد میں کئی تھانوں سے ہوتا ہوا وہ اس تھانے میں آیا ہے۔ کچھ باتیں بے شک الجھی ہوئی ہیں لیکن ان الجھنوں کو سلجھانے کا وقت کسی کے پاس نہیں تھا۔" شہریار نے چائے کے چند گھونٹ لئے پھر میری طرف دیکھا اور میری آنکھوں میں قہر و غضب کی بجلیاں کوندتی دیکھ کر جلدی سے چائے کی پیالی نیچے رکھ دی۔

"اوہو' بڑی مشکل ہے بھئی۔ ارے بھائی میں پولیس والا ہوں مجھے کیوں شاعری پر مجبور کرتی ہو۔ ذرا آئینے میں ان آنکھوں کو دیکھو' ان کی گلابیاں اس قدر حسین لگ رہی ہیں کہ .... کہ .... اب تو موقع کا کوئی شعر بھی نہیں ہوتا۔"

"تم واقعی بہت مختلف ہوگئے ہو شہریار۔" میں نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

"او یار ناراض نہ ہو' سنو پوری تفصیل سنو' سات سال قبل قتل کی ایک واردات ہوئی تھی' قتل ایک مصور صنعت کار تاجر راحیل نقاش کا ہوا تھا۔ اچھا مصور تھا۔ دولت نہ جانے کہاں سے آئی تھی اس کے پاس۔ سنا گیا ہے کہ وہ اس کی بیوی کے ذریعہ اس تک پہنچی تھی اور اس کی بیوی نے اس سے محبت کرکے شادی کی تھی' کیونکہ اس وقت میرا پولیس سے کوئی تعلق

نہیں تھا اس لئے مجھے پورا کیس نہیں معلوم لیکن مختصر واقعات یوں ہیں کہ راحیل نقاش کی بیوی کو اس قتل کا ذمہ دار قرار دیا گیا تھا اور اسے سزا بھی ہوئی تھی' بعد میں پتہ نہیں کیا ہوا۔ کچھ عرصہ میں وہ لڑکی یعنی مقتول کی بیٹی صاحب خان کے پاس ایک خط لے کر آئی تھی جو اس کی ماں نے لکھا تھا کہ وہ اس کے باپ کی قاتل نہیں ہے اور بے گناہ ہے۔ لڑکی کو یقین ہے کہ اس کی ماں نے غلط نہیں لکھا۔ وہ اسے بے گناہ ثابت کرنا چاہتی ہے۔"

"اس کی ماں کو اس قتل کے الزام میں سزا ہوئی ہوگی۔"

"تو اور کیا ہوتا۔"

"کیا عمر قید کی سزا۔"

"یہ نہیں معلوم"

خدا کے نیک بندے اپنی ماں کو بے گناہ ثابت کرکے کیا وہ اس کی سزا نہیں ختم کرانا چاہتی؟"

"اگر ایسا ہوتا تو صاحب خان شاید اس کے مسئلے پر کچھ توجہ ضرور دیتا مگر اس کی ماں مرچکی ہے۔ وہ اسے بے گناہ ثابت کرکے اس کی روح کو سکون بخشنا چاہتی ہے اور صاحب خان کہتا ہے کہ یہاں زندہ لوگ بے سکون ہیں اور بعض بے گناہ سزائیں بھگت رہے ہیں۔ وہ مردہ لوگوں کے کیس لئے پھر رہی ہے۔"

"ظاہر ہے محکمہ پولیس میں صاحب خان جیسے لوگ موجود ہیں جو ایک جرم کا اعتراف دس دس افراد سے کرالیتے ہیں تو بے گناہوں کو سزا نہ ہوگی تو اور کیا ہوگا۔" میں نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔ میں اس لڑکی کے درد کو محسوس کرنے لگی تھی جو اپنی مظلوم مردہ ماں کی بے گناہی ثابت کرکے اس کی روح کو سکون دینا چاہتی تھی۔

"تو پھر کیا خیال ہے؟" شہریار نے پوچھا۔

"مجھے اس لڑکی کا پتہ درکار ہے۔"

"اس وقت تو ممکن نہیں ہے کل مل جائے گا۔ تمہارے دفتر فون کردوں گا لیکن ہاتھ پاؤں بچا کر کام کرنا۔"

"کیا مطلب؟"

"کرائم رپورٹر اور پولیس کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ دونوں کے کام ایک دوسرے سے چلتے ہیں اگر تم نے پولیس کے خلاف کام شروع کر دیا تو تم سے عدم تعاون کا عمل شروع ہو جائے گا ویسے ہی تمہارے آرٹیکل زہریلے سمجھے جاتے ہیں۔"

"میں صرف سچ لکھنا پسند کرتی ہوں اور سچ لکھتے رہنا چاہتی ہوں۔"

"خدا کرے تمہیں اس کے مواقع ملتے رہیں۔" شہریار نے کہا۔

بعد میں' میں اس لڑکی کے بارے میں سوچتی رہی تھی۔ پھر دوسرے دن شہریار نے حسب

وعدہ مجھے ٹیلیفون کرکے زیبا نقاش کا پتہ بتا دیا تھا۔ میں نے جلدی جلدی ضروری کام کئے اور کچھ دیر کے بعد اس پتے پر روانہ ہوگئی۔ ایک خوبصورت بنگلے کے سامنے میری گاڑی رکی تھی۔ بنگلے کے دروازے پر چوکیدار نہیں تھا لیکن گیٹ کے دوسری طرف ملازم نظر آ رہے تھے۔ میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگئی۔ ملازم میری طرف متوجہ ہوگئے اور میں نے ان میں سے ایک کو اشارہ کرکے اپنے پاس بلالیا۔"میں مس زیبا نقاش سے ملنا چاہتی ہوں۔" ایک ملازم نے ڈرائنگ روم تک میری رہنمائی کی اور کچھ دیر کے بعد ایک دبلی پتلی تقریباً انیس سالہ لڑکی اندر داخل ہوگئی۔ اس کے چہرے سے مظلومیت کا اظہار ہوتا تھا۔ خدوخال جاذب نگاہ تھے لیکن مظلومیت کا نقاب اوڑھے۔ میں نے اپنی جگہ کھڑے ہوکر اس کا استقبال کیا تو وہ جلدی سے بولی۔

"نہیں براہ کرم تشریف رکھئے' میں زیبا ہوں۔ زیب النساء ہے میرا نام۔" اس کے انداز میں کسی قدر گھبراہٹ تھی۔

"ہیلو۔ مجھے لبنیٰ غضنفر کہتے ہیں۔ ایک اخبار کی رپورٹر ہوں۔" میں نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھا کر کہا۔ اس نے اپنا سرد نرم اور بے جان سا ہاتھ میرے ہاتھ میں دیدیا۔ وہ ایک سادہ سا لباس پہنے ہوئے تھی۔ میں نے اسے اپنے پاس ہی صوفے پر جگہ دی تھی۔"آپ کو میری آمد پر حیرت تو ہوئی ہوگی؟"

"جی ہاں......... جی نہیں۔" وہ بولی۔

"آپ پریشان ہو رہی ہیں اس لئے میں فوراً آپ کو اپنی آمد کی وجہ بتائے دیتی ہوں۔ ایک کرائم رپورٹر کی حیثیت سے میرا تعلق پولیس کے افراد سے رہتا ہے۔ میرے ایک پولیس افسر دوست نے بتایا تھا کہ کچھ دن پہلے آپ ایک پولیس تھانے کے انچارج سے ملی تھیں اور آپ نے اس سے درخواست کی تھی کہ وہ آپ کے والد کے قتل کے کیس کی دوبارہ تفتیش کرے۔ جس کا الزام آپ کی والدہ پر لگایا گیا تھا۔"

لڑکی کے چہرے پر خوف کے آثار پھیل گئے۔ وہ بار بار تھوک نگل رہی تھی' پھر اس نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔"میرے لئے کوئی خطرہ پیدا ہوگیا ہے کیا۔ مجھ سے شاید غلطی ہوگئی ہے۔"

"اوہ نہیں زیبا ڈیئر' پہلے تو میں تم سے ایک درخواست کرنا چاہتی ہوں وہ یہ کہ تم مجھے اپنی دوست اپنی بڑی بہن کی مانند سمجھو اور کسی قسم کا خوف نہ کرو' دراصل جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ تھانہ انچارج نے تمہاری خواہش کو ٹھکرا دیا اور تمہاری بات پر کوئی توجہ نہیں دی تو میں نے فیصلہ کیا کہ میں تمہاری خواہش کی تکمیل کروں گی اور اپنے اخبار میں لکھ لکھ کر پولیس کو مجبور کردوں گی کہ وہ یہ کام ضرور کرے اس سلسلے میں' میں تمہارے پاس آئی ہوں۔" میں نے نہایت محبت آمیز لہجے میں کہا اور آپ سے تم پر اتر آئی تاکہ وہ مجھ سے زیادہ قربت محسوس کرے۔ میں نے اس کی آنکھیں بھیگتی محسوس کیں لیکن آنسو رخساروں تک نہیں آئے تھے۔

چند لمحوں کے بعد اس نے کہا۔

"ہاں میری ماں بے گناہ تھیں' انہوں نے' انہوں نے میرے......... میرے ابو کو زہر نہیں دیا تھا۔ انہوں نے قسم کھائی ہے کہ انہوں نے یہ جرم نہیں کیا اور مجھے تشویش ہے۔ مجھے......... مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میری ماں کی روح مجھ سے مطالبہ کرتی ہے کہ میں' ان کی بے گناہی ثابت کروں۔ میں نے یہ کوشش کی تھی' لیکن......... میرے خدا' پولیس بہت بھیانک ہوتی ہے۔ وہ میری زندگی کا ہولناک تجربہ تھا اور اس کے بعد میری ہمت پست ہوگئی۔ میں نہیں جانتی یہ کام مجھے کس طرح کرنا چاہئے۔" وہ ایک سسکی سی لے کر خاموش ہوگئی۔ میں اس کی کیفیت کا جائزہ لے رہی تھی۔ وہ شدید نفسیاتی الجھنوں کا شکار معلوم ہوتی تھی دنیا سے ڈری ہوئی سہمی ہوئی لیکن اس خوف و دہشت کے عالم میں جینے پر مجبور۔

"دنیا بہت بری جگہ ہے زیبا' اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن اس کے باوجود ہم دوسروں پر بھروسہ کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ میں تمہیں اپنے خلوص کا یقین دلانا چاہتی ہوں۔ مجھے تم سے کوئی لالچ نہیں ہے۔ اس کا تم تجربہ کرلینا لیکن میں تمہاری یہ خواہش ضرور پوری کروں گی اور اس کیس کی تفتیش دوبارہ ہوگی۔ اگر تمہاری مرحوم ماں بے گناہ ہوئی تو میرا اخبار بڑی سرخیوں کے ساتھ یہ داستان چھاپے گا۔ کیا تم نے کبھی میرا نام پہلے پڑھا ہے؟" اس نے نفی میں گردن ہلا دی تھی۔

"پھر تم مجھے مختصراً اپنے بارے میں تفصیل بتاؤ۔"

"میرا نام زیبا' زیب النساء ہے۔"

"ہاں میں جانتی ہوں۔"

"پہلے میں یہاں نہیں رہتی تھی۔"

"اوہ......... پھر کہاں تھیں؟"

"اپنی خالہ کے پاس دوسرے شہر میں۔ بچپن ہی سے ان کے پاس رہتی تھی ماں کو میں نے بہت کم دیکھا ہے۔"

"تمہارے اور بہن بھائی بھی ہیں؟"

"نہیں کوئی نہیں ہے۔"

"تم اپنی ماں سے دور کیوں رہتی تھیں؟"

"میں نہیں جانتی' لیکن میری پرورش میری خالہ نے ہی کی تھی وہ بھی تنہا تھیں بس وہ تھیں اور میں' پھر مجھے علم ہوا کہ وہ میری خالہ بھی نہیں ہیں۔"

"اوہ' میں نے طویل سانس لے کر کہا' کہانی میرے لئے بہت دلچسپ ہوگئی تھی۔ "پھر وہ کون تھیں؟"

"میں نہیں جانتی بس مجھے اتنا ہی معلوم ہوسکا' مجھے تو یہ بھی علم نہیں ہوا کہ میرے ساتھ

ایسے انوکھے حادثے پیش آچکے ہیں۔ اپنے والدین سے الگ تھلگ میں اس چھوٹے سے شہر میں زندگی گزارتی رہی شاید مجھے نہ جانے کب تک ان حالات کا علم نہ ہوتا لیکن ماں کے انتقال کے بعد مجھے یہ سب کچھ معلوم ہوا' اس وقت جب مجھے بتایا گیا کہ یہ سب کچھ ہوچکا ہے اور میری ماں کی جائیداد میرے نام منتقل ہوگئی ہے اور مجھے یہاں آکر اس جائیداد کا انتظام سنبھالنا ہے۔"

"کیا خالہ کے گھر قیام کے دوران تمہارے والدین تم سے نہیں ملتے تھے؟" میں نے حیرانی سے کہا۔

"ابو' میں نے یہاں آکر صرف ان کی تصویریں دیکھی ہیں' وہ بھی اس وقت جب مجھے ان کے بارے میں بتایا گیا۔"

"گویا وہ کبھی تم سے نہیں ملے؟"

"کبھی نہیں۔"

"اور ماں؟"

"میں نے سات سال پہلے کچھ بار انہیں دیکھا تھا۔ اس سے پہلے بھی وہ کبھی کبھی مجھ سے ملنے آتی تھیں لیکن بہت مختصر وقت کے لئے اور اس وقت مجھے ان سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ کہا جاتا تھا کہ وہ میری ماں ہیں لیکن' میں نے کبھی اس پر غور نہیں کیا تھا مگر بعد میں سب کچھ ہو جانے کے بعد۔" وہ پھر ایک سسکی لے کر خاموش ہوگئی۔ میں اس انوکھی کہانی پر غور کرنے لگی واقعات بڑے پراسرار تھے۔

"پھر کیا ہوا؟"

"خالہ کی موت کے بعد میں تنہا رہ گئی لیکن میں یہاں کی عادی تھی اور مجھے زندگی کے معمولات میں کوئی دقت پیش نہیں آتی تھی۔ میری والدہ شاید ان خالہ کو میری پرورش کے لئے رقومات دیتی تھیں۔ اس گھر میں خالہ کی موت کے بعد بھی بہت کچھ تھا بعد میں' میں نے سوچا تھا کہ مجھے ملازمت کرلینی چاہئے۔ لیکن مجھے اس کی ضرورت پیش نہ آئی کیونکہ ہر ماہ مجھے ایک مخصوص رقم کا منی آرڈر مل جاتا تھا جو میرے لئے حیران کن ضرور ہوتا تھا لیکن بہرحال میری ضروریات پوری ہو جاتی تھیں۔ پھر مجھے یہاں بلا کر یہ سب کچھ میرے حوالے کر دیا گیا۔ اس کے لئے میرے بڑے ہونے کا انتظار کیا جا رہا تھا۔ میری وہ زندگی بہت پرسکون تھی وہاں لوگ بہت اچھے تھے۔ میرا خیال رکھتے تھے' مجھے کوئی تکلیف نہ ہونے دی جاتی تھی۔ یہاں بھی سب بہت اچھے ہیں لیکن یہاں آکر میں بے چین ہوگئی۔ میں نے کئی بار خواب میں ماں کو دیکھا اور پھر ان کے خط نے تو مجھے......... مجھے........." پھر وہ خاموش ہوگئی۔

"وہ خط تمہیں کہاں سے ملا.........؟"

"ان کے سامان کا جائزہ لیتے ہوئے۔ انہیں یقین تھا۔ انہیں یقین تھا کہ میں ان کا سامان ضرور دیکھوں گی اور شاید انہیں یہ بھی یقین تھا کہ میں........." وہ پھر سسک کر خاموش ہوگئی۔

"کیا تم مجھے وہ خط دکھا سکتی ہو؟"

"ہاں......... ہاں ابھی' ابھی لائی۔" وہ ایک دم اپنی جگہ سے اٹھ گئی پھر میرے کچھ بولنے سے قبل ہی باہر نکل گئی۔ میں تشویش زدہ نظروں سے دروازے کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے بارے میں اس مختصر وقت میں ہی میں نے بہت کچھ جان لیا تھا۔ اس نے اس ماحول سے بہت مختلف ماحول میں زندگی گزاری تھی۔ اس کی ذہنی پہنچ محدود تھی اور اس کے ساتھ ہی وہ کافی دولت مند تھی۔ نہ جانے کیوں اب تک کوئی بوالہوس نگاہیں اس تک نہیں پہنچی تھیں۔ نہ جانے کیوں بھیڑیئے اسے ابھی تک نہ سونگھ پائے تھے۔ وہ تو ایک بہت آسان شکار تھی۔ بہت غیر محفوظ لڑکی۔ سخت خطرات میں گھری ہوئی۔ میں اس کی واپسی کا انتظار کرتی رہی۔ وہ کچھ دیر میں آئی تھی۔ ایک خط اس کے ہاتھ میں تھا جو ایک پیلے رنگ کے لفافے میں تھا اوپر خوبصورت تحریر میں لکھا تھا۔

"زیبا کے لئے۔ اس کی ماں قمر کی طرف سے۔"

"تمہاری اجازت ہے..... میں اسے کھول لوں؟"

"جی........." اس نے آہستہ سے کہا۔ اور میں نے پیلے رنگ کا کاغذ نکال لیا۔ لکھا تھا۔

زیبا......... میری بدنصیب بچی۔ کاش میں تمہاری تقدیر روشن کرسکتی۔ ایسا میں کبھی نہ کرسکی۔ مجھے یقین ہے کہ ایک نہ ایک دن یہ خط تمہیں ضرور ملے گا۔ اس یقین کی وجہ میں خود بھی نہیں جانتی۔ پتہ نہیں زیبا اس وقت تک تمہیں اپنے ماضی کی کہانی معلوم ہوسکے گی یا نہیں۔ بس میں تمہیں اتنا بتانا چاہتی ہوں بیٹی کہ میں تمہارے باپ کی قاتل نہیں ہوں۔ خدا کی قسم میں نے نقاش کو زہر نہیں دیا۔ خدا کی قسم میں آخری وقت تک اس سے محبت کرتی تھی۔ زیبا حالات کیا تھے۔ وقت شاید تمہیں خود بتا دے گا۔ میں تم سے صرف اتنا کہنا چاہتی ہوں کہ اپنی ماں کو قاتل نہ سمجھنا اور اگر ہوسکے تو دنیا کے سامنے یہ ثابت کر دینا کہ میں نقاش کی قاتل نہیں تھی۔ یہ میری آرزو ہے کہ زیبا دنیا پر حقیقت آشکارا ہو جائے۔ اگر ایسا ہوگیا تو میری بے سکون روح کو قرار آجائے گا اور اگر تم یہ نہ کرپاؤ تو دل چھوٹا نہ کرنا میری بچی۔ میں بھی مجبور تھی تم بھی مجبور ہو۔ کاش میری موت کے بعد ہی سہی تمہاری تقدیر روشن ہو جائے۔

"تمہاری تم سے زیادہ بدنصیب ماں۔"

میرا ذہن جھنجھنا گیا۔ کتنا درد تھا اس داستان میں' کتنا کرب تھا ان الفاظ میں' دیر تک میں اس پرچے کو ہاتھ میں لئے گم صم بیٹھی رہی تھی۔ پھر ایک ملازمہ ٹرالی دھکیلتی اندر داخل ہوگئی۔ اس پر چائے اور دوسرے لوازمات سجے ہوئے تھے۔

"یہ تکلف تم نے کیوں کر ڈالا زیبا۔" اس کے ہونٹ مسکراہٹ کے انداز میں کھنچے اور پھر برابر ہوگئے۔ میں نے پرچہ لفافے میں رکھ کر اس کے حوالے کر دیا پھر کہا۔ "تم نے اس پولیس افسر سے ملاقات کے بعد اس سلسلے میں کوئی اور کوشش کی۔"

"نہیں لبنیٰ صاحبہ- میری ہمت پہلے مرحلے پر ہی جواب دے گئی- میری عقل اس سے زیادہ کام نہیں کرتی-"

"تمہارے کچھ دوست تو ضرور ہوں گے؟"

"نہیں کوئی نہیں ہے- بس وہ لوگ مجھ سے ملتے ہیں جو میرا کاروبار چلاتے ہیں اور بس-" اس نے بے بسی سے کہا اور میں خاموشی سے اسے دیکھتی رہی پھر وہ چونک کر چائے کی طرف متوجہ ہوگئی تھی- چائے پیتے ہوئے میں نے کہا-

"میں تمہاری اس خواہش کی تکمیل کے لئے کوشش کرنا چاہتی ہوں- زیبا تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے-"

"آپ اعتراض کی بات کرتی ہیں لبنیٰ صاحبہ- میں تو دل سے یہ چاہتی ہوں اگر کچھ ہو سکتا تو میں یہ سب کچھ کر ڈالتی مگر ڈر لگتا ہے سب سے ڈر لگتا ہے مجھے-"

"میری نصیحت ہے تمہیں دنیا سے ڈرنا چھوڑو- لوگ تمہیں خوفزدہ پائیں گے تو تمہارے خوف سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے- یہ پرچہ تم اپنے پاس محفوظ رکھو- اگر مجھے ضرورت پڑی تو تم سے لے لوں گی- میری نصیحت یاد رکھنا-" کچھ دیر کے بعد میں وہاں سے اٹھ گئی تھی-

○---------☆---------○
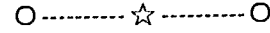
شہریار سے اب ملاقات نہ ہونے کا کیا سوال تھا- میں نے اسے ہدایت کر دی تھی کہ ہر روز آٹھ بجے شب وہ مجھ سے ایک ریستوراں میں ملا کرے اور اس نے وعدہ کر لیا تھا- آج بھی جب میں ریستوران میں داخل ہوئی تو وہ موجود تھا-

"خوب شہرت حاصل کرتی جا رہی ہو، محکمہ پولیس خاص طور سے تم سے متاثر ہے- انسپکٹر اعجاز کو جانتی ہو؟"

"کیوں نہیں-"

"عادل شاہ کیس کی بات کر رہا تھا وہ تم نے جو رپورٹ لکھی ہے وہ اس کے خلاف جاتی ہے کہہ رہا تھا یہ اچھی بات نہیں ہے- آئندہ وہ تم سے تعاون نہیں کرے گا-"

"عادل شاہ کے سلسلے میں اس نے جو کچھ کہا تھا وہ غلط تھا-"

"پولیس جادوگر تو نہیں ہوتی مس لبنیٰ- غلطی سب سے ہوتی ہے-"

"کوئی غلطی اگر کسی بے گناہ کے لئے عذاب بن جائے تو قابل معافی نہیں ہوتی- اپنی ذمہ داریاں سوچ سمجھ کر پوری کرنی چاہئیں-"

"میرے خلاف کچھ نہ کر ڈالنا- بہرحال سناؤ اس لڑکی سے ملاقات ہوئی-"

"ہاں! اور اب تمہارے سپرد ایک ذمہ داری ہے- مگر فوری طور پر-"

"ایک بات بتاؤ-" شہریار نے کہا اور میں سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی- "یہ میرے اوپر جو ذمہ داریاں ڈالی جا رہی ہیں یہ کس حساب میں ہیں-"

"ایڈوانس رشوت سمجھ لو' تاکہ میں تمہارے بارے میں کچھ نہ لکھوں-" میں نے کہا اور شہریار ہنس پڑا-

"میں سب انسپکٹر ہوں محترمہ- صاحب خاں کا آلہ کار- میرا کوئی ذاتی مسئلہ تو ہوتا نہیں آپ کو مایوسی نہیں ہوگی اس سلسلے میں-"

"مستقبل کی بات کر رہی ہوں جب تم انسپکٹر' پھر ڈی ایس پی اور اس کے بعد ایس پی ہو گے' میں نے ایڈوانس کا لفظ استعمال کیا ہے-"

"مگر میں عرض کر چکا ہوں کہ داور صاحب کا تبادلہ ہوگیا ہے- اس لئے ترقی کا کوئی خطرہ نہیں ہے-"

"محکمہ پولیس کو بدنام نہ کرو ایمانداری سے کام کرتے رہو گے تو صلہ ضرور ملے گا سمجھے-" میں نے کہا اور پھر وہ ہنس پڑا-

"جب تمہاری لغت ہی غلط ہے تو میں کیا کروں- خیر کام بتاؤ-" اس نے کہا-

"جس وکیل نے راحیل نقاش کا کیس لڑا تھا میں اس کے بارے میں جاننا چاہتی ہوں-"

"چائے منگواؤ-" شہریار نے اپنے مخصوص انداز میں کہا اور مجھے ہنسی آگئی- یہ جملے وہ اس وقت ادا کرتا تھا جب کوئی کام کرنے کا وعدہ کرتا تھا یا پھر کوئی اہم انکشاف کرنے جا رہا ہوتا تھا- حالانکہ آج تک چائے کا بل وہ خود ہی ادا کرتا رہا تھا اور مجھے ایک بار بھی پرس نہ کھولنے دیا تھا-

"تمہیں ان جملوں کی عادت ہوگئی ہے-"

"تربیتی کورس میں شامل تھے کیا کروں- وکیل صاحب کا نام فاضل عرشی ہے عرشی صاحب کے نام سے پکارے جاتے ہیں- اٹھائیس لائٹ چیمبر میں بیٹھتے ہیں فون نمبر ہے-" یہ کہہ کر اس نے نمبر بتایا-

"ارے-" میں اچھل پڑی- "اتنی پرانی بات اور تمہارے دور کی بھی نہیں پھر تمہیں کیسے معلوم ہوگیا.........؟"

"جانتا تھا کہ تم دوسرا کام یہی سپرد کرو گی اس لئے معلومات حاصل کر لیں-" اس نے جواب دیا اور میری آنکھوں میں تجسس کے آثار نمودار ہوگئے-

"اس کا مطلب ہے کہ باصلاحیت ہو اور ترقی کی طرف سفر کر رہے ہو- میرا کہنا غلط تو نہیں ہے تمہارے بارے میں-" میں نے کہا اور ویٹر کو اشارے سے چائے لانے کے لئے کہا- اور پھر میں نے پاکٹ ڈائری میں عرشی صاحب کا پورا پتہ نوٹ کر لیا-

عرشی صاحب سے میں کورٹ ٹائم کے بعد اس وقت ان کے دفتر میں ملی جب میرے اندازے کے مطابق وکلاء صاحبان پرسکون ہوتے ہیں- لائٹ چیمبر خوبصورت عمارت تھی اور کمرہ نمبر 28 خوبصورت ترین- عرشی صاحب نے میرا کارڈ پڑھ کر مجھے فوراً اندر بلوا لیا- ایک خوبصورت سا نوجوان ان کے سامنے بیٹھا ہوا تھا- خود عرشی صاحب معمر لیکن وجیہہ آدمی تھے-

انہوں نے مسکراتے ہوئے میرا خیر مقدم کیا اور بولے۔

"خوبصورت' ذہین' معاملہ فہم اور اعلیٰ خاندان کی چشم و چراغ' کوئی کمی ہے آپ میں مس لبنیٰ.........؟"

"بے حد شکریہ جناب۔" میں نے مسکرا کر کہا اور وکیل صاحب کے اشارے پر ان کے سامنے بیٹھ گئی۔

"ان سے ملو مسٹر تنویر ایاز آج نہ سہی کل' یا پرسوں تمہیں ان سے ضرور ملنا ہوگا۔ تنویر یہی بتاتے ہیں کہ ان سے مقابلہ ہوتا رہے گا۔ بھلا بوجھو تو کون ہو سکتی ہیں.....؟ وکیل صاحب نے سامنے بیٹھے ہوئے نوجوان سے کہا۔

"یہ تو نہیں جان سکا لیکن ان کا کارڈ پڑھ کر آپ نے جس خوشی کا مظاہرہ کیا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کچھ ہیں۔" نوجوان نے جس کا نام تنویر ایاز لیا گیا تھا' کہا۔

"مس لبنیٰ غضنفر حسین خان۔" عرشی صاحب بولے۔

"اوہ...... خوب...... بہت خوب........' وہ جینئس خاتون جو ان دنوں صحافت کے حلقوں کا موضوع بنی ہوئی ہیں۔ خاتون آپ سے مل کر بے حد خوشی ہوئی۔ آپ کے بارے میں ہم لوگوں نے ایک نظریہ قائم کیا ہے۔" تنویر نے کہا۔

"کیا......؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اول یہ کہ آپ نے یورپی ممالک میں پرائیویٹ سراغ رسانی کے اداروں کا طریق کار اختیار کیا ہے اور چونکہ یہاں اس کام کے لئے ماحول سازگار نہیں ہے اس لئے آپ نے اخبار میں خصوصی طور پر اس شعبے کا سہارا لیا ہے۔ دوئم یہ کہ آپ ہمارے لئے خطرناک ثابت ہوں گی اور ہمیں آپ سے بنا کر رکھنا ہوگی' میرا نام تنویر ایاز احمد ہے اور میں پبلک پراسیکیوٹر ہوں کورٹ نمبر اٹھارہ میں تعینات ہوں۔"

"آپ سے تعارف کار آمد رہے گا مسٹر تنویر۔ اس لئے آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔"

"اور اب چونکہ تم میرے ساتھ چائے پی چکے ہو اس لئے خدا حافظ۔ کل ملاقات ہوگی۔" عرشی صاحب نے کہا۔ اور تنویر ہنس پڑا۔

"کاش آپ مجھے خود اٹھ جانے کا موقع دیتے عرشی صاحب عزت سادات رہ جاتی۔ بزرگوں کو کبھی دوست نہیں بنانا چاہئے۔ قدیم طریقہ بزرگی میں اخلاق نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ اچھا مس لبنیٰ اس ہولناک جگہ کے علاوہ بھی کہیں ملاقات ضرور ہوگی چنانچہ خدا حافظ۔" تنویر ہنستا ہوا باہر نکل گیا۔ عرشی صاحب میری طرف متوجہ ہو گئے۔

"تمہارا طریقہ کار بے مثال ہے لبنیٰ' تمہارے والد غضنفر حسین صاحب سے میرا تعارف ہے اور وہ مجھ سے عدم شناسائی کا اظہار نہیں کریں گے اس لئے میں خود بخود تمہارا بھی بزرگ ہوں۔"

"شکریہ عرشی صاحب ....!" عرشی صاحب نے انٹرکام پر چائے کے لئے کہا اور پھر میری طرف متوجہ ہو گئے۔

"ایک ایسے کیس کے سلسلے میں آپ سے تفصیلات معلوم کرنا چاہتی ہوں عرشی صاحب جو آپ نے سات سال قبل لڑا تھا۔"

"تفصیل.........؟" عرشی صاحب نے کہا۔

"مقتول کا نام راحیل نقاش تھا' اور اسے اس کی بیوی نے زہر دیا تھا۔"

"ہاں مجھے یاد ہے' اس کے سلسلے میں کیا معلوم کرنا چاہتی ہو' اگر زیادہ تفصیل درکار ہے تو میں اس کیس کی یادداشت کی فائل منگوائے لیتا ہوں۔"

"شکر گزار رہوں گی۔" میں نے کہا اور عرشی صاحب نے انٹرکام پر کسی کو طلب کرلیا۔ ایک نوجوان کے آنے پر انہوں نے کہا۔

"سیریل آر میں راحیل نقاش کا فائل درکار ہے۔ تقریباً سات سال پرانے ریکارڈ میں ملے گا.........!" نوجوان چلا گیا۔ پھر چائے اور فائل ساتھ ہی آئی تھی۔ عرشی صاحب نے کہا۔

"اب تم اچھی بیٹیوں کی طرح چائے بنا کر مجھے دو خود لو' اس وقت تک میں اس فائل پر نگاہ ڈال لوں۔" میں نے خوشدلی سے اس ہدایت پر عمل کیا تھا۔ عرشی صاحب چند لمحات کے بعد اپنے کام سے فارغ ہو گئے۔

"ہاں اب یہ بتاؤ تم اس سلسلے میں کیا معلوم کرنا چاہتی ہو' نیز اس کی ضرورت کیوں پیش آگئی۔"

"راحیل نقاش کی بیٹی کا خیال ہے کہ اس کی ماں اس کے باپ کی قاتل نہیں ہے اور یہ خیال اسے اپنی ماں کے ایک خط سے پیدا ہوا ہے جس میں اس نے اپنی بیٹی سے کہا ہے کہ وہ اپنے شوہر کی قاتل نہیں ہے چنانچہ وہ لڑکی چاہتی ہے کہ اس کی ماں کی بے گناہی ثابت کی جائے۔"

"اوہ......... مگر شاید قمر النساء نقاش تو مرچکی ہے۔"

"ہاں........! مگر اس کی روح زندہ ہے۔"

"جذباتیت......... بہرحال یہ انسانی عمل ہے۔ لیکن واقعات اس خیال کی نفی کرتے ہیں۔ میرا مطلب ہے خود قمر النساء کا اس کیس کے سلسلے میں رویہ۔ اس نے خود کو بچانے کی بالکل کوشش نہیں کی۔ اسے موت کی سزا سنائی گئی تھی جو بعد میں عمر قید میں بدل دی گئی لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ایک پروقار عورت تھی' خاموش اور پرسکون مجھے اچھی طرح یاد ہے۔"

"آپ کے خیال میں وہ قاتلہ ہو سکتی ہے؟"

"محرکات پر منحصر ہے' ممکن ہے وہ اس قدر مشتعل ہو گئی ہو کہ اس نے یہ قدم اٹھا ڈالا۔"

جتنا عرصہ اس کا مقدمہ چلتا رہا......... وہ پرسکون رہی اس نے کوئی احتجاج نہ کیا اور خوشدلی سے اپنے خلاف فیصلہ قبول کرلیا- جیسے وہ اس فیصلے سے مطمئن ہو-"

"آپ کے خیال میں ایسا کیوں ہوا.........؟"

"میرے خیال میں.........؟" عرشی صاحب نے رخسار کھجاتے ہوئے کہا-"میرے خیال میں وہ اپنے شوہر سے بہت محبت کرتی تھی-"

"بہت محبت کرنے والی کیا اپنے محبوب کو قتل کرسکتی ہے-"

"ہاں' انسانی نفسیات میں چند جذبے بڑے پیچیدہ ہوتے ہیں- نفرت اور محبت کا فاصلہ بال سے زیادہ باریک ہوتا ہے- ایک ہلکا سا مدوجزر ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں ان دونوں جذبوں کو گڈمڈ کردیتا ہے اور اس وقت لمحاتی طور پر جو جذبہ حاوی ہو جائے اس کا عمل بھی اتنی ہی جلدی ہو جاتا ہے- پھر جب یہ مدوجزر ختم ہوتا ہے تو ہوش آتا ہے اور یہ احساس ہوتا ہے کہ جلد بازی ہوگئی- اسے بھی جب اس مدوجزر سے نجات ملی تو اسے احساس ہوا کہ وہ کیا کر بیٹھی ہے اور اسی احساس نے اس کی زبان گنگ کردی-"

عرشی صاحب پرخیال انداز میں کہہ رہے تھے اور میں خاموشی سے ان کی صورت دیکھ رہی تھی- مجھے اس پیچیدہ مسئلے کا پورا پورا احساس ہو رہا تھا ساتھ ہی یہ خیال بھی کہ یہ معاملہ واقعی شدید ذہنی ورزش کا حامل بن جائے گا- تاہم میں خود بھی یہی چاہتی تھی- یہی میرا شوق تھا اور یہی میری پسند-

○---------☆---------○
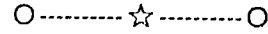
عرشی صاحب ایک مصروف وکیل تھے لیکن وہ مجھ سے پورا تعاون کر رہے تھے- میں نے چائے کی پیالی سے آخری گھونٹ لیتے ہوئے کہا- "آپ نے میرے والد سے شناسائی کا اظہار کر کے مجھے مزید حقوق دیدیئے ہیں انکل' اس لئے میں ابھی آپ کا کافی وقت برباد کروں گی حالانکہ میں جانتی ہوں کہ آپ بے حد مصروف ہیں-" میرے ان الفاظ پر عرشی صاحب مسکرائے پھر بولے-

"جلد بازی کر رہی ہو حقوق کا خرچ احتیاط سے کرنا چاہئے ابھی تو خود تمہاری اپنی شخصیت استعمال ہو رہی ہے اور اس میں سے کچھ بھی خرچ نہیں ہوا- غضنفر حسین کا نام کسی ایسے وقت کے لئے رہنے دو جب کبھی مجھے میری مرضی کے خلاف استعمال کرنا چاہو-" عرشی صاحب کے پر مزاح الفاظ پر مجھے ہنسی آگئی تو وہ بولے- "نہیں سچ کہہ رہا ہوں- ممکن ہے غیر متعلق حلقے تمہاری اہمیت کو نہ سمجھ پائے ہوں لیکن جو متعلق ہیں وہ تمہارے اخبار کے آرٹیکل پڑھ کر چونک پڑے ہیں اور انہیں یہ احساس ہوگیا ہے کہ ایک طاقتور قلم ان کی چھان بین کرسکتا ہے اور وہ سب کچھ لکھ سکتا ہے جو حقیقت ہو' اس حقیقت سے کچھ لوگوں کو فائدہ پہنچے گا اور کچھ لوگوں کو نقصان بھی پہنچے گا' لیکن متعلقہ حلقوں کی بات کر رہا ہوں میں' انہیں تم سے ہر طرح کا تعاون

کرنا پڑے گا خواہ ان کی مرضی ہو یا نہ ہو' دراصل کرائم رپورٹنگ ایک الگ شعبہ ہے لیکن زندگی سے اتنا گہرا ربط ہے اس کا کہ اسے نظرانداز نہیں کیا جاسکتا- جرم ہر طبقے میں ہوتا ہے اور ہر طبقے کے لوگ اس سے متاثر بھی ہوتے ہیں اس کے بارے میں اگر اتنی گہرائیوں پر غور کرنے کی ہمت کوئی کرتا ہے تو پھر لوگوں کے لئے لمحہ فکریہ تو ہے- میرا خیال ہے ہمارا ایک مثلث ہے اور ہم ایک دوسرے سے اس مثلث کے ذریعے بڑی مضبوطی سے منسلک ہیں مثلاً تم جو کسی جرم کی تفتیش کے سلسلے میں پولیس کا ساتھ دو یا کوئی جرم منظرعام پر آجائے تو اس کی تفتیش ایک صحافی کی حیثیت سے کر کے اس کی باریکیوں سے پردے اٹھاؤ تو ظاہر ہے پولیس تم سے متاثر ہوگی اور بہت سے لوگ اپنی کمزوریوں پر قابو پانے کی کوشش کریں گے ان کا تم سے رابطہ بھی رہے گا بلکہ یہ رابطہ خود ان کے لئے سود مند ہوسکتا ہے کیونکہ وہ تو فرائض کے طور پر اپنا کام کریں گے کبھی کبھی جلد بازی بھی کر جائیں گے لیکن تم اپنے طور پر جو کچھ کرو گی وہ بالکل ایک الگ چیز ہوگا' ہمارے ہاں کی صحافت میں یہ طریقہ کار رائج نہیں ہے لیکن متعلقہ حلقے تمہارے بارے میں گفتگو کرنے لگے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ایک بہتر طریقہ کار ہے' اسے برا تو کوئی کہہ ہی نہیں سکتا- میرا مطلب یہ ہے کہ مثلث کا ایک حصہ پولیس ہوئی' دوسرا حصہ تم یعنی ایک کرائم رپورٹر اور تیسرا حصہ ہم وکیل لوگ جنہیں بہرطور تم سے براہ راست فائدہ پہنچ سکتا ہے چنانچہ اگر کسی مسئلے میں تمہیں ہم سے تعاون کی ضرورت پیش آئے تو یہ ہماری بھی ضرورت ہے کہ ہم تم سے پورا پورا تعاون کریں اور اپنے کاروبار کو جاری رکھیں-" میں مسکراتی رہی تو عرشی صاحب بولے-

"میرا خیال ہے چائے ایک ایک کپ اور ہو جائے ذرا دیکھو گنجائش ہے-" میں نے جلدی سے عرشی صاحب کے کپ میں چائے انڈیل دی تھی اور پھر جو باقی بچی وہ اپنی پیالی میں ڈال لی اور اس کے بعد ہم پھر اسی موضوع پر آگئے' میں نے کہا-

"تو انکل آپ کا کیا خیال ہے' کیا آپ کے خیال میں وہ مجرم تھے.........؟"

"بظاہر تو ایسا ہی محسوس ہوتا ہے-"

"کیا اس نے اقرار گناہ کرلیا تھا........."

"اقرار تو نہیں کیا تھا اس نے لیکن انکار کرنے کے وسائل نہیں تھے اس کے پاس-"

"آپ کے خیال میں وہ احساس گناہ سے خاموش رہی یا اس کی کوئی اور وجہ ہوسکتی تھی.........؟" میرے اس سوال پر عرشی صاحب چند لمحے سوچ میں ڈوبے رہے پھر بولے-

"ذرا سا پس منظر میں جانا پڑے گا سنا گیا ہے کہ قمرالنساء نے راحیل نقاش سے محبت کر کے شادی کی تھی' راحیل نقاش فطری طور پر مصور تھا اور اس قسم کے لوگ پتہ نہیں کیوں اپنے آپ کو ذرا دوسروں سے منفرد کرنا پسند کرتے ہیں' مثلاً حسن پرستی عام طور سے ان کی فطرت میں شامل ہوتی ہے اور اپنی تصاویر میں حسن کو خصوصی طور پر موضوع بناتے ہیں- نیز یہ کہ

شراب بھی ان کی زندگی سے دور نہیں ہوتی اور وہ ہر قیمت پر اس سے منسلک رہنا چاہتے ہیں۔ یہ دونوں "خوبیاں" راحیل نقاش میں بھی تھیں۔ ہر حسین لڑکی اس کی توجہ کا مرکز رہتی تھی اور عموماً وہ اس سلسلے میں کافی وقت صرف کیا کرتا تھا جس کی بناء پر قمرالنساء کو اس سے اختلاف پیدا ہوگیا اور یہ اختلاف جھگڑے کی شکل میں نمودار ہوا۔ قمرالنساء نے بارہا اس بات کا اظہار کیا کہ وہ دوسری لڑکیوں کے پیچھے لگا رہتا ہے اور اس طرح سے اس کے حقوق پامال ہوتے ہیں۔ اکثر قمر النساء اس کا تعاقب کرتی تھی اور کئی بار ایسے واقعات پیش آئے جس میں اس نے سخت گیری کا ثبوت دیکر اپنے شوہر کو ان لڑکیوں کے چنگل سے آزاد کرایا لیکن میری اپنی معلومات کے مطابق آخری واقعہ اس سے ذرا مختلف رہا' نوجوان اور حسین شمائل بذات خود ایک دولت مند باپ کی بیٹی تھی اور اس نے راحیل نقاش سے اپنی تصویر بنوائی تھی۔ یہی صورت حال راحیل نقاش کی حسن پرست فطرت کا رد عمل بن گیا اور وہ شمائل سے بہت زیادہ متاثر ہوگیا لیکن اس بار جب قمرالنساء نے اس کے راستے میں آنے کی کوشش کی تو اس نے صاف صاف کہہ دیا کہ وہ قمر النساء کو طلاق دے کر شمائل سے شادی کرلے گا۔ اس سے پہلے بات کبھی یہاں تک نہیں پہنچی تھی قمرالنساء نے شدت جوش میں اس سے کہا کہ اگر اس نے ایسی حرکت کی تو وہ اسے قتل کرنے سے بھی گریز نہیں کرے گی اور یہ دھمکی اس نے چند دوسرے افراد کے سامنے دی تھی جو اس کے لئے کافی نقصان دہ ثابت ہوئی۔ قتل سے ایک دن پہلے راحیل نقاش کسی دوست کے ہاں چائے پر گیا اور اسی دن اس کی خاص دواؤں میں سے ایک انتہائی زہریلی دوا کی شیشی غائب ہوگئی بعد میں وہی شیشی قمریعنی قمرالنساء کے کمرے سے برآمد ہوئی تھی۔"

"اوہ' کیا قمرالنساء نے اس سلسلے میں کوئی وجہ بتائی.........؟"

"ہاں اس نے کہا کہ وہ خودکشی کرنا چاہتی تھی لیکن اس سوال کا اس کے پاس کوئی تسلی بخش جواب نہیں تھا کہ اگر اس نے خودکشی نہیں کی اور وہ زندہ ہے تو دوا کی وہ شیشی خالی کیسے ہوگئی' یہ سوال بھی اٹھا کر اگر راحیل نقاش نے خودکشی کی ہوتی تو اس شیشی پر اس کی انگلیوں کے نشانات ضرور ملتے جبکہ شیشی کا گہرا تجزیہ کرنے کے بعد اس پر صرف اور صرف قمرالنساء کی انگلیوں کے نشانات پائے گئے۔"

"زہر کس طرح دیا گیا تھا.........؟" میں نے سوال کیا۔

"مشروبات میں ملا کر' دراصل راحیل نقاش مصوری کے دوران مشروب کی چھوٹی چھوٹی چسکیاں لیتا رہتا تھا اور یہ فرض اس کی بیوی پر عائد ہوتا تھا کہ وہ اسے مشروب مہیا کرے چنانچہ اس دن اس کے نگارخانے میں جو بوتل اور گلاس قمرالنساء نے پہنچایا تھا وہی اس کے خلاف ثبوت کا باعث بنا' وہ اپنے نگار خانے میں مردہ پایا گیا تھا۔"

"ہوں اور ظاہر ہے بوتل پر قمرالنساء ہی کی انگلیوں کے نشانات ملے ہوں گے.........؟"

"ہاں لیکن وہ نشانات زیادہ واضح نہیں تھے۔"

سر تل میں زہر کوئی اور بھی ملا سکتا ہے

لے۔

"اس کا مطلب ہے کہ بو اس سے بن پایا گیا بلکہ گلاس میں تھا اور یہ بات اتنی اہمیت کی حامل ......؟" میں نے سوال کیا

اور عرشی صاحب مسکرا دیئے پھر بولے مجھے ا لے میں کوئی اہم ثبوت نہ حاصل کرسکو گی کیونکہ عدالت

"شاید' لیکن زہر بوتل میں نہ خصوصی صلہ دیا تھا۔"

نہیں بن سکی' لیکن مائی ڈیئر تم اس سلسلے ارٹر پہنچا

نے کافی چھان بین کے بعد اس کے خلاف ایک اس تی ہوسکتے ہیں کہ زہر قمرالنساء نے اپنے شوہر کو

"نہیں عرشی صاحب اس بات کے امکانات یا عدالت

نہ دیا ہو بلکہ اس کا ذمے دار کوئی اور ہی ہو.........؟" کی ابنیادی وجہ قمرالنساء کی وہ پراسرار

"بظاہر تو اس کے امکانات نظر نہیں آتے اور اس کی الی کسی

خاموشی تھی' اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نے اس حقیقت کا بڑی گرانباری سے سامنا کیا اور عدالت میں اپنی صفائی کے سلسلے میں کوئی شور و غوغا نہ کیا' اگر وہ اس کی مجرم نہ ہوتی تو کم از کم اپنی صفائی میں کچھ نہ کچھ ضرور کہتی۔"

"ہاں یہ بات واقعی قابل غور ہے لیکن عرشی صاحب نفسیاتی طور پر ایک بات آپ ضرور ذہن نشین کر لیجئے ہم تھوڑا سا ان لوگوں کے گھریلو حالات پر غور کر لیتے ہیں اور چند باتیں ہمارے سامنے آ جاتی ہیں۔ مثلاً قمرالنساء کی بیٹی زیب النساء یا زیبانقاش' بچپن سے اسے ایک دوسرے شہر میں رکھا گیا' جبکہ وہ والدین کی اکلوتی اولاد تھی جس کی بنیادی وجہ یہ ہوسکتی ہیں کہ قمرالنساء اپنے شوہر کی برائیوں میں اپنی بیٹی کو شامل نہ ہونے دینا چاہتی ہو۔ اس نے اسے اس ماحول سے دور رکھنے کے لئے بچپن ہی سے الگ رکھا اور اس کے اخراجات اٹھاتی رہی اور ظاہر ہے اگر باپ ایک آوارہ مزاج اوباش ہو تو ماں کی اپنی اولاد سے محبت اور زیادہ بڑھ سکتی ہے' یقینی طور پر قمرالنساء اپنی بیٹی کے لئے بھی تڑپتی اور ترستی ہوگی اور اسے خود سے دور رکھ کر خوش نہ رہتی ہوگی۔ پھر خاص طور سے ایسے حالات میں جبکہ شوہر سے بھی اسے سکون نہیں مل سکا تھا اور اسے یہ احساس تھا کہ اس نے ایک غلط شخص سے محبت کر کے اسے اپنی زندگی میں شامل کیا ہے' ایسے حالات میں بیٹی سے الفت اور گہری ہو جاتی ہے اور اگر اپنی اتنی پیاری بیٹی کو وہ ایک خط میں یہ لکھے کہ وہ اس کے باپ کی قاتل نہیں ہے تو اس میں کم از کم ہمیں سچائیاں محسوس ہوتی ہیں کیونکہ یہ خط اس کی موت کے بعد اس کی بیٹی تک پہنچا ہے' تاہم بظاہر ابھی تک یہ ایک جذباتی مسئلہ ہے لیکن کم از کم ہمیں اس سلسلے میں تھوڑی سی چھان بین ضرور کرنی چاہئے' براہ کرم مجھے پہلے یہ بتایئے کہ اس سلسلے میں اور کون کون ملوث تھا.........؟"

"پولیس نے جن لوگوں کو شامل تفتیش کیا تھا ان میں پہلے نمبر پر انور راہی تھا' انور راہی' راحیل نقاش کا گہرا دوست تھا بلکہ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ راحیل نقاش کی رنگین فطرت کا ساتھی بھی اور عموماً راحیل نقاش اس کے ہاں قیام بھی کرلیا کرتا تھا' گھر سے غائب رہ کر اگر اسے کہیں پایا جاسکتا تھا تو وہ انور راہی کا گھر ہی تھا' دوسرا انور راہی کا ایک بہت ہی گہرا دوست بلکہ

یوں سمجھو کہ رشتے دار شاید کزن وغیرہ تھا' اس کا نام رحمٰن درانی ہے' رحمٰن درانی بھی اچھی خاصی شخصیت کا مالک ہے' یہ یونانی جڑی بوٹیوں پر ریسرچ کر رہا ہے اور اس سلسلے میں اس کا نام بڑی اچھی حیثیت کا حامل ہے' یہ بھی انور راہی کے ساتھ راحیل نقاش کے دوستوں میں تصور کیا جاتا تھا اور ان حسین راتوں میں ساتھ ہی ہوا کرتا تھا جب راحیل نقاش' انور راہی کے ہاں قیام کرتا تھا' ان محفلوں میں کیا ہوتا تھا یہ بات تو کبھی منظرعام پر نہ آسکی لیکن تصور یہ کرلیا گیا ہے کہ راحیل نقاش کی فطرت کے عین مطابق تھے یہ دونوں' تیسرا نمبر آتا ہے' قمرالنسا کی سوتیلی بہن (روبی کلر) قمرالنساء کی ایک سوتیلی بہن بھی تھی جس کا نام روحی ہے اور روحی کے ساتھ اس کی آیا جس نے روحی کو ہمیشہ اپنے سینے سے لگا کر رکھا' وہ بھی اس تفتیش میں شامل کی گئی تھی' پانچویں نمبر پر شامل تھی جس کا تذکرہ میں تم سے کرچکا ہوں۔ گویا اس طرح بنتے ہیں پانچ افراد اور راحیل نقاش کے قتل کی کہانی انہی پانچوں افراد کے گرد گھومتی ہے' میرا مطلب سمجھ رہی ہوگی تم کہ پولیس نے ان پانچوں افراد کو شامل تفتیش رکھا تھا۔"

میں نے پرخیال انداز میں گردن کھجائی' چائے کے چند گھونٹ لئے اور اس کے بعد بولی۔

"تو پھر انکل عرشی اگر واقعی قمرالنساء نقاش نے اپنے شوہر کو زہر دے کر ہلاک نہیں کیا تو پھر ان پانچوں ہی میں سے کوئی اس کا ذمے دار ہوسکتا ہے۔"

فاضل عرشی صاحب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور انہوں نے لطف لیتے ہوئے کہا۔

"ہوسکتا ہے ایسا ہو لیکن پولیس اپنی تمام تر تفتیش میں ان لوگوں کو کہیں سے مشکوک نہیں پاسکی تھی اور بالآخر قرعہ فال قمرالنساء کے نام ہی نکلا تھا اور اسے سزا دی گئی تھی' ویسے ظاہر ہے پولیس کے چالان میں ہر طرح کی تفصیلات درج ہوتی ہیں اور پولیس نے اس سلسلے میں جو کچھ بھی کیا ہوگا بہت غور کرنے کے بعد کیا ہوگا' تاہم میں تمہاری بات کی تردید نہیں کرتا' سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب تم اس سلسلے میں کیا کروگی.........؟"

"ابھی کیا کہہ سکتی ہوں انکل عرشی بہرطور چھان بین ضرور کرلوں گی اور اس کے بعد آپ میرے اخبار میں اس سلسلے میں تفصیل پڑھ سکتے ہیں۔"

"ارے نہیں بھئی نہیں دیکھو یہاں تو تعاون والی بات آگئی ہے اگر کوئی ایسی بات محسوس کرو جس کا تعلق براہ راست ہم سے بھی ہو جائے تو کم از کم اپنے اخبار میں آرٹیکل لکھتے ہوئے ہم سے مشورہ ضرور کرلینا ہوسکتا ہے ہم بھی اس میں کسی نہ کسی طرح پھنس جائیں بات سمجھ رہی ہونا ہمیں خود بھی تو اپنی وکالت کا یہ پیشہ عزیز ہے۔"

میں نے ہنستے ہوئے گردن ہلائی اور کہا۔ "انکل معاشرے میں بہت سی ایسی گڑبڑیں ہیں جنہیں درست کرنا ہر شخص کی خواہش ہوگی' آپ بھی یہ نہ چاہتے ہوں گے کہ آپ کے پرزور دلائل کسی بے گناہ کو سزا دلوا دیں لیکن جو حقائق آپ کی نگاہوں کے سامنے آتے ہیں آپ

صرف انہی پر عمل کرتے ہیں مجھے اس سے بھی ذرا سا اختلاف ہے' شعبہ میرا بھی صحافت ہے اور جرائم کی رپورٹنگ کرتے ہوئے مجھے انہی لوگوں کا سہارا لینا پڑتا ہے جو اس معاملے میں تھوڑی بہت تفصیلات بتا سکتے ہیں بلکہ خصوصی طور پر میں نے تو یہاں یہ دیکھا ہے کہ کرائم رپورٹر پولیس اسٹیشن پہنچا یا پولیس ہیڈ کوارٹر پہنچا وہاں سے خبریں حاصل کیں اور جو کچھ اسے بتایا گیا اس نے جوں کا توں چھاپ دیا۔ بے شک اس کی ذمے داری یہی ہوتی ہے' لیکن اگر اس کی اپنی تھوڑی سی محنت پولیس کی مدد بھی کرسکے یا عدالت میں پہنچنے والے کیس میں وکیل کو بھی تھوڑا سا سہارا دے سکے تو میں سمجھتی ہوں کہ یہ اس کی اپنے فرض سے وفاداری ہوگی اور ایسا ہونا چاہئے کیونکہ معاملہ کسی دکان پر فروخت ہو ہونے والی کسی شے کا نہیں ہوتا بلکہ ایک ایسے انسان کا ہوتا ہے جو بعض اوقات بے گناہ بھی نکل آتا ہے اور اگر اس کی بے گناہی ثابت کرنے کے لئے کوئی تگ و دو نہ کی جائے تو پھر اسے اس ناکردہ گناہ کے الزام میں سزا مل جاتی ہے اور یہ ایک بہت بڑا المیہ ہوتا ہے' تاہم میں یہ بات اس لئے نہیں کہہ رہی کہ میں آپ کو اس بارے میں لاعلم رکھوں گی' بلکہ صرف اس لئے کہہ رہی ہوں کہ اگر کوئی ایسا مسئلہ درپیش ہو اور آپ یہ محسوس کریں کہ اس سلسلے میں چھان بین کی ضرورت ہے تو مجھ سے ضرور رابطہ کریں' میں یہ نہیں کہتی کہ اس سلسلے میں بہت زیادہ ذہانت کا مظاہرہ کرسکتی ہوں لیکن میں اپنی کوششیں کرکے آپ کو صحیح حقائق سے روشناس کراؤں گی۔"

"اور کیا یہ کوئی معمولی بات ہے' بھئی فرض کرو پولیس نے ایک کیس کی تفتیش کرکے چالان بنایا اور عدالت تک پہنچا دیا۔ مجھے اس کیس کی مخالفت یا موافقت میں کام کرنے کا موقع ملا اور اگر کچھ ایسے حقائق خفیہ طور پر مجھ تک پہنچ گئے جن کا تعلق براہ راست اس مسئلے سے ہو تو تمہارا کیا خیال ہے' کیا مجھے اس مین مدد نہیں ملے گی' دراصل میں نے اس مثلث کا ذکر کیا تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ مثلث ناقابل تردید ہے' سمجھ رہی ہونا میری بات میری تمام تر خدمات تمہارے لئے حاضر ہیں اور کبھی کبھی اگر ہماری بھی کچھ مدد ہو جائے تو یوں سمجھ لو کہ تمہارا شکریہ ہی ادا کریں گے۔" میں نے ہنس کر گردن ہلا دی تھی پھر میں نے کہا۔

"انکل ایک اہم بات رہ جاتی ہے........"

"کیا.........؟"

"یہ قمرالنساء کی سوتیلی بہن روحی' اس سوتیلی بہن کی کیا کہانی ہے.........؟"

"مجھے حیرت ہے کہ تم نے یہ اہم سوال کیوں نہیں کیا۔ قمرالنساء کا باپ بچپن میں مرگیا تو اس کی ماں نے دوسری شادی کرلی۔ روحی اسی دوسرے شوہر کی بیٹی تھی قمرالنساء کا دوسرا باپ بھی زیادہ عرصہ نہ جی سکا اور کافی دولت چھوڑ کر مرگیا چنانچہ ماں نے ساری دولت اور جائیداد کاروبار وغیرہ دیانتداری سے دونوں بیٹیوں کے نام منتقل کردیا۔ بڑی ہونے کی وجہ سے قمرالنساء نے کاروبار پر اپنا تسلط قائم رکھا اور زیادہ تر حالات وہی سنبھالے رہی۔ اس سے ممکن ہے کچھ

الجھنیں پیدا ہوئی ہوں جو منظرعام پر نہیں آئیں۔ مگر پھر وہ نقاش کے عشق میں گرفتار ہوگئی اور یہیں سے کھیل بگڑ گیا۔ اس کی شخصیت نقاش کی بداعمالیوں سے ختم ہوگئی اور وہ اس کی آوارہ گردیوں کے مصائب میں گرفتار ہوگئی۔ اسے یقیناً نقاش سے الفت تھی چنانچہ طویل عرصہ تک وہ اس کی اوباش فطرت کو برداشت کرتی رہی اور شاید مزید برداشت کرتی رہتی مگر شمائل نے نقاش پر مضبوط گرفت قائم کی تھی جس کا یہ المناک نتیجہ برآمد ہوا۔"

"اوہ........" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ بات ختم ہوگئی تھی چنانچہ میں نے عرشی صاحب سے اجازت مانگ لی۔

"مجھے آپ کی ضرورت پڑتی رہے گی انکل"۔

"انکل حاضر ہیں بیٹے۔" عرشی صاحب نے خلوص سے کہا تھا۔

معمول کے مطابق شام کو سات بجے "سبز فوارہ" پہنچ گئی۔ گرین فاؤنٹین میرا وہ پسندیدہ ریستوران تھا جہاں میں اور شہریار بیٹھا کرتے تھے میں نے بڑی چھان بین سے اسے تلاش کیا تھا بے حد پرفضا اور پرسکون جگہ تھی۔ میں ریستوران میں داخل ہوئی تو شہریار کو اپنی مخصوص میز پر بیٹھے پایا وہ کھلی کھڑکی سے عین سامنے نظر آنے والے "شن جوون" پھولوں کو دیکھ رہا تھا جو جاپان سے لاکر یہاں لگائے گئے تھے اور بے شک حسین تھے۔ میں نے یہ پھول پیرس کے لیمن پارک میں ایک فلاور شو میں دیکھے تھے یا پھر یہاں گرین فاؤنٹین میں نظر آئے تھے شہریار ہلکے گرین رنگ کے سفاری سوٹ میں ملبوس اس وقت بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔ ویسے بھی وہ اسمارٹ اور جامہ زیب تھا' جو بھی پہن لیتا اس میں خوبصورت لگتا تھا' اس نے مجھے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہماری تمہاری ملاقات کا یہ انداز یونیورسٹی یا کالج کے ان طالب علموں سے مختلف نہیں ہوتا' جو وقت نکال کر ایک دوسرے سے کہیں کسی خاموش گوشے میں ملاقات کرتے ہیں' معاف کرنا اس وقت یہ الفاظ میں ذرا جذباتی ہو کر کہہ گیا' لیکن اس میں کوئی شک بھی نہیں ہے' جب تم یہاں سے جارہی تھیں تو میں نے اپنے دلی احساسات کا تذکرہ کیا تھا تم سے' یہ دوسری بات ہے کہ کبھی اس پودے کی آبیاری نہ ہوسکی اور یہ یونہی ٹنڈمنڈ کھڑا ہے' لیکن جب میں شام کو سات بجے تمہارے لئے گرین فاؤنٹین کی جانب دوڑتا ہوں تو یہ احساس شدید ہو جاتا ہے اور پھر عموماً یہی ہوتا ہے کہ مجھے ہی تمہارا انتظار کرنا ہوتا ہے اور اس وقت میرے دلی جذبات کچھ ایسے ہی ہوتے ہیں"۔

میں مسکراتی ہوئی اس کے سامنے بیٹھ گئی اور پھر میں نے کہا۔ "کھانے پینے میں پرہیز کرو شہریار' میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ تم کچھ موٹے ہوتے جارہے ہو' ثقیل اشیاء احساسات پر بھی اثر انداز ہوتی ہیں اور انسان ایسی ہی احمقانہ باتیں سوچنے لگتا ہے' بسا اوقات تم پولیس کی

وردی میں بھی یہاں آتے ہو اور میں تو خیر دفتر سے اٹھ کر ادھر ہی کا رخ کرتی ہوں اس طرح ہم دونوں دو سمجھدار افراد معلوم ہوتے ہیں جن کے پیشے ایک دوسرے سے ربط رکھتے ہیں اور ہماری یہ ملاقاتیں ایک طرح سے پیشہ ورانہ بھی ہوجاتی ہیں۔"

شہریار نے غصیلی نگاہوں نے مجھے دیکھا اور بولا۔ "کبھی کبھی تو کچھ انسانوں جیسی گفتگو بھی کرلیا کرو' سارا موڈ چوپٹ کردیتی ہو۔"

"سناؤ کیسی رہی ہے؟"

"جیسی پولیس والوں پر گزرتی ہے" شہریار نے ہونٹ سکیٹر کر کہا اور بولا۔ "چائے منگواؤ' میرا موڈ بہت خراب ہوگیا ہے' اتنی دیر سے تمہارا انتظار کرتے ہوئے اس قسم کی باتیں سوچ رہا تھا جن پر تم نے' تم نے........" اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا میں نے ہنستے ہوئے ویٹر کو چائے لانے کا اشارہ کردیا تھا۔

"کہو تمہارا محکمہ جاسوسی کس راستے پر سفر کررہا ہے؟"

"کام کررہی ہوں اپنا' تم نے میرا کل کا آرٹیکل نہیں دیکھا۔ میرے آفس کے لوگوں کا خیال ہے کہ یہ میرا ایک مشاہدہ ہے" شہریار اپنا موڈ درست کرکے مسکرا پڑا۔ پھر بولا۔

"میں اس لئے مسکرا رہا ہوں کہ اس آرٹیکل کے تذکرے سے مجھے خصوصی طور پر خوشی ہوئی ہے' ڈی آئی جی میرا مطلب ہے ایڈیشنل ڈی آئی جی حامد فخری کو جانتی ہو؟"

"نام کی حد تک' کبھی ان سے ملاقات نہیں ہوئی۔"

"ایک کام سے ان کے دفتر میں جانے کا اتفاق ہوگیا تھا' بیٹھے ہوئے تمہارے اس آرٹیکل پر تبصرہ کررہے تھے اور انہوں نے اسے سرخ پنسل سے نشان زد کردیا تھا۔ اپنے کچھ دوستوں سے وہ اس کی تعریف و توصیف میں زمین آسمان کے قلابے ملا رہے تھے کہنے لگے' یہ لڑکی تو قیامت ڈھا رہی ہے' ایسے فکر انگیز مضامین لکھتی ہے کہ بعض اوقات تو ہمارا تجربہ پانی بھرنے لگتا ہے' بلاشبہ ذہین ہے میں نے اس کے پرانے فائل بھی طلب کئے ہیں' دیکھنا چاہتا ہوں کہ کس حد تک ہے' ویسے بہت کامیاب صحافی ہے اور اپنی فیلڈ میں بڑی ترقی کرے گی۔"

میری آنکھوں میں مسرت کے آثار پیدا ہوگئے' ذہن پر کلک سی ہوئی تھی میں نے دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔ "تمہارا اس سلسلے میں کیا خیال ہے؟"

"اول تو میں نے وہ آرٹیکل ہی نہیں پڑھا ابھی تک جس کی تعریف ہو رہی تھی اور دوسری بات یہ کہ اس بات سے جلتا ہوں۔"

"کیوں؟"

"بھئی جسے میرا ذہن تسلیم نہ کرے اور کوئی اس کی تعریف کرے تو تمہارا کیا خیال ہے مجھے خوشی ہوگی؟"

"تمہارا ذہن کیوں تسلیم نہیں کرتا؟"

"بھئی سوچنے کے انداز میں فرق ہے' میں جس سطح کا انسان ہوں اس میں رہ کر سوچتا ہوں اور یہ سوچ میرے ماحول سے پوری مطابقت رکھتی ہے۔ یہاں جرائم ہوتے ہیں پولیس تفتیش کرتی ہے چند ملزم گرفتار ہوتے ہیں انہی میں سے پھر نکال لیا جاتا ہے باقی سب کچھ تمہیں بتا ہی چکا ہوں۔ یہ افکار کی نزاکتیں بال سے کھال اتارنے کی کوششیں' شاعری میں تو شامل کی جاسکتی ہیں تفتیش میں نہیں۔ ڈی آئی جی صاحب اس مضمون میں شاعری تلاش کر رہے تھے سب انسپکٹر ہوتے تو دیکھتا" میں ہنستی رہی شہریار نے کہا۔

"تمہارا مسئلہ کہاں تک پہنچا؟"

"فاضل عرشی صاحب سے مل چکی ہوں۔"

"کچھ کام بنا؟"

"ہاں وہ بہت اچھی طرح ملے ان سے جو معلومات حاصل ہوئیں ان کے بعد مجھے تمہارے صاحب خان سے معاملہ طے کرنا ہے۔"

"یقین کرو بڑی ٹیڑھی کھیر ہے اس کے دو ہی مشغلے ہیں نوکری کرتا ہے اور گیارہ بچوں کا باپ ہے تھانے آتا ہے تو اس فکر میں سرگرداں رہتا ہے کہ اس کے علاقے میں کوئی جرم نہ ہو گھر جاتا ہے تو فکر ہوتی ہے کہ گڈو کو ڈاکٹر کے پاس لے جائے جس کی آنکھ میں گیند لگ گئی ہوتی ہے پپو کے اسکول سے شکایت آتی ہے کہ وہ میتھ میں بالکل کورا ہے' ببو کے منہ سے اکثر سگریٹ کی بو آتی ہے ننھی کی ڈاڑھ میں کیڑا لگ گیا ہے اور وہ ٹافیاں کھانے سے باز نہیں آتی اور منی........"

"خدا کے لئے' خدا کے لئے' میں نے ہنستے ہوئے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"جھوٹ تھوڑی بول رہا ہوں' اکثر ملزموں کی ٹھکائی کرتے ہوئے ان سے پوچھ بیٹھتا ہے کہ آخر یہ تمباکو نوشی کہاں سے شروع ہوئی تھی۔"

"مگر اسے اس سلسلے میں میری مدد کرنی ہوگی" میں نے پرزور لہجے میں کہا۔

"چائے منگواؤ" شہریار جھلا کر بولا۔

"آچکی ہے حضور والا اور ٹھنڈی ہو رہی ہے نوش فرمائیے" میں نے ہنس کر چائے کی طرف اشارہ کیا۔

"معلوم ہے' معلوم ہے' یوں کرو حامد فخری صاحب سے مل لو' تم سے بہت متاثر ہیں مدد کریں گے اور تمہارا کام بن جائے گا۔"

"بے حد شکریہ' یہی میں نے سوچا تھا" میں نے کہا۔

"ایک بات بتاؤ تم۔ میں شکل سے تمہیں گدھا لگتا ہوں۔"

"شکل سے تو نہیں لگتے' میں نے ہنسی روک کر کہا۔

"کسی اور طرح لگتا ہوں"

"زور گدھے پر ہی کیوں ہے" میری ہنسی چھوٹ گئی۔

"یعنی میں شہر کے کسی بھی حصے میں ہوتا ہوں گھڑی دیکھتا رہتا ہوں کہ تمہارے پاس پہنچنے میں دیر نہ ہو جائے' کسی کام میں مصروف ہوتا ہوں تو یہی کوشش کرتا ہوں کہ چھ بجے فراغت ہو جائے نہیں ہوتی تو بہانہ کر کے بھاگ آتا ہوں۔ کس لئے آخر کس لئے۔"

"تم ہی بتا دو۔"

"اس لئے کہ تمہیں انتظار نہ کرنا پڑے۔ دیر نہ ہو جائے۔ تم پر بھی کچھ فرض عائد ہوتا ہے کہ نہیں۔"

"مثلاً" میں نے شرارت آمیز لہجے میں پوچھا۔

"مثلاً' مثلاً وہ دانت پیستا ہوا بولا' سوٹ کو دیکھو' اس سوٹ کو دیکھو' درزی نے دو دن لیٹ کر دیا تو اسے تھانے میں بند کرنے کی دھمکی تک دے دی پانچ بجے حاصل کیا گھر بھاگا' نہایا تیار ہوا اور تمہارے منہ سے یہ تک نہ پھوٹا کہ کیسا لگ رہا ہے۔"

"او بہت خوبصورت' کتنے اسمارٹ لگ رہے ہو تم اسے پہن کر۔"

"اور اگر اسے نہ پہنتا تو۔"

"گرین فاؤنٹین کا عملہ پولیس بلا لیتا" میں نے جواب دیا اور شہریار ہونٹ کاٹنے لگا پھر بولا۔

"کان کھول کر سن لیجئے محترمہ میں صرف اس لئے یہ بھاگ دوڑ نہیں کرتا کہ یہاں آکر آپ کے آرٹیکلز کے لئے مواد فراہم کروں۔ کچھ حسن و عشق کی باتیں بھی ہونی چاہئیں فراق کے تذکرے اور......... وصال کی آرزوئیں ان کے بغیر کام نہیں چلے گا۔"

"اوہ مشکل مرحلہ ہے دو چار رومانی ناول پڑھنے پڑیں گے خیر ٹرائی کروں گی۔"

O---------☆---------O

میں موقع سے فائدہ اٹھانے سے چوکنے والی نہیں تھی۔ دوسرے دن بارہ بجے دفتر سے ڈی آئی جی حامد فخری صاحب کا فون نمبر لے کر انہیں فون کیا۔ رابطے میں دیر نہیں لگی تھی۔

"سر میرا نام لیٹی غضنفر ہے اور میں۔"

"اوہ' میں پہچان گیا بے بی۔ میں تو تمہارا فین ہوں۔ کمال کے مضامین لکھ رہی ہو تمہاری کئی رپورٹیں پڑھ چکا ہوں تمہارے اخبار کے پرانے فائل سے نکلوا کر اور ان سے بہت متاثر ہوا ہوں۔"

"عزت افزائی کے لئے شکر گزار ہوں سر' آپ سے ملاقات کی خواہشمند ہوں کیا آپ اپنے قیمتی وقت کے کچھ لمحات دے سکتے ہیں مجھے۔"

"آجاؤ اس وقت مجھے فرصت ہے۔"

"بے حد شکریہ۔ میں آدھے گھنٹے میں پہنچ رہی ہوں۔"

"میں نے کہا پھر بھلا دیر کی گنجائش تھی فخری صاحب اپنے تن و توش اور شخصیت کے لحاظ

سے مکمل ڈی آئی جی تھے بارعب' خطرناک لیکن نرم خو۔

"تمہارے بارے میں بہت کچھ معلوم کرچکا ہوں بہترین کام کر رہی ہو۔ بہت خوش ہوں میں تم سے۔"

"آپ میرے کام سے متفق ہیں سر"

"ہاں کیوں نہیں۔ سب کچھ ہونا چاہئے اس سے پولیس کو بھی مدد ملتی ہے اور بعض اوقات وہ بھی سامنے آجاتا ہے جو پولیس کی نظروں سے بچ جاتا ہے میں تو سمجھتا ہوں کہ تم جیسے ذہین لوگ پولیس کی مدد کرتے رہو۔"

"اور پولیس کو بھی ہم سے تعاون کرنا چاہئے نا۔"

"بالکل کرنا چاہئے ویسے بھی ہم اخبار نویسوں سے ہر طرح تعاون کرتے ہیں۔"

"بعض اوقات ایسا نہیں ہوتا سر۔"

"تمہیں کوئی شکایت ہے؟"

"شکایت پیدا ہوجانے کا خطرہ ہے۔ دراصل میں ایک ایسے کیس کے بارے میں چھان بین کر رہی ہوں جو سات سال پرانا ہے مجھے اس کی تفصیلات درکار ہیں مگر پہلے تو سات سال پرانے فائل کا حصول میرے لئے مشکل ہے اور پھر ان لوگوں کا تعاون جو اس کیس سے متعلق رہ چکے ہیں۔"

"ہوں" ذاتی طور پر تو میں تمہاری مشکل حل کرسکتا ہوں لیکن قانونی طور پر کوئی سرکاری چیز کسی غیر سرکاری آدمی کو نہیں دی جاسکتی تم افسر متعلقہ سے مل لو وہ تمہارا کام کردے گا۔"

"یہی میں چاہتی ہوں سر۔"

"کون ہے افسر تفتیش۔"

"انسپکٹر صاحب خان۔"

"اس سے بات کرو' تعاون نہ کرے' تو مجھے فون کرا دینا" فخری صاحب نے کہا اور میں مسرور ہوگئی۔ جب میں وہاں سے اٹھی تو فخری صاحب نے کہا۔ "اور سنو۔" آئندہ بھی کوئی مشکل پیش آئے تو مجھ سے بات کرلینا" میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور وہاں سے چل پڑی۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس سلسلے میں بھی شہریار نے ہی میری مدد کی تھی' حالانکہ یہ کام اصولی طور پر ہونا چاہئے کم از کم بیرون ملک میں اتنی مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ لیکن پھر وہی بات' مجھے یہاں کے اور وہاں کے فرق کو بار بار محسوس کرنا چاہئے تھا۔ اس کے بعد صاحب خان پر چھاپہ مارنا کوئی مشکل کام نہیں ہوا' بس اس کے بارے میں یہ معلوم کرنا تھا کہ وہ دفتر میں موجود ہے یا نہیں میں بغیر کسی اطلاع کے صاحب خان تک پہنچی تھی اور اس نے مجھے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"آؤ بھئی شرلاک ہومز' کہو کیا ہو رہا ہے' بڑی دھوم مچا رہی ہو آج کل۔"

"جی صاحب خان صاحب' بس آپ کی دعائیں چاہئیں۔"

"او بی بی اگر ہماری دعائیں کسی کام کی ہوتیں' تو ہمارے کام نہ آتیں' بیٹھو خیر تو ہے کیسے آنا ہوا۔" "بس صاحب خان صاحب' ہمارا آپ کا ساتھ تو کسی ایسے اہم مسئلے پر ہی ہوسکتا ہے جس کے لئے ہمیں آپ کی ضرورت ہو۔"

"ہاں بی بی آج کل ضرورت کے بغیر کون کس سے مل سکتا ہے کہو کیا قصہ ہے۔"

"وہی صاحب خان صاحب جس کا تذکرہ پہلے بھی آپ سے ہوچکا ہے وہ لڑکی جس کا کہنا ہے کہ اس کی ماں بے گناہ تھی اور اسے بے گناہی کی سزا ملی اور وہ اپنی ماں کی روح کو پرسکون دیکھنا چاہتی ہے۔"

"اوئے خیر اوئے خیر اور تم اس کی ماں کی روح کو سکون پہنچانے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے ہو' کیوں یہی بات ہے نا؟"

"ہاں صاحب خان صاحب۔"

"او بی بی تو کوئی خیرات وریات کر دو۔ کوئی نذر نیاز دلوا دو اس کی روح کو سکون مل جائے گا' اب بے چاری کو کیوں پریشان کر رہی ہوں۔"

"نہیں صاحب خان صاحب' آپ کو اس سلسلے میں میری مدد کرنا ہوگی۔"

"کمال کرتی ہو' ہم نے تم سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ ہم سر اٹھانے کی فرصت نہیں رکھتے' پچاس جھگڑے کھڑے ہو جاتے ہیں' کوئی بات ہو نہ ہو بات بن جاتی ہے اور پھر سات سال پرانی بات ہے' ہم تو اس تھانے میں تھے ہی نہیں' ہزاروں واقعات آگئے اس کے بعد' بھلا کیا مدد کی جاسکتی ہے تمہاری۔"

"صاحب خان صاحب' میں آپ کی اس دوران کی تفتیش کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتی ہوں' جو واقعات ہیں وہ میرے علم میں آنے چاہئیں۔"

"ہمارے علم میں نہیں ہیں تمہارے علم میں کہاں سے آجائیں گے بی بی اس سلسلے میں ہم معافی چاہتے ہیں اور پھر سات سال پرانا ریکارڈ تو نکلوانا بھی مشکل ہے' بڑے نخرے ہوتے ہیں ریکارڈ آفس والوں کے' بڑے جھگڑے ہوتے ہیں اس سلسلے میں' تمہیں کیا معلوم' کوئی نیا بازار ـ تو آجانا ہمارے پاس' ہم سے جو خدمت ہوسکے گی کردیں گے۔"

جاتا ہے کیوں' تو میں اس سلسلے میں مصروف ہوں صاحب خان صاحب اور آپ سے مدد چاہتی اس نے اپنا کام کر دکھ

افسر تفتیش کی پہلی رہاری بھی تم آخری بات سن لو' ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے اور

"وہ مہمان کون تھے جو واردات ہے چکی ہے۔"

"مقتول کا گہرا دوست انور راہی ولد محمد حسینؑ' سنا ن سکتے ہیں۔"

"ایک اور دوست رحمان درانی' یونانی ادویات پر ریسرچ کا سکا ے نہیں چلتے' تو پھر کوئی اتنا

پرانا کام۔"

"تو آپ میری مدد سے انکار کر رہے ہیں صاحب خان صاحب۔"

"پکا انکار جی' پکا انکار......... تکلیف کی بات ہی نہیں ہے کوئی ایسی بات ہو جو کی جاسکے کی جاسکتی ہے باقی جھگڑے ہمارے بس کے نہیں ہیں۔"

"میں ڈی آئی جی حامد فخری صاحب سے ملی تھی۔" میں نے کہا اور انسپکٹر صاحب خان سنبھل کر مجھے دیکھنے لگا۔

"تو پھر؟"

"انہوں نے مجھے کہا تھا کہ صاحب خان بہت اچھے آدمی ہیں تم اگر ان سے درخواست کرو گی تو وہ تمہاری مدد کریں گے اور اگر وہ بہت زیادہ مصروف ہوں اور اس سلسلے میں انکار کریں تو ان سے کہنا کہ مجھے فون کرلیں" صاحب خان کا منہ ایک لمحے کے لئے کھلا' پھر بند ہوگیا۔ وہ غصیلی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا اور پھر اس نے جھلائے ہوئے انداز میں ٹیلی فون اپنے ساتھ پٹخا اور ریسیور کریڈل سے اتار کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔

تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا۔

"فخری صاحب سے بات کرا دو۔" "ہاں صاحب خان بول رہا ہے انسپکٹر صاحب خان" وہ انتظار کرتا رہا اور کچھ دیر کے بعد کرسی پر سنبھل کر بیٹھ گیا۔

"جی سر' آپ کا خادم سر' صاحب خان بول رہا ہے سر' سر وہ ایک بی بی آئی ہے میرے پاس' نام ہے لبنیٰ غضنفر' اخبار میں کام کرتی ہے' وہ کہتی ہیں کہ ایک سات سالہ پرانا فائل انہیں دکھا دیا جائے۔ سر سر' سر۔" اس کے بعد صاحب خان صرف سر سر ہی کرتا رہا تھا اور آخر میں اس نے مردہ لہجے میں کہا تھا۔

"جی سر' ٹھیک ہے' بہت بہتر سر بہت بہتر" پھر اس نے ریسیور ٹیلی فون پر پٹخ دیا اور مجھے دیکھتا رہا اس کے بعد وہ گہری سانس لے کر بولا۔

"آج تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ٹائم ختم ہوگیا ہے' کل دن کو ایک بجے تم مجھ سے مل لینا۔"

"جی صاحب خان صاحب' بالکل ٹھیک ہے بہت بہت شکریہ۔" ...ن میں

"او بی بی ہمارا شکریہ ادا کرنے کا تکلف کیوں کر رہی ہو' شکریہ تو تم نے فخ... ...م اصولی ادا کر ہی دیا ہوگا" میں ہنستی ہوئی وہاں سے باہر نکل آئی تھی۔ شہریار اس... لیکن پھر وہی بات' ظاہر ہے کسی کام سے گیا ہوگا۔ لیکن بہرطور میرا کام حامد فخری صاحب... کے بعد صاحب خان پر اور اس کے بعد مجھے دوسرے دن کا انتظار تھا جب ...یہ ...وم کرنا تھا کہ وہ دفتر میں موجود والا تھا۔

شام کو حسب معمول ش... ...ب خان تک پہنچی تھی اور اس نے مجھے دیکھ کر مسکراتے

مز' کہو کیا ہو رہا ہے' بڑی دھوم مچا رہی ہو آج کل۔"

جو ہمارے معمولات کے مطابق تھا' آج میں نے اس کے ساتھ اپنا رویہ کافی نرم رکھا تھا ویسے شہریار کی اصلیت سے میں واقف تھی' جو خول اس نے اپنی ذات پر چڑھایا تھا وہ حقیقی نہیں تھا اور اس خول کے نیچے مجھے وہی پرانا مائل نظر آتا تھا۔ جس کے اشعار میں زندگی تھی امنگیں تھیں جذبات تھے۔

○---------☆---------○

صاحب خان نے حیرتناک تبدیلیوں کا مظاہرہ کیا تھا۔ آج اس کی پیشانی شکنوں سے پاک نظر آ رہی تھی۔ میں حیران حیران اس کے سامنے بیٹھ گئی۔ اس نے ایک پرانا فائل کھول لیا تھا۔ پھر وہ مشینی انداز میں شروع ہوگیا۔ "ایکس اکتوبر کو دو بج کر بیس منٹ پر پولیس کو یعنی علاقے کے تھانے کو خبر دی گئی کہ بنگلہ نمبر ایک سو دس میں زہر خورانی کا ایک کیس ہوا ہے اور اس میں ایک مشہور آدمی فوت ہوگیا ہے جس کا نام راحیل نقاش ہے۔ یہ خبر اس ڈاکٹر نے دی تھی جسے بلا کر راحیل نقاش کو دکھایا گیا تھا اور جس نے اس کی موت کی تصدیق کی تھی۔ پولیس موقع پر پہنچ گئی اور ابتدائی تفتیش شروع ہوگئی۔ راحیل نقاش شرابی اور آوارہ مزاج آدمی تھا۔ وہ اپنے مصوری کے کمرے میں تصویر بناتے بناتے مرا تھا گھر میں دوسرے لوگ موجود تھے کچھ مہمان بھی آئے ہوئے تھے جنہوں نے دوپہر کا کھانا ساتھ کھایا راحیل عموماً کھانے میں ان کے ساتھ شامل نہیں ہوتا تھا مصوری کرتے ہوئے وہ شراب پیتا جاتا تھا اور جب اس کا جی چاہتا تھا کھانا اپنے کمرے میں منگوا لیتا تھا۔ اس دن بھی کھانے سے فراغت پاکر اس کی بیوی اپنی سوتیلی بہن کی آیا کے ساتھ اس کے کمرے میں یہ پوچھنے گئی تھی کہ وہ کھانا کب کھائے گا۔ بس جی وہاں ان دونوں نے اس مردہ حالت میں دیکھا۔ راحیل کی بیوی کے حواس خراب ہوگئے آیا نے فون کر کے ڈاکٹر کو بلایا ڈاکٹر نے اسے دیکھ کر تصدیق کر دی کہ وہ مرچکا ہے۔ مقتول کے جسم پر زخم کا کوئی نشان نہیں تھا نہ ہی اس کے نگارخانے میں کوئی ابتری تھی۔ ابتدائی تفتیش کے بعد پولیس نے لاش پوسٹ مارٹم کے لئے بھجوا دی اور جی یہ ہے پوسٹ مارٹم رپورٹ۔"

مقتول کو دھتورے کاست دیا گیا ہے۔ یہ زہر دھتورے سے حاصل کیا جاتا ہے اور اس کا استعمال کسی ایلوپیتھک دوا میں نہیں کیا جاتا ہاں کچھ یونانی دواؤں میں اسے استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ بازار میں عام نہیں ملتا اور ضرورت پڑنے پر نکلوایا جاتا ہے۔ اس زہر کو شراب یا شربت میں دیا جاتا ہے کیونکہ یہ کڑوا ہوتا ہے۔ زہر ایک اور دو بجے کے درمیان استعمال ہوا اور دس منٹ میں اس نے اپنا کام کر دکھایا۔

افسر تفتیش کی پہلی رپورٹ۔

"وہ مہمان کون تھے جو واردات کے دن مقتول کے گھر موجود تھے"

"مقتول کا گہرا دوست انور راہی ولد محمد حسین' ساکن الٰہی منزل نئی کالونی۔"

"ایک اور دوست رحمان درانی' یونانی ادویات پر ریسرچ کا سکالر۔"

"مقتول کی ایک اور دوست شمائل فرزند علی جس نے مقتول سے اپنی تصویر بنوائی تھی۔ باقی لوگوں میں مقتول کی بیوی کی سوتیلی بہن روحی جمال اور اس کی آیا رقیہ بیگم......... اور تین گھر کے نوکر۔"

"متعلقہ لوگوں سے چھان بین کی گئی تو اسکالر رحمان درانی نے بتایا کہ دھتورے کے زہر کی شیشی اس کی تجربہ گاہ سے چرائی گئی تھی اور صرف ایک روز قبل یہ سارے لوگ جن میں مقتول کی بیوی بھی تھی اس کے گھر جمع ہوئے تھے۔"

ملازم کریم داد خان سے معلوم ہوا۔ "صاحب نشہ باز اور لا ابالی آدمی تھے وہ عورتوں کے پیچھے بھاگتے پھرتے تھے اور گھر میں اکثر جھگڑا رہتا تھا' یہی وجہ تھی کہ بیگم صاحبہ نے اپنی اکلوتی بیٹی کو بچپن ہی سے اپنی ایک رشتے دار کے پاس بھجوا دیا تھا اور وہ وہیں پل رہی تھی بیگم صاحبہ اس سے بہت کم ملنے جاتی تھیں مگر اس کا خرچ برابر منی آرڈر ہوتا تھا۔ کاروبار بیگم صاحبہ خود سنبھالتی تھیں اور وہ انہیں بھی اپنی ماں سے ملا تھا جبکہ صاحب کے کوئی جائیداد نہیں تھی وہ بس محبت کی شادی سے فائدہ اٹھا رہے تھے۔"

ملازمہ شبانہ خاتون بنت عدنان علی کا بیان۔

"صاحب آوارہ مزاج انسان تھے اور کئی بار انہوں نے اسے بھی بری نگاہوں سے دیکھا تھا۔ بیگم صاحبہ ان کی حرکتوں سے تنگ تھیں مگر ان سے بہت محبت کرتی تھیں۔ واردات سے ایک دن قبل دونوں میاں بیوی میں جھگڑا ہوا تھا شمائل بی بی بھی اس جھگڑے میں شامل تھیں بات اس دعوت سے شروع ہوئی تھی جو رحمان درانی صاحب کے گھر پر تھی اور جس کی اطلاع دینے شمائل بی بی آئی تھیں۔ شمائل نے مسکرا کر کہا تھا۔"

"تم موجود ہو میری کیا ضرورت ہوگی۔" قمر النساء بیگم نے کہا تھا۔

"ہاں واقعی اب تو یہی ہونا چاہئے۔ خیر کچھ دن کے بعد سہی۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا۔؟"

"مطلب یہ ہے کہ بہت جلد تمہارا یہ غصہ ختم ہو جائے گا۔ اس وقت جب آفاقی مصور میرا شوہر ہوگا۔"

"تمہارا یہ خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوگا شمائل مجھے جانتی ہو میں کون ہوں۔ وہ بلی جو کھاتی نہیں ہے تو لڑھکا دیتی ہے۔ نقاش میرا شوہر ہی نہیں میرا محبوب ہے اور اپنا محبوب میں کسی اور کے حوالے نہیں کروں گی۔ اگر اسے روک نہ سکی تو ہلاک کر دوں گی۔"

اس کی تصدیق شمائل اور آیا نے بھی کی روحی کی آیا نے بتایا کہ ایک اور جھگڑے کے دوران شمائل نے قمرالنساء سے کہا تھا۔ "یقین کرو قمر' شمائل سے شادی کرنے کے بعد بھی میں تم سے منحرف نہیں ہو جاؤں گا تمہارا اور زیب کا پورا پورا خیال رکھا جائے گا اور تمہیں کوئی شکایت نہ ہوگی جس کے جواب میں قمرالنساء نے پھنکارتے ہوئے کہا تھا۔

"احمقوں کی جنت میں رہتے ہو راحیل' وہ وقت کبھی نہ آئے گا' تم اپنی زندگی میں ایسا نہ کرسکو گے میں تمہیں اس عمل کے لئے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

دھتورے کے زہر کی خالی شیشی پولیس کی تلاشی کے دوران قمرالنساء کے بیڈ روم سے ملی بعد میں اس نے اقرار کیا کہ یہ شیشی رحمان درانی کے ہاں سے اسی نے چرائی تھی مگر اس نے کہا اس زہر سے وہ خودکشی کرنا چاہتی تھی۔ پولیس کے سوال پر کہ جب اس نے یہ زہر استعمال نہیں کیا تو شیشی خالی کیسے ہوگئی تو وہ کوئی تسلی بخش جواب نہیں دے سکی۔ پولیس نے اسے اپنے شوہر کو قتل کرنے کے الزام میں گرفتار کرلیا۔ یہ پولیس رپورٹ ہے بعد کے کام عدالت کے ہیں۔ کیا عدالت کے فائل بھی ہمیں ہی دکھانے ہوں گے۔

"تو ہماری چھٹی ہوئی۔"

"نہیں صاحب خاں صاحب میں پولیس تفتیش کا فائل دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"یقیناً اگر اس فائل میں اس کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے تو......... بس ٹھیک ہے لیکن کیا یہ تفتیش نامکمل نہیں ہے؟" صاحب خان نے غصیلی نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہمارے لئے اتنی ہی کافی ہوئی تھی کمی رہ گئی ہے تو تم پوری کرلو۔"

"مجھے اس کی نقل مل سکتی ہے۔"

"اور یہ نوٹس کس لئے لے رہی ہو۔" صاحب خان بولا۔

"اس کے باوجود ضرورت پڑے گی۔"

"اس کا حکم نہیں ملا ہے۔ یہ پولیس ریکارڈ کی فائل ہے اس کی نقل کورٹ کے ریکارڈ میں مل جائے گی۔"

"تاہم آپ اسے اپنے پاس رکھیں۔ ممکن ہے میں اس کی نقل کے لئے اجازت حاصل کرلوں۔"

"اس کا ایک اور طریقہ بھی ہوسکتا ہے۔ تم کورٹ سے ساری عدالتی کارروائی کا فائل حاصل کرلو۔ تھوڑی سی کوشش سے یہ کام ہوسکتا ہے۔" "ہوں اچھا مشورہ ہے۔ ویسے صاحب خان صاحب آپ کا ذاتی خیال کیا ہے کیا وہ عورت قاتلہ تھی۔"

"نہیں۔" صاحب خان نے بھاری لہجے میں کہا اور میں اچھل پڑی۔

"کیا مطلب۔۔۔ گویا آپ خود بھی اسے قاتل نہیں سمجھتے۔"

"بالکل نہیں۔"

"پھر آپ کے خیال میں اسے کس نے قتل کیا؟؟"

"ہم نے.........! اس لئے تو ہماری تفتیش ہو رہی ہے۔ تم اپنے اخبار میں یہی لکھ دینا۔"

میں ہنس پڑی' شاید صاحب خان نے خوشدلی سے یہ سب کچھ نہیں کیا تھا اور ڈی آئی جی کی طرف سے ملنے والے حکم کو اپنی سبکی سمجھا تھا۔ میں نے گردن ہلا کر اٹھتے ہوئے کہا۔

"اس تعاون کے لئے بہت بہت شکریہ- امید ہے کہ آپ آئندہ بھی اسے جاری رکھیں گے اچھا اجازت........" صاحب خان نے اس کے جواب میں دل ہی دل میں کیا کہا ہوگا یہ میں جانتی تھی لیکن ظاہر ہے بیان نہیں کرسکتی- تاہم جو کچھ معلوم ہوا تھا وہ بہت دلچسپ اور سنسنی خیز تھا- بیشک پولیس کی تفتیش ایک طرح سے قمرالنساء کو قاتلہ ثابت کرتی تھی لیکن ابھی بہت سے نقطے باقی تھے ممکن ہے میری محنت بار آور ہو جائے-

صاحب خان کی کیفیت کا تذکرہ میں نے شہریار سے کیا تو اس نے بے شمار قہقہے لگائے تھے وہ بولا- "تو تم نے اسے اونٹ اور خود کو پہاڑ ثابت کر دکھایا ہے لیکن ایسے کسی پہاڑ کو ہمیشہ ذہن میں رکھنا جس کے سامنے جاکر تم خود اونٹ بن جاؤ-"

"یقیناً' لیکن فلسفہ کچھ مزید وضاحت طلب ہے-"

"محکمہ پولیس بھی پوری طرح بااختیار نہیں ہے بلکہ یوں سمجھ لو بااختیار ہے ہی نہیں- کسی واردات کی ایف آئی آر کاٹتے ہوئے بعض اوقات ہمیں انتظار کرنا پڑتا ہے کہ کسی "خطرناک" جگہ سے سفارش نہ آ جائے- ایف آئی آر کاٹتے ہوئے پہلے ملزم کے بارے میں بھی تحقیقات کرنی ہوتی ہے- اگر ایف آئی آر کٹ جائے تو بڑی مشکل ہو جاتی ہے اور بعض اوقات نوکری داؤ پر لگ جاتی ہے سمجھ رہی ہو نا میرا فلسفہ-" شہریار نے کہا-

"ہاں کسی حد تک- ایسی الجھن کا کوئی حل نکالا ہے تم نے یا تمہارے صاحب خان نے-"

"شادی کے بعد بتاؤں گا" شہریار نے کہا-

"کیا مطلب- میں سمجھی نہیں- کیا تمہاری شادی ہو رہی ہے-"

"ہو ہی جائے گی- میں تو تیار ہوں دیکھیں تم کس دن تیار ہوتی ہو-" شہریار گہری سانس لے کر بولا-

"اوہ' ہنسانے کی کوشش کر رہے ہو شاید میں ہنس لوں گی لیکن جو سوال کیا ہے اس کا جواب دو-"

"معافی چاہتا ہوں- راز کی یہ بات صرف نصف بہتر کو بتائی جاسکتی ہے- اور تم ابھی چوتھائی بہتر ہو باقی بدتر' بلکہ بدترین کیونکہ اخبار نویس ہو اور شہر بھر میں ڈھنڈورا پیٹ سکتی ہو-"

شہریار-" میں نے کرخت لہجے میں کہا-

"اوہ- یہ محکمہ پولیس کے راز ہیں تمہیں کیسے بتا دوں کہ کچی پکی کا معاملہ ہے ضروری ہی ہو جائے تو پھر کچی ایف آئی آر کاٹ دی جاتی ہے بعد میں مناسب ہوا تو پکی' کیا سمجھیں- مگر ایک بات کان کھول کر سن لو اگر یہ بات اخبار میں لکھ گئی تو نوکری چھوڑ کر کسی آئل ڈپو میں ملازمت کرلوں گا-" میں خاموشی سے اسے دیکھتی رہی-

ایک بہترین مشغلہ ہاتھ آیا تھا اور میں نہایت پرامید تھی کہ اس میں کامیابی حاصل کرلوں گی جہاں تک پہنچ گئی تھی تسلی بخش تھا اور آگے کے بھی پورے پورے امکانات تھے- نقاش

کیس کے دوسرے افراد کے پتے حاصل کرنا بیشک ایک مشکل کام تھا لیکن کسی کرائم رپورٹر کے لئے نہیں البتہ بھاگ دوڑ نہیں کرنی پڑتی تھی اس سلسلے میں' میں نے پہلی ملاقات انور راہی سے کی تھی-

"افسوس کچھ بدذوق انسان ہوں- اخبار وغیرہ باقاعدگی سے نہیں پڑھتا یا اگر پڑھتا بھی ہوں تو بس سیاسی یا خاص نوعیت کی سرخیوں کی حد تک- بہرحال کوئی بات نہیں- آپ کی شخصیت آپ کا تعارف ہے لیکن مجھ سے ملاقات کی ضرورت آپ کو کیوں پیش آگئی- میں خیریت سے تو ہوں نا-"

"یقیناً میں بھی آپ کی خیریت کی خواہاں ہوں- معاملہ آپ کے ایک عزیز دوست راحیل نقاش کا ہے-" انور راہی اچھل پڑا تھا- پھر اس نے حیرانی سے کہا-

"راحیل نقاش' مگر وہ تو' اور پھر-"

"مرچکا ہے اور وہ بھی سات سال پہلے-" میں نے اس کا جملہ پورا کر دیا-

"ہاں لیکن وہ میرا اتنا عزیز دوست تھا کہ میں اسے ساری عمر نہیں بھول سکتا مجھے یہ تعجب ہے کہ اتنے عرصے بعد کسی اخبار یا ایک کرائم رپورٹر کو ان واقعات سے کیا دلچسپی پیدا ہوگئی-"

"راحیل آپ کا گہرا دوست تھا؟"

"یقیناً ہم نے بے شمار خوشگوار لمحات ایک ساتھ گزارے ہیں اور میں اسے کبھی نہیں بھول سکوں گا وہ خوش باش تھا بے فکر تھا زندگی کو ایک خوشگوار ہنسی کی مانند سمجھتا تھا خوش رہتا تھا مگر-"

"جی ہاں؟" میں نے سوال کیا-

"میں یہ جاننا چاہتا ہوں مس لبنٰی کہ اب اتنے عرصے کے بعد آخر اس چھان بین کی ضرورت کیوں پیش آگئی- آپ کا جواب دینا ضروری ہے تاکہ جو کچھ میں آپ کو بتاؤں اسی روشنی میں بتاؤں-"

"بیشک میں اس کی ذمے دار ہوں آپ راحیل نقاش کی بیٹی زیبا نقاش سے ضرور واقف ہوں گے-"

"ہاں یقیناً مگر میں نے اسے بہت چھوٹی عمر میں دیکھا تھا بعد میں اسے اس کی ایک خالہ کے پاس بھیج دیا گیا تھا-"

"زیبا کا خیال ہے کہ اس کی ماں بے گناہ ہے اور اس خیال کا محرک ایک خط ہے جو اس کی ماں نے اسے موت سے قبل لکھا تھا- اس کے بارے میں آپ کی رائے جاننا چاہتی ہوں-"

"لیکن اب کیا فائدہ ہے سب کچھ تو ہوچکا ہے قانون کی آنکھیں بند نہیں تھیں جو کچھ ہوا ہے قانون کے زیرنگاہ ہوا ہے جہاں تک میری ذاتی رائے ہے یہ عورت کے حسد اور نفرت کی کہانی ہے اور ڈیئر کرائم رپورٹر میں تمہیں یہ کہانی سنانے کے لئے تیار ہوں کیونکہ تمہیں اس کی

ضرورت ہے- ایک دلچسپ فیچر- کیوں؟" انور راہی نے مسکراتے ہوئے کہا-

"بیشک- لیکن ذہانت کے ساتھ' اور آپ کی آنکھوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کی یادداشت بہترین ہے-" میں نے انور راہی کی تعریف کر دی اور وہ موڈ میں آگیا- چند لمحے سوچتے رہنے کے بعد وہ بولا-

"راحیل سے میری دوستی بہت پرانی تھی' اس وقت سے جب وہ صرف راحیل تھا- مصوری اسے قدرتی فن کے طور پر ملی تھی اس کا کوئی استاد نہیں تھا اور اپنے اس فن کو اس نے کبھی دولت کے حصول کا ذریعہ نہیں بنایا اور ورنہ شاید دولت اس سے دور نہ رہتی- لیکن بالآخر یہ دولت اسے اس کی محبت کے ذریعے حاصل ہوگئی- قمر سے اسے سچ مچ محبت ہوگئی تھی- لیکن ایک مصور کی فطرت میں حسن پرستی نہ ہو تو اس کا فن ادھورا رہ جاتا ہے-"

"قمرالنساء کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟" "قمرالنسا بے پناہ محبت کی شکار- ایک جھلسی ہوئی عورت تھی- وہ بلا کی حاسد بھی تھی خصوصاً اس کا ماضی' جب اس کے باپ کا انتقال ہوگیا تو اس کی ماں نے دوسری شادی کرلی اور جب اس کے ہاں دوسری بیٹی روحی پیدا ہوگئی تو اپنے نظرانداز کئے جانے پر اس کے اندر طوفانی جذبے بیدار ہوگئے- روحی کے ساتھ اس کا برتاؤ بہت خراب رہا ہے-"

"راحیل کے ساتھ اس کا کیسا رویہ تھا؟"

"زیادہ سخت نہیں تھا مگر اسے راحیل کی فطرت نے دیوانہ کر دیا تھا اور خود راحیل اس سے شادی کر کے شدید پچھتاوے کا شکار تھا- ایک عجیب الجھاؤ پیدا ہوگیا تھا- یہاں تک کہ روحی بھی قمرالنسا کے برے برتاؤ کے باوجود راحیل کے خلاف ہوگئی تھی اور اسے اپنی بہن سے ہمدردی تھی-"

میں نے سنبھل کر انور راہی کو دیکھا یہ دلچسپ انکشاف تھا- چنانچہ میں نے اسے کریدتے ہوئے کہا- "روحی کے راحیل سے کیسے تعلقات تھے؟"

"نہایت کشیدہ- روز اول سے ہی دونوں ایک دوسرے سے بے تکلف نہ ہوسکے تھے- اور جب راحیل کی حسن پسند فطرت سامنے آئی اور قمر پریشان ہوگئی تو روحی اس کی طرفدار بن گئی اس کے بعد دونوں بہنوں کے درمیان کشیدگی تقریباً ختم ہوگئی تھی- لیکن احمق راحیل کسی بات پر سنجیدہ نہیں ہوتا تھا حالانکہ میں نے اسے سمجھایا تھا لیکن شمائل بری طرح اس پر حاوی ہوگئی تھی اور وہ کوئی بات سننے کو تیار نہیں تھا روحی خود بھی شمائل سے نفرت کرتی تھی-"

"قتل سے ایک روز قبل ان کے درمیان کوئی جھگڑا ہوا تھا؟"

"روز ہوتا تھا اس دن میرے ایک اور گہرے دوست درانی نے ان سب کو اپنے ہاں مدعو کیا تھا وہ یونانی جڑی بوٹیوں پر تحقیق کرتا ہے اور مشہور آدمی ہے- اسی روز اس کی تجربہ گاہ سے ایک مہلک زہر چوری ہوگیا تھا جس کی خالی شیشی بعد میں قمر کی خواب گاہ سے برآمد ہوگئی

تھی- مجھے قمر کا اس دن کا انداز یاد ہے وہ غمزدہ اور غصے میں ڈوبی ہوئی تھی- اور شاید الجھی ہوئی بھی-"

"قتل کے دن آپ بھی وہاں موجود تھے-"

"ہاں نہ صرف میں بلکہ دوسرے لوگ اور خود شمائل بھی- راحیل اکثر ہم لوگوں کو بلاتا رہتا تھا لیکن ہم اس کی فطرت کے عادی ہوگئے تھے وہ مہمانوں کو مدعو کر کے خود اپنے نگارخانے میں جا گھستا تھا اور اپنے ہی گھر میں ہمارے ساتھ کھانے میں کبھی شریک نہ ہوتا تھا مگر ہم اب اس بات کے عادی ہوگئے تھے- اس دن بھی ایسا ہی ہوا تھا- راحیل نگارخانے میں تھا اور شمائل بھی اس کے ساتھ تھی- وہ شمائل کی تصویر مکمل کر رہا تھا- کچھ دیر کے بعد شمائل مسکراتی ہوئی آگئی اور اس نے قمر سے کہا کہ راحیل کو مشروب کی ضرورت ہے قمر خاموشی سے اٹھ کر چلی گئی تھی غالباً اسے مشروب فراہم کرنے اور اسی دوران سب کچھ ہوگیا- دوپہر کا کھانا ہم نے ان کے بغیر کھایا اور مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے رہے- پھر قمرالنسا رقیہ بیگم کے ساتھ نگارخانے میں گئی اور وہاں انہوں نے راحیل کو مردہ دیکھا- قمرالنسا نے جذباتی انداز میں چیخنا شروع کر دیا اور سب کو راحیل کی موت کی خبر ہوگئی- شمائل نے درد بھرے انداز میں قمرالنسا سے کہا تھا-"

"ظالم عورت' تم نے بالآخر اسے قتل کر دیا-" قمرالنسا نے سہمے ہوئے لہجے میں جواب دیا-

"خدا کی قسم' نہیں اس نے' اس نے خودکشی کی ہے-" بس اس کے بعد بقیہ واقعات پیش آئے اور لاش پولیس کی تحویل میں دے دی گئی- ثبوت اور واقعات سوفیصدی قمر کی طرف اشارہ کرتے تھے- انور راہی نے شانے اچکائے اور بولا- بس یہی معلومات ہیں- پھر اس نے چونک کر کہا "مگر زیبا' اب تو بہت بڑی ہوگئی ہوگی تقریباً جوان-"

"ہاں لیکن ایک گہرے دوست کے باوجود آپ نے کبھی زیبا کی خبر نہیں لی راہی صاحب-"

"اس مسئلے کو خود راحیل اور اس کی بیوی نے اپنے دوستوں سے دور رکھا تھا- حالانکہ روحی نے بارہا کہا کہ زیبا کو واپس لے آیا جائے- مگر قمر ان لمحات میں بہت سخت ہو جایا کرتی تھی- ہم میں سے شاید کوئی نہیں جانتا تھا کہ زیبا کہاں رہتی ہے یہی وجہ ہے کہ بعد میں ذہن سے ہی نکل گئی-"

میں نے راہی سے ہی رحمان درانی کا پتا لیا تھا- رحمان درانی البتہ میرا تحریری شناسا نکلا- "ہیلو مسی لبنیٰ غضنفر' زہے نصیب آپ کے آرٹیکل بڑے نفسیاتی ہوتے ہیں اور میں انہیں بغور پڑھتا ہوں آپ سے متفق بھی ہوں سچی بات ہے کہ مجرم کی ایک نفسیات ہوتی ہے اور جرم کی تحریک کے عوامل ہوتے ہیں اگر کسی الجھے ہوئے نقطے کی تلاش ہو تو ملزم یا مجرم کا ماضی بڑا مددگار ہوتا ہے مگر افسوس ہمارے ہاں پولیس بہت مصروف ہے اسے عوامل سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی مجرم کو سزا دلوا کر اپنا فرض پورا سمجھ لیتی ہے میں نے آپ کی رپورٹنگ کے انداز میں ایک

انفرادیت پائی ہے۔"

"مجھے خوشی ہے رحمان صاحب کہ میرے وطن کے لوگ اس پر غور کرتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں جو میں کہنا چاہتی ہوں۔"

"تحریر خود بولتی ہے فرمایئے میرے لئے کیا خدمت ہے۔" رحمان درانی کو سات سال پہلے کے واقعات کی از سرنو چھان بین پر حیرت ہوئی تھی اور مجھے وہ کہانی اسے بھی سنانی پڑی تھی۔ زیبا کی خواہش اور خط کی تفصیل سننے کے بعد اس نے کہا۔

"میں اس بارے میں ذاتی طور پر جو رائے رکھتا ہوں دوسروں سے مختلف ہے قمرالنسا نقاش کو ہم سب سے زیادہ جانتی تھی ہوسکتا ہے اس نے خودکشی ہی کرلی ہو۔ وہ دولت پرست نہیں تھا اور اس نے کبھی قمرالنسا کی دولت کو اہمیت نہیں دی تھی ہاں حسین لڑکیاں اس کی کمزوری تھیں اور اکثر دونوں میاں بیوی میں جھڑپیں ہوتی رہتی تھیں۔ نقاش شمائل کے سلسلے میں جس قدر سنجیدہ ہوگیا تھا اس سے پہلے کسی لڑکی کے لئے نہیں ہوا تھا۔ ویسے ایک مصور کی حیثیت سے وہ جذباتی اور حساس تھا۔ ممکن ہے اس نے غور کیا ہو کہ قمر اسے بے پناہ چاہتی ہے اور وہ شمائل کو نہیں چھوڑ سکتا کیوں نہ اس زندگی سے نجات ہی حاصل کرلے۔ اس نے کئی بار اس بات کا اعتراف بھی کیا تھا کہ قمر اس سے بہت محبت کرتی ہے قتل سے کچھ روز قبل قمر میرے پاس آئی تھی وہ شمائل اور نقاش کے تعلق سے بہت پریشان تھی۔ اس نے کہا تھا۔

محبت تو نقاش نے مجھ سے بھی کی تھی شادی کی تھی اس نے مجھ سے۔ یہ کیسی محبت ہے جو مستقل ہوتی رہتی ہے۔ یہ محبت نہیں ہوس ہے۔ شمائل کو ایک دن میری طرح پچھتانا پڑے گا۔ اسے بھی میری طرح خودکشی ہی کرنا ہوگی۔ اس وقت میں نے اس کے الفاظ کو جذباتی بڑ سمجھا تھا اور اسی بات پر یقین کیا جاسکتا ہے کہ اس نے میری تجربہ گاہ سے زہر کی شیشی خودکشی کے لئے چرائی ہو۔ واقعات کو یوں مربوط کیا جاسکتا ہے کہ قمر کی چرائی ہوئی شیشی کس طرح نقاش کے علم میں آگئی اور اس نے وہ زہر خود استعمال کرلیا۔"

"لیکن پولیس رپورٹ میں درج ہے کہ زہر کی شیشی پر قمر کی انگلیوں کے نشانات پائے گئے ہیں۔"

"کاش میں وکیل ہوتا تو ثابت کرنے کی کوشش کرتا کہ جب نقاش نے زہر پی لیا تو قمر النساء کو خالی شیشی مل گئی اور اس نے اسے چھپالیا۔ کمرہ عدالت میں اس کی خاموشی اور اپنی بے گناہی ثابت نہ کرنے کی کوشش ممکن ہے اس احساس جرم کے تحت ہو کہ نہ وہ زہر چراتی اور نہ وہ نقاش کے ہاتھ لگتا۔ حالانکہ ضمیر میرا بھی داغدار ہے کیونکہ وہ زہر میری تجربہ گاہ سے چرایا گیا تھا۔"

O---------☆---------O
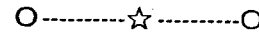
رحمان درانی کے بیان سے مجھے کوئی نقطہ نہیں مل سکا۔ لیکن ابھی اور بھی تین تھے۔

تیسری ملاقات میں نے شمائل سے کی تھی۔ سرخ و سفید اور ایسے خدوخال رکھنے والی جسے واقعی چاہا جاسکے۔

"کیا آپ کسی رسالے کے دفتر سے آئی ہیں؟"

"نہیں میرا تعلق اخبار سے ہے۔"

"میرا انٹرویو لینا چاہتی ہیں؟"

"آپ چاہیں گی تو وہ بھی ہو جائے گا۔ فی الحال میں آپ کو ایک دلچسپ کہانی کا مرکزی کردار بنانا چاہتی ہوں۔"

"کوئی کہانی لکھ رہی ہیں آپ؟"

"جی، سچی کہانی۔"

"اوہ میرے خدا' اس پر آشوب دور میں عام لوگوں نے نہ سہی کم از کم رسالہ نکالنے والوں نے سچ بولنا شروع کردیا ہے۔ ہر رسالے نے سچی کہانیوں کے انبار لگادیئے ہیں اور یہ سچی کہانیاں وہی تمام مصنفین لکھتے ہیں جو کہانیاں لکھنا جانتے ہیں آپ ان الجھنوں میں کیوں پڑیں۔ آپ بھی اپنی رائٹنگ ٹیبل پر بیٹھ کر تمام سچی کہانیاں لکھ ڈالیں۔"

"آپ تسلیم کریں کہ میری لکھی ہوئی کہانی سچ ہوگی۔"

"میرا اس سے کیا تعلق ہوگا؟"

"کہانی کے ایک سچے کردار کا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"آپ کے خیال میں' میں سچ ہی بولوں گی آپ سے۔"

"میرا یہی خیال ہے۔"

"کہانی کیا ہے۔" اس نے پوچھا۔

"راحیل نقاش۔" میں نے کہا اور وہ چونک پڑی۔ اس نے بغور مجھے دیکھا اور پھر میرا کارڈ پڑھا۔ پھر بولی۔

"آپ جانتی ہیں میرا اس سے جذباتی رشتہ تھا۔ اور میں اس عظیم مصور کے تذکرے کو مذاق نہیں بنا سکتی۔"

"میں اسے مذاق بنا کر نہیں بلکہ سچے کرداروں کا ایک ٹھوس سچ بنا کر پیش کرنا چاہتی ہوں۔ اور اس کے لئے مجھے آپ کا تعاون درکار ہے۔"

"میں ضرور آپ سے تعاون کروں گی۔ آپ اس ڈائن کی کہانی ضرور لکھیں جسے قانون نے موت کی سزا نہ دی لیکن وقت نے اس کی گردن مروڑدی' اسے اس کے کئے کی سزا ملی اور یہی میری آرزو تھی۔"

"آپ کی؟"

"ہاں وہ جاہل عورت اس عظیم مصور کو کیا سمجھتی جس کے ہاتھوں میں آسمانوں کا سحر

پوشیدہ تھا جو رنگوں سے باتیں کرتا تھا اور جس کی ہر لکیر اپنی کہانی آپ بن جاتی تھی نہ جانے کیوں وہ اس کے ہاتھوں دھوکہ کھا گیا- وہ کتنا بڑا تھا کوئی نہیں جانتا کوئی بھی نہیں- وہ مجھ سے محبت کرتا تھا کیونکہ میں نے اس کے فن کو سمجھا تھا وہ پیاسا تھا جو کچھ اسے ملا اسے سمجھنے والا کوئی نہ تھا- اس حاسد چڑیل نے اسے ہلاک کر دیا اس نے آرٹ کے ایک سچے فنکار کو مار دیا- مجھے اس سے محبت تھی اور آج بھی ہے اس کی یاد میں خون کے آنسو روتی ہوں- کاش اسے زندہ جلا دیا جاتا- کاش اسے تیزاب پلا کر ہلاک کیا جاتا اس نے ایسا ہی گناہ کیا تھا- شمائل کے چہرے پر شدید نفرت کے آثار تھے- میں نے سوچا کہ اگر قمرالنسا قتل کے الزام میں گرفتار نہ ہوتی یا سزا سے بچ جاتی تو شمائل اپنے ہاتھوں سے اس کا خون کر دیتی-"

"آپ کی نقاش سے کہاں ملاقات ہوئی تھی؟"

"ایک پارٹی میں وہ فن کی دنیا میں بہت مقبول تھا قمرالنسا نے اسے کیا دیا- ناقدری ایک بوجھل اور غیرفنکارانہ ماحول اس نے سوچا تھا کہ جب میں اس کی زندگی میں شامل ہو جاؤں گی تو اسے ایک ایسا نگارخانہ بنا کر دوں گی جو مائیکل اینجلو اور پکاسو کا بھی نہ ہوگا- اس گھر کو دنیا بھر کے پھولوں سے سجاؤں گی تاکہ جب وہ اس پر ایک نگاہ ڈالے تو اس کے ذہن کو خوشگوار کیفیت کا احساس ہو' لیکن لیکن- پارٹی میں مجھے بتایا گیا کہ وہ ایک باکمال مصور ہے تو میں نے اس سے اپنی تصویر بنانے کی فرمائش کر ڈالی- اس نے بخوشی میری فرمائش پوری کرنے کا وعدہ کرلیا- اس نے کہا تھا کہ اس کے ہاتھوں کو یہی سب کچھ بنانا آتا ہے جو بننے کے قابل ہو اس نے مجھے اپنے گھر آنے کی دعوت دی تھی- میں وہاں گئی تو قمرالنساء مجھ سے خوشگوار انداز میں نہ ملی اس کے اندر ایک جاہل بددماغ اور حاسد عورت سمائی ہوئی تھی- میں نے اسے نظرانداز کر دیا اور نقاش سے ملتی رہی- وہ مجھ سے محبت کرنے لگا- اس نے مجھے بتایا کہ وہ پیاسا ہے وہ ایک گندے اور گھناؤنے جال میں پھنسا ہوا ہے میں نے فنکار کو سہارا دیا میں نے اس سے کہا کہ میں اس کی قدر دان ہوں اور اسے زندگی کے اس بوجھ سے آزاد کراؤں گی اور میں نے اس کی بیوی اور دوستوں کے سامنے کھل کر اس کا اظہار کر دیا- نقاش نے بھی دلیرانہ اعتراف کرلیا تھا کہ وہ جاہل عورت چڑ گئی- اس نے اسے سب کے سامنے قتل کی دھمکی دی تھی- اس منحوس دن وہ میری تصویر کو آخری ٹچ دے رہا تھا میں اس کے کمرے میں اس کے ساتھ تھی- حاسد عورت کا حسد انتہا کو پہنچ گیا- نقاش نے مجھ سے مشروب مانگا- میں نے اس کا پیغام قمر کو دے دیا- مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ کیا کرنے جا رہی ہے- اس نے اپنے شوہر کو ہلاک کر دیا- شدید نفرت ہے مجھے اس قاتلہ سے- اتنی نفرت کہ......... کہ......... ! مگر کیا کروں وہ مر چکی ہے- اس کا مر جانا اس کے حق میں بہتر ہی ہوا-"

"اس کے ساتھ اس کی سوتیلی بہن رہتی تھی اور شاید ایک آیا بھی؟-"

"روحی ہاں وہی گندہ خون اس کی رگوں میں بھی موجود تھا- باپ کی طرف سے نہ سہی

ماں کی طرف سے- نقاش کو ان دونوں عورتوں نے نفرت کا نشانہ بنایا ہوا تھا-"

"کیا روحی اب بھی نقاش کے گھر میں رہتی ہے؟-"

"نہیں- وہ آیا کے ساتھ ایک اور مکان میں منتقل ہو گئی ہے-"

ان سے کبھی نہیں ملی اس قاتل خاندان سے بھلا مجھے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے-" شمائل نے نفرت سے کہا-

"لیکن محترمہ اس بات کے امکانات بھی تو ہو سکتے ہیں کہ نقاش کو کسی اور نے زہر دیا ہو؟"

"تم چاہو تو اپنی کہانی میں یہ رنگ آمیزی کر سکتی ہو کہانی کاروں کے لئے یہ کام کیا مشکل ہے لیکن جاننے والے اور حقیقت حال سے باخبر لوگ تمہاری اس تحریر کو احمقانہ تصور کریں گے کیونکہ سات سال پہلے یہ کیس عدالت میں باقاعدہ چلا ہے اور اخبارات بھی اس کی تفصیلات چھاپتے رہے ہیں- میرا خیال ہے تم اس وقت اسکول یا زیادہ سے زیادہ کالج میں پڑھتی ہوگی- تم نے یہ الفاظ کہہ کر میرا موڈ خراب کر دیا ہے- میں آج بھی اس کے لئے روتی ہوں اور تم اس کی بے گناہی کی بات کر رہی جو اس کی قاتل ہے؟-" کیا وہ تصویر مکمل ہو گئی تھی جو نقاش بنا رہا تھا؟" میں نے سوال کیا- شمائل جذباتی لہجے میں بولی

"افسوس! اب میں تم سے کوئی گفتگو نہیں کرنا چاہتی-" اس نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور میں اس کا شکریہ ادا کر کے اٹھ گئی-

○----------☆----------○
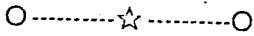
یہ سب سن کر شہریار نے کہا- "مشغلے کے طور پر یہ سب کچھ برا نہیں ہے لیکن تم نے ایک مشکل ذمہ داری قبول کی ہے-"

"سات سال قبل ہونے والی ایک واردات میں ایک بیوی نے اپنے شوہر کو قتل کر دیا تھا- پولیس اور اس کے بعد عدالت نے اپنا کام مکمل کر کے مجرم کو سزا دیدی دلچسپ بات یہ کہ عمر قید کی مجرمہ اب زندہ بھی نہیں ہے کہ اسے بے گناہ ثابت کر کے اس کی بقیہ قید ختم کرائی جاسکے- پھر اس بھاگ دوڑ سے اور چند لوگوں سے جھگڑا مول لینے سے کیا فائدہ-"

"جھگڑا کس سے؟-"

"پہلا نمبر تو صاحب خاں ہی کا ہے- ڈی آئی جی صاحب کی سفارش سے اس نے یہ سب کچھ کر تو دیا مگر بات اس کے خلاف جاتی ہے- اس کی تفتیش اگر غلط ثابت ہو گئی تو اسے شرمندگی اٹھانی پڑے گی-"

"بہت افسوسناک الفاظ ہیں شہریار' غلط تفتیش سے اگر ایک بے گناہ کو گناہ گار ثابت کر کے سزا دلوا دی گئی تو شرمندگی کی بات نہیں ہے- آخر سوچ کا یہ کونسا انداز ہے-"

"ابھی تم تازہ تازہ باہر سے آئی ہو مقامی حالات سے واقفیت ہی نہیں ہے تمہیں' بہت

کچھ ہو جاتا ہے۔ لیبی صاحبہ اس سے کہیں زیادہ ہو جاتا ہے۔ بے گناہ تلاش کئے جاتے ہیں گناہ گاروں کو بچانے کے لئے موت کی سزا تک پاتے ہیں وہ۔ میرا مطلب تو یہ تھا کہ اگر قمرالنساء زندہ ہوتی تو اس سے زیادہ بھی بھاگ دوڑ کوئی حرج نہیں تھا۔"

"ایک ننھی سی بچی' جو ماں کی چاہتوں اور اپنے باپ کی شفقتوں سے دور رہی جو ان ہوئی تو ایک مقتول باپ کی بیٹی ایک قاتل ماں کی اولاد کہلائی۔ تم بتاؤ شہریار یہ چھاپ کبھی اس سے ہٹ سکتی ہے کہ اس کی ماں اپنے شوہر کی قاتل ہے۔ کیا معاشرے میں پوری زندگی وہ مشکوک نگاہوں سے نہ دیکھی جائے گی۔ لوگ اس پر انگلیاں نہ اٹھاتے رہیں گے۔ ابھی مستقبل اس کی نگاہوں کے سامنے نہیں ہے اور وہ صرف اپنی ماں کے خط سے متاثر ہو کر اسے بے گناہ ثابت کرنا چاہتی ہے لیکن کل یہ اس کے لئے بھی ضروری ہو گا۔"

"اور اگر قمرالنساء بے گناہ ثابت ہوئی؟"

"تو پھر تقدیر کوئی نہیں بدل سکتا۔"

"کچھ اندازے قائم کئے؟"

"ابھی کہاں......... دو کردار باقی ہیں رقیہ بیگم اور روحی جمال!۔"

"ان دونوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنا بھی کوئی مشکل مسئلہ نہ ہوا۔ ایک خوبصورت عمارت میں رقیہ بیگم سے ملاقات ہوئی۔"

"روحی نے ایک گارمنٹ فیکٹری کھولی ہے وہ خود ہی اس کی نگرانی کرتی ہے شام کو ساڑھے چھ بجے تمہاری اس سے ملاقات ہو سکتی ہے۔"

"روحی صاحبہ نے شادی نہیں کی۔"

"نہیں۔ وہ اپنی سوتیلی بہن کی شادی کے انجام سے خوفزدہ ہو گئی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ وہ اس سلسلے میں سوچ سمجھ کر قدم اٹھائے گی اور ابھی تک اس نے کوئی فیصلہ نہیں کیا ہے۔"

"فیکٹری کیسی چل رہی ہے؟"

"بہت عمدہ۔ اس وقت تقریباً دو سو افراد اس میں کام کرتے ہیں۔ مزید اضافہ بھی ہے۔ ایکسپورٹ کا کام اعلیٰ پیمانے پر ہو رہا ہے۔ ویسے میرا خیال ہے وہ اپنے مینیجر سے شادی کر لے گی داور بہت اچھا نوجوان ہے اور مجھے بھی پسند ہے اسے شادی کر لینی چاہئے۔"

"آپ لوگوں نے وہ کوٹھی کیوں چھوڑ دی؟"

"کونسی کوٹھی؟"

"جہاں آپ سب یکجا تھے میرا مطلب ہے قمرالنساء وغیرہ؟" رقیہ بیگم نے گہری سانس لی اور بولیں۔

"وہ منحوس جگہ بے حد ہولناک ہو گئی تھی واقعات کو یاد کر کے ہول سوار ہو جاتا تھا مجھے تو نقاش کے نگار خانے میں اس کے قدموں کی چاپ بھی سنائی دیتی تھی بہت مختصر وقت گزارا تھا

ہم نے ان واقعات کے بعد وہاں دل ہی نہ لگتا تھا جائیداد کی تقسیم پہلے ہی ہو چکی تھی دونوں بہنوں کے حصے الگ ہو گئے تھے روحی نے یہ گھر لے لیا اور اپنا کاروبار بھی الگ کر لیا ایسا نہ کرتی تو ہمیشہ بے سکون رہتی۔"

"قمرالنساء کی ایک بیٹی بھی ہے۔"

"زیبا' ہاں وہ بہت معصوم......... ہم لوگوں سے بالکل اجنبی......... ظاہر ہے وہ ہم میں نہیں رہی وہ واپس آچکی ہے ہم نے کوشش کی کہ اسے اپنے ساتھ رکھیں مگر وہ تیار نہ ہوئی اس نے کہا کہ وہ اپنے ماں باپ کے گھر میں ہی رہے گی روحی اس بات پر اس سے ناراض بھی ہو گئی ہے تاہم روحی اس کا خیال رکھتی ہے اور اس کے کاروبار پر بھی نگاہ رکھتی ہے۔" رقیہ بیگم نے بتایا۔

"راحیل نقاش اور قمرالنساء کے ابتدائی تعلقات کیسے تھے؟"

"صرف ابتدائی تعلقات بہت اچھے تھے دونوں ایک دوسرے کے دیوانے۔"

"اس کے بعد.........۔"

"راحیل نے اپنا اصل روپ نکالنا شروع کر دیا وہ آوارہ مزاج مرد ثابت ہوا اور ایک عورت سب کچھ برداشت کر لیتی ہے مگر.........۔"

"ابتداء میں تو روحی کے قمر سے اچھے تعلقات نہیں تھے۔"

"یہ بچپن یا اس عمر تک کی بات ہے جب دونوں کو سمجھ نہ تھی ماں کی موت کے بعد دونوں کے دل نرم ہو گئے تھے باپ بھی درمیان میں نہ رہا۔"

"راحیل کے ساتھ قمر کی شادی سے روحی خوش تھی؟۔"

"پوری طرح' کیونکہ اسے اپنی بہن کی خوشی عزیز تھی اس نے بڑی چاہت سے اس شادی کی تیاریاں کی تھیں اور بھرپور حصہ لیا تھا ایک بہن کی حیثیت سے راحیل سے بھی وہ بڑی محبت سے پیش آتی تھی لیکن جب راحیل کی حقیقت کھلی تو روحی نے اس سے شدید نفرت شروع کر دی وہ مسلسل راحیل سے لڑتی اور الجھتی رہتی تھی اور اس سلسلے میں کبھی راحیل نے قمر سے شکایت کی تو قمر نے اسے یہی جواب دیا کہ آخر وہ اس کی بہن ہے۔"

"آپ شائل کو جانتی ہیں؟"

"کیوں نہیں ایک ناجائز کمائی پر پلی ہوئی امیر زادی' بدکردار اور بے حمیت جس سے صرف نفرت کی جا سکتی ہے۔"

"نقاش کی موت کا منظر سب سے پہلے آپ نے دیکھا تھا۔"

"قمر میرے ساتھ تھی۔"

"اپنے شوہر کی لاش دیکھ کر اس کی کیا کیفیت ہوئی تھی؟"

"وہ زرد پڑ گئی تھی اس نے بے اختیار کہا تھا کہ راحیل نے خودکشی کر لی۔"

"آپ کو یقین آگیا تھا۔"

"نہیں........"

"گویا آپ کے خیال میں وہ مکر سے کام لے رہی تھی اور اس قتل کے الزام سے خود کو بچانا چاہتی تھی۔"

"یہ ایک مشکل فیصلہ ہے لیکن۔" رقیہ بیگم کچھ دیر خاموش رہیں پھر بولیں۔ "میں تمہارے لئے چائے کا انتظام کر لوں اس کے بعد تمہیں پوری تفصیل سناتی ہوں" اس چائے سے مجھے بھلا کیا انکار ہو سکتا تھا۔ چائے پیتے ہوئے رقیہ بیگم نے کہا۔

"یہ ایک انوکھا گھرانہ تھا میں نہیں کہہ سکتی بگاڑ کہاں سے شروع ہوا' قمرالنساء کی ماں بدرجہاں بھی سخت گیر خاتون تھیں خود کو برتر سمجھنے کی عادت اپنی بات کو آخری اور فیصلہ کن ثابت کرنے کی شوقین........ میرے ساتھ بھی ان کا رویہ بہتر نہیں تھا۔"

"آپ شروع سے ان کے ساتھ تھیں؟"

"نہیں........ بدرجہاں کے پہلے شوہر آفاق احمد صاحب کا انتقال ہو گیا تو بدرجہاں نے جمال صاحب سے شادی کرلی........ بدرجہاں کی صحت کچھ خراب رہنے لگی جس کی وجہ سے مجھے بلایا گیا اس وقت تک جمال صاحب کی بیٹی روحی پیدا ہو چکی تھی اور کوئی چار سال کی تھی روحی کو زیادہ چاہا جاتا تھا جس کی وجہ سے قمر کے مزاج میں تندی پیدا ہو گئی وقت گزرتا گیا روحی اور قمر رقابت میں جوان ہوئی تھیں لیکن ماں باپ کی موت نے دونوں کے ذہن جھنجھوڑ دیئے اور پھر دونوں میں بے مثال محبت ہو گئی قمر نقاش کی محبت میں گرفتار ہوئی تو روحی نے امی کے فیصلے سے پورا اتفاق کیا بدرجہاں موت سے پہلے دونوں بیٹیوں کے حصے الگ کر چکی تھیں اس لئے جائیداد وغیرہ کوئی مسئلہ نہیں بنی قمر نے نقاش سے قلاش شخص کی ناز برداریاں کیں اور اسے حد سے زیادہ بگاڑ دیا نقاش نے گھر ہی میں سب کچھ شروع کر دیا اس دوران ان کے ہاں ایک بیٹی پیدا ہو چکی تھی دونوں میں جھگڑا ہوتا رہتا تھا اور بچی اس جھگڑے کا شکار ہو رہی تھی۔ قمر نے تجویز پیش کی کہ روحی بچی کو لے کر ملک سے باہر چلی جائے اور باہر رہ کر اس کی پرورش کرے مگر روحی قمر کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں تھی۔ قمر کی حالت ہذیانی سی ہوتی جا رہی تھی اس پر ضد سوار ہو گئی تھی کہ زیبا کو یہاں نہیں رکھے گی اور اس نے اس کا انتظام کر لیا اسے ملک سے نہیں مگر شہر سے باہر بھیج دیا گیا۔"

"کسی رشتے دار کے پاس؟"

"نہیں جس عورت نے زیبا کی پرورش کی اسے اس کا معاوضہ ملتا تھا اس کے علاوہ زیبا کے اخراجات' وہ بھی تنہا عورت تھی۔"

"نقاش نے اعتراض نہیں کیا؟"

"کہاں وہ مست آدمی تھا اسے کسی بات کی پروا نہیں تھی اس نے تو کبھی بچی کے بارے میں پوچھا بھی نہیں نقاش نے اپنا رویہ نہیں بدلا اور قمر پر جنون سوار ہوتا گیا یہاں تک کہ وہ

منحوس عورت یہاں پہنچ گئی جس کا نام شمائل تھا حسن پرست نقاش نے اس کی تصویر شروع کر دی وہ اپنی بری خواہشات کا آغاز اپنے فن سے ہی کرتا تھا شمائل کی تصویر بننا شروع ہوئی مگر ختم ہونے کا نام ہی نہ لیتی تھی پھر اس کم بخت نے صاف اعلان کر دیا کہ وہ نقاش سے شادی کر رہی ہے خوب واویلا ہوا نقاش نے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر قمرالنساء نے اس کا رستہ روکا تو وہ اسے طلاق دیدے گا اس ہولناک دن کا آغاز ہی بھیانک تھا مجھے بہت سی باتیں مشتبہ لگی تھیں۔"

"مثلاً؟" میں نے اس باتونی عورت کی فطرت سے پورا فائدہ اٹھایا۔

"یہ ساری باتیں صرف مجھے ہی معلوم ہیں اور خدا مجھے معاف کرے میں نے ان کا تذکرہ کسی سے نہ کیا۔"

"آپ بیشک ایک ذہین خاتون ہیں اور ظاہر ہے آپ جیسا تجربہ کسی کو نہیں ہو سکتا۔" میں نے لقمہ دیا۔

"اس صبح موسم کچھ خنک سا تھا ہوا میں خشکی تھی اور ایسا موسم بڑا برا لگتا ہے مجھے ہمیشہ سے........ گھر میں مہمان آنے والے تھے سب دوپہر کے کھانے پر مدعو تھے میں نے روحی کو راحیل کے کمرے میں دیکھا وہ کچھ تلاش کر رہی تھی اس کے ہاتھ میں مشروب کی بوتل تھی مجھے دیکھ کر بری طرح گھبرا گئی۔ میں نے اس سے کہا کہ وہ اس منحوس شے کو کیوں چھو رہی ہے تو اس نے کہا کہ اس منحوس شے نے اس کی بہن کی زندگی تباہ کی ہے وہ ایسے ہی اسے دیکھ کر سوچ رہی تھی کہ آخر یہ کم بخت شے کیا ہے۔"

"کیا روحی اکثر راحیل کے کمرے میں جاتی تھی؟"

"یہی تو تعجب کی بات تھی وہ اس کمرے میں کس طرح چلی گئی تھی وہ کبھی وہاں نہ جاتی تھی اس کے کمرے کو دوزخ سے کم نہ سمجھتی تھی۔"

"راحیل اس وقت کہاں تھا؟"

"نگارخانے میں اور وہ کلموہی بھی اس کے ساتھ تھی۔"

"کون........ شمائل؟۔"

"ہاں........ میں دیر تک اس بارے میں سوچتی رہی تھی مگر یہ دن ہی خوفناک تھا دوسری بہت اہم بات جو ہوئی اس نے بعد میں میرا تو دل ہلا کر رکھ دیا تھا"

"وہ کیا........؟" میں نے اچھلتے دل کے ساتھ پوچھا۔

"دوپہر کے کھانے کے بعد' قمر میرے ساتھ ہی راحیل کے نگارخانے میں گئی تھی اس سے پہلے وہ اس وقت وہاں گئی تھی جب شمائل نے آکر بتایا تھا کہ راحیل مشروب مانگ رہا ہے قمر میرے ساتھ راحیل کے کمرے میں داخل ہوئی تو وہ مردوں کی طرح پڑا ہوا تھا اس کا جائزہ لے کر قمر نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔ "اوہ میرے خدا........ شاید اس نے خودکشی کرلی اس نے مجھ سے کہا کہ میں جلدی سے ڈاکٹر کو بلاؤں........ میری حالت خود خراب ہو گئی اعصاب

ساتھ نہ دے رہے تھے نہ جانے کس طرح میں باہر نکلی تو مجھے رحمان نظر آگیا میں نے اس سے کہا کہ وہ فوراً ڈاکٹر ہارون کو فون کرے اور پھر میں الٹے پاؤں راحیل کے نگار خانے میں داخل ہو گئی اس وقت' اس وقت ....!"

"جی........ اس وقت........؟" میں نے بے چینی سے پوچھا۔

"مجھے وہ منظر اب بھی یاد ہے قمر راحیل کے قریب اکڑوں بیٹھی ہوئی تھی وہ راحیل کے مردہ ہاتھ میں مشروب کی بوتل تھمانے کی کوشش کر رہی تھی اوہ .... شاید روحی آگئی ہے یہ اس کی گاڑی کا ہارن ہے" رقیہ بیگم نے کہا اور جلدی سے اٹھ گئیں پھر ڈرائنگ روم کے دروازے پر رک کر بولیں۔

"میری تم سے جو باتیں ہوئی ہیں' وہ روحی کو نہ بتانا۔"

"بالکل نہیں رقیہ بیگم آپ فکر نہ کریں۔" میں نے کہا۔ کلائی کی گھڑی میں وقت دیکھا تو ساڑھے چھ بج رہے تھے۔ روحی فیکٹری سے واپس آگئی تھی۔ رقیہ نے نہ جانے میرے بارے میں اس سے کیا کہا کہ وہ سیدھی ڈرائنگ روم میں ہی آگئی بلند و بالا قد کی مالک' خوش لباس' خوش شکل اور پروقار تھی اس نے مجھے متجسس نگاہوں سے دیکھا میں اسے دیکھ کہ کھڑی ہو گئی تھی۔

"ہیلو روحی صاحبہ۔ - - مجھے پورا پورا احساس ہے کہ یہ وقت آپ سے ملنے کا نہیں ہے آپ یقیناً تھکی ہوئی ہونگی لیکن مجھے آپ کی مصروفیات کا علم نہیں تھا اب یہ فیصلہ آپ کریں گی کہ اس وقت آپ مجھے کچھ وقت دے سکیں گی یا نہیں۔"

"آپ سے تعارف تو ہو جائے۔" اس نے کہا۔

"ضرور' یہ میرا کارڈ ہے۔" میں نے اسے اپنا کارڈ دیا جسے دیکھ کر وہ بولی

"کوئی انٹرویو وغیرہ؟"

"بہت اہم' ایک بالکل مختلف سلسلے میں۔"

"آپ تشریف رکھئے اور مجھے صرف دس منٹ دیدیجئے۔" اس نے کہا اور باہر نکل گئی اس کے آنے سے قبل رقیہ بیگم چوروں کی طرح ڈرائنگ روم میں داخل ہوئیں اور انہوں نے کہا۔

"روحی کو اس گفتگو کے بارے میں کچھ نہ بتانا اور کہنا کہ تمہیں آئے ہوئے دس پندرہ منٹ گزرے ہیں۔"

"آپ یہ چائے کی پیالیاں تو یہاں سے ہٹا لیجئے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا یہ وہ خالی پیالیاں تھیں جن میں رقیہ بیگم چائے لاتی تھیں۔ ان کے منہ سے ہلکی سی آواز نکل گئی اور انہوں نے پیالیوں پر جھپٹا مارا پھر جھپاک سے باہر نکل گئیں کچھ دیر کے بعد روحی آگئی تھی وہ منہ ہاتھ دھو کر اور لباس تبدیل کر کے آئی تھی۔

"جی کرائم رپورٹر صاحبہ' کیسے آنا ہوا۔" اس نے خوشدلی سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بلا تمہید عرض کر دوں؟۔"

"یقیناً۔"

"کچھ عرصہ قبل ایک سادہ سی معصوم سی بچی' جو نوجوانی کی عمر میں داخل ہونے کے باوجود ابھی بچی ہے' ایک پولیس اسٹیشن پہنچی' اس نے وہاں اپنا نام زیبا نقاش بتایا تھا۔" میں نے روحی کو دیکھتے ہوئے کہا اور روحی کی مسکراہٹ ایک دم ختم ہو گئی۔

"کیا نام بتایا تھا اس نے؟"

"زیب النساء راحیل نقاش۔"

"زیبا........ پولیس اسٹیشن........ مگر کیوں؟" اس نے پریشان لہجے میں کہا اس کی آنکھوں کی بے چینی میں مصنوعی پن نہیں تھا۔

"پولیس اسٹیشن کا انچارج وہ شخص تھا جس نے اس کے والد کے قتل کی تفتیش کر کے اس کی ماں کو قاتل قرار دیا تھا۔ زیبا نے اس سے کہا کہ وہ اس کیس کی دوبارہ تفتیش کرانا چاہتی ہے کیونکہ اس کی ماں بے گناہ ہے اس کی ماں کے سامان سے ایک خط برآمد ہوا ہے جس میں اس نے زیبا سے کہا ہے وہ نقاش کی قاتل نہیں ہے۔ زیبا اپنی ماں کی روح کو سکون پہنچانے کے لئے اس کی بے گناہی ثابت کرنا چاہتی ہے۔ اسٹیشن انچارج نے اسے ٹال دیا لیکن میں اس کے لئے کام کر رہی ہوں اور اس کے لئے مجھے آپ کی مدد درکار ہے۔"

روحی کے چہرے پر اداسی پھیل گئی پھر اس کی آنکھوں میں نمی ابھری اور پھر آنسو اس کے رخساروں پر پھسلنے لگے۔ وہ رندھی ہوئی آواز میں بولی۔ "نہ جانے زیبا کے دل میں کیا ہے نہ جانے وہ مجھ سے اتنی بددل کیوں ہے ٹھیک ہے کہ وہ ہمارے درمیان نہیں رہی لیکن وہ اتنی بچی بھی نہیں کہ اسے رشتوں کا علم نہ ہو ایسے کسی خط کا تذکرہ وہ مجھ سے تو کر سکتی تھی نہ جانے کیوں ...."

"کیا آپ میری مدد کرنا پسند کریں گی........؟" میں نے کہا

"اوہ........ تم کیسی باتیں کرتی ہو' وہ میری بہن تھی........ وہ اور کیا میں نے اس کے لئے کوئی کسر چھوڑی تھی........ وہ........ اس نے ایسی زبان بند کی تھی کہ........ کہ........۔" روحی رومال سے آنسو خشک کرنے لگی پھر اس نے کہا۔ "زیبا نے تم سے درخواست کی ہے؟"

"ہاں۔"

"کیا تم اس سلسلے میں کچھ کر سکتی ہو........؟"

"میں کوشش کر رہی ہوں۔"

"کاش وہ زندہ رہتی' کاش........ مگر میں جانتی ہوں وہ زندہ نہیں رہنا چاہتی تھی........ پاگل تھی وہ........ اس کے لئے نقاش سے زیادہ اسے دنیا میں کوئی پیارا نہیں تھا اپنی بیٹی بھی نہیں........ وہ غصے میں کچھ بھی کر سکتی تھی وہ خود مر سکتی تھی نقاش کو کبھی قتل نہیں کر سکتی

تھی...... وہ اس کی قاتل نہیں تھی۔"

"مگر پولیس رپورٹ، ثبوت، عدالت، وکیل......" میں نے کہا۔

"سب دھوکہ کھا گئے...... جس نے اسے قتل کیا اس نے سب کو دھوکہ دیکر قمر کو قاتل ثابت کر دیا لیکن میں آج بھی یہی کہتی ہوں قمر نقاش کی قاتل نہیں تھی...... وہ صرف صرف شکار کی گئی۔"

"آپ کے خیال میں نقاش کا قاتل کون ہو سکتا ہے؟"

"انور راہی......" روحی نے کہا اور میں بھونچکی رہ گئی روحی نے میری طرف توجہ دیئے بغیر کہا۔ "وہ شاطر جس نے اپنے رقیب کو بالآخر قتل کر دیا، کیونکہ ایک زمانے میں وہ قمر سے محبت کا دعویٰ کرتا تھا وہ اس سے شادی کر کے اس کی دولت سے اپنا مستقبل تابناک بنانا چاہتا تھا لیکن قمر کبھی اس کی طرف متوجہ نہیں ہوئی اور اس نے نقاش سے شادی کر لی۔"

"کیا نقاش یہ بات جانتا تھا......؟"

"ہاں اسے واقعات کا علم تھا۔"

"اس کے باوجود وہ دونوں دوست تھے۔"

"نقاش ایک بے غیرت انسان تھا وہ رنگ رلیوں کا رسیا تھا اسے کسی شے سے غرض نہیں تھی اپنی بیٹی سے بھی نہیں۔"

"آپ سے نقاش کے کیسے تعلقات تھے......؟"

"اس کی حقیقت کھلنے کے بعد میں نے ہمیشہ اس سے نفرت کی، اگر اپنی بہن کی محبت کا خیال نہ ہوتا تو...... شاید میں اسے خود قتل کر دیتی...... وہ اتنا ہی قابل نفرت انسان تھا۔"

"قمر سے آپ کی اس موضوع پر گفتگو ہوئی......؟"

"کئی بار...... خاص طور سے جب شمائل نے کھل کر اس کا اظہار کیا کہ وہ نقاش سے شادی کر رہی ہے تو میری اس سے بہت سی باتیں ہوئی تھیں اس نے روتے ہوئے کہا کہ ایسا ہونے سے پہلے وہ مر جائے گی وہ خود مر سکتی تھی مگر نقاش کو قتل کرنا اس کے لئے ممکن نہیں تھا۔"

○----------☆----------○

روحی کے مکان سے باہر نکلی تو ساڑھے آٹھ بج چکے تھے باہر آکر مجھے شہریار یاد آیا آج اس کے ساتھ زیادتی ہوگئی تھی اصولی طور پر شہریار کو اس سے زیادہ میرا انتظار بھی نہیں کرنا چاہئے تھا لیکن غیر اختیاری طور پر میرا رخ اسی طرف ہو گیا تھا اور پھر میں نے ریستوران میں داخل ہو کر اندر بھی جھانکا تھا۔ شہریار پوری وردی میں ملبوس وہاں موجود تھا...... اس وقت مجھے اس پر بہت پیار آیا اور نہ جانے کیوں بڑی خوشی محسوس ہوئی۔ ذہن پر ایک خوشگوار کیفیت لئے میں اس کے پاس پہنچ گئی اس کے استقبال کے انداز میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔

"معذرت طلب کروں، یا معافی مانگوں" میں نے کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ضرورت محسوس کرتی ہو؟"

"ہاں، بہت دیر ہو گئی۔"

"حبس کافی ہے، میں خوش ہوں۔" شہریار نے کہا۔

"کیا مطلب......؟"

"دیر ہوئی آنے میں ان کو، شکر ہے پھر بھی آئے تو...... اور آنے کا مطلب ہے کہ کچھ آنچ تپش وغیرہ ادھر بھی ہے کچھ اعتماد بھی ہے کہ کوئی منتظر ہوگا حالانکہ منزل عشق میں ہجرو فراق کا کوٹہ بھی معقول ہوتا ہے اور جب تک یہ لوازمات یکجا نہ ہوں داستان عشق مکمل نہیں ہوتی چنانچہ ہمیں یہ فراق کا ڈیڑھ گھنٹہ مبارک۔"

"پولیس کی وردی میں شاعری کچھ اچھی نہیں لگتی۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"دل کی بھڑاس اسی طرح نکلتی ہے شاعر اظہار کرتا ہے کہ حسن و عشق کی نازک خیالیوں کو قانون کے لحاف میں لپیٹ لیا گیا ہے بہرحال چھوڑو ان باتوں کو دیر کہاں ہو گئی۔"

"چائے منگواؤ......" میں نے اس کے لہجے کی نقل کی اور وہ اچھل پڑا پھر اس نے میری مانند ویٹر کو اشارہ کر دیا تھا۔ میں ہنستی رہی۔ وہ بولا۔

"میں اتنی دیر میں اظہار کر دیتا ہوں یہاں تم کچھ دیر کر رہی ہو۔"

"پانچوں کی کہانی مکمل ہو گئی ہے۔"

"کوئی بات بنی......؟"

"تم سے مشورہ کرنا ہے۔" میں نے کہا اور اس نے سنجیدگی سے گردن ہلا دی اس دوران چائے آ گئی تھی پھر میں نے ترتیب وار اسے ان لوگوں کے بیانات سنائے اور وہ ان پر غور کرنے لگا دیر تک ہم خاموشی سے چائے کے گھونٹ لیتے رہے پھر شہریار نے کہا۔

"میں کچھ خیال کروں......؟"

"بیانات میں نے وقت گزارنے کے لئے تو نہیں سنائے۔"

"صرف ایک شخصیت ایسی ہے جو کہتی ہے کہ قتل قمر النساء نے نہیں کیا۔"

"اس کی سوتیلی بہن روحی۔"

"اسی کی بات کر رہا ہوں میرے خیال میں وہ بھی قاتل ہو سکتی ہے بہن کا وہ جلاپا جو بچپن سے اس کے ذہن میں ہو، وہ ان لمحات کو فراموش نہ کر پائی ہو، اور جب اسے موقع ملا اس نے وار کر دیا اس کے بعد لائن میں کون رہ جاتا ہے بقول تمہارے وہ بے وقوف سی لڑکی۔"

"ہاں ہو سکتا ہے۔"

"قاتل انور راہی بھی ہو سکتا ہے رقیب روسیا نے اس کی آرزوئیں پامال کر کے اسے دہری ضرب لگائی تھی مالی نقصان اور محبوبہ دسترس...... رقیب کے لئے دل میں نفرت اور محبت

کے لئے شکایت اور بے وفائی کے انتظام کا جذبہ' جسے قتل کیا جاسکتا تھا قتل کر دیا اور دوسرے کو سزا دلوا دی۔"

"اچھا آئیڈیا۔" میں نے گردن ہلا کر کہا

"شمائل...... وہ بھی یہ کام کر سکتی ہے۔"

"کیوں......؟"

"دعوت والے دن یا قتل والے دن بند کمرے میں ممکن ہے اس نے نقاش سے مطالبہ کیا ہو کہ وہ اب اس الجھن کو ختم۔ کردے اور جو کچھ کرنا ہے جلد کر ڈالے نقاش نے معذوری ظاہر کر کے کہا ہو کہ یہ مشکل نظر آ رہا ہے قمر ایسا نہ کرنے دے گی اور وہ اب اس الجھن سے تنگ آگیا ہے۔ شمائل بھڑک اٹھی ہو' اور اس نے کہا ہو کہ ٹھیک ہے کہ اگر تم میرے نہیں ہو سکتے تو اس کے بھی نہیں ہو سکتے اس نے چالاکی سے یہ کام کر ڈالا ہو۔"

"شاید......۔" میں بولی۔

"رحمان درانی اور رقیہ بیگم بھی ایسا کر سکتے ہیں ویسے میں بھی صاحب خان کے خلاف فیصلہ دیتا ہوں۔"

"کیا مطلب؟" میں چونک پڑی۔

"قاتل سو فیصد صاحب خان ہوگا۔" شہریار نے حتمی لہجے میں کہا۔

"کیا چائے نے شراب کا اثر دکھایا ہے۔" میں نے آنکھیں نکال کر کہا۔

"راحیل نقاش کا نہ سہی میرا' کیونکہ تم سے ملاقات کرنے کے بعد سوا آٹھ بجے مجھے بالی نگر پہنچنا تھا جہاں اسے منشیات کے ایک اڈے پر چھاپہ مارنا تھا وہ وہاں پہنچ چکا ہوگا اور میرا انتظار کرنے کے بعد نہ جانے اس نے کیا ہو کام چونکہ اہم تھا اور مجھ پر کچھ ذمہ داریاں ڈالی گئی تھیں لیکن میں یہاں ہجر و فراق پر شعر موزوں کر رہا تھا اس لئے اب میری زندگی خطرے میں پڑ گئی ہے۔"

"ارے توبہ...... تم چلے کیوں نہ گئے۔"

"فراق کے موسم نے پاؤں پکڑ لئے تھے بہرحال اس طرح قتل ہونے میں لطف آتا ہے میں اس کے لئے تیار ہوں۔"

میں نے کہا۔

"اب چاہو تو چلے جاؤ۔"

"گھڑی میں وقت دیکھ لو ذرا...... ساڑھے نو بجنے والے ہیں شکر کرو ہم مرد ہیں گھڑکیاں جھڑکیاں صبر و سکون سے برداشت کر سکتے ہیں تم اپنے قاتلوں کی بات کرو میرے خیال میں تو ان پانچوں ہی کو تختہ دار تک لے آؤ...... مگر......۔" شہریار خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا میں اسے دیکھتی رہی تھی کچھ دیر کے بعد اس نے کہا "اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ...... کہ اس کی ضرورت

ہی نہ پیش آئے۔"

"کیا مطلب......؟"

"اس بوتل کو کس خانے میں فٹ کرو گی جس پر سے قمر النساء انگلیوں کے نشانات صاف کر رہی تھی اور وہ بھی اس عالم میں جب اس پر غم واندوہ کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے جب اس کا محبوب اس کی آنکھوں کے سامنے مردہ حالت میں پڑا تھا اور جب وہ چند لمحات کے لئے اس لاش کے پاس تنہا تھی...... اوہ نہیں...... مس لبنیٰ غضنفر سب کچھ چوپٹ ہوگیا زبان خلق ہی نقارہ خدا ٹھہری...... قاتل قمر النساء ہی ہے۔"

"نہیں پیارے شاعر...... ہرگز نہیں...... یہ کاوش ہی اس کی بے گناہی کا ثبوت ہے میں اسے ثابت کروں گی۔" میں نے کہا......

شہریار نے تھکی تھکی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولا۔

"مجھے اپنا مستقبل مشکوک نظر آنے لگا ہے۔ دیکھیں تقدیر میں کیا لکھا ہے؟"

"کیوں......؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بس عجیب سے حالات ہیں سمجھ میں نہیں آتا کیا ہوگا۔ ویسی معاملات ہی کیا کم تھے کہ ان میں بدیسی الجھنوں کی آمیزش بھی ہوگئی ہے۔ ویسے اب میں غضنفر صاحب کا ہمنوا ہوتا جا رہا ہوں۔ تمہیں وہی سب کچھ کرنا چاہئے جو غضنفر صاحب نے چاہا تھا اس پروفیشن میں آکر تمہیں جو مراعات مل گئی ہیں نہ جانے تم ان سے کیا کیا حشر ڈھاؤ۔ خدا کی بندی ہمارے ہاں سیدھے سادے جرائم ہوتے ہیں جسے جو کرنا ہوتا ہے کر ڈالتا ہے اور خود پریشان ہوتا ہے نہ پولیس کو پریشان کرتا ہے تم بلاوجہ شرلک ہومز بننے کی کوشش کر رہی ہو۔"

"تمہارے خیال میں راحیل نقاش کی قاتل قمر النساء ہی ہے......؟"

"اب تک تو قبر میں بھی اس کا حساب کتاب ہو چکا ہوگا۔ تم میرا خیال پوچھ رہی ہو۔"

"یہی تو اختلاف ہے مجھے۔ بہرحال میں اصل قاتل کو ضرور سامنے لاؤں گی خواہ اسے سزا ملے یا نہ ملے۔"

"ضرور لاؤ۔ میں تو اپنے لئے پریشان تھا۔"

"تمہیں کیا پریشانی لاحق ہے آخر......؟" میں نے کہا۔

"کمال کرتی ہو' دیکھو نا یونیورسٹی کے دور میں ناسمجھ تھا سوچے سمجھے بغیر عشق کر بیٹھا تھا۔ پہلا جھٹکا اس وقت لگا جب تم نے باہر جانے کا فیصلہ کیا تمہارے جانے کے بعد بہت سی اردو فلمیں دیکھیں اور ان سے یہ سبق حاصل کیا کہ غریب ہیرو کو کبھی امیر ہیروئن سے عشق نہیں کرنا چاہئے۔ جان عذاب میں آجاتی ہے۔ طرح طرح کے خطرات درپیش ہوتے ہیں۔ یہ سوچ کر اطمینان کرلیا کہ ہیروئن ہی پردے سے ہٹ گئی ہے۔ مستقبل کے سنہرے خواب چکنا چور ہوئے اور سب انسپکٹری پر گزارہ کرنا پڑا تو مزید سکون ہوا کہ چلو اچھا ہے بات آگے نہ بڑھی۔ لیکن

تمہاری واپسی' ملاقات' گرین فاؤنٹین اور یہ سب کچھ پھر اسی دنیا میں کھینچ لائے- کہانی پھر جاری ہوگئی- اب مراحل عشق میں دیسی دولت مند باپ ہے' محبت کے راستے میں رکاوٹوں والی دوڑ ہے- منزل عشق میں ثابت قدمی کا مرحلہ ہے نوکری اور زندگی کا داؤ ہے اور فرض کرلو کامیابی مل جائے تو اس کے بعد برفانی وادیوں میں قلانچیں بھرتے ہوئے طربیہ گیت گانے کے بجائے ڈاکٹر واٹسن بننا پڑے گا بیگم صاحبہ کالی گھٹاؤں جیسے بالوں کی چھاؤں میں جینے کا درس دینے کے بجائے بلی' بکری' گیدڑ اور ڈاکٹر نکولا کو سامنے رکھ کر ان میں سے اصل مجرم چھانٹنے میں مصروف رہیں گی-"

"تمہاری شاعری کی صنف بدلنے لگی ہے اس لئے اب اٹھو دیر ہو رہی ہے- مجھے میزان لکھنا ہے-"

"کیا لکھو گی کل کے میزان میں......؟"

"اسی کہانی کا آغاز کروں گی-"

"خدا خیر کرے-" شہریار نے کہا-

○---------☆---------○

دوسرے دن اپنے کالم میزان میں' میں نے لکھا تھا-

"بلند وبالا عمارتیں' لہلہاتے سبزے کے پارک جگمگاتی کاریں' خوبصورت عمارتیں' گھن گرج' مشینیں ملکی مصنوعات سے سجی دکانیں جن میں زندگی کی ساری ضرورتیں موجود' دکھ اور سکھ کی یہ ساری کہانیاں' میرا وطن امیر ہے اور میں اسے اطمینان کی نگاہ سے دیکھتی ہوں ہمارے محنت کش' صنعت کار' انجینئر' ڈاکٹر دنیا کے تمام ترقی یافتہ ملکوں سے کسی طور کم تر نہیں ہمارا مستقبل محفوظ ہے- ہم ایک اعلیٰ مستقبل کے مالک ہیں- ہماری قدریں ہماری روایات کی دولت سے مالا مال ہیں پھر ہم میں سے ایک کا دل داغدار کیوں......؟"

یہ ایک بچی ہے- جسے لوگ زیبا نقاش کے نام سے جانتے ہیں- اس نے کچھ دن قبل ہوش و حواس کی منزل میں قدم رکھا ہے جہاں اسے بتایا گیا ہے کہ وہ ایک ایسے باپ کی بیٹی ہے جو ایک مشہور مصور تھا اور جسے اس کی ماں نے قتل کیا ہے- اس بچی کا "کل" غیر محفوظ ہوگیا ہے- قاتل ماں کی چھاپ اس کے پورے مستقبل پر محیط رہے گی اور اس پھولوں بھرے وطن میں اسے کوئی مقام نہ مل سکے گا- وہ ہمیشہ کالی نگاہ سے دیکھی جائے گی- اگر وہ کسی قاتل ماں کی بیٹی ہوتی تو ہم اس کے حسین چہرے کے اس داغ سے مجبور ہوتے' لیکن ...... یہ داغ اس کا نہیں ہے' وہ شکار کی گئی ہے' وہ شکار ہوگئی ہے ان سرسری نگاہوں کی جنہوں نے اس قتل کی سطحی طور پر دیکھتے ہوئے ایک بے گناہ عورت کو قاتل قرار دیدیا...... وہ ایک قاتل ماں کی بیٹی نہیں ہے- کیا اس کی ماں کو قاتل قرار دینے والے اپنے قیمتی وقت میں سے کچھ وقت نکال کر ان حقیقتوں کی گہرائیوں میں جھانکنا پسند کریں گے جن میں اصل قاتل کا چہرہ چھپا ہوا ہے- کیا کچھ

وقت دے سکتے ہیں- یہ وقت انہیں نکالنا ہوگا ایسا نہ ہوا تو ہم ان کی طرف سے خوف کا شکار ہو جائیں- خود کو اپنی اس جنت میں غیر محفوظ سمجھنے لگیں- بہت جلد میں اپنے اس کالم میں ان لوگوں کا تعارف کرواؤں گی جو دانستگی میں' یا ناپختہ تحقیق کر کے اس بچی کے مستقبل کو تاریکی کی طرف دھکیلنے کا باعث بنے ہیں-

اس کالم کا خاطر خواہ نتیجہ نکلا تھا- نیوز ایڈیٹر صاحب نے مجھے اپنے آفس میں طلب کرلیا-

"آج کا میزان تو بہت تہلکہ خیز رہا مس لبنیٰ- کچھ لوگوں نے فون کر کے آپ سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا ہے- اور ہاں چیف ایڈیٹر صاحب نے کہا ہے کہ آپ ان سے مل لیں-

چیف ایڈیٹر صاحب نے کہا- "مس لبنیٰ...... کیا آپ اس کیس کے سلسلے میں کوئی واضح ثبوت رکھتی ہیں آپ کو علم ہے کہ یہ بات بہت بڑی ہے-"

"میں جانتی ہوں سر...... اور یقینی طور پر ثبوت پیش کروں گی-"

"عدلیہ کے کچھ اراکین نے خصوصی طور پر رابطہ قائم کر کے کہا ہے کہ یہ کالم بہت اہمیت کا حامل ہے بڑے ثبوت پیش کرنے پڑیں گے ورنہ اخبار کے لئے مشکلات پیدا ہو جائیں گی-"

"آپ کا ذاتی خیال کیا......؟"

"اگر بنیادی طور پر ہم مضبوط ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب کچھ ہمارے اخبار کی روایت میں ایک گرانقدر اضافہ ہوگا- میں اس کے لئے آپ سے یقیناً تعاون کروں گا-"

"تب آپ اطمینان رکھئے سر...... اخبار کی ساکھ کو میں خراب نہ ہونے دوں گی-"

"تاہم ابھی کچھ انتظار کرلینا ان کے بارے میں فوری طور پر لکھنے کی ضرورت نہیں ہے-"

"جی یقیناً" میں نے "بہت جلد" کا لفظ اسی لئے استعمال کیا ہے-"

"گڈ...... ہمارا تعاون حاضر ہے مس لبنیٰ...... اور آپ پر پورا اعتبار کیا جاتا ہے-"

شہریار ملا تو بولا- "صاحب خان صبح سے دانت پیس رہا ہے وہ اس کیس میں افسر تفتیش رہا ہے کہہ رہا ہے کہ یہ تتلی' چکور بننے کی کوشش کر رہی ہے-"

"یہ اصطلاح میری سمجھ میں نہیں آئی......؟"

"تتلی کے پر کمزور ہوتے ہیں اور وہ تیز ہواؤں میں اونچا نہیں اڑ سکتی' چکور شاید زیادہ اونچا اڑ لیتا ہے-"

"شاہین کی پرواز کے بارے میں کیا خیال ہے-"

"ہاں وہ تو شاید ٹھیک ٹھاک ہوتی ہے-" شہریار نے جواب دیا-

میرا کام جاری تھا- میرے اس کالم کا ردعمل شاندار ہوا تھا- انور راہی نے دفتر آکر مجھ سے ملاقات کی تھی-

"میزان نے ہمیں دہشت زدہ کر دیا ہے- کیا اس سلسلے میں دوبارہ ہماری ٹانگ گھسیٹی

جائے گی......؟"

"حقیقت سامنے لانا ضروری ہے مسٹر راہی' کچھ باتیں ایسی ہیں جو آپ نے مجھ سے چھپائیں' یقیناً عدالت میں بھی آپ نے انہیں پوشیدہ رکھا ہوگا- میری تحقیقات انہیں منظرعام پر لائے گی-"

"اور میں اس سلسلے میں آپ سے تعاون کروں تو......؟"

"یہ ایک اچھی بات ہوگی- آپ کچھ بتانا چاہتے ہیں-"

میں نے پوچھا- اور انور راہی کسی سوچ میں گم ہوگیا- پھر اس نے کہا-

"میرا خیال ہے آپ کے بجائے مجھے کسی اچھے وکیل سے رجوع کرنا چاہئے- آپ سے بس اتنا ضرور کہوں گا کہ زندگی بہت قیمتی چیز ہوتی ہے-"

"دھمکی......؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا-

"جو بھی آپ سمجھ لیں......" وہ بولا اور پھر اس نے کچھ نہ کہا اور چلا گیا- مجھے جس رابطے کا انتظار تھا اس کے لئے شام کے چھ بج گئے- میں دفتر سے اٹھنے والی تھی کہ مجھے عرشی صاحب کا فون ملا-

"کب فراغت ہوگی دفتر سے......؟"

"بس اٹھنے والی تھی جناب حکم دیجئے......؟"

"ملنا چاہتا ہوں-"

"رات کو آٹھ بجے حاضری دے سکوں گی-"

"اس وقت ممکن نہیں ہے......؟"

"نہیں کچھ ضروری کام ہیں-" میں نے معذرتی انداز میں کہا-

"ٹھیک ہے- پھر اپنے گھر پر انتظار کروں گا پتہ نوٹ کرلو-" عرشی صاحب نے کہا-

آٹھ بجنے میں دس منٹ تھے جب میں شہریار کے ساتھ گرین فاؤنٹین سے باہر نکلی یہاں سے میں نے عرشی صاحب کے بتائے ہوئے پتے کا رخ کیا تھا- وہ میرے منتظر ملے اور مجھے ایک آراستہ کمرے میں لے گئے-

"میزان کا اصل روپ میں نے اب دیکھا ہے- ویسے یہ کالم مجھے پہلے ہی خطرہ محسوس ہوا تھا-"

"آپ اسے خطرہ کہیں گے......؟"

"اخلاق بھی نہ برت سکوں گا اس بارے میں' خطرہ تو ہے اور اتفاق سے خطرے کی ابتداء بھی مجھ سے ہوئی ہے- تم نے خوب پاؤں جما کر کام شروع کیا ہے-"

"سمجھی نہیں......؟"

"ڈپٹی انسپکٹر جنرل فخری میرے ایک دوست کے بیٹے کے سسر ہیں' مجھ پر مہربان ہیں

خصوصی طور پر انہوں نے میزان کا تذکرہ کیا تھا اور بتایا تھا کہ تم نے ان سے مل کر اس کیس کا فائل افسر متعلقہ سے نکلوایا تھا- انہوں نے یہ بھی کہا کہ وہ تمہیں ہر طرح کی امداد فراہم کرنے کے خواہاں ہیں کیونکہ کم از کم اس ملک میں یہ کسی کرائم رپورٹر کا نیا روپ ہے-"

"میرے وطن کے لوگ برے سمجھے جاتے ہیں' برے ہیں نہیں......" میں نے جذباتی لہجے میں کہا-

"ہاں' لیکن ان کے ساتھ بہتر سلوک بھی ضروری ہے- بہرحال تمہارے میزان کا آغاز مجھ سے ہوتا ہے اور تم جانتی ہو کہ میں نے اس سے پہلے بھی تم سے تعاون کیا ہے اب بھی میں تم سے تعاون کرنا چاہتا ہوں- مجھے بتاؤ اسے کہاں سے شروع کرنا ہے کیا تمہارے ذہن میں کوئی پروگرام ہے......؟"

"سوفیصد......؟"

"کیا......؟"

"اس کیس کو ری اوپن کرنا ہوگا- اور از سرنو اس کی تحقیقات کروانی ہوگی-"

"ایک کام کراسکتی ہو......؟"

"فرمائیے......؟"

"زیبانقاش کو تیار کرو کہ وہ مجھے وکیل کر کے اس کیس کی دوبارہ تحقیقات کرائے- میں ہی دوبارہ یہ کیس لڑوں...... بشرطیکہ تمہیں میری دیانتداری پر شبہ نہ ہو-" میں نے مسکراتی نگاہوں سے عرشی صاحب کو دیکھا پھر کہا-

"مجھے آپ پر مکمل اعتماد ہے انکل-"

"شکریہ...... تو پھر مجھے تمہارا ساتھ بھی درکار ہوگا- تمہاری مدد کے بغیر یہ ممکن نہ ہوسکے گا-"

"میں جانتی ہوں-"

"کب سے شروع کر رہی ہو یہ کام-"

"کل سے انکل-"

دیر تک عرشی صاحب سے گفتگو کرتی رہی جب وہاں سے چلی تو عرشی صاحب بولے-

"تمہیں نظر لگ جائے گی- بے شمار اخبارات ہیں اور بے شمار رپورٹر لیکن جو کچھ تم نے شروع کیا ہے وہ انوکھا ہے- اور ایک رائے بھی دینا چاہتا ہوں تمہیں......!"

"وہ کیا انکل......؟"

"تمہارے دشمنوں کی پیداوار شروع ہوگئی ہوگی چنانچہ اپنے تحفظ کے لئے ابھی سے کام شروع کردو......" میں ہنس دی پھر میں نے کہا-

"آپ کی دعاؤں کی بھی ضرورت ہے انکل......"

○---------☆---------○

دوسرے دن اپنے معمولات سے فارغ ہو کر میں آفس سے باہر نکل آئی اور یہاں سے سیدھی زیبانقاش کے پاس پہنچی۔ رقیہ بیگم اور روحی جمال بھی یہاں آئی ہوئی تھیں میرا غیر معمولی خیر مقدم کیا گیا۔ روحی نے بہت زیادہ خلوص کا مظاہرہ کیا تھا۔

"میں یہ اخبار لے کر زیبا کے پاس آئی تھی۔ دراصل روزانہ اخبار نہ پڑھنے کی عادت بھی بری ہوتی ہے۔ پہلے میرا یہ مزاج نہیں تھا قمر کی موت کے بعد یہ کیفیت پیدا ہوئی ہے پہلے صبح کا ناشتہ اخبار کے بغیر پورا نہ ہوتا تھا قمر جدا ہو گئی تو دل اتنا کمزور ہو گیا کہ ہولناک خبریں برداشت نہیں ہوتیں کوئی بری خبر پڑھ لی اور پورا دن اختلاج میں گزر گیا۔ رقیہ بیگم کے کہنے پر میں نے اخبار چھوڑا ہے۔"

"جی........"

"جناب رحمان درانی صاحب نے فون کر کے مجھے اس کے بارے میں بتایا تھا اور میں نے انہیں سے یہ اخبار حاصل کیا۔ خود زیبا تمہارے اس کالم اور مضمون سے ناواقف تھی میں نے آکر اسے بتایا ہے۔"

زیبا نے آنسو بھری آنکھوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"باجی آپ نے میرے لئے یہ سب کچھ کیا ہے۔"

"تم سے وعدہ جو کیا تھا زیبا.........؟"

"آپ نے یقیناً دوسرے لوگوں سے ملاقات کی ہو گی۔ لبنیٰ صاحبہ۔" روحی نے کہا۔

"جی ہاں.........!"

"رحمان صاحب گھبرائے ہوئے تھے۔ کہہ رہے تھے کہ مصیبت نئے سرے سے شروع ہو رہی ہے۔ یہ بھی پوچھ رہے تھے کہ کیا آپ نے مجھ سے ملاقات کی تھی۔ میں نے مختصراً ہاں میں جواب دیا تھا۔ دراصل یہ مسٹر درانی بھی کچھ لیچڑ قسم کے آدمی ہیں ابتداء میں انہوں نے مجھ سے عشق کرنے کی کوشش کی۔ وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتے تھے۔ بڑی مشکل سے میں نے انہیں ٹالا.........!"

"اوہ......... یہ میرے لئے نئی خبر ہے مس روحی۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"آپ کا کیا خیال ہے' جو کچھ آپ کر رہی ہیں اس میں آپ کو کیا کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔"

"کوشش کر رہی ہوں۔"

"میرا مطلب ہے کہ سات سال میں ختم ہو جانے والے اس مقدمے کو اب دوبارہ کیسے شروع کیا جا سکتا ہے۔"

"یہ مشکل کام نہیں ہے۔ مس زیبا اسے دوبارہ چلانے کا قانونی حق رکھتی ہیں اور انہیں

اس کام کا آغاز کرنا ہے۔ بلکہ میری خواہش ہے کہ اس مقدمے کے دوران آغاز کے بعد آپ ان کے ساتھ ہی قیام کریں تاکہ انہیں تحفظ حاصل ہو سکے۔"

"میں اس سے کب دور رہنا چاہتی ہوں مگر اس وقت جب اس کی اپنی خواہش ہو۔" روحی نے کہا اور اس کے ان الفاظ پر زیبا پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔ ماحول غمزدہ ہو گیا تھا۔ بڑی مشکل سے زیبا کو خاموش کر لیا گیا۔ اس سے اس طرح رونے کی وجہ لاکھ پوچھی گئی مگر اس نے کچھ نہیں بتایا تھا۔ پھر میں نے اسے اپنا مقصد بتایا تو وہ بخوشی تیار ہو گئی۔

"باجی آپ جیسا کہیں گی میں ویسا ہی کروں گی۔"

"تمہیں آج دو بجے کے بعد میرے ساتھ چلنا ہو گا روحی صاحبہ آپ کا کیا پروگرام ہے؟"

"بس یہاں سے فیکٹری جاؤں گی۔" روحی نے جواب دیا۔ وہ کچھ کبیدہ خاطر نظر آنے لگی تھی۔ وہاں سے آکر میں نے عرشی صاحب کو فون کیا اور انہیں بتایا کہ میں زیبانقاش کو لے کر ان کے پاس آ رہی ہوں۔ پھر دو بجے میں نے زیبا کو اس کی رہائش گاہ سے ساتھ لیا اور چل پڑی۔ زیبا میرے ساتھ بہت مطمئن تھی۔

"میں آپ کو باجی کہہ سکتی ہوں نا۔"

"کیوں نہیں۔"

"باجی آپ نے روحی آنٹی سے کہا تھا کہ وہ میرے ساتھ رہیں' باجی میں خود تنہائی سے گھبراتی ہوں میرا جی چاہتا ہے کہ کوئی میرے پاس ہو' لیکن .... یہ پتہ تو چل جائے کہ میرے ماں باپ کا قاتل کون تھا۔ ہاں باجی میرے باپ کو زہر دے کر مارا گیا اور میری ماں غم کا شکار ہو گئی کہ اس پر میرے باپ کے قاتل ہونے کا الزام لگایا گیا تھا۔ مجھے تو دونوں سے محروم کر دیا گیا ناں۔ حقیقت تو کھل جائے کہ وہ کون تھا۔"

"میں سمجھ رہی ہوں زیبا۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

عرشی صاحب نے ہم دونوں کا پرتپاک خیر مقدم کیا تھا۔ زیبا کی نوعمری سے وہ بھی بہت متاثر ہوئے انہوں نے کہا۔

"یہ کیس اپنی نوعیت کا منفرد ہو گا لبنیٰ اور میری پوزیشن بڑی مضحکہ خیز ہو جائے گی کیونکہ اس کی موافقت بھی میں نے کی تھی اور اب مخالفت بھی میں ہی کروں گا۔ ویسے قانونی دنیا میں یقیناً ایسا واقعہ کوئی اور بھی ہو گا۔ میرے علم میں نہیں ہے۔" عرشی صاحب نے درخواست وغیرہ تیار کر لی تھی۔ تمام کاغذات پر زیبا کے دستخط کرائے گئے اور ضروری کارروائی مکمل ہو گئی۔ عرشی صاحب نے زیبا کو اس سلسلے میں ہدایات دیدی تھیں۔ چنانچہ ابتدائی امور کے طور پر عدالت میں زیبا کی درخواست داخل کر دی گئی۔ عرشی صاحب نے تمام قانونی اقدامات کر لئے تھے۔ واپسی میں انہوں نے کہا۔

"اور اب محترمہ لبنیٰ صاحبہ' آپ کو اس سلسلے میں میری پوری مدد کرنا

ہو گی......"

"میں جانتی ہوں عرشی صاحب۔"

"کب سے کام شروع ہو رہا ہے"

"کل سے۔"

"ہماری پہلی نشست کب ہو گی۔"

"کل جو وقت آپ دیں۔"

"دفتر سے کس وقت اٹھ جاتی ہو؟"

"کوئی پابندی نہیں ہے۔"

"کل پانچ بجے۔ کیا خیال ہے۔"

"یقیناً لیکن سات بجے تک۔"

"یہ دو گھنٹے بھی تمہارے لئے وقف ہیں۔ میں انتظار کروں گا۔ شام کو معمول کے مطابق شہریار سے ملاقات ہوئی تو بولا۔

"ان دنوں میں مستقبل کے بارے میں سخت پریشان ہوں۔ ویسے دوستی میں ایک بات تو دو۔" میں سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی کچھ دیر کے بعد اس نے کہا۔ "وہ نخل آرزو کھلے کے کچھ امکانات ہیں یا نہیں۔"

"نخل آرزو کیا ہوتا ہے؟"

"میرا مطلب ہے اس کے ٹمٹماتے چراغوں میں تیل ڈالوں یا نہیں۔" وہ بولا

"افوہ، تم مرکری بلب کے اس دور میں چراغوں کی بات کر رہے ہو۔"

"اپنی بساط بھربات کر رہا ہوں۔"

"سنجیدہ ہو"

"خدا کی قسم ہر بار سنجیدہ ہوتا ہوں مگر کیا کروں تمہاری غیر سنجیدگی پر نکتہ چینی بھی تو نہیں کر سکتا۔"

"تو پھر ابھی جلدی مت کرو، مناسب وقت آنے کا انتظار کرلو۔"

"قیامت سے ایک ہفتے پہلے تک انتظار کر سکتا ہوں بس یہ اطمینان ہو جائے کہ......کہ اس دوران کام بن جائے گا۔"

"چائے منگاؤ بھی......" میں نے ہنستے ہوئے کہا کہ شہریار "ویٹرویٹر" چیخنے لگا۔

پروگرام کے مطابق عرشی صاحب کے ساتھ نشست جم گئی۔ عرشی صاحب پوری تیاری کر کے بیٹھے تھے اور پھر میں انہیں اپنی معلومات سے آگاہ کرنے لگی ہم لوگ ایک نقطے پر غور کر رہے تھے۔ اس میں کافی دیر لگ گئی۔ عرشی صاحب نوٹس لیتے جا رہے تھے اور مجھے تحسین آمیز نظروں سے دیکھتے بھی جا رہے تھے۔ وقت کا کوئی احساس نہ ہو سکا جب ہمیں ہوش آیا تو کافی

رات ہو گئی تھی۔

میزان کے کالم مختلف خبروں اور ان پر تبصروں پر چھپتے رہے۔ میں نے دوبارہ اس موضوع پر نہیں لکھا تھا لیکن اس کے لئے مسلسل مواد تیار کر رہی تھی۔ پھر اس کیس کی پہلی پیشی ہوئی، جج صاحب وہ نہ تھے جنہوں نے سات سال پہلے اس کیس کی سماعت کی تھی۔ وکیل سرکار نے پہلا سوال وہی کیا جس کی توقع تھی۔

"ایک ایسے مقدمے کو دوبارہ شروع کیا جا رہا ہے جس کے شروع کرنے کا بظاہر کوئی جواز نہیں ہے۔"

"جواز ہے جناب عالی، مقتول راحیل نقاش اس دنیا میں نہیں ہے۔ ملزمہ قمر النساء نقاش بھی دوران سزا انتقال کر چکی ہے لیکن ان دونوں کی نشانی زیبا نقاش زندہ ہے اس نو عمر لڑکی نے اپنی زندگی کا آغاز کیا ہے۔ اس کے سامنے پورا مستقبل پڑا ہے وہ ایک ایسی ماں کی بیٹی نہیں کہلانا چاہتی جس نے اپنے شوہر کو قتل کر دیا ہو۔ یہ داغ اس کی پوری زندگی پر پھیل سکتا ہے اور وہ معاشرے کے لئے قابل قبول نہیں بن سکتی۔ اسے حق حاصل ہے کہ قانون کا سہارا لے کر اس داغ کو اپنے چہرے سے مٹا دے۔" عرشی صاحب نے کہا۔

"مجھے ایک سزا یافتہ مجرمہ کے صرف ملزمہ کہنے پر اعتراض ہے۔" وکیل سرکار نے کہا۔

"اور میں اسے مجرمہ نہیں کہہ سکتا کیونکہ حقائق یہ ثابت کرتے ہیں۔"

"قمر النساء کو موت کی سزا دی گئی تھی ان تمام ثبوتوں کی بنیاد پر جس سے وہ مجرم ثابت ہوئی تھی، بعد میں اسے موت کی سزا سے عمر قید میں تبدیل کر دیا تھا لیکن احساس جرم نے اسے زندہ نہ رہنے دیا۔ کیا اس کے بارے میں عدالت کا فیصلہ غلط تھا۔" وکیل سرکار نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے یہ نیا مقدمہ قرار پایا مگر مقتول اور قاتل پرانے ہی رہیں گے یا ان کی شخصیت میں کوئی ترمیم ہو گی۔"

"عدالت کے فیصلے غلط نہیں ہوتے لیکن یہ فیصلے ان ثبوتوں کی بنیاد پر ہوتے ہیں جو بعض اوقات مسخ شدہ ہوتے ہیں یا کر دیئے جاتے ہیں۔ دو انسان ختم ہو گئے لیکن ان سے متعلق ایک ایسی شخصیت فریاد کرتی ہے کہ اگر حقائق یہ ثابت کر دیں کہ اس کی ماں بے گناہ تھی تو اسے معاشرے میں اس کا صحیح مقام مل سکتا ہے۔ کیا ایک شہری کو قانون کے استعمال کا حق حاصل نہیں ہے۔"

"قانون ہر شہری کو یہ حق دیتا ہے۔" جج صاحب نے اعتراف کیا۔

"تو پھر اس مقدمے کو کسی اعتراض کے بغیر چلانے کی اجازت دی جائے۔"

"اجازت دی جاتی ہے۔" عدالت نے عرشی صاحب کا موقف تسلیم کرلیا۔ وکیل سرکار نے کہا۔

"خوش قسمتی سے سات سال قبل جب یہ مقدمہ چلایا گیا تھا، میں مجرمہ قمر النساء کے

خلاف وکیل سرکار نہیں تھا نہ ہی یہ کیس اس معزز عدالت میں چلایا گیا تھا لیکن وکیل موصوف
اس وقت مجرمہ کے مخالف وکیل کی حیثیت سے اس کیس کی پیروی کر رہے تھے اور اسے
دلانے کا سہرا آپ ہی کے سر ہے۔"

"میں نے عرض کیا ہے کہ عدالت کے فیصلے ثبوتوں کی بنیاد پر ہوتے ہیں اور وکیل بھی
انہی ثبوتوں کی بنیاد پر پیروی کرتے ہیں' جرم کے وقت نہ معزز وکیل سرکار مجرموں کے پاس
موجود ہوتے ہیں اور نہ ہی ہم لوگ۔ اگر وکیل سرکار میری اس وقت کی پیروی پر نکتہ چینی فر
چاہتے ہیں تو میں اس معزز عدالت کے بارے میں ان کے ریمارک سننا چاہتا ہوں جس نے
فیصلہ دیا تھا۔" وکیل سرکار جواب نہ دے سکے تو عرشی صاحب نے کہا۔

"بات ثبوتوں کی ہے' زیبا نقاش کے لئے یہ مسئلہ ذاتی نوعیت کا ہے چنانچہ اسے ایک نئے
مقدمے کی حیثیت دی جائے۔ پرانے ثبوتوں کو مقدمے کی حد تک اہمیت ضرور دی جائے۔ کر
نے کیا کیا اور اس وقت حالات کیا تھے۔ اسے زیر بحث لانا اس نئے مقدمہ کو کوئی مدد نہیں دے
سکتا۔" عدالت نے عرشی صاحب کا یہ موقف بھی تسلیم کرلیا تھا۔ وکیل سرکار نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے یہ نیا مقدمہ قرار پایا مگر مقتول اور فائل پرانے ہی رہیں گے یا ان کی
شخصیت میں کوئی ترمیم ہوئی۔"

"آپ چاہیں تو ان کے نام اپنی پسند کے مطابق رکھ لیں۔ مجھے ذاتی طور پر آپ کی پسند
سے اختلاف نہ ہوگا۔" عرشی صاحب گھاگ آدمی تھے انہوں نے باآسانی خود پر سے یہ بوجھ اتار
دیا کہ پہلے وہ اس مقدمے کی مخالفت میں پیروی کر چکے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے عدالت سے
درخواست کی کہ اس کیس میں جو لوگ پہلے ملوث کئے گئے تھے ان کے نام دوباہ سمن جاری کئے
جائیں اور انہیں یکے بعد دیگرے عدالت میں طلب کیا جائے۔ عدالت نے یہ درخواست منظور
کرلی اور آج کی ساعت یہاں ختم ہوگئی۔

عرشی صاحب بہت مطمئن تھے۔ ہم لوگ ساتھ ہی باہر آئے عرشی صاحب نے مجھے پیشکش
کی کہ کچھ دیر ان کے ساتھ کسی ریسٹورنٹ میں بیٹھیں' میں نے یہ پیشکش قبول کرلی تھی۔

"سب سے مشکل مرحلہ یہی تھا۔ اس ابتدائی مرحلے سے نمٹنے کے بعد میں مطمئن ہوں۔"

"یقیناً۔"

"اور اب تمہیں مسلسل مجھ سے ملنا ہوگا۔"

"اور آپ میرے مستقل وکیل کی حیثیت اختیار کرلیں' میرا اور آپ کا گٹھ جوڑ بڑے گل
کھلائے گا۔"

"ذرا وضاحت کرو۔" عرشی صاحب نے کہا۔

"یہ میرا شوق ہے عرشی صاحب' خان غضنفر کو آپ اچھی طرح جانتے ہیں انہوں نے مجھے
دوسری تعلیم دلائی تھی' میں نے تعلیم کے سلسلے میں ان کا شوق پورا کر دیا۔ اپنا مشغلہ میں نے

اپنے شوق کے مطابق پورا کیا۔ میں اس سلسلے کو جاری رکھنا چاہتی ہوں۔ اس قسم کے الجھے ہوئے
معاملات کو سلجھا کر قانون کی راہنمائی کروں گی اور اخبار کے لئے نئے اسلوب تلاش کروں گی۔
اس طرح بہت سے بے گناہ بے گناہی کے عذاب سے نجات حاصل کرلیں گے اور ہمیں دعائیں
دیں گے۔ میرا شوق بھی پورا ہوتا رہے گا۔"

"بہترین آئیڈیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔" عرشی صاحب حیرانی سے بولے۔

"آپ غور کریں اس پر۔"

"بھئی غور کرنا کیا' میں سمجھتا ہوں یہ کام منفرد بھی ہے اور نیکی کا بھی' مگر عزیزہ ایک مسئلہ
رہ جائے گا۔"

"کیا؟"

"اس پاپی پیٹ کا کیا کریں گے۔"

"آپ کے پاس دوسرے کیس بھی تو آتے ہیں عرشی صاحب' ایسے کیسوں سے آپ کو جو
شہرت ملے گی اس سے آپ کو بڑا فائدہ ہوگا۔ تو عرشی صاحب ہمارے درمیان یہ معاہدہ طے۔"

"بالکل طے۔" عرشی صاحب نے کہا۔

دوسرے دن کے میزان میں' میں نے پھر زور قلم دکھایا تھا اور اپنا مافی الضمیر وقت کی
ضرورت قانون کی بالادستی دونوں کی ذمہ داری خصوصاً عرشی صاحب کے نیک جذبے پر بڑا
دھواں دھار مضمون لکھا تھا۔ اخبار کے دفتر کے سینئر صحافیوں اور رپورٹروں نے اسے بڑا سراہا
تھا۔ چیف ایڈیٹر صاحب بھی خوش تھے۔ میرے ساتھیوں نے کہا۔

"خداوند عالم اگر سارے رپورٹروں کو غضنفر علی جیسا باپ دیدے تو انہیں ایک بار یورپ
کی سیر ضرور کرنی چاہئے۔"

"یورپ کی سیر۔" میں نے رکتے ہوئے کہا۔

"ہاں' وہاں جا کر ذہن کھلتا ہے' نئے نئے آئیڈیئے دماغ میں آتے ہیں جیسے تم نے یہ سب
کچھ کیا۔ ویسے تم نے اس شعبے کا وقار بڑھایا ہے اور ہم سب اس سے بہت خوش ہیں۔"

عرشی صاحب نے دفتر فون کر کے میرا شکریہ ادا کیا تھا اور کہا تھا۔

"تمہارا یہ مضمون اس مقدمے میں بھی بڑا معاون ہوگا۔ اس نے اس انوکھے مقدمے کی
اہمیت بڑھا دی ہے۔"

"آگے آگے دیکھئے عرشی صاحب۔ یہ تو ابتدا ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

شام کو شہریار نے کہا۔ "اس کیس میں جو خوبی ہے وہ پولیس کے حلقوں میں دلچسپی کی نگاہ
سے دیکھی جا رہی ہے۔"

"وہ کیا" میں نے پوچھا۔

"بات ایک حد تک بالکل ٹھیک ہے۔ جرم ہوتا ہے ایف آئی آر کٹتی ہے پولیس تفتیش

شروع کر دیتی ہے اب دیکھو نا مجرم تو پلاننگ کرتا ہے پولیس سے محفوظ رہنے کے لئے ا
چاروں طرف حفاظتی جال لگاتا ہے پولیس کو دھوکا دینے کے لئے طرح طرح کی ترکیبیں کر
ہے۔ بعض اوقات پولیس دھوکا کھا جاتی ہے غلط راستوں پر لگ جاتی ہے اور کام بگڑ جاتا ہے ا
کے لئے پولیس پر الزام لگا دینا تو اچھا نہیں ہوتا ہم ذاتی طور پر تو کسی کے دشمن نہیں ہوتے۔"

"ہاں ایسا ہوتا ہے۔"

"آج تو صاحب خان بھی مطمئن تھا۔"

"خوب" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن میں غیر مطمئن ہوں"

"کیوں"

"ابھی تک ہیرو کی انٹری نہیں ہوئی۔ ہیروئن اکیلی ہی دشمنوں کو مار رہی ہے کچھا کچھ ڈ
ڈز' اور ہیرو بے چارہ بس سب انسپکٹری کر رہا ہے۔" شہریار نے اس طرح کہا کہ مجھے ہنسی آگئی۔

"اب یہ تو ہو سکتا نہیں کہ ہیرو موٹر سائیکل لیکر کمرہ عدالت میں داخل ہو جائے۔ اس ک
انٹری کے لئے صحیح مقام آنا ضروری ہے۔"

"صحیح مقام کتنے فاصلے پر ہے۔" شہریار نے پوچھا۔

"کچھ نہیں کہا جا سکتا۔"

"اس کا مطلب ہے کہ ہیروئن خود غرض ہے کہانی نویس بک چکا ہے کہانی ہیروئن پر ہ
گھمائی گئی ہے۔"

"چائے منگواؤں........؟" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہرگز نہیں۔ یہ جملہ میرا ہے میں کہوں گا۔" شہریار نے کہا اور میں نے ویٹر کو اشارہ کر دیا

○---------☆---------○

کیس کی تیاریاں جاری تھیں۔ میں باقاعدہ عرشی صاحب کو وقت دے رہی تھی۔ اس دن
بھی میں عرشی صاحب کے پاس بیٹھی ہوئی تھی کہ ملازم نے کسی کی آمد کی اطلاع دی۔ آنے والا
شمائل تھی۔ جو شعلہ جوالا بنی ہوئی تھی مجھے دیکھ کر شعلہ بھڑک اٹھا۔

"پہلے مجھے شبہ تھا اب یقین ہو گیا۔" اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ میں نے مسکرا کر
عرشی صاحب کو دیکھا تو وہ بولے۔

"ہاں' میں مس شمائل کو جانتا ہوں۔ تشریف رکھئے شمائل صاحبہ۔"

"میرے پاس سمن آیا ہے۔ آخر آپ لوگ کسی کی نجی زندگی کو تباہ کرنے پر کیوں تل گئے
ہیں۔"

"کچھ سمجھ میں نہیں آیا شمائل صاحبہ۔" عرشی صاحب نے کہا۔

"ان خاتون سے آپ کا کیا واسطہ ہے۔" شمائل نے میری طرف اشارہ کر کے عرشی

صاحب سے کہا۔

"یہ ایک نامور صحافی ہیں ایک بڑے اخبار کی کرائم رپورٹر ہیں۔ آپ کو ان کی یہاں آمد پر
کیا اعتراض ہے۔"

"یہ ایک جرائم پیشہ ماں کی حاسد بیٹی کی معاونت کر رہی ہیں' میں جانتی ہوں کس لئے۔"
شمائل نے کہا۔

"آپ کے دونوں جملے میرے لئے ناقابل فہم ہیں۔ کون جرائم پیشہ ماں۔ اور کون حاسد
بیٹی۔"

"اور آپ عرشی صاحب۔ آپ کو افسوس نہیں ہوتا کہ آپ خود اپنے تجربے کی نفی کر
رہے ہیں آپ نے یہ کیس قمرالنساء کو سزا دلوا کر جیتا تھا اور اب آپ اپنے ہی خلاف یہ کیس
دوبارہ لڑ رہے ہیں۔"

"اپنی غلطی کا ازالہ کرنا افسوس کی بات تو نہیں۔ افسوس مجھے آپ کی اس بدزبانی پر ہو رہا
ہے جو آپ میرے دفتر میں آکر کر رہی ہیں' افسوس اس قدم پر ہوگا جو اس بدزبانی کے نتیجے
میں' میں اٹھاؤں گا۔" عرشی صاحب نے جواب دیا۔

"میں جانتی ہوں یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے۔" شمائل نے کہا۔

"بتانا پسند کریں گی۔"

"آپ لوگوں نے' آپ لوگوں نے بلیک میلنگ کا منصوبہ بنایا ہے۔ آپ نے اس سلسلے میں
ایک نیا طریقہ رائج کیا ہے۔ ایک کرائم رپورٹر' ایک وکیل' یہ کام باآسانی کر سکتے ہیں اخبار کے
ذریعہ یہ سب کچھ ممکن ہے اور اس وقت انہیں یہاں دیکھ کر مجھے پورا پورا یقین ہو گیا ہے۔"

"بڑی دور کی کوڑی لائی ہیں آپ واقعی خوب سوچا' بہرحال مس شمائل یہ ہمارا کاروبار
ہے۔" عرشی صاحب بولے

"کیا چاہئے آپ کو مجھے بتایئے کیا چاہئے' کتنی رقم دینا ہوگی مجھے۔"

"جلدی کیا ہے سودا ہو جائے گا آپ سے' کیوں بیٹی۔ کوئی جلدی تو نہیں ہے ہمیں" عرشی
صاحب نے مسکراتے ہوئے مجھے دیکھا اور میں ہنس پڑی۔ پھر میں نے کہا۔

"سمن تو اور لوگوں کو بھی گئے ہیں شمائل صاحبہ' آپ کے علاوہ کسی اور کو اتنی پریشانی
نہیں ہوئی۔"

"میری پریشانی کی وجہ ہے۔"

"کیا؟"

"میری شادی ہونے والی ہے عدیل ہاشمی ایک حساس انسان ہیں انہیں اس بارے میں کچھ
نہیں معلوم' وہ نہیں جانتے کہ میں' کسی زمانے میں ایک مصور سے محبت کرتی رہی ہوں میں
نے نقاش کو بڑی مشکل سے ذہن سے نکالا ہے کسی مرنے والے کے ساتھ جان تو نہیں دی

جاسکتی ہے میرے سامنے بھی میرا مستقبل تھا بڑی مشکل سے میں اپنے ذہن کو شادی کے لئے آمادہ کرسکی ہوں اور اب' اب جبکہ میری شادی میں ایک مختصر وقت رہ گیا ہے آپ لوگوں نے آپ لوگوں نے یہ سلسلہ دوبارہ شروع کرکے میرا مستقبل تاریک کرنے کا فیصلہ کیا ہے سب کچھ سامنے آئے گا سات سال پہلے کی کہانی ختم ہوچکی تھی مگر اب اسے دوبارہ اچھالا جائے گا اور عدیل جان لیں گے کہ......... کہ ...."

"یہ امر باعث افسوس ہے لیکن مجبوری ہے سوری مس شائل- ویری سوری-"

"آپ اس کیس سے میرا نام نکال لیں مجھے بتایئے مجھے اس کا کیا معاوضہ ادا کرنا ہوگا۔" اس نے کہا۔ عرشی صاحب اسے غور سے دیکھنے لگے۔ پھر بولے۔

"آپ یہ دونوں باتیں ہمیں لکھ کر دے دیں۔ ہم غور کرلیں گے۔"

"کیا لکھ کر دوں۔" وہ حیرت سے بولی۔

"یہی کہ آپ اس کیس سے اپنا نام نکلوانا چاہتی ہیں اور اس کا معقول معاوضہ دینے کے لئے تیار ہیں۔"

"آپ مجھے بے وقوف سمجھتے ہیں۔" وہ غرا کر بولی۔

"ہاں کسی حد تک' معاوضے کا ذکر کرکے آپ نے ہمارے دل سے ہمدردی کا وہ احساس ختم کردیا جو آپ کی شادی کا ذکر سن کر ابھر آیا تھا بہرحال ہم آپ سے معذرت کرتے ہیں۔"

"اس کے نتائج برے بھی نکل سکتے ہیں۔" وہ کرسی سے اٹھ کر بولی۔

"اللہ مالک ہے' خدا حافظ۔" عرشی صاحب نے کہا اور وہ کھٹ کھٹ کرتی باہر چلی گئی۔ ہم دیر تک اس کے بارے میں گفتگو کرتے رہے تھے۔

پہلی پیشی میں انور راہی کو طلب کیا گیا تھا۔ اس نے وہی کہانی سنائی جو پہلے سنا چکا تھا۔

"آپ کے دوست رحمان درانی کی لیبارٹری سے ایک خطرناک زہر چوری ہوگیا اسے تشویش نہیں ہوئی۔" عرشی صاحب نے پوچھا۔

"کیوں نہیں"

"اس نے آپ سے تذکرہ کیا تھا۔"

"ہاں وہ پریشان تھا اس نے کہا تھا کہ اس وقت زہر کی شیشی موجود تھی جب وہ ہم لوگوں کو لے کر لیبارٹری آیا تھا وہ اس وقت غائب ہوئی جب ہم سب یہاں سے نکلے تھے۔"

"اس نے کسی پر شبہ ظاہر کیا تھا۔"

"کس کا نام لیتا وہ۔ ہم سب ہی تھے۔"

"پولیس کو رپورٹ دی تھی اس نے۔"

"نہیں"

"آپ بتاسکتے ہیں کیوں؟"

"یہ سوال آپ اس سے کریں تو بہتر ہے۔ ویسے ظاہر ہے ہم گہرے دوست تھے اور وہ کسی کا نام نہیں لے سکتا تھا۔"

"اسے تشویش تو ہوگی؟"

"ہونی ہی چاہئے مگر اس نے یہ نہ سوچا ہوگا کہ اسے کون کس طرح استعمال کرسکتا ہے۔"

"اس نے کسی پر شبہ ظاہر نہیں کیا تھا۔"

"نہیں۔"

"ایک اہم سوال راہی صاحب' معاف کیجئے آپ کسی زمانے میں قمر النساء سے محبت کرتے تھے' انور راہی بری طرح چونک پڑا اس نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

"یہ کیا سوال ہے۔ اس سوال کا مقصد کیا ہے۔"

"مقصد عدالت جانتی ہے آپ صرف جواب دیں ہمیں اس کی گواہی مل سکتی ہے کہ آپ قمر النساء کو چاہتے تھے اس سے شادی کے خواہش مند تھے کیا یہ غلط ہے۔" انور راہی بوکھلا گیا۔ پھر اس نے کہا۔

"نہیں یہ درست ہے۔ میں اس سے محبت کرتا تھا اور اس سے شادی کرنا چاہتا تھا مگر وہ نقاش کے عشق میں گرفتار ہوگئی۔ اس نے نقاش سے شادی کرلی اور جب نقاش کی فطرت نمایاں ہوئی تب بھی میں نے اسے پیشکش کی کہ اگر نقاش شائل سے شادی کرنا چاہتا ہے تو وہ بھی اسے چھوڑ دے۔ میں آج بھی اسے چاہتا ہوں۔ مگر وہ ضدی عورت نقاش کے لئے پاگل تھی اس نے کبھی میری اس پیشکش پر غور نہیں کیا۔ مگر کیا اس طرح آپ مجھے نقاش کا قاتل ثابت کرنا چاہتے ہیں۔"

"ناممکن تو نہیں راہی صاحب......... عشق میں ناکامی' مقصد میں ناکامی انسان کو بہت کچھ کرنے پر آمادہ کرسکتی ہے آپ خود کہہ رہے ہیں کہ نقاش کی تمام تر بے وفائیوں کے باوجود قمر النساء آپ کے جال میں نہیں پھنسی تھی۔ ایک ایسی محبت کرنے والی عورت خود تو جان دے سکتی ہے اپنے محبوب کی جان نہیں لے سکتی۔" عدالت میں یہ نقطہ نوٹ کیا گیا تھا اور انور راہی کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔

عدالت میں دوسری پیشی رحمان درانی کی تھی عرشی صاحب کا رویہ اس کے ساتھ بہتر رہا تھا۔ اس سے زیادہ تر سوالات زہر کی چوری کے بارے میں کئے گئے تھے تیسری شخصیت روحی کی تھی۔

"مس روحی جمال ابتداء میں آپ کے اور قمر النساء کے تعلقات بہتر نہیں تھے کیا یہ سچ ہے؟"

"جی" روحی نے کسی قدر حیرت سے کہا۔

"بعد میں یہ تعلقات کس طرح بہتر ہوئے؟"

"ماں کی موت کے بعد ہم دونوں نے خود کو تنہا محسوس کیا اور ہمارے درمیان مفاہمت ہوگئی بعد میں قمر کے رویئے نے مجھے احساس دلا دیا کہ وہ بے حد مہربان اور محبت کرنے والی بہن ہے اور ہم دونوں کے درمیان الفت بڑھتی گئی وہ مجھ سے بہت پیار کرنے لگی تھی۔"

"وہ نقاش کو چاہتی تھی؟"

"ہاں بہت زیادہ' مجھے بھی اس کی چاہت سے اختلاف نہیں تھا۔ جب ان کی شادی ہوئی تو میں بہت خوش تھی بعد میں نقاش کی فطرت کھلی تو میری بہن بہت اداس رہنے لگی۔ میں نے اسے کہا کہ وہ نقاش کو چھوڑ دے مگر یہ اس کے لئے ممکن نہ ہوسکا مجھے نقاش سے بے پناہ نفرت ہوگئی تھی اور.........اور۔"

"آپ نے اسے زہر دے دیا" عرشی صاحب نے کہا اور روحی کا منہ کھلا رہ گیا پھر اس نے روتے ہوئے کہا۔

"آہ کاش میں ایسا کر ڈالتی آہ کاش مجھے اس کی رعایت مل جاتی میں یہ کام کر کے بہت خوشی ہوتی۔"

"مگر جب نقاش زہر خورانی کا شکار ہوا تو قمرالنساء کا ذہن اپنی سوتیلی بہن کی طرف گیا بعد میں اس نے نقاش کے قریب بیٹھ کر بوتل سے انگلیوں کے نشانات صاف کئے تاکہ اس کی بہن اس جرم کا شکار نہ ہو جائے۔ لیکن جناب والا ماہرین کی رپورٹ پیش خدمت ہے۔ زہر بوتل میں نہیں اس گلاس میں شامل کیا گیا تھا جس میں نقاش مشروب پی رہا تھا اور گلاس پر موجود نشانات کی ایک اہم رپورٹ میں نے بڑی محنت سے حاصل کی ہے۔"

سماعت ختم ہوگئی اس سماعت کے دوران وہ تمام لوگ موجود ہوتے تھے جن کا تعلق کسی نہ کسی طرح اس کیس سے ہوتا تھا اگلی پیشی میں عرشی صاحب کو ماہرین کی رپورٹ پیش کرنا تھی اور ساتھ ہی باقی دو افراد کو بھی عدالت کے سامنے پیش کرنا تھا۔ تمام تیاریاں مکمل تھیں اس پیشی پر حیرت ناک طریقے سے یہ کیس ختم ہوگیا اور دودھ کا دودھ' پانی کا پانی ہوگیا اور یہ اس وقت ہوا جب کسی طلبی کے بغیر شمائل کٹہرہ عدالت میں آکھڑی ہوئی اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے اس نے کہا۔

"جناب والا۔ آج جن لوگوں کو آپ کے سامنے پیش کیا جائے گا ان میں میں' اور شاید ملازمہ رقیہ بیگم ہیں میں نے سوچا کہ خوامخواہ عدالت کا وقت ضائع کیوں ہو میں اس وقت کا انتظار کیوں کروں جب میرے خلاف ثبوت پیش کئے جائیں اور ان ثبوتوں کی روشنی میں مجھے قاتلہ قرار دیا جائے واقعات اور کہانیوں کے اس لامتناہی سلسلے کو ختم کرتے ہوئے میں یہ اقرار کرنا چاہتی ہوں کہ راحیل نقاش کی قاتل میں ہوں۔ میں اس قتل کی تفصیل بتانا چاہتی ہوں۔ یہ سچ ہے کہ وہ بہت بڑا مصور تھا یہ بھی سچ ہے کہ وہ بڑا پرکشش انسان تھا یہ بھی سچ ہے کہ میں اس سے شادی کرنا چاہتی تھی اور یہ بھی سچ ہے کہ وہ اپنی بیوی کو چھوڑنا نہیں چاہتا تھا میرے

اور اس کے درمیان تنازعہ چل رہا تھا میں اس سے کہتی تھی کہ وہ قمرالنساء کو طلاق دے دے مگر اس کی خواہش تھی کہ یہ طلاق نہ ہو اور وہ مجھے اور قمرالنساء دونوں کو بیک وقت بیوی بنا کر رکھے میں اسے مسلسل سمجھا رہی تھی مگر وہ نہیں مانتا تھا یہ اتفاق تھا کہ میں نے قمرالنساء کو رحمان درانی کی تجربہ گاہ سے زہر چراتے دیکھ لیا تھا۔ میں اس لئے خاموش رہی تھی کہ شاید قمرالنساء خودکشی کر لے مگر ایسا نہیں ہوا۔ اس دن بھی میری اس سے بات ہوئی تھی اور اس نے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ وہ اپنی بیوی کو نہیں چھوڑ سکتا وہ لاکھ عورتوں کے پیچھے بھاگتا رہا ہے مگر اسے اپنی بیوی سے اب بھی پیار ہے اس نے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر کوئی مجبوری ہوگئی تو وہ مجھے چھوڑ سکتا ہے اسے نہیں۔ اور اس کے یہ الفاظ سن کر میرے حواس ساتھ چھوڑ گئے۔ میں نے زہر کی شیشی قمرالنساء کی خواب گاہ سے چرائی اور اس میں سے کچھ زہر نکال کر اس وقت اس گلاس میں ڈالا جب باقی لوگ دوسرے کمرے میں موجود تھے شیشی پر سے نشانات صاف کر کے اس کی جگہ چھوڑ دی تھی میں آتش ہوس سے بھن رہی تھیں میں نے ایک تیر سے دو شکار کئے تھے اسے مشروب کی بوتل درکار تھی چنانچہ گلاس میں زہر شامل کر کے میں واپس آئی اور میں نے قمر سے کہا کہ وہ مشروب مانگتا ہے قمرالنساء نے سادگی سے اسے مشروب کی بوتل پہنچا دی اور وہ زہر کا شکار ہوگیا۔ سب کچھ میری مرضی کے مطابق ہوا تھا۔ قمرالنساء کا خیال اپنی بہن کی طرف گیا تھا جو خود بھی نقاش سے نفرت کرتی تھی پوری عدالتی کارروائی کے دوران وہ صرف اس لئے خاموش رہی کہ وہ اپنی بہن روحی کو قاتل سمجھتی تھی مگر سچ یہ ہے جو میں نے آپ سے بیان کیا کہ مجھے نقاش سے عشق تھا اور اس کی موت کے بعد یہ دنیا مجھے بے کیف لگتی تھی۔ میرا ضمیر کبھی میرا ساتھ نہ دیتا تھا وہ اس قتل پر مجھ سے باغی تھا سات سال گزر گئے مگر میں اسے نہ بھول سکی پھر نہ جانے کس طرح عدیل ہاشمی میری زندگی میں داخل ہوگیا بعد میں میں نے خود کو اس ذات میں ختم کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ ہماری شادی ہو جاتی اور اگر وہ مجھ سے محبت کرتا تو شاید میں نقاش کو بھول جاتی مگر یہ مقدمہ دوبارہ شروع ہوگیا اور اس کے بعد میں عدیل سے یہ بات نہ چھپا سکی کہ میں نقاش سے عشق کرتی رہی ہوں اور ایک مرد یہ نہ برداشت کرسکا کہ اس کی ہونے والی بیوی کسی اور کے نام سے منسوب رہی ہو۔ عدیل کو میں کئی دن سے سمجھا رہی تھی کہ وہ سب کچھ ایک کہانی تھی مگر وہ نہ مانا اور مجھے چھوڑ کر لندن چلا گیا۔ مجھے احساس ہے کہ میرا یہ گناہ بے لذت رہا۔ مجھے یہ سب کر کے کچھ نہ ملا سوائے اس کے کہ احساس گناہ بڑھتا رہا بہت غور کیا ہے میں نے اور اس احساس نے مجھے ہمیشہ سکون بخشا ہے۔ کہ اگر میں اعتراف گناہ کرلوں تو میرے ضمیر کی چبھن ختم ہو جائے گی آج میں اپنی ہوس کو ضمیر کے نام پر قتل کر رہی ہوں اور بہت خوش ہوں۔"

مقدمہ وقت سے کچھ پہلے ختم ہوگیا ہماری کاوشیں اور دلائل استعمال ہی نہ ہوسکے شمائل کو پابہ زنجیر کر دیا گیا ہماری کوشش بہرحال بار آور ہوئی تھی۔ البتہ شہریار مجھ سے ناراض ہے۔ وہ

کہتا ہے۔

"تم خود غرض ہو لبنیٰ۔"

"آخر کیوں۔"

"کہانی شروع ہوئی اور ختم بھی ہوگئی مگر اس میں ہیرو کی انٹری ہی نہیں ہوئی۔"

میں نے اس سے وعدہ کیا کہ آئندہ کہانی میں ہیرو کی انٹری ضرور ہوگی۔

○---------☆---------○

اخباری زندگی بہت دلچسپ ہوتی ہے خصوصاً ان لوگوں کے لئے جو زندگی کے کسی لمحے میں یکسانیت نہیں چاہتے' میرا مزاج بھی ایسا ہی ہے اور میرا خیال ہے کہ میں کسی اور شعبے میں چل ہی نہیں سکتی تھی۔ شہری ہنگامے' ان کی تفصیل' تصاویر اور پھر ان پر لکھنا' زندگی ان مشاغل میں سمٹی ہوئی لگتی ہے اور وقت کچھ کم ہی محسوس ہونے لگا ہے۔ اپنے وطن کی زندگی سے روشناس ہوچکی تھی اور اب بات بات پر حیرت نہیں ہوتی تھی چنانچہ صاحب خان سے متفق ہوگئی تھی۔ صاحب خان کا تذکرہ خاص طور سے اس لئے کیا ہے کہ شہریار اسی کے ساتھ ہے اور اب اس کے انداز فکر میں بھی تبدیلی آتی جا رہی ہے۔ اس شام اس سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا۔

"دوپہر کو دو بجے آفس میں نہیں تھیں خیریت؟"

"دو بجے۔ میں ایئرپورٹ گئی تھی۔ ساڑھے تین بجے واپس پہنچی تھی۔ تم ادھر آئے تھے کیا......؟"

"فون کیا تھا۔"

"کوئی خاص بات تھی......؟"

"ہاں۔ واردات ہوئی تھی' میں نے سوچا تمہیں اطلاع دے دوں۔"

"اوہ کیا واردات ہوئی......؟"

"قتل اور خودکشی۔"

"دونوں بیک وقت؟"

"ہاں ایک قتل ایک خودکشی۔"

"الگ الگ......؟"

"نہیں ایک جگہ۔"

"کوئی پیچیدگی ہے......؟"

"بظاہر نہیں ہے۔" شہریار نے کہا اور پھر چائے پیتے ہوئے اس نے پوری تفصیل بتائی۔

"عظمیٰ سلطان نامی عورت قتل ہوئی اور واردات نوکر نے کی ہے۔ نوکر نے مال باندھا مالکن نے دیکھ لیا ہوگا بس نوکر نے مالکن کی گردن دبا کر اسے ہلاک کر دیا۔ مگر بدقسمتی سے باہر نہ نکل سکا

کیونکہ اسی وقت سلطان گھر پہنچ گیا۔ باہر جانے کا راستہ ایک ہی تھا نوکر نے کھڑکی کی راستے باہر نکلنے کی کوشش کی اور چوتھی منزل سے نیچے گر کر ہلاک ہوگیا۔"

"پھر تم اسے خودکشی کیسے کہہ سکتے ہو۔ یہ تو حادثہ ہوا۔" میں نے شہریار کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"میرے نزدیک تو یہ خودکشی ہی ہے کیونکہ بدحواس ہو کر اس نے جس کھڑکی سے باہر نکلنے کی کوشش کی اس کے دوسری طرف کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جس کے ذریعے نیچے اترا جاسکے' بندہ ہوش و حواس میں کوئی عمل کرتا ہے تو اس کا اچھا برا بھی سوچ لیتا ہے۔ کھڑکی کے دوسری طرف کوئی آٹھ انچ چوڑی ایک کارنس ہے اور پھر ڈرینج پائپ ہیں جو کھڑکی سے کوئی سات فٹ کے فاصلے پر ہیں اگر وہ کارنس پر اتر کر پائپ تک پہنچنا چاہتا تھا تو بھی اسے یہ سوچنا چاہئے تھا کہ پکڑنے اور سہارا بننے کی کوئی چیز درمیان میں نہ ہوں کہ منہ اٹھا کر نیچے اتر گئے نتیجہ وہی ہوا۔ جا پڑے نیچے' اسے خودکشی نہیں کہوگی تو اور کیا کہوگی......؟"

میں خاموشی سے شہریار کا چہرہ دیکھتی رہی پھر میں نے کہا...... "پیچیدگی تو پیدا ہوگئی شہریار۔ اللہ مبارک کرے ہم کوئی جلنے والوں میں سے نہیں۔" شہریار نے کہا اور مجھے ہنسی آگئی۔

"نہیں تم خود سوچو' تم نے بہتر مختصر بتایا ہے مگر اس میں بہت کچھ نظر آتا ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور شہریار بیزار سی شکل بنا کر بولا۔

"محترمہ تمہیں' میں نہیں نظر آتا' سارا دن لینا دوڑو پکڑو کرتا ہوں اور پھر شام کو اس خیال سے تمہارے پاس آتا ہوں کہ کچھ دلداری' غم گساری کی باتیں ہوں مثنوی زہر عشق ہو آنکھوں میں نور' دل میں سرور اترے مگر معدے میں چائے کی ایک پیالی اتر جاتی ہے اور بس۔"

"چلو ٹھیک۔ تم بتاؤ کیا باتیں کروں؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور شہریار شرارت سے اچھل پڑا۔

"ایں...... یہ لہجہ' یہ انداز۔ ارے نہیں۔ یہ' میرے لئے ہے۔" اس نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

"کیا میں تمہارے ہی لئے یہاں نہیں آئی......؟"

"کمال ہے خدا کی قسم کمال ہے۔ ساری محنت وصول ہوگئی۔ اس کا مطلب ہے کہ اثر ہونا شروع ہوگیا۔" اس نے کہا اور میں مسکراتی رہی۔ شہریار تھوڑی دیر تک شوخی کی باتیں کرتا رہا پھر خود ہی راہ راست پر آگیا۔

"تم نے پیچیدگی کی پیدائش کا ذکر کیا تھا۔" ایک بار پھر سے مجھے ہنسی آگئی اور میں نے کہا۔

"اب کہو' غم جاناں کے ساتھ غم دوراں کو نظرانداز کیا جاسکتا ہے کبھی......؟"

"نہیں' لیکن اس وقت محبوب کی پسند کو مدنگاہ رکھا گیا ہے۔" شہریار نے گردن خم کر کے جواب دیا۔

"عظمیٰ سلطان کون ہے؟"

"کوئی اہم شخصیت نہیں۔ ایک گورنمنٹ اسکول کی ہیڈ مسٹریس ہے۔ اس کا شوہر سلطان احمد کسی پرائیویٹ فرم میں اسٹینو گرافر ہے۔ بے اولاد ہیں شادی کو آٹھ سال گزر گئے ہیں۔"

"تصویریں وغیرہ بنائی ہیں۔"

"ہاں تمہارے لئے بڑی محنت سے کاپیاں لے آیا ہوں۔ شہریار نے چند تصویروں کا لفافہ مجھے دیتے ہوئے کہا۔ اور میں نے لفافے میں سے تصویریں باہر نکال لیں' ایک چونتیس اور چھتیس کی درمیانی عمر کا مرد تھا جو خوش شکل اور اسمارٹ تھا۔ یہ سلطان احمد تھا اس کے بعد عظمیٰ سلطان کی لاش کی تصویر تھی جو اپنے بستر پر بندھی پڑی تھی اس کے ہاتھ پاؤں کسے ہوئے تھے اور منہ میں کسی گہرے رنگ کا کپڑا ٹھنسا ہوا تھا۔ ایسی کئی تصویریں مختلف زاویوں سے تھیں۔ اس کھڑکی کی تصویریں بھی تھی۔ جس سے ملازم جلال صرف جلالو نے کود کر خود کشی کی تھی۔ جلالو کی لاش کی تصویر بھی تھی اور ایک پرانی تصویر بھی۔ اس کے علاوہ گھر کا نقشہ بھی تھا۔ میں ان تمام چیزوں کا بغور جائزہ لیتی رہی۔ پھر میں نے کہا۔

"میں رپورٹ بنالوں۔"

"فوراً بناؤ۔ کچھ اور رپورٹر بھی صاحب خان کے پاس آئے ہوں گے۔ ویسے تصویریں شاید ہی کسی کو ملیں۔"

"گڈ۔" میں نے ڈائری پرس سے نکال لی۔

"واردات گیارہ اور ساڑھے گیارہ کے درمیان ہوئی' پونے بارہ بجے سلطان احمد گھر پہنچا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اسے حیرت ہوئی اندر روشنی بھی ہو رہی تھی وہ اندر پہنچا اور اتفاق سے اسی کمرے میں آیا جہاں کھڑکی تھی۔ جلالو یہاں موجود تھا اور اس کا انداز مشکوک تھا۔ سلطان کو اپنے سامنے دیکھ کر وہ بدحواس ہوگیا اور پلک جھپکتے کھڑکی پر چڑھ کر دوسری طرف اتر گیا۔ سلطان حیران رہ گیا تھا۔ اس نے خوف زدہ انداز میں کھڑکی کی طرف دوڑ لگائی اور جلالو کو تلاش کیا وہ نیچے نظر آیا دو تین بار اس نے ہاتھ پاؤں پٹخے اور پھر دم توڑ دیا۔ اس کے بعد سلطان احمد اپنی خواب گاہ کی طرف دوڑا یہاں تیز روشنی ہو رہی تھی اور وہاں اس نے اپنی بیوی کی لاش دیکھی۔ بس اس کے بعد اس نے پولیس کو اطلاع دے دی۔" میں نے حیران نگاہوں سے شہریار کو دیکھا اور پھر گہری سانس لے کر رپورٹ لکھنے لگی کچھ دیر کے بعد میں نے رپورٹ تیار کرلی۔

"میں یہ تصویریں لگاؤں گی کوئی اعتراض تو نہیں.........؟"

"تمہارے ہی لئے لایا ہوں۔ اعتراض کی کیا بات ہے۔ ویسے ہاں صاحب خاں اب تمہاری تعریفیں کرتا ہے۔"

"کیا مطلب.........؟"

"بس اس بات سے خوش ہے وہ کہ مجرم نے بہتوں کو پریشانی سے بچالیا خود ہی خود کشی

کرلی ورنہ اسے گرفتار کرنا پڑتا' بھاگ جاتا تو تلاش کرنا پڑتا پھر مقدمہ چلتا اور نہ جانے کتنے دن کا کھیل ہو جاتا۔ روزنامچہ تیار ہوگیا ہے تحقیقات ہوگی پوسٹ مارٹم رپورٹ مل جائے گی اور مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کر کے فائل بند کر دی جائے گی۔ اخلاقاً سلطان احمد کے لئے صبرو جمیل کی دعا بھی کر دی جائے گی۔"

"کتنی سادہ لوح ہے ہمارے ہاں کی پولیس.........!" میں نے گردن جھٹکتے ہوئے کہا۔

"بس شریف لوگ ہیں آپس میں ایک دوسرے پر اعتماد کرتے ہیں۔" شہریار بولا اور میں اسے دیکھتی رہی پھر میں نے اچانک کہا۔

"تم نے کچھ دن پہلے مجھ سے ایک شکایت کی تھی شہریار۔"

"کیا.........؟"

"تم نے کہا تھا ساری پکچر ختم ہوگئی ہیرو کی انٹری ہی نہیں ہوئی۔"

"ایں ہاں کہا تھا......... مگر میرے خیال میں آج ہوگئی۔"

"وہ کیسے.........؟"

"تم نے ساڑھے تین منٹ تک مجھ سے رومانی گفتگو کی ہے۔"

"یہ تو پرائیویٹ انٹری ہوئی ہے۔ پبلک کی بات کر رہی ہوں میں.........؟"

"چلو مطلب بتا دو!"

"صاحب خان اس کیس کو نوعیت کے اعتبار سے ختم کردے گا۔ تم اپنے طور پر اس سلسلے میں تحقیقات کرنا پسند کرو گے۔" شہریار کسی سوچ میں گم ہوگیا پھر اس نے گردن اٹھا کر کہا۔

"تمہیں کوئی گنجائش نظر آتی ہے کیا ویسے تم پیچیدگی کا تذکرہ کرچکی ہو۔"

"ہاں سرجوڑ کر بیٹھیں گے تو کچھ نہ کچھ گنجائش نکال ہی لیں گے.........!"

"سرجوڑ کر.........واللہ.........! شہریار اچھل پڑا۔

"سنجیدگی سے بات کرو۔" میں نے کہا۔

"میں تو بالکل سنجیدہ ہوں مگر صاحب خاں برا مان جائے گا۔ وہ الجھنوں سے بچتا ہے مجھے بھی چکر میں پڑنے کی اجازت نہ دے گا۔"

"چالاکی سے کام لو!"

"کیسے.........؟"

"صاحب خان سے اس بات کا اظہار کرو کہ تمہیں اس کیس میں کچھ شبہات ہیں اور تم اس کی تفتیش کرنا چاہتے ہو جواب میں وہ جو کچھ بھی کہے۔ آخر تم بھی تو پولیس کے ایک رکن ہو اور اپنی ذمے داریاں پوری کرنا چاہتے ہو۔"

"بات بن سکتی ہے اگر زیادہ بگڑ جائے تو بہرحال حامد فخری صاحب سے تمہاری شناسائی ہوگئی ہے۔"

"اس کی تم بالکل فکر مت کرو- ہاں کل دن میں تمہاری کیا مصروفیات ہوں گی-"

"کچھ آگے پیچھے ہو جائے تو.........؟"

"کوئی حرج نہیں' مجھے فون کر لینا.........! تم جب آفس میں مجھے فون کرو گے تب ہی اٹھوں گی اور ہاں یہ سب کچھ میں رکھے لی رہی ہوں-"

"میں نے کہا ناکہ یہ سب ڈیلی کیٹ ہے اور میں نے تمہارے لئے ہی حاصل کیا ہے-"

"تو پھر اٹھو بہت دیر ہو گئی آج-" میں نے کہا اور ہم دونوں اٹھ گئے- شہریار چلا گیا اور میں نے ایک بار پھر دفتر کا رخ کیا' رپورٹ بنا کر نیوز ایڈیٹر تک پہنچائی اور اس کام سے فارغ ہو کر گھر پہنچ گئی- گھر حالات اب پوری طرح میرے کنٹرول میں تھے بلکہ اس دوران مجھے جو شہرت ملی تھی اس نے میرے والد صاحب کو خوش کر دیا تھا ان کے کچھ شناساؤں نے انہیں براہ راست مبارکباد دی تھی اور والد صاحب مطمئن ہوگئے تھے چنانچہ دیر سویر کی باز پرس نہیں ہوتی تھی- ضروریات اور معمولات سے فارغ ہو کر میں کمرہ بند کر کے بیٹھ گئی اور اس واردات کے مختلف پہلوؤں پر غور کرتی رہی- میں نے چند اہم اور ضروری سوالات تیار کئے تھے- اور بہت دیر تک جاگ کر ان پر غور کرتی رہی تھی- دوسرے دن تقریباً پونے بارہ بجے مجھے شہریار کا فون موصول ہوا-

"کل کی گفتگو نے مجھے رات بھر نہیں سونے دیا' پچھلی رات میں نے ایک لاکھ اکیاون ہزار تارے گنے بعد میں مطلع ابر آلود ہوگیا اس لئے سلسلہ جاری نہ رہ سکا چھ اشعار موزوں ہوئے اور مستقبل کے کئی اہم منصوبوں پر غور کیا- بہرحال فارغ ہوں اور تمہیں کسی عوامی سے ہوٹل میں لنچ دینا چاہتا ہوں- اب پروگرام بتاؤ-"

"لمبی فرصت ہے نا.........؟" میں نے پوچھا-

"کہو تو استعفیٰ لکھ کر رکھ آوں- مجھے اب کسی شے کی پروا نہیں ہے-"

"لنچ کہاں دے رہے ہو.........؟"

"کوئی سواری نہیں ملے گی ورنہ چاند پر چلتے وہاں ذرا سکون ہوتا" شہریار کچھ زیادہ ہی موڈ میں آگیا تھا- میں نے ہنستے ہوئے کہا-

"اس کا متبادل مون لینڈ ریسٹورنٹ ہے- میرا خیال ہے تم وہاں پہنچ جاؤ-"

"واہ عمدہ تجویز ہے- آخر ایک شاعر کی محبوبہ ہو- ٹیکسی لے آوں گا ہاں یہ بتاؤ کپڑے کونسے پہن کر آوں.........؟"

"بارہ بجنے والے ہیں اور مجھے ایک بجے بھوک لگنے لگتی ہے سمجھے......... اس لئے فون بند کر رہی ہوں-" میں نے جواب دیا اور فون بند کر دیا پھر میں جلدی جلدی اپنے چھوٹے موٹے کام نمٹانے لگی تھی- ایک بجنے میں تین چار منٹ باقی تھے جب میں خوبصورت اور پر سکون مون لینڈ میں داخل ہوئی- اندر قدم رکھا ہی تھا کہ ایک ویٹر میرے قریب پہنچ گیا-

"براہ کرم میڈم......... شہریار صاحب کیبن نمبر تیرہ میں ہیں-" اس نے سیڑھیوں کی طرف اشارہ کیا- اس لحاظ سے مون لینڈ مزید بہترین تھا- وسیع و عریض ہال کے چاروں طرف صرف چھ سات فٹ کی بلندی پر پلاسٹک کے خوبصورت کیبن بنائے گئے تھے جن تک پہنچنے کے لئے دو طرف سیڑھیاں موجود تھیں میں مسکراتی ہوئی کیبن نمبر تیرہ میں داخل ہوگئی اور شہریار نے میرا استقبال کیا-

"بائی ایئر آئے تھے.........؟" میں نے پوچھا-

"آہ صدیاں ہوگئیں انتظار کرتے ہوئے' کب آیا کیسے آیا' یاد نہیں.........؟"

"فضول باتوں کے لئے صرف پانچ منٹ' اس کے بعد تمہیں سنجیدہ ہونا پڑے گا.........!"

میں نے کہا اور شہریار نے عجیب سا چہرہ بنا لیا پھر وہ بھرائے ہوئے لہجے میں بولا-

"اسے تقدیر کی خرابی کہتے ہیں- میں نے ویٹر کو کھانے کی تفصیلات بتا دی ہیں تم نے کہا تھا ناکہ ایک بجے تمہیں بھوک لگتی ہے چنانچہ میں نے ہدایت کر دی تھی-" شہریار نے سچ کہا تھا کیونکہ اس کی بات پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ ویٹر ایک بڑی ٹرالی دھکیلتا اندر آگیا جس پر نہ جانے کیا کیا الابلا سجی ہوئی تھیں- میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے پلیٹوں اور قابوں کے انبار لگاتے دیکھتی رہی- جب ویٹر چلا گیا تو میں نے کہا-

"انتہا کو پہنچے ہوئے ہو-"

"ہرگز نہیں' یہ تو ابتدا ہے-" اس نے کہا-

"یہ سب کچھ دو افراد کے لئے ہے؟"

"صرف تمہارے لئے' یہ سب کھالو میری خوشیوں کی انتہا نہ ہوگی-"

"تب پھر کل تم ہسپتال اور پرسوں قبرستان آجانا' انتظار کروں گی' سچ مچ بہت فضول انسان ہو چلو شروع کرو-" میں نے کہا اور اس کے بعد ہم خاموشی سے کھاتے رہے- شہریار شرارتیں کرتا رہا' پھر میں نے کہا-

"کیا خیال ہے اب کام کی باتیں شروع کریں.........؟"

"دل تو یہی چاہتا ہے مگر مجھے کسی قابل تو ہو جانے دو- تمہارے شایان شان گھر بناؤں گا اور دیگر ضروریات-"

"شہریار پلیز-"

"ارے اوہ' اچھا تم شاید کچھ اور کہہ رہی ہو' کہو-"

"صاحب خان سے بات ہوئی؟"

"ہاں' نتیجہ وہی نکلا' کہنے لگا' ارے او بھائی' او شہر کے یار' اپنے آپ سے دشمنی نہ کر' سیدھا سادا معاملہ ہے' ملازم چوری کر کے بھاگنا چاہتا تھا گھر میں مالکن تھی اس نے دیکھ لیا ملازم نے اسے باندھ کر ڈال دیا اور اس پر بھی بات نہ بنی تو اس نے مالک کی گردن دبا دی اسی دوران

مالک واپس آگیا اور ملازم گھبرا کر کھڑکی سے دوسری طرف نکل گیا' گرا اور مر گیا- اب اور کیا کرنا چاہتے ہو تم .... فرصت بری لگ رہی ہے تو ہیڈ کوارٹر بھجوا دوں-"

"تم نے کیا کہا---؟"

"ہمت کر کے کہہ دیا کہ میں اس کیس پر کام کرنا چاہتا ہوں-"

"کیا بولا؟"

"ضرور کچھ بولتا مگر ڈی ایس پی صاحب آگئے تھے-"

"گڈ' کافی ہے- چلو اب ہم ادھر آجاتے ہیں- مجھے میرے سوالات کے جواب دو-" میں نے کہا اور شہریار بھی سنجیدہ ہو گیا-

"سلطان احمد کہاں رہتا ہے........؟"

"سلیم اسکوائر' فلیٹ نمبر اسی چوتھی منزل ....!"

"اس کا اپنا فلیٹ ہے........؟"

"کرائے کا ہے........!"

"کوئی جائیداد ہے اس کی ....؟"

"پوچھا نہیں گیا........!"

"فلیٹ میں کتنے کمرے ہیں........؟"

"پانچ ....!"

"ملازم کتنے عرصہ سے اس کے ساتھ تھا........؟"

"چار ماہ ہوئے تھے ....!"

"اس سے پہلے کوئی اور نوکر تھا وہاں........؟"

"پوچھا نہیں گیا-"

"سلطان احمد کو تنخواہ کتنی ملتی ہے ....؟"

"اٹھائیس سو روپے ماہوار-"

"اور اس کی بیوی کو........؟"

"بائیس سو روپے- اس کی سرکاری نوکری پرانی تھی-"

"ملازم کو کتنی تنخواہ دیتے تھے وہ ....؟"

"سات سو روپے ماہوار' کھانا کپڑا-"

"وہ فلیٹ میں ہی رہتا تھا........؟"

"ہاں ویسے اس کا اپنا گھر ہے ایک بھائی ہے جو شادی شدہ ہے مگر اس سے چھوٹا ہے ایک بہن بھی ہے جس کی شادی نہیں ہوئی' ماں ہے- گھر بہت چھوٹا ہے جس میں صرف دو کمرے ہیں ایک کمرے میں ماں اور بہن رہتی ہے- دوسرے میں بھائی بھاوج- وہ دن میں ایک آدھ بار

اپنے گھر ضرور جاتا تھا اس پر پابندی نہیں تھی- باقی وقت فلیٹ میں ہی رہتا تھا- اس کی لاش اس کے بھائی کے حوالے کر دی گئی ہے-"

"پوسٹ مارٹم رپورٹ مل گئی-"

"ابھی نہیں- اس کے لئے جلدی بھی نہیں کی گئی ہے-"

"بہت خوب' اب کچھ اور سوالات کے جواب دو شہریار' میں نے پرجوش لہجے میں کہا اور شہریار بھی دلچسپی لینے لگا- میں نے کہا

اس فلیٹ کی زندگی صرف تین افراد پر مشتمل تھی- عظمیٰ سلطان' سلطان احمد اور ملازم جلال' شہریار ایک بات بتاؤ عظمیٰ سلطان اپنی ڈیوٹی پر اسکول ضرور جاتی ہوگی اور یہ وقت صبح سے دوپہر تک ہوتا ہوگا- سلطان احمد بھی ضرور جاتا ہوگا نو بجے سے پانچ بجے تک' اس دوران گھر میں جلال کے علاوہ اور کون ہوتا ہوگا........؟"

"ایں........ہاں؟"

"کیا صبح سے دوپہر تک کا وقت جلال کے لئے کافی نہیں ہو سکتا تھا- اس دوران تو وہ پورا فلیٹ خالی کر سکتا تھا' پر اس نے رات کے وقت کا انتخاب کیوں کیا؟ وہ بھی ایسے خطرناک حالات میں- اسے چار ماہ ہو گئے تھے نوکری کئے ہوئے گھر کے بارے میں اسے پوری پوری معلومات حاصل تھیں- جو چیزیں اس نے چرائی تھیں ان کی تفصیل میں دیکھ چکی ہوں- یہ سب کچھ تو ہمیشہ ہی گھر میں ہوتا تھا پھر یہ سب کچھ........"

"واقعی غور کرنے والی بات ہے-" شہریار نے اعتراف کیا-

"اس کے علاوہ شہریار' تم نے ایک بات پر غور نہیں کیا- جلال نے عظمیٰ سلطان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اس کے منہ میں کپڑا ٹھونس دیا تھا نہ چیخ سکتی تھی اور نہ شور مچا سکتی تھی اسی حالت میں وہ کیا مشکل پیش آئی تھی جس کی وجہ سے جلال کو اس کی گردن دبانی پڑی- یہ سب کچھ کر کے اسے مطمئن ہو جانا چاہئے تھا-"

"ممکن ہے وہ کچھ اور ڈرامہ کرنا چاہتا ہو-"

"مثلاً-"

"وہ خود کو بھی بچانا چاہتا ہو' کوئی ایسی ترکیب کر کے جس سے شبہ اس پر نہ جائے مگر پھر اسے خطرہ ہوا کہ عظمیٰ نے اسے دیکھ لیا ہے یہ راز کھل جائے گا اس لئے اس نے عظمیٰ کو مار دیا-"

"یہ کام وہ اسے باندھنے اور منہ میں کپڑا ٹھونسے بغیر بھی کر سکتا تھا- اگر اسے دیکھ لیا گیا تو اس نے عظمیٰ کو شور مچانے یا کچھ کرنے سے روکنے کے لئے اسے باندھ کر ڈال دیا اور منہ میں کپڑا ٹھونس دیا- عظمیٰ کا لباس بھی تصویر میں بے ترتیب نہیں ہے جس سے کچھ سمجھا جائے اگر وہ اپنا یہ کام کر چکا تھا تو پھر اسے عظمیٰ کو ہلاک کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟"

"سوچنے والی بات تو ہے۔"

"سلطان احمد رات کو بارہ بجے کہاں سے آیا تھا......؟"

"فلم دیکھ کر......"

"تنہا۔"

"ہاں اس کا بیان ہے کہ عظمیٰ کو فلموں سے دلچسپی نہیں ہے خاص طور سے انگریزی فلموں سے۔ اپنی پسند کی کوئی فلم دیکھنے وہ تنہا جاتا تھا۔ عظمیٰ کی طرف سے اسے اجازت تھی۔ اس دن بھی وہ فلم دیکھنے گیا تھا۔ ثبوت کے طور پر اس نے ٹکٹ کا آدھا حصہ بھی پولیس کو پیش کیا ہے۔"

"ہوں...... چند باتیں اہمیت کی حامل ہیں شہریار، مگر اچھا یہ بتاؤ کچھ کام کرنے کے لئے وقت ہے تمہارے پاس۔"

"ہاں۔ کیا کام کرنا ہے؟"

"ہم جلال کے گھر چلیں گے۔ اس کے اہل خاندان سے اس کے بارے میں کچھ تفصیلات معلوم کرنی ہیں اور اس کے بعد سلطان احمد کے فلیٹ پر بھی چلیں گے۔ کیا خیال ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" شہریار مردہ سے لہجے میں بولا، پھر کہنے لگا۔ "ویسے یقین کرو میں نے سمجھا تھا کہ آج کا دن بہترین گزاروں گا، تم سے ساحل پر چلنے کی فرمائش کروں گا۔ وہاں تمہارے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر لہروں سے اٹھکیلیاں کروں گا مگر سب کچھ چوپٹ ہوگیا۔ ایسے کام صاحب خان کے ساتھ کرنا پڑتے تھے اب تمہارے ساتھ کرنے ہوں گے یعنی عشق بھی سرکاری ہوگیا۔"

"مجھ میں اور صاحب خان میں کوئی فرق نہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ایں...... ہاں تھوڑا سا ہے تو سہی۔" شہریار نے شرارت سے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

ہم اٹھ گئے۔ شہریار کو جلال کے گھر کا پتہ معلوم تھا۔ ایک غلیظ اور کیچڑ بھری بستی میں اس کا کھولی نما مکان تھا جس میں شاید اس کا سوئم ہو رہا تھا۔ کچھ لوگ باہر چارپائیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اس وقت یہاں آنا غلط ہوگیا تھا۔ ہمارا استقبال اچھے انداز میں نہ کیا گیا۔ جلال کی بہن نے کہا۔

"وہ مرگیا نا...... اور تمہارا کچھ چرا کر بھی نہیں لایا، اب کیا تم اس کی لاش کو قبر سے نکال کر سزا دینا چاہتے ہو۔"

"نہیں، ہم اسے بے گناہ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"اس کے بعد تم اسے بری کر کے ہمارے حوالے کر دو گے...... بولو اسے واپس دیدو گے۔ ناتم......" وہ روتی ہوئی بولی۔ جلال کی ماں نے کہا۔

"یہ سب کچھ اس نے نہیں کیا، ماں ہوں میں اس کی، وہ کتنا برا تھا میں جانتی ہوں، ہاں وہ بہت برا تھا مگر اس نے بہن کے سر پر ہاتھ رکھ کر قسم کھائی تھی کہ اب وہ کوئی برا کام نہیں کرے گا۔ وہ بہت عرصے سے یہ قسم نبھا رہا تھا وہ اچھا بن رہا تھا مگر جب وہ اچھا بننے لگا تو......"

تو...... ماں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ یہاں لوگ مشتعل تھے۔ کوئی ڈھنگ سے بات نہ کر رہا تھا چنانچہ ہم گھبرا کر یہاں سے باہر نکل آئے تھے۔ کچھ دور پر راستے سے گزرتے ہوئے ایک تسبیح بردار بزرگ نے کہا۔

"بس جی مالک سے گناہوں کی معافی مانگتے رہا کرو، برائی کبھی نہیں پھیلتی، برے کاموں کے برے انجام۔"

"ایک منٹ جناب، کیا آپ ہمیں جلال کے بارے میں کچھ بتانا پسند کریں گے" میں نے کہا۔

"اب کیا فائدہ بٹی، جانے والا چلا گیا، کسی کے عیبوں کی پردہ پوشی اچھی بات ہوتی ہے، کیا خوبی نہ تھی مرحوم میں، چرس، افیون، ہیروئن وہ بیچتا تھا ایک بار کسی گندے کام میں پکڑا گیا تھا چھ مہینے کی سزا ہوئی تھی واپس آکر توبہ تلا کی مگر جسے برے کاموں کی لت پڑ جائے اسے اللہ ہی سمجھائے تو سمجھتا ہے کیا نتیجہ نکلا۔ ماں بہن کو برباد کرگیا۔ دوسرے بھائی کا کیا ہے بیوی میں گم ہے وہی سہارا تھا، مگر میں یہ سب کیوں بتاؤں جانے والا چلا گیا کسی کے عیب کی پردہ پوشی ہی کرنی چاہئے۔" بزرگ آگے بڑھ گئے۔

"سنا تم نے۔ انہوں نے کچھ نہیں بتایا۔" شہریار نے کہا اور میری ہنسی نکل گئی۔

"جی اب دوسرا حکم۔" شہریار بولا۔

"سلطان احمد کے پاس چلیں گے۔" میں نے جواب دیا اور شہریار تیار ہوگیا، اس نے سلیم اسکوائر تک میری رہنمائی کی اور کچھ دیر کے بعد ہم سیڑھیاں طے کر رہے تھے کچھ سنسان سی عمارت تھی حالانکہ تمام فلیٹ آباد تھے لیکن ایک عجیب سی بے رونقی محسوس ہو رہی تھی۔ لائٹ وغیرہ کا وجود نہیں تھا ویسے بھی درمیانے درجے کے لوگ آباد تھے۔ چار منزلیں عبور کر کے جی خوش ہوگیا تھا۔ بہرحال فلیٹ کے دروازے کی بیل بجائی اور جس شخص نے دروازہ کھولا اسے دیکھتے ہی علم ہوگیا کہ وہ سلطان احمد کے سوا کوئی نہیں ہے۔ اس نے ایک مسلا ہوا لباس پہن رکھا تھا، شیو کئی دن کا بڑھا ہوا تھا، بال الجھے ہوئے تھے آنکھوں میں ویرانی نظر آ رہی تھی، اس نے شہریار کو پہچان لیا۔

"ہیلو انسپکٹر صاحب۔"

"ہیلو مسٹر سلطان، کیا ہو رہا ہے۔"

"اپنی تنہائیوں سے ہم کلام ہوں کچھ لمحوں پہلے کے خواب دیکھ رہا ہوں سوچ رہا ہوں کہ اتنے بے بس ہو کر ہم خود کو کیا کیا سمجھ بیٹھتے ہیں۔ براہ کرم تشریف لائے آپ سادہ لباس میں آئے ہیں۔"

"میں ذاتی طور پر دوسروں کی عزت نفس کا خیال رکھتا ہوں۔" شہریار نے جواب دیا۔

"میرے ساتھ تو سبھی نے ہمدردی کی ہے حالانکہ پولیس کے بارے میں بڑے ہولناک

افسانے سنائے جاتے ہیں۔"

"پولیس والے بھی انسان ہی ہوتے ہیں ہمیں آپ سے ہمدردی ہیں۔" انہوں نے ہمیں ڈرائنگ روم میں بٹھایا تھا۔

"کوئی خاطر نہ کرسکوں گا" اس نے رقت آمیز لہجے میں کہا۔

"اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ یہ میری ساتھی لیڈی ہیں۔"

"کچھ پوچھنا چاہتی ہوں سلطان صاحب۔"

"جی فرمایئے۔"

"یہاں آپ کے عزیز و اقارب نہیں ہیں؟"

"ہیں مگر۔ اس بات سے الجھن ہی ہوتی ہے' تنہائیوں میں' میں کم از کم ان کے لئے رو تو سکتا ہوں۔"

"مسز سلطان سے آپ پوری طرح مطمئن تھے؟"

"مجھے اس سے عشق تھا۔"

"آپ کو ان کی ملازمت سے کوئی اختلاف نہیں تھا۔"

"تھا۔ لیکن وہ ہر قیمت پر میرا ہاتھ بٹانا چاہتی تھی' بدقسمتی سے ہماری محبت اولاد میں بھی تقسیم نہ ہوسکتی تھی۔"

"اولاد نہ ہونے کی کوئی طبی وجہ؟"

"بس اللہ کا حکم۔"

"آپ کو خواہش تو ہوگی؟"

"کسے نہیں ہوتی۔"

"کچھ علاج معالجے کئے ہوں گے؟"

"کون نہیں کرتا۔ مگر ان سوالات کا مقصد میری سمجھ میں نہیں آیا۔"

"پولیس کو ایک رپورٹ تیار کرنا ہوتی ہے اور اس کے بعد اس قسم کے کیس داخل دفتر کئے جاتے ہیں آپ کوئی خیال نہ کریں۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"آپ لوگوں کے مالی حالات کیسے تھے؟"

"بس گزر ہو رہی تھی' میں ان سے بالکل مطمئن نہیں تھا۔ پچھلے کافی دنوں سے میں ملک سے باہر جانے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ میری دلی خواہش تھی کہ اس کے لئے' اس کے لئے ایک گھر بنا دوں مگر وہ میرے اس خیال سے متفق نہیں تھی وہ مجھے......... خود سے دور نہیں ہونے دینا چاہتی تھی......... مگر خود دیکھ لیجئے' وہ خود مجھ سے کچھ کہے سنے بغیر کتنی دور چلی گئی اتنی دور کہ اب میں اس کی واپسی کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔" سلطان کے حلق سے کئی سسکیاں نکل گئیں۔

"بعد میں آپ نے کیا فیصلہ کیا تھا؟" میں نے اس کے غم کو نظرانداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"میں نے اپنا پاسپورٹ بنوا لیا تھا اور اسے اس بات کے لئے تیار کر رہا تھا کہ وہ مجھے کچھ عرصہ کے لئے چلا جانے دے۔ میں جو کچھ بھی کرنا چاہتا تھا اسی کے لئے کرنا چاہتا تھا اور یہ بات وہ بخوبی جانتی تھی۔"

"آپ نے اس سلسلہ میں کوشش کی تھی؟"

"مسلسل کوششیں کر رہا تھا۔" سلطان نے جواب دیا۔

"سلطان صاحب آپ کی کوئی جائیداد وغیرہ ہے۔" "میں نے پوچھا اور وہ آنکھ اٹھا کر مجھے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔"

"ایسے سوالات کر کے دل کیوں دکھا رہی ہیں کچھ بھی تو نہیں کرسکے تھے تو ہمیں تنخواہ ہی کتنی ملتی تھی۔ اٹھائیس سو مجھے بائیس سو اسے پانچ ہزار روپے بنتے تھے ہمارے' اور اسی میں ہم کفایت سے گزر بسر کرتے تھے لیکن اب' لیکن اب آہ اس نے' اس نے اپنی زندگی دیکر میرے مستقبل کو سنوارنے کی ایک کوشش کرہی ڈالی' آہ کاش ایسا نہ ہوتا' ایسا نہ ہوتا۔"

"میں سمجھی نہیں۔" میں نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"بیمہ کرایا تھا اس نے پانچ لاکھ روپے کا' پورے پانچ لاکھ روپے کا' حالانکہ میں اسے منع کرتا تھا' میں اس سے کہتا تھا کہ پریمیم کی اتنی بڑی رقم ہی نہیں دے سکتے' لیکن وہ نہ مانی اور اس نے بیمہ کرالیا اور اب میں جانتا ہوں کہ اگر میں کوشش کروں تو بیمے کی یہ رقم مجھے مل سکتی ہے لیکن' لیکن آپ خود بتایئے اپنا سر پھوڑوں گا میں اس رقم سے' کیا کروں گا ان پیسوں کا جو اس کی زندگی کے عوض مجھے ملیں گے۔" اس کے ان الفاظ پر شہریار اپنے تاثرات کو نہ دبا پایا تھا لیکن شکر تھا کہ وہ سلطان کی جانب نہیں دیکھ رہا تھا بلکہ اس کی توجہ مجھ پر ہی تھی اور میں نے اپنے چہرے کے تاثرات کو بالکل قابو میں رکھا تھا۔

"واقعی بہت افسوسناک بات ہے اگر یہ رقم کسی طرح ان کی زندگی ہی میں مل جاتی تو آپ دونوں کے بہت سے مسائل حل ہوسکتے تھے۔"

"شاید اسے یقین تھا کہ وہ زیادہ عرصے نہ جی سکے گی اس نے یہ سب کچھ میرے لئے کیا تھا میں جانتا ہوں وہ مجھے اتنا ہی چاہتی تھی۔"

"اس طرح تو آپ کی اچھی خاصی رقم پریمیم کی شکل میں بھی نکل جاتی ہوگی۔"

"ہاں ابھی میں نے کچھ دیا نہیں تھا سالانہ پریمیم ادا کرنے کا فیصلہ کیا تھا ہم نے اور صرف پہلی قسط ادا کی تھی اس کی سال بھر بھی تو پورا نہیں ہوا۔"

"جی' ویسے سلطان صاحب ایک بات ذرا تعجب خیز ہے آپ لوگوں کے مشاغل مشترک نہیں ہوتے تھے۔"

"کیا مطلب؟"

"میرا مطلب یہ ہے اس رات آپ تنہا فلم دیکھنے گئے تھے اگر آپ کے اتنے گہرے اور محبت آمیز تعلقات تھے تو خاتون آپ کے ساتھ فلم دیکھنے کیوں نہ گئیں؟"

"اسے انگریزی فلمیں پسند نہیں تھیں' دو تین فلمیں میں نے اسے دکھائیں لیکن اس نے ان سے بیزاری کا اظہار کیا اور مجھ سے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ انگریزی فلم دیکھ کر اس کی طبیعت خراب ہوجاتی ہے اس نے مجھے بخوشی اجازت دی تھی کہ میں اپنی پسند کی فلمیں ضرور دیکھ لیا کروں اور کبھی کبھی میں اپنی کوئی پسند کی فلم دیکھنے ضرور چلا جاتا تھا۔"

"آخری فلم آپ نے کونسی دیکھی؟"

"وہ بدنصیب فلم بن حر تھی مجھے ہمیشہ سے پسند تھی دو تین بار اسے دیکھ چکا ہوں' بس میری پسند کی فلم ہے خود اسی نے مجھ سے کہا تھا کہ بن حر لگی ہوئی ہے دیکھ لو بلکہ آپ اس بات پر یقین کریں کہ اس نے اس کا ٹکٹ بھی خود ہی مجھے ایڈوانس بک کرا کر دیا تھا؟"

"ہوں ویسے سلطان صاحب آپ نے بنیادی طور پر کوئی غلطی نہیں کی۔"

"کس سلسلے میں؟" وہ کسی قدر چونک کر بولا۔

"ملازم کو رکھنے کے سلسلے میں' چار ماہ پہلے آپ نے اس اچھی خاصی عمر کے شخص کو ملازم رکھا تھا آج کل اس قسم کے واقعات اکثر ہوتے رہتے ہیں اور پولیس کی طرف سے مسلسل یہ ہدایات جاری کی جاتی رہتی ہیں کہ اپنے کسی بھی ملازم کو تھانے میں ضرور رجسٹر کرائیے آپ نے ایسا کیوں نہ کیا؟"

"بدنصیبی تھی میری لاپرواہی کا شکار ہوگیا حالانکہ کئی بار میں نے اس سے کہا بھی تھا کہ وہ اپنا شناختی کارڈ لا کر مجھے دیدے میں اصول کی کارروائیاں کرلینا چاہتا ہوں لیکن کم بخت نے کچھ اس طرح ہم لوگوں پر اپنا سکہ جمایا تھا کہ بعد میں ہم یہ بات نظرانداز ہی کر بیٹھے۔"

"کیا آپ کو اس بات کا علم ہے کہ وہ ایک سزایافتہ انسان تھا؟"

"ہاں پولیس کو دوران تفتیش یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ منشیات فروشی بھی کرتا تھا اور کسی سنگین جرم میں چھ ماہ کی سزا بھی کاٹ چکا تھا۔" سلطان نے گردن جھکالی کچھ دیر تک اسی طرح بیٹھا رہا پھر غم زدہ لہجے میں بولا۔

"یہ انکشاف میرے لئے نیا ہے لیکن ظاہر ہے پولیس کے ذریعے ہوا ہے اس لئے غلط تو نہیں ہوسکتا بس یوں کہئے جب کچھ ہونا ہوتا ہے تو آنکھوں پر پٹی بندھ جاتی ہے۔"

"اس نے بڑی چالاکی سے آپ کے ہاں ملازمت حاصل کی اور اس کے بعد یہ واردات کرڈالی ہمیں بے حد افسوس ہے ویسے محترمہ کی مخالفت کے باوجود آپ نے اپنا باہر جانے کا فیصلہ برقرار رکھا تھا۔"

"کوئی بات آخری حد تک نہیں سوچی تھی میں نے ظاہر ہے میرے اور اس کے معاملات ایک دوسرے کے تعاون ہی سے چلتے تھے اگر وہ زیادہ ضد کرتی تو میں اپنا یہ فیصلہ ملتوی بھی

کرسکتا تھا لیکن لیکن یہ سب کچھ' یہ سب کچھ نہ ہوسکا' آہ میں بدنصیب تھا کہ اس کا تحفظ نہیں کرسکا۔"

"جس وقت آپ گھر میں داخل ہوئے تو دروازہ کھلا ہوا تھا' یقینی طور پر یہ دروازہ آپ کے ملازم ہی نے کھولا ہوگا سامان باندھ کر نکل جانے کے لئے کیا آپ نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کردیا تھا؟"

"نہیں میں چونکہ حیران تھا اس لئے بس سیدھا آگے بڑھتا چلاگیا تھا اور یہ کمرہ دروازے کے عین سامنے پڑتا ہے اور یہاں چونکہ روشنی تھی اس لئے میں عظمیٰ کی خواب گاہ میں جانے کے بجائے سیدھا ادھر ہی چلاگیا اور وہ مجھے دیکھ کر گھبراگیا اس نے فوراً ہی کھڑکی کی طرف رخ کیا اور نجانے کیا سوچ کر باہر چھلانگ لگادی۔"

"کیا یہ عمل دیوانگی کی علامت نہیں ہے۔"

"وہ بری طرح بدحواس ہوگیا تھا مجھے دیکھ کر۔" سلطان نے جواب دیا۔

"اگر آپ اجازت دیں تو ہم لوگ ذرا اس کمرے کا جائزہ لے لیں؟"

"اس میں اجازت کی کیا بات ہے پولیس اپنی ذمے داریاں پوری کرنے کے لئے آزاد ہوتی ہے آپ کا شکریہ کہ آپ نے کم ازکم یہ الفاظ پوچھ ہی لئے۔"

میں کھڑی ہوئی تو شہریار بھی میرے ساتھ ہی کھڑا ہوگیا سلطان نے اٹھنے کی کوشش نہیں کی تھی اور ہم نے اس سے کہا بھی نہیں تھا چنانچہ ہم دونوں اندر داخل ہوگئے۔ شہریار غیر معمولی طور پر خاموش تھا' میں کمرے کا جائزہ لینے لگی اور اس کے بعد اس کھڑکی کے قریب پہنچ گئی جس میں بڑے بڑے شیشے لگے ہوئے تھے لیکن سلاخیں نہیں تھیں ویسے بھی چوتھی منزل کی ایسی سمت کی کھڑکی تھی جدھر سے کوئی خطرہ نہیں ہوسکتا تھا' چنانچہ گرل وغیرہ لگانے کی کوشش نہیں کی گئی تھی' شہریار اور میں کھڑکی سے باہر جھانکنے لگے۔ نیچے طویل گہرائیاں تھیں اور یہ گلی پتلی گلی شمار کی جاتی تھی۔ سامنے بنے ہوئے فلیٹوں کا بھی عقبی حصہ اس سمت تھا' دفعتہً ہی میری آنکھوں نے کچھ دیکھا اور میرے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے میں نے ایک دم شہریار کو مخاطب کرکے کہا۔

"شہریار ذرا باہر جھانکو وہ آتو نہیں رہا۔" شہریار نے حیران نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر دروازے کی جانب بڑھ گیا چند لمحات کے بعد وہ واپس آگیا تھا۔

"ذرا یہ دیکھو' یہ کیا ہے" میں نے اس آٹھ انچ چوڑے کارنس کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا اور شہریار نیچے جھانکنے لگا' کھڑکی سے اگر نیچے جھانکا جاتا تو یہ کارنس نظر نہیں آتا تھا۔ نگاہ سیدھی گہرائیوں تک ہی جاتی تھی لیکن اس وقت میں نے کچھ زیادہ جھک کر کارنس کو دیکھا تھا اور یہ اندازہ لگانا چاہا تھا کہ کارنس پر اترنے کی وجہ کیا ہوسکتی ہے۔ گندے پانی کی نکاسی کے پائپ واقعی اتنے فاصلے پر تھے اور کوئی چیز پکڑے بغیر وہاں تک پہنچنا ممکن نہیں تھا ایک شناسا

ایسی حرکت نہیں کر سکتا تھا ہاں اگر کوئی اجنبی ہوتا تو نہیں کہا جاسکتا تھا لیکن ملازم جلال چار ماہ سے یہاں کام کر رہا تھا اس کھڑکی اور اس کے عقبی حصے سے بھی اسے واقفیت حاصل ہوگئی تھی۔بدحواسی میں اگر کوئی قدم اٹھایا جائے تو زندگی کی بازی لگانے کے لئے تو نہیں اٹھایا جاسکتا جبکہ یہاں سے نکلنے کے کچھ اور ذرائع بھی ہوسکتے تھے جو چیز میں نے شہریار کو دکھائی تھی وہ کارنس پر جما ہوا خون تھا جو اچھی خاصی مقدار میں تھا خون کی ایک لمبی لکیر کئی حصوں میں تقسیم ہو کر کھڑکی سے نیچے کی دیوار پر بھی بنی ہوئی تھی اور کارنس پر پڑا ہوا خون جم کر سیاہ ہوچکا تھا۔ اس خون کا کہیں بھی کوئی تذکرہ نہیں تھا اس کا مطلب تھا کہ یہ کسی کی نگاہوں میں نہیں آسکا اور میری آنکھیں دھوکا نہیں کھا رہی تھیں خون کا ایک مخصوص رنگ ہوتا ہے اور اسے پہچانا جاسکتا ہے۔شہریار نے خون کی لکیریں اور کارنس پر پڑا خون دیکھا پھر کچھ بولنے کے لئے منہ کھولا تو میں نے اسے خاموش کر دیا۔

"اس موضوع پر باہر جا کر بات کریں گے" میں نے کہا ہم واپس کمرے میں پہنچے تو سلطان احمد اسی طرح نڈھال بیٹھا تھا۔

"بہت بہت شکریہ سلطان صاحب اس تعاون کا۔بس آخری بات اور بتا دیں۔"

"جی۔"

"جلال کو کس طرح ملازم رکھا گیا تھا' کسی کی سفارش پر' یا براہ راست۔"

"بالکل اتفاقیہ طور پر میں' اور عظمیٰ ایک دن شاپنگ کرنے بازار گئے تھے ایک جگہ وہ بھکاریوں جیسی حالت میں مل گیا اور اس نے امداد کی درخواست کی عظمیٰ نے ناخوشگوار لہجے میں کہا کہ وہ ایک تندرست شخص ہے۔اسے ہاتھ پھیلاتے ہوئے شرم آنی چاہئے۔جس پر اس نے تلخ لہجے میں کہا کہ مجبوریوں کو گالیاں دینا سب سے آسان کام ہے ان کا ہاتھ بھی تو تھامو' جس پر ہم نے اسے نوکری کی پیشکش کر دی تھی اور وہ ہمارے ساتھ ہی آگیا تھا۔"

"ہاں بعض نیکیاں بھی عجیب رنگ دکھاتی ہیں۔" اس کے بعد ہم سلطان احمد سے اجازت لیکر وہاں سے چل پڑے تھے۔شہریار کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔میں نے کہا

"تمہاری روحانی کیفیت کیا ہے؟"

"ہیجانی کیفیت میں دب کر رہ گئی ہے۔" وہ فوراً بولا۔

"ساحل کیسا رہے گا؟"

"اس مذاق کا مطلب جاننا چاہتا ہوں۔"

"میں تو تیار رہوں گا۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تو کیا میں انکار کر دوں گا۔" شہریار نے کہا ساحل سمندر تک ہم دونوں نے خاموش ہی رہنے کا فیصلہ کیا تھا ایک دور دراز جگہ کار پارک کر کے ہم نیچے اتر آئے۔میں نے شہریار کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے تمہاری رومانی حس کچھ سرد سرد لگ رہی ہے۔"

"تم بہت چالاک ہو لبنیٰ۔"

"کیوں۔"

"دفاع کی ساری چولیں ڈھیلی کر کے رکھ دی ہیں۔ذہن نہ جانے کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے اور اب ایسی باتیں کر رہی ہو۔"

"کیا سوچ رہے ہو۔" میں نے کہا اور شہریار دھم سے ریت پر بیٹھ گیا۔میں بھی اس کے سامنے ہی بیٹھ گئی تھی۔

"صرف ایک بات۔اور وہ یہ کہ انسان کو ایک بار یورپ ضرور جانا چاہئے کسی بھی قسم کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے واپس آ کر رپورٹر بن جانا چاہئے اس طرح ذہن کشادہ ہو جاتا ہے اور دماغ بہت کچھ سوچ سکتا ہے۔"

"ایک بات کا اعتراف کرو' وہ یہ کہ کسی بھی معاملے کو اس قدر سطحی نگاہ سے نہ دیکھو کہ اس کی اصل شکل بہت پیچھے جا چھپے' میں نے ابتداء ہی سے تم سے یہ کہا ہے جرم بہت سوچ کر اور پوری منصوبہ بندی کے ساتھ کیا جاتا ہے' تفتیش کرنے والے وہ دیکھتے ہیں جو تیار کیا گیا ہوتا اور مجرم اس میں اپنا کوئی نقصان نہیں سمجھتا لیکن یہ مجرم اپنے جرم کے پیچھے ایک نقش ضرور چھوڑتا ہے جو اس کے مجرم ہونے کی نشاندہی کرتا ہے۔تمہارا ذہن اس کی تلاش میں ضرور سرگرداں ہونا چاہئے۔"

"لبنیٰ تم کھل کر یہ کہہ رہی ہو کہ قاتل جلال نہیں ہے۔"

"ہرگز نہیں' ممکن ہے ہماری یہ کاوشیں بے مقصد نکلیں اصلیت وہی ہو جو سامنے آئی ہے۔"

"شبہ پیدا ہوگیا ہے۔"

"ہیرو کی انٹری ہوئی ہے تو اس کا کوئی ایکشن بھی تو ہونا چاہئے جو کچھ اب تک ہوا ہے میں اس کے بارے میں تمہاری رائے جاننا چاہتی ہوں۔" میں نے کہا اور شہریار ریت پر سیدھا سیدھا لیٹ گیا۔اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں میں خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھی انداز میں شرارت تھی مگر اچھا لگ رہا تھا۔پھر وہ اچانک اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"وہ پانچ لاکھ کی بیمہ شدہ تھی اور اس کا بیمہ ہوئے پورا سال نہیں گزرا' صرف ایک پریمیم گئی ہے' اچھی خاصی رقم۔دونوں کی ماہانہ آمدنی ملا کر کل پانچ ہزار روپے بنتی تھی۔فلیٹ کا کرایہ پندرہ سو رو ماہوار سے کسی طرح کم نہ ہوگا' جس طرح کی زندگی وہ گزارتے تھے اس کے اخراجات ڈھائی ہزار سے کم نہ ہوں گے۔سات سو روپے ماہانہ کا ملازم۔کھانا کپڑا علیحدہ کون ہمت کر سکتا ہے پھر سالانہ پریمیم کو ماہانہ اقساط پر تقسیم کیا جائے' اس کے علاوہ دونوں باتیں کچھ غیر حقیقی سی لگتی ہیں ہر شخص اپنے حالات کے تحت چلتا ہے مگر یہ عیاشی کی گئی۔جلال پورا دن گھر

پر رہتا تھا کسی بھی وقت وہ خاموشی سے اپنا کام کرسکتا تھا پھر اس نے عظمٰی کی موجودگی میں یہ سب کچھ کیوں کیا؟" عظمٰی کے ہاتھ پاؤں باندھ کر منہ میں کپڑا ٹھونس دیا گیا تھا پھر اسے قتل کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی اور......... اور جو شخص چوری کرنے کے لئے ایک عورت کو قتل کرسکتا ہے وہ اتنا بزدل کیسے ہوگیا کہ صرف سلطان احمد کو دیکھ کر حواس کھو بیٹھا اور خودکشی کرلی۔ نہیں مسی لبنٰی' ہرگز نہیں۔ گڑبڑ' گھپلا' حقیقی گھپلا!"

میں مسکراتی رہی تھی پھر میں نے کہا "پولیس نے اس واقعے کو اسی حقیقت سے تسلیم کرلیا ہے جس طرح سلطان احمد نے بتایا ہے اور میرے خیال میں اب مزید تفتیش نہیں ہوگی۔"

"ہاں اس کی وجوہات ہیں۔"

"کیا؟"

"بھئی تمہیں علم ہے کہ عظمٰی سلطان کے اہل خاندان میں کوئی ایسا نہیں ہے جو اس کے قتل سے دلچسپی رکھتا ہو' میرا مطلب ہے قتل کے ان واقعات سے اختلاف کرے' صرف ایک سلطان احمد ہے جو اس کا ولی وارث ہے۔ سلطان احمد پولیس کو اس کے قتل کی رپورٹ دیتا ہے' قاتل کی لاش پولیس کو مع اس سامان کے مل جاتی ہے جس کے لئے اس نے اپنی مالکن کو قتل کیا تھا پوری کہانی پولیس کے علم میں آجاتی ہے اس کے بعد پولیس افسانے لکھنے کیوں بیٹھے۔ نئی نئی کہانیاں گھڑنے میں اپنا سر کیوں کھپائے۔ یا تو اس کی کوئی تحریک ہو اور اگر نہیں ہے تو اللہ اللہ خیر صلا۔"

"یہ تو بڑا کمزور پہلو ہے شہریار۔ اس طرح تو تھوڑی سی ذہانت سے کوئی بھی جرم کر کے بچ سکتا ہے" میں نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

"کتنی بار اس پر افسوس کروگی' ایسا ہوتا ہے۔"

"اب کیا کروگے۔" میں نے پوچھا اور شہریار خاموش ہوگیا وہ دیر تک کچھ نہ بول سکا تو میں نے ہی کہا "پوسٹ مارٹم رپورٹ کب تک مل جائے گی؟"

"اس کے حصول کے لئے کوئی خاص سرگرمی نہیں دکھائی گئی جلدی چاہیں تو جلدی مل سکتی ہے۔"

"تو پھر پوسٹ مارٹم رپورٹ حاصل کرلو شہریار' اس کے بعد سوچیں گے" میں نے کہا:

"تم نے مجھے بھی الجھن میں ڈال دیا ہے لبنٰی یقین کرو سوچنے کا انداز ہی بدل گیا ورنہ صاحب خان کا طریق کار بھی برا نہیں لگتا تھا بلکہ اس نے استاد بنا کر کچھ سیکھ لیا تھا۔ وہ کہتا ہے پولیس بے بس ہے اس کے کام میں بڑی مداخلت ہوتی ہے غلط کو صحیح اور صحیح کو غلط کرنا پڑتا ہے اس لئے وہ بھی دیانتداری سے کام نہیں کرسکتی۔ پھر اس کا ایک مخصوص مزاج بن جاتا ہے اور سارے کام وہ ایک ہی حساب سے شروع کردیتی ہے۔ ویسے تمہارا کیا خیال ہے لبنٰی' قاتل وہ نہیں تھا......... میرا مطلب ہے جلال عرف جلالو"۔

"اس کا فیصلہ کرنے میں ابھی دیر لگے گی شہریار' ہمیں ایک اہم کام اور کرنا ہے۔" میں نے پرخیال انداز میں کہا۔

"کیا؟" شہریار نے پوچھا۔

"تم اس خون کو بھول گئے جو کھڑکی کے دوسری طرف کی دیوار اور کارنس پر پڑا ہوا تھا۔ آخر وہ خون کس کا تھا؟"

○---------☆---------○

شہریار نے احمقانہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا میں سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی۔ پھر میں نے کہا "بتاؤ تمہارے خیال میں وہ خون کس کا ہوسکتا ہے۔"

"کسی دل دکھے کے ارمانوں کا' ہوسکتا ہے میرا بھی ہو' میں نے بھی تو اس کھڑکی سے نیچے جھانکا تھا"۔ شہریار نے گہری سانس لے کر کہا۔

"پلیز سنجیدہ رہو شہریار۔"

"کمال کرتی ہو اتنی دیر سے سنجیدہ ہوں' دماغ دکھ کر رہ گیا ہے۔ آدمی شدید محنت کے بعد چاہتا ہے کے کچھ دلداری کی باتیں ہوں۔ کچھ پیمان عہد وفا ہوں آنکھوں سے جام وغیرہ پلائے جائیں' کچھ خماری ہو۔"

"توبہ توبہ تمام غیر قانونی کام چاہتے ہو تم......... شراب قانونی طور پر بھی جرم ہے اور مذہبی طور پر بھی......... قانون کے محافظ ہی اگر جام و عہد و وفا کی باتیں کرنے لگیں تو عام پبلک کا کیا ہوگا۔"

"اور پبلک مجھے مسلسل بے وقوف بنائے جا رہی ہے اس کی کوئی داد فریاد نہیں ہے۔ اپنے استاد کی استادی سچ مچ بڑی کار آمد چیز ہے۔"

"استاد........."

"صاحب خان کی بات کر رہا ہوں......... جرم ہوا تفتیش ہوئی' زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھا گیا جس کا نام قرعے میں آیا اسے مجرم قرار دیا گیا اور اللہ اللہ خیر صلا۔ مجرم نے اقبال جرم میں گڑبڑ کی تو اسے ڈرائنگ روم کی سیر کرا دی گئی کھیل ختم۔ یا مجرم نے اگر خود ہی سزا پالی تو کیس داخل دفتر' اس طرح دوسرے کاموں کی فرصت بھی مل جاتی ہے ورنہ......... خدا کی پناہ ایک سیدھی سادی بات ہے۔ جلال نے موقع پا کر کام دکھایا۔ ویسے بھی مجرمانہ ذہنیت کا انسان تھا۔ سزا بھی کاٹ چکا تھا کچھ دل میں آگئی ہوگی نوکری کرتے کرتے جی اکتا گیا ہوگا انسانی دماغ ہی ہے۔ بعد میں موقع پر مداخلت ہوگئی اور کھوپڑی ساتھ نہ دے سکی بھاگنے کی کوشش میں چھٹی ہوگئی اور تم کیوں بال کی کھال اتار رہی ہو۔ یہ ہوا وہ ہوا۔ کوئی ڈھنگ کی بات کرلو بی بی۔"

"اور اس کے باوجود تم ہیرو کی انٹری چاہتے ہو۔"

"ارے بھائی اتنی دیر سے انٹری دے رہا ہوں کوئی سین ہی نہیں بن پا رہا۔"

"جو کچھ کہہ رہی ہوں کرو مجھے کارنس پر پڑے ہوئے خون کی مفصل رپورٹ بھی درکار ہے' اس کے علاوہ پوسٹ مارٹم رپورٹ' مرنے والوں کی موت کی بعد کی تصویریں اور یہ چیزیں جلد درکار ہیں۔"

"کارنس کے خون کی رپورٹ کا اضافہ ہوگیا؟"

"ہاں!"

"ارے مگر وہ وہاں سے حاصل کیسے کیا جاسکتا ہے؟"

"اوں ہوں مردوں جیسی باتیں کرو کیسی شہریار باتیں کر رہے ہو۔ رسیوں کے ذریعہ کانسٹیبلوں کو کارنس پر اتارا جاسکتا ہے جمے ہوئے خون کو کھرچ کر اس کا نمونہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ یہ کونسا مشکل کام ہے مجھ سے کہو میں اس کارنس پر اتر کر وہ خون تمہیں دیدوں۔"

"یہ کام سلطان کی موجودگی میں کیا جائے۔"

"ہرگز نہیں تم اسے کسی ضروری کارروائی کے لئے تھانے طلب کرسکتے ہو اس طرح فلیٹ تمہیں خالی مل جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔" شہریار نے مردہ سے لہجے میں کہا اس کے بعد ہم واپس چل پڑے تھے۔

دوسری شام شہریار نے گرین فاؤنٹین میں مجھے اس دن کی کارروائی کی رپورٹ پیش کی تھی۔

"صاحب خاں نے تمہیں فاتر العقل قرار دیا ہے۔"

"میری طرف سے شکریہ ادا کردینا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس کا کہنا ہے کہ یہ لڑکی پولیس کو ذلیل کرنے پر تلی ہوئی ہے' سیدھے سادے معاملات میں بھی قاتل بدلنے کے چکر میں پڑی رہتی ہے۔ اس نے مجھے مشورہ دیا ہے کہ میں تمہارے چکر میں نہ پڑا کروں۔"

"تم نے کیا جواب دیا۔"

"بس گردن جھکالی۔"

"کام کی بات کرو۔" میرا لہجہ کھردرا ہوا تو شہریار جلدی سے سنبھل گیا اور بولا۔

"وہی تو کر رہا ہوں۔ تمہاری ہدایت پر عمل کرلیا ہے نہ صرف خون کا نمونہ حاصل ہوگیا ہے بلکہ کچھ تلاشی وغیرہ بھی لے ڈالی ہے اس کے فلیٹ کی۔"

"گڈ......... کوئی کام کی بات........"

"پانچ لاکھ کے بیمے کے کاغذات' جن میں اس نے اپنے شوہر کو رقم کا حقدار قرار دیا ہے' سلطان احمد کا پاسپورٹ اور کچھ ممالک کے بارے میں ٹریول ایجنسیوں سے معلومات کی خط کتابت......... پاسپورٹ تین ماہ پہلے بنوایا گیا ہے بس یہی چیزیں ہیں"

"خون کی رپورٹ کب ملے گی۔"

"پوسٹ مارٹم اور دوسری تمام چیزیں کل دن میں حاصل ہو جائیں گی۔"

"اور تم میرے ساتھ لنچ کرو گے۔ ویسے مون لینڈ کا ماحول بہت خوشگوار ہے۔"

"تو پھر میں کیبن نمبر تیرہ میں تمہارا انتظار کروں........"

"ظاہر ہے۔" شہریار نے کہا۔

اس رات میں فارغ اوقات میں بہت دیر تک اس مسئلے پر غور کرتی رہی تھی دل کہتا تھا کہ جلال مجرم نہیں ہے حالات و شواہد بھی اس کی خبر دے رہے تھے حالانکہ پولیس فائل میں یہ معاملہ سیدھا سادا تھا اور اس سے قبل کی بے شمار کہانیوں میں ایسے واقعات ملتے تھے۔ گھریلو ملازم عموماً وارداتیں کر دیا کرتے تھے اس سلسلے میں قتل کی وارداتیں تک ہوئی تھیں اور پولیس نے عوام سے درخواست کی تھی کہ ہر ملازم کو تھانے میں رجسٹر کرایا جائے۔ ان تمام واقعات کی روشنی میں اگر صاحب خان نے اس واردات کو بھی معمول کے مطابق سمجھ لیا تھا تو اس کا قصور نہیں تھا لیکن بہت سے اشارے ایسے تھے جن سے میرا ذہن بھٹک رہا تھا۔ ایک طرف مجرم جلال ایک جرائم پیشہ اور سزایافتہ شخص تھا تو دوسری طرف پانچ لاکھ روپے کی بیمہ شدہ بیوی' ان کے علاوہ کوئی اور سامنے نہیں تھا۔

○---------☆---------○

دوسرے دن دفتر سے متعلق کچھ کام تھے جن کی تکمیل کے بعد دفتر جانا تھا۔ دوپہر کو مون لینڈ میں شہریار سے بھی ملاقات کرنی تھی۔ یہ اتفاق ہی تھا کہ اس سینما ہاؤس کے سامنے سے گزری جس پر فلم "بن حر" کے سائن بورڈ لگے ہوئے تھے کیونکہ اس واردات میں اس فلم کا نام آیا تھا اس لئے بے اختیار کار کی رفتار ہلکی ہوگئی اور پھر ذہن کو ایسا جھٹکا لگا کہ کار سائیڈ کر کے روکنا پڑی۔ میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے یہ سائن بورڈ دیکھ رہی تھی۔ دیر تک اسی طرح بیٹھی رہی پھر کار سے اتر کر سینما کے گیٹ کی طرف چل پڑی۔ ایڈوانس بکنگ جاری تھی میں نے بکنگ کلرک سے کچھ معلومات حاصل کیں اور لرزتے قدموں سے واپس کار میں آ بیٹھی پھر خود کو سنبھال کر کار اسٹارٹ کی اور دفتر چل پڑی۔ دفتر میں بھی کام نہ ہوسکا تھا ایک بار دل چاہا شہریار کو فون کروں پھر کچھ سوچ کر ارادہ ملتوی کرلیا اور انتظار کرتی رہی۔ وقت مقررہ پر اٹھی اور مون لینڈ چلی پڑی اور اندازہ درست تھا شہریار میرے ساتھ ساتھ ہی اپنی بائیک سے اترا تھا۔

"تھینکس گاڈ......... مجھے خدشہ ہو رہا تھا کہ دیر نہ ہوگئی ہو۔"

"اتنے پریشان نہ ہوا کرو۔" میں اس کے ساتھ ہوٹل کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔

"میں احتیاط رکھتا ہوں فلموں میں عموماً یہی دیکھا ہے کہ ہیروئن دیر ہو جانے سے سخت ناراض ہو جاتی ہے اور اس کے بعد ہیرو اسے منانے کے لئے کوئی گانا گاتا ہے اور کافی دیر میں پرابلم سولو ہوتی ہے یہاں مشکل یہ ہے کہ ہیرو گے منانے میں وقت کم ہے اس سسرے کو تو کوئی کام دھندہ ہوتا نہیں ہے اور یہاں ایک عدد صاحب خان بھی ہے۔"

"کیبن نمبر تیرہ........" میں نے پوچھا۔

"ہاں کچھ مبارک جگہ ہے۔" شہریار نے کہا کرسی پر بیٹھ کر میں نے مینو کارڈ اٹھایا اور شہریار کے مشورے سے کچھ چیزیں منتخب کرلیں پھر ویٹر کو بلا کر آرڈر سرو کر دیا۔ شہریار نے اس دوران صدری کے اندرونی حصے سے ایک بادامی لفافہ نکال لیا تھا۔

"گڈ........ سارے کام مکمل ہیں........"

"ظاہر ہے ورنہ طعنے کون سنتا........"

"ہر شریف انسان کو ان باتوں کا خیال رکھنا چاہئے اب یہ سب کچھ کھانے کے بعد دیکھیں گے۔" مون لینڈ کے کھانے بہت عمدہ ہوتے ہیں کھانے کے بعد شہریار نے کولڈ کافی پینا پسند کیا تھا۔ پھر میری خواہش پر اس نے پوسٹ مارٹم رپورٹ نکال لی۔

متوفی عظمیٰ سلطان کی موت کی رپورٹ۔

موت کا وقت سوا گیارہ بجے۔

وجہ موت، گردن دبائی گئی ہے اور گردن دبانے والے ہاتھ طاقتور تھے۔

گردن پر انگلیوں کے نشانات نہیں پائے گئے یا تو قاتل نے دستانے استعمال کئے یا کوئی کپڑا۔

متوفیہ کا بقیہ جسم بے داغ ہے۔

متوفیہ کے ساتھ اور کوئی زیادتی نہیں کی گئی۔ یہ رپورٹ مقتولہ عظمیٰ سلطان کے بارے میں تھی۔ دوسری رپورٹ قاتل کے بارے میں تھی۔ مجرم جلال خان ولد کمال خان، عمر اندازاً چونتیس سال۔

وجہ موت، چوتھی منزل سے گرنا، بلندی بیالیس سے پینتالیس فٹ۔

مجرم بائیں سمت سے گرا بائیں بازو کی ہڈی بالکل چکنا چور، بائیں سمت کی چار پسلیاں ٹوٹ کر اندرونی اعضاء میں گھس گئیں جن میں دل بھی شامل ہے۔ اس طرح فوری موت واقع ہوگئی۔ بائیں ٹانگ اور کولہے کی ہڈی چکنا چورا سر میں بائیں سمت ہلکی چوٹ، دائیں سمت پشت کے قریب گہرا زخم۔

مجموعی صحت ٹھیک۔

خون کا گروپ اے پازیٹو

"کارنس پر جمے خون کی رپورٹ۔" میں نے بے صبری سے پوچھا۔

"اے پازیٹو........" شہریار نے کہا اور میری ہیجانی کیفیت عروج پر پہنچ گئی۔

"میں نے مضبوطی سے شہریار کے بازو کو دبوچتے ہوئے کہا

"شہریار، قاتل جلال خان نہیں، سلطان احمد ہے۔ سمجھے تم قاتل سلطان احمد ہے۔"

"ارے ارے فدوی کو سلطان احمد نہیں، شہریار خان مرحوم کہا جاتا ہے تم نے غلط بازو

پکڑ لیا ہے۔"

"قاتل کو فوراً گرفتار کرلو، وہ نکل نہ جائے۔ مجھے بتاؤ اس میں تمہیں کوئی دقت ہوگی۔"

"صاحب خان مجھے اس خیال کو پیش کرنے پر ہی لائن حاضر کر دے گا۔ مجھے یہ اختیار نہیں ہے۔ اور پھر کیس انچارج بھی صاحب خان ہے۔"

"تم اس کی ماتحتی میں تو کام کر رہے ہو........"

"ہاں میرا نام بھی رپورٹ میں ہے۔"

"تب صاحب خان کو چھوڑو، میں حامد فخری سے بات کر کے تمہیں وارنٹ اور اختیار دلوا سکتی ہوں۔"

"اس کے بعد صاحب خان کے ساتھ گزارا مشکل ہو جائے گا۔"

"تم مصلحتوں کو دیکھو گے یا اپنا فرض پورا کرو گے۔ جو کچھ میں کہہ رہی ہوں کرو میں ذمے داری قبول کرتی ہوں۔"

"چلو یہ تو ٹھیک ہے لیکن تم نے اس سلسلے میں آخری فیصلہ دیدیا ہے۔"

"سو فیصد، ایک سو دس فیصد۔"

"کچھ تفصیل تو پتہ چلے........ مجھے صرف شعر کہنا آتا ہے۔"

"اٹھو میرے ساتھ دفتر چلو، وہاں بیٹھ کر پوری رپورٹ تیار کریں گے وہیں سے میں فخری صاحب سے بات بھی کر لوں گی۔" میں نے ویٹر کو بلا کر بل طلب کرلیا۔ شہریار نے گہری سانس لے کر کہا۔

"ٹھیک ہے نوکریاں تو ہزار مل جائیں گی مگر تمہاری محبت۔" شہریار نے بل دینا چاہا تو میں نے اسے روک دیا اور خود بل ادا کر کے اس کے ساتھ باہر نکل آئی۔ اس کی بائیک میری کار کے ساتھ چل پڑی اور میں نے جان بوجھ کر ایک مختلف راستہ اختیار کیا حالانکہ میرے دفتر کا راستہ مختلف تھا۔ پھر میں نے سینما ہاؤس کے سامنے کار روکی اور شہریار کی بائیک میرے نزدیک آرکی۔

"خیریت........"

"ایک تصویر بنانی ہے۔" میں نے اپنا پولورائیڈ کیمرہ اٹھاتے ہوئے کہا اور پھر سینما ہاؤس کی ایک تصویر ان کے سامنے کے حصے کی بنائی۔ پولورائیڈ تصویر کا جائزہ لے کر میں دوبارہ کار میں آبیٹھی۔

"اس وقت میں اپنے آپ کو اے کلاس سمجھ رہا ہوں۔" شہریار نے کہا۔

"نہیں اب ایسا بھی کیا۔" میں نے رکتے ہوئے کہا اور کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ شہریار پھر میرے ساتھ چل پڑا تھا کچھ دیر کے بعد ہم دفتر پہنچ گئے۔ میں شہریار کو لئے ہوئے اپنی میز پر آبیٹھی میرے ساتھی دلچسپی سے میرے ساتھ ایک پولیس آفیسر کو دیکھ رہے تھے۔ پھر میں نے شہریار کے سامنے اسی کا فراہم کردہ سلطان احمد کا بیان رکھ دیا۔ "اب تم اسے غور سے دیکھو

"........" اور شہریار آنکھیں پھاڑنے لگا۔ "سلطان کہتا ہے میری بیوی انگریزی فلموں سے دلچسپی نہیں رکھتی انہوں نے مجھے اجازت دیدی تھی کہ میں اپنی پسندیدہ انگریزی فلمیں دیکھ لیا کروں۔"

"بالکل........" شہریار نے تائید کی۔

"اور اس وقت وہ فلم دیکھنے گیا تھا اس نے کئی بار کی دیکھی ہوئی فلم دیکھی تقریباً پونے بارہ بجے وہ اپنے فلیٹ میں داخل ہوا تو دروازہ کھلا ہوا پایا۔ اسے تعجب ہوا اور وہ سیدھا اس کمرے میں پہنچ گیا جہاں روشنی ہو رہی تھی کمرے میں جلال موجود تھا جو اسے دیکھ کر بدحواس ہوگیا اور اس بدحواسی میں اس نے کھڑکی کا رخ کیا اور اس کے راستے فرار ہونے کی کوشش کی۔"

"یقیناً ایسا ہوا ہے........"

"پر مائی ڈیر شہریار خان' جلال نے عظمٰی کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اس کے منہ میں کپڑا ٹھونس دیا تھا۔ عظمٰی کی لاش کی تصویر یہ ثابت کرتی ہے کہ وہ بالکل بے بس ہوگئی تھی اور جلال کے خلاف کچھ نہ کرسکتی تھی یہاں تک کہ وہ چیخ کر کسی کو مدد کے لئے بھی نہ پکار سکتی تھی۔ پھر وہ کونسے عوامل تھے جنہوں نے جلال کو اس کے قتل پر آمادہ کردیا۔ وہ اپنا کام تو کرہی چکا تھا؟"

"ممکن ہے وہ نہ چاہتا ہو کہ بعد میں عظمٰی اس کی نشاندہی کرسکے۔" شہریار نے کہا۔

"بالکل ٹھیک' ایسی حالت میں وہ عظمٰی کو بے بس کرنے اور منہ میں کپڑا ٹھونسنے کے بجائے پہلا عمل اس کے قتل کا کرتا۔"

"ہاں یہ زیادہ آسان تھا۔" شہریار نے اعتراف کیا۔

"اس نے یہ آسان کام نہ کیا اور عظمٰی کو بے بسی کے باوجود قتل کردیا۔ اس کے بعد وہ اس کمرے میں گیا جہاں سلطان نے اسے دیکھ لیا۔ وہ قاتل تھا اور جب انسان کسی مجرمانہ عمل کا مرتکب ہوتا ہے تو اس پر وحشت سوار ہو جاتی ہے۔ ایک عورت کو قتل کرنے کے بعد بھی وہ اتنا بزدل رہا کہ حالات سے ناواقف سلطان کے خلاف کچھ بھی نہ کرسکا۔ وہ اس کے لئے دروازہ کھول چکا تھا اسی حالت میں کھڑکی کی طرف رخ کرنے کے بجائے وہ سلطان پر حملہ کرکے اسے زخمی کرسکتا تھا اس طرح اسے باہر جانے کے لئے کوئی خطرہ مول نہ لینا پڑتا۔ اس وقت تک تو سلطان نے اپنی بیوی کی لاش بھی نہیں دیکھی تھی۔ اس کے علاوہ جلال چار ماہ سے وہاں رہ رہا تھا اور عقبی گلی کے بارے میں یہ جانتا تھا کہ وہاں سے پیچھے اترنا ممکن نہیں ہے۔ اتنی دیر میں سلطان شور مچا کر اس کے لئے راستے بند کراسکتا تھا۔ اس جیالے نے جان دیدی مگر سلطان کے خلاف کچھ نہ کیا۔ کیا اسے تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ اب آجاؤ پوسٹ مارٹم رپورٹ کی طرف۔ جلال بائیں سمت سے نیچے گرا اور اس کے پورے بدن کا صرف بایاں حصہ متاثر ہوا ہے۔ یہ چیز بائیں سمت سے ٹوٹی ہے' ہے نا؟"

"یقیناً۔"

"پوسٹ مارٹم رپورٹ بائیں سمت کی کہانی سناتے سناتے اچانک دائیں سمت سر کی پشت کے قریب ایک گہرے زخم کی کہانی سناتی ہے؟"

"تو پھر"

"یہ گہرا زخم کہاں سے آیا جان عزیز" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور شہریار آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھنے لگا۔ پھر پوچھا۔

"بات سمجھ میں نہیں آئی؟"

"سمجھنے کی کوشش بھی ساتھ ساتھ کرتے رہو۔ کارنس پر اس کے سر سے بہا ہوا خون موجود ہے یہ خون کہاں سے آیا؟"

"ممکن ہے نیچے گرتے ہوئے اس کا سر کارنس سے ٹکرایا ہو۔"

"وری گڈ' تم نے وہی کہا جو میں چاہتی ہوں' نیچے گرنے والی بات درست ہے' اترنے والی نہیں۔ سلطان احمد کے بیان کے مطابق وہ نیچے اترا تھا گرا نہیں تھا جبکہ اصل میں وہ نیچے گرا تھا اترا نہیں تھا۔ فرض کرو وہ اترتے ہوئے خود کو سنبھال نہیں پایا اور نیچے گرتے ہوئے اس کا سر کارنس سے ٹکرایا۔ ایسی حالت میں کارنس پر اتنا خون جمع نہیں ہونا چاہئے تھا۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ ایک آدھ دھبہ ہوتا اور میرے پیارے مائل تم بالکل بھول چکے ہو کہ خون صرف کارنس پر ہی نہیں بلکہ دیوار پر بھی اس کی چند لکیریں موجود ہیں' کیا اس کے سر نے کارنس سے ٹکرانے سے قبل ہی خون اگلنا شروع کردیا تھا........؟"

"ہائے میں مرجاؤں' تم کہنا کیا چاہتی ہو۔" شہریار نے مسخرے پن سے کہا۔

"جلال کو پہلے سر پر ضرب لگا کر زخمی کیا گیا اور اس کے بعد اسے اس کھڑکی سے نیچے پھینک دیا گیا۔"

"خدا کی پناہ" شہریار گہری سانس لیکر بولا۔

"اور اب میں فائنل ٹچ دے رہی ہوں۔ اس کے بعد بات ختم ہو جاتی ہے۔ یہ بتاؤ فلم "بن حر" دیکھی ہے؟"

"نہیں" شہریار نے جواب دیا۔

"نیک کام کیا ہے۔ اس تصویر کو دیکھو۔" میں نے پولو رائیڈ کیمرے سے بنائی ہوئی تصویر شہریار کے سامنے کردی۔ شہریار آنکھیں پھاڑنے لگا تھا۔ پھر اچانک ہی اس کا منہ حیرت سے کھل گیا اور اس کے حلق سے بھرائی ہوئی آواز نکلی۔

"اوہ میرے خدا........ اوہ........اوہ........یہ تحریر........یہ تحریر" اس نے تصویر میں سائن پر نظر آنے والی تحریر پڑھی۔

فلم غیر معمولی لمبائی کی وجہ سے ٹھیک نو بجے شروع ہو جاتی ہے۔ براہ کرم وقت کا خیال رکھئے۔

"اور اس کا دوسرا شو سوا بارہ بجے ختم ہوتا ہے۔ میں نے منتظمین سے معلوم کرلیا ہے۔" میں نے کہا۔ شہریار نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا تھا۔ پھر اچانک ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"اجازت چاہتا ہوں مس لبنیٰ باقی کام میرا ہے۔"

"اصولی طور پر باقی کام تمہارا ہی ہونا چاہئے' تاہم اگر تم چاہو تو میں حامد فخری صاحب سے فون پر بات کرنے کی کوشش کروں.........؟"

"نہیں ڈیئر' کم از کم اتنا کام تو مجھے کرنے دو' صاحب خان پولیس افسر ہے جرائم پیشہ نہیں کہ مجرموں کی مدد کرے گا' اب جو کاروائی ہوگی ہم دونوں ہی کریں گے" میں نے شہریار کو نیک خواہشات کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی تھی اور بلاشبہ شہریار بالکل ہی بووم نہیں نکلا باقی کام اس نے میری مدد کے بغیر کئے تھے چنانچہ اس نے سلطان احمد کو دوہرے قتل کے الزام میں گرفتار کرلیا اور اس سلسلے میں مفصل رپورٹ سب سے پہلے میرے اخبار کو ہی ملی۔ پولیس کے خصوصی طریق کار کی بناء پر سلطان احمد نے اس دوہرے قتل کا اقرار کرلیا تھا اس نے جو داستان سنائی وہ یوں تھی۔

"میں اپنی زندگی بھر کی محنت سے کچھ بھی حاصل نہ کرسکا لگی بندھی نوکری لگی بندھی تنخواہ معمول کی زندگی جس میں کوئی تبدیلی نہیں تھی اور تاحد نگاہ کسی تبدیلی کے امکانات بھی نہیں نظر آتے تھے۔ میری بیوی بھی نوکری کرتی تھی اور مجھ سے سخت بیزاری کا اظہار کرتی رہتی تھی چونکہ ہمارے ہاں کوئی اولاد بھی نہیں تھی اس لئے ہم دونوں کے درمیان اولاد کے رابطے بھی نہیں قائم ہوسکے تھے چنانچہ تقریباً ایک سال سے ہمارے درمیان میاں بیوی کے تعلقات بھی منقطع تھے۔ ہم دو اجنبیوں کے سے انداز میں زندگی گزار رہے تھے بس ایک جگہ رہنا' ہمارے درمیان رشتہ قائم کئے ہوئے تھا اور لوگ نہیں جانتے تھے کہ ہم کس طرح رہ رہے ہیں میری بیوی مجھ سے شاکی تھی کہ میں اسے بہتر زندگی دینے میں ناکام رہا ہوں اور میں زمانے سے شاکی تھا کہ اس نے مجھے اپنے درمیان جگہ نہیں دی۔ کوئی حل نہیں تھا میرے پاس کہ میں ایک خوشگوار اور ازدواجی زندگی حاصل کرسکوں۔ میں نے ملک سے باہر جانے کے بارے میں سوچا لیکن یہاں بھی وسائل آڑے آئے کوئی ذریعہ ہی نہیں تھا' پھر میں نے عظمیٰ کے انداز میں کچھ تبدیلیاں رونما ہوتے دیکھیں اس کی شرافت داغدار ہوتی جارہی تھی بارہا میں نے اس کی آنکھوں میں ایک نامانوس چمک دیکھی۔ وہ خوبصورت' صحت مند اور خوش پوش و خوش حال مردوں کو دیکھ کر کھو جاتی تھی۔ اس کے چہرے پر حسرت کی تحریر نمایاں ہوجاتی تھی۔ گو اس تحریر کو زبان کبھی نہ ملی مگر اسے پڑھا جاسکتا تھا اور عظمیٰ کی اس نئی کیفیت نے مجھے خاکستر کردیا میں کچھ بھی تھا اس کا وفادار تھا' میں نے اس رشتے کو ہمیشہ نبھایا تھا جو اس کے اور میرے درمیان رہا تھا مرد ہونے کے باوجود میں نے کبھی کوئی غلط قدم نہیں اٹھایا تھا لیکن عظمیٰ نے مجھے آنے والے وقت کا احساس دلا دیا تھا بالفرض اگر میں کسی طرح ملک سے باہر نکل بھی جاتا تو عظمیٰ

آسانی سے وفا کے راستے ترک کردیتی۔ میں نے بہت غور کیا' خود کو سمجھایا کہ یہ میرا احساس محرومی تو نہیں جس نے میری سوچ زخمی کردی ہے لیکن شوہر بیوی ایک وجود ہوتے ہیں اور اپنے آپ سے' اپنے آپ کو چھپانا مشکل ترین ہوتا ہے عظمیٰ مجھ سے فرار چاہتی تھی تب مجھے اس خسارے کا احساس ہوا جو میں نے عظمیٰ کو چاہ کر اٹھایا تھا۔ میں نے اس کے لئے اپنی زندگی کے بہت سے سنہرے لمحات گنوا دیئے تھے اور اس سے وفا کی تھی میں عظمیٰ کو طلاق دے سکتا تھا مگر مجھے اس سے کیا حاصل ہوتا۔ عظمیٰ تو یہی چاہتی تھی وہ یقیناً کوئی من پسند ٹھکانہ حاصل کرلیتی بعد میں پھر کچھ ایسے لمحات بھی آگئے جن کا میں تذکرہ نہیں کرنا چاہتا لیکن جنہوں نے مجھے راکھ کردیا اور اس راکھ نے ایک مجرم تخلیق کیا۔ اس خالی راکھ سے میرے اندر ایک کالے وجود نے جنم لیا اور میں نے اپنے مستقبل سے وفا کرنے کا فیصلہ کرلیا عظمیٰ میرے سفر کا ایندھن بنے گی میں نے مصمم ارادہ کرلیا اور اس کے بعد ایک پلان ترتیب پانے لگا میں اپنا خسارہ پورا کرنا چاہتا تھا۔ میں عظمیٰ کو کیش کرانا چاہتا تھا اب میرے اس سے سارے ذہنی رشتے ٹوٹ چکے تھے اس نے مجھے تسلیم نہیں کیا تھا تو وہ میرے بغیر کیا تھی پلان کی تکمیل کے لئے مجھے لوازمات درکار تھے چنانچہ میں نے عظمیٰ کا انشورنس کرایا' پانچ لاکھ کا انشورنس میں نے اس سے کہا کہ اس طرح میں اس کے مستقبل کو تحفظ دینا چاہتا ہوں اس نے مخالفت کی' طعنے دیئے کہ میں بیمے کا پریمیم کہاں سے ادا کروں گا۔ میں نے اسے باور کرایا کہ میں کہیں نہ کہیں سے اس سالانہ رقم کا بندوبست کرلیا کروں گا لیکن اندرونی طور پر میں نے فیصلہ کرلیا تھا کہ مجھے یہ پریمیم صرف ایک بار ادا کرنا ہوگا......... صرف ایک بار......... دوسرے مرحلے میں' میں نے ایک ایسے ملازم کا بندوبست کیا' جو آسانی سے قاتل کا رول ادا کرسکے جلالو یا جلال خان اتفاق سے میرے سامنے آیا تھا مگر وہ میرے لئے بہت کار آمد ثابت ہوسکتا تھا میں نے اسے فوراً لپک لیا' بہترین کردار تھا میرے مقصد کی تکمیل کے لئے۔ بعد میں مجھے اس کے ماضی کے بارے میں معلوم ہوا۔ عظمیٰ کو ان تبدیلیوں پر حیرت تھی مگر میں نے اس سے محبت کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا نہ صرف کہا تھا بلکہ کردکھایا تھا۔ میں نے کہا تھا کہ اس کے آرام کے لئے میں اپنے تمام اخراجات ختم کردوں گا وہ اسکول میں کام بھی کرتی ہے اور گھر کی دیکھ بھال بھی کرتی ہے ملازم سے اسے آرام ملے گا جلال کو میں رجسٹرڈ کراسکتا تھا مگر مجھے اس کے ماضی کے بارے میں معلوم تھا۔ اس بے وقوف نے مجھے سب کچھ سچ سچ بتا دیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ وہ اچھا انسان بننا چاہتا ہے مگر اس گناہ کی نگری میں کون اچھا بنتا ہے میں نے دل میں کہا کہ فکر نہ کر جلالو میں تجھے وہاں پہنچا دوں گا جہاں تیری اچھا بننے کی آرزو بہ آسانی پوری ہوسکتی ہے۔ میں نے اپنے سارے پروگرام ترتیب دے لئے باہر جانے کے لئے پاسپورٹ وغیرہ بنوا لیا دیگر کاروائیاں بھی کرتا رہا اور پھر عمل کا دن آگیا میں نے فلم بن حر کا ایک ٹکٹ بک کرایا اکثر میں انگریزی فلمیں دیکھتا رہتا تھا اور آخری شو ہی دیکھتا تھا نو بجے سے پہلے میں گھر سے نکل گیا اور دس بجے واپس آگیا عظمیٰ نے مجھ سے واپس آنے کی

وجہ پوچھی تو میں نے اس سے کہا کہ سینما ہاؤس کی بجلی فیل ہوگئی تھی جنریٹر بھی اچانک خراب ہوگیا جس کی وجہ سے شو ملتوی ہوگیا پھر میں نے انتظامات کئے عظمیٰ ساڑھے دس بجے سوگئی اور سوا گیارہ بجے میں نے اپنے پروگرام پر عمل کر ڈالا میرے پاس اپنے عمل کا پورا خاکہ موجود تھا چنانچہ میں نے عظمیٰ کو جگایا اور جونہی وہ جاگی میں نے ایک رومال اس کی گردن میں ڈال کر اس کی گردن دبوچ لی' میں نے اسے بتایا کہ مرد محبوب ہے تو معصوم ہے چاہے جانے والا شوہر ہے تو محافظ ہے ٹھکرا دیا جائے تو درندہ ہے وہ تڑپی' اس نے معافی مانگنا چاہی مگر میرے لئے وہ ہزار ہزار کے نوٹوں کی پانچ گڈیاں تھیں جو میرا مستقبل سنوار دیں گی میں نے پوری قوت سے اس کی گردن دبا کر اسے زندگی سے دور کر دیا اس کے بعد اپنا پلان مکمل کرنے کے لئے میں نے اس کے ہاتھ پاؤں باندھے منہ بمشکل کھول کر اس میں کپڑا ٹھونسا اس طرح میں اس پر ہونے والے تشدد کا اظہار کرنا چاہتا تھا اور اس تمام کاروائی کو جلال خاں سے منسوب کرنا چاہتا تھا جلال خاں دوسرے کمرے میں سو رہا تھا اس کام سے فارغ ہو کر میں نے جلال خان کے کمرے کا رخ کیا میرے پاس ایک وزنی اوزار موجود تھا اسے جگا کر میں نے اچانک اس پر حملہ کر دیا اور اسے زخمی کر کے بے ہوش کر دیا پھر وہ قیمتی سامان جسے میں پہلے ہی تیار کر چکا تھا ساتھ لے کر ہی جلال خاں کو چوتھی منزل کی اس کھڑکی تک لایا اور وہاں سے میں نے اسے نیچے دھکیل دیا سامان بھی میں نے نیچے پھینک دیا پھر اطمینان سے سارے نشانات صاف کر کے میں نے شور مچا کر لوگوں کو جمع کر لیا- میرے خیال میں' میں نے ایک مکمل ترین پلان تیار کیا تھا لیکن چند خامیاں رہ گئیں میرے لگائے ہوئے زخم سے جلال خاں کے بہتے ہوئے خون کی ایک مقدار کارنس اور دیوار پر رہ گئی اور سب سے بڑی غلط بیانی فلم کے مسئلے میں ہوگئی جو کم بخت لمبی ہے اور بارہ بجے کے بعد ختم ہوتی ہے-"

ہولناک کہانی تھی بے حد ہولناک جو بہت سے سبق دیتی تھی مجھ پر اس کا بہت اثر ہوا تھا لیکن شہریار نے کہا "جانتی ہو صاحب خاں کیا کہہ رہا تھا-"

"کیا........" میں نے پوچھا-

"اسے یقین ہے کہ اس کھیل میں تم نے میری رہنمائی کی ہے وہ کہتا ہے تم رپورٹر وغیرہ نہیں بلکہ ایک بہترین جاسوسہ ہو اور تمہاری دوستی مجھے انسپکٹر اور اسے ڈی ایس پی بنوا سکتی ہے- ویسے اس نے اپنی رپورٹ میں اس کیس کو بڑی دیانتداری سے مجھ سے منسوب کیا ہے اور سب کچھ میری محنت کا نتیجہ قرار دیا ہے- مجھے خوشی ہوئی تھی البتہ اس کہانی نے مجھے کئی دن مضمحل رکھا تھا-"

○---------☆---------○
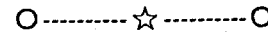
اس شام گرین فاؤنٹین میں شہریار نے مجھے دو خبریں سنائی تھیں-

"میری فائل ہیڈ کوارٹر سے نکلوالی گئی ہے-"

"کیا مطلب........" میں نے چونک کر پوچھا-

"ایس پی صاحب نے تھانے آکر مجھے طلب کیا تھا اور مجھ سے سلطان احمد کیس کے بارے میں بہت سے سوالات کئے تھے ویسے ایک اعتراف کروں........؟"

"ضرور"

"کچھ جھوٹ بولنے پڑے ہیں ایس پی صاحب سے-"

"کیا........؟"

"بس اس ساری کارروائی کو اپنا بنانا پڑا ہے اور ان کی جرح کے عمدہ جوابات دینے پڑے ہیں کہ کس طرح میں نے اس بارے میں تحقیق کی اور کس طرح اصل مجرم شناخت کیا حالانکہ جی تو چاہتا تھا کہ ایس پی صاحب کو کوئی تازہ غزل سنا کر کہوں کہ بندہ پرور اپنا سفر تو غزل سے غزل تک ہے نہ جانے تم لوگوں نے ایک شاعر کو کہاں لاڈالا ہے ہم اس دشت کے سیاح کہاں-" "دیوانے ہو تم ایسا کبھی نہ کرنا میں تم سے الگ کہاں ہوں کہ تم اس تفتیش سے اپنے آپ کو الگ کر کے اسے جھوٹ قرار دو یہ تو ایک عظیم سچ ہے میرے اور تمہارے درمیان" شہریار نے آنکھیں چڑھالی تھیں پھر اس نے گھٹے گھٹے لہجے میں کہا-

"پانچ منٹ کے لئے بے ہوش ہونے کی اجازت دے سکتی ہو........"

"ہرگز نہیں........!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا-

"پھر چائے منگواؤ" اس نے مسخرے پن سے کہا اور میں نے ویٹر کو چائے کے لئے کہہ دیا چائے پیتے ہوئے شہریار نے کہا "دوسری خبر یہ ہے کہ انسپکٹر صاحب خان تم سے ملنا چاہتا ہے-"

"یہ خبر ہے........!"

"میں اسے خبر ہی کہتا ہوں-"

"کیوں ملنا چاہتا ہے وہ........؟"

"بس اس کی مرضی میں اسے کیا جواب دوں........؟"

"کل مل لوں گی ویسے تو اس سے ملاقات ہوتی ہی رہتی ہے-"

"ٹھیک ہے" میں نے جواب دیا دوسرے دن گیارہ بجے میں نے تھانے کے احاطے میں کار پارک کی اور نیچے اتر رہی تھی کہ شہریار میرے استقبال کے لئے آگیا رسمی باتیں کرتے ہوئے وہ میری راہنمائی کر رہا تھا آفس کے بجائے وہ مجھے دوسرے کمرے میں لے گیا جہاں صاحب خان موجود تھا-

"آیئے لیٹی بی بی آپ نے تو یہاں بڑے فلیگ لگا دیئے ہیں-"

"آپ خیریت سے ہیں خاں صاحب........؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا-

"اس بات کا جواب بہت مشکل ہے لیکن یہی کہہ سکتا ہوں کہ اللہ کا شکر ہے" بیٹھو" صاحب خان نے کہا پھر شہریار سے بولا "جاؤ بھئی منگوالو" شہریار باہر نکل گیا تھا-

"اپنے دفتر کے بجائے آپ اس دوسرے کمرے میں کیسے ہیں۔"

"یہ عارضی ڈرائنگ روم ہے لبنٰی بی بی۔"

"اوہ تھانوں کے ڈرائنگ رومز کے بارے میں تو میں نے بڑی خطرناک باتیں سنی ہیں" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"وہ پرمانینٹ ہوتے ہیں ہم نے اسے عارضی کہا ہے فرق ہوگیا ناتم سے کچھ الگ بات چیت کرنا تھی دفتر میں اس کا موقع کہاں ملتا۔"

"اوہ اچھا یہ بات ہے.........!"

"تم نے دو کیس حل کئے ہیں اور کمال کر دیا ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بڑے بڑے ہوشیار پولیس والے حیران ہو گئے ہیں ہم بھی ان میں شامل ہیں۔"

"میں نے کیس حل کئے........" میں نے اچنبھے سے کہا۔

"او بھئی ایک بات سنو اس وردی کے نیچے ایک انسان ہے کیا کریں حالات ہمیں انسانوں سے الگ کر دیتے ہیں مگر تم ان ڈاکٹروں کو کیوں بھول جاتی ہو جو کسی مریض کا آپریشن کرتے ہیں اور وہ مرجاتا ہے اس آپریشن سے فارغ ہو کر وہ ڈاکٹر ایک شادی میں شریک ہوتے ہیں اور دوستوں کے ساتھ قہقہے لگاتے ہیں وہ ان کا روز کا معمول بن جاتا ہے بات یہ نہیں ہے کہ ہم کسی غمناک مسئلے سے متاثر نہیں ہوتے مگر متاثر ہونے سے کام کہاں بنتا ہے ہمیں ایسے مظلوم لوگ ملے ہیں جو چھ چھ قتل کرنے کے بعد مظلوم بن جاتے ہیں ان کے ساتھ تو سخت ہونا ہی پڑتا ہے۔"

"ہاں کیوں نہیں۔"

"مگر وردی کے نیچے ایک انسان ضرور ہوتا ہے شہریار ایک اچھا لڑکا ہے اس کی ترقی ہونی ہی چاہئے۔"

"کیا کر رہے ہیں آج کل.........؟"

"بس وہی سب کچھ" صاحب خان نے جواب دیا اور اس وقت شہریار دو سپاہیوں کے ساتھ اندر آگیا وہ کھانے پینے کی اشیاء اور پھل وغیرہ سنبھالے ہوئے تھے۔

"ارے یہ کیا ہے" میں نے چونک کر کہا۔

"رشوت نہیں ہے قسم لے لو اور تنخواہ میں سے منگوائے ہیں او شہریار بولونا........"

"جی مس لبنٰی' صاحب خاں نے کل تنخواہ کے پیسوں میں سے کچھ پیسے مجھے دیئے تھے" شہریار نے کہا۔

"مگر بھلے آدمی میں نے دس بجے ناشتہ کیا ہے میں بس چائے پیوں گی۔"

"سامان واپسی پر لائے ہونا شہریار.........؟" صاحب خان نے پوچھا۔

"وہ بس صاحب خان جو کچھ جسے واپس دیں گے وہ لے لے گا بلکہ خوشی سے لے لے

گا۔"

"کیا مطلب.........؟" صاحب خان نے کچھ نہ سمجھ کر کہا۔

"وہ بس صاحب خان جی' لوگ عجیب ہوگئے ہیں' سامان لے لیا ہم نے مگر جسے پیسے دیئے وہ حیرت سے ہمیں دیکھنے لگا پھر پریشان ہو کر بولا کہ صاحب جی کوئی غلطی ہوگئی ہو تو معاف کر دو' کسی نے کچھ لیا ہی نہیں۔" شہریار نے کہا اور میرے حلق سے قہقہہ آزاد ہوگیا۔

"اس کو کہتے ہیں گھر کا بھیدی کل آ جائے گا اخبار میں یہ لطیفہ پڑھ لینا" صاحب خان نے کہا پھر بولا "قصور ہمارا نہیں ہے ماحول ہی خراب ہوگیا ہے ہم تو کسی فقیر کو بھی کچھ دینے کے لئے رکتے ہیں تو وہ ہم سے پہلے کچھ ریزگاری نکال کر ہمارے سامنے کر دیتا ہے او لکھ نہ دینا اخبار میں۔" صاحب خان نے چائے کے برتن اپنے سامنے سرکاتے ہوئے کہا۔

میں ہنستی رہی تھی چائے میں شہریار کو بھی شریک کیا گیا تھا پھر صاحب خان نے کہا "وہ ایک زمانہ تھا محکمہ پولیس ہوا کرتا تھا داروغہ جی ہوتے تھے جدھر نکل جاتے تھے سناٹا پھیل جاتا تھا۔ لوگ عزت کرتے تھے دعوتیں ہوتیں تھیں ہر نگاہ میں احترام ہوتا تھا وارداتیں ہوتی تھیں کھوجی سراغ لگاتے تھے چوریاں بھی ہوتی تھیں نقب زنی بھی ہوتی تھی چور اتنے شریف کہ اللہ' اللہ سر گھٹوا کر لنگوٹی باندھ کر بدن پر تیل مل کر گھروں میں گھستے تھے کہ کوئی پکڑے تو ہاتھ پھسل جائیں بال ہاتھ میں نہ آ جائیں۔ مقابلے کا بھلا کیا تصور کھڑکی سے بلی کودی چور بھاگا۔ کہتے تھے ناکہ چور کے پاؤں کتنے ایک یہ زمانہ ہے چور ڈاکو گھروں میں گھستے ہیں صاحب خانہ کو کہنا پڑتا ہے حضور جو کچھ ہے آپ کا ہے بصد شوق لے جایئے ممکن ہو تو جان بخشی کر دیجئے گا حلفیہ کہتے ہیں کہ منہ سے چوں نہ کریں گے پھر بھی کچھ امن ہے وارداتیں ہوتی ہیں سب کچھ سامنے آ جاتا ہے مگر اب یہاں بھی مغربی ماحول ہوتا جا رہا ہے جرم کرنے والے اولڈ اسٹائل سے نفرت کرنے لگے ہیں جدید ترین طریقہ جرائم دریافت کئے جا رہے ہیں اب اس بابو سلطان احمد کو دیکھو کیا پلان بنایا تھا کام دکھا گیا تھا مگر سسر کو یہ یاد نہ رہا تھا کہ فلم لمبی ہے اور کاٹ پیٹ کے باوجود تین گھنٹے سے زیادہ کی ہے یہ دور تمہارا ہے لبنٰی بی بی۔ درحقیقت یہ دور تمہارا ہے تم ہی ان جدید مجرموں کو پکڑ سکتی ہو ہم اعتراف کرتے ہیں۔"

"شہریار کے بارے میں کیا خیال ہے۔"

"ذہین ہے' بیشک ذہین ہے تمہاری شاگردی میں رہے گا تو کچھ بن جائے گا۔ ہم نے تمہیں ایک خاص کام کے لئے تکلیف دی ہے۔"

"اوہ' فرمایئے........"

"بی بی' فیشن دیکھ رہی ہو۔ دولت کے کھیل جاری ہیں' ہر چیز یورپ اور امریکہ سے یہاں آگئی ہے ہم یہی سمجھے ہوئے تھے لیکن اب' اب صورت حال خراب نظر آ رہی ہے جرم بھی فیشن زدہ ہوتے جا رہے ہیں کیا تم ایک ایسی خاتون کی کچھ مدد کر سکتی ہو جو قتل کی جانے والی

ہیں۔"

"جی......!"

"جی......وہ انشاء اللہ بہت جلد قتل ہو جائیں گی" صاحب خان نے کہا اور میں ہنس پڑی۔

"نام ہے لیڈی رمضان' ہوسکتا ہے کچھ عرصہ کے بعد ان کا تخلص بدل جائے فی الحال چونکہ غیر شادی شدہ ہیں اس لئے آخری شوہر کا نام ہی استعمال کر رہی ہیں اور لیڈی رمضان کہلاتی ہیں۔"

صاحب خان کا انداز گفتگو دلچسپ تھا میں دلچسپی سے اسے دیکھتی رہی وہ بولا "ان خاتون کو صرف دو شوق ہیں' بیوٹیشن پالتی ہیں اور شادیاں کرتی ہیں ہر شوہر کی یادگار کسی لڑکی یا لڑکے کی شکل میں اپنے پاس ضرور رکھ لیا کرتی ہیں شہر کے کئی بیوٹی پارلر ان کے کرم سے چل رہے ہیں۔ وہ ہونہار بچیوں کو وظیفہ دے کر حسن و جمال کی آرائش کی تعلیم کے لئے ملک سے باہر بھیج دیا کرتی ہیں بیوٹی پارلر کی انجمن کی صدر ہیں فیشن اور حسن و جمال کے سلسلے میں جتنا لٹریچر چھپتا ہے وہ ان کے پاس سے حاصل کیا جاسکتا ہے جدید ترین مشینری کے لئے وہ کثیر سرمایہ بطور خاص قرض دے دیا کرتی ہیں تاکہ ملک و ملت کا نام روشن رہے۔ میرا خیال ہے یہ تعارف کافی ہے۔"

"کافی سے بھی زیادہ ہے......" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"لیڈی رمضان کا خیال ہے کہ وہ بہت جلد قتل ہو جائیں گی۔"

"ہو جانا چاہئے" میں نے کہا۔

"او نہیں لبنیٰ بی بی شہر کے تمام سیاسی' سماجی' معاشرتی طبقے انہیں زندہ رکھنا چاہتے ہیں اپنے ایس پی صاحب نے خصوصی حکم کے تحت ان کی ایف آئی آر لکھوائی ہے بدقسمتی سے ان کی کوٹھی اس تھانے کے علاقے میں ہے۔"

"ایس پی صاحب کی......؟"

"نہیں' لیڈی رمضان کی......"

"گڈ......!" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"گڈ کہہ رہی ہو چچی کی مصیبت پر......" صاحب خان نے شکایتی انداز میں کہا۔

"پورا قصہ کیا ہے؟"

"بس لیڈی صاحبہ کو نیا شوق پیدا ہوا ہے کہتی ہیں انہیں قتل کر دیا جائے گا وہ شدید خطرے میں ہیں۔"

"ایف آئی آر لکھوائی ہے انہوں نے......"

"ہاں......!"

"کون قتل کرنا چاہتا ہے انہیں؟"

"یہ پتہ ہوتا تو قاتل کا' میرا مطلب ہے ہونے والے قاتل کے پورے خاندان کو پھانسی نہ دلوا دیتا اب تک نگران کا کہنا ہے وہ انہیں فون پر قتل کی دھمکی دیتا ہے وہ باتھ روم میں ہوتی ہیں کہ کمرے میں گھنٹی بجتی ہے باہر آکر فون اٹھاتی ہیں تو آواز آتی ہے۔ لیڈی رمضان' وہ کہتی ہے کہ میں بول رہی ہوں تو قاتل میرا مطلب ہے ہونے والا قاتل کہتا ہے بہت جلد میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ وہ کلب میں ہوتی ہیں تو ملازم ادب سے ان کے سامنے کارڈلیس پیش کرتا ہے وہ فون ریسیو کرتی ہیں تو وہ کہتا ہے لیڈی رمضان بس کچھ وقت زندگی کے مزے لوٹ لو' بہت جلد......بہت جلد میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ انہیں ڈاک سے ایک خوبصورت خوشبودار لفافہ موصول ہوتا ہے وہ اسے کھولتی ہیں تو اندر سے میچنگ کلر کے کاغذ کی سلپ پر ٹائپ ہوتا ہے۔ میں تمہیں ضرور قتل کر دوں گا ایسے ہی طریقے ہیں اس کے۔"

"دلچسپ" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"بات دراصل یہ ہے لبنیٰ بی بی کہ ہم ٹھہرے دیسی پولیس والے اور قاتل امپورٹڈ ہے اگر وہ مقامی باشندہ بھی ہے تو کم از کم قتل وغیرہ کرنے کی تربیت باہر ہی سے لے کر آیا ہے۔ اس لئے یہ کیس تمہارا ہے۔"

میرا......!" میں اچھل پڑی۔

"چلو شہریار کا سہی۔ ویسے بھی اس کی فائل ڈی آئی جی صاحب کے پاس ہے سلطان احمد کے کیس میں اس کی ذہانت کا فولاد مان لیا گیا ہے انسپکٹر تو یہ ہوا ہی ہوا' یہ دوسری بات ہے کہ اگر لیڈی رمضان قتل ہونے سے بچ جائے تو اسے سینئر انسپکٹر کا اعزاز دے دیا جائے اور تمہیں اپنا مستقبل ضرور عزیز ہوگا۔"

"ہم......میں ذرا دفتر میں جھانک لوں سر......! شہریار نے جلدی سے کہا۔

"او بیٹھ جا بھائی۔ یہ اداکاری کسی اور کے سامنے کرنا اتنا معصوم نہیں ہے تو تمہیں معلوم ہے کل ہی یہ ایک بدمعاش کے ٹخنے توڑ چکا ہے میں نے اسے صرف لاتیں سہلانے کے لئے کہا تھا سرے کے دونوں ٹخنے نکال دیئے پہلوان کو بلوا کر ملوانے پڑ رہے ہیں تین دن کے بعد ریمانڈ کے لئے پیش کرنا ہے۔"

"وہ دوسرا مسئلہ تھا' میں بتا چکا ہوں" شہریار نے کہا۔

"کیا تھا......؟" میں نے پوچھا۔

"بس میں اسے شعر سنا رہا تھا کمبخت نے ایک شعر کا تلفظ اتنا غلط کر دیا کہ مفہوم ہی بدل گیا مجھ سے شعر کی بے حرمتی برداشت نہیں ہو سکی۔"

"یہ عیاشیاں ہوتی ہیں تھانوں میں۔" میں نے کہا۔

"پولیس والا شاعر ہو تو کیا کرے۔ مشاعروں میں جانے کی فرصت کہاں ہوتی ہے اسے اور ہو تو کسے سنائے......؟ شہریار نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"آپ نے لیڈی رمضان کے لئے کیا کیا صاحب خاں صاحب........"

"کوٹھی پر دو کانسٹیبل بھیج دیئے ہیں اور کیا کروں.........؟"

"مجھے کیا کرنا ہے۔"

"اسے قتل ہونے سے بچالو ورنہ تینوں کا نقصان ہو جائے گا اور پھر اگر ایسا ہو گیا تو یقین کرو شہریار کے عیش ہو جائیں گے۔"

"میں اس سے مل سکتی ہوں.......؟"

"اخبار والوں کو کوئی روک سکتا ہے۔"

"بہتر ہے' لیڈی رمضان سے ملاقات کروں گی اور جو بھی صورت حال ہوئی آپ کو اطلاع دوں گی.......!"

شہریار مجھے کار تک پہنچانے آیا تھا اس نے پوچھا "لیڈی رمضان کا پتہ تو تم نے معلوم ہی نہیں کیا۔"

"اوہ ہاں بھول گئی تھی تمہیں معلوم ہے۔" شہریار نے مجھے وہ پتہ سمجھا دیا تھا میں نے کہا۔ "آج ہی اس سے ملوں گی ہو سکتا ہے' وہاں کچھ دیر ہو جائے تم گرین فاؤنٹین میں انتظار کرنا۔"

"قیامت تک........" شہریار نے سینے پر ہاتھ رکھ کر جھکتے ہوئے کہا۔

"بس بس........ یہ اداکاری رہنے دو۔ آج تمہارے بہت سے جوہر کھلے ہیں کسی انسان کے ساتھ یہ سلوک کرنا چاہئے۔"

"خدا تمہیں ایسے انسانوں سے بچائے' اگر شعر کا تلفظ سن لیتی تو خود بھی اس کا یہی حال کرتیں دعوے سے کہتا ہوں۔" میں نے کار میں بیٹھ کر کار اسٹارٹ کر دی تھی ویسے لیڈی رمضان کا معاملہ مجھے کافی دلچسپ محسوس ہوا تھا صاحب خان نے مجھے اس کے بارے میں جو کچھ بتایا تھا وہ بے حد دلچسپ تھا۔ دفتر پہنچ گئی ڈائریکٹری میں لیڈی رمضان کا نمبر دیکھا پتہ دیکھا اور پھر میں نے اس کے فون نمبر ڈائل کئے دوسری طرف سے ایک دلکش نسوانی آواز سنائی دی تھی۔

"لیڈی رمضان سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

"آپ کون ہیں اور ان سے کیوں بات کرنا چاہتی ہیں؟"

میں نے اپنا تعارف کرایا تو وہی آواز سنائی دی "آپ کو ان سے کیا کام ہے.........؟"

"میں ان کا انٹرویو کرنا چاہتی ہوں' کیا آپ فون انہیں نہیں دے سکتیں.........؟"

"وہ براہ راست فون موصول نہیں کرتیں ایسا صرف چند روز سے ہوا ہے میں انہیں آپ کا پیغام دیتی ہوں اور آپ کو جواب سے آگاہ کئے دیتی ہوں آپ براہ کرم ہولڈ کریں۔"

کچھ دیر کے بعد وہی آواز سنائی دی۔

"آپ چار بجے شام تشریف لا سکتی ہیں۔" شام کو چار بجے میری کار لیڈی رمضان کی

خوبصورت کوٹھی کے پورچ میں رکی تھی صدر گیٹ پر میں نے دو پولیس والوں کو دیکھا تھا جنہوں نے مجھے بہت غور سے دیکھا تھا۔ پورچ سے کچھ فاصلے پر ایک انتہائی دلکش لڑکی کھڑی میری طرف دیکھ رہی تھی میں نے مسکرا کر ہیلو کیا تو وہ آگے بڑھ آئی۔

"آپ لبنیٰ غضنفر ہیں۔"

"جی ہاں........ اور آپ........؟ فون پر آپ سے ہی میری بات ہوئی تھی" میں نے اس کی آواز پہچان کر کہا۔

"آپ کا خیال درست ہے آپ مجھے نوشین کہہ سکتی ہیں۔"

"کیا آپ لیڈی رمضان کی سیکرٹری ہیں۔"

"میں ان کی بیٹی ہوں۔" اس نے کہا اور پھر بولی۔ "آیئے ممی سوئمنگ کر رہی ہیں" میں اس کے ساتھ آگے بڑھ گئی وسیع و عریض کوٹھی کے عقبی حصے میں سوئمنگ پول بنا ہوا تھا۔ کنارے پر سوئمنگ کاسٹیوم میں ایک انتہائی متناسب جسم کی خوب صورت عورت ایک آرام چیئر پر نیم دراز تھی۔ اس کے بال گہرے سیاہ تھے شفاف جسم پر ایک بھی شکن نہیں تھی چہرہ دلکش اور جھریوں سے بے نیاز تھا ہونٹوں کی تراش خوب صورت ترین تھی میرا منہ حیرت سے کھلا رہ گیا۔ اس عورت کے ساتھ اگر زیادتی کی جاتی تو اسے تیس سال کا کہہ دیا جاتا ورنہ وہ اس سے بھی کم معلوم ہوتی تھی جبکہ یہ اکیس سالہ حسین لڑکی خود کو اس کی بیٹی بتاتی تھی۔

"اخباری نمائندہ" کرسی پر بیٹھی ہوئی عورت نے کہا۔

"جی مجھے لیڈی رمضان سے ملنا ہے" میں نے کہا۔

"میں ہی ہوں' پلیز بیٹھ جاؤ" اس نے دوسری کرسی کی طرف اشارہ کر کے کہا اور میں نے حیرانی کا مظاہرہ کیا۔

"آپ' آپ........ مگر یہ خاتون کہہ رہی تھی کہ یہ آپ کی بیٹی ہیں؟"

"میری جان میری آنکھوں کا نور" عورت نے لڑکی کو پیار سے دیکھتے ہوئے کہا پھر بولی "جان تم جاؤ کسی ملازم سے چائے کے لئے کہہ دینا۔" نوشین خاموشی سے چلی گئی وہ میری طرف دیکھ کر مسکراتی ہوئی بولی "ایک جوان لڑکی اپنی ماں کو بڑھاپے کا زیادہ احساس دلاتی ہے۔"

"کوئی خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا کہ آپ دونوں ماں بیٹیاں ہو سکتی ہیں وہ زیادہ سے زیادہ آپ کی چھوٹی بہن معلوم ہوتی ہے۔"

"اگر تم شرارت سے یہ الفاظ کہہ رہی ہو تو بری بات ہے وہ میرے تیسرے نمبر کی بیٹی ہے۔ دو لڑکیاں اس سے بڑی ہیں۔" لیڈی رمضان نے کہا اور مجھے صاحب خان کی کہی ہوئی ساری باتیں یاد آنے لگیں اگر وہ شہر کے بڑے بڑے بیوٹی پارلر کی کفالت کرتی ہے تو کیا غلط ہے۔ اس نے ان سے جوانی اور دلکشی حاصل کی ہے بلاشبہ وہ حسین خاتون تھیں........

O---------☆---------O

لیڈی رمضان کو میری آنکھوں میں نظر آنے والی حیرت مزہ دے رہی تھی جس کا اظہار اس کے چہرے سے ہو رہا تھا حیرت تو مجھے تھی لیکن اس قدر بھی نہیں کہ میں سکتے میں رہ جاتی البتہ اس کیفیت کا اظہار ضروری تھا کیونکہ میں لیڈی رمضان کے بارے میں اندازہ لگا چکی تھی۔

"میرا خیال ہے لیڈی صاحبہ اس سے قبل بھی آپ کے بہت سے انٹرویو ہو چکے ہونگے آپ جیسی شخصیتوں کے بارے میں تو جتنا کچھ لکھا جائے کم ہے۔"

"اب ایسا بھی نہیں۔ کچھ میگزین میرے انٹرویو چھاپ چکے ہیں لیکن مجھے کچھ اچھے نہیں لگے بس یوں سمجھ لو میں ان سے مطمئن نہیں ہوئی۔ وہ تحریریں معیاری نہیں تھیں کسی کے بارے میں کچھ لکھا جائے تو وہ صرف اپنی سوچ کے مطابق نہیں ہونا چاہئے اس میں کم از کم اس کا نقطہ نگاہ آنا ضروری ہے۔ لوگوں نے میرے بارے میں لکھا مگر صرف وہ عام باتیں جو کسی فلمی اداکارہ کے بارے میں بھی لکھی جاسکتی ہیں اور کسی سیاسی لیڈر کے بارے میں بھی یہ شخصیت کا ایک مزاج ہوتا ہے۔ کیا پیتے ہو کیوں پیتے ہو یہی تو سب کچھ نہیں ہے۔"

"بیشک۔" میں نے تائید کی۔

"تم میرے بارے میں کیا لکھنا چاہتی ہو؟"

"وہ جو کسی نے نہیں لکھا۔"

"گڈ' میں بھی یہی چاہتی ہوں۔ تم جو کچھ چھاپو مجھے ضرور دکھا لینا بلکہ میری تو یہ خواہش ہے کہ تم اس انٹرویو میں جلد بازی نہ کرو۔ انسان مختلف اوقات میں مختلف احساسات کا شکار ہوتا ہے میری خواہش ہے کہ تم میرا انٹرویو مختلف اوقات میں لو تاکہ میں تمہیں اپنے بارے میں وہ سب کچھ بھی بتاؤں جو دوسرے نہیں جانتے۔"

"یہ تو میری خوش قسمتی ہوگی لیڈی صاحبہ؟"

"یہ خیال مجھے اچانک آیا ہے اور میں یہی چاہتی ہوں کہ یہ یادگار انٹرویو ہو۔ تمہیں وقت تو مل جاتا ہوگا۔"

"کیوں نہیں لیکن بس آپ کے قیمتی وقت کا احساس؟"

"تمہارے لئے میں وقت ضرور دیا کرونگی بلکہ ہم ایک طریق کار رکھیں گے۔"

"جی ضرور.........وہ کیا؟"

"وہ یہ کہ ہم ہر بار ایک شعبہ مقرر کرلیا کریں گے اور میں تمہیں صرف اس کے بارے میں بتایا کرونگی بیشک یہ طویل ہوگا لیکن تم اسے ضرورت کے مطابق مختصر کرلینا البتہ میں اس طرح اپنا نقطہ نگاہ اچھی طرح واضح کرسکوں گی۔"

"نہایت عمدہ تجویز ہے" میں نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"اور سنو' تمہارے اخبار کو یا تمہیں کسی قسم کی کوئی الجھن ہو ضرور بتا دینا۔ میں جو کچھ بھی کرسکتی ہوں ضرور کرونگی ہم یوں کیا کریں گے کہ ایک ملاقات کے بعد دوسری ملاقات کے

لئے وقت طے کرلیا کریں گے۔"

"آپ نے مجھے جو عزت بخشی ہے اس کا شکریہ ادا کرنا مشکل ہے" میں نے کہا اسی وقت ایک ملازمہ چائے کی ٹرالی دھکیلتی ہوئی وہاں پہنچ گئی۔ اس نے بڑی نفاست سے چائے بنا کر مجھے پیش کی اور میں نے اسے قبول کرتے ہوئے کہا۔

"لیڈی صاحبہ آپ........."

"مجھے کچھ دیر انتظار کرنا ہوگا لکی جونیئر آتا ہی ہوگا اور دیکھو وہ آگیا۔" لیڈی رمضان نے گیٹ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا میں نے شوخ نیلے رنگ کی ایک قیمتی اسپورٹس کار اندر آتے ہوئے دیکھی جو پورچ کے بجائے اسی حصے میں آکر رکی تھی اس سے ایک خوبصورت لباس میں ملبوس ایک نوجوان نیچے اترا بلاشبہ وہ مردانہ حسن کا شاہکار تھا عمر بھی زیادہ نہیں تھی میں نے کچھ کہنا چاہا غالباً میں اس سے پوچھنا چاہتی تھی کہ کیا وہ اس کا بیٹا ہے لیکن پھر رک گئی۔ بعض اوقات ایسے اندازے سے قائم کئے ہوئے رشتے بڑے خطرناک ثابت ہوتے ہیں۔

"ہائے لکی" لیڈی رمضان نے پرجوش انداز سے ہاتھ ہلایا۔

"ہائے ینگ لیڈی.........یہ کون ہیں؟" اس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"پہلے ایک اخباری رپورٹر تھیں اب میری دوست ہیں؟"

"ہیلو کونسا اخبار ہے آپ کا" میں نے اخبار کا نام بتایا تو وہ بولا "بہت بڑا اخبار ہے آپ کا نام؟"

"لبنیٰ غضنفر۔"

"اوہ یہ تو بہت مشہور خاتون ہیں۔"

"تمہارے خیال میں میری دوست کوئی غیر معروف نہیں ہوسکتی ہے" لیڈی رمضان نے ہنستے ہوئے کہا پھر بولی "یہ لکی جونیئر ہیں تمہیں بتا چکی ہوں اب تم یوں کرو ڈارلنگ کہ پہلے میری کوٹھی دیکھ لو نوشین تمہاری مدد کرے گی آج یہی کام کرو ہماری دوسری ملاقات پرسوں اس وقت.........او کے۔"

"او کے لیڈی رمضان.........؟" میں نے چائے کا آخری گھونٹ لے کر پیالی رکھتے ہوئے کہا۔ سب کچھ میری پسند کے مطابق ہو رہا تھا اس کا انٹرویو کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ میں تو اس متوقع مقتولہ کو قریب سے دیکھنا چاہتی تھی جس کے بارے میں صاحب خان نے مجھے دلچسپ انداز میں بتایا تھا اور یہ بات میں نے دل سے تسلیم کی تھی کہ صاحب خان نے جو کچھ کہا تھا وہ غلط نہ تھا۔

"تم اطمینان سے اندر چلی جاؤ جس سے دل چاہے ملو نوشین کو بتا دینا کہ میں نے کیا کہا ہے" لیڈی رمضان نے کہا۔

"او کے تھینکس۔" میں نے کہا اور آہستہ آہستہ وہاں سے آگے بڑھ گئی۔ ابھی میں نے

کوٹھی کے دروازے سے اندر قدم رکھا ہی تھا کہ نوشین مجھے نظر آ گئی اس نے سپاٹ انداز میں مجھے دیکھا تو میں نے مسکراتے ہوئے اسے تفصیل بتائی۔

"تو تم یہ کوٹھی دیکھنا چاہتی ہو" اس نے عجیب انداز میں کہا۔

"اگر آپ پسند کریں تو" میں نے مسکرا کر کہا۔

"اس سے پہلے تم نے کسی بے پناہ دولت مند شخص کا گھر نہیں دیکھا۔ اگر دیکھا ہے تو بس یوں سمجھ لو کہ یہ کوٹھی ایسے پانچ گھروں پر مشتمل ہے۔"

"میں سمجھی نہیں مس نوشین؟"

"پانچ دولت مند انسانوں کی دولت پر قبضہ جما کر ایک گھر جس طرح سجایا جا سکتا ہے یہ کوٹھی اسی طرح سجی ہوئی ہے تم اس کے بہترین اور قیمتی سامان آرائش دنیا کے مختلف ممالک کے قیمتی لوازمات دیکھنا چاہتی ہو تو ضرور دیکھو" نوشین کا لہجہ عجیب تھا میں دنگ رہ گئی اس کے لہجے میں بغاوت تھی، غصہ تھا، میں نے اچنبھے سے کہا۔

"میں سمجھی نہیں مس نوشین۔"

"تو میں کیا کروں؟" اس نے سپاٹ لہجے میں کہا پھر بولی "آؤ........" میں اس کے ساتھ چل پڑی اس نے سب سے پہلے ڈرائنگ روم کھولا تھا۔ "یہ ڈرائنگ روم ہے۔"

"ہم یہاں بیٹھ سکتے ہیں" میں نے سوال کیا۔

"کوٹھی نہیں دیکھو گی؟"

"آپ سے باتیں کرنا چاہتی ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ مجھے گہری نظروں سے دیکھنے لگی پھر بولی۔

"اور پھر یہ ساری باتیں لیڈی صاحبہ کو بتا کر ان کا التفات حاصل کرو گی کیوں" وہ بے اختیار مسکرا پڑی پھر بولی۔ "تمہیں کوئی فائدہ نہ ہو گا وہ ہم سے ناواقف نہیں ہیں۔"

"میرا خیال ہے آپ میری ہم عمر ہیں اور دوست راز دار ہوتے ہیں راز شکن نہیں بشرطیکہ آپ تسلیم کریں۔"

"نہ جانے کیوں، اب بہت سی اچھی باتیں بھی مجھے اچھی نہیں لگتیں۔ براہ کرم بیٹھو" وہ خود بھی صوفے پر بیٹھ گئی۔

"آپ کچھ بیزار بیزار سی ہیں؟" میں نے کہا۔

"ہم ایسی جہاندیدہ ماں کی بیٹیاں ہیں جو لوگوں کے سارے ہتھکنڈوں سے واقف ہے جو دنیا کو اتنا جانتی ہے جتنا کوئی نہیں جانتا اور یہ ساری واقفیت وہ اس لئے حاصل کر رہی ہے کہ ہمارے مستقبل میں ہمارے کام آئے ابھی ایسے بیشتر پہلو باقی ہیں جن سے وہ واقف نہیں ہوئی ہے جب اس کے تجربات مکمل ہو جائیں گے تو وہ سارے تجربات ہمارے ذہن میں انڈیل دے گی اور پھر ہمیں آزاد کر دے گی یہی کہنا ہے اس کا۔" میں حیران نگاہوں سے نوشین کو دیکھتی

رہی پھر میں نے کہا۔

"معاف کیجئے مس نوشین، آپ اپنے ماحول سے کافی بیزار ہیں۔ ویسے لیڈی صاحبہ کا لہجہ تو آپ کے بارے میں بہت میٹھا تھا۔"

"وہ اس کائنات کی سب سے عظیم ماں ہیں اولاد کی مزاج شناس ہیں، جانتی ہیں کہ بچوں کو میٹھا بہت پسند ہوتا ہے۔"

"معاف کیجئے مس نوشین کیا ان کا رویہ آپ سے اچھا نہیں ہے؟"

"بہت اعلیٰ........ اگر میں ان سے ایک جہاز کی فرمائش کروں تو وہ انکار نہیں کریں گی مگر جہاز........!"

"آپ نے ایک انوکھی بات کہی تھی؟"

"کیا؟"

"آپ نے پانچ دولت مند انسانوں کی دولت کا تذکرہ کیا تھا؟"

"یونس جمال، مسز جمال کے پہلے شوہر تھے جو تقریباً ایک کروڑ کی جائیداد اور ایک بیٹی اپنی بیوی کو دے کر اس ملک کو چھوڑ بھاگے اور جنوبی افریقہ جا کر مر گئے، مسٹر اعجاز صدیقی نے البتہ اولاد نہ چھوڑی باقی سب کچھ چھوڑ دیا اور مسز اعجاز کو طلاق دے کر فرار ہو گئے۔ اس کے بعد قرعہ فال مسٹر زاہدی کے نام نکلا۔ مسٹر زاہدی سے انہوں نے ایک بیٹی اور ایک فلور مل ایک فیکٹری وصول کی مگر انہیں بھاگنے نہ دیا وہ خون تھوکتے ہوئے ایک شاندار ہسپتال کے بہت شاندار کمرے میں مر گئے۔ ان کا یہاں مرجانا مسز جنید کو بہت پسند آیا اور آئندہ انہوں نے اپنے نئے شوہروں کے بارے میں یہی طریقہ زیادہ مناسب سمجھا چنانچہ جنید صاحب کو بھی یہیں مرنا پڑا۔ اور ان کی موت کے بعد مسز جنید نے ایک طویل عرصہ توقف کیا اور دوسرے کاموں میں مصروف ہو گئیں اس دوران وہ نئے اسلحے سے لیس ہونے کے لئے ممالک غیر کے چکر لگاتی رہیں نہ جانے کیا کیا کرتی رہیں وہ۔ رمضان صاحب کو وہ کہیں باہر سے لائی تھیں بے چارے کسی اور ملک میں کام کرتے تھے نہ جانے کیا کرتے تھے لیکن انہوں نے پی کا دیس اپنا لیا اور اپنا سب کچھ انہیں دے کر چل بسے۔ کیسی کہانی ہے کچھ مزا آیا سچ بتانا اس کوٹھی میں سجی ہوئی بے جان چیزوں کو دیکھ کر یہ لطف آتا تمہیں؟" اس کی زہریلی مسکراہٹ ابھری۔

میں ششدر رہ گئی۔ وہ آگ اگل رہی تھی الفاظ شعلے تھے جو اس کے دل سے نکل رہے تھے آتش فشاں تھی وہ جس کا لاوا دہانے کے پاس کھول رہا تھا میں کچھ بھی نہ بول سکی۔ اس نے پوچھا۔ "چائے پیو گی میرے ساتھ؟"

"ابھی لیڈی رمضان کے ساتھ پی ہے۔"

"جھوٹ بول رہی ہو۔" اس نے ترکی بہ ترکی کہا۔

"کیا مطلب۔۔۔؟" میں برا مانے بغیر بولی۔

"کیا انہوں نے تمہارے ساتھ چائے پی تھی؟"

"اوہ میرا مطلب ہے۔"

"خیر چھوڑو انٹرویو ہو گیا؟"

"مکمل نہیں۔ جاری رہے گا" میں نے کہا اور وہ ہنس پڑی۔

"کیوں۔ اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟"

"نہیں میں سوچ رہی ہوں کہ تم بھی کافی چالاک معلوم ہوتی ہو۔"

"وہ کیسے۔"

"تم نے شکار بھانپ لیا ہے ممی کی من پسند ہو یہ شہر تمہارا ہے جو چاہو گی کر سکو گی جو چاہو گی پا سکو گی۔"

"اچھا مشورہ ہے شکریہ۔ ویسے ایک بات پوچھوں مس نوشین؟"

"ضرور جان عزیز" اس کا موڈ خوشگوار ہوتا جا رہا تھا۔

"میں لیڈی رمضان سے ملتی رہوں گی شاید آپ کو اس کا اندازہ نہیں تھا" اس نے قہقہہ لگایا اور بولی۔

"تمہارا مطلب ہے کہ مجھے اتنا نہیں کھلنا چاہئے تھا چلو بتائے دیتی ہوں کیا یاد کرو گی میں نے تمہیں جو کچھ بتایا ہے وہ آدھا شہر جانتا ہے ممی کے سارے ملنے جلنے والے جانتے ہیں تم نے اگر اسے مجھ سے منسوب کر کے کہا تو نقصان تمہارا ہوگا۔ ممی تمہیں کان سے پکڑ کر نکال دیں گے اس الزام میں کہ تم ان کی اور ان کی بیٹیوں کے درمیان تفرقہ ڈالنا چاہتی ہو۔ دراصل ہمارے تعلقات بہت مضبوط ہیں ممی اپنی بیٹیوں کے تعاون سے ہی جی رہی ہیں۔"

"بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی؟"

"اس سلسلے میں مزید کچھ نہیں بتایا جا سکتا۔"

"اوہ گڈ ایک اور سوال کر لوں"

"ایک ہزار، میرے پاس کافی وقت ہے" اس نے کہا۔

"آپ کی باقی دو بہنوں کے کیا نام ہیں؟"

"افشین اور نایاب؟"

"آپ تینوں سگی بہنیں ہیں؟"

"ماں کی طرف سے"

"وہ تو ظاہر ہے۔ لیکن میرا مطلب تھا۔"

"نایاب، نایاب جمال ہے، افشین، افشین زاہدی ہے اور میں نوشین جنید ہوں بات سمجھ میں آ گئی"

"ہاں۔ آپ تینوں بہنوں کے درمیان خوشگوار تعلقات ہیں؟"

"ہم تینوں ایک پنجرے کے قیدی ہیں۔ کیا سمجھیں۔"

"جاؤں؟" میں نے اچانک سوال کیا۔

"میری مہمان تو نہیں ہو، تمہاری مرضی ہے۔"

"چلتے چلتے ایک سوال اور کرنے کو جی چاہتا ہے۔"

"ہائے تو کر ڈالو شرما کیوں رہی ہو۔" اس نے دانت کٹکٹاتے ہوئے کہا اور مسکرا دی۔

"یہ لکی جونیئر کون ہے؟"

"شاید۔ شاید ہمارا ہونے والا نیا باپ" اس نے کہا اور مجھے چکر آ گیا۔ اس کے بعد میں وہاں نہ رک سکی تھی۔ میرا ذہن جھنجلا رہا تھا۔ لیڈی رمضان ایک ہولناک عورت تھی جو اس کے بارے میں سنا تھا وہ ناقابل یقین تھا لیکن اسے دیکھ کر یقین آ جاتا تھا۔ لیکن یہ خوبصورت نقوش کی مالک لڑکی جو اس کی بیٹی تھی ہولناک ترین تھی جو کچھ اس کے سینے میں تھا اس کے بارے میں سوچ کر ہی چکر آنے لگتے تھے یہ لاوا اگر بہہ نکلا تو کیا ہوگا؟

اس کا اندازہ نوشین کے الفاظ سے ہو جاتا تھا۔ چھ بج چکے تھے سات بجے گرین فاؤنٹین پہنچنا تھا میں سیدھی اسی طرف چل پڑی شہریار سات بجے آئے گا اتنی دیر آرام سے سوچنے کے لئے مل جائے گی۔ گرین فاؤنٹین میں اپنی مخصوص میز پر بیٹھنے کے بعد میرا ذہن اسی طرف منتقل ہو گیا کچھ نہیں ہوا تھا کوئی اہم بات نہیں تھی لیکن یوں لگتا تھا جیسے بہت کچھ ہوا ہو۔ اس بہت کچھ نے دماغ کے سارے پرزے ہلا کر رکھ دیئے تھے۔ لیڈی رمضان اس لئے لیڈی رمضان کہلاتی تھی کہ ابھی تک اس نے نئی شادی نہیں کی تھی ورنہ وہ کسی اور نام سے منسوب ہوتی مگر وہ ہے کیا؟ بلاشبہ ایک پراسرار عورت اس کا حسن، اس کی جوانی عمر کے اندازے سے سخت حیرتناک ہے کم بخت آنکھوں سے بھی عمر کا صحیح اندازہ نہیں ہو پاتا۔ سب کچھ مصنوعی ہو سکتا ہے مگر آنکھیں تبدیل کرنا ناممکن ہے۔ ان کے لئے کوئی میک اپ ایجاد نہیں ہوا۔ مگر میں نے اپنے خیال کی فوراً تردید کر لی کنٹیکٹ لینس یہ مشکل حل کر سکتے ہیں۔ ان تمام باتوں پر لعنت بھیجی جائے اصل معاملہ بھی کتنا حیرتناک ہے اس نے پانچ شادیاں کیں دو شوہر فرار ہو گئے تین مر گئے۔ آخر کیسے؟ کیا ان کی موت کی چھان بین نہیں ہوئی؟ کیا وہ طبعی موت مرے اور کیا ان کی موت صرف اتفاق ہے ایک بار بھی شبہ لیڈی رمضان پر نہیں کیا گیا۔ حالانکہ بات پراسرار تھی۔ اسے ان تمام شوہروں کی دولت اور جائیدادیں ملی تھیں اور اس نے نئی شادی ہمیشہ کسی دولت مند شخص سے کی تھی۔ کوئی بھی ایسا نہ تھا جو اس بات کی تحقیق کر سکتا وہ ان شوہروں کی قاتل بھی تو ہو سکتی تھی۔ بہت سی باتیں تھیں جو الجھی ہوئی تھیں ان کے لئے معلومات حاصل ہونا ضروری تھا۔ اور اب .... اب اسے خود اپنے قتل کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔

میں گردن جھکائے سوچتی رہی۔ پھر اس وقت چونکی جب شہریار کی حیرت میں ڈوبی آواز سنائی دی۔ "کیا ایسا ممکن ہے۔"

"ہیلو۔" میں نے اس کا خیر مقدم کیا۔

"مجھے یقین تھا کہ ایک نہ ایک دن ایسا ضرور ہوگا۔" وہ کرسی پر بیٹھ کر بولا۔

"کیسا.........؟"

"شعر میں جواب دوں یا نثر میں.........؟"

"نثر میں۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"بس وہ میرا مطلب ہے کہ اب سب ٹھیک ہے۔ دونوں طرف آگ برابر ہوگئی ہے۔ کتنی دیر ہوگئی؟"

"ایک گھنٹہ۔"

"پچھلی رات مجھے خواب میں دیکھا ہوگا فون کیوں نہ کرلیا۔"

"میں نے سوچا کہ کہیں تم بھی پریشان نہ ہو جاؤ۔" میں نے شرارت سے کہا۔

"کیا مطلب۔" شہریار بولا۔

"بس کچھ ایسا ہی خواب تھا۔ میں نے دیکھا کہ تم زنانہ لباس پہن کر مجمع میں رقص کر رہے ہو۔ اور ایسی بھونڈی حرکتیں کر رہے ہو کہ......... کہ......... کیا بتاؤ۔" میں نے کہا اور شہریار کے دونوں گال پھول گئے پھر اس نے غرا کر کہا۔

"چائے منگواؤ۔" اور میں نے ہنسی روک کر ویٹر کو اشارہ کر دیا۔ وہ دیر تک بیٹھا منہ پھلائے رہا پھر بولا "اب میرے ساتھ یہ سلوک ہو رہا ہے۔"

"خواب تھا میں کیا کروں۔" میرا قہقہہ نکل گیا۔

"آئندہ ایسا خواب نہ دیکھا جائے۔ لاحول ولاقوۃ۔ عجیب آئیڈیا ہے۔" وہ جھینپ کر بولا اور میں ہنستی رہی۔ پھر ہم نے چائے کے دو کپ پیے اور میں نے کہا۔

"شہریار۔ میرا دماغ بری طرح جھنجھنا رہا ہے۔"

"ارے بس رہنے دو' میں جانتا ہوں یہ بکواس ہے۔"

"میں خواب کی بات نہیں کر رہی۔"

"پھر.........؟"

"آج میں لیڈی رمضان سے ملی تھی اور وہاں جو واقعات پیش آئے انہوں نے مجھے ہلا کر رکھ دیا۔ ویسے ایک بات بتاؤ' تم لیڈی رمضان کے بارے میں کچھ جانتے ہو یا یونہی بس سرسری طور پر واقفیت ہے۔"

"نہیں۔ صاحب خان نے تم سے ملاقات کے لئے مجھ سے طویل مشورہ کیا تھا اس دوران اس نے لیڈی رمضان کے بارے میں کچھ تفصیلات بتائی تھیں۔ آج بھی کافی دیر تک صاحب خان مجھے اس کے بارے میں بتاتا رہا تھا۔"

"اس کا مطلب ہے کہ تم سے کچھ باتوں کی تصدیق ہو سکتی ہے۔"

"مثلاً؟۔"

"تمہیں علم ہے کہ وہ پانچ شادیاں کر چکی ہے جن میں صرف ایک شوہر زندہ بچا ہے ورنہ باقی چار۔"

"ایک نہیں دو۔ ہاں تم یہ کہہ سکتی ہو کہ اس سے بچ کر نکل جانے والوں میں دو تھے مگر دوسرا بھی انتقال کر چکا ہے۔" شہریار نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ تمہیں خاصی معلومات حاصل ہیں۔ کیا متوفیان کی موت کبھی مشکوک نہیں قرار دی گئی حالانکہ اس کے امکانات ہیں یعنی ان میں سے ہر ایک دولت مند تھا اور اس کی دولت لیڈی رمضان کو ہی ملی۔ اول تو اس کا دولت مندوں سے شادی کرنا پھر ان دولت مندوں کا مرجانا اور دولت کا لیڈی رمضان کو منتقل ہو جانا۔ یہ بات بذات خود سنسنی خیز ہے کبھی اس پر غور نہیں کیا گیا؟"

"میرے خیال میں ضرور کیا گیا ہوگا کیونکہ وہ سارے دولت مند لاوارث نہ ہوں گے۔"

"کچھ ثابت نہ ہو سکا ہوگا۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"ظاہر ہے۔ اگر ہو جاتا تو کچھ نہ کچھ ضرور ہوتا ویسے میں پھر یہی کہوں گا کہ بعض معاملات ایسے ہوتے ہیں جن کا کبھی سراغ نہیں ملتا۔ اگر تم جب بھی اس چکر میں پڑیں تو میرے خیال میں تم سے تعاون نہیں ہوگا بلکہ نقصانات کے زیادہ امکانات ہیں۔"

"سارے ٹھیکے میرے پاس تو نہیں ہیں ہزاروں سوچنے والے ہیں جب وہ نہیں سوچتے تو میں ہی کیوں سوچوں حالانکہ ایک بات میں دعوے سے کہتی ہوں کہ اگر گہرائیوں میں اترا جائے تو کچھ نہ کچھ ضرور ملے گا۔"

"نہ اترنا خدا کے لئے نہ اترنا۔ ورنہ مشکل ہو جائے گی۔"

"اس کا یہ نیا ڈرامہ کیا ہے' اچھا ایک بات بتاؤ کیا اس نے اس سے پہلے کبھی یہ خدشہ ظاہر کیا ہے۔"

"نہیں!"

"پورے وثوق سے کہہ رہے ہو۔"

"ہاں۔ دراصل اتفاق سے یہ سوال میں نے صاحب خان سے پوچھا اس نے کہا کہ وہ پہلی بار قتل ہو رہی ہے۔"

"اس کی اولادوں کے بارے میں کچھ معلوم ہے۔"

"تین بیٹیاں ہیں اس کی۔"

"اور ان میں سے کوئی بھی اسے قتل کر سکتی ہے۔ بلکہ علی الاعلان کر سکتی ہے۔"

"کاش ایسا ہو جائے بہت سے جھگڑے ختم ہو جائیں گے بلاوجہ کی پریشانیاں ختم ہو جائیں گی۔ ویسے تم یہ بات کیسے کہہ رہی ہو۔"

"اس لئے کہ اس کی ایک بیٹی سے میری تفصیلی بات چیت ہوئی ہے وہ جوالا مکھی ہے
یقین کرو بڑا لاوا کھول رہا ہے اس کے اندر۔"

"ارے بس چھوڑو۔ اپنی باتیں کریں' منہ نہ کھلواؤ تو اچھا ہے ایسے کردار جگہ جگہ بکھرے
نظر آئیں گے تلاش کرنے کی ضرورت بھی نہیں پیش آئے گی۔ معاشرہ اب جدید رنگوں میں
رنگ گیا ہے اور یہ رنگ ان تمام رنگوں سے بالکل الگ ہیں جن کے نام سامنے ہیں۔ ان رنگوں
کو نام دینا بھی مشکل ہے۔" شہریار تلخ لہجے میں بولا۔

"صاحب خان اس ایف آئی آر کے بارے میں سنجیدہ ہے؟"

"ہم لوگ ہر اس ایف آئی آر کے بارے میں سنجیدہ ہوتے ہیں جس کے لئے "اوپر"
سے کوئی فون آجائے۔"

"صاحب خان اس کے لئے کیا کر رہا ہے؟"

"ٹھنڈی آہیں بھر رہا ہے ان بچی رپورٹوں کو یاد کر رہا ہے جو اس نے درج نہیں کی
تھیں۔ اس کا خیال ہے کہ ان میں سے کسی کی بد دعا لگی ہے۔ اس پر لازم ہے کہ وہ دن میں
ایک بار ضرور لیڈی رمضان کی خبر گیری کرے۔"

"تمہارا کیا خیال ہے وہ قتل ہو جائے گی۔"

"یہ کوئی علامتی قتل تو ہو سکتا ہے ورنہ وہ صرف قاتلہ ہے یہی ایک بات اگر تم مان لو تو
تمہارا شکر گزار ہوں گا۔"

"کیا؟"

"تم اس کے مرحوم شوہروں کے بارے میں تحقیق نہ شروع کر دینا ہاں اسے اس کے
قاتلوں سے بچانا تمہارا فرض ہے۔"

"قاسم روکرز کا نام سنا ہے کبھی؟"

"ہاں شاید اس کے سائن لگے دیکھے ہیں سڑکوں پر۔"

"آدھا ملک اس نے بنایا ہے۔ تمام ندی نالے اس نے پاٹے ہیں بڑے پل وغیرہ کا ٹھیکہ
اسے ہی ملتا ہے۔ صاحبزادے کا نام عاصم ہے۔ باپ کے اکلوتے ہیں اور ابا حضور لمبے سفر پر جا چکے
ہیں۔"

"اوہ۔ بے حد دولت مند ہوگا!" میں نے کہا۔

"اور لیڈی رمضان کے ساتھ دیکھا جا رہا ہے۔" شہریار نے کہا۔

"کمال ہے اتنا کچھ علم میں ہونے کے باوجود' کاش اس کا باپ زندہ ہوتا اور اسے لیڈی
رمضان سے ملنے سے روکتا۔ ویسے کسی کو اس دولت مند لڑکے کی فکر نہیں ہے؟"

"دولت آجانا دوسری بات ہے مس لبنیٰ اور اسے استعمال کرنا الگ بات۔ کسی کو کسی کی
دولت سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے جب تک وہ اس کے کام نہ آئے۔ قاسم روکرز صرف متعلقہ

لوگوں کا دوست تھا اور اس نے ٹھیکوں کے حصول کا معقول بندوبست کر رکھا تھا لیکن زندگی کے
دوسرے شعبے بھی تو ہوتے ہیں اس نے ادھر توجہ نہیں دی تو دوسروں کو کیا پڑی ہے۔"

"خدا کی پناہ' کتنی کڑواہٹیں ہیں۔" میں نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ اور شہریار ہنسنے لگا۔ پھر
میں نے ایک مضمون تیار کیا اور اس کی نوک پلک سنوار کر ہی تیسرے دن لیڈی رمضان کے
ہاں جا پہنچی مجھے وہی چار بجے کا وقت ملا تھا اور لیڈی رمضان اپنے خوبصورت سوئمنگ پول پر ہی
تھی۔ پہلے سے زیادہ دلکش' پہلے سے زیادہ حسین۔

"پانی میری زندگی ہے بہت سے لوگ جانتے ہیں کہ تیراکی اور گھڑ سواری سے بہترین
ورزش اور کوئی نہیں ہے لیکن لوگ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ حالانکہ پانی ہر جگہ موجود ہے
اس کے لئے سوئمنگ پول ضروری نہیں ہے لکی تمہاری بہت تعریفیں کر رہا تھا تم تو بہت بڑے
آدمی کی بیٹی ہو مگر تم نے اپنا اخبار کیوں نہیں نکالا۔"

"تجربہ حاصل کرنا چاہتی ہوں۔"

"میرے اشتراک سے اخبار نکال لو۔ بہترین شعبہ ہے پروقار اور پراثر۔ کوئی مشکل پیش نہ
آئے گی تمہیں۔"

"نہایت خوشی کے ساتھ' اب دیکھئے نا یہ فائدہ ہوا ہے مجھے۔ اس طرح آپ تک براہ
راست رسائی حاصل ہوگئی۔ ورنہ اتنی فرصت کہاں ہوتی۔ میں آپ کے اشتراک سے اخبار ضرور
نکالوں گی۔"

"ہاں بشرطیکہ میں زندہ رہ جاؤں۔"

"نہیں لیڈی صاحبہ۔ آپ کی صحت قابل رشک ہے آپ شاندار ہیں یہ مایوس کن خیال
آپ کے ذہن میں کیسے آیا؟؟"

"چھوڑو' کوٹھی دیکھی میری۔"

"کافی حد تک۔ اور جو دیکھا اس کے بارے میں کچھ لکھا بھی ہے۔"

"مجھے دکھاؤ' اسی لئے میں نے پوچھا ہے۔" لیڈی رمضان نے دلچسپی سے کہا اور میں نے
وہ توصیفی مضمون اس کے سامنے کر دیا۔ لیڈی رمضان اسے پڑھنے لگی تھی پھر اس نے کہا "بے
حد خوبصورت ہے مگر تم نے خصوصی طور پر کسی چیز کا تذکرہ نہیں کیا حالانکہ یہاں ایسی ایسی
نایاب تاریخی چیزیں ہیں جن کے بارے میں سن کر تم حیران رہ جاؤ گی۔ میرے خیال میں تمہارا
قصور نہیں ہے تمہیں ان کے بارے میں بتایا ہی نہ گیا ہوگا۔" میں نے دل ہی دل میں ہنستے
ہوئے سوچا کہ محترمہ میں نے انہیں دیکھا ہی کب ہے۔ تاہم میں نے کہا۔

"دراصل انٹرویو کا ایک مزاج بھی ہوتا ہے۔ اور پھر اسے بہت طویل نہیں کیا جا سکتا
ہے۔"

"مس لبنیٰ ایک خیال اچانک میرے ذہن میں آیا ہے کیا تم اس سلسلے میں مجھ سے تعاون

کروگی۔"

"ضرور فرمایئے؟"

"نہ جانے کیوں ان دنوں مجھ پر مایوسی کا دورہ پڑا ہے۔ میں نے تم سے اپنی زندگی کے بارے میں بات کی تھی نا؟"

"جی۔"

"مجھے اپنی موت کا خدشہ ہے۔"

"کوئی نفسیاتی گرہ؟" میں نے سوال کیا۔

"ہرگز نہیں' ایک بات بتا دوں' جو لوگ نفسیاتی الجھنوں کا شکار ہوتے ہیں ان کے چہرے کبھی شگفتہ نہیں ہوتے۔"

"بالکل درست۔"

"کسی نے مجھے ہراساں کرنے کا کھیل شروع کیا ہے میں اس سے خوفزدہ نہیں ہوں لیکن ہر نئی بات ذہن پر اثر انداز تو ہوتی ہے کچھ دوستوں سے تذکرہ کیا تو انہوں نے ازراہ ہمدردی اپنے اپنے خدشات کا اظہار بھی کیا بلکہ مجھے زبردستی پولیس اسٹیشن تک بھی پہنچا دیا گیا اور اس نامعلوم شخصیت کے خلاف رپورٹ لکھوا دی۔ بہرحال خوف نام کی کوئی شے میرے ذہن میں نہیں ہے لیکن میں متاثر ضرور ہوں ممکن ہے یہ صرف دھمکی نہ ہو میرے بہت سے دشمن بھی ہوں گے اس سے پہلے کہ میرے دشمن مجھے قتل کر دیں تم میری زندگی کی کہانی لکھ دو۔ شاید اسے سوانح عمری کہتے ہیں۔ اپنے اخبار کے لئے تم جس طرح چاہو میرا انٹرویو کرو لیکن میری سوانح تم میرے لئے لکھو میں اپنے ماضی اور اپنے حال پر ایک نگاہ ڈالنا چاہتی ہوں اور' اور ممکن ہے میں قتل کر دی جاؤں ممکن ہے میری سوانح میں میرا قاتل نظر آ جائے۔"

میں خاموشی سے لیڈی رمضان کو دیکھتی رہی۔ وہ درحقیقت ایک سربستہ راز تھی اور یہ راز اگر کھل جائے تو یقیناً باعث دلچسپ ہوگا ممکن ہے اس میں اس کے مرحوم شوہروں کی موت کا راز بھی چھپا ہوا ہو۔ یہ ایک سنسنی خیز پیشکش تھی۔

"میں تیار ہوں لیڈی صاحبہ۔" میں نے پراعتماد لہجے میں کہا۔

"تم چاہو تو کل ہی سے یہ کام شروع کر دو۔ ہم ایک دن درمیان میں رکھ کر ملاقات کیا کریں گے وقت کا تعین تم خود کرلو۔"

"چار بجے سے چھ بجے تک۔" میں نے کہا۔

"بہت مناسب وقت ہے۔ لکی بھی متبادل دنوں میں میرے گھر آتا ہے۔ وہ آج آئے گا کل نہیں آئے گا۔ اس طرح تمہارے ساتھ وقت بہترین گزرے گا اور زندگی کا ایک دلچسپ مشغلہ شروع ہو جائے گا۔"

"ٹھیک ہے لیڈی صاحبہ۔ میں نے آپ کی باقی دو بیٹیوں کو نہیں دیکھا۔ کیا وہ مصروف

رہتی ہیں؟"

"من موجی ہیں......... اپنی مرضی کی مالک' میں نے کچھ ضروری پابندیاں ان پر عائد کر دی ہیں بس اس کے علاوہ انہیں مجھ سے اور کوئی شکایت نہیں ہے۔"

"ظاہر ہے آپ جیسی شفیق خاتون سے کسی کو کیا شکایت ہو سکتی ہے بلکہ میں تو آپ کے بارے میں بڑے عجیب انداز سے سوچنے لگی ہوں۔"

"کیا؟"

"آپ لوگ' میرا مطلب ہے آپ اور آپ کی بیٹیاں کبھی یکجا ہوتے ہوں گے تو دیکھنے والوں کے لئے بڑی مشکلات کھڑی ہو جاتی ہونگی۔ میں نے صرف نوشین کو دیکھا ہے اور معاف کیجئے گا وہ بہت پیاری ہیں بہت خوبصورت ہیں لیکن جو کشش آپ میں ہے وہ اس میں نہیں پاسکی۔"

"اوہ شریر بچی' تم نایاب کو دیکھو' وہ سب سے خوبصورت ہے۔"

"آپ نے ان کی شادیاں نہیں کیں؟"

"بہت جلد اس سلسلے میں کوئی فیصلہ کرنے والی ہوں میں۔ ظاہر ہے انہیں ان کا گھر دینا ہے مگر........ ان تمام کاموں کے لئے ایک مرد کا سہارا ضروری ہوتا ہے۔ ارے یہ لکی آج جلدی آگیا۔" اسپورٹس اندر داخل ہوگئی تھی۔

"اچھا تو پھر کل۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"اوہ نو......... تم ایسے نہیں جاؤ گی۔ جاؤ اندر جاؤ لڑکیوں سے مل لو چائے پی کر جانا سمجھیں اب ہمارے تعلقات کی نوعیت بدل گئی ہے۔ تم ان سے چائے طلب کرلینا۔ او کے ادھر سے ہی نکل جاؤ۔ آں ہاں کوئی تکلف نہیں بھئی۔" میں عقبی حصے کی طرف سے چل پڑی تاکہ لکی جونیئر سے سامنا نہ ہو۔ ابھی یہ شخص میری لسٹ پر نہیں آیا تھا۔ خوش رنگ پھولوں کے تختے حسین ترین' پھیلے ہوئے پتوں والے درخت اس حصے کی شان بڑھا رہے تھے۔ میں نے ایک درخت کو چھو کر دیکھا اور اسی وقت کوئی شے سنسناتی ہوئی میری گردن کے پاس سے نکل گئی۔ میں نے حیران نظروں سے ادھر دیکھا وہ ایک وزنی پھل والا چاقو تھا جو میرے گردن سے کچھ فاصلے سے گزر کر درخت کے تنے میں پیوست ہوگیا تھا۔ میں پلٹی ہی تھی کہ دوسرا بالکل ویسا ہی چاقو میرے لباس کو چھوتا ہوا اس چاقو کے قریب پیوست ہوگیا۔ میں ساکت رہ گئی تھی۔ یہ شاید کوئی وارننگ تھی میرے لئے۔ کوئی مجھے بتانا چاہتا تھا کہ میری ان کاوشوں کا نتیجہ کیا نکل سکتا ہے۔ ابھی میں دم بخود کھڑی ہوئی تھی کہ ایک اور چاقو سنسناتا ہوا آیا اور میرے قریب سے گزرتا ہوا اسی طرح درخت میں پیوست ہوگیا لیکن اس بار میں نے نہ صرف سمت کا اندازہ لگا لیا تھا بلکہ اس جسم کو بھی ایک چوڑے تنے کی آڑ میں دیکھ لیا تھا جو اس حرکت کا ذمہ دار تھا۔ میرے بدن میں اب بھی جنبش نہ ہوئی تھی وہ جو کوئی بھی ہے۔ ماہر نشانہ باز ہے اور اس نے جان بوجھ کر یہ

نشانے خطا کئے ہیں۔ اس سے قبل کہ میں کچھ کرتی میں نے ایک لمبے چوڑے سیاہ رو شخص کو دیکھا جو چھلانگیں مارتا ہوا آیا تھا اور اس چوڑے تنے والے درخت کی آڑ میں کھڑے ہوئے انسانی وجود کے قریب پہنچ گیا تھا۔ درخت کے عقب سے ایک لڑکی برآمد ہوئی تھی جو بہت قیمتی لیکن گھریلو لباس میں ملبوس تھی۔ میں نے اس کے ہاتھوں میں کئی چاقو دیکھے تھے۔ جنہیں اس شخص نے لڑکی کے ہاتھوں سے لے لیا۔ مرد نے شاید اس سے کچھ کہا تھا جس کے جواب میں مجھے لڑکی کی آواز سنائی دی۔

"تو وہ کونسی مرگئی؟" میں تیز قدموں سے آگے بڑھی اور ان کے قریب پہنچ گئی۔ مرد کہہ رہا تھا۔

"لیکن افشین بی بی یہ خلاف قانون بھی ہے اور خلاف اخلاق بھی۔ میں نے آپ سے کہا تھا کہ کھیل کھیل ہونا چاہئے آپ نے مذاق شروع کر دیا۔ یہ مذاق اگر خطرناک ہوگیا تو جواب کون دے گا۔"

"میں!" لڑکی نے جواب دیا۔

"آپ کو کوئی کچھ نہ کہے گا میری مصیبت آجائے گی۔"

"بس اب جان چھوڑو بابا۔ اس گھر میں ہر کوئی صاحب اختیار بن جاتا ہے۔ تم بتاؤ تمہیں کوئی نقصان پہنچا؟" لڑکی نے براہ راست مجھ سے پوچھا۔

"بالکل نہیں......... میں تو آپ کی مہارت پر ششدر تھی۔" میں نے دھڑ سے جواب دیا۔

"دیکھا تم نے.........!" لڑکی خوش ہو کر بولی۔

"بس بی بی غلطی ہوگئی جو آپ کی باتوں میں آگیا لیکن آئندہ......... آئندہ........." وہ واپسی کے لئے مڑا تو لڑکی نے کہا۔

"میرے چاقو تو دیتے جاؤ۔"

"ہرگز نہیں۔ اب یہ آپ کو دیکھنے کے لئے بھی نہیں ملیں گے۔" اس نے کہا اور لڑکی نے میری طرف دیکھ کر آنکھ دباتے ہوئے کہا۔

"دیکھو شہباز......... "یہ بے ایمانی ہے میں نے تمہیں ان کے پیسے دیئے ہیں۔"

"وہ میں آپ کو واپس کردوں گا۔" وہ چیخ کر بولا اور جب وہ چلا گیا تو لڑکی نے ہنس کر کہا۔

"اسے کہتے ہیں خالی کھوپڑی' کیا چاقو بازار میں نہیں مل سکتے۔"

"مگر آپ نے تو واقعی زبردست مہارت حاصل کی ہے۔" میں نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

"حضرت نے مجھے چیلنج کیا تھا کہ یہ بچوں کا کھیل نہیں ہے لڑکیوں کے ہاتھوں میں خطرناک چیزیں اچھی نہیں لگتیں اب حلیہ خراب ہوگیا۔"

"آپ نے یہ فن کہاں سے سیکھا.........؟"

"یہی موصوف میرا استاد ہے ورنہ مجال تھی کہ میرے ہاتھوں سے چاقو لے لیتے سارے چاقو انہی کے سینے میں اتار دیتی۔"

"آپ تو افشین صاحبہ ہیں نا.........؟"

"ایں......... ہاں......... اور تم لیڈی ہو۔" اس نے کہا اور شریر سے انداز میں مسکرا دی۔

"کمال ہے آپ نے تو مجھ پر حیرتوں کے پہاڑ توڑ دیئے ہیں' مجھے تو آپ کا نام ایسے معلوم ہوا کہ اس شخص نے آپ کو افشین بی بی کہا تھا آپ میرا نام کیسے جان گئیں؟"

"میں سامری جادوگر ہوں سب کچھ جانتی ہوں ارے واہ۔ ذرا ادھر دیکھو۔" اس نے کہا اور بری طرح ہنسنے لگی۔ اس کا اشارہ ان چاقوؤں کی طرف تھا جو درخت میں پیوست تھے وہ ہنستی ہوئی بولی۔ "یہ تین چاقو وہ بطور تحفہ چھوڑ گئے آؤ تمہیں اپنا فن دکھاؤں۔" اس کے بعد وہ ان تینوں چاقوؤں کا کمال دکھاتی رہی اور میں نے اسکی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملا دیئے۔ اس کی فطرت کا مجھے اندازہ ہوگیا تھا اور میں اسے باآسانی ہینڈل کر رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "آؤ تمہیں چائے پلاؤں.........؟"

"ضرور........." میں اس کے ساتھ لمبا چکر کاٹ کر کوٹھی میں آگئی۔ وہ مجھے اپنے کمرے میں لے گئی تھی اور راستے میں اس نے ملازمہ سے چائے کے لئے کہہ دیا تھا۔ "افشین صاحبہ بس اتنا بتا دیجئے کہ آپ کو میرا نام کیسے معلوم ہوا.........؟"

"اوہ......... نوشین نے بتایا تھا تم اخبار میں کام کرتی ہو نا.........؟"

"جی بالکل......... اور آپ کی ممی کی سوانح بھی لکھ رہی ہوں۔"

"سوانح......... میں نے تو سنا تھا کہ تم ان کا انٹرویو لینا چاہتی ہو.........؟"

"جی ہاں ارادہ تو یہی تھا لیکن لیڈی صاحبہ نے مجھے اپنی سوانح لکھنے کا حکم دیا ہے۔"

"گویا انہوں نے تمہیں بھی محکوم بنالیا۔ یہ ان کے دائیں ہاتھ کا کام ہے۔ بس وہ چند منٹ میں انسان کو اپنا محکوم بنالیتی ہیں۔" اس کا لہجہ بھی نوشین سے مختلف نہیں تھا اس سے قبل کہ میں کچھ اور کہتی اچانک قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور میں نے دروازے سے نوشین کے ساتھ ایک اور لڑکی کو دیکھا۔ تینوں لڑکیوں میں لیڈی رمضان کے نقوش موجود تھے جس سے مجھے اندازہ لگانے میں وقت نہ ہوئی کہ تیسری لڑکی نایاب تھی۔

"افشین تم نے ان پر چاقوؤں سے حملہ کیا تھا.........؟" نایاب نے اندر داخل ہوتے ہوئے فوراً کہا تھا۔

"میرے پاس پستول نہیں تھا باجی کیا کرتی۔"

"حماقت سے باز نہیں آؤ گی تم.........؟"

"بدقسمتی ہے باجی۔ میں ایک قتل کرنا چاہتی ہوں۔ بس ایک قتل' میری دلی آرزو ہے اللہ کرنے دیں نا۔" افشین نے لاڈ سے کہا اور ہنس پڑی۔

"سوری لبنیٰ صاحبہ.......... یہ کچھ پاگل ہے ویسے آپ یقین کریں اس کا مقصد آپ کو نقصان پہنچانا نہیں تھا۔"

"میں جانتی ہوں نایاب صاحبہ۔ آپ اتنا کیوں محسوس کر رہی ہیں۔"

"پرسوں آپ کے جانے کے بعد نوشین نے آپ کے بارے میں بتایا تھا۔ میں آپ سے ملنا چاہتی تھی۔"

"بے حد شکریہ.......... میں حاضر ہوں۔"

"نوشین جذبات میں آکر آپ سے کچھ کہہ گئی تھی.......... ؟ آپ ممی سے ملیں.......... ؟"

"آج.......... ؟"

"جی ہاں.......... !"

"میں انہی کے پاس تھی وہاں لکی صاحب آگئے تو میں اس طرف چلی آئی۔"

"آپ نے نوشین کی باتوں کا ممی سے ذکر تو نہیں کیا.......... ؟"

"آپ مجھے اتنا برا سمجھتی ہیں نایاب صاحبہ۔ میں آپ کی دوست نہ سہی ہم عمر تو ہوں۔ اطمینان رکھئے آپ کو میری وجہ سے کبھی کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔"

"آپ ہماری دوست بن جائیں لبنیٰ.......... !" نوشین نے کہا۔

"اگر آپ مجھے اس قابل سمجھیں تو حاضر ہوں۔" میں نے کہا۔

"تو پھر ملاؤ ہاتھ۔" افشین نے کہا.......... اور میں نے ہنستے ہوئے اس سے ہاتھ ملایا۔

"خواتین ایک انکشاف اور کروں آپ پر، لبنیٰ صاحبہ صرف ممی کا انٹرویو نہیں کر رہیں بلکہ ان کی سوانح بھی لکھ رہی ہیں آپ کو ہیبت ناک کہانیاں لکھنا آتی ہیں لبنیٰ صاحبہ، ایک مردم خور خون آشام کی کہانیاں جس نے پانچ انسان ہضم کرلئے۔ ہاؤں، ہاؤں، ہاؤں۔" افشیں نے کہا اور نایاب کا چہرہ زدہ ہوگیا اس نے لرزتی آواز میں کہا۔

"افشیں، تم دیوانگی کی حدود میں داخل ہوگئی ہو۔ تم۔ تم حد درجے بدتمیز ہوگئی ہو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ" اس کی آواز رندھ گئی۔

"باجی۔ وہ ہماری دوست نہ سہی ہم عمر تو ہے اب ہم عمروں میں بھی مذاق نہ ہو۔"

"لبنیٰ صاحبہ۔ یہ گھر پاگل خانہ ہے خدا کے لئے یہاں کسی کی باتوں کو کوئی اہمیت نہ دیجئے" نایاب نے کہا۔

"میں صرف ایک بات کہنا چاہتی ہوں مس نایاب آپ تینوں بہنوں میں مثالی دوستی ہے حالانکہ آپ، میرا مطلب ہے آپ تینوں سگی بہنیں نہیں ہیں کم از کم باپ کی طرف سے"

"کسی فلم میں آپ نے نازی کیمپ میں اتحادی قیدیوں کو دیکھا ہے۔ مختلف ملک مختلف رنگ اور نسل کے لوگ ہوتے ہیں مگر ان کے درمیان مثالی رشتہ ہوتا ہے۔ محبت ہوتی ہے" نوشین نے ہنستے ہوئے کہا۔ ملازمہ کی آمد نے سلسلہ گفتگو ختم کر دیا تھا۔ نایاب نے چائے بنائی۔

چائے پی کر میں نے کلائی پر بندھی گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے کہا۔

"اجازت دیجئے۔ کل اگر آپ کے پاس وقت ہوا تو آپ سے ملاقات کروں گی۔"

"آپ کل آئیں گی۔"

"ہاں ضرور؟"

"ممی سے ان فضول باتوں کا کوئی تذکرہ نہ کریں۔"

"اطمینان رکھیں میری ذات سے آپ تینوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔" میں نے کہا اور خود کو سنبھال کر وہاں سے نکل آئی۔ گرین فاؤنٹین میں، میں نے شہریار سے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ لیڈی رمضان ضرور قتل ہو جائے گی۔"

"ویری گڈ۔ تم قاتل کو ابھی سے نگاہ میں رکھو۔"

"وہاں جنونیوں کا ایک گروہ پل رہا ہے ان میں سے کوئی نہ کوئی اسے ضرور قتل کر دے گا۔"

"جنونیوں کا گروہ"؟

"ہاں اس کی تینوں بیٹیاں۔ وہ اس سے شدید نفرت کرتی ہیں اور سگی بہنیں نہ ہونے کے باوجود آپس میں بے پناہ محبت ہے یہ ایک متحدہ محاذ ہے جو انہوں نے اپنی ماں کے خلاف بنایا ہے شاید ان کے ذہنوں میں یہ احساس بھی پل رہا ہے کہ لیڈی رمضان ان کے باپوں کی قاتل ہے۔"

"کیا خیال ہے تینوں کو گرفتار کرلیں۔ صاحب خان اس کام کا ماہر ہے وہ ان سے معلوم کرے گا کہ ان میں سے کون لیڈی رمضان کو قتل کرنا چاہتی ہے۔"

"مذاق نہیں شہریار، بڑا خوفناک ماحول ہے وہاں کا۔ میں جلد بازی نہیں کرنا چاہتی ورنہ اس بے وقوف انسان سے ضرور ملاقات کرتی جو لکی جونیئر کہلاتا ہے آخر اس نے بھی تو لیڈی رمضان کے پانچ شوہروں کے بارے میں سنا ہی ہوگا۔"

"ابھی تک یہ بات منظرعام پر کہاں آئی ہے کہ وہ لیڈی رمضان سے شادی کر رہا ہے۔"

"آثار تو لگتے ہیں۔"

"یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس نے کوئی چکر چلایا ہو کوئی گہری سازش ہو اس کے ذہن میں۔"

"میں نے ان لائنوں پر سوچا ہے مگر اسے کیا فائدہ ہوگا۔"

"دولت۔"

"مگر وہ خود بے پناہ دولت مند ہے۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ ہر دولت مند اپنی دولت میں اضافے کا خواہش مند ہوتا ہے اس بار معاملہ الٹا ہو، یعنی لیڈی رمضان معمول کے مطابق اس سے شادی کر رہی ہو اور لکی نے سب کچھ جاننے کے بعد اس کا چیلنج قبول کرلیا ہو اور یہ کارروائی شروع کر دی ہو۔"

"بات کچھ دل کو لگتی نہیں ہے شہریار، لکی نے اگر ایسا سوچا بھی ہے تو اسے کھیل اتنی

جلدی نہیں شروع کرنا چاہئے تھا بہرحال گھوڑا دور ہے نہ میدان جو کچھ ہوگا سامنے آ جائے گا۔"

"تم نے اس خیال کو نظرانداز کر دیا۔ ہو سکتا ہے یہ لیڈی رمضان کا کوئی ڈرامہ ہی ہو' وہ عورت پبلسٹی کی کتنی شوقین ہے تمہیں اس کا اندازہ ہے یا پھر وہ کوئی گراؤنڈ بنا رہی ہو میرا مطلب ہے کسی سے شادی کرنے کا۔ بعد میں وہ کہہ سکے کہ اسے اپنا تحفظ درکار تھا۔"

"کہنا سب کچھ ہو سکتا ہے البتہ میں گھاٹے میں نہیں ہوں اس کی سوانح حیات لکھتے ہوئے کم از کم اس کے شوہروں کی موت کے بارے میں تو کچھ انکشافات ہوں گے۔"

میرے معمولات متاثر نہیں ہوئے تھے اور میں اپنے شوق کی تکمیل کے لئے کچھ نہ کچھ کرتے رہنا چاہتی تھی یہ سب کچھ غیردلچسپ نہ تھا اور مجھے لطف آ رہا تھا چنانچہ دوسرے دن معمول کے مطابق میں لیڈی رمضان کی کوٹھی پہنچ گئی' وہ پول پر موجود تھی اور اپنا مخصوص لباس پہنے ہوئے کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ میرے قدموں کی چاپ پر بھی وہ میری طرف نہ پلٹی اور جب میں اس کے سامنے پہنچی تو وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ تب میں چونکی تھی۔ وہ لیڈی رمضان نہیں بلکہ نوشین تھی۔

"ارے" میرے منہ سے نکل گیا۔

"میرا خیال ہے ممی کی موت کے بعد میں ان کی بہترین جانشین ثابت ہوں گی کیسی لگ رہی ہوں۔"

"آپ اپنی ممی کے بارے میں ایسی بات کہہ رہی ہیں۔" میں نے ملامت آمیز نظروں سے اسے دیکھ کر کہا۔

"ان کی زندگی کے دن بہت تھوڑے رہ گئے ہیں' خود ان کا یہی خیال ہے میرے کہنے سے کیا ہوتا ہے۔" نوشین نے جواب دیا۔

"کہاں ہیں وہ" میں نے پوچھا۔

"اپنے بیڈ روم میں انہیں نزلہ ہو گیا ہے" نوشین نے جواب دیا کچھ فاصلے پر میں نے شہباز کو دیکھا جو دو سرکش اور خونخوار کتوں کی زنجیریں پکڑ کر لے جا رہا تھا کتے بڑے قد آور تھے اور شہباز جیسا لمبا چوڑا آدمی انہیں بمشکل سنبھالے ہوئے تھا۔

"یہ آپ کے کتے ہیں۔ بہت شاندار ہیں۔"

"نہیں کرائے کے کتے ہیں۔" نوشین ہنس پڑی۔

"میں سمجھی نہیں۔"

"یہ تینوں کرائے کے ہیں دو عدد کتے اور ایک عدد شہباز خاں ویسے بڑے شاندار تربیت یافتہ ہیں۔ دراصل ممی کو آج کل اپنی زندگی کی بہت فکر ہو گئی ہے انہوں نے شہباز خاں کو اپنے محافظ کے طور پر ملازم رکھا ہے ساری رات وہ کتوں کے ساتھ ان کی خواب گاہ کے دروازے پر رہتا ہے۔"

"اوہ کتنا عرصہ ہو گیا اسے؟"

"کوئی ڈھائی ماہ قبل آیا ہے۔"

"کیسا آدمی ہے؟"

"آدمی" نوشین ہنس پڑی "بس آدمی ہے پوری زندگی میں اس نے یہ دو کتے سدھائے ہیں۔ سنا ہے کسی زمانے میں سرکس میں کام کرتا تھا' چاقو پھینکنے کا فن اس نے سرکس ہی میں سیکھا تھا۔"

"اور افشین نے اس سے" میں نے کہا۔

"افشین' وہ بہت شاطر ہے اس نے نہ صرف اس سے یہ فن سیکھ لیا بلکہ اس کے کتے بھی تم دیکھ لینا کچھ دن کے بعد اس کے بجائے افشین کے پیچھے دم ہلایا کریں گے۔ وہ ان پر جال ڈال رہی ہے۔"

"آپ لوگ ان حالات کے باوجود بہت خوش مزاج ہیں۔ کاش آپ کو ذہنی سکون مل جائے۔"

"مل جائے گا بس کچھ دنوں کی بات ہے۔"

"وہ کیسے؟"

"ممی کے قتل ہونے کے بعد۔"

"مس افشین خدانخواستہ اگر لیڈی صاحب کو کچھ ہو گیا تو آپ لوگوں کے ان خیالات کی وجہ سے پولیس آپ پر بھی شک کر سکتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ مس نایاب آپ دونوں کی نسبت اپنی ممی سے بہت محبت کرتی ہیں میں نے ان کی زبان سے کبھی ایسے الفاظ نہیں سنے!"

"سنو ممی قتل ہو جائیں بس۔ اگر ہم تینوں کو ان کے قتل کے الزام میں سزائے موت بھی ہو جائے تو ہم بخوشی مر جائیں گے اور نایاب۔ کبھی موقع مل جائے تو اس کے دل میں جھانک کر دیکھو۔ ممی نے سب سے بڑا گھاؤ اس کے دل پر ہی لگایا ہے جانتی ہو کلی جونیئر ممی کا نہیں نایاب کا محبوب تھا اوہ۔ وہ ملازمہ تمہیں اشارہ کر رہی ہے جاؤ۔ ممی اپنے بیڈ روم میں تمہارا انتظار کر رہی ہیں۔"

○---------☆---------○

ملازمہ تیز قدموں سے چلتی ہوئی اسی سمت آ رہی تھی مگر میرے کان جھنجھنا گئے تھے۔ یہ انکشاف بھی بے حد سنسنی خیز تھا۔ ملازمہ قریب پہنچ گئی۔ "لیڈی صاحبہ آپ کو اپنے کمرے میں بلا رہی ہیں۔" اس نے کہا اور میں مجبوراً اس کے ساتھ چل پڑی مگر میرے کانوں میں افشین کے الفاظ کی بازگشت ابھی تک ابھر رہی تھی۔ "کلی نایاب کا محبوب ہے ممی نے سب سے بڑا گھاؤ اس کے دل پر ہی لگایا ہے۔" کیا نایاب کو ایسے مواقع حاصل ہیں کہ وہ کسی سے مل جل سکے کسی سے محبت کر سکے۔ بظاہر تو یہ لڑکیاں ایسا تاثر دے رہی تھیں جیسے انہیں لیڈی رمضان کے حکم کے

بغیر کوٹھی سے باہر قدم نکالنے کی اجازت تک نہیں ہے' تینوں اپنے آپ کو قیدی قرار دیتی تھیں' مجھے بہت زیادہ سوچنے کا موقع نہیں مل سکا۔ ملازمہ نے میری راہنمائی لیڈی رمضان کی خواب گاہ تک کر دی تھی۔ اس جیسی دولت مند اور نفاست پسند عورت کی خواب گاہ اتنی ہی خوبصورت تھی وہ ایک بستر پر نیم دراز تھی اور کمرے میں مدھم روشنی پھیلی ہوئی تھی یا پھر تیز روشنی سے اندر آکر مجھے کچھ دیر کے لئے وہاں کا ماحول صاف نظر نہیں آیا تھا ملازمہ دروازے پر ہی رک گئی تھی اور دروازہ اس نے بند کر دیا تھا' لیڈی رمضان نے کہا۔

"دروازے کے پاس ہی سوئچ ہے تیز روشنی جلا دو۔"

اور میں نے پلٹ کر روشنی کا سوئچ تلاش کیا اور بٹن دبا دیا۔ تب مجھے یہاں کے ماحول کا صحیح طور پر اندازہ ہوا تھا۔ لیڈی رمضان کا چہرہ دیکھا تو تھوڑی سی حیرت ہوئی کیونکہ اس وقت یہ چہرہ پہلے سے کافی مختلف نظر آ رہا تھا اور اس پر عمر کے سائے لرز رہے تھے حالانکہ سوئمنگ پول پر جو لیڈی رمضان مجھے نظر آتی تھی وہ کسی بھی طور اس عورت سے مماثلت نہیں رکھتی تھی جو اس وقت بستر پر دراز تھی یا تو میک اپ کا کوئی خاص استعمال یا پھر لیڈی رمضان کے ساتھ کوئی ایسا ہی واقعہ پیش آیا ہے جس نے اس سے اچانک ہی اس کی تمام تر شگفتگی چھین لی تھی اس نے مدھم سی آواز میں کہا۔

"براہ کرم وہ کرسی اٹھا کر میرے پاس لے آؤ یہاں بیٹھو' میں تم سے معذرت خواہ ہوں کہ عجیب سے انداز میں تمہارا استقبال کر رہی ہوں۔ میں تمہارا انتظار ہی کر رہی تھی۔"

"آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے لیڈی صاحبہ؟" میں نے کرسی اس کے قریب رکھ کر بیٹھتے ہوئے کہا' اور لیڈی رمضان کے ہونٹوں پر حزینہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہاں ٹھیک ہوں۔"

"آج آپ سوئمنگ پول پر نظر نہیں آئیں اور معمول کے خلاف یہاں موجود ہیں؟"

"بس یوں سمجھ لو کہ' کیا بتاؤں تمہیں سمجھ میں نہیں آتا براہ کرم محسوس نہ کرنا بس میرے کچھ ذاتی مسائل ہیں جن کا کوئی حل نہیں ہے میرے پاس۔" میں نے ہمدردانہ نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اگر میں آپ کے کسی کام آسکوں لیڈی صاحبہ تو میں حاضر ہوں' در حقیقت آپ سے کچھ انوکھی انسیت ہوگئی ہے مجھے اور آپ کی کسی تکلیف سے دکھ ہوتا ہے۔"

"بہت بہت شکریہ' تم سے میری یہ محبت بے مقصد تو نہیں ہے میرا ذہن بھی تمہاری جانب راغب ہوا ہے' میں نے تمہیں بتایا تھا لبنیٰ ڈیئر کہ کچھ ایسے مسائل میری زندگی سے چمٹے ہوئے ہیں جن کے بارے میں' میں نے کبھی سنجیدگی سے نہیں سوچا لیکن اگر کبھی ان کی ایک ہلکی سی پرچھائیں بھی مجھ تک پہنچ جاتی ہے تو پھر میرے اعضاء جواب دینے لگتے ہیں۔"

"میرا خیال ہے آپ نے جس ہمت کے ساتھ اب تک کی زندگی گزاری ہے لیڈی صاحبہ

آپ کو اسی ہمت کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔"

ٹھیک ہے میں مانتی ہوں کہ اپنی محنت سے اور تھوڑی سی بیرونی مدد سے میں نے اپنے آپ کو جسمانی طور پر فٹ رکھا ہے لیکن عمر کہیں نہ کہیں تو نظر آ ہی جاتی ہے۔ خاص طور سے میری یہ تینوں بچیاں' میں جب بھی کبھی ان کے بارے میں سوچتی ہوں تو میرے اعصاب کشیدہ ہونے لگتے ہیں۔ میں نے شاید تم سے تذکرہ کیا تھا اپنے ایک نادیدہ دشمن کا جو مجھے قتل کرنے کا خواہش مند ہے۔"

"جی ہاں' آپ نے بتایا تھا مجھے۔"

"تو پھر یوں سمجھ لو کہ اس نے مجھ پر پہلا وار کر دیا ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے سچ مچ حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔

"ہاں' ایک قاتلانہ کوشش' لیکن وہ کم بخت نجانے کیا چاہتا ہے مقصد کیا ہے اس کا' کیوں وہ مجھے اس انداز میں زچ کر رہا ہے' قتل کرنا چاہتا ہے قتل کر دے' موت تو ایک دن آنی ہے لیکن یہ دھمکیاں اور یہ کوشش میرے لئے واقعی اعصاب شکن ثابت ہو رہی ہیں۔ ہو سکتا ہے وہ یہی سب کچھ چاہتا ہو مجھے ذہنی طور پر مار ڈالنا چاہتا ہو وہ' لیکن اسے ایسا نہیں کرنا چاہئے' آہ کاش میں اس سے یہ بات کہہ سکتی کہ اگر اسے میری موت سے کوئی فائدہ حاصل ہو سکتا ہے تو وہ یہ فائدہ ضرور حاصل کرے۔ میرا ذہن نجانے کہاں کہاں بھٹکتا ہے لبنیٰ تم یقین کرو۔ میرا ذہن نجانے کس کس کی جانب متوجہ ہوتا ہے اور یہ اور زیادہ پریشان کن بات ہے' اگر کوئی کھل کر میرے سامنے ہو تو میں اس سے مقابلہ کروں' مقابلہ نہ کر پاؤں تم کم از کم یہ سوچوں کہ اس سے اپنی زندگی بچانے کیلئے کیا سودا کیا جا سکتا ہے۔ لیکن وہ میرے سامنے نہیں ہے وہ جو کچھ کر رہا ہے بلاشبہ وہ اس میں کامیاب ہے اس نے مجھے نیم مردہ کر دیا ہے اس سے پہلے میں نے کبھی کسی مسئلے پر اس قدر سنجیدہ ہو کر نہیں سوچا' مرنا نہیں چاہتی میں شاید' ہاں میرے خیال میں یہ ایک عجیب بات ہے' میں ہی کیا کوئی بھی مرنا نہیں چاہتا' زندگی کتنی ہی بدنما کیوں نہ ہو جائے' مصائب اور دکھ کتنے ہی انسان کی ذات پر مسلط کیوں نہ ہو جائیں وہ زندگی سے چمٹے رہنا چاہتا ہے' تم نے سڑکوں پر بھیک مانگتے ہوئے ان فقیروں کو دیکھا ہوگا جو آدھے جسم سے معذور ہوتے ہیں اور زندگی کے بوجھ کو نجانے کس کس طرح گھسیٹتے پھرتے ہیں' اگر تم ان سے یہ سوال کرو کہ کیا وہ مرنا چاہتے ہیں تو وہ تم پر بگڑ جائیں گے اور اس بات کا اظہار کریں گے کہ زندگی سے انہیں بھی اتنی ہی دلچسپی ہے جتنی ہمیں۔"

"آپ کا فرمانا درست ہے لیکن آپ' آپ براہ کرم مجھے کچھ تو بتایئے کیا ہوا' آپ کے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا؟" لیڈی رمضان نے آنکھیں بند کرلیں چند لمحات سوچتی رہی پھر کہنے لگی۔

"دل کی بات کسی ایسے ہمدرد سے کہہ دینے میں واقعی لطف آتا ہے بلکہ سکون ملتا ہے

جس کے بارے میں یہ اندازہ ہو کہ وہ بے لوث ہے اور اس کی ذات سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ تم نے شاید میرے ذہن میں ایسا ہی ایک مقام بنالیا ہے۔ نہ جانے کیوں۔ تمہیں شاید خود بھی میرے بارے میں معلوم ہو۔ تم جانتی ہو کہ میرے دوستوں کی ہمدردوں کی ایک فوج ہے۔ انہیں گنا نہیں جاسکتا لیکن کسی کی دوستی کیا مقصد رکھتی ہے مجھے علم ہے۔ میں ان سے ملتی ہوں ان کے کام آتی ہوں لیکن انہیں جانتی ہوں اور جب میں ان میں جھانکتی ہوں تو افسردہ ہو جاتی ہوں۔ وہ میرے نہیں، اپنے مقصد کے دوست ہوتے ہیں۔ تم ابھی میرے سامنے نہیں آئیں کبھی نہ آنا۔ میرا دل نہ توڑنا، ثواب ہوگا۔"

اس کا لہجہ اس میں چھپی ہوئی حسرت مجھے بہت عجیب لگی تھی، آج تک میں نے اس کے بارے میں اچھے انداز میں نہیں سوچا تھا۔ وہ مجھے مجسم فریب نظر آتی تھی میں یہ سوچتی تھی کہ اس کے اندر کوئی ایسی خونخوار عورت پوشیدہ ہے جو ابھی دنیا کے سامنے نہیں ہے لیکن درحقیقت وہ اندر سے بہت مختلف ہے ایک یا دو ہوتے تو اتفاق سمجھ لیا جاتا لیکن اتنے سارے لوگ اس کی زندگی میں داخل ہونے کے بعد تباہی سے دوچار ہوئے ہیں اور اس کے لئے اتنی دولت چھوڑ گئے ہیں کہ وہ ساری زندگی عیش کر سکتی ہے یقینی طور پر اس دولت کے حصول کے لئے اس نے کوئی ایسا پراسرار طریقہ دریافت کیا ہے جس کی بناء پر اس کے شوہر یا تو مرجاتے ہیں یا اس سے جان بچا کر بھاگ جاتے ہیں اور یقینی طور پر وہ اس کے لئے مجبور ہو جاتے ہوں گے، ورنہ سرمایہ دار ذہنی طور پر اتنے معمولی نہیں ہوتے کہ وہ ایک عورت سے شکست کھا جائیں اور میں اس عورت کو ہمیشہ مشتبہ نگاہوں سے دیکھتی رہی تھی، لیکن اس کا لہجہ اس کے الفاظ اس وقت میری سوچ سے مختلف تھے اس نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا

"ذرا ایک منٹ میں تمہیں ایک چیز دکھاتی ہوں۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور اس نے دیوار پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا اور اس کے بعد اپنے بستر پر آگئی۔ چند ہی لمحات کے بعد ایک مدھم سی کھرکھراہٹ فضا میں بلند ہوئی اور اس کے بعد ایک آواز ابھری۔

"لیڈی رمضان بہت جلد، بہت جلد تم اس دنیا سے اتنی دور چلی جاؤ گی کہ اس کا تصور بھی تمہارے لئے ممکن نہیں ہوگا، بہت جلد تمہارا سارا حساب کتاب ہو جائے گا بس یوں سمجھ لو کہ تم اس دنیا میں چند لمحات کی مہمان ہو۔" آواز بند ہو گئی کچھ دیر ٹیپ ریکارڈر خاموشی سے چلتا رہا یہ ٹیپ ریکارڈ مجھے کہیں نظر نہیں آ رہا تھا، دیوار پر لگا ہوا سوئچ اس نے ضرور آن کیا تھا لیکن آواز کہاں سے آ رہی تھی اس کا کوئی اندازہ ہی نہیں ہو پا رہا تھا پھر کچھ دیر کے بعد وہی آواز پھر سنائی دی۔

"ہیلو لیڈی رمضان، کیا خیال ہے تمہارا۔ میری بات پر یقین کر رہی ہو یا اس میں کچھ مشکل پیش آ رہی ہے۔ سنو لیڈی رمضان آج میں تمہیں اپنی کاروائی کا ایک ہلکا سا نمونہ دکھانا

چاہتا ہوں۔ ابھی تھوڑی دیر کے بعد تم اپنی جگہ سے اٹھو گی، باتھ روم کی جانب جاؤ گی، سوئچ آن کرو گی اور اس کے بعد جو کچھ ہوگا اس کا تمہیں تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ لیڈی رمضان میں نے تمہارے سوئچ بورڈ سے دو تار منسلک کر کے زمین پر ڈال دیئے ہیں نیچے پانی پھیلا ہوا ہے اور یہ بات میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم ننگے پاؤں باتھ روم میں داخل ہوتی ہو۔ یہ تمہاری ہمیشہ کی عادت ہے۔ پھر تم بتی جلاؤ گی اور جیسے ہی تم سوئچ آن کرو گی زمین پر پھیلے ہوئے پانی میں کرنٹ دوڑ جائے گا اور اس کے بعد تم موت سے ہمکنار ہو جاؤ گی، میں نے نل کی ٹونٹی کھلی چھوڑ دی ہے اور اس سے تھوڑا تھوڑا سا پانی مسلسل گر رہا ہے اور تمہارے باتھ روم کا فرش بالکل گیلا ہے۔ اب اس گیلے فرش پر تم ننگے پاؤں کھڑی ہوگی اور پانی میں کرنٹ ہوگا تو نتیجہ کیا ہو سکتا ہے جاؤ تجربہ کر کے دیکھ لو مگر خبردار سوئچ آن مت کرنا ورنہ تم کسی کو اپنی کہانی کبھی نہیں سنا سکو گی۔ تمہاری موت کے بعد باآسانی یہ سارا جھگڑا ختم کیا جا سکتا ہے اور اس کے بعد پولیس کے سراغرساں یہی معلوم کرتے رہ جائیں گے کہ تمہیں کرنٹ کہاں سے لگا، اب تم سوچ رہی ہوگی کہ میں تمہیں یہ سب کچھ کیوں بتا رہا ہوں تو اس کی ایک وجہ ہے لیڈی رمضان ابھی کچھ اور وقت دیا جا رہا ہے تمہیں، تمہیں مرنا تو ہوگا لیکن ذرا آہستہ آہستہ ایک دم مرجانے میں لطف نہیں آتا۔" لیڈی رمضان خاموشی سے آنکھیں بند کئے یہ آواز سن رہی تھی اور میری نگاہیں چاروں طرف اس ٹیپ ریکارڈ کو تلاش کر رہی تھیں جو یہاں کہیں پوشیدہ تھا۔ اس کے بعد آواز بند ہو گئی اور لیڈی رمضان نے آنکھیں کھول دیں وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور دیوار کی جانب بڑھ گئی پھر اس نے سوئچ بند کر دیا میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی، اس نے مجھے دیکھ کر مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"اور اس نے جو کچھ کہا تھا وہ بالکل درست تھا۔"

"اس مسئلے کا سب سے ہولناک پہلو یہ ہے لیڈی صاحبہ کہ وہ جو کوئی بھی ہے اس کی پہنچ یہاں تک ہے وہ آپ کے کمرے میں آ کر یہ سب کچھ بھی کر سکتا ہے۔" میں نے خود کلامی کے سے انداز میں کہا۔ لیڈی رمضان نے کوئی جواب نہیں دیا تھا وہ بدستور غمزدہ انداز میں بیٹھی ہوئی خلاء میں گھورتی رہی تھی پھر میں نے چونک کر کہا۔

لیکن یہ آواز، یہ آواز کہاں سے آ رہی ہے، جس ٹیپ ریکارڈ سے یہ آواز ابھر رہی تھی وہ کہاں پوشیدہ ہے؟" لیڈی رمضان نے ایک ٹھنڈی سانس لی، اور آہستہ سے بولی۔

"یہ سب کچھ، میں نے زندگی میں یہ سب کچھ کبھی نہیں کیا تھا لیکن نجانے کیوں ان دنوں میں بہت خوفزدہ ہوں۔ بات یہ نہیں ہے کہ میری زندگی میں مشکل لمحات نہیں آئے لیکن نجانے کیوں اس وقت میں کسی مشکل کو مشکل نہیں سمجھتی تھی۔ مجھے اپنے اندر ایک قوت محسوس ہوتی تھی اور میں جانتی تھی کہ میں ان تمام لوگوں سے نمٹنے کی صلاحیت رکھتی ہوں جو مجھے نقصان پہنچانے کے درپے ہوں اور میں نے ایسا کیا، سنا تم نے لنٹی میں ایسا کرتی رہی ہوں لیکن

اب میرے اعصاب جواب دے چکے ہیں۔ نجانے کیوں' نجانے کیوں' میرے جسم' میرے چہرے پر کوئی شکن نہیں ہے لیکن میں اندر سے شکن آلود ہو چکی ہوں اور کوئی بھی شخص اپنے آپ کو اوپر سے چھپا سکتا ہے اندر سے نہیں۔ میں نے یہ بندوبست بھی اپنے تحفظ کے لئے کیا ہے تاکہ اپنے خلاف ہونے والی کاروائیوں سے واقف ہو سکوں اس سے پہلے میں نے ایسا سب کچھ نہیں کیا تھا' یہ ٹیپ ریکارڈ بہت ہی خاص قسم کا ہے۔ یہاں میرے کمرے میں اگر کوئی کاروائی ہو تو فوراً ہی اس پر ریکارڈ ہو جائے گی' میری کوٹھی میں کہیں سے بھی ٹیلی فون ملے میرا مطلب ہے کسی بھی کمرے میں کوئی ٹیلی فون پر ہونے والی گفتگو ریکارڈ ہو جاتی ہے۔ میں نے یہ سارا نظام اس لئے قائم کیا ہے کہ مجھے اپنے دشمنوں سے آگہی ہو سکے لیکن ابھی تک مجھے کوئی کامیابی نہیں حاصل ہو سکی' سوائے اس کے کہ اس کی دھمکیاں اس ٹیپ ریکارڈ پر ریکارڈ ہو جاتی ہیں اور اور......... میرے خوف میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔"

"لیڈی صاحبہ آپ نے بہت ہی ہمت افزاء الفاظ میں میری پذیرائی کی ہے اس لئے مجھے آپ کے ذاتی معاملات میں بولنے کی جرات ہو گئی ہے آپ نے خود کبھی نہیں سوچا کہ آپ کے اطراف میں پھیلے ہوئے لوگوں میں آپ کا اتنا بدترین دشمن کون ہو سکتا ہے جو آپ کی زندگی کے درپے ہو' معاف کیجئے گا دور دیکھنے کے بجائے آپ نے کبھی اپنے قریب بھی دیکھا" لیڈی رمضان نے آنسو بھری نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر آہستہ سے بولی۔

"بہت سے لوگ ہو سکتے ہیں لیکن کوئی نام میرے ہونٹوں تک نہیں آسکتا کیونکہ وہ میرا اپنا ہی نام ہو گا۔" میں نے چونک کر لیڈی رمضان کو دیکھا اس کا مقصد ہے کہ اسے اپنی بیٹیوں پر شبہ ہے بہرطور کسی بھی قیمت پر یہ الفاظ میں اپنی زبان سے ادا نہیں کر سکتی تھی' میں نے ذرا مختلف انداز میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

"لیکن آپ کا رویہ اپنے اہل خاندان کے ساتھ' اپنے اطراف میں پھیلے ہوئے لوگوں کے ساتھ بہت زیادہ برا تو نہیں ہے بلکہ بالکل برا نہیں ہے میں خود بھی ان چند ملاقاتوں میں آپ کی فطرت کا تجزیہ کر چکی ہوں۔ آپ تو ایک مہربان خاتون ہیں ویسے آپ نے اپنی صاحب زادیوں پر کچھ پابندیاں لگا دی ہیں۔ معاف کیجئے گا وہ آپ کی پابندیوں سے بددل تو نہیں ہیں؟"

"ہیں' بہت زیادہ ہیں لیکن میں یہ پابندیاں ان کے لئے ضروری سمجھتی ہوں۔ دنیا نے جو تجربات مجھے دیئے ہیں میں ان تجربات کو استعمال کر کے انہیں ان برائیوں سے دور رکھنا چاہتی ہوں جو اس معاشرے میں سماج میں اور ماحول میں پھیلی ہوئی ہیں اور اگر میری یہ کوشش انہیں مجھ سے بددل کر دیتی ہے تو مجھے اس کی کوئی فکر نہیں ہے لیکن اگر تمہارا ذہن اس طرف جا رہا ہے کہ میری بیٹیوں میں سے کوئی میری زندگی کی دشمن ہے تو ان میں سازش کرنے کی صلاحیت نہیں ہے وہ مجھ سے ناراض ہو سکتی ہیں' روٹھ سکتی ہیں مجھ سے لیکن' لیکن وہ اپنی ممی کو کوئی نقصان پہنچانے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتیں۔"

"یہ آواز کسی طور آپ کو شناسا نہیں محسوس ہوتی' میرا مطلب ہے جو ٹیپ ریکارڈ پر ابھرتی ہے اور ہاں ایک سوال اور لیڈی صاحبہ کیا اس سے پہلے آپ نے ٹیلی فون پر جو آواز سنی ہے وہ یہی آواز ہے؟"

"سو فیصد یہی آواز ہے لیکن اتفاق یہ سمجھ لو کہ یہ آواز میرے قریب تو کجا کسی دور کے شناسا کی بھی نہیں ہے بالکل اجنبی آواز' بولنے کا انداز میں نے ہر چیز میں تلاش کیا ہے کہ کہیں مجھے کوئی جھلک نظر آ جائے لیکن ایسی کوئی جھلک مجھے نہیں مل سکی۔"

"پھر یہ کون ہو سکتا ہے؟"

"میں نہیں جانتی' آہ میں نہیں جانتی۔" وہ ایک دم رو پڑی اس کی سسکیاں ابھریں اور میں عجیب سی کیفیت کا شکار ہو گئی' سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اسے تسلی دوں یا یہاں سے اٹھ کر بھاگ جاؤں' لیکن اس نے خود ہی اپنے آپ کو سنبھال لیا اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اس کے اندر اچانک ہی کچھ قوتیں بیدار ہو گئی ہوں۔ اس نے آنسو خشک کئے اور پھر بستر پر پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئی۔

"تاہم ابھی مجھے جینا ہے کیونکہ میں اپنی ذمہ داریاں پوری نہیں کر سکی ہوں میں مقابلہ کروں گی آخری دم تک مقابلہ کروں گی۔"

"لیڈی صاحبہ آپ نے اس کاروائی کی رپورٹ کسی کو دی میرا مطلب ہے پولیس وغیرہ کو کیونکہ یہ تو بے حد ضروری تھا۔"

"ہاں میں نے رپورٹ دے دی ہے ایس پی صاحب میرے پاس آئے تھے میں نے انہیں تفصیلات بتا دی ہیں۔ انہوں نے باتھ روم وغیرہ کا جائزہ بھی لیا وہ یہ کہہ رہے تھے کہ میں کسی کی نشاندہی کروں۔ یہ میرے لئے انتہائی ضروری ہے' اب بتاؤ کس کی نشاندہی کروں میں' مجھے بتاؤ کس کا نام لوں' کوئی نام ایسا ہے جس کو میں پولیس کے سامنے دہرا سکوں؟" میں نے سنسنی خیز نگاہوں سے لیڈی رمضان کو دیکھا اور پھر آہستہ سے کہا۔

"وہ کوئی بھی ہو سکتا ہے لیڈی صاحبہ' کوئی بھی ایسا شخص جس کی نظر آپ کی دولت کی جانب ہو۔"

"لعنت ہے اس دولت پر جس نے مجھے بے سکون کر دیا ہے' وہ مجھ سے کچھ مانگے تو سہی' بتائے تو سہی کہ وہ چاہتا کیا ہے لیکن لیکن........."

"لیڈی صاحبہ ایک سوال کروں لیکن آپ کو وعدہ کرنا ہو گا کہ آپ برا نہیں مانیں گی؟"

"نہیں مانوں گی برا۔ تمہیں اجازت دیتی ہوں جو دل چاہے پوچھو........."

"لکی جونیئر کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟"

میں نے کہا اور لیڈی رمضان سپاٹ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی' اس کے چہرے کے عضلات میں ایک نمایاں تبدیلی رونما ہوئی تھی اور اس سوال کا جواب اس نے تقریباً دو منٹ

تک مجھے نہیں دیا تھا- دو منٹ تک وہ گہری سوچوں کا شکار رہی تھی پھر وہ بولی تو اس کا لہجہ ب
ہوا تھا-"

"لبنیٰ غضنفر اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ میں تمہیں پسند کرنے لگی ہوں- تم میں کو
ایسی خوبی ہے جس نے مجھے لاشعوری طور پر متاثر کیا ہے- اکثر یہ تصور میرے دل و دماغ م
پیدا ہوا ہے کہ لوگوں کو میری شخصیت کی کھوج ہوگی- وہ ضرور سوچتے ہوں گے کہ میں نے ا
شادیاں کیوں کیں؟ میرے شوہر مجھ سے دور کیوں بھاگے یا وہ کیوں مر گئے؟ بارہا میرا جی چاہا ک
کوئی مجھ سے اس بارے میں پوچھے- یہ معلوم کرنے کی کوشش کرے کہ ایسا کیوں ہوا؟ لیکن
دنیا بڑی عجیب جگہ ہے- اپنی ایک حیثیت بناؤ خود کو مالی استحکام دیدو ہر مشکل دور ہو جائے گی- ہ
شخص تمہارے ظاہر کو دیکھتا ہے' تمہارے باطن سے اس لئے لاعلم رہنا چاہتا ہے کہ کہیں تمہار
کوئی برائی اس کے علم میں نہ آجائے اور تم یہ جان کر کہ وہ تمہاری برائی سے واقف ہے ا
سے بدظن نہ ہو جاؤ- میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا ہے- میں خود کو سمجھانا چاہتی تھی لیکن کو
مجھے سمجھنے کے لئے تیار نہ تھا- کسی نے یہ نہ جاننا چاہا کہ میں کیا ہوں ہر شخص نے میرے باطن ک
نظر انداز کیا اور وہ کبھی سامنے نہ آسکا جو میرے دل میں تھا- تم سے مل کر مجھے خیال آیا کہ کیو
نہ میں تمہیں اپنے بارے میں بتاؤں- تم اسے لکھو اور اس لکھے ہوئے کو دنیا کے سامنے
تمہارے ذریعے لایا جائے- اس طرح میرا بھرم بھی رہ جائے گا اور لوگ مجھے جان بھی لیں گے
اس طرح لبنیٰ تم میری اندرونی پیاس کی تسکین بھی ہو- لیکن میری زندگی میں میرے علاوہ بھی
کچھ ہے- یہ میری بیٹیاں ہیں- دوسروں کی طرح وہ بھی مجھ سے الگ ہیں نہ جانے کیوں- شاید
میں نے جس طرح ان کی پرورش کی وہ غلط تھی- میری آرزو تھی کہ وہ مجھے سمجھیں اور میرے
تجربات کی روشنی میں اپنی زندگی گزاریں- وہ بچی تھیں تو مجھ سے مطمئن تھیں سمجھ دار ہوئیں تو
مجھ سے دور ہوتی چلی گئیں- انہوں نے میری مقرر کی ہوئی حدود سے نفرت کی اس سے اتفاق نہ
کیا- خیر یہ ایک الگ سلسلہ ہے تمہارے اس سوال کا جواب دینا چاہتی ہوں میں اس کے لئے
میں نے یہ تمہید باندھی ہے- میں صرف یہ کہنا چاہتی ہوں کہ تمہارے علم میں صرف وہ آنا
چاہئے جو میں چاہوں اس سے زیادہ کچھ جان لو تو سینے میں دبا جاؤ- اسے ہونٹوں تک کبھی نہ آنے
دینا ورنہ تمہیں نقصان ہوگا- ہاں تم مجھے بلیک میل کر سکتی ہو' میں خوشی سے تمہیں تمہاری منہ
مانگی رقمیں دوں گی کیونکہ میں وہ سب کچھ کہنا چاہتی ہوں جو میرے دل میں ہے اور اس کیلئے ہر
قیمت ادا کرنے کو تیار ہوں- وقت ہے لبنیٰ' خود کو سنبھالنا جانتی ہو تو مجھ سے اقرار کرو کہ جو کچھ
میں نے کہا ہے اس پر ہاں کرو گی- مشکل محسوس ہو تو ابھی بتا دو- میں بعد میں معاف کرنا نہیں
جانتی-" اس کا لہجہ سفاک ہو گیا-

میرے دل میں غرور ابھر آیا- میں حقارت سے مسکرا دی- میں نے سوچا لیڈی رمضان
ہو سکتا ہے تیرے پاس خوفناک وسائل ہوں- لیکن میں لبنیٰ غضنفر ہوں- لیڈی رمضان کو میں نے

مسکراہٹ سے حقارت کا احساس نہ ہونے دیا- البتہ میں نے سرد لہجے میں کہا-

"آپ جانتی ہیں لیڈی صاحبہ میں نے اب تک آپ سے اپنے کسی مفاد کی بات نہیں کی
نہ ہی ایسا کچھ میرے دل میں ہے- میں صرف اپنے اخبار کے لئے آپ کا انٹرویو چاہتی تھی- بعد
میں جو کچھ کہا آپ نے کہا- اور میں آپ کی خواہش سے تیار ہوئی- آپ میرے سلسلے میں کوئی
الجھن محسوس کرتی ہوں تو میرے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہے جس سے میں آپ کو کوئی بات
بتانے پر مجبور کروں-"

وہ حیرت سے منہ کھول کر مجھے دیکھنے لگی- اس کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات ابھر
آئے پھر وہ تعریفی انداز میں مسکرا کر بولی-

"آہ' کتنی بے خوفی ہے تمہارے انداز میں- میں نے ہمیشہ' میں نے ہمیشہ ......ہا" اس
نے جملہ پورا نہ کیا- کچھ دیر وہ اسی کیفیت کا شکار رہی پھر بولی "لکی بہت خطرناک انسان ہے-
نوجوان ہونے کے باوجود وہ بہت کائیاں ہے اور ان دنوں میرے اور اس کے درمیان زبردست
جنگ چل رہی ہے-"

"جنگ؟" میں نے متحیرانہ انداز میں پوچھا-

"ہاں ایک انوکھی جنگ-"

"کچھ تفصیل بتانا پسند کریں گی-"

"وہ بہت بڑا سرمایہ دار ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ دولت اسے اس کے باپ
کی موت کے بعد ورثے میں ملی ہے اور اس کے حصول میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے- لیکن وہ
نہ صرف اس دولت کو سنبھالنا جانتا ہے بلکہ اسے دوگنا اور چوگنا کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا
ہے- اس نے میری بیٹی نایاب پر جال ڈالا تھا اور اسے پوری طرح اپنے شکنجے میں کس لیا تھا جانتی
ہو کیا سوچ کر-" میری آواز نہ نکل سکی اور میں نے نفی میں گردن ہلا دی- "نایاب میرے پہلے
شوہر جمال کی بیٹی ہے اور جمال کے بعد ہی میرا نام سامنے آیا ہے اگر کوئی کوشش کرے تو
میرے دولت کے بڑے حصے کو جمال کی دولت قرار دے سکتا ہے اس وقت اس نے یہی سوچا
تھا-"

"مگر آپ نے تو اپنی بیٹیوں کی اپنی نگرانی میں رکھا ہے- لکی جونیئر مس نایاب تک پہنچنے
میں کیسے کامیاب ہوا؟"

"لڑکیاں میرے سخت رویئے سے بہت بددل ہیں اور ہر معمولی سی معمولی بات کو بہت
بڑھا چڑھا لیتی ہیں- میں نے انہیں اتنا پابند نہیں کیا جتنا وہ اظہار کرتی ہیں- وہ ہم پلہ لوگوں کی
تقاریب میں بھی شریک ہوتی ہیں فون کا آزادانہ استعمال بھی کرتی ہیں لکی نایاب سے ملتا رہا ہے
بس یہ اتفاق ہی تھا کہ مجھے علم ہو گیا- میں نے لکی پر غور کیا- اگر وہ کوئی اچھا نوجوان ہوتا اور سچ
مچ نایاب کو چاہتا تو یقین کرو میں خوشی سے اسے نایاب سے منسوب کر دیتی- مگر میں نے اس پر

ریسرچ کی اور اسے جان لیا۔ اگر میں اس پر روایتی سختی کرتی تو لڑکیاں وحشت کا شکار ہو جاتیں اور ان کے دل میں میرے لئے بغاوت پیدا ہو جاتی۔"

"میں نے دوسرا طریق کار اختیار کیا اور لکی نے اپنی دلچسپی کا رخ باآسانی تبدیل کر لیا۔ اب وہ نایاب کے بجائے مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے کیونکہ اسے میری افادیت کا علم ہو چکا ہے۔"

میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔ میں حیرت سے لیڈی رمضان کو دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا۔

"تت تو کیا...... کیا آپ اس سے شادی کر لیں گی......؟"

"ہاں......!" لیڈی رمضان نے سکون سے کہا۔

"یہ جاننے کے باوجود کہ......؟"

"نایاب اتنا کچھ دیکھ کر اس پر اکتفا نہیں کر رہی اور لکی نے مجھے چیلنج کیا تھا۔ میں اسے بتانا چاہتی ہوں کہ میں کیا ہوں۔ میرا دل چاہا کہ میں اس سے پوچھوں کہ لکی کتنے دن میں مرجائے گا؟ لیکن اس سوال کا نتیجہ میں جانتی تھی بہرطور یہ انوکھی کہانی تھی۔"

"لیڈی صاحب...... کیا آپ کے خیال میں لکی آپ کے ساتھ کوئی چال نہیں چل رہا؟ کیا آپ کو موت کی دھمکیاں دینے والا وہ نہیں ہو سکتا" میں نے کہا۔

"نہیں...... میں نے اس پہلو کو بغور دیکھا ہے اس پر کام کیا ہے کسی بھی شکل میں وہ اس کوشش میں ملوث نہیں ہو سکتا۔ اس سے اسے نقصان کے سوا کچھ نہیں ہے بلکہ ان حالات میں وہ خود مصیبت میں پھنس گیا ہے اگر ایسا ہو گیا تو اس کے لئے شدید پریشانیاں پیدا ہو جائیں گی وہ اچھی طرح جانتا ہے اور خود میری زندگی کے لئے فکر مند ہے۔" میں خاموش ہو گئی تھی۔ وقت کافی ہو گیا تھا میں نے گھڑی دیکھ کر کہا۔

"اب مجھے اجازت دیجئے۔"

"پرسوں آؤ گی......؟"

"ضرور......"

"ان خوفناک واقعات سے پریشان تو نہیں ہوئی......؟"

"میں ایک اخباری رپورٹر ہوں......!"

"ہاں یہ تمہاری نمایاں حیثیت ہے۔ ویسے میں کل بھی تم سے ملاقات کر سکتی تھی مگر معمول میں تبدیلی نہیں کرنا چاہتی حالانکہ لکی دوپہر تک میرے ساتھ رہا ہے لیکن کل وہ ضرور آئے گا۔"

"نہیں، میں پرسوں آ جاؤں گی۔"

"دعا کرنا کہ میں زندہ رہوں۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"آپ جیسے لوگ زندہ رہتے ہیں لیڈی صاحبہ۔" میں نے ذومعنی لہجے میں کہا۔ اس کے بعد اس سے رخصت ہو گئی۔ پہلے گھر گئی تھی اس کے بعد تیار ہو کر شہریار کے پاس پہنچی تھی۔ شہریار مجھے دیکھ کر سنجیدگی کا اظہار کرنے لگا۔ پھر بولا۔

"صاحب خان تم سے ملنا چاہتا ہے۔"

"کیوں خیریت......؟" میں نے پوچھا۔

"اس کے خیال میں کچھ خطرناک عناصر ملک میں داخل ہو گئے ہیں اور انہوں نے کوئی جراثیمی عمل شروع کر دیا ہے جس کی بناء پر لوگ اس ملک میں بھی غیر ملکی جرائم کرنے لگے ہیں۔ ویسے کیا تم پروگرام کے مطابق لیڈی رمضان سے ملی تھیں؟"

"ہاں......" میں نے گہری سانس لیکر کہا۔

"تب ساری کہانی تمہیں معلوم ہو گئی ہو گی۔ مگر اب میرا یہ خیال پختہ ہو گیا ہے کہ یہ ساری کہانی من گھڑت ہے۔ وہ سب کو بیوقوف بنا رہی ہے یا اس کے درپردہ اس کا کوئی مفاد پوشیدہ ہے وہ کسی کو خوفزدہ کر رہی ہے یا پھر کسی خوف کے تحت اس نے یہ واویلا شروع کیا ہے تاکہ اگر اس کا کوئی دشمن ہو بھی تو پریشان ہو جائے۔"

"تمہاری بات وزن دار ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سو فیصد، یہی بات ہے۔" شہریار نے پرجوش لہجے میں کہا۔

"اس سلسلے میں کوئی دلیل......؟"

"مس لبنیٰ...... آج کل لوگ بے حد مصروف ہیں۔ کسی کو اتنی فرصت نہیں کہ کوئی کام شروع کر کے اسے اتنا لمبا کرتا رہے اور لوگوں کو خود تک آنے کا موقع دے۔ اگر کوئی ایسا آدمی ہے جو اسے قتل کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہئے تھا کہ اپنا کام کر کے چھٹی کرتا۔ بلاوجہ اپنا اور دوسروں کا وقت خراب کر رہا ہے تم خود سوچو، اس نے اسے ہلاک کرنے کے سارے سامان کر دیئے اور پھر اسے فون پر ہوشیار کر دیا۔ یہ کوئی بات ہے بھلا۔"

"ہوں......" میں نے پرخیال انداز میں گردن ہلائی تھی۔

○---------☆---------○

دوسرے دن صاحب خان سے تھانے میں ملی تو اس نے کہا۔ "او، اس سے یہ تو پوچھو کہ وہ کب تک قتل ہو جائے گی۔ او خدا کی پناہ۔ دماغ خراب کر کے رکھ دیا ہے اور اپنے یہ ایس پی صاحب ہیں کہ...... لگتا ہے اس کے اگلے امیدوار یہی ہوں۔ جان عذاب میں ہے ہماری تو او غیر ملکی کرائم کی ایکسپرٹ بی بی...... کچھ مشورہ دو ہمیں کہ کیا کریں......؟" صاحب خان بری طرح جھلایا ہوا تھا۔ میں ہنس پڑی۔ پھر میں نے کہا۔

"ترکیب تو بتا دوں خان صاحب...... مگر آپ عمل نہیں کریں گے۔"

"تم بتاؤ تو......"

"اسے پولیس کو پریشان کرنے کے اقدام میں گرفتار کرلیں اور لاک اپ میں بند کر دیں........"

"کیا........؟" صاحب خان کا منہ کھل گیا۔

"بعد میں کہہ دیں کہ آپ نے اسے اس کے تحفظ کے خیال سے گرفتار کیا ہے۔ بلکہ یہاں لاکر اپنے خاص طریق کار سے اس سے پوچھ لیں کہ اس نے یہ کیا گورکھ دھندہ پھیلا رکھا ہے۔" صاحب خان اسی طرح منہ پھاڑے مجھے اور شہریار کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"سنو لیڈی بی بی .... میں یہ تھانیداری چھوڑنے کو تیار ہوں۔ تم بیشک شہریار کو تھانے دار بنوا دو۔ او میرے بال بچوں سے دشمنی کیوں ہوگئی تمہیں.........؟" میں ہنستی رہی تھی۔ پھر میں نے کہا۔

"تو بتایئے میں کیا کروں.........؟"

"خدا کے لئے کچھ کرو۔ وہ تو ہڈی کی طرح گلے میں اٹک گئی ہے اس جھگڑے کی اصلیت معلوم کر کے ہماری جان بچاؤ۔ یا پھر اس کے قتل ہونے کے لئے کوئی وظیفہ کرائیں ہم .... قتل ہو جائے تو کوئی تفتیش بھی کی جائے کسی کی پکڑ دھکڑ ہو اور کچھ نہ ہو تو کیس داخل دفتر ہو جائے مگر عجیب قاتل مقتول ہیں بھئی دونوں کے دونوں مسخرے کہ وہ قتل کرتا ہے نہ وہ قتل ہوتی ہے۔ لگتا ہے یہ صاحب خان کے خلاف ہی کوئی سازش ہے۔"

بے چارہ صاحب خان واقعی پریشان تھا۔ لیکن مجھے یہ سب کچھ بہت دلچسپ محسوس ہو رہا تھا۔ کیا قصہ ہے کوئی اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا۔ لیڈی رمضان بیشک کافی آگے کی چیز تھی اور اس کی بیٹیاں کونسی ایسی ترکیب کیا جائے جو معلومات کی گاڑی آگے بڑھے۔ لیڈی رمضان کے معمولات بھی محدود تھے دفعتہً ایک خیال میرے ذہن میں آیا اور میں اچھل پڑی۔ ایک چھوٹا سا خطرہ ضرور تھا اس میں لیکن مجھے اس کی کیا فکر ہو سکتی تھی۔ میں نے اس شام شہریار کو بھی اس بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔ آٹھ بجے ہم گرین فاؤنٹین سے اٹھے تھے۔ شہریار اپنے راستے چلا گیا تھا اور میں اپنی کار میں آگئی تھی۔ لیکن میری کار لیڈی رمضان کی کوٹھی کی طرف جا رہی تھی کچھ دیر کے بعد وہ کوٹھی کے گیٹ پر رک گئی۔ چوکیدار نے دروازہ کھول کر باہر جھانکا تھا۔

"لیڈی صاحب تو نہیں ہیں بی بی........."

"مجھے پہچانتے ہو.........؟" میں نے کرخت لہجے میں کہا۔

"ہاں جی کیوں نہیں ....؟"

"کوئی اور بھی گھر میں نہیں ہے۔"

"ہاں جی........." اس نے گیٹ کھول دیا۔ لیڈی رمضان کے نہ ہونے سے مجھے خوشی ہوئی تھی گویا میرا اندازہ درست نکلا تھا۔ اندر مجھے افشین ملی تھی جو مجھے دیکھ کر کچھ گھبرا سی گئی تھی۔

"ہیلو افشین.........؟"

"ہیلو......... آج کچھ ناوقت.........؟" اس نے کہا۔

"ہاں مجھے علم تھا کہ آج تم سے تنہائی میں ملاقات ہو جائے گی۔" میرے ان الفاظ پر اس کی آنکھوں میں حیرت پیدا ہوگئی۔

"تمہیں کیسے معلوم ہوا.........؟"

"بس معلوم ہوگیا۔" میں نے کہا اور وہ مجھے اندر لے گئی۔ پھر اس نے کہا۔

"خدا کے لئے ممی کو نہ بتانا۔ میں سمجھ گئی تم نے نوشین اور نایاب کو کہیں دیکھ لیا ہے۔ کیا وہ تمہیں ملی تھیں.........؟" افشین نے کہا اور میں نے بمشکل خود کو سنبھالا......... افشین کے الفاظ کچھ اور کہانی سنا رہے تھے۔ اس کا مطلب ہے کہ لیڈی رمضان ہی نہیں نوشین اور نایاب بھی غائب ہیں میں نے چند لمحات رک کر کہا۔

"افشین ڈیئر' میری دلی خواہش ہے کہ تم لوگ مجھے اپنا دوست سمجھو۔ مجھ سے کسی قسم کا خوف نہ کرو بھول کر بھی نہ سوچو کہ میں لیڈی صاحبہ سے تمہارے خلاف کوئی گفتگو کروں گی۔"

"مجھے اندازہ ہے۔ تم اچھی طبیعت کی انسان ہو۔" اس نے کہا۔

"کیا تم مجھ پر بھروسہ کر سکتی ہو؟"

"کیوں نہیں.........؟"

"شکریہ......... حالانکہ تم سے میرا زیادہ واسطہ نہیں رہا' لیکن نہ جانے کیوں میں تمہارے لئے دکھی ہوں۔"

میرے ان الفاظ کا اس پر خاطر خواہ اثر ہوا اور اس کے نتھنے پھولنے پچکنے لگے۔ پھر اس نے گلوگیر لہجے میں کہا۔

"ممی ہم سے اپنے دل میں چھپی ہوئی نفرت کا بدلہ لے رہی ہیں۔ اس نفرت کا جو ہمارے باپ کے لئے ان کے دل میں ہے۔"

"مگر کیوں......... آخر کیوں افشین .... وہ یہ نفرت کیوں کرتی ہیں۔"

"خدا ہی جانے۔ ہم نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔ ہم کب کہتے ہیں کہ وہ ہماری شادی کریں۔ کس نے کہا ہے ان سے۔ مرد کیا ہوتے ہیں یہ وہ جانیں مگر ہمیں جینے کا حق تو دیا جائے۔ ہم مردوں کے پیچھے کہاں پھرتی ہیں۔ ہم پر تو زندگی کی تمام خوشیوں کے دروازے بند کر دیئے گئے ہیں۔ ہماری کوئی سوشل لائف نہیں ہے۔ ہم ایسے مجرموں کی مانند یہاں قید ہیں جنھوں نے کوئی جرم نہیں کیا لیکن جن کے نام کے ساتھ یہ چھاپ لگا دی گئی ہے کہ وہ جرم ضرور کریں گے۔"

"لیڈی صاحبہ مردوں کے خلاف ہیں.........؟"

"جی ہاں......... ہمیں یہی بتایا جاتا ہے۔" افشین نے طنزیہ کہا۔

"لیکن ان کا عمل تو اس کے بالکل برعکس ہے۔"

"وہ تو ان کے تجربات ہیں جو وہ اپنی لیبارٹری میں کر رہی ہیں۔" افشین نے جواب دیا۔

"انہوں نے کبھی اپنی اس نفرت کی وجہ نہیں بتائی۔"

"انیس' تیس اور چھبیس سال کے بچوں کو کہیں ایسی باتیں بتائی جاتی ہیں۔ دیکھو نا کتنی محنت کرتی ہیں وہ ان تجربات کے لئے بے چاری چوبیس گھنٹوں میں سے سولہ گھنٹے اپنی فٹنس پر محنت کرتی ہیں۔ باقی وقت اپنے دوستوں میں صرف کرتی ہیں جنہیں در حقیقت وہ دوست نہیں دشمنی کہتی ہیں۔ دو ہی مشغلے ہیں ان کے دشمن کے خلاف مسلح ہونا اور اس کے علاوہ دشمن کا قریب سے جائزہ لینا۔"

"اس کا انجام کیا ہوگا........ افشین ....؟"

"زیادہ سے زیادہ ہم اسی طرح بوڑھے ہو جائیں گے پھر مر جائیں گے' عمر کے آخری حصے میں ممکن ہے وہ ہم تینوں کا تعارف اپنے دوستوں میرا مطلب ہے دشمن سے اپنی ممی کی حیثیت سے آئیں" افشین نے کہا اور ہنس پڑی اس کی ہنسی بھی بے حد تلخ تھی میں نے اس کا ساتھ نہیں دیا تھا پھر میں نے کہا۔

"نایاب اور نوشین کہاں ہیں........؟" اس نے مجھے غور سے دیکھا پھر بولی۔

"بس آوارہ گردی کرنے گئی ہیں تھک جاتے ہیں ہم لوگ گھر میں پاگل ہو جاتے ہیں یہاں گھسے گھسے۔ اس کے بعد اور کیا کیا جاسکتا ہے۔"

"مگر لیڈی صاحبہ کا تو کہنا ہے کہ آپ لوگوں پر اتنی پابندی بھی نہیں ہے اور آپ لوگ اکثر تقاریب میں چلے جاتے ہیں۔"

"ہاں کیوں نہیں تم نے قیدیوں کو دیکھا ہے جنہیں ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پہنا کر عدالت میں لے جایا جاتا ہے ہماری کیفیت بھی ان سے مختلف نہیں ہوتی۔"

"لیڈی صاحبہ اس وقت کہاں ہیں........؟"

"بلو لائنز کلب میں' وہیں جاتی ہیں۔"

"کس کے ساتھ........؟"

"آج کل اسی کے ساتھ جاتی ہیں۔"

"انہیں آپ لوگوں کے جانے کا علم نہیں ہوتا........؟"

"نہیں........ ہم نے ایک چور دروازہ بنا رکھا ہے۔ ضرورت ایجاد کی پھوپھی ہوتی ہے........!" اس نے کہا اور ہنس پڑی۔

"پھوپھی........؟" میں بھی مسکرا دی۔

"ماں کہتے ہوئے دل دکھنے لگتا ہے۔" اس نے آہستہ سے کہا میں خاموشی سے اسے دیکھتی رہی اس نے اچانک کہا

"چائے پیو گی........؟"

"بیٹھو تم سے باتیں کرنے کو جی چاہ رہا ہے آج اتفاق سے موقع مل گیا ہے ہو سکتا ہے دوبارہ یہ موقع نہ ملے۔"

"نہیں میرے خیال میں تمہیں یہ مشکل نہ ہو گی تمہارے تعلقات کافی خوشگوار ہیں۔"

"کچھ اور پوچھوں افشین جواب دو گی........؟"

"ابھی تک جواب نہیں دیئے کیا؟"

"تم لوگ واقعی اپنی ممی کی پریشانی سے پریشان نہیں ہو؟"

"جواب راز میں رہے گا........؟"

"اب بھی شک ہے........؟"

"نہیں........" اس نے کہا پھر بولی۔ "کوئی پریشان ہو تو ہم پریشان ہوں جو پریشانی ظاہر کی جا رہی ہے اس کا کوئی وجود نہیں ہے۔ تم تو اخبار نویس ہو۔ جب تمہارے پاس کوئی سنسنی خیز خبر نہیں ہوتی تو تم لوگ ایک خبر گھڑتے ہو پھر باوثوق ذرائع سے اس کی تردید شائع کر دیتے ہو۔ ممی تم سے متاثر ہیں تم نہیں جانتیں ان کی سوشل ایکٹیویٹیز کیا ہیں بیوٹی کلب' مقابلہ حسن' بین الاقوامی حیثیت رکھتی ہیں وہ' یہاں سے زیادہ غیر ملکی جرائد میں ان کے تذکرے چھپتے ہیں مگر پبلسٹی کی ہوس ان کا پیچھا نہیں چھوڑتی۔ یہ ان کا نیا کھیل ہے اور کچھ انہیں ابھی کلائمکس نہیں آیا دیکھنا پوری تھیم کیا ہے پھر اپنا سر پیٹنا۔"

"اوہ تو تمہارے خیال میں........؟"

"صرف اور صرف ڈرامہ........!"

"لکی جونیئر اور نایاب کا کیا قصہ ہے........؟"

"سارے قصے معلوم کر لو گی تمہاری مرضی نایاب کی ملاقات لکی سے ایک تقریب میں ہوئی تھی اور نایاب اس سے متاثر ہو گئی پھر ان دونوں کی بہت سی پوشیدہ ملاقاتیں ہوئیں اور دونوں نے شاید ایک دوسرے کا سب کچھ بننے کا فیصلہ کیا لکی نے ایک جذباتی نوجوان کی حیثیت سے یہ جرات مندانہ فیصلہ کیا کہ وہ خود لیڈی رمضان سے ملے گا اور نایاب کے سلسلے میں بات کرے گا وہ ان سے کہیں ملا........ دوبارہ ملا اور پھر ملتا رہا پھر گھر آنے لگا پھر گھر کا مالک نظر آنے لگا۔ نایاب کو اس نے نظر انداز کر دیا........ دوبارہ نایاب سے نہ ملا اور لیڈی رمضان سے مسلسل ملتا رہا۔"

"ہو سکتا ہے افشین اس نے لیڈی صاحبہ سے اتنے گہرے تعلقات صرف نایاب کے لئے پیدا کئے ہوں۔" میں نے کہا اور افشین نے آنکھیں بند کر لیں اس کے چہرے پر جذبات کے سائے تیر رہے تھے پر اس نے کہا۔

"نہیں ایسا نہیں ہے۔" اس کا لہجہ قطعی اور آخری تھا اس کے بعد میں نے اس سلسلے میں

افشین سے کچھ نہیں کہا تھا اس کے ساتھ چائے پینے کے بعد بھی کافی دیر اس کے ساتھ رہی تھی۔ دوسرے دن میں معمول کے مطابق وہاں پہنچی تھی اور لیڈی رمضان سوئمنگ پول پر ہی ملی تھی لیکن بالکل نارمل۔ اتنی ہی خوش و خرم' اتنی ہی خوب صورت اس نے مسکراتے ہوئے میرا خیر مقدم کیا تھا۔

"تم کل بھی آئی تھیں.........؟" اس نے فوراً کہا۔

"ہاں......... بس میرا مقصد پورا ہوگیا تھا........." میں نے کہا۔

"بیٹھو میں سمجھی نہیں۔"

"پرسوں جو کچھ آپ سے سنا تھا اور آپ کی جو کیفیت دیکھی تھی اس نے مجھے مضطرب کر دیا تھا صرف آپ کی خیریت معلوم کرنے چلی آئی تھی یہاں آکر پتہ چلا کہ آپ گئی ہوئی ہیں بس یہ معلوم ہوگیا کہ آپ خیریت سے ہیں۔"

"ہاں بھئی......... کیا کیا جائے خود کو سنبھالنا ہی پڑتا ہے ورنہ .... میرے دشمن کا مقصد پورا ہو جائے گا۔ وہ مجھے خوفزدہ کر کے ہلاک کرنا چاہتا ہے یہی چاہتا ہے وہ اس طرح دھمکیاں دے دے کر میرا دل کمزور کر دے اور پھر کسی وقت خوف سے میرے دل کی دھڑکن ہی بند ہو جائے۔ یہی چاہتا ہے وہ ورنہ جو میرے کمرے کے باتھ روم تک پہنچ سکتا ہے وہ بہ آسانی مجھے ہلاک کر سکتا ہے اور اب میں نے بھی ترکیب سوچ لی ہے۔" وہ مسکرا دی۔

"کیا.........؟"

"میں خوفزدہ ہونے کا مظاہرہ کرتی رہوں گی۔ یہ ظاہر کرتی رہوں گی جیسے میں اس سے سخت دہشت زدہ ہوں یہاں تک کہ وہ کوئی غلطی کر جائے گا اور......... گرفتار ہو جائے گا۔"

"آپ بے حد ذہین ہیں لیڈی صاحبہ۔"

"یہ میری فطرت ہے مجھ پر اس وقت تک وحشت سوار رہتی ہے جب تک کسی مسئلے کا حل میری سمجھ میں نہ آئے اس کے بعد میں صرف دفاع نہیں کرتی بلکہ حملہ کرتی ہوں یہ فطرت ایک خاص وقت میں تشکیل پائی تھی اس وقت جب میں نوجوان تھی نوخیز تھی معصوم تھی ایک معمولی سے گھرانے کی فرد تھی جو شدید ترین مالی مشکلات کا شکار تھا اس قدر مالی مشکلات کا شکار کہ میرے باپ نے بیروزگاری اور قرض خواہوں سے تنگ آکر خودکشی کرلی تھی۔ میری ماں بھوک سے ہلاک ہوئی تھی' باپ کی موت کے بعد میں گھر سے باہر نکل آئی تھی اور نہ جانے کس کس طرح کوشش کر کے میں نے ایک ملازمت حاصل کی تھی تنخواہ مہینہ پورا ہونے پر مل سکتی تھی اور ایک ماہ تک فاقے نہیں کئے جاسکتے تھے کوئی ذریعہ ایسا نہ تھا کہ یہ فاقے ٹالے جاسکیں ایڈوانس مل نہیں سکتا تھا کیونکہ ابھی مجھے دن ہی کتنے ہوئے تھے نوکری کرتے ہوئے جو کوشش کر سکتی تھی لیکن ماں کی حالت بے حد خراب ہوگئی تھی۔ آخری کوشش کے نتیجے میں کھانے پینے کا سامان اور نقد رقم لے کر جب میں گھر میں داخل ہوئی تو ماں مرچکی تھی۔ میں

عزت کی قیمت پر بھی ماں کو نہیں بچا سکی تھی جس شخص سے میں نے یہ قیمت وصول کی تھی وہ یونس جمال تھا دل چاہتا تھا کہ ماں کے ساتھ قبر میں زندہ دفن ہو جاؤں عزت کے بدلے جو رقم ملی وہ ماں کی تدفین پر لگی اور اس احساس نے دل میں ایک انوکھا تصور پیدا کر دیا میری ماں کے بدن کا سفید کفن میری آبرو کی غلاظت میں لتھڑا ہوا تھا۔ دنیا اتنی بری ہے......... اتنی بری.........؟ میں نے سوچا اسے سزا دینی چاہئے اور میں نے زندہ رہنے کا فیصلہ کرلیا یونس جمال بہت بڑا آدمی تھا مگر میں نے یہ ہاتھی مار لیا اسے مجھ سے شادی کرنی پڑی دوسری صورت میں' میں نے اس کے لئے بڑے انتظامات کر لئے تھے اور پھر اس نے باقی وقت ایک دہشت زدہ شوہر کی حیثیت سے گزارا......... وہ ایک پل سکون نہ پاسکا اور نتیجے میں سب کچھ چھوڑ بھاگا جس میں ایک بیٹی بھی شامل تھی وہ چلا گیا لیکن اس جیسے دوسرے بہت سے تھے اعجاز صدیقی' زاہد علی یقین کرو ان کے کردار اتنے ہی گھناؤنے تھے اگر میں انہیں شکار نہ کرلیتی تو وہ مجھ جیسی بہت سی لڑکیوں کی ماؤں کو ان کی بے حرمتی کا کفن دیتے میں نے ان میں سے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا' وہ خود ہی مجھ سے رجوع ہوئے تھے۔ میں نے انہیں بتایا تھا کہ میں آزاد فطرت کی مالک ہوں میرے جینے کا ایک انداز ہے۔ انہوں نے سب کچھ مان لیا اور اپنی پسند سے مجھ سے شادی کی مگر پھر انہیں احساس ہوا کہ وہ کیا کر بیٹھے ہیں وہ مجھے برداشت نہ کر پاتے تھے گھٹن کا شکار ہو جاتے تھے اور مر جاتے تھے خدا کی قسم میں آبرو باختہ نہیں ہوں' بدکردار نہیں ہوں مگر آزاد خیال ہوں وہ خود گندے تھے اور سوچتے تھے کہ جو میرے قریب ہیں وہ انہی جیسے ہیں وہ انہی جیسے ہوتے تھے لیکن وہ وہ صرف میرے مہرے تھے اور کوئی مہرہ میرے اشارے کے بغیر نہیں چل سکتا تھا مگر یہ سب کچھ ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ وہ مجھے دھمکیاں دیتے تھے مجھے خوفزدہ کرتے تھے مگر میں اب پہلی جیسی نہ تھی میں نے طاقت حاصل کی تھی میں جانتی تھی کہ جب تک میں دلکش رہوں گی یہ میرے گرد چکراتے رہیں گے میں جانتی تھی کہ مجھے کیسے لوگوں سے تعلقات رکھنے چاہئیں جو ان اژدہوں سے میرا تحفظ کر سکیں۔ بس میں نے ساری زندگی یہی دو کام کئے ہیں میں نے خود کو قائم رکھا اور اپنا سوشل اسٹیٹس بنایا۔ لوگ سوچتے ہوں گے میرے بارے میں نہ جانے کیا کیا۔ میں نے کبھی ان کی پرواہ نہیں کی میں خود کسی کو متوجہ نہیں کرتی کسی سے خود کو نہیں چھپاتی سب جانتے ہیں کہ میری تین جوان بیٹیاں ہیں وہ میری عمر کا اندازہ لگا سکتے ہیں اس کے باوجود مجھ تک آتے ہیں یہ تو میری فتح ہے میں اس فتح پر خوش ہوتی ہوں۔"

"آپ کے کسی شوہر کے رشتے دار نے آپ پر کسی شبے کا اظہار تو نہیں کیا؟"

"بڑے بڑے تیس مار خاں آئے انہوں نے اپنے وسائل سے کام لے کر میرے بارے میں تحقیقات کرائی مگر اصلیت سامنے آتی رہی وہ ناکام ہوتے رہے اور میں برقرار ہوں۔" اس نے فخر سے کہا۔

"لیڈی صاحبہ' ایک ناشائستہ سوال کرنا چاہتی ہوں آپ برا تو نہیں مانیں گی؟"

"نہیں پوچھو.........!" اس نے بھاری لہجے میں کہا۔

"کیا آپ کے ان احساسات کا شکار آپ کی بیٹیاں تو نہیں ہیں؟" میں نے کہا اور لیڈی رمضان کے چہرے پر سختی نمودار ہوگئی وہ چند لمحات سوچتی رہی پھر اس نے کہا۔

"آف دی ریکارڈ......... کسی حد تک یہ سچ ہے میں انہیں چاہتی ہوں انہیں دنیا کی برائیوں سے محفوظ رکھنا چاہتی ہوں انہیں زندگی کی سچی خوشیاں دینا چاہتی ہوں جانتی ہو ان کے لئے میں نے کیا سوچا ہے۔ وہ اپنا ایک معیار رکھتی ہیں ان کے ذہن میں اس طبقے کے لوگ آتے ہیں جس طبقے سے وہ تعلق رکھتی ہیں لیکن میں اس طبقے سے بہت بددل ہوں۔ سونے کا چمچہ منہ میں لے کر پیدا ہونے والے والدین کے بل پر پلنے والے بہت کم بہتر سوچ کے حامل ہوتے ہیں مجھ سے زیادہ اس کا تجربہ کون رکھتا ہے مگر میں ان لڑکیوں کے ساتھ اپنے گھر واپس جانا چاہتی ہوں وہیں جہاں سے میں نے زندگی کا آغاز کیا تھا۔ میں اپنے سفر کا اختتام وہیں چاہتی ہوں وہ جگہ ان روشن ایوانوں سے لاکھ درجہ بہتر ہے وہاں محبت ہے سچائیاں ہیں پیار ہے احترام ہے اقدار ہیں بس وہ افلاس کے اندھیروں میں ڈوبے ہوئے ہیں اس لئے نظر نہیں آتے ان کے بارے میں نہیں سوچا جاتا۔ میں انہیں روشنی کے ساتھ وہاں لے جانے کی خواہش مند ہوں۔ میں ماں بن کر سوچتی ہوں مگر جب مجھے ان کے نام کے ساتھ نایاب جمال' افشین ' زاہدی' یا نوشین جنید احمد یاد آتے ہیں تو لڑکیاں مجھے آدھی آدھی لگنے لگتی ہیں......... مجھے ان کے خون کی روانی میں وہ چہرے یاد آجاتے ہیں۔"

"اس وقت آپ کیا سوچتی ہیں.........؟"

"بس اس وقت میرا رویہ ان سے سخت ہو جاتا ہے اور ان کی بے بسی میں مجھے وہ چہرے بے بس نظر آتے ہیں مجھے خوشی ہوتی ہے۔"

"مگر وہ آپ سے بغاوت کرسکتی ہیں آپ کے خیال میں وہ ایسا نہیں کرسکتیں؟"

"وہ مجھ سے باغی ہیں اس کا اظہار کرتی ہیں اور مجھے اس سے خوشی ہوتی ہے کیونکہ ان کے باغیانہ جذبے میرے سامنے بے حیثیت ہوتے ہیں۔ میں غرور سے سوچتی ہوں کہ ان کے باپ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے وہ کیا کرسکتی ہیں وہ مجھ سے چھپ کر باہر نکل جاتی ہیں کل بھی تمہیں صرف افشین گھر میں ملی ہوگی میں جانتی ہوں مگر میں یہ بھی جانتی ہوں کہ وہ کہاں تک جاسکتی ہیں کس پارک میں' کس شاپنگ سینٹر تک اور میں بھی ان کی اس چوری کو نظرانداز کر دیتی ہوں انہیں اس چوری کا حق ہے۔"

میں سناٹے میں رہ گئی تھی بہرحال بڑے عجیب تاثرات لے کر میں وہاں سے اٹھی تھی سب کچھ سامنے آگیا تھا مگر یہ اندازہ نہیں ہوسکا تھا کہ لیڈی رمضان کہاں سے کہاں تک ہے درحقیقت دل میں' میں نے اسے ایک خطرناک عورت قرار دیا تھا جو عورت اس حد تک چالاک ہو کہ پانچ مرد مل کر اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے وہ ایسی دھمکیوں سے نہ تو مرعوب ہوسکتی ہے

نہ خوفزدہ......... یہ سب کچھ فراڈ ہی لگتا ہے سو فیصد فراڈ.........!

دوسرے دن آفس میں داخل ہوئی تو میری ایک ساتھی لڑکی فون کا ریسیور پکڑے بیٹھی تھی اس نے مجھے دیکھتے ہی کہا......... "ایک منٹ......... وہ آگئی ہیں جی ہاں میں فون انہیں دے رہی ہوں۔" اس نے ریسیور تھما دیا۔

"ہیلو.........! میں نے کہا۔

"کون......... لبنیٰ بی بی بول رہی ہیں........." دوسری طرف سے صاحب خان کی آواز سنائی دی۔

"اوہ صاحب خان صاحب.........؟" میں نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں بی بی......... کہاں ہو.........؟ ہماری مشکل آسان ہوگئی لیڈی رمضان قتل ہوگئی۔"

○---------☆---------○

میں گنگ رہ گئی تھی' یقین نہیں آ رہا تھا' صاحب خان کی بات مذاق محسوس ہو رہی تھی بمشکل میں نے کہا۔ "آپ مذاق کر رہے ہیں۔ خان صاحب؟"

"او نہیں بی بی' محکمہ پولیس میں رہ کر حس لطیف کہاں باقی رہتی ہے' پولیس والے عام مذاق نہیں کرتے' ہمارا مذاق ذرا مختلف ہوتا ہے' تم آنا چاہو تو آجاؤ' یہاں مٹھائی اور چائے کا اہتمام کیا گیا ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر کہا۔

"او ہو سارے مطلب فون پر ہی پوچھ لوگی۔"

"میں آ رہی ہوں خان صاحب۔" میں نے کہا اور دوسری طرف سے ریسیور رکھنے کی آواز سنائی دی تھی' میں نے بھی ٹھنڈی سانس لیکر فون بند کر دیا۔

درحقیقت دماغ چکرا کر رہ گیا تھا' اس سے پہلے ایسا مذاق کبھی نہیں سنا تھا' یہ سب کچھ مذاق ہی محسوس ہو رہا تھا' وہ ایک طاقتور عورت تھی اور اس کی شخصیت کافی حد تک پراسرار تھی' حالانکہ اس نے مجھے اپنی کہانی سناتے ہوئے' اپنے شوہروں کے سلسلے میں خود کو بے گناہ ثابت کیا تھا اور ایک طرح سے ایک مظلوم شخصیت بن کر سامنے آئی تھی' اس کے باوجود ذہن کے انتہائی گوشے اسے مظلوم تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں تھے' آخر وہ کون سا ذریعہ تھا جس سے اس نے اپنے پانچوں شوہروں کو شکست دی تھی اور ان کی بے پناہ دولت باآسانی اس کے قبضے میں آگئی تھی' وہ ہمیشہ قانون کی زد سے بچتی رہی تھی اور کہیں بھی یہ ثابت نہیں ہوسکا تھا کہ چار شوہروں کی موت میں اس کا کوئی ہاتھ ہے۔ یہ بات بھی ہوئی تھی کہ ان شوہروں کے اہل خاندان بھی صاحب حیثیت تھے اور انہوں نے لیڈی رمضان کے ماضی کی تفصیل کے ساتھ شبہات کا اظہار کیا تھا اور ظاہر ہے قانون نے ان شبہات کو نظرانداز نہ کیا ہوگا اور اس کے بارے میں تحقیقات بھی کی گئی ہوں گی اور پھر ساری ہی تحقیقات جانبدارانہ نہ رہی ہوگی' لیکن

پولیس کہیں بھی اسے اپنے شوہر کی قاتلہ نہ ثابت کرسکی اور لیڈی رمضان کی حیثیت برقرار رہی چنانچہ ان حالات میں اسے فوراً ہی کوئی غلط رنگ نہیں دیا جاسکتا تھا' تاہم کچھ کسک سی ذہن میں ضرور باقی تھی' ایسی عورت کسی سازش کے تحت اپنے قتل ہو جانے کی پبلسٹی تو کرسکتی ہے' لیکن سچ مچ قتل ہو جانے کا مسئلہ بہت الجھا ہوا تھا' مجھے تو کسی طور پر یقین نہیں آسکا تھا کہ اس معاملے میں کوئی اور بھی ملوث ہے' میرے ذہن کے گوشوں میں یہ تصور موجود تھا کہ یہ صرف لیڈی رمضان کی کوئی اختراع ہے' لیکن یہ خبر انتہائی چونکا دینے والی تھی- گاڑی میں بیٹھ کر تھانے کی جانب چل پڑی- صاحب خان بھی عجیب شخصیت کا مالک تھا' اس نے مذاق کرتے ہوئے بھی کیا دلچسپ مذاق کیا تھا' بہرطور ذہن میں لاتعداد الجھنیں لئے ہوئے میں تھانے میں داخل ہوگئی اس اطلاع کو بہرطور میں مذاق نہیں سمجھ سکتی تھی-

صاحب خان نے دفتر میں واقعی رنگ جما رکھا تھا' دو ہیڈ کانسٹیبل دو کانسٹیبل موجود تھے' قریب ہی شہریار بھی بیٹھا ہوا تھا اور میز پر در حقیقت مٹھائی کا ایک بڑا ڈبہ رکھا ہوا تھا' صاحب خان نے مجھے دیکھتے ہی ایک کانسٹیبل سے کہا-

"جا بھئی جلدی سے چائے لے آ' آؤ جی لبنیٰ بی بی' مبارک ہو' ہم سب کی مشکل حل ہوگئی-" میں ہنستی ہوئی ایک کرسی پر بیٹھ گئی' شہریار بھی مسکرا رہا تھا' میں نے صاحب خان سے کہا-

"حس مزاح تو آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے خان صاحب' لیکن براہ کرم صرف اتنا بتادیں کہ قتل کی یہ اطلاع مذاق تو نہیں ہے؟"

"کمال کرتی ہو لبنیٰ بی بی' ہم نے یہ چار کلو مٹھائی منگوائی ہے اپنی نیک کمائی سے' اتنے بیوقوف تو نہیں ہیں ہم کہ اپنے بال بچوں کا حق ماریں' یہ اطلاع بالکل درست ہے' چاہو تو شہریار سے پوچھ لو-" میں نے شہریار کی طرف دیکھا تو اس نے سنجیدگی سے کہا-

"ہاں لیڈی رمضان رات کو ساڑھے دس بجے قتل ہو چکی ہے-"

"اوہ میرے خدا آخر کیسے؟"

"دو وار کئے گئے ہیں اس پر' ایک گردن پر' دوسرا دل کے مقام پر' پھینک کر مارے جانیوالے چاقوؤں سے حملہ کیا گیا' حملہ آور انتہائی مشاق تھا کیونکہ یہ چاقو لوہے کی گرل کے ایک چھوٹے سے خانے سے گزار کر اس کے جسم کے دونوں حصوں پر پھینکے گئے ہیں اور یہ ایک ماہر نشانہ باز ہی کا کام ہو سکتا ہے' بہرحال وہ قتل ہو چکی ہے-"

"اطلاع رات ہی کو مل گئی تھی؟-"

"ہاں بھئی اطلاع رات ہی کو مل گئی تھی........."

"ہوں" میں نے پر خیال انداز میں رخسار کھجاتے ہوئے کہا-

"اور اب تم اطمینان سے جو دل چاہے کرو' قاتل کا پتہ لگاؤ' فی الحال ہماری طرف سے

مٹھائی حاضر ہے' چائے پیو اور ہماری خوشیوں میں شریک ہو جاؤ-" صاحب خان نے کہا اور میں ہنس پڑی- پھر میں نے کہا-

"خان صاحب بہرحال وہ بے چاری انسان ہی تھی نا' اس کا قتل تو افسوسناک ہے' آپ اس کے قتل کی خوشی میں مٹھائی تقسیم کر رہے ہیں-"

"او بی بی' جب ہم قتل ہو جائیں نا' تو تم بھی ایک من مٹھائی تقسیم کر دینا ہمیں اعتراض نہ ہوگا......... غور تو کرو' نچا کر رکھا ہوا تھا' ایک تو ایسے لوگوں کے تعلقات بہت وسیع ہوتے ہیں' ہر شخص ان کے چکر میں آ جاتا ہے اور ان کے لئے سب کچھ کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے' ایس پی صاحب الگ جان کھائے ہوئے تھے' ڈی آئی جی تک کے حوالے مل رہے تھے' اب تم خود ہی بتاؤ نا' واردات ہوئی نہیں اور ہم تفتیش شروع کر دیں' کیا کرسکتے تھے ہم' قانونی طور پر کسی پر شبہ بھی ہوتا تو بھلا گرفتاری کیسے عمل میں آتی' صرف اس بات پر کہ ٹیلی فون پر دھمکیاں موصول ہوتی ہیں' خط ملتے ہیں' کسی کو گرفتار تو نہیں کیا جاسکتا' اس سے اچھا تو یہی تھا نا کہ وہ قتل ہو جاتی' پھر قاتل پر ہاتھ ڈالا جاتا' اب کم از کم یہ مشکل تو حل ہوگئی-" صاحب خان نے کہا اور میں ہنسنے لگی-

کانسٹیبل چائے لے آیا تھا' چائے میں شریک ہوئی' مٹھائی بھی کھائی لیکن نجانے کیوں یہ سب کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا' ذہن میں کوئی شے بار بار چبھ رہی تھی' کانسٹیبل اپنا اپنا حصہ لیکر باہر نکل گئے تھے اور کمرے میں شہریار اور صاحب خان رہ گئے تھے- پھر میں نے کہا-

"کچھ تفصیل پتہ چلے گی خان صاحب.........؟"

"ہاں ہاں بھئی کیوں نہیں- ساری تفصیل نوٹ کرلو' ساڑھے دس بجے قتل ہوا ہے اس کا اور کوئی پونے گیارہ بجے اس کی بڑی بیٹی نایاب کسی کام سے اس کے کمرے میں داخل ہوئی- وہاں اس نے اپنی ماں کو خون میں لت پت دیکھا- وہ فوراً ہی باہر آگئی اور اس کے بعد اس نے شور مچا دیا- پھر مجھے اطلاع دی گئی اور ہم سب وہاں پہنچ گئے' لاش کو قبضے میں لے لیا گیا اور ضروری تفتیش کرنے کے بعد پوسٹ مارٹم کے لئے بھجوایا گیا' کوٹھی کی ناکہ بندی کر دی گئی ہے اور وہاں سے کسی کو باہر جانے کی اجازت نہیں ہے ابھی تفتیش ہو رہی ہے- شہریار نے کہا کہ اگر ممکن ہوسکے تو تمہیں اس سلسلے میں شامل کرلیا جائے' میں نے کہا بھائی' زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ کوٹھی کی تلاشی کے دوران یا پھر دوسرے معاملات میں لبنیٰ کو شریک کرلینا' اس وقت اسے کہاں تکلیف دو گے' میرے منع کرنے پر شہریار خاموش ہوگیا- اب تم خود ہی بتاؤ بی بی تم وہاں جاکر کیا کرتیں' ساری تفصیل ہمارے پاس نوٹ ہے- فوٹو گراف بنائے گئے ہیں' پوسٹ مارٹم رپورٹ بھی آج شام تک مل جائیگی' اس کے بعد تمہاری جو مرضی آئے کرنا' قاتل مل جائے تو اللہ کی مرضی اور نہ ملے تو بھی اللہ کی مرضی بہرطور ہماری مشکل تو حل ہوگئی-"

"تعجب ہے خان صاحب' آپ کسی کی موت پر ایسے بھی خوش ہو سکتے ہیں؟"

"او بی بی رہنے دو' بس رہنے دو' اس کرسی پر بیٹھ کر یہ بات کہتیں تو پوچھتے تم ہے۔"
صاحب خان نے گردن جھٹکتے ہوئے کہا۔ پھر بولا "اب تو جو کچھ ہونا تھا ہو ہی گیا' غم کرنے کے لئے وہاں بہت سے لوگ موجود ہیں' سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تم اپنی لالٹین کب جلا رہی ہے؟"

"لالٹین؟"

"میرا مطلب ہے کب روشنی دکھا رہی ہو ہمیں اس سلسلے میں' تم اپنا چرخہ چلا دو' ساری تفصیل تمہیں شہریار بتا دے گا' چل بھائی شہریار' اب تو بی بی کو لے جا اپنے کمرے میں اور ذرا انہیں پوری صورتحال سمجھا دے۔" شہریار گردن خم کر کے اٹھ کھڑا ہوا تھا' پھر اس نے ایک فائل اٹھایا اور مجھے ساتھ آنے کا اشارہ کرتے ہوئے دوسرے کمرے کی جانب چل پڑا۔

اس دوسرے کمرے میں وہ اپنی میز کے پیچھے بیٹھ گیا اور مجھے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی تھی پھر میں نے کہا۔ "تمہیں بھی اس قتل سے خوشی ہوئی؟"

"کیسی باتیں کرتی ہو ایک شاعر سے یہ سوال کر رہی ہو۔" شہریار نے کہا۔

"مجھے واقعی بے حد تعجب ہوا۔ اس سے پہلے شہریار یقین کرو میرا یہی خیال تھا کہ یہ واردات کبھی نہیں ہوگی' یقینی طور پر لیڈی رمضان. کسی خاص منصوبے کے تحت اس بات کی پبلسٹی کر رہی ہے' میں اس مسئلے. میں واقعی شدید ذہنی الجھنوں کا شکار رہی ہوں اور میں یہ سمجھتی ہوں کہ اب بھی اس کا حل ہونا ایک مشکل عمل ہوگا۔"

"تم سے اس موضوع پر بہت ساری باتیں ہو چکی ہیں اب از سر نو ذرا اس سلسلے میں مجھے اپنے خیالات سے آگاہ کرو۔"

"سچ پوچھو تو اس کا قتل ہی میرے لئے باعث حیرت ہے۔ بڑی انہونی سی بات ہے' اسے قتل کی دھمکیاں دی جاتی رہیں اور اس کے بعد ایک بار قتل کرنے کی پوری تیاریاں بھی کر لی گئیں لیکن خود قاتل نے اسے ہوشیار بھی کر دیا یہ ساری سچویشن ڈرامائی نہیں ہے کیا خیال ہے تمہارا' اس کے بعد قاتل کو اتنی جلد بازی میں قتل کرنے کی ضرورت کیوں پیش آ گئی آخر؟"

"سارے مسئلے ہی الجھے ہوئے ہیں اور بہرحال صاحب خان تو یہ بات کہہ چکا ہے کہ اس مسئلے کا حل ہونا ممکن نہیں ہے۔ بار بار وہ مجھ سے تمہارا ہی تذکرہ کرتا ہے' میں یہ نہیں کہتا کہ تم بلاوجہ کی مصیبت گلے ڈالو لیکن کچھ دلچسپی ہے اس سلسلے سے؟"

"کمال کرتے ہو اچھا' خاصہ وقت برباد کر چکی ہوں۔"

"تو پھر جو کچھ تمہاری اب تک کی معلومات ہیں' ان کی روشنی میں قاتل تمہارے ذہن میں آتا ہے یا نہیں؟"

"دراصل شہریار میں نے اس موضوع پر سنجیدگی سے ابھی تک نہیں سوچا تھا جیسا کہ میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ مجھے اس کے قتل ہو جانے کی امید نہیں تھی اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے

تو کسی نے اس پبلسٹی سے ہی فائدہ اٹھایا ہے۔"

"چلو وہی سہی مگر وہ کسی کون ہو سکتا ہے؟"

"اگر اس کوٹھی کے ماحول پر نظر ڈالو اور اطراف میں بکھرے ہوئے کرداروں پر غور کرو تو ہر شخص کو قاتل کی حیثیت سے گرفتار کیا جا سکتا ہے۔ اس کی تینوں بیٹیوں میں سے کوئی بھی انفرادی طور پر یہ قتل کر سکتی ہے' لیکن جونیئر بھی یہ کام کر سکتا ہے اور.........اور بھی کچھ نام ذہن میں آتے ہیں' لیکن ذرا صورتحال کا بھرپور طریقے سے جائزہ لینا ہوگا ویسے تمہیں پھینکنے والے چاقوؤں کی کہانی معلوم ہے؟"

"تم نے شاید مختصراً کچھ بتایا تو تھا وہ غالباً شہباز خان........."

"ہاں بالکل وہی' وہ چاقو پھینک کر مارنے کا ماہر ہے لیکن حیرتناک بات ہے کہ لیڈی رمضان کی دوسری بیٹی افشین بھی اس سے یہ تربیت حاصل کر چکی ہے اور میں نے اپنی آنکھوں سے اسے اس کی مشق کرتے ہوئے دیکھا ہے اور پھر لیڈی رمضان کا قتل بھی پھینک کر مارے جانے والے چاقوؤں سے ہوا ہے' اس طرح دو نام تو بالکل ہی روشنی میں آ گئے' یعنی شہباز خان یا افشین لیکن تم خود فیصلہ کر لو کہ کیا قتل کرتے ہوئے اس طرح اناڑی پن کا ثبوت دیا جا سکتا ہے جبکہ قاتل بڑے ڈرامائی انداز میں اسے وارننگ دیتا رہا ہے۔"

"میں تو یہ سمجھتا تھا کہ شاعری میں ردیف اور قافیہ ملانا دنیا کا سب سے مشکل کام ہے لیکن یہ "جاسوسی" قتل و غارت گری توبہ توبہ کسی اکاؤنٹنٹ کو بھی اتنی مصیبتوں سے نہ گزرنا پڑتا ہوگا۔"

"ہوں تمہاری اس فائل کا کیا ہوا جو ڈی آئی جی صاحب تک پہنچ گئی ہے؟"

"اگر ڈی آئی جی صاحب مجھے طلب کر کے مجھ سے میری رائے پوچھ لیں تو میں ان سے یہی کہوں گا کہ جناب والا مجھے کسی کلرکی کے کام پر لگا دیجئے' یہ انسپکٹری میرے بس کی چیز نہیں ہے........."

"ہمت ہار رہے ہو شہریار؟"

"کمال کرتی ہو یار' شہریار میں ہمت تھی ہی کہاں وہ تو بس یوں سمجھ لو کہ ملازمت کی ضرورت تھی اور یہ ضرورت اس طرح پوری ہو گئی ورنہ ورنہ' کہاں ایک شاعر اور کہاں یہ غیر شاعرانہ حرکتیں؟" ہم لوگ ابھی گفتگو کر ہی رہے تھے کہ صاحب خان خود ہی دوڑا دوڑا چلا آیا' اس نے شہریار سے کہا۔

"شہریار معافی مانگ لو ان بی بی صاحبہ سے' ایس پی صاحب نے فوراً طلب کیا ہے لیڈی رمضان کی کوٹھی پر' ہم دونوں کو وہاں پہنچنا ہے۔" شہریار جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ صاحب خان بولا۔

"آپ سے دوسری ملاقات جلدی ہوگی لیکن بی بی' ایس پی صاحب بنفس نفیس وہاں پہنچ

چکے ہیں اور ہمیں طلب کیا ہے۔"

"ضرور جایئے خان صاحب' اچھا شہریار چلتی ہوں۔" میں نے کہا پھر وہاں سے نکل آئی اور کار اسٹارٹ کر کے دفتر چل پڑی تھی۔ حالانکہ دل چاہ رہا تھا کہ میں خود بھی وہاں جاکر صورتحال کا جائزہ لوں اور دیکھوں کہ اس سلسلے میں کیا کارروائی ہو رہی ہے۔ لڑکیوں پر ماں کی موت کا کیا ردعمل ہے لیکن کسی طور ممکن نہیں تھا ظاہر ہے پولیس افسران وہاں موجود ہوں گے' ایسی صورت میں میری مداخلت بہت غلط ہو جائیگی۔ بہرحال شہریار سے تو شام کو سات بجے ملاقات ہونی ہی تھی۔ آندھی ہو یا طوفان شہریار کا ہوٹل پہنچنا یقینی تھا۔ دفتر آکر کچھ دیر کے لئے ذہن کو ان خیالات سے آزاد کیا اور اخبار کے ضروری کاموں میں مصروف ہوگئی۔ پھر جب ان تمام کاموں سے فارغ ہوگئی تو میں نے ان واقعات کا ایک زائچہ تیار کیا اور ایک کاغذ میں ان تمام کرداروں کو فریم کرنے لگی جو لیڈی رمضان کے اردگرد پھیلے ہوئے تھے' چونکہ پہلا خیال تبدیل کرنا پڑا تھا' لیڈی رمضان کے بارے میں میرے ذہن میں یہی تصور موجود تھا کہ وہ شاطر عورت در حقیقت اپنا تحفظ کرنا جانتی ہے اور اس نے جس طرح اب تک اپنی شخصیت کو محفوظ رکھا ہے اسی طرح لکی جونیئر کے سلسلے میں بھی اپنے آپ کو بچانے کے لئے وہ کوئی خوبصورت کھیل کھیل رہی ہے لیکن معاملہ کچھ الٹ ہی ہوگیا تھا اب یہ سوچنا پڑا تھا کہ ان دھمکیوں کا کوئی وجود تھا اور جو کچھ اس نے کہا تھا اس میں سچائیاں تھیں یا پھر کوئی ایسی انوکھی بات ہوگئی تھی جو اس کی توقع کے خلاف ہو' دونوں پہلو مدنظر رکھنے تھے' پھینک کر مارے جانے والے چاقوؤں کے سلسلے میں فوری طور پر شہباز کا نام ذہن میں آتا تھا لیکن وہی مسئلہ درپیش تھا افشین آخر چاقو کی مشق کیوں کر رہی تھی؟ میں دلچسپی سے ان واقعات جائزہ لیتی رہی اور اس بات کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکی کہ اس کیس میں اصل مجرم کو تلاش کرنا بے حد مشکل کام ہے یہ دوسری بات ہے کہ صاحب خان جس سے چاہے اقبال جرم کرالے۔

○--------☆--------○

شام کو سات بجے گرین فاؤنٹین میں موجود تھی اور سات بجکر تیس سیکنڈ ہوئے تھے جب شہریار وردی میں ملبوس اندر داخل ہوا تھا۔ چہرے پر تھکن کے آثار تھے' اداکاری کرتا ہوا کرسی پر بیٹھ گیا اور سینے پر پھونکیں مارنے لگا.........

"کیا قاتل کا پیچھا کرتے رہے ہو' انداز تو ایسا ہی ہے؟"

"او لیئی بی بی' کیا بتائیں تمہیں بس یوں سمجھ لو کہ کھوپڑی الٹی ہوگئی ہے۔" شہریار نے صاحب خان کا لہجہ بناتے ہوئے کہا۔

"اچھا اب مزید اداکاری کئے بغیر مجھے پوری تفصیل بتا دو۔"

"یعنی پھر شروع سے' کم از کم یہ تو معلوم ہوچکا ہے کہ وہ ساڑھے دس بجے قتل ہوئی' کلب سے واپس آئی تھی لباس تبدیل کرچکی تھی۔ کھڑکی کے سامنے کھڑے ہوئی تھی کہ اس پر

مسلسل دو وار ہوئے اور دونوں وار انتہائی کامیاب رہے وہ تڑپ بھی نہ سکی چاقو اتنی قوت سے پھینکے گئے تھے کہ انہوں نے اپنا کام پورا کرلیا اور اتنی گہرائی میں نیچے اتر گئے کہ اس کا دل ان کی زد میں آگیا۔ سچا نشانہ تھا نرخرہ اور دل دونوں ہی نشانہ بنائے گئے تھے۔ اس طرح آواز بھی بند ہوئی اور دل کی دھڑکن بھی پوسٹ مارٹم رپورٹ نے ساڑھے دس بجے ہی کا وقت دیا ہے اس کے علاوہ اور کوئی خاص بات نہیں۔"

"ہوں' پولیس نے کیا کارروائی کی؟"

"ایس پی صاحب نے شہباز خان کو گرفتار کرلیا ہے کیونکہ وہ چاقو پھینک کر مارنے کا ماہر تھا اور اس میں بڑی مشاق رکھتا تھا۔" میں نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر پرخیال انداز میں گردن ہلائی اور پھر کہا۔

"مجھے یہی شبہ تھا۔"

"اور کوئی کردار نظر نہیں آتا۔" شہریار نے کہا۔

"کیا شہباز خان کا بیان لیا گیا؟"

"ہر مجرم جو کچھ کہتا ہے' وہی شہباز خان بھی کہہ رہا ہے مگر چونکہ ابھی تفتیش ابتدائی مراحل میں ہے اور پوری ذمہ داریاں صاحب خان کو نہیں سونپی گئی ہیں۔ ایس پی صاحب اس سلسلے میں بقول صاحب خان کے بنفس نفیس کام کر رہے ہیں اور بہت غمزدہ ہیں اس لئے صاحب خان کو بھی احتیاط برتنی پڑ رہی ہے اب ایس پی صاحب جیسے ہی کہیں گے صاحب خان اس سے اقبال جرم کرالے گا۔"

شہریار نے اس انداز میں کہا کہ مجھے پھر ہنسی آگئی۔

"کمال کرتے ہو تم بھی بھئی کوئی نہ کوئی تو اصل مجرم ہوگا ہی۔"

"اسے تو بس اللہ ہی جانتا ہے' ویسے اب بتاؤ۔ میں سمجھتا ہوں کہ تم نے بھی عقل کے ریس کورس میں کئی ریسیں دوڑادی ہوں گی۔"

"میں ابھی اس سلسلے میں کوئی آخری بات نہیں کہہ سکتی۔"

"تو چلو' یہی بات ہی کہہ دو۔" شہریار نے کہا۔

"چائے منگواؤ۔"

"اوئے ہوئے......... ہوئے ہوئے' ٹھیک ہے بھئی اس وقت افسر تفتیش تم ہو میں کہتا ہوں اگر تم ذرا سی کوشش کرو تو محکمہ پولیس میں آجاؤ۔"

"یہ بات تو تم پہلے بھی کئی بار کہہ چکے ہو اور میں تمہیں اس کا جواب بھی دے چکی ہوں۔"

"شہریار نے ویٹر کو اشارہ کر کے چائے طلب کرلی اور میری صورت دیکھنے لگا۔ میں نے چائے کی پیالی اٹھا کر ہونٹوں سے لگائی پھر کہا........."

"شہریار واقعی مسئلہ بے حد الجھا ہوا ہے ہم لوگ اس موضوع پر اتنی گفتگو کر چکے ہیں کہ اب میرے خیالات تمہیں اچھی طرح معلوم ہوں گے' وہ تینوں لڑکیاں تین مختلف باپوں کی اولاد ہیں' لیکن ان کے درمیان مکمل تعاون ہے اور تینوں اس قسم کے جملے ادا کرتی ہیں کہ ان میں سے کسی کو بھی باآسانی قاتل سمجھا جاسکتا ہے لیکن طریقہ کار' وہ آواز جو مردانہ ہوتی تھی اور ٹیلی فون پر سنائی دیتی تھی۔"

دفعتہً کسی خیال کے تحت میں اچھل پڑی اور میں نے شہریار سے کہا۔

"ایک بات سنو شہریار کیا تم مجھے خفیہ طور پر اس کوٹھی کا جائزہ لینے کی اجازت دے سکتے ہو؟"

"میں؟ تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے میں اس کے آئندہ شوہروں کی لسٹ میں نہیں تھا میرا مطلب ہے کہ اس کوٹھی کی تلاشی کی اجازت دینے والا میں کون ہو سکتا ہے' ویسے پولیس اب بھی اس کے اردگرد پھیلی ہوئی ہے باقی لوگوں کو بھی محصور ہی رکھا گیا ہے اس کی تینوں بیٹیاں بھی شبے سے خالی نہیں قرار دی جاسکتیں کیونکہ بقول تمہارے وہ ایک ہی باپ کی اولاد نہیں ہیں اور ان میں سے کوئی بھی اپنی ماں سے اختلاف کر سکتی تھی اور پھر حالات چونکہ میرے اور تمہارے علم میں کافی حد تک ہیں' اس لئے ہم لوگ خود بھی سوچ سکتے ہیں ویسے ایس پی صاحب دبی زبان سے کئی جونیئر کا بھی نام لے رہے ہیں اور انہوں نے اس سے کہا ہے کہ وہ شامل تفتیش ہے اور اس دوران ملک چھوڑنے کی کوشش نہ کرے۔" میں خاموشی سے گردن ہلاتی رہی پھر میں نے کہا۔

"تو ایسا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ میں اس کوٹھی میں داخل ہو سکوں؟"

"بھئی میں سمجھتا ہوں یہ کوئی مشکل کام بھی نہیں ہے تم اپنے طور پر یہ سب کچھ کر سکتی ہو' ویسے میں صاحب خان سے بات کئے لیتا ہوں' فی الحال کم از کم کوٹھی کی تلاشی لینا مناسب نہیں ہے' ویسے اگر تم مجھے کوئی اشارہ دیدو تو میں البتہ یہ کام کر سکتا ہوں۔"

"ہوں' شہریار تم ایک کام ضرور کرو وہ یہ کہ لیڈی رمضان کے کمرے میں کوئی ایسا ٹیپ ریکارڈر تلاش کرو جس پر باہر کی گفتگو ریکارڈ ہوتی رہی ہے مگر ایک بات ذہن میں رکھنا۔ اس ٹیپ ریکارڈر سے جو کچھ بھی برآمد ہو پہلے مجھ تک پہنچنا چاہئے۔ مجھ سے پہلے اگر پولیس کے ہاتھوں میں پہنچ گیا تو ستیاناس ہو کر رہ جائیگا۔"

"ایسے کسی ٹیپ ریکارڈر کی کوئی توقع ہے۔"

"سو فیصد ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر فکر مت کرو' وہ تم تک ہی پہنچے گا۔"

شہریار بولا اور میں نے پرخیال انداز میں گردن ہلا دی.........

ہم لوگ دیر تک اس موضوع پر گفتگو کرتے رہے تھے ظاہر ہے میرے پاس بہت زیادہ

اختیارات نہیں تھے اس لئے میں کوئی سرگرمی نہیں دکھا سکتی تھی اور پھر ابتدائی چند روز چونکہ پولیس کی طرف سے سرگرمیوں کے تھے اس لئے میری پہنچ لیڈی رمضان کی کوٹھی تک نہیں ہو سکی' البتہ جب یہ سرگرمیاں اور تیزی تندی کسی قدر ختم ہوگئی تو صاحب خان کے تعاون سے میں نے اپنے کام کا آغاز کر دیا۔ البتہ اس دوران مجھے شہریار کے ذریعے ساری کارروائیوں کا علم ہوتا رہا تھا۔ اس کے علاوہ شہریار نے اس خواب گاہ میں ٹیپ ریکارڈر تلاش کر لیا تھا اور بڑی نفاست سے اپنا کام کر دکھایا تھا' اس نے بتایا کہ ٹیپ ریکارڈ لیڈی رمضان کی مسہری کے پچھلے حصے میں اس طرح نصب تھا کہ کسی کو نظر نہیں آسکتا تھا وہ مکمل طور پر وائرلیس تھا اور اس میں بڑی طاقتور قسم کی مشینری لگی ہوئی تھی شہریار نے ٹیپ ریکارڈ برآمد کرنے کے بعد پولیس کے حوالے کر دیا تھا اور تفصیل بھی بتا دی تھی لیکن اس کیسٹ کی ایک نقل اس نے میرے لئے تیار کر لی تھی اور یہ میرے لئے تسلی بخش کام تھا۔ میں نے اس ٹیپ ریکارڈر کو بغور سنا وہ مسلسل ریکارڈنگ کرتا رہا تھا اور اس میں بہت سی کام کی باتیں موجود تھیں۔ وہ آواز بھی تھی جو اس دن مجھے لیڈی رمضان نے سنائی تھی اور پھر آخری آواز اس رات کی تھی جب لیڈی رمضان قتل ہوئی تھی لیکن اس آواز میں صرف دو ہلکی کراہیں شامل تھیں جن سے یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ لیڈی رمضان کی آخری کراہیں ہیں اور اس سے یہ اندازہ بھی ہو جاتا تھا کہ وہ کتنی جلدی موت کا شکار ہوگئی۔ اس کے علاوہ کچھ ہلکی ہلکی آہٹیں بھی میرے حساس کانوں نے سنی تھیں اور اس میں کتوں کی آوازیں بھی شامل تھیں جو یقیناً باہر سے آئی تھیں میں ان آوازوں پر خاص طور سے غور کرتی رہی تھی اور میں نے کیسٹ بارہا اپنی خواب گاہ میں تنہائیوں میں بھی سنا تھا اور اس پر غور کرتی رہی تھی۔

پھر مجھے کوٹھی میں داخل ہونے کا موقع مل گیا اور میں نے سب سے پہلے ان تینوں لڑکیوں ہی سے رابطہ قائم کیا' تینوں کے چہرے اترے ہوئے تھے اور ان کی آنکھوں میں ویرانی نظر آرہی تھی' مجھے دیکھ کر تینوں ہی خوش ہوئیں' افشین نے کہا۔

"نجانے پولیس ہمارے ساتھ رحمدلی کا برتاؤ کیوں کر رہی ہے ہمیں بھی گرفتار ہو جانا چاہئے تھا' زندگی اتنی تکلیف دہ ہوگئی ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنی ماں کے قتل کے جرم میں سزا پانا چاہتی ہے۔"

"خیر یہ بات کسی طور ممکن نہیں ہے کہ تم میں سے کوئی اپنی ماں کو قتل کرنے کی کوشش کرے' وہ جیسی بھی تھیں تمہارے سروں پر سائبان تھیں".........اور میرے ان الفاظ پر تینوں ہی رو پڑی تھیں نایاب نے کہا۔

"ہم نہیں جانتے کہ ہم نے اپنی زندگی میں اپنی ماں سے نفرت کی ہے یا محبت' یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ' ہم ان سے بالکل ہی بے تعلق رہے ہیں پتہ نہیں کیا کردار تھا ان کا' پتہ نہیں کیوں یہ سب کچھ ہوا' پتہ نہیں' پتہ نہیں......... میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

بہرطور وہاں سے ایسی کوئی بات خاص معلوم نہیں ہوئی تھی تفتیش کا سلسلہ جاری رہا' شہباز خان سے ابھی اقبال جرم کرانے کی کوشش نہیں کی گئی تھی میں نے اس سلسلے میں شہریار سے سوال کیا تو اس نے کہا.........

"ہاں تمہیں بتانے ہی والا تھا ایک اور خاص انکشاف ہوا ہے ان دنوں شہباز خان کے بارے میں انکوائری کی جا رہی تھی' لکی جونیئر نے بتایا ہے کہ شہباز خان اس کا آدمی ہے اور وہ بچپن سے اس کے ساتھ رہا ہے' وہ کتوں کی طرح وفادار ہے اور اس کے کردار میں ایسی کوئی خامی نہیں ہے' بھلا وہ لیڈی رمضان کو قتل کرنے کی کوشش کیوں کرے گا.........؟" میں اس انکشاف پر اچھل پڑی تھی میں نے اس سے کہا۔

"شہباز.........لکی جونیئر کا آدمی ہے؟"

"ہاں' لیڈی رمضان کو جب زندگی کا خطرہ لاحق ہوا تو باقی تمام کاموں کے علاوہ لکی جونیئر نے اپنے اس آدمی کو یہاں بھیج دیا تاکہ وہ لیڈی رمضان کی حفاظت کرے' دونوں کتے بھی وہ شخص اپنے ساتھ ہی لایا تھا' لکی جونیئر کی کوٹھی میں بھی وہ یہی کام کرتا تھا' لکی کا کہنا ہے کہ وہ بہت نرم دل اور نرم مزاج انسان ہے کسی کو قتل کرنے کا وہ تصور بھی نہیں کرسکتا۔"

"تم نے یہ سوال نہیں کیا لکی جونیئر سے کہ کیا یہ بات اس کے علم میں ہے کہ شہباز خان چاقو پھینک کر مارنے کا ماہر ہے؟"

"ہاں میں نے اس سے یہ سوال کیا تھا جس کے جواب میں اس نے کہا کہ شہباز خان کو ایسی شعبدہ گری سے ہمیشہ دلچسپی رہی ہے' کسی زمانے میں کوئی سرکس دیکھا تھا اس نے جس میں یہ فن دیکھا تھا اور اس کے بعد وہ اس فن میں مہارت حاصل کرنے لگا اور کامیاب ہوگیا۔"

"تم جانتے ہو کہ افشین بھی اس سے یہ سب کچھ سیکھ رہی تھی' ایک بات بتاؤ شہریار' میں شہباز سے بات کرسکتی ہوں.........؟"

"لاک اپ میں ہے ابھی مزید سات دن کا ریمانڈ لیا ہے اس کا تم اس سے مل لو صاحب خان اعتراض نہیں کرے گا۔"

شہباز خان سے میں نے گفتگو کی اور افشین کے بارے میں یہ سوال کیا تو اس نے آہستہ سے کہا۔

"بس جی جو تقدیر میں لکھا ہے وہ ہوگا ہم بھلا لیڈی رمضان کو مارنے کی کوشش کیوں کرتے' ہمیں اس سے کیا مل سکتا تھا' تقدیر میں یہ لکھا ہے تو یہی سہی' کیا کرسکتے ہیں' افشین بی بی نے ہم سے کہا کہ وہ یہ فن ہم سے سیکھنا چاہتی ہیں' نوکر تھے جی' ان کے حکم کی تعمیل کی اور انہیں یہ کام سکھا دیا۔"

"اچھا شہباز خان' یہ بتاؤ تمہارے پاس اس مشق کے لئے جو چاقو تھے وہ پورے کے پورے موجود ہیں.........؟"

"نہیں جی اس میں سے دو کم ملے ہیں ہم نے پولیس کو یہ بتا دیا ہے۔"

"کیا یہ چاقو افشین کے پاس تھے.........؟"

"ہم کچھ نہیں کہہ سکتے اکثر وہ ہمارے یہ چاقو چرا لیا کرتی تھیں........." شہباز نے جواب دیا' بہرطور اس سے کوئی خاص بات معلوم نہیں ہوسکی تھی لکی جونیئر کے بارے میں اس نے بھی یہی اعتراف کیا کہ وہ بچپن سے اس کے ہاں ملازم ہے اور اس کے کہنے پر یہاں آگیا تھا البتہ میں نے ایک سوال اس سے ضرور کیا اور وہ کتوں کے بارے میں تھا' میں نے اس سے پوچھا کہ رات کو وہ کتے کس وقت کھول دیا کرتا تھا اس نے جواب دیا کہ لیڈی رمضان کے گھر واپس آنے کے بعد جب اسے یہ پتہ چل جاتا تھا کہ اب کوئی بیرونی کام نہیں ہے تو وہ کتے کھول دیا کرتا تھا اور خود بھی ان کے آس پاس ہی رہتا تھا۔

میں خاموشی سے وہاں سے واپس پلٹ آئی تھی اس کے بعد خصوصی طور پر میں نے لکی جونیئر سے ملاقات کی اس سلسلے میں مجھے صاحب خان کا مکمل تعاون حاصل تھا لکی جونیئر نے مجھے پہچان لیا تھا۔

"آپ تو اس کی سوانح لکھ رہی تھیں اس نے اپنے بارے میں آپ کو بہت کچھ بتایا ہوگا۔"

"ہاں اور اس بہت کچھ میں آپ کا تذکرہ بھی تھا۔"

"یقیناً ہوگا' کیا اس نے خدشہ ظاہر کیا تھا کہ میں اسے قتل کرسکتا ہوں؟" لکی نے کسی قدر ترشی سے کہا۔

"میں نے یہ تو نہیں کہا تھا البتہ کچھ اور ضرور کہا تھا۔"

"کیا؟" وہ چونک پڑا۔

"آپ اس سے قبل نایاب سے محبت کرتے تھے اور اسی کی وجہ سے اس کی ماں سے ملے تھے۔"

"ہرچند کہ یہ قطعی ذاتی معاملہ ہے لیکن یہ ایک افسوسناک معاملہ بھی ہے اس لئے مجھے مجبوراً زبان کھولنی پڑ رہی ہے۔ محترمہ......... ہر شخص کا ایک نظریہ تھا چونکہ میں ایک بزنس مین باپ کی اولاد ہوں اور اپنے باپ کی موت کے بعد اس کے پورے کاروباری کو سنبھالنے کی ذمہ داری مجھ پر پڑتی ہے اس لئے اپنی زندگی کے بارے میں سوچتے ہوئے میں اپنے کاروبار کے بارے میں بھی سوچتا ہوں کیونکہ اس میں میرے مستقبل کی بقاء ہے۔ اتنے بڑے کاروبار کو سنبھالنے کے لئے سرمائے کی ضرورت ہر لمحہ رہتی ہے اور مجھے بھی یہ احساس تھا چنانچہ میں نے کبھی آنکھیں بند نہیں کیں۔ نایاب سے میری ملاقات ہوئی اور وہ بیشک مجھے اچھی لگی ایک دولت مند ماں کی بیٹی تھی یہ بھی سچ ہے کہ صرف اس کی محبت کے حصول کے لئے میں اس کی ماں سے ملا مگر لیڈی رمضان سے مل کر اچانک میری سوچ بدل گئی مجھے اس کے حالات معلوم

ہوئے تو میں نے مختلف انداز میں سوچا۔ میں جانتا تھا کہ نایاب کو بہت کچھ ملے گا مگر لیڈی رمضان اس سب کچھ کی بلاشرکت غیرے مالک تھی اور پھر وہ مجھے اپنی جانب مائل بھی نظر آتی تھی چنانچہ میں ان راستوں پر چل پڑا' میں نے سوچا تھا کہ اس سے شادی کے بعد اس کا سرمایہ میرے کاروبار میں معاون ہوگا اور مجھے کبھی کوئی دقت نہ پیش آئے گی لیکن اس سوچ میں کوئی مجرمانہ احساس نہیں تھا' لیڈی رمضان کو قتل کرنے سے مجھے کچھ حاصل نہ ہوسکتا تھا مجھے اس کی زندگی درکار تھی کیونکہ اس سے مجھے فائدہ ہوسکتا تھا۔"

"لیڈی رمضان نے کبھی آپ کو اپنے ماضی کے بارے میں بتایا تھا؟"

"ایک ایک لفظ۔"

"آپ نے یہ نہیں سوچا تھا کہ آپ اس کے چھٹے مقتول شوہر ہوسکتے ہیں؟"

"کبھی نہیں۔"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ وہ اس معاملے میں بے گناہ تھی اور مجھے اس پر اعتماد تھا۔"

"آپ کو کبھی اس بات سے خوف محسوس نہیں ہوا؟"

"کہا نہ کہ کبھی نہیں۔"

"آپ کے خیال میں قاتل کون ہوسکتا ہے؟"

"نایاب" اس نے پھٹ سے کہا

"وجہ؟"

"میں" وہ بولا نہ صرف میں بلکہ صاحب خان بھی حیران رہ گیا تھا چند لمحات کے بعد میں نے کہا۔

"کیا شہباز خان نایاب کا معاون ہوسکتا ہے؟" اس سوال پر اس کے چہرے پر طنزیہ آثار پھیل گئے۔

"شہباز خان کو پولیس نے ناجائز گرفتار کیا ہے بہرحال میں نے انتظام کرلیا ہے جلد اس کی ضمانت ہو جائے گی میں نے پولیس کو بتا دیا ہے کہ وہ میرے بچپن سے میرے ہاں ملازم ہے اور کتوں سے زیادہ وفادار ہے وہ صرف میرے اشارے پر جان لے سکتا ہے' میرے علاوہ وہ کسی کا آلہ کار نہیں بن سکتا' آپ لاکھوں روپے اس کے سامنے ڈال دیں وہ مجھ سے بے پناہ محبت کرتا ہے پاگلوں کی طرح مجھے چاہتا ہے نایاب کیا دنیا بھر اسے مجبور کرے وہ ایسا کوئی کام نہیں کرسکتا صرف میرے کہنے سے وہ لیڈی رمضان کی حفاظت کے لئے یہاں آگیا تھا۔"

"آپ کے اشارے پر وہ لیڈی رمضان کو قتل کرسکتا ہے؟" میں نے پوچھا

"میرے اشارے پر تو وہ آپ کو بھی قتل کرسکتا ہے مگر آپ لوگ یہ ثابت نہ کرسکیں گے میں نے کوئی نائی کی دکان نہیں کھول رکھی صرف پولیس سے تعاون کا معاملہ ہے اور مقتولہ

میری دوست تھی ورنہ........." وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہوگیا۔

"او جی یہ تو تفتیش ہے بھائی صاحب اس میں برا ماننے کی کیا بات ہے۔" صاحب خان نے مداخلت کی۔

"اور کچھ پوچھنا ہے آپ کو؟"

"بہت بہت شکریہ' جی ایک بار آپ کو بیان کے لئے اور تکلیف کرنا ہوگی۔" صاحب خان نے کہا' دماغ کی چولیں ہل کر رہ گئی تھیں' اس رات پوری رات سو نہیں سکی تھی بس یہی سوچیں تھیں قاتل کہاں چھپا ہوا ہے؟ وہ کون ہے؟ بہت سی سوچوں کے درمیان اعجاز صدیقی بھی ذہن میں آیا تھا' لیڈی رمضان کا وہ شوہر جو زندہ تھا ممکن ہے وہ واپس آگیا ہو اور کسی انتقامی جذبے کے تحت اس نے یہ قدم اٹھایا ہو' لیکن درمیانی گیپ بہت زیادہ تھا یہ کارروائی اسے بہت پہلے کرنا چاہئے تھی اور پھر اسے تلاش کرنا بھی تو آسان نہ ہوگا کیا وہ قاتل ہوسکتا ہے کسی کی توجہ اس کی طرف جا بھی نہیں سکتی وہ کیسٹ بھی کئی بار سن چکی تھی جو شہریار نے مجھے لا کر دیا تھا مگر اس میں کوئی خاص بات نہیں تھی آدھی رات گزر گئی مگر کوئی فیصلہ کرنا ناممکن ہوگیا تھا مجھے شبہ ہو رہا تھا کہ یہ معمہ حل نہ ہوسکے گا پولیس کسی کے خلاف کوئی ثبوت نہ فراہم کرسکے گی بلکہ اگر کسی نے زیادہ مغززنی کی تو اعجاز صدیقی کا نام سامنے آسکتا ہے اور تلاش کرنا ممکن نہ ہوگا نتیجہ۔ صاحب خان کی مرضی کے مطابق لکی جونیئر کی طرح گرفت میں نہیں آتا اسے لیڈی رمضان کی زندگی سے تو فائدہ حاصل ہوسکتا تھا اس کی موت سے نہیں۔ یہی کیفیت شہباز خان کی تھی۔ طریقہ قتل شہباز خان کا تھا مگر یہی اسے تحفظ بھی دیتا تھا کیونکہ ایک ذہین مجرم ایسی حماقت نہیں کرسکتا تھا کہ وہ باآسانی سامنے آجائے یہ دلیل بہت مضبوط تھی اور چونکہ کوئی عینی ثبوت نہیں تھا اس لئے صرف فرض کر کے اسے قاتل قرار نہیں دیا جاسکتا تھا۔

آدھی رات کے بعد' میں سب کچھ ختم کر کے سونے کی کوشش کرنے لگی مگر دماغ کی چرخیاں مسلسل چل رہی تھیں اور نیند پلکوں تک نہیں پہنچ پا رہی تھی۔ بار بار ذہن جھٹک رہی تھی مگر مختلف چہرے مختلف خیالات۔ نایاب' افشین' نوشین' کیا ان میں سے کوئی یا مشترک طور پر اپنی ماں کی قاتل ہوسکتی ہیں؟ اچانک ہی دماغ میں کچھ چھپاکے ہوئے بالکل ایسا محسوس ہوا تھا جیسے شیشے کا کوئی گلوب ٹوٹ گیا ہو۔ مجھے اپنے ایک غیرملکی استاد کی بات یاد آئی تھی اور میری آنکھیں کھل گئی تھیں۔ ایک عجیب سا بے چینی کا احساس ایک تڑپانے والی بے کلی۔ انہوں نے کہا تھا۔"تم قاتل کی ذہنی سطح ضرور تلاش کرو لیکن اسے آفاقی سوچ کا حامل قرار نہ دو۔ ممکن ہے اس کی سادگی ہی اس کا جرم ہو۔" میں نے اپنی جگہ چھوڑی اور اپنے کمرے میں پڑی رائٹنگ ٹیبل پر آبیٹھی۔ میرا ذہن دھمک رہا تھا۔ پھر میں نے وہ کیسٹ ٹیپ پر لگا کر نئے سرے سے اسے سنا۔ سنتی رہی' بار بار سنتی رہی اور اس کے بعد باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔

ساری رات جاگنے سے آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں ناشتہ بھی نہیں کیا اور کار لے کر

شہریار کے گھر کی طرف دوڑ پڑی۔ شکر تھا کہ وہ مجھے اپنے گھر پر ہی مل گیا۔ مجھے دیکھ کر منہ پھاڑ کر رہ گیا تھا۔

"یعنی...... یعنی یہ بھی ہو سکتا ہے......؟" اس نے کہا۔

"کیوں نہیں......؟"

"کیا میں اسے مستقبل کا کوئی ورق کہہ سکتا ہوں......؟"

"کہہ سکتے ہو لیکن مزید کچھ اضافے کے ساتھ......!"

"سمجھا نہیں......؟"

"ناشتہ لاؤ......" میں نے کہا...... اور وہ سر کھجانے لگا۔

"جوئیں پڑ گئی ہیں کیا......؟"

"ایں...... نن نہیں تو......" اس نے جلدی سے سر سے ہاتھ ہٹا لیا۔

"تو کیا تم مجھے مستقبل میں ناشتہ بھی نہیں کراؤ گے......؟"

"ارے نہیں...... کیوں نہیں...... بس ابھی لایا۔" اس نے کہا اور دوڑ گیا۔ میں مسکراتی رہی تھی۔ کچھ دیر کے بعد اس کی والدہ وغیرہ بھی آ گئیں اور میں ان سے باتیں کرتی رہی پھر ناشتہ آ گیا اور میں نے خوب ڈٹ کر ناشتہ کیا۔ پھر میں نے اشارہ سے اسے نکل چلنے کے لئے کہا کیونکہ دوسرے لوگوں کے سامنے بات نہیں ہو سکتی تھی۔ شہریار نے وردی پہنی اور میرے ساتھ باہر آ گیا۔

"تم اپنی بائیک لو گے......؟"

"لینا تو پڑے گی......!"

"اس وقت کہاں بیٹھا جا سکتا ہے......؟"

"کسی نالے کی پلیا پر۔" اس نے کہا اور میں ہنس پڑی۔ پھر میں نے کہا۔

"کیا صاحب خان تھانے میں ہوگا......؟"

"نہیں وہ دس بجے آئے گا۔"

"گویا تو پھر وہیں چلو۔" میں نے اپنی کار کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ شہریار مجھے اپنے آفس میں لے گیا تھا۔

"یہاں تم جس طرح چاہو اظہار عشق کر سکتی ہو غالباً رات کو تم نے کوئی سہانا خواب دیکھا ہے جیسے چاند سے ایک روشن سڑک زمین تک آ رہی ہے پھر میں ایک چمکدار گھوڑے پر چاند کا گیٹ کھول کر نیچے اترتا ہوں اور تم بادلوں کے ساتھ سفر کرتی ہوئی اس گھوڑے تک آ جاتی ہو اور پھر میں تمہیں اٹھا کر۔"

"گھوڑے پر بٹھاتے ہو مگر میرا وزن تم سے سنبھالا نہیں جاتا اور تم گھوڑے سے نیچے لڑھک جاتے ہو اور تمہاری ایک ٹانگ ٹوٹ جاتی ہے۔"

"ٹریجڈی مگر کوئی بات نہیں خواب میں چلے گی۔"

"سنجیدہ نہیں ہو گے۔"

"ہو گیا......"

"تو پھر جو کچھ میں کہہ رہی ہوں اسے غور سے سنو۔ یہ ایک تجربہ ہے مگر تمہیں کرنا ہوگا ممکن ہے ہمیں ہر الجھن سے نجات مل جائے۔"

"سناؤ......!" شہریار نے کہا اور میں اسے تفصیل سمجھانے لگی وہ غور سے سنتا رہا پھر بولا۔

"فائدہ......؟"

"بس میرے دل میں تمہارا پیار بڑھ جائے گا!۔" میں نے دانت پیستے ہوئے کہا اور شہریار قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

"دل و جان سے منظور...... زیادہ سے زیادہ نوکری سے نکال دیئے جائیں گے۔ یہاں کسے پرواہ ہے سیاں بھئے کوتوال۔"

"ذرا بھی کچا پن نہ ہونے پائے۔" میں نے اسے ہدایت کی۔ صاحب خان آ گیا اور مجھ سے باتیں کرنے لگا۔ اس نے بتایا۔

"شہباز خان کسی طور اس جرم کو نہیں مان رہا۔ اب اس نے صاف صاف افشین کا نام لیا ہے کہتا ہے وہ بھی یہ کام کر سکتی ہے کوئی اور بھی کر سکتا ہے۔ اس کے ساتھ سختی بھی مشکل ہے کیونکہ لکی جونیئر اس کی پشت پر ہے۔ لکی کہتا ہے کہ ہم میں سے کوئی یہ ثابت کر دے کہ لیڈی رمضان کی موت سے اسے کوئی فائدہ ہوتا ہے تو وہ خود کو قاتل مان لے گا اور پھر واقعی ہمارے پاس کسی کے لئے کوئی واضح ثبوت نہیں ہے کس کی گردن میں پھندہ ڈالیں گے۔"

"لکی کا بیان لکھ لیا آپ نے......؟"

"آ رہا ہے ایس پی صاحب کے ساتھ آ رہا ہے ان کے سامنے ہی بیان دے گا۔" صاحب خان نے بتایا اور میں خاموش ہو گئی۔ پھر ایس پی صاحب آ گئے۔ لکی جونیئر بھی ان کے ساتھ تھا۔ ایس پی صاحب مجھ سے واقف تھے انہوں نے میری خیریت پوچھی لکی نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"آپ کی ڈیوٹی اسی تھانے پر ہوتی ہے کیا؟"

"جی ہاں...... یہاں آپ جیسے لوگوں سے ملاقات ہو جاتی ہے۔"

"جی لکی صاحب بیان لکھوایئے۔ آپ کا بھی وقت ضائع ہو رہا ہے۔" صاحب خان نے کہا شہریار بے قدموں باہر نکل گیا تھا۔ صاحب خان تیار ہو گیا۔ اسی وقت شہریار شہباز خان کو لاک اپ سے لے آیا تھا۔ صاحب خان نے اور ایس پی صاحب نے چونک کر اسے دیکھا تو وہ بولا۔

"سر یہ بیان شہباز خان کی موجودگی میں ضروری ہے۔"

"کیوں......؟" صاحب خان نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"سر اس سے ہمیں مدد ملے گی۔ سر میں بعد میں بتا دوں گا۔ دراصل میں ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ شہباز خان بے قصور ہے۔ مجھے اس کے ثبوت مل گئے ہیں۔" شہریار نے کہا۔ صاحب خان حیران رہ گیا تھا۔ لکی نے کہا۔

"میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ آپ لوگ میرا بیان لکھ لیں۔ میرا بیان بس اتنا ہے کہ میں لیڈی رمضان کو پسند کرنے لگا تھا اور وہ مجھ سے شادی پر آمادہ تھیں۔ مگر یہ نہ ہو سکا اور انہیں قتل کر دیا گیا۔ قاتل کون ہے یہ میں نہیں جانتا نہ ہی انہوں نے کبھی ایسے کسی شخص کی نشاندہی کی تھی ان کے اہل خاندان سے میرا کوئی رابطہ نہیں ہے جہاں تک شہباز خان کا تعلق ہے تو وہ میرا خاص آدمی ہے اور میں نے اسے لیڈی رمضان کی خواہش پر اس کا محافظ مقرر کیا تھا میں جانتا ہوں وہ کسی قیمت پر کسی کو قتل نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد پولیس کا فرض ہے کہ وہ قاتل کو تلاش کرے اور ایس پی صاحب کیونکہ پولیس کے پاس شہباز خان کے خلاف واضح ثبوت نہیں ہے اس لئے میں اس کی ضمانت کی درخواست کرتا ہوں اور اس ضمن میں ہر ضروری کام کے لئے تیار ہوں۔"

"لکی صاحب بالکل درست کہتے ہیں جناب' شہباز خان قاتل نہیں ہے بلکہ قاتل خود مسٹر لکی ہیں۔ میں ان کے خلاف ٹھوس ثبوت حاصل کر چکا ہوں اس کے علاوہ اس کے خلاف مس نایاب کی درخواست بھی موجود ہے۔ مس نایاب نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ لکی صاحب دراصل ان سے شادی کرنا چاہتے تھے ان کا خیال تھا کہ لیڈی صاحبہ کی موت کے بعد وہ انہیں اور نوشین کو بھی راستے سے ہٹا دیں گے اور اس طرح تمام دولت مس نایاب کو مل جائے گی اور وہ تو ان کے جال میں گرفتار ہیں مگر مس نایاب کو........ یہ سازش ناپسند تھی وہ لکی کو اس سے باز رکھ رہی تھی مگر وہ نہ مانے اور بالآخر انہوں نے لیڈی صاحبہ کو قتل کر دیا میں ثابت کروں گا کہ یہ سب کچھ انہوں نے کیا ہے اور میرے پاس ایسے ثبوت موجود ہیں جن کی رو سے لکی صاحب کو سزائے موت سے بچانا ناممکن ہو جائے گا۔ اس لئے سر' میں آپ کی اجازت سے لکی صاحب کو اس قتل کے جرم میں گرفتار کرتا ہوں۔" شہریار نے فوراً لکی کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دیں۔ سب ہکا بکا رہ گئے تھے مگر اس وقت شہباز خاں کی دہاڑ گونجی۔

"بکواس ہے۔ گدھے ہو تم۔ احمق ہو' بے وقوف ہو' قتل میں نے کیا ہے سمجھے۔ قاتل میں ہوں۔ اس کتیا نے صرف اپنی محبت میں ناکام ہو کر لکی کو پھنسایا ہے۔ میں قاتل ہوں۔ میں نے لکی کو اس موت سے بچانے کے لئے .... اسے قتل کیا جو وہ کسی پراسرار طریقے سے اپنے شوہروں پر نازل کرتی تھی۔ لکی اس کا دیوانہ ہو گیا تھا میں جانتا تھا کہ وہ اس سے شادی ضرور کرے گا اور پھر وہ مر جائے گا۔ میں اس کا خادم ہوں۔ بچپن سے میں اسے چاہتا ہوں۔ میں اسے روک نہیں سکتا تھا مگر اسے بچانا میرا فرض تھا۔ پہلے میں اسے ڈراتا دھمکاتا رہا مختلف طریقوں سے اسے خوفزدہ کرتا رہا۔ مگر بعد میں' میں نے سوچا کہ یہ سب کچھ خاموشی سے نہ ہو جائے اور

میں منہ دیکھتا رہ جاؤں میری خوش قسمتی تھی کہ میرے مالک نے مجھے اس کی حفاظت کے لئے مقرر کیا تھا۔ مجھے اور آسانی ہو گئی پولیس بڑی سرگرمی دکھانے لگی تھی مجبوراً مجھے جلدی کرنا پڑی اور میں نے اسے قتل کر دیا۔" شہباز نے قتل کے بارے میں پوری تفصیل بتائی باتھ روم میں بجلی کے ننگے تاروں کی کہانی بھی اس نے سنائی اور کہا۔ "میں اسے ابھی قتل نہیں کرنا چاہ رہا تھا بس یہ خواہش تھی میری کہ وہ خوفزدہ ہو جائے اور مجھ سے پوچھے کہ زندگی کے لئے اسے کیا کرنا ہو گا۔ مگر حالات کا رخ بدلنے لگا تھا۔ مجھے خدشہ ہو گیا تھا کہ میں منہ دیکھتا رہ جاؤں گا اور سارے کام ہو جائیں گے اس لئے میں نے آخری قدم اٹھا لیا۔"

شہریار نے معذرت کر کے لکی کے ہاتھوں سے ہتھکڑی نکال لی اور بولا۔ "اس کے علاوہ ان سے اقبال جرم کرانے کا اور کوئی ذریعہ نہیں تھا سر........ میں اس جرات کی معافی چاہتا ہوں۔"

ایس پی صاحب نے اپنی جگہ سے اٹھ کر شہریار کو گلے لگا لیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ محکمہ پولیس کو اتنے ہی ذہین اور جدید خطوط پر سوچنے والے نوجوان افسروں کی ضرورت ہے۔ لکی جونیئر پر سکتہ طاری تھا۔

اس کے بعد شہریار کو بقیہ تفصیلات میں نے بتائی تھیں جو اسے اپنی رپورٹ میں درج کرنا تھیں۔ میں نے اسے وہ کیسٹ سناتے ہوئے کہا۔ "اس میں کوشش کے باوجود کوئی ایسی بات تلاش نہیں جا سکتی جو شہباز خان کے خلاف ثبوت بن سکتی ہے لیکن تم غور سے سنو........ ایک آواز اس میں ہے۔"

"آخر کیا........؟"

"شہباز خاں کے کتے اس وقت کھل چکے تھے جب شہباز خان نے یہ کام کیا۔ ان کی موجودگی میں کوئی اجنبی اس کھڑکی کے پاس نہیں آ سکتا تھا جہاں سے حملہ کیا گیا۔ سوائے شہباز خان کے۔ کتے کوئی آہٹ پا کر سامنے کی سمت سے بھونکے ہیں اور........ پھر عقب میں جا کر کوں کوں کرنے لگے ہیں۔ سنو ان کی آواز سنو۔" اور اس نشاندہی کے بعد یہ آواز باآسانی شہریار کی سمجھ میں آ گئی۔ صرف شہباز خاں کو دیکھ کر وہ پرسکون ہو گئے تھے کوئی اور ہوتا تو........ بہرحال وہ ایک ملازم ہونے کے باوجود ذہین تھا۔ پھینک کر مارے جانے والے چاقوؤں کو استعمال کر کے اس نے دہرا فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کی تھی یہ اس کا موثر حربہ تھا۔ جس پر اسے عبور حاصل تھا اور یہ خیال بھی تھا اس کے ذہن میں تھا کہ انہی کی وجہ سے وہ بچ بھی جائے گا۔ عدالت میں یہ دلیل پیش کی جا سکتی تھی کہ باتھ روم میں بجلی کے تاروں کا ذہنی کارنامہ پیش کرنے والا قاتل اتنا بے وقوف نہیں ہو سکتا کہ اس طرح اپنی شناخت چھوڑے۔ یقیناً عدالت چکر میں پڑ سکتی تھی۔ جو کچھ بھی ہے وہ وفا کا مجرم ہے اس نے اپنے مالک کو ایک خطرناک عورت سے بچانا چاہا تھا........!"

انسپکٹر صاحب خان نے مجھے اطلاع دی تھی اور میں خوشی سے اچھل پڑی تھی۔ "آپ سچ کہہ رہے ہیں خاں صاحب.........؟" میں نے مسرت بھرے لہجے میں پوچھا تھا۔

"پتہ نہیں سچ کہہ رہے ہیں یا جھوٹ ' مگر ایسا ہوگیا ہے' کیا کہا جاسکتا ہے اللہ کی مرضی ....!" صاحب خاں نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"وہ ہے کہاں.........؟" میں نے دریافت کیا۔

"ہیڈ آفس گیا ہے ہو سکتا ہے وہاں مل جائے معلوم کرلو.........!" میں نے ہیڈ آفس فون نہیں کیا تھا ایک عجیب سی خوشی میرے رگ وپے میں رقصاں تھی۔ شہریار کو انسپکٹر بنا دیا گیا تھا اسے خصوصی ترقی دی گئی تھی۔ یہ میرے دل کی آواز تھی میں اسے ترقی کے اعلیٰ ترین مدارج طے کرتے دیکھنا چاہتی تھی اور اس کی ابتدا ہوگئی تھی۔ خود میں جو کچھ کر رہی تھی اس سے غیر مطمئن نہیں تھی اور سب سے زیادہ خوشی کی بات یہ تھی کہ میرے ڈیڈی اب مجھ سے متفق ہوگئے تھے انہیں میری انقلابی فطرت کا اندازہ ہوگیا تھا اور ان کے دوستوں اور شناساؤں نے نہ جانے ان سے میرے بارے میں کیا کیا کہہ دیا تھا لیکن وہ کچھ جو کم از کم میرے حق میں جاتا تھا ڈیڈی نے مجھ سے کہا تھا۔

"بہت عمدہ لکھ رہی ہو تم اپنے اخبار میں لوگ بڑی تعریف کرتے ہیں مگر اس اخبار کو فائدہ پہنچ رہا ہے خیر میری طرف سے پیشکش ہے جب چاہو اپنا اخبار نکال لینا.........!"

شام کو وقت مقررہ پر گرین فاؤنٹین پہنچی تھی اور شہریار کو دیکھ کر خوش ہوگئی تھی۔

"صاحب خان تمہیں خبر دے چکا ہے۔ اس نے مجھے بتایا تھا تمہیں کوئی افسوس نہیں ہوا.........!"

"بکواس مت کرو' مجھ سے زیادہ اور کوئی خوش نہیں ہوسکتا۔" میں نے مسرور لہجے میں کہا۔

"ظلم ہے سب تمہارا کیا ہوا ہے۔"

"تقرری کہاں ہوئی ہے.........؟"

"اسپیشل برانچ میں جہاں شامت کے سوا کچھ نہیں ہوتا بس الجھی ہوئی گتھیوں کو سلجھاتے رہو پولیس ناکام ہو جائے تو خود کام شروع کر دو اور کھانا پینا حرام کرلو۔"

"زندہ باد......... میری طرف سے مبارکباد قبول کرو' یہ تو میری توقع سے بھی زیادہ ہے۔"

"یہ سب کچھ کرنے کے لئے واپس آئی تھیں.........؟"

"ہاں!" میں نے کہا۔

"آہ! بے چارے مائل' میں تم پر ایک مرثیہ ضرور لکھوں گا کیا تھے کیا بن گئے۔ کاش تمہیں حسن کائنات کے ایک محقق کی ذمے داریاں سونپی جاتیں اور تم حیات کی لطافتوں کی عقدہ کشائی کرتے مگر یہ ہو نہ سکا اور اب یہ عالم ہے کہ اعضاء بریدہ لاشیں تمہیں اپنی کہانیاں سنائیں

گی اور تم سنو گے تمہارے ہاتھ زندگی کے چراغ بجھائیں گے افسوس.........!"

"میں اس موضوع پر تم سے الجھنا نہیں چاہتی مجھے رنگ' تتلیوں اور پھولوں کے تصور میں ڈوبی۔ بے رنگ' نیم خوابیدہ آنکھوں کے بجائے جاگتی چمکتی بجلیاں برساتی آنکھیں پسند ہیں جن کی تندی دماغ کی ہڈیاں تڑخاتی ہوئی اس میں اتر جائے اور حقیقتوں کا سراغ پالے.........!"

"آہ کیا یہ شاعر کی آنکھ ہو سکتی ہے.........؟"

"شاعری تمہاری زندگی کا ایک دور تھا اور اب تم نے کروٹ بدلی ہے........."

"تو پھر چائے منگاؤ.........!" اس نے کہا اور میں نے ہنستے ہوئے ویٹر سے چائے کے لئے کہہ دیا۔

O---------☆---------O

شہریار نے اپنے نئے عہدے کے مطابق کام شروع کردیا مجھ سے اس کی ملاقاتوں کا معمول بھی ترک نہیں ہوا تھا آندھی ہو یا طوفان شام سات بجے وہ گرین فاؤنٹین میں ہوتا مگر میں صرف اس کا تذکرہ کررہی ہوں خود میری کیفیت کیا تھی میرے پروگرام ہمیشہ چھ بجے ختم ہو جاتے تھے گھریلو معاملات ہوں یا دفتری' میں کوشش کرتی تھی کہ چھ بجے کے بعد مجھ پر کوئی ذمے داری نہ ہو تاکہ سات بجے میں گرین فاؤنٹین میں ہوں۔ اس اعتراف کو میں گناہ نہیں سمجھتی کہ شہریار کا نام میرے دل کی گہرائیوں میں تھا اور میں نے اپنا مستقبل اس سے وابستہ کر لیا تھا۔ بعض اوقات گھریلو معاملات میں الجھن بھی پیدا ہو جاتی تھی عموماً خاندانی اور گھریلو فنکشن شام یا رات کو ہی ہوتے ہیں۔ میں دن میں شریک ضرور ہوتی تھی مگر ساڑھے آٹھ اور نو بجے کے بعد اس کی شکایت بھی کی جاتی تھی مجھ سے لیکن کسی نہ کسی طرح ٹال دیتی تھی۔

اسی شام شہریار معمول کے مطابق ہی گرین فاؤنٹین آیا تھا "مبارک ہو.........!" اس نے جلے کٹے لہجے میں کہا۔

"خیریت.........؟"

"مصیبت زدگان کے پاس یہ شئے کہاں ہوتی ہے........." اس نے ٹھنڈی سانس بھری۔

"ہوا کیا آخر.........؟"

"دیکھو لبنیٰ بیگم......... یہ ہماری ترقی ورقی جو ہے نا تمہارا شوق ہے نوکری ضرورتوں کے لئے کرنا چاہتے تھے سو کر رہے تھے صاحب خاں سے بھی نکاح نہیں ہوا تھا مگر طے یہ کیا تھا کہ وہ جہاں جائے گا ہم ساتھ ہوں گے خود بھی ایک شناس ہے انسانی ضرورتوں سے آشنا' ہمارے بارے میں اچھی طرح جانتا تھا کہ ایک شاعر مرحوم کو محکمہ پولیس میں دھکیل دیا گیا ہے چنانچہ خیال رکھتا تھا اور آسمانی رابطے میں خلل اندازی نہیں کرتا تھا اور اب آپ نے اس مرحوم پر ذہانت کا لیبل لگا دیا ہے یہ لیبل نہ جانے کیا کیا دن دکھائے گا۔"

"فضول باتوں میں وقت ضائع کرتے رہو' میں اس وقت تک تمہاری باتوں پر توجہ نہیں

دوں گی جب تک کوئی کام کی بات نہیں کرو گے......"

"آہ! کام کی باتوں پر بھی تم توجہ کہاں دیتی ہوں اب جب اس محکمے میں گھسیٹ لائی ہو تو نصف بہتری کے فرائض بھی سرانجام دو یہ آدھا بدتر صرف شاعری میں دماغ کھپا سکتا ہے جاسوسی میں نہیں اس لئے اب شادی ضروری ہے۔"

"اس کا ابھی کوئی سوال نہیں ہے۔"

"ڈی آئی جی صاحب کو سمجھاؤ یہ بات۔"

"کیا مطلب......؟"

"مطلب یہ کہ شادی سے پہلے وہ کوئی ایسا کیس نہ دیں جو مصیبت بن جائے۔"

"کوئی کیس ملا ہے......؟"

"جی ہاں اسرار حسین فوت ہوگئے ہیں رضائے الٰہی سے اہل خاندان مطمئن تھے مگر کچھ لوگوں کو ایک بڑے آدمی کی یہ سادہ موت پسند نہ آئی اور وہ لوگ گھسیٹ گھساٹ کر اسے قتل ثابت کرنے پر تل گئے۔"

"وہ کیسے......؟"

"مرحوم کا ذاتی شوگر مل تھا یعنی ذیابیطس کے مریض تھے اعضاء بے حد کمزور تھے غسل خانے میں پاؤں پھسلا کموڈ میں سر دے مارا دماغی چوٹ لگی چل بسے تدفین ہوگئی اس کے بعد ان کی ایک صاحب زادی بھی صرف ایک ماہ کے بعد اللہ کو پیاری ہوگئیں دل کا دورہ پڑا تھا لیکن کسی صاحب کو اللہ کے ان دو پیاروں کی موت پر شبہ ہے اور ڈی آئی جی صاحب نے اس کیس کی ذمے داری بنفس نفیس محکمہ پولیس کے سب سے ذہین اور نکتہ رس افسر یعنی شہریار خان کے شانوں پر ڈال دی ہے۔"

"یہ تو خوشی کی بات ہے کہ ڈی آئی جی صاحب نے انہیں اس قابل سمجھا۔"

"یعنی محکمہ پولیس کا اتنا بڑا افسر دھوکا کھا جائے تو خوشی کی بات ہے ڈی آئی جی صاحب اگر ان دونوں مرحومین کی موت کا نوحہ لکھنے کی ذمہ داری ہمیں سونپتے تو بات بھی تھی انہوں نے کتنا غلط کام ہمیں دے دیا ہے۔"

"ڈفر ہو تم...... اس طرح ہمت ہارنا نہیں چاہئے۔"

"کمال کرتی ہو جو کام اپنے بس کا نہیں ہے وہ کیسے کیا جا سکتا ہے صاحب خان کے اُصول سب سے اچھے ہیں کوئی بھی ہاتھ آ جائے اسے "ورکشاپ" لے جاؤ اور جھگڑا ختم کرو"

"ورکشاپ......؟" میں ہنس پڑی

"ہاں ہم نے پیار کے بہت سے نام رکھے ہیں اس جگہ کے جہاں سارے معمے حل ہو جاتے ہیں"

"تم لوگوں کی زیادتی ہے یہ خیر چھوڑو' اسرار حسین صاحب کے کیس کی اور تفصیلات بتاؤ

تم نے کیا بتایا ایک ماہ کے بعد ان کی بیٹی کا بھی انتقال ہو گیا"؟

"اس کا نام زاہدہ تھا عمر چھبیس سال۔"

"دل کا دورہ پڑا تھا...... چھبیس سال کی عمر میں غیر شادی شدہ تھی؟"

"ہاں......!"

"شبہ کس نے ظاہر کیا ہے......؟"

"اللہ جانے یا ڈی آئی جی صاحب......؟"

"تمہیں کیا ذمے داری سونپی گئی ہے......؟"

"تفتیش کر کے رپورٹ پیش کی جائے کہ یہ دونوں موتیں طبعی ہیں یا اس میں کوئی نقص ہے۔"

"اسرار صاحب کے دماغ پہ چوٹ آئی تھی......"

"ہاں......!"

"گڈ تو پھر تفتیش کرو۔ میرے خیال میں اسرار صاحب کے گھر چلنا ہو گا۔"

"کب چلو گی......؟"

"کل ساڑھے بارہ بجے" میں نے جواب دیا دوسرے دن شہریار مقررہ جگہ پہ سادہ لباس میں مل گیا اسرار صاحب کی کوٹھی شہر کے ایک فیشن ایبل علاقے میں تھی۔ اطلاعی گھنٹی بجانے بعد ایک ملازم نے ہمیں سوالیہ نگاہوں سے دیکھا تھا...... "عذرا صاحبہ سے ملنا ہے" شہریار نے کہا وہ مجھے زاہدہ کی چھوٹی بہن کے بارے میں بتا چکا تھا۔

"وہ بیمار ہیں' ڈاکٹر نے کسی سے ملنے کو منع کر دیا ہے" ملازم نے یہ کہہ کر گیٹ بند کرنا چاہا تو شہریار گرم ہو گیا اس نے دروازے میں پاؤں اڑا کر ملازم کو زور سے دھکا دیا اور وہ گرتے گرتے بچا۔

"ہمارا تعلق محکمہ پولیس سے ہے اور عذرا صاحبہ سے ہمارا ملنا ضروری ہے۔؟"

"ہمیں اجازت نہیں ہے صاحب ہم کیا کریں۔" ملازم نے بڑبڑاتے ہوئے کہا شہریار اسے دھکیلتا ہوا اندر لے چلا پھر اچانک ہی برآمدے میں ایک دراز قامت عورت نظر آئی تھی جو سادہ سے لباس میں ملبوس تھی وہ بے چین نظروں سے ادھر دیکھ رہی تھی۔

"ارے اشرف خان کیا ہوا' کیا بات ہے۔؟" اس نے کہا۔

"پولیس ظلم کر رہی ہے اور کیا ہوا۔"

ملازم بھی مزے کی چیز تھا عورت تیزی سے چلتی ہوئی ہمارے پاس آ گئی۔

"کیا بات ہے جناب......! اس بے چارے کا کیا قصور ہے آپ مجھے بتائیے کیا چاہتے ہیں آپ......؟"

"یہ میرا شناختی کارڈ ہے' میں عذرا صاحبہ سے ملنا چاہتا ہوں اس کے علاوہ ہمیں دیگر

کارروائی بھی کرنی ہے۔" شہریار نے پولیس کارڈ نکال کر اس کے سامنے رکھ دیا۔

"اس عمارت کا معائنہ بھی کرنا ہوگا۔" میں نے لقمہ دیا۔

"آپ قانون کے محافظ ہیں جو دل چاہے کریں مگر کس سلسلے میں آپ یہ سب کچھ کر رہے ہیں بتانا پسند کریں گے۔"

"آپ کون ہیں......؟" شہریار نے سوال کیا۔

"میرا نام حمیدہ بٹ ہے اس خاندان کی پرانی ملازمہ ہوں اور اس گھر کی ذمے داری میرے شانوں پر ہے۔"

"اسرار حسین اور ان کی بیٹی کی موت کے بارے میں تفتیش کر رہے ہیں ہم اور دونوں کام ضروری ہیں ویسے آپ کے علاوہ یہاں اور کون کون ہے......؟"

"بس چھ سات ملازم...... عذرا اور میں...... مگر آپ اس خاندان کو اکیلا نہ سمجھیں اسرار صاحب گھسیارے نہیں تھے۔ دوسرے آپ عذرا سے نہیں مل سکتے۔" حمیدہ نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"کیوں......؟"

"وہ شدید بیمار ہے اور ڈاکٹر نے ہدایت کی ہے کہ اس کے ذہن پر کوئی بوجھ نہ ڈالا جائے۔"

"ان سے ملاقات ضروری ہے اور پولیس اپنے کام میں کوئی مداخلت پسند نہیں کرتی تم ہمیں ان کے پاس لے چلو۔" میں نے کہا اور شہریار نے تعجب سے مجھے دیکھا' اسے شاید میرے جارحانہ لہجے پر حیرت تھی حمیدہ نے شانے ہلائے اور ہمارے ساتھ چل پڑی پھر اس نے ایک کمرے کا دروازہ کھولا اور اندر سے بدبو کا ایک بھپکا اٹھا تھا۔ بہترین سازوسامان سے آراستہ خوابگاہ تھی جہاں ایک مسہری پڑی ہوئی تھی مگر خالی...... جسے مسہری پر ہونا چاہئے تھا وہ نیچے قالین پر تھا اور اس حالت میں کہ شہریار کو نگاہیں چرانی پڑی تھیں۔ عورت نے جلدی سے ایک چادر لڑکی کے جسم پر ڈالی اور لڑکی کی بوجھل آواز ابھری۔

"ہم شوق انتظار میں کچھ گم تھے اس طرح کچھ گم تھے...... چونکے...... جب ہی...... کہ کون ہے...... کیا ہے ارے کیا ہے؟" اس کی آواز نشہ آلود تھی اور آنکھیں نہ کھل رہی تھیں۔ حمیدہ ملامت آمیز نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہی تھی شہریار نے میرے کان میں سرگوشی کی۔

"چونکے جب ہی کہ رات نے چھیڑی سحر کی بات......!"

"بکواس مت کرو......!" میں نے سرد لہجے میں کہا اور لڑکی کا جائزہ لینے لگی "صاحب ذوق ہے مگر......" شہریار باز نہ رہ سکا تھا میں نے عورت کو گھورتے ہوئے کہا۔

"یہ بیماری ہے انہیں......؟"

"آپ خود دیکھ لیں؟"

"تم باہر جاؤ۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔ وہ ایک لمحے کے لئے ٹھٹکی پھر خاموشی سے باہر نکل گئی۔ لڑکی دوبارہ بے خبر سو گئی تھی میں نے پورے کمرے کا جائزہ لیا اور پھر ایک طرف بڑھ گئی۔ کپڑوں کی الماری تھی اور اس میں اعلیٰ قسم کے لباس لٹکے ہوئے تھے۔ میں نے تیز رفتاری سے اس الماری کا جائزہ لے ڈالا...... اور پھر ایک صندل کا بکس میری توجہ کا مرکز بن گیا جس سے عجیب سی بدبو اٹھ رہی تھی۔ میں نے بکس کھول کر دیکھا اور ناک بند کر لی۔ میرا ہاتھ لرز گیا تھا بکس میں جو کچھ نظر آیا تھا وہ ناقابل یقین تھا بندر کی ایک کھوپڑی جو گردن کے پاس سے کٹی ہوئی تھی' ایک آنکھ جو انسانی نہ تھی غالباً بکرے کی آنکھ تھی۔ تیسری شے ایک کٹی ہوئی انگلی تھی جو سو فیصد انسانی تھی۔ شہریار میرے نزدیک آگیا اور اس نے فوراً ہی ناک بند کر لی۔ اس کے چہرے پر وحشت کے آثار پھیل گئے تھے بمشکل تمام اس نے کہا "...... بند کرو اسے' خدا کے لئے بند کرو" میں نے بکس بند کر کے اس پر سے انگلیوں کے نشانات صاف کئے اور پھر اسے واپس اس کی جگہ رکھ دیا مگر اس انوکھے بکس نے حیران کر دیا تھا بقیہ الماری میں کپڑوں کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔ شہریار بدستور متوحش نظر آ رہا تھا۔ کمرے میں پھیلی ناگوار بدبو شاید انہی چیزوں کی تھی۔

"خاصا بگڑا ہوا کیس ہے' اور تم اس سے پہلو چرا رہے تھے۔"

"کس قدر بدبودار ہے یہ نہیں دیکھا تم نے......!"

"لڑکی کونسا نشہ کرتی ہے......؟"

"صرف اور صرف ہیروئن...... صاف ظاہر ہے۔" میں نے پورے کمرے پر نگاہ دوڑائی چند اور چیزیں نظر آئیں جن کا مختصر سا جائزہ لے کر میں نے شہریار سے کہا۔

"عورت کو ادھر بلا لو......"

"تم بھی باہر آؤ مر جاؤ گی۔" اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے گھسیٹتے ہوئے کہا اور میں باہر نکل آئی۔ حمیدہ باہر موجود نہیں تھی البتہ دو ملازم قسم کے آدمی نظر آ رہے تھے جو ہمیں دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے۔"

"حمیدہ کہاں ہے......؟" میں نے کڑک کر پوچھا اور ان میں سے ایک نے انگلی سے سامنے اشارہ کر دیا۔ حمیدہ ایک کمرے سے برآمد ہو رہی تھی۔ "ادھر آؤ" میں نے اسے آواز دی اور وہ قریب آگئی تم اس خاندان کی خدمتگار ہو اور عذرا کے کمرے کی یہ حالت ہے اندر کس قدر بدبو سے مر نہیں جائے گی؟"

"بدبو......!" حمیدہ حیرت سے بولی۔

"ناک بند ہے تمہاری ذرا اندر جا کر دیکھو۔"

"اندر جانا منع ہے۔ عذرا بی بی اپنی نگرانی میں کمرہ صاف کراتی ہیں اس کے بعد کوئی اندر نہیں جا سکتا یہ ان کا حکم ہے......؟" حمیدہ نے ناک چڑھا کر کہا۔

"ہمیں عمارت کے دوسرے کمرے دکھاؤ آؤ-" میں نے کہا اور وہ بحالت مجبوری ہمارے ساتھ چل پڑی پہلے اسرار حسین کے کمرے کا جائزہ لیا پھر زاہدہ کے کمرے کی میں نے ہر چیز بغور دیکھی تھی لیکن اس کی کوئی تلاشی وغیرہ نہیں لی تھی اور اس وقت ہم لوگ ایک اور کمرے کی طرف بڑھ رہے تھے کہ باہر سے آنے والی راہداری میں سے ایک شخص تیز تیز قدموں سے آتا ہوا نظر آیا- وہ ایک دراز قامت اور قدرے فربہ بدن اور سرخ و سپید آدمی تھا- عمدہ کپڑے کا سفاری سوٹ پہنے ہوئے تھا- سر گنجا تھا اور اچھی شخصیت کا مالک نظر آ رہا تھا- ہم رک گئے- حمیدہ جلدی سے اس کے قریب جا کھڑی ہوئی تھی-

"کون ہیں آپ لوگ.........؟" اس نے درشت لہجے میں پوچھا-

"یہ کون ہیں.........؟" شہریار نے حمیدہ سے پوچھا-

"مجھے ڈاکٹر سجاد کہتے ہیں-"

"ضرور کہتے ہوں گے مگر اس وقت آپ کی شان نزول.........؟"

"مجھے حمیدہ نے فون کر کے بلایا ہے-"

"حمیدہ سے آپ کا کیا تعلق ہے.........؟"

"حمیدہ سے نہیں مگر اس گھر سے ہے میں اسرار حسین کا دوست ہوں اور اس گھرانے کا فیملی ڈاکٹر بھی آپ لوگ یہاں کس کی اجازت سے تشریف لائے ہیں ویسے آپ کو اپنے لہجے کی جارحیت کا احساس ہے.........؟"

"براہ کرم ہمیں کوئی احساس نہ دلائیں- اگر آپ اسرار حسین کے فیملی ڈاکٹر ہیں تو آپ سے کچھ سوالات کر لئے جائیں-" شہریار بولا-

"آپ کا کارڈ.........؟" ڈاکٹر سجاد نے کہا-

"ہوں......... ضرور........." شہریار نے کہا اور ایک بار پھر اپنا کارڈ نکال لیا- ڈاکٹر سجاد نے بغور کارڈ دیکھا پھر بولا- "تو آپ انسپکٹر ہیں.........!"

"کارڈ نہیں پڑھ سکتے آپ.........؟" شہریار نے کہا-

"پڑھ لیا ہے مگر اس کے باوجود آپ کو کچھ آداب کا خیال رکھنا چاہئے تھا آخر آپ کس سلسلے میں یہاں آئے ہیں- حمیدہ نے مجھ سے فون پر کہا ہے کہ آپ ان لوگوں پر سختی کر رہے ہیں-"

"جی ہاں تشریف لایئے-" شہریار نے کہا اور آگے بڑھ گیا-

"سنئے میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے آپ براہ کرم فوراً یہاں سے چلے جائیں اور میں کلینک جاتے ہی فخری صاحب سے بات کروں گا-"

"آپ شاید اونچا سنتے ہیں' میں نے عرض کیا ہے میرے ساتھ تشریف لایئے-" شہریار گرج کر بولا-

"آپ کو اس کا خمیازہ بھگتنا ہوگا........." ڈاکٹر نے کہا-

"وہ مستقبل کی بات ہے لیکن آپ کا حال خطرے میں ہے اس لئے بحث نہ کیجئے-" شہریار شاندار جا رہا تھا ویسے وہ بظاہر اس مزاج کا آدمی نہیں تھا لیکن اس وقت کمال کر دیا تھا- میں خود بھی شہریار سے متفق تھی کیونکہ ڈاکٹر سجاد کا انداز گفتگو تحقیر آمیز تھا اور اس کا صحیح جواب یہی تھا- شہریار اسے ڈرائنگ روم میں لایا تھا یہاں وہ اطمینان سے صوفے پر بیٹھ گیا- بعد میں اس نے ڈاکٹر سے بھی بیٹھنے کے لئے کہا تھا ڈاکٹر بیٹھ گیا-

"آپ کتنے عرصہ سے اسرار حسین کے فیملی ڈاکٹر ہیں؟"

"چودہ سال سے-" وہ جھٹکے دار آواز میں بولا-

"آپ کے خیال میں اسرار حسین کی موت طبعی ہے.........؟"

"آپ کا کیا خیال ہے.........؟"

"میں نے آپ سے پوچھا ہے-"

"میں نے اس کا سرٹیفکیٹ جاری کیا ہے- وہ شوگر کے مریض تھے اور بعض اوقات یہ شوگر حد سے زیادہ شوٹ اپ کر جاتی تھی ایسے مریض کو کسی بھی وقت چکر آ سکتا ہے اور وہ بری طرح گر سکتا ہے یہی اسرار حسین کے ساتھ ہوا- وہ گرے تو ان کے سر پہ سخت ضرب لگی اور ان کی موت واقع ہو گئی-"

"زاہدہ کا کیا کیس تھا.........؟"

"اسے دل کا عارضہ لاحق ہو گیا تھا.........!"

"اچانک.........؟"

"ہاں پہلے اس کی علامات کبھی ظاہر نہیں ہوئی تھیں اکثر ایسا ہو جاتا ہے-" اس نے جواب دیا-

"عذرا کے بارے میں کیا خیال ہے؟" شہریار نے اچانک پوچھا-

"میں سمجھا نہیں.........!"

"کیا اسرار حسین کی موت کے بعد بھی آپ ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے اس خاندان سے متعلق ہیں.........؟"

"کیوں نہیں.........!"

"عذرا کی طبی رپورٹ کیا ہے.........؟"

"وہ نشہ آور ادویات کی عادی ہے-"

"کتنے عرصے سے.........؟"

"تین سال سے-"

"آپ یہ بات جانتے تھے.........؟"

"ہاں جانتا تھا۔"

"اور اسرار حسین صاحب......؟"

"وہ بھی جانتے تھے۔"

"آپ نے عذرا کا علاج نہیں کیا......؟"

"کوشش کی تھی لیکن کامیاب نہیں ہو سکا۔"

"کیوں......؟"

"وہ بے حد خود سر ہے اس نے کبھی مجھ سے یا اپنے باپ سے تعاون نہیں کیا۔ اسرار صاحب خود بھی مجبور ہو گئے تھے۔"

"اور اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا گیا۔"

"اس سوال کا جواب کیا مجھے دینا چاہئے؟" وہ غراتے ہوئے لہجے میں بولا۔

"ہوں...... ٹھیک ہے ڈاکٹر صاحب او کے آپ سے دوبارہ ملاقات ہو گی اپنا کارڈ دے دیجئے۔"

"ضروری نہیں سمجھتا آپ خود مجھے تلاش کر لیں ویسے پوچھ سکتا ہوں کہ یہ تفتیش کس سلسلے میں ہو رہی ہے......؟"

"بتانا ضروری نہیں ہے آیئے چلیں؟" شہریار نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"آپ جا سکتے ہیں، میں یہاں رکوں گا۔" ڈاکٹر سجاد نے کہا اور شہریار نے شانے ہلا دیئے پھر وہ مجھے اشارہ کر کے باہر نکل آیا۔ میرے ساتھ کار میں بیٹھتے اس نے کہا۔

"اب مجھے جلدی سے کسی پر سکون جگہ لے چلو میری نبضیں بند ہوئی جا رہی ہیں کچھ کھلاؤ پلاؤ ورنہ جان بحق ہو جاؤں گا......!" میں نے اسٹیرنگ سنبھالا اور کار آگے بڑھا کر بولی۔

"کیوں...... خیر تو ہے......!"

"یہ تو آنے والا وقت بتائے گا بہرحال میں نے داؤ لگا دیا ہے......"

"کیسا داؤ......!"

"ڈی آئی جی صاحب خود ہی مجھے میری جگہ واپس پہنچا دیں گے۔ یقین کرو میں نے جان بوجھ کر ڈاکٹر سجاد کے ساتھ یہ رویہ اختیار کیا تھا تاکہ وہ ڈی آئی جی صاحب سے شکایت کرے اور میری چھٹی ہو جائے۔"

"تمہارا دماغ خراب ہے تم اپنے طور پر تو یہاں نہیں آئے تھے تفتیش کر رہے ہو اختیار رکھتے ہو۔"

"یہی تو نہیں سمجھیں ابھی، یہاں پر بڑے آدمی کو چھوٹے آدمی پر اختیار ہے اور اگر کوئی چھوٹا آدمی اپنا اختیار استعمال کر لے تو اسے نویں کا دودھ یاد دلایا جاتا ہے پتہ نہیں ڈاکٹر کس حیثیت کا مالک ہے۔"

"اداکاری مت کرو تم اتنے بزدل نہیں ہو اور اگر ہو تو...... تو" مجھے غصہ آگیا شہریار ہنسنے لگا تھا پھر اس نے کہا۔

"ویسے حمیدہ کے ساتھ تمہارا رویہ پولیس والوں کا ہی تھا۔"

"مجھے اپنے مقصد میں کافی حد تک کامیابی حاصل ہو گئی ہے۔"

"کیسی کامیابی......؟"

"اس نے موقع ملتے ہی ڈاکٹر سجاد کو فون کیا اس طرح ایک ایسا کردار سامنے آگیا جو ان لوگوں کا ہمدرد کہا جا سکتا ہے اور ایسے کسی کردار کے بارے میں جاننا ضروری تھا ویسے کیا یہ کردار پراسرار نہیں ہے......؟" شہریار نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ ہوٹل میں، میں نے کہا۔ "کیا کہتے ہو ان حالات کے بارے میں......؟"

"حیران کن ہیں اور کچھ ہے......؟"

"بندر کی کھوپڑی، بکرے کی آنکھ اور کٹی ہوئی انسانی انگلی۔" میں نے کہا۔

"صندل کا ڈبہ اور خوبصورت شعر۔"

"ہیروئن کی عادی، دولت مند اور کسی کی سرپرستی سے محروم لڑکی۔"

"اور ڈاکٹر سجاد...... فیملی ڈاکٹر...... کیا خیال ہے ڈاکٹر سجاد کو ورکشاپ لے جاؤں......؟"

"وہ کون ہے جو یہ تفتیش کرانا چاہتا ہے۔"

"ڈی آئی جی حامد فخری۔" شہریار بولا اور میں ہنس پڑی۔

"کونسا کردار زیادہ دلچسپ ہے......؟" میں نے پوچھا۔

"عذرا کا......"

"اور تم خود کو بودم ظاہر کرنے پر تلے رہتے ہو صحیح انتخاب کیا ہے۔ وہ عورت بھی قابل توجہ ہے۔ اگر ڈاکٹر سجاد کا معاملہ سنگین نہ بنے تو عمارت پر پہرہ لگوا دو۔"

"لگ جائے گا اس بار سارے اقدامات ایسے کروں گا کہ ڈی آئی جی صاحب پریشان ہو جائیں ہو سکتا ہے وہ مجھ پر نظر ثانی کریں۔"

○---------☆---------○

دوسرے دن شہریار ملا تو بہت خوش نظر آ رہا تھا میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "خیریت بہت خوش نظر آ رہے ہو......؟"

"ڈاکٹر سجاد نے ڈی آئی جی صاحب سے شکایت کی تھی مگر اس پر توجہ نہیں دی گئی اور مجھے مکمل اختیارات دے دیئے گئے ہیں کہ اپنے طور پر جس طرح چاہوں تفتیش کروں چار سپاہی کوٹھی پر لگا دیئے گئے ہیں اور انہیں ہر ایک کو چیک کرنے کی ہدایت کر دی ہے۔ اس کے علاوہ ایک ماتحت بھی وہاں لگا دیا ہے جو وائرلیس پر رابطہ رکھے گا......!"

"ویری گڈ مبارک........ اب کیا پروگرام ہے........؟"

"پوری کوٹھی کی تلاشی اور ساری چھان بین' کل کا دن مقرر کیا ہے مگر چیف' ڈائریکشن جاری رہنی چاہئے اکیلا کچھ نہیں کر سکوں گا۔"

"کل کس وقت تلاشی لو گے........؟"

"یہ تم پر منحصر ہے۔"

"میری موجودگی مناسب ہوگی۔"

"بالکل ہوگی' آخر اختیارات کس کام آئیں گے اور پھر تم ایک ذمے دار شخصیت ہو تمہارا اپنا ایک الگ مقام ہے۔"

"کل گیارہ بجے........" میں نے کہا۔

دوسرے دن گیارہ بجے میں کوٹھی پر پہنچ گئی تھی شہریار کچھ فاصلے پر میرا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے کار پولیس کار کے قریب روک دی اور نیچے آئی۔

"عذرا کوٹھی پر موجود نہیں ہے۔" شہریار نے بتایا۔

"اوہ کہاں گئی........؟"

"نو بجے اپنی کار میں بیٹھ کر کہیں گئی ہے ذرا سی غلطی ہوگئی۔"

"کیا........؟"

"خیر کسی کو آنے یا جانے سے روکنے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا لیکن میں نے جبار خان کو کسی کا تعاقب کرنے کی ہدایت نہیں کی تھی وہ عذرا کی خبر گیری کر لیتا تو اچھا تھا۔"

"میرے خیال میں ابھی اس کی ضرورت تو نہیں ہے اب کیا ارادہ ہے........!"

"وہی جو تھا........!"

"تو پھر آؤ" میں نے کہا اور ہم کوٹھی کی طرف بڑھ گئے۔ جبار خان ایک نوجوان تھا اور چہرے سے ذہین اور سخت گیر نظر آتا تھا اس نے شہریار کو سلیوٹ کیا تو وہ جلدی سے بولا:

"اوہ نا بھائی نا........ خواہ مخواہ سرکاری جوتے اور ذاتی ٹانگ کا نقصان کر رہا ہے رہنے دیا کر یہ سب کچھ۔ غلام اور شاہ کو ساتھ لے لے۔" یہ دو کانسٹیبل تھے جو ہمارے ساتھ اندر داخل ہوگئے تھے۔ کوٹھی کے ملازمین کاموں میں مصروف مگر سہمے سہمے تھے شاید پولیس کے چہرے اور چیکنگ سے خوفزدہ تھے........!

"تم سب ایک جگہ جمع ہو جاؤ۔ حمیدہ بیگم کو بھی بلالو۔" شہریار نے کہا اور کچھ دیر کے بعد وہ سب یکجا ہوگئے۔ شہریار نے ان سب کا جائزہ لیا اور پھر ایک ایک سے سوالات کرنے لگا: اس نے ان کے نام مدت ملازمت اور اس سے پہلے کی نوکری کے بارے میں سوالات کئے تھے پھر ایک بوڑھے اور یہاں طویل عرصے سے کام کرنے والے ملازم کو اس نے منتخب کر لیا جس کا نام شبیر بیگ تھا اس کے بعد اس نے حمیدہ بیگم سے کہا۔

"مجھے آپ لوگوں کے بیانات لینا ہیں جو کچھ پوچھا جائے سوچ سمجھ کر اور سچ سچ بتائیے جھوٹ آپ کو مصیبت میں ڈال سکتا ہے۔"

"میں جھوٹ کیوں بولوں گی افسر صاحب........ پوچھئے۔"

"اندر چلو........ اور تم بھی آجاؤ۔" شہریار نے شبیر بیگ کو بھی اشارہ کیا پھر جبار خاں سے بولا۔ "ایک ملازم اور ایک کانسٹیبل کو لے کر تم پوری عمارت کی تلاشی لے لو صرف دو کمرے چھوڑ دینا ایک عذرا بیگم کا اور دوسرا اسرار صاحب کا' دوسرے کانسٹیبل کو ان کمروں کی نگرانی پر چھوڑ دو۔" اندر آکر اس نے ان دونوں سے بیٹھنے کے لئے کہا پھر نرم لہجے میں بولا "حمیدہ بیگم آپ بالکل نہ گھبرائیں دراصل اسرار صاحب کی موت کے سلسلے میں چھان بین ہو رہی ہے ان کے کچھ دوستوں کا خیال ہے کہ ان کی موت حادثہ نہیں بلکہ قتل ہے پولیس اس کے لئے معلومات حاصل کر رہی ہے' آپ پولیس سے تعاون کریں کسی بے گناہ کو نقصان نہیں پہنچے گا........!"

"میں حاضر ہوں جناب........!"

"پہلی بات........ عذرا صاحبہ کہاں گئی ہیں........؟"

"صبح پانچ بجے سے پہلے جاگ گئی تھیں میں نماز کے لئے اٹھتی ہوں میں نے ان کے کمرے میں روشنی دیکھی تو حیران ہو کر وہاں پہنچ گئی دروازہ کھلا ہوا تھا اور وہ اپنے کمرے کی صفائی کر رہی تھیں بلکہ کر چکی تھیں اور اسپرے کر رہی تھیں۔"

"آپ نے ان سے جاگنے کی وجہ پوچھی۔"

"نہیں........ وہ تیز مزاج ہیں اور معمولی سی بات کا برا مان جاتی ہیں۔ مجھ سے انہوں نے چائے مانگی تھی بس اس کے بعد ساڑھے آٹھ بجے ناشتہ کیا اور تیار ہو کر باہر نکل گئیں۔"

"ہماری کل کی آمد کے بارے میں ان سے کوئی بات ہوئی تھی؟"

"میں نے بتایا تھا جناب........!"

"کب........؟"

"کل شام کو پانچ بجے........!"

"انہوں نے کچھ کہا........؟"

"بالکل نہیں خاموش ہوگئی تھیں۔"

"اس کے بعد وہ کیا کرتی رہیں........؟"

"اپنے کمرے میں رہی تھیں........؟"

"کوئی ان کے پاس آیا تھا........؟"

"کوئی نہیں........!"

"آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت وہ کہاں ہوں گیں........؟"

"بالکل نہیں.........!"

"چلئے چھوڑیئے اب آپ مجھے اسرار حسین کے بارے میں بتایئے وہ کیسے انسان تھے.........!"

"وہ انسان نہیں فرشتہ تھے نیک دل' نیک فطرت ہر ایک کے کام آنے والے' کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچانے والے' دونوں بیٹیوں پر جان چھڑکتے تھے حالانکہ بیگم صاحبہ کا انتقال ہو چکا تھا مگر اس کے بعد انہوں نے کبھی کوئی غلط قدم نہ اٹھایا۔ شبیر بیگ ان سے بہت بے تکلف تھا اس نے ایک بار کہا کہ صاحب دوسری شادی کرلو......... ہنس کر بولے شبیر بیگ جوان بچیوں کا باپ ہوں اب ان کی شادی کروں گا ان کی بات کرو.........!"

"بیگم صاحبہ کے انتقال کو کتنا عرصہ گزرا؟؟"

"اب تو کوئی آٹھ سال ہوگئے صاحب.........!"

"کیا ہوگیا تھا انہیں.........؟"

"نمونیہ بگڑ گیا تھا.........!"

"لڑکیاں تو سمجھدار ہوں گی۔"

"آٹھ سال پہلے کی بات ہے۔"

"شوگر کے مریض تھے.........؟"

"خاندانی......... ان کے باپ دادا کو بھی تھی۔"

"صحت کیسی تھی.........؟"

"زیادہ خراب نہیں تھی بس پرہیز نہیں کرتے تھے کبھی کبھی حالت بگڑ جاتی تھی........."

"کچھ پریشان رہتے تھے؟"

"ظاہر میں تو نہیں......... مگر پریشانیاں کسے نہیں ہوتیں۔" حمیدہ نے بتایا۔

"جس دن ان کا انتقال ہوا اس دن کیا کیفیت تھی.........؟"

"ہمیشہ کی طرح تھے کوئی خاص بات نہیں تھی۔"

"دونوں لڑکیوں پر اس موت کے کیا اثرات مرتب ہوئے؟"

"زاہدہ بی بی بڑی تھیں انہوں نے بات دل پر لے لی اور یہی وجہ ان کی موت کا باعث بنی۔ عذرا بی بی نے رو رو کر آسمان سر پر اٹھالیا تھا اور کئی دن تک ان کی حالت خراب رہی تھی۔"

"عذرا کو نشے کی عادت کب سے پڑی؟"

"صحیح بات تو نہیں معلوم مگر تین ساڑھے تین سال پہلے اس کا انکشاف ہوا۔"

"کوئی علاج وغیرہ نہیں کرایا گیا؟"

"ڈاکٹر سجاد نے بہت علاج کیا مگر.........!"

"لڑکیوں کے دوست وغیرہ بھی ہوں گے.........؟" میں نے پوچھا اس سوال پر حمیدہ کچھ خاموش ہوئی پھر بولی۔

"زاہدہ بی بی کے ایک دوست تھے جمال میاں' سنا تھا اسرار صاحب زاہدہ بی بی کی شادی ان سے کرنا چاہتے تھے مگر پھر نہ جانے کیوں دونوں کے تعلقات خراب ہوگئے اور یہ سلسلہ ختم ہوگیا........."

"جمال میاں کے بارے میں کچھ اور تفصیل بتاؤ۔"

"قسم کھا رہی ہوں مجھے نہیں معلوم......... اس کے بارے میں زمرد سب کچھ جانتی تھی.........؟"

"زمرد.........؟"

"ہاں......... ایک بری لڑکی تھی' زاہدہ بی بی کی دوست مگر......... وہ اس قابل نہیں تھی کہ شریف لڑکیاں اس سے دوستی کرتیں۔ عجیب سی تھی کوئی سرپرست نہیں تھا اس کا مگر عیش کرتی تھی خود زاہدہ بی بی اسے بڑی بڑی رقمیں دیتی تھیں۔"

"اس کا پتہ معلوم ہے۔"

"کوئنز اسکوائر میں اس کا فلیٹ ہے نمبر شاید اے انیس ہے۔ زاہدہ بی بی نے دو تین بار مجھے وہاں بھیجا تھا اکیلی رہتی ہے وہ اس فلیٹ میں۔"

ملازم شبیر بھی اس سے زیادہ کچھ نہیں بتا سکا پھر اس کے بعد ہم نے مل کر دونوں کمروں کی تلاشی لی۔ عذرا کے کمرے میں داخل ہوتے ہی اندازہ ہوگیا تھا کہ اب وہ بدبو وہاں نہیں ہے۔ الماری کھول کر تصدیق کرلی گئی صندل کا بکس غائب تھا۔ اسرار حسین کے کمرے سے کوئی خاص چیز برآمد نہیں ہوئی تھی چنانچہ یہاں کا کام ختم ہوگیا وہاں سے واپسی پر ہم لوگوں نے پھر ایک ہوٹل میں لنچ کیا اور اس موضوع پر گفتگو کرنے لگے۔

"بڑا دلچسپ کیس ہے یہ اور بے شمار نکتے ہیں بہت سے کردار ہیں بس ایک الجھن ہے جس کا حل نہیں ملتا.........!"

"کیا.........؟" شہریار نے پوچھا۔

"وہ کون ہے جس نے ان اموات پر قتل کا شبہ ظاہر کیا ہے......... یہ معلوم ہونا ضروری ہے اگر تمہاری پوزیشن خراب ہونے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں براہ راست فخری صاحب سے مل کر یہ سوال کرلیتی.........!"

"کرلو.........! مجھے اعتراض نہیں ہے۔"

"نہیں بھئی اصولاً یہ غلط ہے' بہرحال بعد میں سہی اب کیا پروگرام ہے.........؟"

"کوئی خاص نہیں.........! آج کل اس کام کے علاوہ اور کوئی کام نہیں ہے ویسے صاحب خان کے پاس جاؤں گا اور ہاں زمرد کے سلسلے میں کیا سوچا.........!"

"چلنے لگے ہو میں یہی اندازہ کر رہی تھی۔"

"تم دو قدم آگے بڑھ آؤ تو دوڑنے لگوں گا دیکھ لینا.........!"

"دن میں کتنی بار تم یہ جملہ کہتے ہو جبکہ میں کہہ چکی ہوں کہ ابھی اس کے دور دور تک امکانات نہیں ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ آئندہ اس وقت تک تم مجھے اس موضوع پر بور نہیں کرو گے۔ جب تک میں نہ کہوں۔"

"شادی کے بعد نہ جانے کیا ہوگا........." شہریار نے مسخرے پن سے کہا پھر جلدی سے بولا "یہ بات میں خود سے کہہ رہا ہوں۔"

"زمرد سے ملاقات کرلوں گی اور تم سے شام کو ملاقات ہوگی چنانچہ اب روانگی.........!"

شہریار کو چھوڑ کر میں نے کار آگے بڑھا دی۔ دماغ گھوم رہا تھا اور میں اس پیچیدہ کہانی کی گتھیاں سلجھانے میں مصروف تھی۔ کوئنز اسکوائر کے سامنے کار روک کر میں نے اس عمارت کا جائزہ لیا خوبصورت فلیٹ تھے اور یقیناً یہاں رہنے والے صاحب حیثیت لوگ ہوں گے۔ اے انیس نمبر فلیٹ کے سامنے رک کر میں نے بیل بٹن پر انگلی رکھ دی۔ جس لڑکی نے دروازہ کھولا وہ سو فیصد زمرد تھی۔ حمیدہ نے جو نقشہ کھینچا تھا وہ اس پر پوری اترتی تھی۔ بھرے بھرے بدن کی مالک چہرہ پرکشش تھا' آنکھیں بے حد جاندار......... اس وقت بھی پورے میک اپ میں تھی لباس بے حد فیشن ایبل تھا۔

"مس زمرد.........!" میں نے پوچھا۔

"جی......... میں ہوں......... فرمائیے.........؟"

"معاف کیجئے گا مس زمرد مجھے آپ سے ایک اہم سلسلے میں گفتگو کرنی ہے کچھ وقت دے سکیں گی آپ مجھے۔"

"اندر آیئے ہمارا تعارف تو نہیں ہے۔" اس نے پیچھے ہٹ کر کہا۔

"میرا نام لبنیٰ غضنفر ہے ایک روزنامے سے منسلک ہوں اور پولیس کے ساتھ مل کر بھی کام کرتی ہوں۔"

"اوہ تب تو آپ بے حد خطرناک ہیں' مجھ سے کیا کام آ پڑا آپ کو۔" اس نے مجھے ڈرائنگ روم میں بٹھاتے ہوئے کہا۔ ڈرائنگ روم انتہائی قیمتی ساز و سامان سے آراستہ تھا ہر چیز نہایت قیمتی تھی۔

"میں آپ سے زاہدہ کی موت کے بارے میں معلوم کرنا چاہتی ہوں۔"

"آہ! بے چاری زاہدہ......... باپ کی موت برداشت نہ کرسکی عجیب سے پریشان کن حالات کا شکار ہوگئی تھی۔ ان حالات نے اسے دل کا مریض بنا دیا اور پہلا ہی دورہ جان لیوا ثابت ہوا مگر اس سلسلے میں آپ کو معلومات کی ضرورت کیوں پیش آگئی۔"

"زاہدہ کی موت کے بارے میں پولیس کو شبہ ہے کہ وہ قدرتی نہیں تھی اس کے بارے

میں چھان بین ہو رہی ہے۔" میرے ان الفاظ پر وہ نمایاں طور پر چونکی تھی پھر اچانک اس کا رویہ بدل گیا اس نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھ کر کہا۔

"اچانک پولیس کو یہ شبہ کیسے ہوا.........؟"

"یقیناً اس کی کوئی وجہ ہوگی مجھے یقین ہے کہ تم اس سلسلے میں پولیس سے بہترین تعاون کرو گی۔"

"مجھے ایسے جھگڑوں میں پڑنے کا کوئی شوق نہیں ہے' وہ میری دوست تھی اور بس......... اس دنیا میں نہ رہی یہ اللہ کی مرضی تھی باقی کیا ہے میں نہیں جانتی۔"

"اس کے باوجود تمہیں اس بارے میں معلومات فراہم کرنا ہوں گی۔"

"زبردستی ہے.........؟"

"نہیں......... لیکن پولیس سے تعاون تو کرنا ہوتا ہے........."

"اس کا فیصلہ بعد میں کروں گی.........!"

"کیا مطلب.........؟"

"مطلب یہ کہ جب پولیس مجھ سے براہ راست سوال کرے گی تو مجھے جو کچھ معلوم ہے بتا دوں گی۔"

"بہتر ہے مجھے یہ معلومات فراہم کرکے پولیس کے سوالات سے بچ جاؤ۔"

"میں مجرم تو نہیں ہوں کہ پولیس سے ڈروں اور پھر......... بہرحال میں معافی چاہتی ہوں اس سلسلے میں تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکوں گی۔"

"تمہاری مرضی ہے بعد میں تمہیں مجھ سے تعاون نہ کرنے پر افسوس ہوگا۔"

"دھمکی دے رہی ہو.........؟"

"ہرگز نہیں ایک دوست کی حیثیت سے کہہ رہی ہوں۔"

"زبردستی دوست بن رہی ہو کمال ہے خیر تمہیں صرف اتنا بتا رہی ہوں کہ میرے سلسلے میں ہوشیار رہنا نرم چارہ نہ پاؤ گی اس کے بعد تمہارا یہاں سے اٹھ جانا بہتر ہے.........!"

"بے حد شکریہ.........!" میں اٹھ گئی اور یقینی طور پر اب یہاں رکنا بیکار تھا چنانچہ میں دروازے سے باہر نکل آئی۔ میرے دل میں کوئی غم و غصہ نہیں تھا لیکن میں اس کے بارے میں سوچ ضرور رہی تھی۔ اس کے یہ ٹھاٹ باٹ اس کا انداز کچھ اہمیت رکھتا ہے۔

○---------☆---------○

شہریار نے شام کو ایک اور انکشاف کیا۔ عذرا نے ابراہیم فضلی ایڈووکیٹ کے ساتھ ڈی آئی جی حامد فخری سے ملاقات کی ہے۔ ابراہیم فضلی بہت بڑے اور نامی گرامی وکیل ہیں اور ڈی آئی جی صاحب سے ان کے گہرے مراسم ہیں۔ فضلی صاحب نے کچھ ناخوشگوار سرگرمیوں کی شکایت کی ہے اور اس کی وجہ پوچھی ہے۔

"گڈ....... تمہیں کیسے معلوم.......؟"

"طلبی ہوئی تھی۔"

"کیا کہا فخری صاحب نے.......؟"

"بڑی ہمت بندھائی ہے اور کہا ہے کہ کام جاری رکھا جائے بس ذرا قانونی معاملات کا خیال رکھا جائے۔ ساتھ ہی یہ خصوصی اجازت نامہ بھی دیا ہے۔" شہریار نے ایک سرکلر مجھے دکھایا جس میں پورے شہر کے تھانوں کو ہدایت جاری کی گئی تھی کہ سپیشل برانچ کے انسپکٹر شہریار کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ کسی بھی علاقے میں قانونی امور کی انجام دہی کر سکتا ہے اور علاقے کی پولیس کو اس سے تعاون کرنا ہوگا۔ اس سے متعلق کوئی بھی شکایت صرف ڈی آئی جی صاحب سے کی جائے دوسرے کسی فرد کو کوئی کاروائی کا حق نہ ہوگا.......! میں اس سرکلر کو پڑھ کر خوشی سے اچھل پڑی تھی۔

"یہ تو بڑے اعزاز کی بات ہے۔"

"ہے تو سہی.......!"

"اور تم اب بھی شاعر بنے ہوئے ہو.......!"

"نہیں اب تو پولیس والا بننے کو جی چاہ رہا ہے.......!"

"فوراً بن جاؤ تمہارے راستے کشادہ ہو رہے ہیں بہرحال ڈی آئی جی صاحب نے فضلی صاحب سے کیا کہا.......؟"

"انہوں نے بتا دیا ہے کہ اسرار حسین اور ان کی بیٹی کی موت کو مشکوک قرار دیا گیا ہے اور اس سلسلے میں تحقیقات ہو رہی ہے۔ انہوں نے الٹا سوال کر دیا کہ اس سلسلے میں عذرا کو کیا تشویش ہے جس کے جواب میں فضلی صاحب نے بتایا کہ یہ بچی بس پولیس کی سرگرمیوں سے پریشان ہو گئی ہے کیونکہ وہ تنہا ہے اور کسی کی سرپرستی سے محروم ہے۔ فضلی صاحب نے یہ بھی بتایا ہے کہ عذرا کے فیملی ڈاکٹر' ڈاکٹر سجاد نے فضلی صاحب کو عذرا کے مفادات کی نگرانی کی ذمے داری دیدی ہے کیونکہ ان کے خیال میں عذرا کی صحت مشکوک ہے اور اسے کوئی نقصان پہنچ سکتا ہے۔"

"تم نے ڈی آئی جی صاحب کو کچھ بتایا.......؟"

"ہاں صرف اتنا کہ عذرا منشیات کی عادی ہے۔"

"کچھ بولے.......؟"

"کہنے لگے ڈاکٹر کو اصل تشویش اسی سلسلے میں ہونی چاہئے تھی بہرحال ڈاکٹر سجاد پر نگاہ رکھی جائے۔ انہوں نے تحقیق کے لئے نفری بڑھانے کی اجازت بھی دی ہے۔"

"زندہ باد شہریار' زندہ باد....... تمہاری اہمیت تسلیم کی جا رہی ہے۔" میں نے مسرت سے کہا۔

"آہ! زباں بندی کر دی گئی ہے ورنہ کچھ کہتے۔ مائل کے اشعار پر تو پابندی نہیں ہے وہ تو تمہیں پسند تھے.......!"

"اس وقت نہیں یہاں سے جلدی اٹھیں گے۔"

"کوئی خاص بات.......؟"

"ہاں زمرد سرکشی کر رہی ہے اس کی زبان کھولنا ضروری ہے۔"

"ملیں اس سے.......؟"

"ہاں.......!" میں نے زمرد سے ملاقات کی تفصیل بتا دی اور شہریار نے غصیلے لہجے میں کہا "فکر ہی نہ کرو' ورکشاپ لے آتے ہیں سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"اوہ پھر وہی جنگلی پن....... اسے زبان کھولنے پر آمادہ کرتے ہیں جاؤ بل ادا کرو.......!"

کچھ دیر کے بعد ہم کوئنز اسکوائر پہنچ گئے۔ میں نے گاڑی پارک کی اور ہم دونوں فلیٹ نمبر انیس پہنچ گئے میں نے بٹن پر انگلی رکھ دی' ایک بار' دو بار' تین بار مگر اندر کوئی آواز نہ سنائی دی تھی اتفاق سے شہریار کے ہاتھ کا دباؤ دروازے پر پڑ گیا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا اس نے چونک کر مجھے دیکھا اور میں خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی.......

"آؤ!" شہریار نے کہا اور ہم اندر داخل ہو گئے فلیٹ تاریک پڑا ہوا تھا ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ شہریار دیواروں پر سوئچ تلاش کرنے لگا اور کامیاب ہو گیا۔ روشنی ہو گئی تھی۔

"وہ ڈرائنگ روم ہے۔" میں نے ایک طرف اشارہ کیا ڈرائنگ روم خالی تھا دوسرے کمرے دیکھے گئے پھر بیڈ روم کا دروازہ کھول کر ہم اندر داخل ہو گئے یہاں بھی روشنی کر دی گئی تھی۔ بیڈ روم بھی خالی تھا البتہ اٹیچ باتھ کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ شہریار محتاط انداز میں اس طرف بڑھا اور اس نے اندر روشنی کر دی پھر اس کے منہ سے ہلکی سی آواز نکل گئی۔

"کیا ہے.......؟" میں نے پوچھا۔

"آؤ دیکھ لو......." وہ بولا اور میں دھڑکتے دل کے ساتھ اندر داخل ہو گئی اور میں نے بھی وہ بھیانک منظر دیکھ لیا۔ باتھ روم کے مرمریں ٹب میں پانی بھرا ہوا تھا اور زمرد کی لاش اس میں تیر رہی تھی اس کا چہرہ بے حد خوفناک ہو گیا تھا اور آنکھیں دہشت زدہ انداز میں کھلی ہوئی تھیں.......

ہم دونوں سکتے کے عالم میں زمرد کی لاش دیکھتے رہے پھر شہریار نے گہری سانس لے کر کہا۔

"کھیل شروع ہو گیا ہے۔"

"ہاں" میں آہستہ بولی۔

"تمہارا کیا خیال ہے یہ اسی سلسلے میں قتل کی گئی ہے؟"

"فی الحال اس کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ یہ کام کی چیز تھی۔ برا ہوا ہمیں پہلے ہی اس پر توجہ دینی چاہئے تھی۔"

"اس کی موت پر میں تبصرہ نہیں کروں گی لیکن کام میری وجہ سے بگڑا مجھ سے ملاقات کے بعد اس نے کسی سے اس سلسلے میں رجوع کیا اور اس کے ہمدرد نے اسے نجات دلا دی مگر اس سے ایک اندازہ ضرور ہوگیا وہ یہ کہ اس سلسلے کی تفتیش شروع ہونے سے متعلقہ لوگ جاگ گئے ہیں اور اس کی اس موت سے ان کی شخصیت کے بارے میں بھی علم ہوگیا۔ وہ کسی راز کے فاش ہونے کے خوف سے کسی کو باآسانی قتل کرسکتے ہیں۔"

"میں سوچ رہا ہوں کیوں نہ لگے ہاتھوں فلیٹ کی تلاشی لے ڈالی جائے۔ جانتی ہو علاقہ کونسا ہے یہ۔"

"کیا مطلب.........؟"

"یہ علاقہ صاحب خان کے تھانے میں آتا ہے۔"

"اوہ" میں ہنس پڑی۔ اس تصور سے ہی ہنسی آگئی تھی کہ اب صاحب خان کو اطلاع دینا ہوگی۔

فلیٹ کی تلاشی میں کوئی ایسی چیز نہیں ملی تھی جو کارآمد ہوتی۔ بس یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ زمرد مالی طور پر آسودہ زندگی گزار رہی تھی اور اس کے پاس کافی زیورات وغیرہ تھے۔ فلیٹ میں فون موجود تھا چنانچہ یہیں سے صاحب خان کو اطلاع دی گئی۔ صاحب خان ضروری عملے کے ساتھ آگیا تھا۔ اس نے ہم دونوں کو گھورتے ہوئے کہا۔

"او مجھے پہلے ہی اندازہ تھا کہ تم دونوں نچلے کہاں بیٹھو گے شروع ہوگیا دھندہ۔ او بی بی کہیں تم اسے ڈی ایس پی بنانے کے چکر میں خود ہی قتل و غارت گری نہ شروع کر دینا۔"

"آپ مجھے ایسا سمجھتے ہیں خان صاحب؟"

"سمجھتے تو نہیں ہیں مگر کیا یہ قتل ہمارے ہی علاقے میں ہونا چاہئے تھا کون ہے یہ بی بی اور اسے کس نے مارا؟"

"مختصر تفصیل ہم بتائے دیتے ہیں باقی کام آپ کو کرنا ہوگا۔" میں نے کہا اور پھر اسرار کیس کے بارے میں صاحب خان کو پوری تفصیل بتا دی گئی۔ صاحب خان چونک پڑا تھا اس نے کہا۔

"جانتے ہو یہ کیس کس نے اوپن کرایا ہے۔"

"آپ جانتے ہیں خان صاحب؟" میں نے سرسراتی آواز میں کہا۔

"سو فیصد جانتے ہیں اس شخصیت کا نام ہے دلاور شیخ' سنا ہے اس کا نام شیخ انٹرنیشنل کا مالک۔ اتفاق سے یہ بات ہمیں معلوم ہوگئی تھی تفصیل بعد میں بتا دیں گے یہ بھی بتا دیں کہ وہ

ڈی آئی جی صاحب کا بچپن کا دوست ہے۔ اچھا اب کام کرنے دو!" صاحب خاں کے ساتھ ہم بھی مصروف ہوگئے تھے۔ فنگر پرنٹس اور موقع کی تصویر کشی شروع ہوگئی۔ کچھ دیر پڑوسیوں کو بھی طلب کرلیا گیا تھا۔ مگر پڑوسیوں کے بیانات سے کچھ نہیں معلوم ہوسکا تھا۔ سوائے ایک نیلے رنگ کی ہنڈا اکارڈ کے بارے میں جو اکثر زمرد کو لینے آتی تھی۔ ویسے تمام لوگوں کا ایک ہی کہنا تھا وہ یہ کہ زمرد اچھی عورت نہیں تھی۔ اس کا کردار مشکوک تھا۔ بلڈنگ میں اس کا کسی سے ملنا جلنا نہیں تھا۔ پھر صاحب خان نے لاش اٹھوا دی اور وہاں ڈیوٹی لگوا دی۔ نیچے اتر کر اس نے کہا۔

"لیکن بی بی کہیں اپنے اخبار میں اپنا نام نہ چھاپ دینا۔ مناسب نہیں ہوگا ہم رجسٹر میں صرف شہریار کا نام لکھیں گے۔"

"بے حد شکریہ صاحب خان صاحب......"

میں نے کہا صاحب خان کا مقصد میں سمجھ گئی تھی۔ ظاہر ہے شہریار کے ساتھ ایسے معاملات میں موجود ہونا قانونی طور پر غلط تھا اور پھر ظاہر ہے ابھی اخبار میں چھاپنے والی کوئی چیز بھی نہیں تھی۔ صاحب خان وہاں سے چلا گیا اور میں شہریار کے ساتھ کار میں آبیٹھی۔ کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھاتے ہوئے میں نے کہا۔ "ویسے یہ غلط ہوگیا بڑے کام کی لڑکی ماری گئی اگر کوئی اور انداز اختیار کیا جاتا تو اس کے سلسلے میں شاید اس سے کچھ کام کی باتیں معلوم ہو جاتیں۔"

"ہاں جو ہونا تھا ہوگیا لیکن اس قتل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ معاملہ کس نوعیت کا ہے۔ یہ کیس ذرا مختلف ہے اور واقعات تند و تیز ہیں۔ چنانچہ اس پر کام کرتے ہوئے اردگرد کا بھی خیال رکھنا پڑے گا۔"

"شیخ انٹرنیشنل کے بارے میں کچھ جانتی ہو؟"

"بالکل نہیں' تمہیں معلومات ہیں۔"

"ہاں دلاور شیخ زبردست اور بااثر آدمی ہے۔ درجنوں کاروبار پھیلا رکھے ہیں اس نے' بڑا اثر و رسوخ والا ہے اور ملکی سیاست میں بھی ایک مقام رکھتا ہے۔ افسران اور بعض وزراء سے بھی اس کے تعلقات ہیں۔"

"خوب..... شاید ڈی آئی جی صاحب نے اسی لئے اس کا نام صیغہ راز میں رکھا ہے۔"

"ہمیشہ صیغہ راز میں رہے گا اس کا اشارہ ہی کافی تھا۔ میرا خیال ہے اس معاملے میں اگر خدا نہ چاہے گا تو اس کا نام کبھی سامنے نہ آئے گا۔ صاحب خان کو بھی بس اتفاق سے ہی یہ معمول ہوگیا ہوگا۔"

"پوچھنا ضرور اس سے' اس کا ذریعہ معلومات کیا تھا۔ بہرحال اس طرح اس مسئلے میں کام کرنے کے لئے کافی مواد مل گیا ہے۔ اگر ایسا کوئی شخص اس موت کو قتل ثابت کرنا چاہتا ہے تو پھر قاتل بھی اسی معیار کا شخص ہوگا جس کی طرف دلاور بے دھڑک اشارہ نہیں کرسکتا۔" میں

نے کہا اور شہریار اچھل پڑا۔

"میرے خدا واقعی بڑے پتے کی بات ہے۔

"ایک بات اور کہوں۔"

"کہو یار تم سے تو اب ڈر لگنے لگا ہے بہت خطرناک ذہن رکھتی ہو۔"

"ان الفاظ سے تم اونچی چھلانگیں نہ لگانے لگنا۔ کام نیچے نیچے جاری رہنا چاہئے صرف ذہنی چھلانگ لگا سکتے ہو۔"

"کیا مطلب ہے؟"

"جس انداز میں کام شروع کیا ہے اسی طرح جاری رہنے دینا۔ اگر یہ بات ظاہر ہوگئی کہ تم کس نہج پر سوچ رہے ہو تو پھر رکاوٹیں بلند ہو جائیں گی۔ اس کا تمہیں بخوبی اندازہ ہوگیا ہوگا کہ ابھی سے کام شروع کرتے ہی وہ لوگ ہماری طرف متوجہ ہوگئے۔ وہ آئندہ بھی ہوشیار رہیں گے۔"

"سمجھ رہا ہوں، مگر تمہاری رہنمائی کے ذریعہ بہت کچھ کرلوں گا۔"

"کل تم سے اس موضوع پر بات ہوگی۔ اپنے طور پر سمجھ کر ہی آئندہ کا لائحہ عمل طے کروں گی۔"

اس رات میں نے معمولات سے جلدی فراغت حاصل کی اور اپنی خواب گاہ میں داخل ہوکر اس سلسلے میں سر کھپانے لگی۔ شہریار کی اس بات سے میں اتفاق کرتی تھی کہ اب اس کیس کی نوعیت متعین ہوگئی تھی۔ بعض اموات خواہ مخواہ مشکوک ہو جاتی ہیں حالانکہ کوئی معاملہ نہیں ہوتا لیکن ان دونوں اموات کے سلسلے میں ایسا نہیں تھا۔ تھوڑی سی کوشش ہوئی تھی اور کسی نامعلوم جگہ گھنٹی بج گئی تھی اور گھنٹی بجتے ہی کام بھی شروع ہوگیا تھا وہ بھی یکایک خوفناک طریقے سے جس سے یہ علم ہوگیا تھا کہ بات اونچے پیمانے کی ہے۔ سلسلہ شروع ہوا تھا اسرار حسین کی موت سے، کاروباری تھے، دولت مند تھے، دو بیٹیوں کے باپ تھے۔ موت حادثے سے ہوئی اور اس کا جواز موجود تھا۔ باپ کی موت کے ایک ماہ کے بعد بڑی بیٹی چل بسی، دل کا دورہ جس کی پہلے علامات نہ تھیں دوسری بیٹی رہ گئی۔ منشیات کی مریضہ، تین سال سے کوئی کچھ نہ کرسکا تھا ڈاکٹر سجاد، اس خاندان کا نمک خوار، وہ جسے کسی مشکل میں فون کرکے بلایا جاسکتا ہے، آخر حمیدہ نے اسے ہی کیوں بلایا؟ حمیدہ، عذرا کی نگراں۔ ڈاکٹر سجاد سے متعلق اور متاثر، عذرا۔ ہوش آنے کے بعد وہ نارمل ہوتی ہے اور وہ عجیب چیزیں غائب کرسکتی ہے، مشکل کردار، ایسی غلیظ چیزیں اس نے اس احتیاط سے کیوں رکھی ہوئی تھیں اور پھر ایک انسانی انگلی بھی اس میں تھی، کس کی؟ زمرد اور جمال میاں اور بقول صاحب خان کے دلاور شیخ، تب سے رابطے ٹوٹے ہوئے تھے ان سب کو جوڑنا ضروری ہے مگر کس طرح؟ شہریار کو ایک لائحہ عمل دینا ہوگا ابھی

کیا ہے، گھبرا جائے گا۔ معاملہ مشکل ہے بہت مشکل۔ آسان بات یہ تھی کہ ڈی آئی جی صاحب کا بھرپور تعاون حاصل تھا اور کام باآسانی کیا جاسکتا تھا۔ میں بہت دیر تک سوچتی رہی اور اندازہ ہوگیا کہ رفتار سست رکھنا ہوگی۔ تیز رفتاری مخالف سمت کا عمل بھی تیز کردے گی اور راستے بند ہو جائیں گے۔ چنانچہ بہت غور کرنے کے بعد ایک نکتے پر انگلی رکھی۔ یہ ایک نام تھا بشیر بیگ، وہ ملازم جو کوٹھی میں کام کرتا نظر آیا تھا دوسرا کام مجھے خود کرنا تھا اور اسی وقت کرنا تھا۔ چنانچہ میں نے فون اٹھا کر قریب رکھا اور عرشی صاحب کے نمبر ڈائل کرنے لگی۔ حالانکہ رات کا وقت تھا اور اس وقت کسی شریف آدمی کو فون کرنا اچھی بات نہیں تھی لیکن تکلف بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ جب عرشی صاحب فون پر آگئے تو میں نے کہا۔

"یقیناً اس وقت آپ کو فون کرنا مناسب نہیں تھا اس لئے پہلے معذرت قبول فرمائیے۔"

"کون ہیں آپ، میں پہچانا نہیں۔"

"شرمسار لبنیٰ غضنفر۔"

"اوہو، اچھا، میزان۔"

"جی" میں نے ہنس کر کہا۔

"شکایت ہے تم سے، اس کے بعد رخ ہی نہیں کیا ہماری طرف۔"

"طلبی کی منتظر رہی۔"

"کسی بھی وقت آجاؤ۔ سناؤ کیسی ہو اور اس وقت فون کیوں کیا ہے؟"

"بالکل ٹھیک ہوں اور فون ایک کام سے کیا ہے۔"

"بے تکلفی سے بتاؤ۔"

"یہ ابراہیم فضلی صاحب ہیں، ایڈووکیٹ آپ سے کیسے مراسم ہیں؟"

"بہت اچھے، بڑا نام ہے، خیریت؟"

"ان سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"کوئی خاص بات ہے۔"

"جی ہاں! ایک مسئلے میں کچھ معلومات حاصل کرنی ہیں۔ آپ کی سفارش چاہتی ہوں۔"

"کمال ہے کسر نفسی کی انتہا، تمہاری شخصیت معمولی تو نہیں ہے۔ میزان نے اچھے اچھوں کے حوصلے پست کر دیئے ہیں اور میرا خیال ہے یہ شخص خود کو ترازو کے پلڑے کے قریب محسوس کرتا ہے۔ میرا مطلب ہے کہ اگر تم خود بھی ان سے بات کرلیتیں تو یہ مشکل نہ ہوتا تاہم یہ میری ذمے داری ہے، تو میں ابھی انہیں رنگ کئے دیتا ہوں۔ کیا کہوں۔"

"بس کل کسی بھی وقت تھوڑا سا وقت درکار ہے۔"

"میں ابھی بات کرتا ہوں۔"

"میں انتظار کروں۔"

"بالکل" عرشی صاحب نے کہا اور فون بند کر دیا۔ میں ان کی باتوں پر غور کرتی رہی اور پھر گھنٹی بجی تو میں نے ریسیور اٹھا لیا۔ عرشی صاحب کی آواز سنائی دی۔ "کل ساڑھے دس بجے، اپنے آفس میں تمہارا انتظار کریں گے۔ ان کا آفس نکلسن روڈ پر این اسکوائر میں ہے' ایک، چھپن این سکوائر..." میں نے عرشی صاحب کا شکریہ ادا کیا اور رسمی گفتگو کے بعد فون بند کر دیا بشیر بیگ کے سلسلے میں بھی میں نے اسی وقت شہریار کو فون کر لینا مناسب سمجھا تھا۔ گھنٹی دیر تک بجتی رہی تھی پھر شہریار کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی تھی۔

"محکمہ خفیہ کے پولیس انسپکٹر کے لئے اتنی گہری نیند جائز نہیں ہوتی۔"

"ارے ہم اسکیمولینڈ سے واپس آگئے۔" شہریار میری آواز پہچان گیا تھا۔

"اسکیمولینڈ....؟" میں نے ہنس کر کہا۔

"اوہ..... آہ۔ خواب دیکھ رہا تھا شاید' تم سمور کے لمبے کوٹ میں لپٹی ہوئی نائیلون کی کوئی خوبصورت گڑیا لگ رہی تھیں جس پر میڈ ان جاپان لکھا ہوتا ہے۔ ہم برف زاروں میں قلانچیں بھر رہے تھے اور فضا میں کیٹس کے نغمے گونج رہے تھے مگر..... یہ نہ ہو سکا اور اب یہ عالم ہے۔"

"کہ نزلے سے ناک بہہ رہی ہے۔ برفانی علاقوں میں نہ گھوما کرو کہ اب تم شاعر نہیں پولیس آفیسر ہو۔"

"مگر یہ فون..... سمجھ گیا۔ نیند نہ آ رہی ہوگی۔" شہریار نے کہا۔

"ظاہر ہے ہیرو کی انٹری ہو چکی ہے مگر وہ صرف خواب دیکھ رہا ہے لگتا ہے پوری فلم خواب میں گزر جائے گی۔ ایسی کہانیاں بھی ہوتی ہیں۔"

"ارے' خدا نہ کرے۔ کیسی باتیں کر رہی ہو' کمال ہے۔ کون نامعقول سو رہا تھا جلدی بتاؤ کیا بات ہے؟"

"کوئی خاص بات نہیں' کل صبح اسرار حسین کی کوٹھی سے بشیر بیگ کو اٹھا لو اور اس سے معلومات حاصل کرو۔ بشیر بیگ یاد ہے۔"

"سو فیصد یاد ہے' معلومات کے لئے کچھ اشارے۔"

"ہاں زمرد تو راستے سے ہٹا دی گئی۔ وہ آدمی سمجھدار ہے مگر احتیاط سے۔ اس بار مقابلہ سخت ہے۔"

"اطمینان رکھو...... ورکشاپ لے جا سکتا ہوں اسے۔"

"میرے خیال میں ضرورت نہ ہوگی' ہاں کوئی گڑبڑ نہ ہو دیکھ لینا۔ ویسے میرے خیال میں اسے دو چار دن رکھ لو تاکہ بے چارے کی زندگی خطرے میں نہ پڑ جائے۔"

"او کے چیف۔ اور کوئی کام....."

"سو جاؤ!" میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔

O--------☆--------O

ابراہیم فضلی کا پتہ تلاش کرنے میں کوئی دقت پیش نہ آئی اور میں ان کے شاندار آفس کے دروازے پر پہنچ گئی' بڑے سے ہال میں اس وقت چپڑاسی کے علاوہ اور کوئی موجود نہیں تھا۔ چند میزیں لگی ہوئی تھیں جو خالی تھیں' لیکن ان پر فائل اور کاغذات رکھے ہوئے تھے۔ سامنے ہی ایک خوبصورت شیشے کا کیبن نظر آ رہا تھا۔ جس کے دوسری جانب وسیع و عریض میز کے پیچھے ابراہیم فضلی صاحب تشریف فرما تھے۔ ویسے آفس درحقیقت بہت ہی خوبصورت بنایا گیا تھا' مجھے اندر پہنچا دیا گیا اور ابراہیم فضلی صاحب نے مجھے سرد نگاہوں سے دیکھا' بھاری بھرکم شخصیت تھی ان کی اور کافی رعب دار لگتے تھے' لیکن انداز میں وہ خوبی نہیں تھی' جو عرشی صاحب کی شخصیت میں پائی جاتی تھی۔ بہرطور میں نے انہیں سلام کیا اور انہوں نے صرف گردن خم کر کے جواب دیا اور کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں شکریہ ادا کر کے بیٹھ گئی تو انہوں نے بھاری لہجے میں کہا۔ "جی فرمایئے۔"

"میرے بارے میں....." میں نے کہنا چاہا تو فضلی صاحب نے درمیان ہی سے میری بات کاٹ دی۔

"جی ہاں' عرشی صاحب بتا چکے ہیں۔ فرمایئے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

بڑی خشک طبیعت کا آدمی معلوم ہوتا تھا لہجے میں ذرا برابر لچک نہیں تھی لیکن میں بھی ہر قسم کے لوگوں کو ہینڈل کرنا جانتی تھی۔ سو میں نے کہا۔

"میں آپ کی ایک کلائنٹ عذرا حسین کے بارے میں معلوم کرنا چاہتی ہوں؟"

"جی فرمایئے' کیا معلوم کرنا چاہتی ہیں آپ۔" لہجے میں اب بھی کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی تھی۔ نہ ہی چہرے کے تاثرات میں کوئی فرق آیا تھا۔

"کچھ عرصے پہلے اس کے والد اسرار حسین اور اس کے بعد اس کی بہن زاہدہ کا انتقال ہو گیا' اس سلسلے میں چند روز پہلے پولیس نے اس کیس کو نئے سرے سے شروع کیا ہے' پولیس کا خیال ہے کہ اسرار حسین صاحب حادثاتی موت کا شکار نہیں ہوئے بلکہ انہیں قتل کیا گیا ہے اور یہی کچھ تصور زاہدہ کے بارے میں ہے۔ میں نے سنا ہے فضلی صاحب کہ آپ عذرا کی پیروی کر رہے ہیں اور اس کیس کو دوبارہ شروع کرنے پر معترض ہیں؟"

"پہلا سوال تو میں آپ سے یہ کروں گا بی بی کہ آپ کو اس معاملے سے کیا دلچسپی ہے؟"

"شاید عرشی صاحب نے آپ سے میرا مکمل تعارف نہیں کرایا!"

"عرشی صاحب اگر آپ کا تعارف نہیں کراتے' تب بھی میں آپ کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہوں' آپ کے والد صاحب ایک بہت ہی معزز شخصیت ہیں اور ان کی نفاست ہر حیثیت میں تسلیم کی جاتی ہے آپ کے بارے میں' میں نے یہ سنا ہے کہ آپ فطرتاً صحافت کی جانب مائل ہیں اور صحافت بھی غالباً کرائم کی کر رہی ہیں میرا مطلب ہے کہ ایک زبردست کرائم رپورٹر کی حیثیت سے آپ نے اپنے کیریئر کا آغاز کیا ہے' یہ سب کچھ برا نہیں ہے بی بی'

زندگی کے بہت سے شعبے ہوتے ہیں' آپ نے اس شعبے کو منتخب کیا' بڑا اچھا کیا' لیکن لوگ ابھی تک آپ کے بارے میں شکوک و شبہات میں مبتلا ہیں۔ اس شعبے میں رہ کر آپ بڑا سخت قدم بھی اٹھا سکتی ہیں میرا مطلب آپ سمجھ رہی ہوں گی آپ۔ وہ الفاظ مجھ سے ادا نہ کرائیں جو اچھے نہیں ہیں۔ بہرطور پر آپ کا اپنا معاملہ ہے' لیکن ہوسکتا ہے کہ یورپ میں صحافت کو اتنی آزادی حاصل ہو کہ ایک صحافی زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے لوگوں میں گھس سکتا ہو' لیکن ارے ہاں کا مسئلہ کچھ مختلف ہے۔ ہاں کچھ پابندیاں لازمی ہوتی ہیں' قانونی نکات ان لوگوں کو وقت سے پہلے نہیں بتائے جاسکتے جو ان سے براہ راست متعلق نہ ہوں تاہم آپ ایک اچھی خاتون ہیں' آپ کے کالم میں بھی پڑھتا ہوں' متاثر بھی ہوں میں ان سے۔ جارحیت ہوتی ہے ان میں' میرا مطلب ہے آپ کے لب و لہجے میں خیر مجھے اس پر اعتراض نہیں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ کو یہ بات کیسے معلوم ہوئی کہ میں عذرا کے سلسلے میں کچھ کام کر رہا ہوں' میرے خیال میں یہ بات ابھی تک نہ تو کورٹ میں پہنچی اور نہ اخبارات تک اور نہ ہی پولیس کو اس بارے میں کوئی خاص علم ہے.....؟"

میں نے فضلی صاحب کے سخت لہجے کا برا نہیں مانا اور مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ نے ابھی یہ الفاظ کہہ کر میری عزت بڑھائی ہے۔ فضلی صاحب کہ آپ میری کارکردگی سراہتے ہیں میں آپ بزرگوں کے تعاون سے اس شعبے میں کام کرکے دکھانا چاہتی ہوں اور قدم قدم پر آپ کی مدد کی خواہاں ہوں۔ آپ ہی کی طرح دوسرے لوگ بھی مجھ سے تعاون کرتے ہیں لیکن میں اس تعاون سے ناجائز فائدہ نہیں اٹھاتی ورنہ آئندہ آپ لوگوں کی سرپرستی سے محروم ہونے کا خطرہ رہتا ہے جو کچھ آپ سے معلوم کرنا چاہتی ہوں وہ ایک امانت ہوگی آپ کی اور آپ کی اجازت کے بغیر کبھی منظرعام پر نہیں آئے گی۔"

"پھر بھی بے بی..... بعض چیزیں محفوظ رکھنے کے لئے ہوتی ہیں۔"

"تب میں آپ کو بالکل پریشان نہیں کروں گی۔ میں تعاون حاصل کرنے آئی تھی جبر کا کیا سوال ہے۔' میں کرسی کھسکا کر کھڑی ہوگئی اور فضلی صاحب چونک پڑے پھر وہ پہلی بار مسکرائے اور بولے۔"بھول گیا تھا کہ پٹھان بھی ہو اور وہ بھی روہیلہ' ناراض ہوگئیں۔"

"میں آپ کا احترام ہمیشہ کرتی رہوں گی۔"

"بیٹھ بھئی' مجھ سے کیا چاہتی ہو' پلیز بیٹھو....."

انہوں نے نرم لہجے میں کہا اور میں بیٹھ گئی۔" ہاں بتاؤ' مجھ سے کیا پوچھنا چاہتی ہو۔"

"عذرا نے آپ کا تعاون کیوں حاصل کیا ہے؟"

"میں پولیس کے خیال کی تردید بالکل نہیں کرنا چاہتا' یہ اس کا کام ہے کہ وہ کسی موت کے بارے میں کیا سوچتی ہے' نہ میں یہ چاہتا ہوں کہ اگر یہ حادثے' حادثے نہیں قتل ہیں تو پولیس قاتل کو گرفتار نہ کرے یہ تو ہونا چاہئے۔ مگر بدقسمتی سے دولت کے کھیل بڑے گھناؤنے

ہوتے ہیں اور اس کے حصول کے لئے وہ کچھ کرلیا جاتا ہے جس کا تصور تاریخ انسانیت میں بالکل نہیں ہے۔ اسرار حسین بے حد دولت مند تھے غالباً" کروڑوں روپے کی جائیداد اور کاروبار ہیں ان کے۔ ان کا انتقال ہوا' پھر اس جائیداد کی وارثوں میں سے ایک چل بسی اور اب صرف عذرا باقی رہ گئی ہے جو اس پوری دولت کی تنہا وارث ہے سو دوست سو دشمن۔ عذرا کو اس دولت سے محروم کرنے کی کوشش کی جاسکتی ہے۔ اس مسئلے کو توڑ مروڑ کر اس کے سر تھوپا جاسکتا ہے۔ اس کی یہ تشویش بجا ہے اس لئے اس نے میرے ذریعہ قانونی تحفظ حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔"

"ایک اہم سوال یہ ہے کہ عذرا کو یہ شبہ کیسے ہوا کہ بات اس تک آسکتی ہے؟"

"ہونا چاہئے تھا۔"

"وہ بدترین نشے کی عادی ہے۔"

"بیشک' لیکن پاگل نہیں ہے۔ سوچ سمجھ سکتی ہے نشہ اس کا ذاتی فعل ہے جب وہ نشے میں نہیں ہوتی تو پوری طرح ہوش مند ہوتی ہے اس نے مجھ سے اس خدشے کا اظہار کرکے قانونی تحفظ مانگا ہے کہ اگر پولیس اسے پریشان کرنا چاہے تو میں اس کی مدافعت کروں۔"

"وہ اتنا سوچ سکتی ہے؟"

"تم سے اس کے تعلقات ہیں؟" فضلی صاحب نے پوچھا۔

"قطعی نہیں۔"

"پھر تم اسے احمق کیوں سمجھتی ہو۔"

"نہیں یقیناً میری یہ سوچ غلط ہے۔ دراصل میں اس لئے حیران ہوئی تھی کہ جب وہ اس قدر سوچ سکتی ہے کہ کوئی اسے مشکل میں پھنسا سکتا ہے تو یہ کیوں نہیں سوچتی کہ نشہ بالآخر اسے ختم کردے گا۔"

"میں نے کہا نا کہ نشہ اس کا ذاتی فعل ہے۔ ویسے بے بی تم مجھے بتاسکتی ہو کہ دو ماہ کے بعد کسی کو یہ شبہ کبھی ہوا کہ یہ دونوں موتیں حادثاتی نہیں ہیں اور جسے شبہ ہوا وہ کون ہے۔"

"آپ یقین کریں مجھے ابھی تک اس کا علم نہیں ہوسکا۔"

"تمہیں اس پر حیرت نہیں ہے۔"

"بے شک ہے۔"

"ہاں یہی اصل مسئلہ ہے یہ شبہ اس وقت کیا جاسکتا تھا اتنے عرصے کے بعد اس کا اظہار مشکوک ہے خیر بات تو سامنے آئے گی۔ کہیں سے آغاز ہوا ہے تو متعلقہ لوگوں کا ہوشیار ہونا بھی ضروری ہے۔ بہرحال مجھے بہت سے معاملات سے غرض نہیں ہے۔ میں صرف عذرا کے حقوق محفوظ رکھنا چاہتا ہوں اس کے باوجود اگر پولیس کو عذرا کے خلاف ثبوت ملتے ہیں اور وہ قاتلہ ثابت ہو جاتی ہے تو ظاہر ہے مجھے کسی قاتل سے ہمدردی نہیں ہوسکتی بشرطیکہ وہ ثبوت سچے

ہوں اور ناقابلِ تردید ہوں۔"

"آپ کا فرمانا بجا ہے اور یقین کیجئے بس میں اتنا ہی معلوم کرنا چاہتی تھی' اجازت دیجئے۔"

"او کے بے بی...... اور ہاں بزرگوں کا ذرا خیال رکھنا چاہئے۔ انہی کی دعاؤں سے ترقی کے راستے طے ہوتے ہیں۔"

"کہیں بھی کوئی لغزش پائیں تو رہنمائی ضرور کیجئے۔ آپ کے سہارے اپنا مشن پورا کرنا چاہتی ہوں۔" میں نے کہا۔

○---------☆---------○

میں مقررہ وقت پر مون لینڈ پہنچ گئی اور وہاں کے بڑے دروازے پر شہریار کو ہونقوں کی طرح منہ پھاڑے کھڑے دیکھا' سادہ لباس میں تھا اور شلوار قمیض میں خاصا خوبصورت نظر آ رہا تھا' مگر چہرے پر پسندیدگی کے تاثرات پیدا کرنے کا مطلب یہ تھا کہ وہ فوراً ہی پٹڑی سے اتر جائے درحقیقت وہ آج تک مائل ہی تھا اور یہ ایک ٹھوس سچائی تھی کہ اس کی فطرت میں نرم خوئی اور نزاکت تھی اور زندگی کا جو شعبہ اسے ملا تھا وہ اس پر فٹ نہیں تھا لیکن اب جب یہ اتفاق سامنے آگیا تھا کہ میں کرائم رپورٹر اور وہ پولیس آفیسر' تو میری دلی آرزو تھی کہ وہ اسی فیلڈ میں ترقی کرے اور کچھ سے کچھ بن جائے' بہرحال ہم لوگ مون لینڈ میں داخل ہوگئے۔

مون لینڈ کے مخصوص کیبن میں بیٹھ کر میں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا اور اس کی اس کیفیت پر مجھے پیار آئے بغیر نہ رہ سکا۔

"یہ الٹے سیدھے کہاں گھومتے رہتے ہو تم" میں نے غصیلے لہجے میں کہا اور وہ منہ پھاڑ کر مجھے دیکھنے لگا۔

"کہاں گیا تھا تم نے جو کچھ کہا تھا' بس وہی کرتا پھر رہا تھا' تمہارے کام کے علاوہ تو میں کہیں نہیں گیا۔"

"یہ ڈنمارک وغیرہ کے چکر کیوں لگانے شروع کر دیئے؟"

"ڈنمارک؟"

"تو کیا اسکیمو لینڈ تمہارے گھر کے پچھواڑے میں ہے۔" میں نے آنکھیں نکال کر کہا اور میری بات اس کی سمجھ میں آئی تو وہ جھینپے ہوئے سے انداز میں ہنس پڑا۔ پھر بولا۔ "اب انسان خواب بھی نہ دیکھے کیا' کہاں کہاں پابندیاں لگائی جائیں گی آخر۔"

"فضول خوابوں سے گریز کیا کرو' ورنہ فطرت میں پھر وہی شاعرانہ حماقت آ جاتی ہے۔"

"بس بس کسی انسان پر مظالم کی ایک حد ہونی چاہئے کہیں ایسا نہ ہو کہ میں احتجاج پر اتر آؤں۔"

"تو پھر پہلے پیٹ بھر لیا جائے' کیونکہ جب بدن کا دوزخ بھر جاتا ہے تو طبیعت میں خود بخود نرمی پیدا ہو جاتی ہے۔"

"بالکل درست۔" اس نے کہا اور ویٹر کو بلانے کے لئے گھنٹی بجا دی۔ کھانے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد میں نے ذرا خشک رویہ اختیار کیا تاکہ وہ خمار گندم کا شکار نہ ہو جائے اور صرف کام کی باتیں کرے' ورنہ پیٹ بھرنے کے بعد رومان کا درخت کچھ زیادہ ہی شاداب ہو جاتا ہے' میں نے کہا۔

"ہاں یہ بتاؤ' بشیر بیگ کے مسئلے پر کام کیا یا نہیں؟"

"کیسے نہ کرتا بھائی۔ حکم حاکم مرگ مفاجات۔"

"رزلٹ" میں نے سوال کیا۔

"دلچسپ لیکن کوئی خاص نہیں۔"

"تفصیل بتاؤ؟"

"جی ہاں عرض کرتا ہوں' کوٹھی پہنچا' بشیر بیگ کو اٹھایا' ورکشاپ لے گیا' شریف آدمی ہے اس میں کوئی شک نہیں' یہ میں ذاتی تجربے کی بنیاد پر کہہ سکتا ہوں' اور پھر ملازم ہے' ظاہر ہے غیر شریف ہو کر بھی کسی کا کیا بگاڑ لیتا۔ میں نے سوالات کا سلسلہ شروع کیا۔ پہلے تمام لوگوں کی خیر و عافیت پوچھی۔"

"خیر و عافیت" میں ہنسی روکے بغیر نہ رہ سکی۔

"ہاں بھئی' پولیس کی زبان میں جو گفتگو ہوتی ہے اس کا تعلق تمہاری لغت سے نہیں ہے' میرا مطلب ہے' میں نے اسرار حسین زاہدہ اور عذرا کے بارے میں تفصیلات معلوم کیں۔"

"گڈ' دلچسپ۔ کیا تفصیلات معلوم ہوئیں؟"

"اسرار حسین اپنی دونوں بیٹیوں سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ عذرا ذرا زیادہ لاڈلی تھی' زاہدہ اور عذرا کے تعلقات بھی بہت اچھے تھے' بڑی بہن ہونے کی حیثیت سے وہ عذرا کی بہت ہی ناز برداریاں کرتی تھی اور اپنی انہی ناز برداریوں کی بنیاد پر عذرا برے راستوں پر چل پڑی۔"

"بہن اور باپ اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکے۔" میں نے کہا۔

"جو ممکن ہو سکتا تھا کیا لیکن کامیاب نہیں ہو سکے۔ عذرا نے دوبارہ خودکشی کرنے کی دھمکی بھی دی تھی جس سے وہ خوفزدہ ہو گئے۔"

"ہوں اور کوئی خاص بات؟"

"ہاں"

"کیا" میں چونک پڑی۔

"ایک نام اور ملا ہے...... سعیدہ ناز۔ زاہد کی سہیلی ہے اور رابسن روڈ پر سعیدہ بوتیک چلاتی ہے۔ زاہدہ اس کی مالی مدد بھی کرتی تھی اور کئی بار اس نے بشیر بیگ کو سعیدہ کے پاس بھیجا تھا۔"

"ویری گڈ زمرد کے بارے میں کچھ......"

"بشیر بیگ زیادہ نہیں جانتا۔"

"حمیدہ کے بارے میں کوئی ریمارک۔"

"کچھ نہیں۔"

"بشیر بیگ کہاں ہے۔"

"لاک اپ کر دیا ہے تسلیاں دے کر ظاہر ہے پریشان ہوگا۔"

"ہوں آؤ چلیں۔" میں نے کہا اور شہریار چونک پڑا۔ پھر بل ادا کرکے ہم دونوں باہر نکل آئے۔ میں نے کار کا رخ رابسن روڈ کی طرف کر دیا تھا۔ یہ ایک معیاری بازار تھا۔ دکانیں زیادہ تر ائرکنڈیشنڈ تھیں۔ ہم پورے رابسن روڈ کا چکر لگانے کے بعد سعیدہ بوتیک کو تلاش کرنے میں کامیاب ہوسکے جو ایک ذیلی علاقے میں تھا۔ چار لڑکیاں وہاں نظر آئیں جنہوں نے گاہک سمجھ کر ہمارا استقبال کیا۔

"سعیدہ صاحبہ سے ملنا ہے۔" میں نے کہا۔

"اوہ...... میڈم اوپر ہیں آیئے۔" ایک لڑکی نے ہماری رہنمائی کی اور ہم لکڑی کی بنی ہوئی سیڑھیاں عبور کرکے نہایت خوبصورتی سے سجے ہوئے ایک وسیع و عریض کمرے میں داخل ہوگئے جہاں شیشے کی بنی ہوئی بہت قیمتی میز پڑی ہوئی تھی۔ چاروں طرف چپ بورڈ پر لباس کے فینسی ڈیزائن آویزاں تھے۔ سعیدہ ناز ایک حسین چوبیس سالہ لڑکی تھی چھریرے بدن اور خوبصورت نقوش کی مالک۔

"آپ کے مہمان میڈم" ساتھ آنے والی لڑکی نے کہا اور سعیدہ نے ایک حسین مسکراہٹ سے ہمارا استقبال کیا۔ ہم کرسیوں پر بیٹھ گئے تو اس نے کہا۔

"فرمایئے...... کیا خدمت کروں آپ کی۔"

"معاف کیجئے سعیدہ صاحبہ! آپ کا وقت یقیناً قیمتی ہوگا لیکن پولیس کی مجبوریوں کو آپ اچھی طرح سمجھتی ہوں گی یہ میرا کارڈ ہے۔" شہریار نے اپنا کارڈ نکال کر سعیدہ ناز کے سامنے رکھ دیا وہ خوفزدہ ہوگئی تھی اور کارڈ اٹھائے بغیر دیکھتی رہی تھی پھر اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

"خیریت...... میری زندگی تو صاف ستھری ہے۔ جناب۔"

"سو فیصد...... بس ایک سلسلے میں آپ سے کچھ معلومات درکار ہیں۔"

"کس سلسلے میں۔" اس کے لہجے میں خوف تھا۔

"مرحومہ زاہدہ آپ کی دوست تھیں۔" میں نے پوچھا اور سعیدہ چونک پڑی اس نے آہستہ سے کہا۔

"نہ صرف دوست بلکہ مجھے بنانے والی' میری سب سے بڑی محسن۔"

"آپ اس کی موت پر کچھ روشنی ڈال سکتی ہیں۔"

"بڑی دیر کے بعد چونکے ہیں آپ۔ اس کی موت کی تحقیقات تو بہت پہلے شروع ہونی چاہئے تھی۔"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ اس کی موت کے سلسلے میں جس مفروضے کا سہارا لیا گیا ہے وہ بالکل غلط ہے وہ دل کے دورے کا شکار نہیں ہوئی دل کے دورے اس طرح تو نہیں پڑ جاتے کچھ علامات پہلے سے ہوتی ہیں۔ وہ ایک تندرست لڑکی تھی جسے بخار بھی نہ آتا تھا۔"

"آپ کے خیال میں وہ دل کے دورے کا شکار نہیں ہوئی۔"

"جی ہاں میرے خیال میں بالکل نہیں۔"

"پھر اس کی موت کا کیا سبب ہوسکتا ہے۔"

"خدا ہی بہتر جانتا ہے۔"

"آپ نے ابھی کہا تھا کہ وہ آپ کی محسن تھی۔"

"جی ہاں۔"

"کس طرح۔"

"لمبی کہانی ہے مختصر الفاظ میں بتاتی ہوں۔ میرے والدین نے میری شادی کر دی تھی' اپنی دانست میں ایک بہت اچھے انسان سے اور انہوں نے اپنی ساری پونجی اسے دیدی تھی کیونکہ میرا کوئی بھائی نہیں ہے مگر ان کا تجربہ دھوکہ دے گیا۔ طاہر برا انسان نکلا اس نے ہمیں دھوکا دیا اور ہمارا سب کچھ اڑا دیا۔ جب ہمارے پاس کچھ نہ رہا تو وہ ملک چھوڑ کر چلا گیا مجھے طلاق کے کاغذ بھجوا کر۔ ماں باپ بیمار ہوگئے میں حواس باختہ ہوگئی۔ تب زاہدہ نے مجھے سہارا دیا یہ جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں اس میں صرف میری محنت ہے باقی سب کچھ زاہدہ کا...... اس نے مجھے زندہ رہنے پر مجبور کیا اور خود......" اس کی آواز بھرا گئی۔

"زاہدہ سے آپ کی دوستی کب سے تھی۔"

"ہم کالج کے ساتھی تھے۔"

"کیا اس سے آپ کی ملاقات باقاعدہ ہوتی تھی۔ میرا مطلب ہے آپ لوگ کتنے عرصے کے بعد ملتے تھے۔"

"بہت زیادہ نہیں' لیکن ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں۔ وہ میرے اور میں اس کے حالات سے واقف رہتے تھے اور پھر میرے ساتھ جو کچھ ہوا اس کے بعد تو وہ مجھ سے اور قریب ہوگئی۔"

"اسرار حسین صاحب کی موت کے بارے میں اس نے کوئی تبصرہ کیا تھا۔"

"افسوس نہیں...... انکل کے حادثے کے بعد وہ صرف دوبار میرے ہاتھ لگی اور وہ بھی چند منٹ کے لئے عموماً گھر پر نہیں ملتی تھی۔"

"آپ مجھے جمال کے بارے میں کچھ بتائیں گی۔" میں نے سوال کیا اور وہ رخسار کھجانے

لگی پھر اس نے کہا "یہ انوکھی بات ہے میں اس کے بارے میں بہت کم جانتی ہوں زاہدہ نے مجھے اس سے ملایا تھا کہ وہ اس کی زندگی کا ساتھی ہے۔ دونوں کافی جذباتی نظر آتے تھے بعد میں' میں نے اس سے جمال کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ انکل کو بھی اس شادی پر اعتراض نہیں ہے لیکن پھر نجانے کیا ہوا دونوں ایک دوسرے سے دور ہو گئے۔"

"آپ نے اس کی وجہ نہیں پوچھی زاہدہ سے۔"

"کچھ دن کے بعد ہی انکل کا حادثہ ہو گیا۔"

"جمال کہاں رہتا ہے۔"

"میں زیادہ نہیں جانتی اس کے پاس گرے کلر کی مرسیڈیز ہوتی تھی اور ایک بار اس کی رہائش گاہ کا تذکرہ کرتے ہوئے زاہدہ نے سی ویو کا نام لیا تھا۔

"آپ زاہدہ کی بہترین سہیلی' اس کی ہمدرد' اور بقول آپ کے اس کی احسان مند' کیا آپ اس کے سلسلے میں کوئی ایسی بات نہیں بتا سکتیں جو ہماری معاون ثابت ہو سکے زاہدہ کی موت کو ہم بھی شک کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں۔"

"کاش مجھے کچھ معلوم ہوتا لیکن اتنا میں آپ سے ضرور عرض کروں گی کہ اسے دل کا عارضہ نہیں تھا موت کی وجہ کچھ بھی ہو لیکن وہ مریضہ کسی طور پر نہیں تھی۔"

"زمرد نامی کسی لڑکی کو جانتی ہیں آپ۔"

"اوہ...... ہاں سو فیصد۔" سعیدہ نے کہا اور کھو سی گئی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ کسی سوچ میں گم ہو گئی ہو۔ پھر اس کے چہرے پر سرخی سی آ گئی۔

"ایک سوال کروں آپ سے جواب دیں گے۔"

"ضرور۔"

"آپ نے اس کا نام کیسے لیا۔"

"جس طرح ہمیں آپ کے بارے میں معلوم ہوا اسی طرح زمرد بھی ہمارے علم میں آئی۔"

"وہ میرے ذہن سے نکل گئی تھی ایک آوارہ مزاج اور بری لڑکی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ زاہدہ پر زبردستی مسلط ہو گئی ہو۔ زاہدہ اسے پسند نہ کرتی ہو لیکن کسی طور اس سے ملتے رہنے کے لئے مجبور ہو اور...... اور ہو سکتا ہے جمال اور زاہد کے درمیان دوری کی وجہ وہی ہو۔ یقیناً ایسا ہو سکتا ہے وہ ایسی ہی لڑکی ہے آپ اسے ایک نگاہ دیکھیں گے تو اندازہ ہو جائے گا۔ سنئے میری تمام خدمات حاضر ہیں آپ لوگوں کے لئے' پولیس مجھ سے جس طرح تعاون چاہے گی میں تعاون کروں گی۔ آپ زمرد کو ضرور ٹٹولئے بلکہ اس کے قریب ہی جمال کو بھی تلاش کیجئے اوہ میرے خدا...... آج تک یہ خیال میرے دماغ میں نہیں آیا۔"

سعیدہ سے اس سے زیادہ کچھ نہیں معلوم ہو سکا تھا اس نے ہمیں چائے کی پیش کش کی

لیکن ہم اس سے معذرت کر کے اٹھ گئے تھے۔ شہریار کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ کار میں بیٹھ کر اس نے کہا۔

"میرے خیال میں کوئی فائدہ نہیں ہوا۔"

"نقصان بھی نہیں ہوا اور پھر فائدہ فوراً ہی تو نہیں ہوتا۔ ہمیں جمال کو تلاش کرنا ہو گا۔"

"گرے رنگ کی ہر مرسیڈیز کے پیچھے دوڑ لگا دیں کیا خیال ہے۔"

"احمق ہو تم...... ابھی تو بہت سے مہرے ہیں۔ ڈاکٹر سجاد' حمیدہ بٹ یہ دونوں کردار ریزرو میں ہیں اور اگر یہ دونوں بھی معاملات سے لاعلمی کا اظہار کریں تو میں انہیں بذات خود تمہارے ورکشاپ میں پہنچاؤں گی تاکہ سچائی سامنے آ سکے۔ ہم لوگ کوئی بے وقوف ہیں۔"

"او زندہ باد...... یہ ہوئی ناں بات۔ ورکشاپ بڑے کام کی چیز ہے ویسے تمہارا خیال بالکل درست ہے ڈاکٹر سجاد اور حمیدہ بٹ بہت مضبوط کردار ہیں۔"

"سو فیصد حمیدہ اس گھر کی نگران ہے اور اس کے بارے میں سب کچھ جانتی ہے اور جب اسے کوئی مشکل پیش آتی ہے تو وہ فون کر کے ڈاکٹر سجاد کو بلاتی ہے اور پھر تم عذرا کو کیوں نظرانداز کر رہے ہو جو ایک پراسرار کردار ہے خاص طور سے اس صندلی بکس کا مسئلہ۔ لیکن ہمیں پہلے قرب و جوار کا جائزہ لے لینا چاہئے اس کے بعد مین لائن پر سفر کریں گے۔"

"او کے چیف...... اب کیا پروگرام ہے؟"

"تمہیں کہاں چھوڑوں؟"

"منجدھار کے علاوہ جہاں جی چاہے" شہریار نے کہا اور میں نے گاڑی سڑک کے کنارے روک دی۔

"دیکھ لو منجدھار تو نہیں ہے؟"

"کمال ہے یار' بڑی کوئیک سروس ہے۔" شہریار بڑبڑاتا ہوا دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا۔

"کوئی پروگرام ہوا تو فون کر لوں گی...... ورنہ"

"ورنہ کیا؟"

"سات بجے" میں نے کہا اور گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ میں نے دفتر کا رخ کیا تھا۔ کچھ دفتری کام نمٹائے۔ نئے آرٹیکل کا انتخاب کیا اور ان کاموں سے فارغ ہو کر سوچنے بیٹھ گئی۔ زمرد کیا تھی اور سعیدہ ناز۔ وہ شک و شبے سے پاک عورت تھی۔ اس کے بعد میں نے شہریار سے جن کرداروں کا تذکرہ کیا تھا وہ رہ جاتے تھے۔ خاص طور سے ڈاکٹر سجاد کا معاملہ۔ وہ اسرار حسین اور زاہد کی موت سے مطمئن تھا اور اس نے ان کے سرٹیفکیٹس جاری کئے تھے کیونکہ وہ ان کا فیملی ڈاکٹر تھا۔ اسے گہرائیوں سے ٹٹولنا ہو گا۔

سات بجنے میں وقت ہی کتنا رہ گیا تھا۔ گرین فاؤنٹین میں شہریار موجود تھا اس نے کہا۔

"جدا ہو کر ملنا ہماری روایت ہے ورنہ اصولی طور پر ہمیں سعیدہ بوتیک سے سیدھا سبز

فوارے میں آ جانا چاہئے تھا۔"

"بیزاری محسوس کر رہے ہو۔"

"غصہ دلانے والی باتیں مت کیا کرو۔ پوری عمر کے منصوبے کی توہین کر رہی ہو۔" شہریار نے کہا اور ہم نے چائے طلب کرلی۔

"کل کا کیا پروگرام ہے؟"

"پکچر دیکھیں کوئی، بہت دن ہوگئے۔"

"جی نہیں مجھے ان حماقتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں کام کے بارے میں پوچھ رہی تھی۔"

"تو پھر بتاؤ......"

"میرے خیال میں دو دن کی خاموشی اختیار کی جائے۔"

"پورے دو دن کی۔ لوگ تو دو منٹ کی خاموشی اختیار کرتے ہیں۔"

"اس دوران ہم دوسروں کی کارروائی کا جائزہ لیں گے ادھر سے کیا ہوتا ہے ویسے کوٹھی کے بارے میں کیا رپورٹ ہے؟"

"کچھ نہیں، وہ پولیس پہرے سے بیزار ہیں اس پر احتجاج بھی کیا گیا ہے عذرا گھر پر ہی ہے اور دوبارہ باہر نہیں نکلی ڈاکٹر سجاد دو بار آچکا ہے وغیرہ۔ بس اور کوئی خاص بات نہیں۔"

"خاص بات ہونے دو اس کے لئے میں دو دن دے رہی ہوں۔" میں نے کہا اور شہریار عجیب سے انداز میں مسکرایا۔

"دیکھو اس میں دانت نکالنے کی کیا بات ہے۔"

"نہیں میں ایک خیال پر مسکرایا تھا۔"

"بتاؤ فوراً" میں نے ڈانٹ کر کہا۔

"ارے بھائی ایک الگ ہی مسئلہ ہے۔ دراصل میں نے شعر سے ہٹ کر کچھ سوچا ہے اس پر مسکرا رہا ہوں۔"

"کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"سعیدہ نے زمرد کے بارے میں جو کچھ کہا اس پر میں غور کرتا رہا۔ زمرد کے بارے میں جو تحقیقات ہوئی ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ واقعی بری لڑکی تھی اور جمال کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ اس کے پاس مرسیڈیز کار تھی گویا وہ صاحب حیثیت تھا۔ زمرد مرگئی مگر جمال میاں میرے خیال میں وہ کافی مضبوط کردار ہے۔"

"بیشک ہے اسے تلاش کرو۔"

"اگر تم نے میرا مذاق نہیں اڑایا؟" شہریار بولا۔ "کبھی کبھی تو سمجھداری کی ایک آدھ بات کرلیا کرتے ہو اس کا مذاق اڑاؤں۔" میں نے کہا اور شہریار ہنسنے لگا اس نے گھڑی دیکھتے ہوئے

کہا۔ "اوہو آج وقت زیادہ ہوگیا اب اٹھا جائے۔" شہریار بھی چونک پڑا تھا۔ ہم باہر نکل آئے آسمان ابر آلود تھا اور فضا میں حبس کی کیفیت تھی۔ شہریار کو گھر ہی جانا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ وہ ٹیکسی سے چلا جائے گا لیکن نہ جانے کیوں میں اسے اس کے گھر پہنچانے پر مصر ہوگئی اور پھر میں نے اسے اس کے گھر پر خدا حافظ کہا اور کار لے کر مناسب رفتار سے چل پڑی۔ ذہن آزاد تھا اور کوئی خاص خیال دل میں نہیں تھا۔ گھر جاتے ہوئے کچھ سنسان راستے بھی آتے تھے۔ کچھ عمارتیں زیر تعمیر تھیں جن کے اطراف جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں لیکن یہ میری روز کی گزرگاہ تھی اور میرے ذہن میں کچھ نہیں تھا مگر آج...... اچانک ہی روشنیوں نے بتایا کہ یہ سڑک آگے سے بند ہے۔ جھاڑیوں کا ایک انبار نیلی سڑک پر لگا ہوا تھا اور وہاں سے کار نہیں گزاری جاسکتی تھی پھر عقب سے کسی اور کار کی روشنیاں چمکیں اور ان کے آگے بڑھنے کی رفتار بہت تیز محسوس ہوئی۔ میرے ذہن نے خطرے کی گھنٹی بجائی۔ اس پتلی سڑک پر کار واپس بھی نہیں موڑ سکتی تھی اور عقبی کار برق رفتاری سے بڑھی چلی آ رہی تھی۔ میں نے کار کا انجن اسٹارٹ چھوڑا اور روشنیاں بھی جلی رہنے دیں۔ دوسرے لمحے میں دروازہ کھول کر نیچے آگری اور برق رفتاری سے جھاڑیوں کی طرف دوڑ پڑی۔ جھاڑیاں کانٹے دار تھیں اور ان میں آگے بڑھنے کا مقصد تھا کہ لباس تار تار اور بدن لہولہان کرلوں چنانچہ میں نے رک کر سانس لی اور ادھر ادھر نگاہ دوڑا کر کوئی پناہ گاہ تلاش کی بائیں سمت ایک زیر تعمیر عمارت نظر آئی تھی۔ لیکن اس تک پہنچنا کاردارد تھا۔

اس دوران عقب سے آنے والی کار میری کار کے قریب آگئی اور میں نے ہیڈ لائٹ کی چھاؤں میں کئی سائے دیکھے جو اس کار سے اتر کر میری کار کی طرف بڑھے تھے وہ یقیناً مسلح تھے۔ انہوں نے میری کار کو گھیر لیا اور شاید انہیں خود اندازہ ہوگیا کہ کار خالی ہے۔ ایک آواز ابھری جو غالباً دوسروں کو کچھ ہدایت کر رہی تھی۔ انہوں نے درست اندازہ لگایا کیونکہ اس وقت چھپنے کے لئے جھاڑیاں ہی مناسب تھیں چنانچہ تین آدمی اسی طرف دوڑ پڑے۔ مجھے ایک لمحے میں اندازہ ہوگیا کہ اب ان کا مجھ تک پہنچنا مشکل نہ ہوگا چنانچہ میں نے مزید مشکلات کی پروا کئے بغیر دوڑنا شروع کر دیا۔ میرا رخ اس عمارت کی طرف تھا لیکن جھاڑیوں سے میری سمت کا اندازہ لگا لیا گیا تھا اور اس سے قبل کہ میں زیادہ دور جاتی اچانک ایک دھماکا ہوا اور گولی میرے سر سے چند انچ کے فاصلے سے گزر گئی۔ میرے پاؤں جھاڑی میں الجھے اور میں گر پڑی لیکن دوسرے لمحے اٹھی اور پھر میں نے ایک لمبی چھلانگ لگا دی۔ میری تمام حسیات بیدار ہوگئی تھیں۔ میں خطرناک لوگوں کے نرغے میں تھی جو میری زندگی کے طلب گار تھے اور ہر قیمت پر مجھے ختم کر دینا چاہتے تھے لیکن شاید انہیں میرے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا۔ وہ بے چارے نہیں جانتے تھے کہ میں صرف ایک صحافی نہیں ہوں بلکہ کرائم فیلڈ میں آنے کا کوئی پس منظر ہے۔ کوئی وجہ ہے کہ میں نے اس راستے کا انتخاب کیا اس سلسلے میں، میں نے باقاعدہ تربیت لی تھی چنانچہ

اس کے بعد میں نے مدافعتی انداز ختم کر دیا جس طرح وہ میری سمتوں کا اندازہ لگا رہے تھے
اسی طرح میں بھی ان کی جگہوں سے واقف تھی- چند لمحات کے بعد انہیں بھی یہ عمارت نظر
آجائے گی اور ان کی سوچ اس سے مختلف نہ ہوگی کہ ان حالات میں' میں اس عمارت کا رخ
کروں گی لیکن...... میں نے جھاڑیوں میں رخ بدل لیا- اب میں ان کے اور اپنے درمیان فاصلہ
کم کر رہی تھی اور کوشش کر رہی تھی کہ انہیں میری سمت کا اندازہ نہ ہو سکے اور میں ان سے
زیادہ سے زیادہ قریب ہو جاؤں- ویسے وہ بھی فائرنگ کرنے میں احتیاط برت رہے تھے اور انہوں
نے جھاڑیوں میں اندھا دھند گولیاں برسانا شروع نہیں کیں کیونکہ آبادی زیادہ دور نہیں تھی
اور یہ کوشش انہیں نقصان پہنچا سکتی تھی-

اچانک مجھے ساکت ہو جانا پڑا..... مجھے ان کے قدموں کی چاپ اپنے بالکل قریب محسوس ہوئی
تھی میرا دل کنپٹیوں میں دھڑکنے لگا...... آواز میرے قریب سے قریب تر آتی جا رہی تھی......

روشنی نہ ہونے کے باوجود ماحول اتنا تاریک نہیں تھا کہ میں اپنی طرف آنے والوں کو نہ
دیکھ پاتی- وہ تین تھے اور مسلح تھے لیکن جس طرح میں نے انہیں دیکھ لیا تھا اسی طرح وہ بھی
مجھے دیکھ سکتے تھے- اس کے علاوہ فاصلہ بھی اتنا کم رہ گیا تھا کہ اگر یہاں سے چھلانگ بھی لگاتی تو
زیادہ دور نہیں نکل سکتی تھی- ایک ہی ترکیب سمجھ میں آئی کہ زمین پر لیٹ جاؤں اور رینگنے کی
کوشش کروں چونکہ نئے حالات کے تحت میں نے رخ تبدیل کیا تھا اور عمارت کی طرف جانے
کی بجائے واپس سڑک ہی کی طرف بڑھی تھی اس لئے سڑک کا فاصلہ زیادہ نہیں رہا تھا- میری
کار کی روشنیاں رہنمائی کر رہی تھیں چنانچہ میں رینگتی ہوئی اسی طرف بڑھنے لگی- ایک خیال
میرے ذہن میں آیا تھا اور غور کرنے کا وقت نہیں تھا چنانچہ میں نے اس پر عمل کر ڈالا- وہ لوگ
یہ دیکھ رہے تھے کہ میں کار چھوڑ کر نکل بھاگی ہوں چنانچہ وہ میرا پیچھا کر رہے تھے- یہ خیال ان
کے دل میں ذرا مشکل سے آسکتا تھا کہ میں واپس اسی جگہ پہنچ جاؤں گی جہاں سے چلی تھی- مگر
میں نے ایسا ہی کیا- کچھ ہی دیر کے بعد میں اس جگہ واپس آگئی ان کی کار میری کار کے بالکل
قریب کھڑی ہوئی تھی اور کوئی اس کار میں موجود تھا- میں ساکت ہوگئی- پھر اچانک ہی میرے
ذہن میں چھناکا سا ہوا- کار کا رنگ نیلا تھا اور وہ ہنڈا اکارڈ تھی- بعد میں میری تمام بصارتی قوت
اس میں صرف ہوئی کہ میں اس کار کا نمبر دیکھ لوں- میں نے نہ صرف کار کا نمبر دیکھا بلکہ اسے
ذہن پر کندہ کرلیا پھر بالکل بے آواز رینگتی ہوئی میں اپنی کار کے پاس آگئی- اس کے بعد میں نے
کار کے نیچے ہی بسیرا کیا تھا- وہ لوگ اس جگہ کی ویرانی سے فائدہ اٹھا رہے تھے ورنہ فائر کرنے
کے بعد انہیں یہاں زیادہ نہیں رکنا چاہئے تھا- خاصی دیر تک وہ بھاگ دوڑ کرتے رہے- پھر کار
کے پاس جمع ہوگئے ان کی آوازیں کانوں میں ضرور ابھر رہی تھیں لیکن الفاظ سنائی نہیں دے
رہے تھے- اس کے بعد کار کے دروازے بند ہونے کی آوازیں ابھریں اور پھر کار اسٹارٹ ہو کر

ریورس ہوگئی- اس کی روشنیاں بھی جل گئیں اور مجھے اپنے پاؤں سمیٹنا پڑے وہ ریورس میں ہی
دور چلے گئے تھے لیکن میں نے اپنی جگہ سے جنبش نہیں کی تھی یہ پرانی چال تھی ہو سکتا ہے کچھ
لوگوں کو میری تاک میں وہاں چھپا دیا گیا ہو کافی دیر انتظار کیا تھا اور اس درمیان سوچتی رہی تھی
کہ کیا کرنا چاہئے- یہاں سے میری رہائش گاہ کا فاصلہ کافی تھا پیدل چلنا ممکن نہیں تھا کار واپس
لے جاتی تو ممکن تھا کہ سڑک کے اختتام پر وہ دوبارہ مل جائیں چنانچہ ایک ہی خیال دماغ میں آیا
ان جھاڑیوں پر زور آزمائی کروں جن سے راستہ بند کیا گیا ہے پھر مزید انتظار نہ کیا اور کار کے
نیچے سے نکل کر جھاڑیوں کو قریب سے دیکھا اور اطمینان ہوگیا صرف جھاڑ جھنکاڑ تھے جنہیں ہٹانا
ناممکن نہیں تھا چنانچہ میں مصروف ہوگئی بہت سی خراشیں لگی تھیں لیکن کامیاب ہوگئی اور پھر
کار میں آبیٹھی اور تو کوئی الجھن نہیں تھی بس میرا جو حلیہ بن گیا تھا اس سے خوف محسوس ہو
رہا تھا- اہل خاندان ایک حد تک ہی برداشت کرسکتے تھے- یہ سب کچھ ان کے علم میں آجائے تو
خطرات لاحق ہوسکتے تھے- شکر ہے کہ بات ملازموں تک ہی رہی اور یہ سب میرے قابو میں
تھے- غسل کیا اور اس کے بعد جب سارے معمولات سے فارغ ہوگئی تو سوچ کے دائروں میں
آپھنسی- نیلی اکارڈ اس کا نام زمرد کے سلسلے میں آچکا تھا میں نے اس کا نمبر ایک کاغذ پر نوٹ کیا
اور پھر میرا ذہن اس حملے کے بارے میں سوچنے لگا- بات بہت زیادہ سوچنے والی نہیں تھی- جس
پائے کے لوگ تھے اس کے تحت اندازہ لگایا جاسکتا تھا کہ ہر بات سے باخبر ہوں گے مجھے بھی جان
چکے ہوں گے- میرے بارے میں معلومات حاصل کی ہوں گی اور پتہ چل گیا ہوگا کہ میں ان کے
لئے خطرناک ہوسکتی ہوں اور وہ اپنا راستہ صاف کرنا جانتے تھے مثال زمرد تھی- اس کا مطلب
ہے کہ ہوشیار ہو جانا چاہئے پھر بجلی کی طرح ایک خیال ذہن میں کوندا- شہریار' اسے تو نقصان
پہنچانے کی کوشش نہیں کی گئی؟ دل نے مجبور کر دیا کہ اس کی خیریت معلوم کروں چنانچہ فون کا
ریسیور اٹھا لیا-

"کمال ہے خدا کی قسم-" شہریار کی آواز ابھری-

"کوئی کہانی یاد آگئی؟" میں نے پوچھا-

"مذاق نہیں کر رہا- صرف ایک لمحے پہلے سوچا تھا کہ تمہیں فون کروں-"

"کیوں؟"

"بس اخلاقاً- تم بھی تو کرلیتی ہو-"

"پھر کیوں نہیں کیا؟"

"وہ- بعض اوقات ایک ایسی خطرناک آواز سنائی دیتی ہے کہ حوصلے پست ہو جاتے ہیں
میرا مطلب ہے خان صاحب کی آواز......؟"

"ایک نمبر نوٹ کرو-" میں نے کہا-

"اوہ- تمہارا پرائیویٹ فون نمبر ہے؟"

"جی نہیں ایک ہنڈا اکارڈ کار کا نمبر ہے۔"

"لاحول ولا قوۃ - اس کا کیا کروں۔"

"رجسٹریشن آفس سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرو اور کل آفس میں مجھے فون پر بتاؤ کہ اس کا مالک کون ہے؟"

"اس کے علاوہ بھی کچھ اور آتا ہے تمہیں۔" شہریار نے جلے بھنے لہجے میں کہا۔

"آتا ہے۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"کیا.........؟" شہریار نے پوچھا

"پہلے کار کا نمبر نوٹ کرو" میں نے کہا اور نمبر دہرانے لگی۔ شہریار نے بتایا کہ اس نے نمبر نوٹ کرلیا ہے پھر اس نے کہا۔

"ہاں کیا آتا ہے اس کے علاوہ؟"

"خدا حافظ کہنا" میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔ یہ علم ہوچکا تھا کہ شہریار خیریت سے ہے اور اس کے ساتھ کوئی واقعہ نہیں پیش آیا ہے۔ خدشہ تھا کہ شہریار مجھے دوبارہ فون کرے گا لیکن شکر ہے کہ ایسا نہ ہوا ویسے میں نے فیصلہ کیا تھا کہ شہریار کو اس حملے کے بارے میں نہیں بتاؤں گی ورنہ وہ میرے لئے فکر مند ہو جائے گا اور خواہ مخواہ میرے راستے روکے گا۔ ویسے میں نے یہ فیصلہ بھی کیا تھا کہ آئندہ اپنے پاس اسلحہ رکھوں گی اس کے لئے باہر سے کوئی کام نہیں کرنا پڑتا۔ میرے ڈیڈی خان غضنفر حسین خان خود اسلحے کے کھلاڑی تھے اور یہاں سب کچھ موجود تھا۔

دوسرے دن شہریار فون کرنے کی بجائے خود میرے دفتر آگیا تھا۔ میں نے اس کا خیر مقدم کیا اور اس نے اپنے مخصوص انداز میں کہا "چائے منگواؤ یار۔"

"وہ تو آہی جائے گی مگر تم شاید کوئی اہم بات معلوم کرکے آئے ہو۔"

"ہاں جی بڑی اہم۔ ویسے معاف کرنا لبنٰی جی تم نے بڑی مشکل میں ڈال دیا ہے۔" میں نے چپڑاسی کو چائے لانے کی ہدایت کرکے شہریار کی طرف دیکھا پھر بولی۔

"یہ جملہ تم ہر دوسرے دن کہتے ہو' میں جانتی ہوں وہ کونسی مشکل ہے۔ تم کہو گے کہ تم اچھے خاصے صاحب خان کے ساتھ کام کر رہے تھے۔ تمہاری مرحوم شاعری پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ صاحب خان امن پسند اور گھریلو آدمی تھا کوئی کیس دیا تھوڑی بہت تفتیش کی۔ ایک مجرم تصور کیا اسے گرفتار کرکے ڈرائنگ روم دکھایا اور کیس کی تکمیل کرکے چھٹی کی۔" شہریار گہرے گہرے سانس لیتا رہا۔ میں نے کہا "اب غصہ چھوڑو کیا تیر مار کر آئے ہو؟"

"نیلی ہنڈا اکارڈ دلاور شیخ کی ملکیت ہے۔ شیخ انٹرنیشنل کے نام رجسٹرڈ ہے۔" شہریار نے کہا اور میں بری طرح چونک پڑی۔ یہ اطلاع میری توقع کے برعکس تھی۔ شہریار میری صورت دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا "زمرد کے سلسلے میں اس نیلی کار کا تذکرہ آیا تھا نا؟"

"ہاں" میں نے آہستہ سے کہا۔ "تم نے صاحب خان سے اس بارے میں پوچھا تھا؟"

"نہیں۔ موقع ہی نہیں مل سکا۔"

"یہ معلوم ہونا ضروری ہے بلکہ بہت ضروری ہوگیا ہے۔ میرا خیال ہے ابھی صاحب خان کو تلاش کرتے ہیں۔" میں نے فون سامنے سرکا لیا اور صاحب خان کا نمبر ڈائل کرنے لگی۔ صاحب خان نے فون اٹھایا تو میں نے کہا۔

"آپ کی خادمہ بول رہی ہے۔"

"اوہ کیوں مذاق کرتی ہو بی بی' ویسے ہی ہمارا دل جلا ہوا ہے ہمیں کوئی ایسی خادمہ مل جاتی تو آج ایس پی لگے ہوتے۔ لاٹری تو شہریار کی نکلی ہے ہمارا تو یہ حال ہے کہ گھر والی سے کسی کیس پر بات بھی کرتے ہیں تو پیاز کے بھاؤ بتانے لگتی ہے۔ آٹے کی مہنگائی کا رونا رو کر گھر کا خرچہ بڑھانے کے لئے کہتی ہے۔ بجلی کے بل سے یہ پریشان ہے۔"

"واہ خان صاحب آپ کبھی حکم دیں تو پتہ چلے کہ خادمہ اس کی تعمیل کرتی ہے یا نہیں۔"

"جیتی رہو بی بی خوش رہو۔"

"آپ سے ایک سوال کرنا چاہتی ہوں؟"

"دو کرو' ہم جواب دیں گے۔"

"اسرار کے کیس کے سلسلے میں آپ نے اچانک دلاور شیخ کا نام لیا تھا اور کہا تھا کہ تمہیں بعد میں بتائیں گے؟"

"یاد ہے۔"

"وہ تفصیل معلوم کرنا چاہتی ہوں۔"

"بہت طویل نہیں ہے۔ شیخ انٹرنیشنل میں ایک آدمی جاوید قریشی اس کی سالی کا کیس لے کر ڈاکٹر سجاد نامی ایک ڈاکٹر کے پاس تھا اس نے کیس خراب کر دیا اور وہ لڑکی مرگئی کچھ لے دے ہوئی اور سجاد نے تعلقات سے کام لے کر بات ختم کرا دی مگر قریشی بپھرا ہوا تھا اس نے ہمیں بتایا کہ سجاد سرے سے ڈاکٹر ہی نہیں ہے اس کے پاس ساری ڈگریاں جعلی ہیں بس اس نے حکام سے تعلقات پیدا کرکے اپنی پوزیشن بنالی مگر میں اسے چھوڑوں گا نہیں۔ ایک اور کیس اس نے خراب کیا ہے اور وہ ہے زاہدہ کا جو اس کے علاج سے مرگئی ہو سکتا ہے اسرار حسین بھی اسی طرح نہ مرے ہوں جس طرح ظاہر کیا گیا ہے ڈاکٹر سجاد ان کی شوگر کا علاج کر رہا تھا اور بڑی رقم بٹور رہا تھا وہ کوشش کرے گا کہ دلاور شیخ اس کے مقابلے پر آجائیں کیونکہ ان کے ڈی آئی جی صاحب سے تعلقات ہیں بس یہ بات تھی۔"

"ڈاکٹر سجاد" میں نے آہستہ سے کہا اور صاحب ڈاکٹر سجاد کا پتہ بتانے لگے۔

"بہت بہت شکریہ خان صاحب۔" میں نے فون بند کر دیا۔ چائے آگئی تھی اور چپراسی نے مجھے ٹیلیفون میں مصروف پاکر چائے کی دو پیالیاں بناکر ایک میرے سامنے اور دوسری شہریار کے سامنے رکھ دی تھی۔ شہریار خاموشی سے چائے کے گھونٹ لینے لگا' میں نے تھوڑی دیر کے بعد

اسے صاحب خان سے ہونے والی گفتگو کی تفصیل بتائی اور اس کے بعد کہا۔

"اور اب تمہیں اس سلسلے میں براہ راست ڈی آئی جی صاحب سے ملنا ہوگا.....!" شہریار نے گھبرائے ہوئے انداز میں چائے کی پیالی نیچے رکھی اور ہونٹوں سے بہہ آنے والی چائے کو رومال سے خشک کرنے لگا۔ میں مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی پھر میں نے کہا۔ کیا ہوا۔"

"مجھے تو یوں لگتا ہے، جیسے میرا کریا کرم ہی کرا کر دم لو گی۔ بی بی اس مقولے پر غور کرو کہ افسر کی گاڑی اور گھوڑے کی پچھاڑی ہمیشہ خطرناک ہوتی ہے۔ ڈی آئی جی صاحب کے سامنے بار بار جانے کا مطلب جانتی ہو؟"

"یہ صرف تم لوگوں کا من گھڑت قصہ ہے، ورنہ ظاہر ہے افسر اعلیٰ کی کچھ ذمہ داریاں ہوتی ہیں ماتحتوں کی الگ کچھ ذمہ داریاں ہوتی ہیں اور دونوں کا لمحے لمحے کا رابطہ رہتا ہے، پتہ نہیں یہ سب تم لوگوں نے کیا چکر چلا رکھے ہیں، بہرحال تمہیں حامد فخری صاحب سے براہ راست ملنا ہوگا۔"

اب کیا مسئلہ ہے، جانتی ہو مجھ سے اس سلسلے میں جواب بھی طلب کرلیا گیا ہے۔"

"کیا........" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"یہی کہ اسرار حسین کیس میں، میں کہاں تک آگے بڑھا ہوں اور اس سلسلے میں ذرا تیز رفتاری اختیار کروں۔"

"کمال کرتے ہو، یہ تو اور بہتر موقع نکل آیا تمہارا ڈی آئی جی سے ملنے کا، ظاہر ہے تیز رفتاری اسی شکل میں پیدا ہوسکتی ہے کہ بہت سی تفصیلات جو تمہارے ذہن میں الجھ رہی ہیں ان کا حل معلوم ہو جائے تاکہ تم زیادہ بہتر طریقے سے کام کرسکو۔"

"مگر مجھے کرنا کیا ہوگا؟" شہریار نے مردہ سی آواز میں کہا۔

"نیلی کار کا تذکرہ ڈی آئی جی صاحب سے کھل کر کردو اور یہ بتا دو کہ وہ کچھ غیر معمولی سرگرمیوں میں ملوث پائی گئی ہے اور اس کے بعد دلاور شیخ کا نام منظر عام پر لے آؤ۔ ڈی آئی جی صاحب اس کے بعد بھی اگر کسی قسم کی ہچکچاہٹ سے کام لیں تو تم کھل کر دلاور شیخ کا نام لے دینا اور کہنا کہ تم اس رابطے کے بارے میں جاننا چاہتے ہو۔" میں نے کہا اور شہریار ہونقوں کی طرح میرا منہ دیکھنے لگا اور پھر بولا۔

"خدا جانے میرا کیا بننے والا ہے، بہرطور محترمہ یہ جو حکم آپ نے عطا فرمایا ہے اس کی تعمیل بھی ہو جائے گی۔ ملاقات وہی شام کے سات بجے نا۔"

"ہاں بہتر وقت رہے گا۔" میں نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد شہریار میرے پاس سے چلا گیا۔ دفتری کام کوئی خاص نہیں تھا۔ شہریار کے جانے کے بعد اس انوکھی بات پر غور کرنے لگی۔ دلاور شیخ نے اگر یہ کیس از سر نو شروع کرایا ہے تو یقینی طور پر وہ کسی کو منظر عام پر لانا چاہتا ہے۔ اس کے پس پردہ کیا ہے تو یہ دلاور شیخ ہی جان سکتا ہے لیکن صاحب خان نے جاوید قریشی کا

بھی حوالہ دیا ہے۔ اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ جاوید قریشی کی کوششوں سے، دلاور شیخ اس سلسلے میں آمادہ ہوا ہے تو پھر اس کی اپنی کار سے مجھ پر حملہ کیوں کیا گیا اور زمرد کے سلسلے میں وہ نیلی کار کیا حیثیت رکھتی ہے عجیب الجھاوے پیدا ہوگئے تھے اور میرے پاس بھی ان الجھاوؤں کا کوئی حل موجود نہیں تھا، لیکن میں غیر مطمئن بھی نہیں تھی، کیونکہ اس سے پچھلے معاملے میں بھی اتنی ہی خطرناک الجھنوں کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ کوئی منظر عام پر ہی نہیں آتا تھا۔ آدمیوں کی اور جرائم پیشہ افراد کی ایک پوری فوج تیار ہو جاتی تھی اور مجھے اس پوری فوج میں سے کام کا آدمی ڈھونڈنا پڑتا تھا۔

اس بار بھی بہت سے کردار مشتبہ تھے اور ان مشتبہ کرداروں میں سے چند کا حساب کتاب بھی ہوچکا تھا، فرق صرف اتنا تھا کہ اس بار کارکردگی دکھانے والے ذرا اعلیٰ درجے کے تھے جو قتل سے بھی گریز نہیں کرتے تھے۔

میں بہت دیر تک سوچتی رہی۔ اب خصوصی طور پر دو کردار نگاہوں کے سامنے اور رہ گئے تھے یعنی محترم ڈاکٹر سجاد اور محترمہ حمیدہ بٹ یوں تو عذرا بھی تھی اور نیا نام دلاور شیخ کا بھی آیا تھا اس کے علاوہ ایک پراسرار کردار جمال کا بھی تھا بلکہ یہ کردار کافی الجھا ہوا تھا اور ابھی تک اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہوسکا تھا۔ یقینی طور پر اس کردار کے بارے میں تفصیلات معلوم ہونا ضروری ہیں یہ ایک اہم کردار تھا۔ دیر تک سوچتی رہی پھر نہ جانے کیوں ایک خیال دل میں آیا اور بری طرح ذہن پر حاوی ہوگیا۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ گئی ڈاکٹر سجاد کے کلینک کے بارے میں پہلے ہی معلوم کرچکی تھی چنانچہ کچھ دیر کے بعد میں نے کار اس کے خوبصورت کلینک کے سامنے روک دی۔ عمارت بہت شاندار تھی کافی اسٹاف تھا۔ استقبالیے پر ایک معمر شخص بیٹھا ہوا تھا۔

"ڈاکٹر سجاد تشریف رکھتے ہیں؟"

"جی ہاں۔"

"ان سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"آپ کا اپائنٹ منٹ ہے۔"

"اوہ۔ نہیں!"

"نہیں میڈم ان سے وقت لینا پڑتا ہے۔"

"مگر میں مریض نہیں ہوں۔"

"پھر کیا کام ہے ان سے؟"

"ایک ذاتی کام ہے۔"

"آپ مجھ سے ان کے گھر کا نمبر لے لیجئے۔ ایک بجے سے چھ بجے تک وہ گھر پر ہوتے ہیں۔ کلینک پر وہ صرف........" ابھی ریسپشنسٹ اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ ڈاکٹر سجاد کسی کام سے اس

طرف نکل آیا۔ ریسپشنسٹ مجھے بھول کر اس کی طرف متوجہ ہوگیا تھا۔ میں نے صاف محسوس کیا کہ وہ مجھے دیکھ کر چونکا ہے مگر پھر وہ لاتعلق ہوگیا تھا اور اس نے ریسپشنسٹ کو بلاکر کچھ ہدایات دینا شروع کر دی تھیں۔ میں بھلا اس موقع سے کہاں چوکنے والی تھی' چنانچہ میں ان کے قریب پہنچ گئی۔

"ایکسکیوز می ڈاکٹر۔"

"جی......" وہ سرد لہجے میں بولا۔

"میں آپ کا کچھ وقت لینا چاہتی ہوں۔"

"فرمایئے۔"

"آپ سے کچھ گفتگو کرنی ہے شاید آپ مجھے پہچان نہیں سکے۔"

"کون ہیں یہ؟" ڈاکٹر سجاد نے ریسپشنسٹ سے پوچھا۔

"سر میں بالکل نہیں جانتا۔ ابھی ابھی تشریف لائی ہیں۔ انہوں نے وقت بھی نہیں لیا اور آپ سے ملنا چاہتی تھیں۔" اس نے جواب دیا۔

"آپ مجھے نہیں جانتے ڈاکٹر؟" میں نے کہا۔

"آپ ملکہ وکٹوریہ ہیں۔" اس نے حقارت سے کہا۔

"بننا چاہتی ہوں۔" میں نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔

"کبھی وقت لے کر آیئے بنا دوں گا۔ میں اپائنٹ منٹ کے بغیر نہیں ملتا۔ آپ ان سے وقت لے لیجئے۔ اوکے سرفراز میں انتظار کر رہا ہوں۔" اس نے کہا اور واپس چل پڑا۔ میں خاموشی سے اسے دیکھتی رہی تھی۔

"میں نے عرض کیا تھا اس طرح مشکل ہے۔ ڈاکٹر صاحب مصروف آدمی ہیں۔" اس شخص نے کہا اور میں اسے کوئی جواب دیئے بغیر ہی پلٹ پڑی۔ باہر آکر اپنی کار میں آبیٹھی اور ہونٹ بھینچے کلینک کی طرف دیکھتی رہی۔ مگر اسی وقت مجھے ایک بار پھر چونکنا پڑا۔ نیلے رنگ کی ایک ہنڈا اکارڈ کلینک کے سامنے آکر رکی تھی اس کی ڈرائیونگ سیٹ پر ایک شخص موجود تھا جو لباس سے ڈرائیور معلوم ہوتا تھا مگر اس کا چہرہ بے حد خطرناک تھا۔ وہ صورت سے ہی غنڈہ معلوم ہوتا تھا۔ اس نے ہارن بجایا اور دوسری بار ہارن بجانے پر وہی ریسپشنسٹ باہر نکل آیا۔ دونوں کے درمیان کچھ گفتگو ہوئی اور پھر ریسپشنسٹ نے ایک پیکٹ لباس سے نکال کر اس کے حوالے کر دیا۔ اس دوران میں نے اس کار کا نمبر دیکھا تھا لیکن یہ نمبر دوسرا تھا جبکہ حملہ آور اکارڈ کا نمبر مجھے زبانی یاد تھا۔ کسی خیال کے تحت میں نے اپنی کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھا دی اور اسے کچھ دور لے جاکر روک لیا۔ پھر میں نیلی کار کا جائزہ لیتی رہی۔ کچھ دیر کے بعد وہی ریسپشنسٹ کچھ برتن لے کر آیا جو کار کی ڈکی میں رکھ دیئے گئے اور پھر نیلی کار اسٹارٹ ہوکر چل پڑی۔ میں نے احتیاط سے اپنی کار اس کے تعاقب میں لگا دی تھی۔ نیلی کار سفر کرتی رہی اور اس کے بعد وہ

ساحل سمندر جانے والی سڑک پر مڑ گئی۔ میں نہایت ہوشیاری سے تعاقب کر رہی تھی اور پھر اچانک میرا دل دھک سے ہو کر رہ گیا۔ نیلی گاڑی سی ویو اپارٹمنٹ کے پاس جاکر رکی تھی۔ سی ویو اپارٹمنٹ......... جمال......... میرے اعصاب میں ایک ہیجانی کیفیت بیدار ہوگئی مگر جلد بازی خطرناک ہوسکتی تھی۔ میں نے پھرتی سے اپنی کار ایسی جگہ روک دی جہاں وہ عام نگاہوں سے محفوظ رہے اس کے بعد برق رفتاری سے نیچے اتر کر میں مختلف رکاوٹوں کا سہارا لے کر آگے بڑھتی رہی پھر ایک جگہ رک کر نیلی کار کو دیکھنے لگی۔ ڈرائیور کار میں موجود نہیں تھا۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ کسی اپارٹمنٹ میں داخل ہوگیا ہے کہ کیسے پتہ چلے کہ وہ کون سے اپارٹمنٹ میں گیا ہے۔ میں ہمت کرکے آگے بڑھی اور اپارٹمنٹس کے طویل و عریض سلسلے میں سے اس بلاک میں داخل ہوگئی جس کے سامنے کار روکی گئی تھی۔ اس کا اندازہ تو مجھے بخوبی ہوگیا تھا کہ ڈرائیور اس بلاک میں گیا ہے لیکن کون سی منزل پر' کون سے فلیٹ پر' ظاہر ہے یہ آسانی سے پتہ نہیں چل سکتا تھا اور حد سے زیادہ برق رفتاری میرے لئے نقصان دہ ہوسکتی تھی۔ میں نے وہیں رک کر انتظار کرنے کا فیصلہ کرلیا البتہ اس نیلی کار کا نمبر بھی میں نے نوٹ کرلیا تھا ویسے پچھلی رات کو میں نے جس کار کا نمبر نوٹ کیا تھا اس کے بارے میں مجھے ذرہ برابر شبہ نہیں تھا یقینی طور وہ نمبر بالکل درست تھا اور حیرت ناک بات یہ تھی کہ وہ دلاور شیخ کی کار کا نمبر ثابت ہوا تھا۔ کوئی بہت ہی گہرا جال پھیلا ہوا ہے۔ بہت ہی الجھے ہوئے معاملات ہیں۔ حالانکہ اس نیلی کار کو دیکھ کر ذہن میں اور کوئی تصور نہیں پیدا ہونا چاہئے تھا لیکن یہ ڈاکٹر سجاد کے کلینک پر رکی تھی اور ڈاکٹر سجاد کے کلینک کے ریسپشنسٹ نے کچھ سامان اس گاڑی میں منتقل کیا تھا۔ اس سے یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ اس کا تعلق ڈاکٹر سجاد ہی سے ہے بہرطور میں نے اس کار کا نمبر بھی محفوظ کرلیا۔ کام میں بے شک ست رفتاری تھی لیکن موثر طریقے سے یہ سلسلہ جاری رہنا چاہئے۔ جلد بازی کے نتائج یقینی طور پر بہتر نہیں ہوں گے۔ چنانچہ انتظار کرنا پڑا اور اس کے ساتھ ہی میں نے آئندہ قدم کے بارے میں بھی فیصلہ کرلیا چنانچہ جب وہ ڈرائیور نما آدمی واپس آکر نیلی کار میں بیٹھا اور نیلی کار اسٹارٹ ہوکر شہری علاقے کی جانب چل پڑی تو میں نے اب اس کا تعاقب نہیں کیا تھا بلکہ اپنی جگہ رک کر اسے دور جاتے دیکھتی رہی۔ پھر جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہوگئی تو میں ایک بار پھر اس بلاک کے اطراف میں چکرانے لگی۔ یہاں باقاعدہ پارکنگ تھی اور اس پارکنگ میں گرے رنگ کی مرسیڈیز کار تلاش کرنے میں مصروف تھی بس نجانے کیوں ذہن میں یہ خیال آیا تھا کہ مال کا کوئی تعلق یہاں سے ہوسکتا ہے اور اگر کسی طور ڈاکٹر سجاد اور اس نامعلوم کردار کے رمیان کوئی ربط دریافت ہو جائے تو بات خاصی عمدگی سے آگے بڑھ سکتی ہے لیکن گرے رنگ ی مرسیڈیز مجھے اس پورے پارکنگ لاٹ میں کہیں نہیں ملی اور اس کے بعد یہاں رکنا بے صد ہی تھا کیونکہ اگر کوئی شخص میرے علم میں آہی جائے تو ظاہر ہے میں اس پر جمال ہونے کا بہ کیسے کرسکتی ہوں۔ میں تو جمال کو پہچانتی بھی نہیں

سب سے پہلے نظر آنے والے ریستوران میں جا بیٹھی اور ان حالات پر غور کرنے لگی۔

ڈاکٹر سجاد نے میرے ساتھ جو توہین آمیز رویہ اختیار کیا تھا اس نے یقینی طور پر مجھے اشتعال دلایا تھا لیکن اس سے ایک فائدہ بھی ہوا تھا میرا یہ تو کسی طور ممکن نہیں تھا کہ ڈاکٹر سجاد مجھے پہچان نہ سکا ہو لیکن اس نے میرے ساتھ جو رویہ اختیار کیا تھا ظاہر ہے اس کی اس کیفیت کو میں اچھی طرح سمجھتی تھی اور اس وقت ایک خیال میرے دل پر جم گیا وہ یہ کہ ڈاکٹر سجاد کا ان واقعات سے یقینی طور پر گہرا تعلق ہے۔

پہلے بھی اس کی شخصیت مشکوک حیثیت اختیار کرچکی تھی لیکن اب......... اب.........

چائے کے گرم گرم گھونٹوں نے مجھے ذہنی طور پر کافی معتدل کیا تھا لیکن اب میں سوچ رہی تھی کہ میرا آئندہ قدم کیا ہونا چاہئے۔

پھر باقی وقت دفتر ہی میں گزارا تھا اور دفتر کے بہت سے کام کر ڈالے تھے۔ یوں بھی کسی بھی طور میں اپنے اصل کام کو پس پشت نہیں ڈال سکتی تھی اور میرے لئے یہ انتہائی ضروری تھا کہ میرے اخبار کے مالکان مجھ سے مطمئن رہیں۔ میں نے آج تک اپنی حیثیت سے کوئی رعایت نہیں حاصل کی تھی اور دفتری فرائض اسی انداز میں سرانجام دیتی رہی تھی جس انداز میں ایک ملازم کو انجام دینے چاہئیں۔ غالباً" وجہ بھی یہ تھی کہ میرے مالکان مجھ سے ضرورت سے زیادہ خوش تھے اور میرے کسی قدم پر کوئی نکتہ چینی نہیں ہوتی تھی۔

پھر شام کو سات بجے شہریار سے ملاقات ہوئی۔ عموماً" میرے سامنے وہ ڈھیلے ڈھالے انداز میں ہی آتا تھا اور ایک ہی طریقے سے گفتگو کرتا تھا لیکن خلاف توقع اس وقت وہ اسمارٹ نظر آ رہا تھا اور ایک عمدہ لباس میں ملبوس تھا۔

"ہیلو مس لبنیٰ' کیسے مزاج ہیں آپ کے؟"

"بالکل ٹھیک ہوں مگر تمہیں کیا ہوگیا؟"

"ہاہا۔ بہت خوش ہوں۔ ذہین آدمی ہوں بڑے بڑے معاملے چٹکی بجاتے حل کرلیتا ہوں۔ اس لئے بہت خوش ہوں۔"

"میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔" میں نے کہا۔

"چائے منگواؤ۔" وہ غرا کر بولا اور میں ہنس پڑی۔ وہ برے برے منہ بنانے لگا تھا۔

"کچھ جھاڑ پڑ گئی کیا۔"

"ہونہہ۔ کیا سمجھتی ہو۔ میں جھاڑ کھانے والوں میں ہوں۔ ہر جیب میں ایک استعفیٰ ٹائپ کیا ہوا رکھتا ہوں۔"

"تمہاری حالت تو ٹھیک نہیں لگتی۔"

"جی نہیں۔ میرا درد حد سے گزر چکا ہے اور مجھے کسی چیز کی پرواہ نہیں ہے۔ ویسے ڈی آئی

جی صاحب نے مجھے بڑی خوشدلی سے خوش آمدید کہا اور دلچسپ بات یہ ہے کہ میں دلاور شیخ سے بھی مل آیا۔"

"اماں نہیں۔" میں نے شرارت سے کہا۔

"خدا کی قسم بالکل جھوٹ نہیں بول رہا۔ دلاور شیخ نے میری بڑی تعریف کی اور میرے پچھلے کیسوں سے واقفیت کا اظہار کر کے میری کارکردگی کو سراہا۔ پھر یہ پیشکش کی کہ مجھے کوئی الجھن ہو تو وہ میری ہر طرح مدد کرنے کو تیار ہے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ ممکن ہے اس کیس میں کچھ بڑے چہروں کی رونمائی ہو جائے اس لئے میرے راستے روکے جائیں گے ایسی کوئی بات ہو تو اس کے لئے دلاور شیخ کی مدد لی جائے مگر اس کا نام خفیہ رکھا جائے۔"

"کار کی بات کرو۔" میں نے کہا۔

"کار اس کی ہے مگر اس کار کے مصرف کی چھ روزہ رپورٹ موجود ہے اور اس کار کے یہ چھ دن شک و شبے سے بالاتر ہیں بلکہ اس کے لئے ایک وڈیو فلم بھی مجھے دی گئی ہے جس سے اس کی تین روزہ مصروفیات پتہ چلتی ہیں۔"

"ویری گڈ۔ چائے پیو اور اس کے بعد مجھے مکمل تفصیلات بتاؤ یعنی ڈی آئی جی سے ملاقات ان سے گفتگو ان کا تعاون وغیرہ۔"

"ضروری ہے۔" شہریار نے کہا۔ انداز مجھے چڑانے والا تھا مگر اس کی حرکتیں نوٹ کر رہی تھیں چنانچہ میں نے اس کی توقع کے خلاف کیا۔

"ہاں بھئی ہمیں بھی تو خوش ہونے کا موقع دو۔ ہم سے زیادہ کون خوش ہوسکتا ہے۔"

شہریار کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگے۔ پھر جیسے اس کے چہرے سے خول اتر گیا۔

"تم......... تم فولاد ہو۔ یقیناً مٹی کی تخلیق نہیں ہو' میں' ان تعریفوں کو' ان جھوٹی تعریفوں کو برداشت نہیں کرسکتا میں اپنے طور پر اس حیثیت کو برقرار نہیں رکھ سکتا بعض اوقات میرے لئے کسی سوال کا جواب دینا مشکل ہو جاتا ہے۔"

"تمہیں یہ سب کچھ کرنا ہوگا کرتے رہنا ہوگا اور آج کے بعد اس وقت کے بعد تم ان احساسات کا اظہار کرو گے سمجھے۔" میں نے غراتے ہوئے کہا۔

"ورنہ......... ورنہ کیا ہوگا؟"

"میں یورپ واپس چلی جاؤں گی۔" میں نے جواب دیا اور وہ مجھے گھورتا رہا۔ پھر ہنس پڑا اور بولا۔

"حامد فخری صاحب سے میں نے کہا۔" سر میں عام حالات میں آپ سے یہ سوال کبھی نہیں کرتا لیکن ان خاص حالات میں یہ ضروری ہوگیا ہے۔ اب یہ جاننا ضروری ہے کہ اس کیس کو ری اوپن کرانے کی خواہش کس نے کی ہے۔" فخری صاحب نے مجھے گھورتے ہوئے پوچھا کہ وہ خاص حالات کیا ہیں تو میں نے انہیں بتایا کہ دلاور شیخ کی ایک کار بے حد مشکوک سرگرمیوں

میں ملوث پائی گئی ہے۔ اسے قتل کے ایک واقعہ سے بھی ملوث کیا جاسکتا ہے اور جہاں تک اب تک کی تفتیش سے معلوم ہوا ہے اس کیس کو دوبارہ چلانے کی تحریک دلاور شیخ کی ہے ان کی پوزیشن واضح ہونا ضروری ہے۔ بس یہاں فخری صاحب متاثر ہوگئے مجھے شاباشی دیتے ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ میرے لئے اس شعبے کا انتخاب غلط نہیں ہوا ہے۔ میں نے کمال کر دکھایا ہے ورنہ دلاور شیخ کا نام کسی کو نہیں معلوم۔ پھر انہوں نے مختصر تفصیل بتائی اور کہا کہ اس اسرار حسین سے دلاور شیخ کے کچھ کاروباری معاملات بھی چل رہے تھے اور کسی بلیک میلر نے انہیں دھمکی دی تھی کہ وہ اسرار صاحب کے قتل کو ان کے سر ڈال سکتا ہے چنانچہ انہوں نے عارضی طور پر اس کی زبان بند کرکے مجھ سے رابطہ کیا اور کہا کہ اس حادثے کی صحیح تفصیلات اگر منظر عام پر آجائے تو اس بلیک میلر کا منصوبہ فیل ہوسکتا ہے اور میں نے یہ کیس دوبارہ شروع کرا دیا۔"

"پھر کیا ہوا؟" میں نے پوچھا۔

"میں خاموش نہیں ہوا اجازت ہو تو سانس لے لوں؟" شہریار پھاڑ کھانے والے انداز میں بولا۔

"جلدی لے لو زیادہ لمبا سانس لینے کی اجازت نہیں ہے۔" شہریار مجھے گھورتا ہوا بولا۔

"فخری صاحب نے میرے سامنے دلاور شیخ کو فون کیا اور مختصر الفاظ میں تفصیل بتائی تو دلاور شیخ نے انہیں خاموش کرتے ہوئے کہا کہ وہ صورتحال سمجھ چکے ہیں۔ انسپکٹر کو ان کے پاس بھیج دیا جائے اور فخری صاحب نے مجھے ان کے پاس بھیج دیا۔ بعد میں جو غیر ضروری باتیں ہوئیں ان کا تذکرہ نہیں کروں گا۔ دلاور شیخ نے مجھ سے تفصیل پوچھی تو میں نے سب کچھ بتا دیا۔ زمرد کے قتل کے بارے میں بھی اور ان کی کار کے بارے میں بھی۔ تب انہوں نے کہا کہ اتفاق سے ان کی گاڑی ان کے ایک قریبی دوست کے بیٹے کی شادی میں مصروف رہی ہے اور اس کے درجنوں ثبوت جگہ جگہ سے مل جائیں گے ابھی وہ کار وہیں ہے اور واپس نہیں آئی۔ اتفاق سے اس شادی کی ویڈیو کا ایک پرنٹ ان کے پاس آیا جس میں وہ کار موجود ہے اور انہوں نے یہ پرنٹ بھی مجھے بھیج دیا ہے۔"

"کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"گھر رکھ آیا ہوں کہو تو بھاگ کر لے آؤں۔"

"دلاور شیخ نے خود کوئی خیال ظاہر کیا؟"

"بہت محتاط رہا اور صرف یہ رونا روتا رہا کہ اس بلیک میلر کا سراغ لگانا ضروری ہے او اس کا نام نہ آنے پائے۔ اس نے مجھ سے بڑے انعام کا وعدہ بھی کیا ہے۔"

"ہوں...... میں وہ ویڈیو دیکھنا چاہتی ہوں...... تم نے دیکھی؟"

"ہاں وہ کار اس میں موجود ہے۔"

"جن لوگوں کے ہاں شادی ہوئی تھی وہ کون لوگ ہیں؟"

"میں نے یہ سوال کیا تھا اور کہا تھا کہ اس دوران کوئی بھی ان کی کار استعمال کرسکتا ہے۔ جس پر انہوں نے جواب دیا کہ ان کا بیس سال پرانا ڈرائیور عبدل کار کے ساتھ ہے اور یہ ناممکن ہے۔"

"گھر میں کیا پکا ہے۔" میں نے اچانک پوچھا۔

"یہ میں نے نہیں پوچھا۔" شہریار نے پھولے ہوئے منہ سے کہا۔

"میں تمہارے گھر کے بارے میں پوچھ رہی ہوں۔"

"کدو کی بھجیا۔" وہ بولا۔

"اوہ میرے خدا...... کلاسیکل...... آہ کدو کی بھجیا میں نے پچھلے سولہ برس سے نہیں کھائی...... کھانا تمہارے گھر ہی کھاؤں گی! اب اپنی اس بے مقصد پریشانی کی وجہ بھی بتا دو؟" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میں نے الفاظ تو کجا کسی شعر کا خیال بھی سرقہ نہیں کیا۔" وہ بولا۔

"اسی لئے مائل سے نادم اور پھر مرحوم ہوگئے ورنہ نوکری کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ اخبارات میں چھپتے اور ملک ملک کی سیر کرتے' شاعر ہوتے' سیاستدان ہوتے' کالم نویس ہوتے اور نجانے کون سے عہدے پر ہوتے۔"

"قتل کردو مجھے۔"

"کرچکی ہوں...... نادم اور مرحوم کو قتل کرچکی ہوں۔ تم پھر سے مائل ہوگے اور محکمہ پولیس کے افسر اعلیٰ ہوگے۔"

"گھر چلیں۔" وہ نرم ہوکر بولا۔

شہریار کے گھر میں نے ویڈیو فلم دیکھی۔ کئی بار دیکھی اور اپنے اس خیال کی تصدیق کردی کہ یہ مجھ پر حملہ آور کار نہیں تھی۔ دلاور شیخ کی کار کے عقبی حصے پر جو نمبر پلیٹ لگی ہوئی تھی وہ پرانی اور ایک کونے سے مڑی ہوئی تھی اور اس کے مڑے ہونے کا جواز بمپر پر ایک نشان کی شکل میں موجود تھا جبکہ وہ نمبر پلیٹ جو میں نے دیکھی تھی بالکل نئی اور چمکدار تھی۔ میرے ہونٹوں پر کامیابی کی مسکراہٹ تھی۔

میں نے کہا "اب اجازت دو شہریار۔"

"شادی کی پوری مووی نہ دیکھو گی؟"

"کل کیا پروگرام ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم۔"

"گیارہ بجے...... سیر و تفریح کریں گے۔"

"کہاں ملوں؟"

"دفتر آجاؤ۔" میں نے کہا اور شہریار نے گردن ہلا دی۔ پھر میں واپس چل پڑی تھی۔ کام ہو رہا تھا لیکن حالات کافی سخت تھے اور ابھی تک کوئی ایسا کلیو نہیں ملا تھا جس پر بڑے پیمانے پر کام کیا جاتا۔ دوسرے دن میں نے جمال کو تلاش کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ شہریار کو ایک بار پھر فون کرکے سادہ لباس میں آنے کے لئے کہا تھا۔ دوسرے دن گیارہ بجے وہ میرے پاس پہنچ گیا۔ "کیا بات ہے انسپکٹر بننے کے بعد بڑے بڑے خوبصورت لباس تیار کرائے ہیں۔"

"اخبار میں ایک راشی انسپکٹر کی کہانی لکھ دو۔"

"تصدیق ہو جانے دو........ آؤ۔" کار کو ساحل کی طرف بڑھتے دیکھ کر وہ بولا۔ "کیا واقعی سیرو تفریح کی سوجھی ہے۔"

"کوئی اعتراض ہے؟" وہ کچھ نہ بولا۔ سی ویو کے پاس میں نے کار روکی تو وہ چونک کر بولا۔

"جمال" میں نے چونک کر اسے گھورتے ہوئے کہا۔ "تمہاری ذہانت کے بارے میں دلاور شیخ سے پہلے اعتراف کرچکی ہوں بشرطیکہ کھوپڑی سے برف ہٹالیا کرو۔ تمہارا خیال درست ہے وہ ایک اہم کردار ہے۔"

"میں نے پہلے ہی اس کے بارے میں کہا تھا لیکن کیا یہ مشکل نہیں ہے کہ ہم اسے نہیں پہچانتے۔ اس کی کوئی تصویر ہی مل جاتی۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ سی ویو کے اس بلاک سے کچھ فاصلے پر میں نے دو افراد کو دیکھا۔ چوکیدار قسم کے لوگ تھے۔ میں نے انہیں اشارہ کیا اور چند قدم آگے بڑھ کر ان کے قریب پہنچ گئی۔

"بھائی ہمیں ایک صاحب کی تلاش ہے کچھ مدد کرسکتے ہیں؟"

"کون صاحب ہے؟"

"جمال نام ہے خوبصورت سے ہیں ان کے پاس گرے رنگ کی مرسیڈیز کار ہے۔"

"ادھر رہتا ہے۔"

"ہاں اسی بلاک میں اپارٹمنٹ کا نمبر معلوم نہیں۔"

"گرے رنگ کا گاڑی مرسیڈیز........ جمال صاحب کو تو میں نہیں جانتا پر ایک بات بول سکتا ہے اس بلاک میں گرے رنگ کا کوئی مرسیڈیز نہیں ہے۔"

"تمہیں یقین ہے؟"

"بالکل میم صاب ہم دن رات ادھر رہتا ہے۔"

"آس پاس کے کسی اور بلاک میں۔"

"یہ بتانا مشکل ہے ابی یار جمال صاب کون ہوسکتا ہے۔" وہ ایک دوسرے سے تبادلہ خیال کرتے رہے لیکن کوئی کام نہیں بنا۔ میں وہاں سے آگے بڑھ آئی تھی۔ شہریار نے کہا۔

"تمہیں یہ یقین کیسے ہے کہ وہ اسی بلاک میں رہتا ہے۔"

"میں تمہارے بغیر بھی کچھ کام کرتی رہی ہوں اور معاف کرنا تم سے ایک آدھ بات

چھپائی بھی ہے۔" شہریار چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ میں اسے ساتھ لے کر ساحل پر آگئی میں نے کہا "نیلے رنگ کی ایک ہنڈا اکارڈ ڈاکٹر سجاد کے پاس بھی ہے اور اب مجھے شبہ ہے کہ مجھ پر حملے کے لئے وہی کار استعمال کی گئی تھی۔"

"حملہ........؟" شہریار کی سرسراتی آواز ابھری۔

"ہاں شہریار........ معاف کرنا صرف تمہاری پریشانی کے خیال سے میں نے تمہیں نہیں بتایا تھا' میں نے اسے حملے کی کہانی سنائی تھی۔ پھر میں نے ہنڈا اکارڈ کے بارے میں اسے اپنا خیال بتایا۔ نمبر پلیٹ کی تبدیلی کے بارے میں تفصیل بتائی اور پھر اس دوسری اکارڈ کے بارے میں۔ شہریار خاموشی سے سن رہا تھا میں جانتی تھی کہ میرے خاموش ہونے کے بعد وہ کیا کہے گا لیکن پوری تفصیل سننے کے بعد بھی وہ خاموش رہا پھر اس کے انداز نے مجھے واقعی حیران کر دیا تھا۔

"زمرد کے سلسلے میں بھی نیلی گاڑی ملوث ہے۔ میرا خیال ہے لبنیٰ ہم بہت زیادہ تکلف برت رہے ہیں۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"اب تک ہم صرف واقعات اور شواہد جمع کرنے میں مصروف رہے ہیں۔ ان کیس میں تھوڑا سا انداز بدلنا پڑے گا۔ میری رائے ہے کہ اس میں دیسی طریق کار استعمال کیا جائے۔ دیکھو ہمارے سامنے چند کردار ہیں۔ نمبر ایک ڈاکٹر سجاد' نمبر دو جمال اس کا پورا نام کچھ بھی ہو' نمبر تین عذرا۔ باقی کردار ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر اسرار حسین کو قتل کیا گیا ہے تو اس میں یہ تینوں کردار سرفہرست نظر آتے ہیں۔ ہم انہیں چھوڑ کر ادھر ادھر بھاگ رہے ہیں۔ جمال' زاہدہ سے شادی کرنا چاہتا تھا اچانک یہ فیصلہ بدل گیا۔ اسرار حسین ہلاک ہوگئے۔ پھر زاہدہ چل بسی۔ رہ گئی منشیات کی عادی عذرا........ جمال کی محبت اس کی طرف بھی منتقل ہوسکتی ہے۔ اسرار حسین کی پوری دولت کی وارث عذرا ہے اور وہ انتہائی حد تک نشے کی عادی ہے۔ فرض کرو جمال عذرا سے شادی کرلیتا ہے اور کسی بھی وقت نشے کی زیادتی سے عذرا بھی مرسکتی ہے۔ دولت جمال کے قبضے میں آسکتی ہے۔ ڈاکٹر سجاد سے اس کا سمجھوتہ ہوسکتا ہے۔ اس کا اندازہ نیلی ہنڈا کے ذریعے تمہیں ہوچکا ہے۔ کوٹھی میں حمیدہ بٹ ان دونوں کی آلہ کار ہوسکتی ہے۔ اب رہ گئی بات بندر کا سر' بکرے کی آنکھ اور کٹی ہوئی انسانی انگلیاں وہ دھمکی بھی ہوسکتی ہے۔"

"دھمکی" میں نے کہا۔

"ہاں کسی بلیک میلر کی طرف سے۔"

"میری نظر نہ لگ جائے تمہیں۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"غیر سنجیدگی نہیں۔ آؤ اٹھو........ چلتے ہیں۔"

"ارے کہاں۔" میں واقعی حیران ہوگئی۔ شہریار کے رویے نے مجھے واقعی حیران کر دیا تھا۔

"اسرار حسین کی کوٹھی پر چلنا ہے۔" شہریار بولا۔

"ضرور چلنا ہے مگر وہاں جاکر کیا کرو گے کچھ تفصیلات تو بتاؤ؟"

"عذرا سے براہ راست ملاقات' حمیدہ بٹ سے بات چیت جو کچھ کرتے رہے ہیں اس میں شرافت کا پہلو پوشیدہ تھا' لیکن اب ذرا انداز تبدیل کرنا پڑے گا۔"

"ہوں' مجھے اعتراض نہیں ہے' لیکن کم از کم ایک لائحہ عمل تو بنالو۔"

"آؤ بھئی عورتوں کا زیادہ بولنا مجھے پسند نہیں ہے۔" شہریار نے مکمل سنجیدگی سے کہا اور میرے حلق سے زوردار ہنسی نکل گئی۔ بہرطور میں نے انکار نہیں کیا تھا۔ شہریار درحقیقت بہت سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ میرے اوپر ہونے والے حملے پر اس نے کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا لیکن اس کا جو ردعمل اس پر ظاہر ہوا تھا اسے میں دل کی گہرائیوں سے محسوس کر رہی تھی۔ مجھے درحقیقت یوں لگ رہا تھا جیسے شہریار کے چہرے سے ایک خول سا اتر گیا ہو اور اس وقت یونیورسٹی کا مائل جو درحقیقت تیز اور چمکدار آنکھوں والا ذہین شاعر تھا' پھر سے میری نگاہوں کے سامنے آگیا تھا' غرض یہ کہ ہم لوگ کار ڈرائیو کرتے ہوئے بالاخر اسرار حسین کی کوٹھی تک پہنچ گئے' شہریار نے کار کے ہارن پر ہاتھ رکھا' گیٹ کھولا گیا اور میں کار ڈرائیو کرتی ہوئی اندر داخل ہوگئی لیکن میں نے پورچ میں ایک پولیس جیپ کو کھڑے ہوئے دیکھا تو' ایک لمحے کے لئے میں ٹھٹکی لیکن شہریار نے اس پر کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا۔ وہ نیچے اترا اور کسی ملازم کی تلاش میں نگاہیں دوڑانے لگا۔ ایک ملازم نظر آیا تو اس نے کہا۔

"عذرا کو فوراً ڈرائنگ روم میں بھیجو اس سے کہو کہ پولیس آفیسر شہریار اس سے ملاقات کرنا چاہتا ہے۔"

"جی صاحب وہ........"

"تم بہرے ہو' سنا نہیں میں نے کیا کہا ہے تم سے؟"

"آیئے صاحب" ملازم نے گہری سانس لے کر کہا اور ہم دونوں کو لئے ہوئے ڈرائنگ روم کی جانب چل پڑا۔ ڈرائنگ روم کھلا ہوا تھا اور اندر سے کچھ باتیں کرنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ ہم دونوں اندر داخل ہوئے تو میں نے ایک صوفے پر ایک بھاری بھرکم پولیس آفیسر کو دیکھا' جو ایس پی کی وردی میں ملبوس تھا بڑی بڑی اور گھنی مونچھیں اس کی شخصیت کو شاندار بنا رہی تھیں۔ شہریار نے فوراً ہی اسے سلیوٹ کیا اور ایس پی شہریار کو دیکھنے لگا۔ "سادہ لباس میں سلیوٹ کرتے ہوئے کیسے لگ رہے ہو تم' کیا نام ہے تمہارا۔ کون ہو؟"

"سر میں محکمہ خفیہ کا انسپکٹر شہریار ہوں۔"

"اس طرح بغیر اطلاع کے کیسے آنا ہوا؟" ایس پی نے سوال کیا میری نگاہیں دوسرے صوفے پر بیٹھی ہوئی عذرا پر جم گئی تھیں جو اس وقت بالکل نارمل حالت میں نظر آ رہی تھی' ایک خوب صورت لیکن سادہ سا لباس پہنے ہوئے اس کے انداز میں تھکا تھکا پن نمایاں تھا۔ کچھ دیر میں اسے دیکھتی رہی۔ پھر میں نے شہریار کو دیکھا۔ میں سمجھ رہی تھی کہ شہریار کافی حد تک

نروس ہوگیا ہوگا لیکن میری توقع کے خلاف شہریار نے نہایت پراعتماد لہجے میں کہا۔

"سر ایک کیس میرے حوالے کیا گیا ہے اس پر کام کر رہا ہوں اور اس وقت اسی کے سلسلے میں آنا ہوا تھا۔"

"ٹھیک ہے لیکن کسی معزز گھرانے میں آنے کے کچھ آداب ہوتے ہیں۔" ایس پی نے کہا پھر بولا۔

"مجھے جانتے ہو؟"

"جی سر۔ آپ ایس پی راٹھور ہیں۔"

"ہوں۔ تمہارا کارڈ تو یقیناً تمہارے پاس ہوگا۔"

"جی سر موجود ہے۔" شہریار نے اپنا شناختی کارڈ نکال کر ایس پی راٹھور کے سامنے رکھ دیا۔ ایس پی نے اس کارڈ کو دیکھا اور پھر اس پر اپنی ہتھیلی رکھ دی۔

"کیا کہہ رہے تھے تم؟"

"جی میں عرض کر رہا تھا کہ اس کیس کے سلسلے میں کچھ معلومات حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوا تھا اور ملازم سے میں نے یہی کہا تھا کہ میں عذرا سے ملنا چاہتا ہوں۔ ملازم مجھے ڈرائنگ روم کی جانب لے آیا' میں یہ بات نہیں جانتا تھا کہ آپ حضرات ڈرائنگ روم میں تشریف رکھتے ہیں۔"

"یہ کون ہیں؟" ایس پی راٹھور نے میری جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"لبنیٰ غضنفر" شہریار نے جواب دیا۔

"تعلق محکمہ پولیس سے ہے؟"

"جی نہیں اخبار سے۔"

"تم اخباری نمائندے ساتھ لئے پھرتے ہو کیا پولیس کے قوانین میں کوئی اضافہ ہوا ہے؟"

"جی نہیں سر۔ کچھ ضرورتوں کے لئے میں نے انہیں ساتھ رکھا ہے۔"

"وہ کیا ضرورتیں ہوسکتی ہیں؟"

"سر آپ کو نہیں بتا سکتا۔"

"کیا مطلب؟"

"آپ اس کیس سے متعلق نہیں ہیں۔" شہریار نے جواب دیا اور ایس پی کی آنکھیں سرخ ہوگئیں۔ وہ شہریار کو گھورتا رہا پھر اس نے کہا۔

"میں اس کیس سے متعلق ہوگیا ہوں۔ یہاں اس کوٹھی میں دو افراد کا اغوا ہوا ہے اور عذرا نے شکایت کی ہے کہ ایک پولیس افسر اسے پریشان کر رہا ہے اس کی حفاظت میرا فرض ہے۔"

"محکمہ خفیہ کو اطلاع ملی ہے کہ کچھ پولیس آفیسر دو افراد کے قتل کے کیس میں رخنہ اندازی کر رہے ہیں اور قاتلوں کو چھپانا چاہتے ہیں مجھے اختیارات ملے ہیں کہ اس کی تفتیش کروں۔" ایس پی راٹھور غصے سے کھڑا ہو گیا تھا۔ اس نے چنگھاڑتے ہوئے کہا۔

"تم مجھے قانون سکھا رہے ہو۔"

"آپ قانون نظرانداز کر رہے ہیں سر۔ یاد دلا رہا ہوں اس وقت میں تنہائی چاہتا ہوں اور مس عذرا سے کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ یہ کیس میرے پاس ہے آپ مجھے اس کے لئے اجازت دیجئے۔"

"میں تمہیں لائن حاضر کر سکتا ہوں۔"

"آپ جو کر سکتے ہیں ضرور کیجئے ظاہر ہے محکمانہ کاروائی کا آپ کو حق ہے۔" شہریار نے کہا۔

"ویسے میرے اخبار کے لئے یہ ایک دلچسپ فیچر ہے۔ دو مختلف محکموں سے تعلق رکھنے والے آفیسر اس انداز کی گفتگو کر سکتے ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ایس پی راٹھور مجھے چونک کر دیکھنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔

"میں تمہیں فٹ کر دوں گا۔"

"یہ جملہ بھی نوٹ کر لیا گیا ہے۔" میں نے بدستور نرم لہجے میں کہا۔

"سر آپ مجھے میرا کام کرنے کی اجازت دیں گے۔" شہریار نے کہا۔

"میں اپنے وکیل کے بغیر پولیس کو کوئی بیان دینے کے لئے تیار نہیں ہوں۔" عذرا نے کہا۔

"یہ کیس ابھی تفتیشی مراحل میں ہے اس لئے پولیس کوئی مداخلت پسند نہیں کرتی۔ آپ وکیل کو بعد میں طلب کر سکتی ہیں۔ دوسری صورت میں، میں آپ کو اسی وقت پولیس اسٹیشن لے جاؤں گا اور وہاں آپ کا بیان لوں گا۔ سر آپ ابھی تک یہاں موجود ہیں۔" شہریار اس وقت شاید نشے میں تھا مگر میرے دل میں ٹھنڈک اتر رہی تھی۔

"تیرے برے دن آ گئے ہیں کاکا۔ تیری مرضی ہے۔" ایس پی راٹھور نے کہا اور غصے سے پاؤں پٹختا ہوا باہر نکل گیا۔ شہریار کا شناختی کارڈ وہ میز پر ہی چھوڑ گیا تھا۔ شہریار نے نرم لہجے میں کہا۔

"پولیس آپ کے والد اور بہن کے قتل کی تفتیش کر رہی ہے مس عذرا...... آپ کو اس سے تعاون کرنا چاہئے۔ آپ یہ کیوں سوچ رہی ہیں کہ ہم آپ کو کوئی نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ ویسے ایس پی صاحب نے دو افراد کے اغوا کی بات کی ہے کون ہیں وہ دو افراد؟"

"ہمارا ایک ملازم شبیر بیگ اور...... ملازمہ حمیدہ بٹ" عذرا نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا اور ہم دونوں چونک پڑے۔ شبیر بیگ تو شہریار کی تحویل میں تھا لیکن حمیدہ

بٹ......؟

عذرا کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں خوف کے گہرے آثار تھے۔ وہ متوحش نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہی تھی۔ بار بار اس کی نظریں دروازے کی طرف اٹھ رہی تھیں۔ میں نے اچانک شہریار سے کہا......

"شہریار، مس عذرا کسی سے خوفزدہ ہیں ان کے تحفظ کا بندوبست ہونا چاہئے۔" شہریار اچھل کر کھڑا ہو گیا اسے شاید زمرد کی موت یاد آ گئی تھی ادھر میں بھی مستعد ہو گئی تھی۔ اس حملے کے بعد سے میں نے بھی اپنے تحفظ کے لئے معقول انتظام کر لیا تھا۔ یہ خیال بروقت ذہن میں آ گیا تھا ورنہ عذرا کی زندگی خطرے میں پڑ سکتی تھی۔ میں نے اس کمرے کا پوری طرح جائزہ لے لیا۔ دروازے کے علاوہ اور کوئی مخدوش جگہ نہیں تھی۔ شہریار نے واپسی میں کچھ دیر لگائی اس کے بعد وہ اندر آ گیا۔

"اب یہاں پرندہ پر اور چرندہ چر نہیں مار سکتا۔" اس نے اندر آ کر کہا عذرا اسے خوفزدہ نظروں سے دیکھتی رہی پھر میں نے اسے مخاطب کیا۔

"دیکھئے مس عذرا، پولیس آپ کا مکمل طور سے تحفظ چاہتی ہے اس بات کی تصدیق ہو چکی ہے کہ اسرار حسین اور زاہدہ طبعی موت نہیں مرے۔ انہیں قتل کیا گیا ہے اور جو لوگ انہیں قتل کر سکتے ہیں وہ یقیناً آپ کو بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ اگر ان کا کوئی وقتی مفاد آپ سے وابستہ ہے تو آپ خود کو اس وقت تک زندہ تصور کریں جب تک ان کا مسئلہ حل نہیں ہو جاتا۔ آپ ضرور ان کی ہٹ لسٹ پر ہوں گی یہ خطرہ آپ کے لئے موجود ہے چنانچہ پولیس سے تعاون کر کے آپ کیوں ان لوگوں کی نشاندہی نہیں کر دیتیں۔ اس طرح پولیس انہیں گرفتار کر لے گی۔ آپ کے والد اور بہن کے قاتل بھی گرفتار ہو جائیں گے اور آپ ان سے ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جائیں گی......!" عذرا کے نتھنے پھولنے پچکنے لگے اور پھر وہ بلک بلک کر رو پڑی۔

"وہ مجھے مار دیں گے، وہ مجھے ضرور مار دیں گے۔ میں مرنا نہیں چاہتی آہ! میں مرنا نہیں چاہتی مجھے بچالو...... بچالو مجھے، مجھے موت سے بہت ڈر لگتا ہے۔" وہ بری طرح کانپتی ہوئی مجھ سے لپٹ گئی۔ میں نے اسے دلاسہ دیتے ہوئے کہا۔

"تم اطمینان رکھو...... ہم تمہیں زندگی کی بازی لگا کر بچائیں گے۔ ہماری موت سے پہلے تمہیں نقصان نہیں پہنچے گا۔" عذرا کانپتی رہی، روتی رہی، اس کی ہچکیاں بندھ گئی تھیں اس نے کہا۔

"میں تنہا ہوں بالکل اکیلی رہ گئی ہوں...... میں...... کوئی ہمدرد نہیں میرا، چاروں طرف آنکھیں پھاڑ کر دیکھ رہی ہوں میں...... آہ! میرا کوئی ہمدرد نہیں رہا میں سایوں کا سہارا

لے رہی ہوں مگر مجھے موت سے بہت ڈر لگتا ہے۔ میں مرنا نہیں چاہتی۔"

"تمہیں ہم پر بھروسہ کرنا چاہئے۔" شہریار ایک بار پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر نکل گیا تھا اس دوران میں عذرا کو صرف تسلیاں دیتی رہی۔ میں نے اس سے کہا "ہم تمہیں اس وقت تک تنہا نہیں چھوڑیں گے جب تک تمہارے دشمن ہمارے ہاتھ نہ لگ جائیں۔" شہریار واپس آگیا اس نے کہا۔

"پوری کوٹھی کے گرد پہرہ لگ گیا ہے اب تمہیں بالکل اطمینان کرلینا چاہئے۔"

آہستہ آہستہ عذرا کے چہرے پر سکون چھاتا چلاگیا شاید کسی خیال کے تحت اس کے اندر یہ کیفیت پیدا ہوئی تھی اس نے کہا۔

"آپ جمال شاہ درانی کو جانتے ہیں؟"

"وہ جو تمہاری بہن کا منگیتر تھا.........؟"

"ہاں......... وہی میرے ڈیڈی اور میری بہن کا قاتل ہے۔" عذرا نے کہا اور آنکھیں بند کرکے گہرے گہرے سانس لینے لگی جیسے اس کے دل سے کوئی بڑا بوجھ اتر گیا ہو میں اور شہریار سنسنی خیز نگاہوں سے ایک دوسرے کا جائزہ لے رہے تھے۔ اس کے بارے میں تفصیل بتاؤ عذرا.........؟" شہریار بولا۔

"وہ بے حد خوبصورت نوجوان ہے اس کا چہرہ انتہائی معصوم ہے لیکن اندر سے وہ شیطان ہے۔ آپ نے درانی کارپوریشن کا نام سنا ہے۔ یہ اس کی کمپنی ہے پہلے وہ کنسٹرکشن کا کام کرتا تھا اس کے بعد نہ جانے کہاں سے اس کے پاس دولت آگئی اور پھر باجی......... باجی اس کی محبت کے جال میں گرفتار ہوگئیں ڈیڈی تجربے کار آدمی تھی انہوں نے باجی کو سمجھایا کہ وہ اچھا آدمی نہیں ہے لیکن باجی اس کے لئے دیوانی ہوگئی تھیں۔ انہوں نے ڈیڈی سے کہا کہ اگر انہوں نے ان کی شادی جمال سے نہ کی تو وہ خودکشی کرلیں گی اور مجبوراً ڈیڈی خاموش ہوگئے حالانکہ وہ خود مریض تھے۔ انہیں شوگر تھی لیکن انہوں نے تہیہ کرلیا کہ وہ جمال کے بارے میں تفصیلات معلوم کرکے زاہدہ کو اس شادی سے باز رکھیں گے۔ وہ یہ سب کچھ کرتے رہے اور پھر انہوں نے کچھ معلوم کرلیا۔ یہ معلومات انہوں نے باجی کو بتائیں لیکن باجی نے یقین نہیں کیا ان کا خیال تھا کہ ڈیڈی ان کا دل خراب کرنا چاہتے ہیں مگر......... یہ باتیں انہوں نے جمال کو بھی بتادیں اور......... اور جمال نے ڈیڈی کو قتل کردیا۔ یقین کیجئے ڈیڈی کے قتل والے روز میں نے جمال کو کوٹھی میں دیکھا تھا لیکن نہ تو وہ باجی سے ملا تھا اور نہ ہی ملازموں نے اسے باقاعدہ آتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس کی کار بھی ہمارے پورٹیکو میں نہیں داخل ہوئی تھی جس کا مطلب تھا کہ وہ چھپ کر کوٹھی میں آیا تھا اور ڈیڈی کو قتل کرکے نکل گیا تھا بعد میں ہمیں سگریٹ کا ایک ٹکڑا بھی ملا

تھا جو اس کا تھا۔ وہ صرف آدھی سگریٹ پیتا ہے اور پھر اسے جوتے سے مسل کر پھینکتا ہے۔ ڈیڈی کی موت کو باجی بھی قدرتی سمجھتی تھیں لیکن جب میں نے انہیں قسمیں کھاکر بتایا کہ میں نے اس دن جمال کو دیکھا تھا تو انہیں بھی کچھ یقین آگیا......... اور انہیں جمال سے نفرت ہوگئی۔ انہوں نے اپنا دورہ ملتوی کردیا۔ جمال نے بعد میں اپنی پوزیشن صاف کرنے کی کوشش بھی کی تھی لیکن باجی کا دل صاف نہیں ہوسکا اور انہوں نے جمال سے سارے رشتے توڑ دیئے تھے اس نے بھی آنا جانا بند کردیا تھا۔ باجی بہت دلبرداشتہ ہوگئی تھیں لیکن دل کی مریض نہیں تھیں وہ......... میں دعوے سے کہہ سکتی ہوں جمال نے انہیں بھی قتل کیا ہے وہ بہت شاطر آدمی ہے.........!"

"زاہدہ کی موت کے بعد وہ تم سے ملا.........؟"

"ہاں اسی طرح چھپ کر آتا تھا۔"

"کئی بار آیا تھا.........؟"

"ہاں.........!!"

"کیا کہتا تھا.........؟"

"ابتداء میں وہ ڈرامہ کرتا رہا رو رو کر مجھے یقین دلاتا کہ وہ بے گناہ ہے اس پر یہ تہمت ہے۔ اس کی زندگی تباہ ہوگئی ہے پھر اس نے مجھ سے کہا کہ میں چاہوں تو اسے سہارا دے سکتی ہوں۔"

"کیسے.........؟" شہریار نے بیساختہ پوچھا۔

"اس سے شادی کرکے۔"

"آپ نے کیا جواب دیا.........؟"

"اس کے چہرے پر تھوک دیا' میں نے اس سے کہا کہ وہ میرے باپ اور میری بہن کا قاتل ہے میں نے اسے بتایا کہ اس دن میں نے اسے دیکھا تھا۔ تب وہ کھل کر سامنے آگیا......... اس نے شیطانی انداز میں کہا کہ مجھے اپنی زبان بند رکھنا ہوگی ورنہ مجھے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا اور اس دن کے بعد وہ پھر نہیں آیا۔"

"کبھی نہیں.........؟"

"اس کے فون آتے ہیں اور......... اور۔"

"ہاں ہاں بے خوف ہوکر کہو........." شہریار نے کہا۔

"وہ مجھے زبان بند رکھنے کی دھمکیاں دیتا رہتا ہے وہ......... وہ" عذرا کی ہچکیاں پھر جاری ہوگئیں۔ "وہ مجھے عجیب عجیب چیزیں بھیجتا رہتا ہے جانوروں کے اعضاء' ایک بار اس نے مجھے

ایک انسانی انگلی بھی بھیجی تھی اور فون پر کہا تھا کہ اسی طرح میرا سر بھی کاٹ سکتا ہے۔"

"خود پر قابو رکھئے عذرا....... اب وہ آپ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گا ہم آپ کے ساتھ ہیں......." شہریار نے کہا۔

"آہ! میں بہت خوفزدہ ہوں' میں بڑی مشکل میں ہوں۔ میں' میں....... خود کو بالکل اکیلا سمجھتی ہوں پولیس پوری عمر تو میرا ساتھ نہیں دے سکتی۔"

"لیکن آپ کی مدد سے آپ کے دشمنوں کو گرفتار کر سکتی ہے اس طرح اس سے آپ کو نجات مل جائے گی۔"

"خدا کے لئے میری مدد کیجئے.......!"

"ہم ہر طرح آپ کے ساتھ ہیں بشرطیکہ آپ ہمیں سب کچھ بتا دیں۔"

"جو کچھ میں جانتی تھی میں نے......." وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہوگئی۔

"مس عذرا آپ نے نشہ کب سے اور کیوں شروع کیا۔" میرے اس سوال پر اس کا چہرہ لٹک گیا اس نے کچھ دیر خاموش رہ کر کہا۔

"آپ میری بات پر یقین کرلیں گے۔"

"کیوں نہیں.......!"

"میں کوئی نشہ نہیں کرتی۔ میں نے میں نے آج تک کوئی نشہ نہیں کیا لیکن مجھے انجکشن لگائے جاتے ہیں یہ دیکھئے میرے بازوؤں پر کلائی پر اور جسم کی دوسری جگہوں پر کتنے نشانات ہیں۔ یہ دیکھئے اس نے اپنی کلائی اور پھر بازو سامنے کر دیا۔ میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے تھے میں نے ان نشانوں کو دیکھ کر کہا۔

"کون لگاتا ہے یہ انجکشن.......؟"

"حمیدہ.......!" اس نے گہری سانس لے کر کہا اور ہم دونوں کا منہ کھلا رہ گیا۔ "ہاں وہی لگاتی تھی.......؟"

"مگر کیوں.......؟"

"مجھے....... مجھے ان کی ضرورت محسوس ہوتی ہے مگر ابتداء میں یہ مجھے بے ہوش کرکے لگائے جاتے تھے۔ ایک بار میں بے ہوش نہیں ہوئی تھی تو میں نے حمیدہ کو دیکھا تھا۔"

"اس کے بعد.......؟"

"اس کے بعد اگر مجھے انجکشن نہیں لگتے تو میری بری حالت ہو جاتی ہے....... پورا بدن یوں لگتا ہے جیسے ٹکڑوں میں تقسیم ہوگیا ہو۔"

"گویا حمیدہ نے آپ کو یہ عادت ڈالی ہے.......؟"

"ہاں۔"

"مگر وہ تو آپ کی بہت پرانی ملازمہ ہے۔"

"انسان کیا ہے آپ کو اس کا اندازہ نہیں ہے۔ حمیدہ جمال کی آلہ کار ہے۔"

"مگر ہم نے سنا ہے آپ کو یہ عادت کئی سال سے ہے۔"

"ایسا نہیں ہے یہ بات صرف مشہور کی گئی ہے۔"

"کس نے مشہور کی ہے۔"

"ڈاکٹر سجاد نے۔" عذرا نے بتایا پے در پے دھماکے ہو رہے تھے اور دماغ چکرا کر رہ گیا تھا ڈاکٹر سجاد کی شخصیت ہماری نگاہ میں بھی مشکوک تھی اور اس کا حمیدہ سے تعلق بھی معلوم تھا لیکن وہ یہ سب کچھ بھی کر رہا تھا اور اس کے بارے میں عذرا جانتی تھی کچھ دیر کے بعد شہریار نے کہا۔

"گویا آپ کے خیال میں ڈاکٹر سجاد اور جمال کا آپس میں گٹھ جوڑ ہے.......؟"

"ہرگز نہیں' ڈاکٹر سجاد ایک نیک نفس اور شریف انسان ہیں کسی جرائم پیشہ شخص کے خلاف کوئی قدم اٹھانے سے وہ ڈرتے ہیں۔ جمال سے انہیں بے پناہ نفرت ہے لیکن اس کے بارے میں انہیں اندازہ ہے کہ وہ بہت خطرناک آدمی ہے۔ انہوں نے اپنے کلینک میں میرا چیک اپ کرکے مجھے بتایا ہے کہ میرے جسم میں ایک خطرناک نشے کی کافی مقدار پہنچ چکی ہے۔ انہوں نے اس کا علاج بھی شروع کر دیا ہے اور میں اب بہت بہتر ہوں۔"

"کیا مطلب.......؟" ہم دونوں کے منہ سے بیک وقت نکلا۔

"ہاں انہوں نے مجھے اس نشے کا توڑ استعمال کرانا شروع کیا ہے ایک دوا میرے پاس موجود ہے۔ مجھے ہدایت کی تھی انہوں نے کہ جب بھی حمیدہ مجھے وہ انجکشن لائے اس کے فوراً بعد میں ایک گولی کھالوں میں ایسا ہی کرتی ہوں۔"

"اس سے کیا ہوتا ہے.......؟"

"نشے کے اثرات ختم ہو جاتے ہیں۔"

"مگر آپ کو تو بے ہوشی کے عالم میں انجکشن لگائے جاتے ہیں.......؟"

"یہ ابتداء کی بات ہے بعد میں مجھے خود ان کی ضرورت محسوس ہونے لگی اور میں حمیدہ سے مدد لینے لگی۔ ڈاکٹر سجاد نے کہا کہ میں اسی طرح انجکشن لگواتی رہوں تاکہ جمال کو شبہ نہ ہوسکے ساتھ ساتھ میں گولی کا استعمال جاری رکھوں اور نشے میں ہونے کی اداکاری کرتی رہوں۔"

"مگر یہ تو کوئی حل نہ ہوا.......؟"

"ڈاکٹر سجاد کا کہنا ہے بالآخر کوئی حل نکل ہی آئے گا۔"

"آخری سوال مس عذرا...... یہ جمال کہاں رہتا ہے......؟"

"سی ویو میں اس کا اپارٹمنٹ ہے۔"

"کیا نمبر ہے......؟"

"یہ میں نہیں جانتی۔"

"حمیدہ کے اغوا کی کیا کہانی ہے......؟"

"وہ پرسوں سے غائب ہے اس سے پہلے ہمارا ایک ملازم پولیس لے گئی تھی وہ واپس نہیں آیا۔"

"ایس پی راٹھور صاحب آپ کی رپورٹ پر آئے تھے......؟"

"نہیں انہیں ڈاکٹر سجاد نے بھیجا تھا۔" اس سے زیادہ عذرا سے اور کیا پوچھا جاسکتا تھا ہم اسے ساتھ لے کر باہر نکل آئے۔ شہریار نے درحقیقت پوری پلاٹون بلا لی تھی اور کوٹھی پولیس کے حصار میں تھی۔ عذرا کے سامنے شہریار نے اس سلسلے میں مزید ہدایات جاری کیں اور عذرا کو تسلی دے کر کہا کہ اس کی زندگی کو کوئی خطرہ نہیں۔ پولیس اس کی حفاظت کے لئے موجود ہے اور پھر ہم وہاں سے چل پڑے۔ میں نے تعریفی انداز میں شہریار سے کہا۔

"تم نے واقعی بڑی ذہانت سے یہ سب کچھ کیا ہے اور خاص طور سے راٹھور کے معاملے میں تو تم نے کمال کر دکھایا۔"

"یہ سب ضمنی باتیں ہیں اس بیان کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے......؟"

"سچا ہی معلوم ہوتا ہے۔"

"اور ڈاکٹر سجاد......؟"

"میں سمجھی نہیں......؟"

"میرا دعویٰ ہے کہ یہ شخص بہت بڑا شاطر ہے اور بڑی گہری چالیں چل رہا ہے اس کے بارے میں لاتعداد شواہد ہیں۔" میں نے مسکراتی نظروں سے شہریار کو دیکھ کر کہا۔

"اب تو نظر اتارنے کو جی چاہ رہا ہے۔ یہ اچانک دماغ کی ساری رگیں کیسے کھل گئیں......؟"

"تم اس سلسلے میں مجھ سے اتفاق کرتی ہو؟"

"بالکل نہیں" میں نے کہا اور شہریار چونک پڑا' پھر بولا۔

"میں تم سے بحث کر سکتا ہوں"

"میں تیار ہوں" میں نے سنجیدگی سے کہا اور شہریار نے گردن ہلا دی/ ہم نے ایک نئی جگہ دریافت کی اور وہاں جاکر بیٹھ گئے۔ شہریار بھی کچھ زیادہ ہی سنجیدہ نظر آرہا تھا اور اس بدلے ہوئے انداز میں کافی دلکش لگ رہا تھا۔ وہ بولا۔

"شروع سے پوری کہانی پر غور کرو۔ اس کی ترتیب کرو۔"

"اسرار حسین کی موت' ڈاکٹر سجاد ان کا معالج تھا اسے اس موت پر شبہ کیوں نہیں ہوا؟"

"موت چوٹ لگنے سے واقع ہوئی تھی اور اسرار صاحب شوگر کے مریض تھے۔ اسے قتل کیسے ثابت کیا جاسکتا تھا جب تک کوئی عینی گواہ نہ ہو جس نے جمال شاہ کو اسرار صاحب کے ساتھ بد سلوکی کرتے ہوئے دیکھا ہو۔"

"چلو چھوڑو۔ زاہدہ کی موت کے بارے میں کیا کہتی ہو۔"

"ہو سکتا ہے وہ جمال شاہ کو بے پناہ چاہتی ہو اور اس کا اصل چہرہ برداشت نہ کر پائی ہو کوئی وقتی صدمہ بھی حرکت قلب بند ہونے کا محرک ہو سکتا ہے۔"

"کیا ڈاکٹر سجاد نے ڈیتھ سرٹیفکیٹ میں اس کا تذکرہ کیا ہے؟"

"یہ تو مجھے نہیں معلوم۔"

"نمبر تین جب ہم پہلی بار اسرار صاحب کی کوٹھی میں گئے تھے تو انہوں نے ڈاکٹر سجاد کو کیوں بلا لیا تھا جبکہ وہ جمال شاہ کیلئے کام کر رہی تھی۔"

"یہ بھی حمیدہ اور جمال شاہ کی چال ہو سکتی ہے۔"

"گویا تمہارے خیال میں ڈاکٹر سجاد صاف ستھرا آدمی ہے اور عذرا کی مدد کر رہا ہے" شہریار نے کہا۔

"ہرگز نہیں" میں نے کہا اور شہریار ایک بار پھر چونک کر مجھے دیکھنے لگا پھر ہونٹ بھینچ کر بولا۔

"کیا مجھے پاگل سمجھتی ہو؟"

"نہیں...... مائل کی واپسی کا جائزہ لے رہی ہوں۔ ڈاکٹر سجاد کے ساتھ جمال شاہ کو بھی ذہن میں رکھنا ہے۔ ان دونوں کے درمیان کیا رابطہ ہے یہ بھی معلوم کرنا ہے اس کے علاوہ ہم دونوں سے ایک غلطی بھی ہوگئی۔"

"وہ کیا؟"

"ہمیں لگے ہاتھوں عذرا سے زمرد کے بارے میں بھی پوچھ لینا چاہئے تھا" میں نے کہا اور پھر کسی خیال سے چونک پڑی۔ چند لمحات پر خیال نظروں سے شہریار کو دیکھتی رہی...... شہریار میری طرف متوجہ نہیں تھا میں نے کہا "اب اٹھا جائے۔"

"ہاں چلو" باہر نکل کر میں نے اپنی گاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا "آج تمہاری ذہانت کے بے شمار روشن پہلو دیکھے ہیں میں نے اور بے حد خوش ہوں۔"

"مگر میں خوش نہیں ہوں۔"

"کیوں؟"

"اس جذبے کی تکمیل آج تک نہیں ہو سکی جس نے میری رگوں میں چنگاریاں بھردی ہیں کوئی تم پر حملہ کرے اور آزادرہ جائے بہرحال بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی"۔

میں جانتی تھی کہ وہ سچ کہہ رہا ہے یہ بیداری اس تصور سے پیدا ہوئی تھی۔ دوسرے دن میں نے نیرہ شیخ کو طلب کیا یہ ہمارے اخبار کی سرگرم رپورٹر تھی اور سوشل ایکٹیوٹیز کور کرتی تھی میں نے اس سے کہا۔

"نیرہ مجھے ایک تصویر درکار ہے۔"

"کس کی۔"

"اس کا نام ڈاکٹر سجاد ہے اگر تمہارے پاس موجود نہ ہو تو کسی طرح حاصل کرو" میں نے اسے ڈاکٹر سجاد کے بارے میں تفصیل بتائی تو نیرہ نے کہا۔

"اوہ میرا خیال ہے اس کی ایک تصویر ریکارڈ میں موجود ہے مگر کسی گروپ میں ہے۔"

"واضح ہوگی۔"

"دیکھنا پڑے گا بات بھی کئی ماہ پرانی ہے تصویر میں نے ہی بنائی تھی۔"

"میرے لئے یہ کام کرو گی" میں نے خوشامدانہ انداز میں کہا۔

"اوہ کیسی باتیں کرتی ہو......... خدا کرے تصویر مل جائے میں ابھی تلاش کرتی ہوں" نیرہ چلی گئی دو گھنٹے لگ گئے تھے اس نے دو گھنٹے کے بعد ایک تصویر لاکر مجھے دی اور خوشی سے کہا "یقین کرو اتفاق سے مل گئی ہے۔ یہ ہے ناں ڈاکٹر سجاد" اس نے آٹھ افراد کے ایک گروپ میں ایک چہرے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"سو فیصد......... بے حد شکریہ نیرہ" میں نے تصویر اپنے پاس رکھتے ہوئے کہا اور پھر میں اپنی چیئر سے اٹھ گئی اس کے بعد میری کار اس علاقے کی طرف دوڑنے لگی جہاں زمرد رہتی تھی۔

زمرد کے فلیٹ میں تالا لگا ہوا تھا اور اس پر پولیس کی سیل نظر آ رہی تھی۔ میں ایک لمحے تک کھڑی سوچتی رہی۔ اسی وقت سامنے کے فلیٹوں میں کچھ فاصلے کے فلیٹ سے ایک چالیس سالہ حضرت باہر نکلے اور دروازے کو تالا لگانے لگے۔ پھر انہوں نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا تو میں مسکرا دی۔ وہ تالا لگانا بھول گئے اور دو قدم آگے بڑھ کر بڑی تہذیب سے بولے۔

"آپ کو کسی کی تلاش ہے؟"

"جی ہاں، مگر........"

"کیا ان خاتون کی" انہوں نے زمرد کے فلیٹ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"جی نہیں۔ کچھ اور کام تھا مگر، کیا مجھے ایک گلاس پانی مل سکتا ہے؟"

"کمال ہے یہ کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ مجھے یہ ثواب حاصل کرنے کی سعادت بخشئے آیئے۔" انہوں نے فوراً دروازہ کھول دیا اور محبوبانہ انداز میں بولے۔ "آیئے بھی اس وقت خدا سے کچھ اور مانگتا تو مل جاتا۔" میں دل ہی دل میں لاحول پڑھتی ہوئی اندر داخل ہو گئی۔

"کیا مانگا تھا آپ نے خدا سے؟" میں نے پوچھا۔

"ایک ایسا ساتھی جو میرے ساتھ ایک پیالی چائے پی لے۔ مرجانے کی حد تک بور ہو رہا ہوں۔ شادی ہو گئی آپ کی؟"

"جی۔" میں نے آنکھیں پھاڑ کر پوچھا۔

"اگر ہو گئی ہے تو بھی اور نہیں ہوئی تو بھی میری ایک نصیحت گرہ میں باندھ لیجئے اوہ۔ پہلے میں آپ کو پانی پیش کروں! آیئے براہ کرم تکلف نہ کیجئے اس وقت اگر آپ مجھے چند لمحات بخش دیں تو بڑا ثواب کمائیں گی۔" وہ بہت اسمارٹ بن رہے تھے۔ میں نے تکلف نہ کیا اور ان کے ڈرائنگ روم میں داخل ہو گئی۔ مناسب حیثیت کے مالک معلوم ہوتے تھے۔ وہ سامنے ہی رکھے فریج سے ایک جگ نکال لائے اور پھر ایک شفاف گلاس میں مجھے پانی پیش کیا اور بولے۔ "اجازت ہو چائے کا پانی رکھ آؤں۔"

"ضرور۔" میں نے ہنس کر کہا اور یہ ان کے لئے کافی تھا وہ دوڑے چلے گئے پھر کچھ دیر کے بعد واپس آ گئے۔

"آپ اس نصیحت کے بارے میں پوچھئے۔" انہوں نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"جی فرمایئے۔"

"آپ شادی شدہ ہیں تو بار بار میکے نہ جائیں اگر نہیں ہیں تو مستقبل میں اس کا خیال رکھیں۔ شوہر کے بھٹکنے کے لئے یہی لمحات ہوتے ہیں۔ تنہائی اس کے لئے جان کا روگ ہوتی ہے اور اس وقت وہ سوچتا ہے کہ جب محترمہ کو اپنے عزیز اتنے پیارے ہیں تو وہ خود کیوں تنہا رہے اب ہماری مسز کو لے لیجئے۔ ہر دوسرے مہینے کوئی نہ کوئی بہانہ نکال کر وہ پندرہ دن تک کے لئے اکٹھی چلی جاتی ہیں۔ آپ بھی سوچ رہی ہوں گی کہ کس احمق سے واسطہ پڑ گیا ہے بس دل کے پھپھولے پھوڑ رہا ہوں۔ کس کی تلاش تھی آپ کو؟"

جس فلیٹ کے سامنے کھڑی تھی ان خاتون کے بارے میں کچھ معلوم کرنا چاہتی تھی۔"

"زمرد جہاں تھا اس کا نام اور انہیں قتل کر دیا گیا ہے۔ انہوں نے اس بلڈنگ کی نیک نامی میں گرانقدر اضافہ کیا ہے مگر آپ جیسی شریف خاتون کا ان سے کیا تعلق؟"

"میں پریس کے لئے ان کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کر رہی ہوں۔"

"آپ پریس رپورٹر ہیں؟"

"نہیں کہانی نویس ہوں سچی کہانیاں لکھ کر تھوڑے بہت پیسے کمالیتی ہوں۔"

"ملازمت کریں گی۔" انہوں نے پوچھا۔

"کہاں۔" میں نے ہنسی برداشت کرتے ہوئے کہا۔

"یہ بعد میں بتاؤں گا آپ میرا کارڈ رکھ لیں اور کل بارہ بجے مجھ سے میرے آفس میں مل لیں۔"

"بہتر ہے زمرد جہاں کے بارے میں کچھ بتائیں گے؟"

"بس دور جدید کا ایک تاریک پہلو تھیں وہ۔ ذرائع آمدنی نامعلوم مگر عیش و عشرت پیکر۔ میں اس بلڈنگ کی ایسوسی ایشن کا جوائنٹ سیکرٹری ہوں۔ دو تین بار آواز اٹھائی کہ سب کچھ یہاں نہیں ہونا چاہئے مگر برائی کی طاقت سے لڑنا آسان نہیں ہوتا۔ انہیں بڑے سہارے حاصل تھے اور ان کے خلاف کچھ کرنا مصیبت کو دعوت دینا تھا۔ اس لئے خاموشی اختیار کرنا پڑی۔ بالآخر کسی بڑے سہارے کا شکار ہوگئیں۔"

"یہاں بہت لوگ آتے ہوں گے؟"

"نہیں وہ خود آتی جاتی رہتی تھیں۔"

"آپ نے کبھی ان کے ہاں کسی کو آتے جاتے دیکھا؟"

"ہاں میری فطرت میں تجسس ہے اور پھر ایسوسی ایشن کے لئے کام کرنا پڑتا ہے۔"

"یہ ایک تصویر ہے۔ اس میں سے کسی کو پہچان سکتے ہیں۔" میں نے تصویر نکال کر ان کے سامنے کر دی۔ تصویر دیکھ کر وہ بولے۔

"سوفیصد۔ یہ صاحب اکثر آتے تھے۔" انہوں نے ایک چہرے پر انگلی رکھ دی مگر ڈاکٹر سجاد کا چہرہ نہیں تھا۔ میں نے حیرت سے آنکھیں پٹپٹائیں اور بولی۔

"خدارا ذرا غور سے دیکھئے اور مجھے سچ سچ بتایئے۔ کیا یہ صاحب یہاں آتے تھے؟"

"غلط نکل آئے تو گولی مار دیجئے۔ مجھے اپنی یاداشت پر ناز ہے۔"

"انہیں کبھی دیکھا؟" اس بارے میں نے ڈاکٹر سجاد کے بارے میں پوچھا۔

"یہ تو......یہ تو شاید ڈاکٹر سجاد ہیں ان کا کلینک اسپنسر روڈ پر ہے۔"

"آپ کیسے جانتے ہیں؟"

"ارے صاحب جہاں گرد ہیں کسے نہیں جانتے ایک دو باران کے کلینک میں جانا ہے کسی دوست کے ساتھ"

"کیا ڈاکٹر سجاد بھی کبھی یہاں آئے......؟"

"بھئی سچی بات ہے ہم نے کبھی انہیں یہاں آتے نہیں دیکھا ارے چائے کا پانی ابل گیا ہوگا ابھی حاضر ہوا" انہوں نے کہا اور اٹھ کر باہر نکل گئے اندازہ یہ ہوتا تھا کہ اس سے زیادہ کچھ نہیں بتا سکیں گے ویسے انہوں نے جس اعتماد سے اس چہرے کی نشاندہی کی تھی اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ کچھ سچائی ہی ہے۔ نیا چہرہ تھا لیکن یہ چہرہ جمال شاہ نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ اس کے مردانہ حسن کے بارے میں جو کچھ کہا گیا تھا وہ اس تصویر میں نہیں تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ کوئی نیا کردار......... مگر ڈاکٹر سجاد سے رابطہ تھا۔ بہرحال اب اس کے بعد سوچنا تھا۔ اسی وقت محترم تشریف لے آئے دو پیالیاں ٹرے میں سجائی ہوئی تھیں۔ انہوں نے ٹرے رکھی تو میں اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اجازت چاہتی ہوں۔"

"جی.........!" ان کا منہ بھاڑ کی طرح کھل گیا۔

"بے حد شکریہ۔ آپ نے کافی وقت دیا۔"

"خاتون یہ چائے ہے۔"

"بے شک۔"

"اور اس میں ایک پیالی آپ کی ہے۔"

"اوہ معذرت خواہ ہوں۔ پچھلے چھ ماہ سے میں نے چائے نہیں پی۔"

"کیوں.........؟"

"السر کی مریضہ ہوں ڈاکٹر نے منع کر دی ہے۔"

"تو پھر بنوائی کیوں تھی۔" وہ بھڑک کر بولے۔

"میں نے.........."

"تو اور کیا۔ میں نے پوچھا تھا کہ میں چائے کا پانی رکھ دوں تو آپ نے اقرار کیا تھا۔"

"آپ کا گھر ہے میں انکار کیسے کر سکتی تھی اچھا خدا حافظ۔" جواب میں انہوں نے کچھ نہ کہا اور میں وہاں سے نکل آئی۔ تصویر میرے ذہن میں چبھ رہی تھی وہاں سے واپس دفتر آئی تھی یہاں آکر معلوم ہوا کہ دوبار شہریار کا فون آچکا ہے اور اس نے کہا ہے کہ میں جیسے ہی واپس آؤں اسے فون کرلوں۔

میں نے فوراً شہریار سے رابطہ قائم کیا اور پوچھا۔

"ہاں خیریت.........؟"

"نہیں" انہوں نے جواب دیا۔

"کیا بات ہے۔"

"کہاں ملو گی........."

"خوابوں میں۔"

"ساری رات آوارہ گردی کرنے کے بعد بھی جی نہیں بھرا۔" شہریار نے برجستہ کہا۔

"کیا مطلب........"

"کیا پچھلی رات ہم پیرس میں دریائے ٹیمز کے کنارے نہیں گھومے پھرے ہیں۔ تم نے ایفل ٹاور کے سامنے ایک مصور سے اپنی تصویر بنوائی تھی بھول گئیں۔ اور پھر اس رات خواب نہیں دیکھے جا سکتے۔"

"تو پھر جہاں کہو۔"

"یوں کرو یہاں آ جاؤ۔ ذرا اپنا بھی رعب پڑ جائے گا پبلک پر۔"

"کوئی کام بھی ہے یا صرف........"

"قسم سے' ضروری کام ہے۔"

"اوکے آ رہی ہوں۔ مگر ایک گھنٹے کے بعد ذرا کالم گھسیٹ دوں۔"

"ٹھیک ہے" شہریار نے کہا اور میں نے فون بند کر دیا ایک گھنٹے کے بعد میں نے شہریار کے سامنے کی کرسی گھسیٹی اور بیٹھ گئی۔ اس نے پولیس ہیڈ آفس کے دوسرے دفتروں کے برعکس اپنا دفتر بڑی خوبصورتی سے آراستہ کیا تھا اور مجھے بتایا کہ یہ ذاتی سرمائے سے سجایا گیا ہے۔ ورنہ پولیس کے پاس ان لوازمات کا بجٹ نہیں ہوتا۔ پھر اس نے کہا "ایس پی راٹھور سخت برہم ہیں۔"

"ارے ہاں کوئی مشکل تو پیش نہیں آئی........؟"

"پیش آنے سے پہلے "زیر" ہوگئی یعنی پرواز کر گئی۔ اتفاق سے شکایت فخری صاحب سے براہ راست کر دی تھی۔ فخری صاحب تو آپ کے پرستار ہیں انہوں نے سمجھا بجھا دیا اور تمہاری ہم نشینی پکی کر دی۔ خود فخری صاحب نے فون پر مجھ سے بات کی تھی اور ہدایت دی ہے کہ اس مسئلے کو سات دن کے اندر یقینی طور پر ختم کر لیا جائے۔"

"اوہ۔ تو اس لئے تمہارے پیٹ میں کھلبلی مچی ہے۔"

"نہیں وہ دوسرا معاملہ ہے ویسے یہ بھی کم نہیں ہے یہ فائنل نوٹس ہے اور جو کچھ کرنا ہے ان سات دنوں میں کر لینا ہے۔"

"دوسرا معاملہ کیا ہے؟"

"مجھے ایک نامعلوم فون موصول ہوا ہے ایک کمزور سی مردانہ آواز تھی اس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا میں ہی اسرار صاحب کے کیس پر کام کر رہا ہوں میرے جواب دینے پر اس نے بتایا کہ آج رات اگر میں پوائنٹ نمبر سات نیرو کریگ کی نگرانی کروں تو مجھے اس کیس میں بڑی مدد مل سکتی ہے میرے تفصیلی اصرار پر اس نے بتایا کہ ساحل پر اسمگلنگ کا کچھ مال

آ رہا ہے مجھے احتیاط سے وہ مال پکڑنا ہوگا اس طرح مجھے کافی معلومات حاصل ہوں گی اس نے کہا کہ اگر مجھے اس معاملے میں کامیابی حاصل ہوگئی تو میری مزید رہنمائی کرے گا۔ بس اس کے بعد فون بند ہوگیا تھا۔"

"ویری گڈ۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

"دوہری کیفیت کا شکار ہوں۔"

"کیا مطلب........؟"

"کوئی چال بھی ہو سکتا ہے اور ممکن ہے سچ ہو۔ دراصل مجرم دوبدو ہیں اور پریشان بھی ہوگئے جس کا ثبوت زمرد کا قتل۔ تم پر حملہ اور حمیدہ بٹ کا اغواء ہے یہ فون کوئی خطرناک چال بھی ہو سکتی ہے۔"

"ایک مشورہ پیش کر سکتی ہوں وہ یہ کہ براہ راست ڈی آئی جی صاحب سے مل کر اس فون کال کے بارے میں بتا دو اور ان سے رہنمائی حاصل کرو۔ میرے خیال میں اس طرح تمہیں پشت پناہی حاصل ہو جائے گی۔"

"بالکل یہی میں نے سوچا تھا مگر تم سے مشورہ کرنا ضروری تھا۔"

"فوراً یہ کام کر ڈالو اور........ اگر اجازت مل جائے تو مجھے بھی اس مہم میں شریک رکھنا!"

"یہی خطرہ تھا تم سے تمہیں کچھ سمجھا سکتا ہوں۔"

"نہیں۔ میں تمہارے پاس رکوں گی بھی نہیں اور دفتر میں تمہارے فون کا انتظار کروں گی۔"

"ارے وہ تمہارے لئے میں نے" شہریار نے کہا مگر میں نے بات کاٹ دی۔

"حماقت کی باتیں نہ کرو کام زیادہ ہے اور وقت کم۔ اگر اطلاع دینی اہم نہ ہوتی تو میں تم سے کہتی کہ فون پر مجھ سے بات کرلیں۔ اچھا خدا حافظ۔ فون کر کے محتاط الفاظ میں پروگرام ضرور بتا دینا" میں نے اس وقت تصویر والے معاملے کا تذکرہ کرنا بھی مناسب نہیں سمجھا تھا۔

انتظار کرتے کرتے تھک گئی پانچ بجے شہریار کا فون موصول ہوا۔ اس نے اس میں بھی شرارت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا تھا۔ اس نے کہا۔ "شہر بیس' دس بجے فورس' نامکمل عمارت' خدا حافظ۔" اور اس کے ساتھ ہی اس نے فون بند کر دیا تھا۔ یہ میرے محتاط الفاظ اختیار کرنے کی ہدایت کا نتیجہ تھا۔ میں دیر تک ہنستی رہی تھی۔

اہل خاندان آج ایک بہت قریبی عزیز کی شادی کی تقریب میں مدعو تھے اور ڈیڈی نے مجھے خصوصی حکم دیا تھا کہ اس تقریب میں شرکت ضروری ہے۔ مگر اس مہم کو چھوڑنا میرے

لئے ممکن نہیں تھا خوب سج بن کر تقریب میں شریک ہوئی تھی اور بار بار ڈیڈی کے سامنے آتی رہی تھی تاکہ انہیں میری موجودگی کا اندازہ ہوتا رہے۔ دس بجنے میں بیس منٹ رہ گئے تھے جب وہاں سے نکل بھاگی اور پھر طوفانی رفتار سے کار دوڑاتی ساحل پر پہنچ گئی۔ یہ جگہ جس کے بارے میں شہریار نے مجھے بتایا تھا سی ویو سے کافی دور تھی اور وہ نامکمل عمارت جس کا حوالہ دیا تھا تاریکی میں بہت ہولناک نظر آرہی تھی۔ میں نے کار بھی ایک فرلانگ کے فاصلے پر چھوڑ دی تھی اور پیدل اس سمت سفر کر رہی تھی۔ بالآخر میں اس عمارت کے پاس پہنچ گئی چاروں طرف ہو کا عالم تھا اور کوئی نقل و حرکت نہیں نظر آرہی تھی میں نے کلائی پر بندھی گھڑی میں وقت دیکھا ساڑھے دس بج رہے تھے کوئی آہٹ کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔ مجھے حیرت ہونے لگی۔ پھر میں ایک جگہ کھڑی کچھ سوچ رہی تھی کہ ایک آواز ابھری۔

"ڈرنامت میں ہیرو ہوں" آواز شہریار کی تھی وہ ایک دیوار سے کود کر میرے پاس آگیا۔

"تمہاری پولیس کہاں ہے۔"

"گڑھوں میں۔"

"کیا مطلب........"

"پوری فورس ہے دور دور تک ناکہ بندی کر لی گئی ہے چھپنے کے لئے جگہ نہیں تھی اس لئے ریت میں گڑھے کر لئے گئے ہیں۔"

"زبردست" میں نے تعریفی انداز میں کہا۔ "کوئی دقت تو نہیں ہوئی؟"

" بالکل نہیں ویسے ڈی آئی جی صاحب کی اس مسئلے میں دلچسپی بہت زیادہ ہے ہر بات آنکھ بند کر کے مان رہے ہیں۔ بڑی سہولتیں دیدی ہیں۔" شہریار نے بتایا۔

"تم نے انہیں تفصیلی صورتحال بتا دی تھی؟"

"ہاں بھئی یہ خطرناک ذمہ داری کون قبول کرتا" شہریار نے جواب دیا اور پھر بولا "آؤ ساحل پر دور دور تک دیکھنے کے لئے میں نے ایک عمدہ جگہ دریافت کر لی ہے۔ میرا ہاتھ پکڑ لو"۔

جو جگہ اس نے دریافت کی تھی وہ واقعی عمدہ تھی اور یہاں سے دور دور تک کے مناظر نظر آرہے تھے۔ میری نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں اور کان آہٹوں پر لگے ہوئے تھے۔ کچھ دیر کے بعد ایک ہلکی سی آواز سن کر میں چونک پڑی مگر دوسرے لمحے اندازہ ہوگیا کہ وائرلیس پر اشارہ موصول ہوا ہے۔

"ہاں بولو۔"

"سربائیں سمت کوئی آدھے فرلانگ پر ایک گاڑی آکر رکی ہے۔ شاید پجارو ہے اس سے تین آدمی نیچے اترے ہیں۔"

"روشنیاں بجھی ہوئی ہیں؟" شہریار نے پوچھا۔

"ہاں جی۔"

"میں دیکھ رہا ہوں ضرورت پڑنے پر ہدایت دوں گا۔ سانس تک روکے رکھو۔ وہ ہوشیار ہوں گے۔" آواز بند ہوگئی۔ شہریار نے وائرلیس بند کر کے جلدی سے دوربین اٹھالی۔ وہ سارے انتظامات سے لیس ہو کر آیا تھا۔ کچھ دیر تک وہ دوربین میں دیکھتا رہا پھر اس نے دوربین میری طرف بڑھا دی اور ایک سمت اشارہ کر دیا۔ میں نے تاریکی میں ان تین انسانی سایوں کو دیکھا تھا جو احتیاط سے آگے بڑھ رہے تھے۔ تینوں توانا آدمی تھے اور کافی پھرتیلے نظر آتے تھے۔ میں ان کا جائزہ لیتی رہی۔ وہ ایک جگہ رک گئے تھے۔

"لو دیکھو گے؟" میں نے دوربین شہریار کی طرف بڑھائی تو وہ بولا۔

"نہیں مجھے دوربین کے بغیر نظر آرہا ہے جوان آدمی ہوں۔" میں نے ہنس کر دوربین رکھ دی۔

" اس سے ایک اندازہ تو ہوگیا وہ یہ کہ کچھ ہے ضرور اور تمہاری محنت بے کار نہیں جائے گی۔"

"یقین کرو اس وقت میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔" پھر ہم دیر تک خاموش رہے تھے وہ لوگ بے فکر تھے جس کا اندازہ اس بات سے ہوا کہ ان میں سے دو نے سگریٹ سلگائے تھے اور دو سرخ نقطے گردش کرتے نظر آرہے تھے اس طرح کافی وقت گزر گیا اور پھر اس وقت بارہ بج کر دس منٹ ہوئے تھے جب گہرے اندھیرے میں سمندر کی طرف سے روشنی کا ایک ہلکا سا دھبہ نظر آیا جو ساحل کی طرف بڑھ رہا تھا۔ شہریار نے میرا شانہ دبا دیا تھا اور میں نے ہلکی سی آواز میں کہا "ہاں!" شہریار نے وائرلیس پر بہت ہلکی آواز میں اپنے ساتھیوں کو ہدایات جاری کیں اور مجھ سے بولا۔

" ایک درخواست مانو گی؟"

"کیا؟" میں نے چونک کر کہا۔

" یہاں سے نہ ہٹنا وہ مقابلہ کریں گے۔ تمہاری حفاظت کے خیال سے مجھے نقصان پہنچ سکتا ہے۔" شہریار کا لہجہ بے حد سنجیدہ تھا۔

"او کے۔" میں نے کہا۔ یہاں شہریار سے ضد کرنا خطرناک تھا ویسے بھی اپنا کچھ کام کرنا چاہتی تھی۔ شہریار کے جانے کے بعد میں نے وہ جدید ترین الٹراوائلٹ ویڈیو کیمرا نکال لیا جو شاید اس ملک میں دوسرا نہیں ہوگا۔ ننھے سے کیمرے کے طاقتور لینس میں' میں اس لانچ کو دیکھنے لگی جو آہستہ آہستہ ساحل کی طرف بڑھ رہی تھی۔ کیمرا ہلکی آواز میں چل پڑا تھا۔ پھر میں نے ان آدمیوں کی طرف سے لانچ کو اشارہ ملتے دیکھا۔ سبز رنگ کی ٹارچ تین بار جلائی گئی اور سبز سگنل مل چکا تھا وہ لوگ درحقیقت پولیس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے۔ لانچ سے وہ مدھم سی روشنی غائب ہوگئی اور کچھ دیر کے بعد وہ ساحل سے کچھ دور رک گئی۔ میں بدستور اپنا کام کر رہی تھی اور اب مجھے شہریار کی کارکردگی کا کوئی اندازہ نہیں ہو رہا تھا۔ گھپ اندھیرا اسمگلروں

کے خیال میں ان کی مدد کر رہا تھا مگر میرے خیال میں یہ شہریار کا زیادہ مددگار تھا۔ نہ جانے ادھر کیا ہو رہا تھا مگر پھر اچانک سب کچھ نمایاں ہو گیا۔ اچانک ہی لانچ اور اس کے آس پاس کے مناظر تیز روشنی میں نہا گئے۔ سن بیم ٹارچوں نے دن کا سماں پیدا کر دیا تھا اور پھر چاروں طرف سے مسلح پولیس دوڑ پڑی تھی۔ اسمگلروں کو مقابلہ نہ کرنے کی ہدایت بھی کی گئی تھی۔ روشنی میں اب سب کچھ صاف نظر آ رہا تھا اور میرے کیمرے کو بھی مدد مل رہی تھی۔ مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ لانچ والوں نے ہاتھ بلند کر دیئے تھے ان تینوں کو پولیس نے پہلے ہی گرفتار کر لیا تھا جو ساحل پر تھے۔ اس طرح خون خرابے کے بغیر یہ گرفتاری عمل میں آ گئی تھی۔ پولیس کے جوان واقعی تعداد میں بے شمار تھے۔ لانچ ساحل پر گھسیٹ لائی گئی اور پولیس لانچ میں اتر گئی۔ اب میرا یہاں رکنا بے معنی تھا چنانچہ میں بھی وہیں آ گئی لانچ خالی کر دی گئی اور میں نے ریت پر سونے اور الیکٹرک گڈز کے انبار دیکھے۔ میرا کیمرا پھر چل پڑا۔ اس مہم کا مکمل انچارج شہریار تھا چنانچہ اس کی ہدایات پر عمل ہو رہا تھا پولیس کے جوان گاڑیاں یہاں لے آئے کل انسٹھ اسمگلر گرفتار ہوئے تھے جن میں تین وہ تھے جو پہلے سے ساحل پر تھے۔ ایک فہرست تیار ہوئی اور مال گاڑی میں چڑھا دیا گیا پھر یہ لوگ واپسی کے لئے تیار ہو گئے۔

"کیا خیال ہیں ہیڈ آفس چلو گی؟" شہریار نے پوچھا۔

"نہیں بھئی اس کے بعد گھر واپسی ممکن نہیں ہو گی ویسے بھی گھر والوں کو دھوکہ دے کر آئی ہوں۔ تم دلجمعی سے اپنے کام میں مصروف ہو جاؤ کل خوب آرام کرنا اور جب فرصت ملے تو مجھے فون کر لینا۔"

"او کے ایک کانسٹیبل ساتھ کر دوں؟"

"جاؤ ہیرو جاؤ۔ اپنا کام کرو" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور اپنی کار کی طرف بڑھ گئی۔ تاہم شہریار نے ایک طویل فاصلہ میری گاڑی کے پیچھے طے کیا تھا اس کے بعد وہ اپنے راستے چل پڑا تھا لیکن میں غیر محتاط نہ رہی ایک تجربہ ہو چکا تھا البتہ آج خیریت رہی لیکن صرف گھر کے باہر' گھر کے اندر خیریت نظر نہ آ رہی تھی ساری روشنیاں جل رہی تھیں اور غیر معمولی چہل پہل تھی۔ گڑبڑ ہو گئی یہ لوگ شاید تقریب سے واپس آ گئے تھے۔ بڑی بھابی میرے کار روکتے ہی قریب آ گئی تھیں۔

"کہاں سے آ رہی ہو تم؟"

"خیریت بھابی جان؟"

"سخت خطرہ ہے چچا جان شدید غصے کے عالم میں ہیں دوسروں نے ان کے غصے کو اور ہوا دی ہے۔ ویسے تمہارا یہ انداز مشکوک ضرور ہے۔ تقریب سے کہاں چلی گئی تھیں تم۔ نہ جانے کتنے لوگوں نے پوچھا۔"

"ڈیڈی کہاں ہیں؟"

"بیرونی برآمدے میں۔"

"تقریب سے کب واپسی ہوئی تھی؟"

"سوا گیارہ بجے۔"

"میری وجہ سے جاگا جا رہا ہے؟"

"ہاں تمہارا انتظار کیا جا رہا ہے۔ بتاؤ اب کیا کیا جائے؟" بھابی نے پریشانی سے کہا۔

"میرے ساتھ آ جائیے" میں نے بے خوفی سے کہا اور پھر میں برآمدے میں داخل ہو گئی۔ میرے ڈیڈی جان غضنفر پورے جاہ و جلال کے ساتھ سب کے درمیان نظر آ رہے تھے۔ بڑی پرسحر فضا تھی میں قریب پہنچ گئی۔

"رات کی عدالت' مجرم حاضر ہے جناب عالی" میں نے کہا۔ خلاف توقع ڈیڈی نے بڑی حلیمی سے کہا۔

"کہاں سے آ رہی ہوں؟"

"ایک دلچسپ مہم سے ڈیڈی"

"مگر تم ہمارے ساتھ تقریب میں شریک تھیں؟"

"جی ڈیڈی' نکاح اٹینڈ کیا مبارکباد دی اور پھر اپنے کام پر روانہ ہو گئی۔ اور ابھی تھوڑا سا کام باقی ہے۔"

"تفصیل بتانا پسند کرو گی؟"

"ضرور آپ حکم دیں گے تو ضرور بتاؤں گی۔ چند لمحات کی اجازت مل سکے گی۔ ایک فون کرنا چاہتی ہوں۔"

"یہ رکھا ہوا ہے فون" ڈیڈی نے فون بھی اپنے پاس منگوا کر رکھ لیا تھا۔ میں نے کرسی ڈیڈی کے پاس گھسیٹ لی اور پھر اخبار کے نیوز روم کو فون کرنے لگی۔ نیوز ایڈیٹر صاحب نے میری آواز پہچان کر خیریت پوچھی اور میں انہیں فون پر اس چھاپے کی تفصیلات بتانے لگی اور ایک رپورٹ ترتیب دے کر لکھوا دی۔ نیوز ایڈیٹر صاحب نے کہا۔

"کچھ تصویریں مل سکیں گی؟"

"کسی قیمت پر نہیں۔ یہ خبر ابھی دوسرے اخبارات کو نہیں ملے گی آپ پرسوں کی اشاعت میں تصویریں لگوا دیں۔" مسئلہ اس وقت حل ہو گیا تھا تمام چہرے ڈھیلے نظر آ رہے تھے خود ڈیڈی کے چہرے کا تناؤ بھی کم ہو گیا تھا میں ان کی طرف متوجہ ہو گئی۔ "جی ڈیڈی"

"اس طرح تم خطرات سے نہیں کھیل رہیں؟"

"سمجھی نہیں ڈیڈی۔"

"کام کا کوئی وقت ہوتا ہے؟"

"اسمگلروں کے کام کا یہی وقت ہوتا ہے' ڈیڈی میں کیا کروں۔"

"یہ کیوں بھول جاتی ہو کہ تم لڑکی ہو" ڈیڈی بولے۔

"کس کی لڑکی ہوں یہ جانتے ہیں آپ۔ خان غضنفر حسین خاں روہیلہ کی۔ دس بیس تو صرف ڈانٹ ڈپٹ سے مر سکتے ہیں باقی پر ہاتھ اٹھانے کی ضرورت پیش آئے گی ویسے ڈیڈی آپ نے کبھی اسمگلنگ ہوتے دیکھی ہے؟"

"کیا بکواس ہے۔"

"دکھاؤں؟"

"کیسے؟"

"اگر عمدہ سی کافی کا اہتمام ہو جائے تو ایک دلچسپ فلم دکھاؤں آپ کو" پھر یہ خطرناک ماحول ایک تفریحی ماحول میں بدل گیا۔ عمدہ کافی بھنے ہوئے مصالحے دار کاجو اور میری بنائی ہوئی فلم جو بے حد سنسنی خیز تھی اور جس کی کمنٹری میں خود کرتی جا رہی تھی۔ میرے سارے مخالفین ٹھنڈے پڑ گئے تھے اور اس فلم پر تبصرہ آرائیاں کر رہے تھے۔ بڑی بھابی نے آہستہ سے کہا۔

"یہ کسی اور کے بس کی بات نہیں ہے"

"میرے خلاف اور کسی مہم کا بندوبست کریں اس مہم میں آپ لوگ ناکام ہو گئے۔" میں نے جواب دیا اور وہ ہنسنے لگیں ڈیڈی نے کہا۔

"ذرا احتیاط رکھا کرو۔ یہ سب کچھ بے حد خطرناک ہے۔" چنانچہ سب ٹائیں ٹائیں فش ہو کر رہ گئے اور میں آرام سے اپنے کمرے میں سونے چلی گئی۔ دوسری صبح میں نے اخبارات دیکھے خبریں تو سب کو مل گئی تھیں لیکن تفصیلی خبر میرے اخبار میں تھی۔ معمول کے مطابق آفس پہنچ گئی۔ شہریار کے فون کا انتظار کرتی رہی لیکن ساڑھے گیارہ بج گئے اور فون نہ آیا۔ تب میں نے خود اسے فون کیا تو پتہ چلا کہ وہ صبح سے آفس نہیں آیا۔ دوپہر کے دو بج گئے پھر تین' میں نے اس دوران کئی بار ہیڈ آفس فون کر دیا تھا۔ چار بجے میرے فون کی گھنٹی بجی اور دوسری طرف سے شہریار کی آواز سنائی دی۔

"صبح بخیر"

"ہوش آ گیا تمہیں"

"ابھی نہیں۔ بس نیند ٹوٹی ہے۔ میرے خیال میں ایک دوسرے کی خیریت سے کام چلا لیں باقی شام کو۔"

"میں بالکل خیریت سے ہوں اور فون بند کر رہی ہوں"

"یقین کرو پرسوں رات سویا تھا اس کے بعد پلک جھپکانا حرام ہے اور یہ سب کچھ کس لئے کس کے کہنے سے' اس عالم میں یہ زیادتی مناسب ہے"

"نہیں بھئی۔ شام کو باتیں ہوں گی۔ پوری رپورٹ تیار رکھنا" میں پسیج گئی۔

"لفظ بہ لفظ" شہریار نے کہا اور کچھ رسمی باتوں کے بعد میں نے فون بند کر دیا۔ پھر شام کو

مقررہ وقت پر گرین فاؤنٹین پہنچی تو شہریار وہاں موجود تھا۔ آنکھوں سے اس کے الفاظ کی تصدیق ہو رہی تھی۔ میں نے اس کے کہنے سے پہلے چائے منگوا لی اور وہ مشینی انداز میں شروع ہو گیا۔

"مجرموں کو لیکر میں ہیڈ آفس پہنچا وہاں سے ڈی آئی جی صاحب کو اطلاع دی اور وہ بنفس نفیس وہاں آ گئے۔ مال کا تخمینہ ساڑھے تین کروڑ ہے ڈی آئی جی صاحب نے حکم دیا کہ فوری انٹروگیشن شروع کر دی جائے۔ ریمانڈ صبح کو لے لیا جائے گا تاکہ مطلوبہ لوگوں پر چھاپے مارے جا سکیں ورنہ سرغنہ ہوشیار ہو جائیں گے۔ چنانچہ یا استاد کا نعرہ لگا کر ان پر پل پڑا کم بخت عادی مجرم نکلے۔ صبح تک زبان نہیں کھولی پھر ایک خاص نسخہ آزمایا جو استاد صاحب خان ہی کا بخشا ہوا تھا۔ تب ایک کی زبان کھلی اور بمشکل تمام اس نے اپنے سرغنہ کا نام بتایا۔"

"کیا نام بتایا" میں نے پوچھا۔

"جمال شاہ درانی" شہریار نے کہا اور میرے دماغ میں دھماکے ہونے لگے۔ جمال شاہ اسمگلر بھی ہے کچھ دیر کے بعد میں نے پوچھا۔

"پھر......؟"

"پورا پتہ معلوم ہونے پر سی ویو کے ایک اپارٹمنٹ پر چھاپہ مارا مال بھی وہیں جاتا تھا وہاں جمال شاہ کے بارے میں بہت کچھ ملا مگر جمال شاہ نہیں ملا۔ ہاں وہاں سے جو معلومات کاغذات کے ذریعے حاصل ہوئیں ان سے کئی جگہوں پر چھاپے مارے۔ اسمگلنگ کا کچھ اور مال برآمد ہوا مگر جمال شاہ ہاتھ نہیں لگا۔"

"اوہ نو........ میرا مطلب ہے جمال شاہ کے علاوہ اور کوئی نام سامنے نہیں آیا؟"

"بالکل نہیں"

"ہضم نہیں ہو رہا شہریار۔ نہ جانے کیوں یہ سب کچھ ہضم نہیں ہو رہا۔ ابھی کچھ باقی ہے" میں نے بے چینی سے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"ابھی تو جمال شاہ بھی باقی ہے لیکن بی بی اور اپنے غبارے سے ہوا نکلتی جا رہی ہے۔" شہریار نے کہا اور میں اسے گھورنے لگی۔ شہریار نے جلدی سے چائے کی پیالی اٹھا کر ہونٹوں سے لگا لی تھی.........!

میں نے غرائے ہوئے لہجے میں کہا "لیکن تمہارے غبارے سے کبھی ہوا نہیں نکلنی چاہئے اور اگر تم اس کیفیت کا شکار ہوئے تو نقصان اٹھاؤ گے۔"

"خالی دھمکیوں سے کام نہیں چلے گا مس لیکن انسان کو زندگی کی گاڑی آگے بڑھانے کے لئے مختلف اقسام کے پٹرول کی ضرورت ہوتی ہے۔" شہریار نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"مثلاً ریگولر' سپر' ہائی آکٹین" میں بے اختیار مسکرا پڑی۔

"یہی سمجھ لو۔ بچپن میں ماں کی مامتا باپ کی شفقت کا پٹرول' جوانی میں پہلے محبوبہ بعد میں بیوی کے التفات کا پٹرول اور بڑھاپے میں بچوں اور ان کے بچوں کے پیار کا پٹرول ورنہ گاڑی

آگے نہیں بڑھتی۔"

"آپ خود کو کونسے دور میں پاتے ہیں؟"

"گبرو جوان ہوں' قد پانچ فٹ ساڑھے دس انچ ہے' سینہ بیالیس انچ ہے دیکھنے والے دیکھتے رہ جاتے ہیں۔"

"فضول باتیں کرنے کے ماہر ہو کام کی بات کرو۔"

"درمیان میں خوبصورت پیار بھرے لفظوں کا پٹرول ملتے رہنا چاہئے" اس نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا۔

"میری کائنات کے سب سے حسین تصور' اب یہ بتاؤ آئندہ کیا پروگرام ہے" میں نے کہا اور شہریاز میز سے کھڑا ہو گیا اس کا سینہ پھولتا جا رہا تھا۔ میں چونک پڑی اور اب اس کی شرارت سمجھ میں آئی تو میں نے دانت پیستے ہوئے کہا "خاصے چھچھورے ہو گئے ہو بیٹھو کیا گھٹیا پن ہے۔"

"خدا کی قسم تھکن کا نام و نشان نہیں رہا اب میں مزید اڑتالیس گھنٹے تک رکے بغیر کام کرنے کو تیار ہوں۔"

"میں کہہ رہی تھی کہ یہ سب کچھ ہضم نہیں ہو رہا کوئی باریک نکتہ ہے جو نظر نہیں آ رہا۔ وہ کون تھا جس نے اس مال کی اطلاع دی تھی اور اس سے کسی کو کیا فائدہ ہوا۔ اتنا تو کہا جا سکتا ہے کہ وہ جو کوئی بھی ہے یہ جانتا ہے کہ تم' جمال شاہ کے خلاف کام کر رہے ہو۔"

"اس نے مزید اطلاع دینے کے بارے میں کہا ہے۔"

"مگر کون ہو سکتا ہے؟"

"ممکن ہے وہی جمال شاہ کی نشاندہی بھی کرے میرے خیال میں ہمیں انتظار کر لینا چاہئے ویسے جمال شاہ کے سلسلے میں مستقل چھان بین ہو رہی ہے ہم نے درانی کارپوریشن سے ملنے والے ایک ایک کاغذ کو تحویل میں لے لیا ہے اور کچھ لوگ اس کی چھان بین کر رہے ہیں ہو سکتا ہے کوئی نکتہ مل جائے اس سے متعلق کوئی شخص ہاتھ نہیں آیا لیکن ہو سکتا ہے کچھ ہو ہی جائے۔"

"ضرور ہو جائے گا بس ہمت سے کام لو۔"

شہریار سے اس کے علاوہ میں نے اور کوئی خاص بات نہیں کی وہ ایک ذمے دار افسر بن چکا تھا لیکن ابھی پکا نہیں ہوا تھا دوسرے دن نیرہ شیخ سے بھی اس سلسلے میں مدد لی تھی۔ "یہ تمہاری امانت نیرہ ہاں اس کے دو فوٹوگراف میرے لئے بنوا دو اور ہاں یہ بتا سکتی ہو کہ یہ تصویر کب لی گئی تھی۔"

"پیچھے چٹ نہیں لگی ہوئی تھی۔"

"نشان موجود ہے شاید اکھڑ گئی ہے۔"

"مجھے ٹھیک سے یاد نہیں ہے چٹ تلاش کر لوں گی۔"

"اس تصویر میں موجود تمام لوگوں کو پہچانتی ہو؟"

"شاید........" نیرہ نے کہا مطلوبہ شخص کے بارے میں اس نے بتایا کہ اس کا نام چودھری غلام فیاض ہے سابق حکومت میں وزیر رہ چکا ہے بنیادی طور پر امپورٹر ایکسپورٹر ہے اور ایک کنسٹرکشن کمپنی کا مالک بھی۔ دوسروں سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ بہرحال میں نے تصویر نیرہ کو واپس کر دی اور چودھری فیاض کے بارے میں سوچنے لگی۔ اس شخص کے بارے میں مزید معلومات درکار تھیں خاص بات یہ تھی کہ ڈاکٹر سجاد بھی اس تصویر میں موجود تھا۔ نیرہ نے کچھ دیر کے بعد تصویر کے دو پرنٹ میرے حوالے کر دیئے میں نے فون کر کے شہریار سے پوچھا۔

"اور کوئی خاص بات؟"

"بالکل نہیں۔"

"عذرا کے سلسلے میں کوئی رپورٹ۔"

"ٹھیک ہے' ڈاکٹر سجاد کے علاوہ اور کوئی اس سے ملنے نہیں آیا اس زبردست پہرے پر سجاد نے شدید احتجاج کیا تھا اور پیشکش کی تھی کہ اسے ہاؤس اریسٹ کرنے کے بجائے اس کے حوالے کر دیا جائے وہ اسے ساتھ لے جائے گا اور اس کے تحفظ کی ذمہ داری قبول کر لے گا۔"

"شہریار' میں عذرا سے دوبارہ ملنا چاہتی ہوں۔ تم وہاں انتظام کر دو۔"

"کب ملنا چاہتی ہو" شہریار نے پوچھا۔

"بس کچھ دیر کے بعد۔"

"کہو تو میں وہاں پہنچ جاؤں۔"

"نہیں........ تمہارا آنا مناسب نہیں ہو گا"

"کوئی بات نہیں........ سلیم خان وہاں ڈیوٹی پر ہے میں اسے وائرلیس پر ہدایت دیئے دیتا ہوں تم چلی جاؤ۔"

سلیم خان نوجوان افسر تھا اور مجھے جانتا تھا اس نے بڑے احترام سے مجھے اندر پہنچا دیا تھا۔ عذرا اپنے بیڈروم میں تھی اور ہوش و حواس میں نظر آ رہی تھی۔ اس نے بڑے سپاٹ چہرے سے میرا استقبال کیا تھا۔

"کیسے مزاج ہیں عذرا صاحبہ؟"

"یہ الفاظ مجھے خود پر طنز محسوس ہوتے ہیں۔ ایک قیدی کے جیسے مزاج ہو سکتے ہیں تمہیں خود اندازہ ہو گا"

"اسے قید تو نہیں کہا جا سکتا آپ نے خود اپنے تحفظ کی درخواست کی تھی۔"

"میں اسے کسی کی زیادتی نہیں کہہ رہی میں اپنی کیفیت بتا رہی ہوں سوچتی ہوں آخر میرا کیا ہو گا۔"

"مجرم بہت جلد قانون کی گرفت میں آنے والے ہیں اس کے بعد آپ اپنی مرضی کے

مطابق زندگی گزارنے کے لئے آزاد ہوں گی۔"

"پتہ نہیں وہ وقت میری زندگی میں آئے گا یا نہیں۔"

"نہیں مس عذرا مایوسی کفر ہے۔ ویسے ایک بات، بتائیے انجکشن نہ لگنے کے بعد آپ خود کو کیسا محسوس کرتی ہیں"

"ڈاکٹر سجاد نے مجھے نئی زندگی دیدی ہے اب چونکہ حمیدہ دفعان ہو چکی ہے اس لئے میری مصیبت کے دن بھی ختم ہوگئے ہیں۔ ڈاکٹر میرا بہترین علاج کر رہے ہیں ان کی مدد سے مجھے اب نشے آور انجکشنوں کی ضرورت نہیں محسوس ہوئی۔"

"اس کے لئے مبارکباد پیش کرتی ہوں۔ ویسے آپ نے اپنے مستقبل کے بارے میں کوئی فیصلہ تو کیا ہوگا"

"مستقبل کس نے دیکھا ہے۔ ہاں اگر زندگی ملی اور اس کرب سے چھٹکارا حاصل ہوا تو میرے لئے زندگی میں ڈاکٹر سجاد سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے"

"ڈاکٹر سجاد" میں اچھل پڑی۔

"آپ نے کسی سے محبت کی ہے لبنیٰ" اس نے پوچھا۔

"ہاں کیوں نہیں۔"

"اپنے محبوب کی کوئی تو ادا بھائی ہوگی آپ کو"

"ہاں...... ہاں" میں نے اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

"میرے لئے اس کی کتاب کے اوراق سادہ تھے زندگی کے اس رخ پر توجہ نہیں دی تھی۔ لیکن ڈاکٹر سجاد نے میرے دل پر گہرا اثر ڈالا ہے میں کہہ چکی ہوں کہ ان کی وجہ سے مجھے نئی زندگی ملی ہے۔ میرا دل ان کی طرف مائل ہے اور اگر زندہ رہی تو خود کو ان کے لئے وقف کر دوں گی"

"مگر ان کی اور آپ کی عمر کا فرق؟"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ خوبصورت ہیں اسمارٹ ہیں۔ میرے لئے بڑی بات یہ ہے کہ میرے محافظ ہیں اور اب میں جس قدر تنہا ہوں اس کا مجھے اندازہ ہے مجھے اپنی زندگی کے لئے ایسا ساتھی درکار ہے جو مجھے مجھ سے زیادہ جانتا ہو جو مجھے سنبھال سکے" عذرا کے چہرے پر جذبات کے سائے نمودار تھے۔ میں نے کہا۔

"کیا ڈاکٹر سجاد میرا مطلب ہے وہ غیرشادی شدہ ہیں؟"

"ہاں"

"اور وہ آپ سے۔۔۔؟"

"ہاں...... ان کا کہنا ہے کہ وہ میری زندگی چاہتے ہیں مجھے دنیا کی ہر مشکل سے دور دیکھنا چاہتے ہیں اپنی زندگی مجھ پر قربان کرسکتے ہیں"

"بڑی مسرت کی بات ہے مجھے بے حد خوشی ہے کہ آپ کا مستقبل محفوظ ہے۔"

"شکریہ"

"ایک مخلص کی حیثیت سے میں آپ کو مبارکباد دیتی ہوں اور میری دلی خواہش ہے کہ آپ کو جلد ان الجھنوں سے نجات مل جائے۔ میں خود بھی اس سلسلے میں بڑی کوشش کر رہی ہوں۔ ہاں مجھے زمرد کے بارے میں کچھ اور بتائیے کیا اس جیسی لڑکی کا زاہدہ تک پہنچ جانا حیرت انگیز نہیں ہے؟"

"میں نہیں جانتی وہ زاہدہ پر مسلط ہی ہوگئی تھی زاہدہ اسے پسند نہیں کرتی تھی۔"

"اور ڈاکٹر سجاد؟"

"ڈاکٹر سجاد ان کا اس سے کوئی تعلق نہیں تھا"

"براہ کرم یہ تصویر دیکھئے۔ اس میں ڈاکٹر سجاد کے علاوہ آپ کسی اور کو پہچانتی ہیں۔" بالآخر میں نے وہ تصویر عذرا کے سامنے کر دی۔ وہ دیر تک تصویر دیکھتی رہی پھر بولی "نہیں میں کسی اور کو نہیں جانتی۔"

"شکریہ عذرا میری تمام دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔" میں نے کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

○---------☆---------○

ذہن بدستور الجھا ہوا تھا نہ جانے کیوں بار بار ذہن میں ڈاکٹر سجاد آ رہا تھا بیشک جمال شاہ اس سلسلے میں سب سے اہم کردار ادا کر رہا تھا لیکن میرے خیال کے مطابق ڈاکٹر سجاد بھی دور کا آدمی نہیں تھا اور پھر عذرا کا نیا انکشاف' دفتر آکر بہت دیر تک سوچ میں ڈوبی رہی بہت سے خاکے کاغذ پر بناتی اور بگاڑتی رہی۔ تمام کرداروں کے نام لکھے ایک ایک پر غور کرتی رہی اور دماغ میں کھچڑی پکتی رہی ڈاکٹر سجاد' جمال شاہ درانی' اسرار حسین' زاہدہ' عذرا' زمرد' حمیدہ دادا شیخ اور چودھری غلام فیاض' اس آخری نام پر ایک بار میں پھر چونکی ایک موہوم سی بات تھی۔ ایک بے وقوف شخص کا انکشاف جو احمقانہ ہو سکتا تھا لیکن وہ ایک کردار تھا اور خاص بات یہ تھی کہ ڈاکٹر سجاد کے ساتھ تھا۔ کچھ کام ہو جائے تو بہتر ہے نیرہ کے پاس پہنچی اور وہ مجھے دیکھ کر خوش ہوگئی۔

"چودھری غلام فیاض کے بارے میں کچھ اور معلومات چاہتی ہوں۔" میں نے کہا

"اور کچھ شامت آئی ہے اس کی۔" نیرہ نے ہنس کر کہا۔ اسی وقت قادر بیگ نیرہ کے پاس آگیا۔ بڑا بیباک اور سرکش صحافی تھا اور اس فیلڈ میں بے چارہ ایک ہاتھ گنوا بیٹھا تھا اس کا ہاتھ اس کے دشمن بن جانے والے ایک شخص نے شانے کے پاس سے کاٹ دیا تھا۔ اس نے مجھے اسلام کیا اور نیرہ سے اپنے کسی کام کے بارے میں کہنے لگا۔

"بیٹھو قادر...... اس وقت تمہاری ضرورت ہے۔" نیرہ نے کہا اور وہ بیٹھ گیا۔

"پندرہ منٹ کی قیمت ایک چائے ہوتی ہے۔ سولہویں منٹ پر دوسری چائے اور

اکتیسویں منٹ پر تیسری......... تمہاری مرضی ہے جتنی دیر بٹھاؤ۔" قادر بیگ نے کہا۔

"چائے آپ کو ملے گی۔ پہلے کام کی بات کرو؟"

"کیا کام ہے؟"

"لبنیٰ صاحبہ آپ کو علم ہے کہ قادر بیگ پورے ملک کے بڑے آدمیوں کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔ قادر چودھری غلام احمد کے بارے میں لبنیٰ صاحبہ کو کچھ معلومات درکار ہیں۔"

"اوہو وہ الیکشن ہونے والے ہیں اور وہ پھر کھڑا ہو رہا ہے بڑی تیاریاں ہو رہی ہیں مقابلہ دلاور شیخ سے ہے۔" قادر نے کہا مگر میرے ذہن میں پھریریاں دوڑ گئی تھیں ایک عجیب سا ہیجان میرے وجود میں پیدا ہو گیا تھا۔

"کیسا آدمی ہے" میں نے پوچھا۔

"یارباش ہے ویسے الیکشن میں کھڑے ہونے والے اس موسم میں سب یار باش ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ دلاور شیخ سے زیادہ تجربے کار ہے کیونکہ پہلے حکومت میں رہ چکا ہے اور اس نے صحیح معنوں میں حکومت کی ہے یعنی دو کے دس اور دس کے سو بنائے ہیں۔ مقابلہ بہت سخت رہے گا دلاور شیخ کو جیتنا مشکل ہو جائے گا۔"

"دونوں کا مقصد ایک ہے۔"

"یہی تو بات ہے اس علاقے سے تیسرا کوئی نہیں ہے۔ ایک ہے مگر نہ ہونے کے برابر۔"

"چودھری کے بارے میں اور کچھ بتاؤ۔"

"تیز آدمی ہے ہر طرح کے لوگوں سے واسطہ رکھتا ہے۔"

"اور دلاور شیخ۔"

"ناتجربے کار ہے اس فیلڈ کا کچے کام کر رہا ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ شریف آدمی ہے بلکہ شریفہ ہے۔ ویسے اس قسم کے تمام لوگوں کے تعلقات بہت ہوتے ہیں ویسے بھی سپورٹ کیا جا رہا ہے مگر مجھے حالات بہتر نہیں نظر آ رہے الیکشن ایک الگ شعبہ ہے اس میں یہ پہلو دیکھنا پڑتا ہے۔"

اس سے زیادہ کرید خطرناک تھی جو کچھ پتہ چلا تھا وہی بے حد سنسنی خیز تھا۔ چائے وغیرہ کے بعد میں وہاں سے اٹھ گئی لیکن دماغ میں دھماکے ہو رہے تھے شہریار کو ڈیڈ لائن مل گئی تھی اور الیکشن ہونے والے تھے لیکن دلاور شیخ نے ری اوپن کر دیا تھا.........اوہ اس تصور کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا ایک نیا خیال جنم لے چکا تھا مگر بات بہت اونچے پیمانے کی تھی شہریار کا تحفظ بھی کرنا تھا۔

شام بھی میری طرح نڈھال ہو چکی تھی دماغ تھکن سے چکنا چور ہو گیا تھا۔ مگر بہت سے کام کے فیصلے کر چکی تھی لکیریں ملتی جا رہی تھیں اور اب چھان بین کا وقت نہیں تھا عمل کرنا ضروری تھا' شہریار نے کوئی خاص بات نہیں بتائی اس کے بعد کوئی اہم واقعہ نہیں ہوا تھا۔

"ڈی آئی جی صاحب کی طرف سے کوئی رابطہ" میں نے پوچھا۔

"نہیں......... ویسے میں اس گمنام فون کرنے والے کے بارے میں سوچتا رہا ہوں۔"

"ایک کام کر سکتے ہو شہریار۔"

"بولو۔"

"ہمت کا کام ہے' خطرہ مول لینا ہو گا۔"

"کیا"

"ایک آدمی کو اغوا کرنا ہے" میں نے کہا اور شہریار کے گال پھول گئے منہ میں چائے کا گھونٹ رک گیا تھا اور وہ گول گول دیدوں سے مجھے گھور رہا تھا "غیر سنجیدگی نہیں' میں سنجیدہ ہوں" میں نے کہا۔

"اوہ لبنیٰ بی بی......... پولیس کو بدنام کرا رہی ہو" وہ بولا۔

"بس بس .... کوئی ایسی بات نہ کیا کرو جس سے زبان تلخ ہو جائے۔ بہرحال تمہیں یہ کام کرنا ہے"

"ہم اسے ایسے ہی اٹھالیں گے"

"اس سے کام نہیں چلے گا۔ قانون کی حفاظت کے لئے ہم کچھ غیرقانونی اقدامات کرنے کیلئے مجبور ہیں۔"

"کون ہے وہ"

"ڈاکٹر سجاد کا ڈرائیور۔ میں اس کی نشاندہی کر سکتی ہوں"

"ایک بات کہوں برا تو نہیں مانو گی"

"نہیں.........کہو"

"تم ڈاکٹر سجاد کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئی ہو حالانکہ وہ کہیں بھی ملوث نہیں نظر آیا۔ میرے خیال میں اس دن تمہیں اس کی بات بہت بری لگ گئی۔"

"اس کے بعد ایسی احمقانہ بات کبھی نہ کرنا۔ بہرحال بولو یہ کام کب کرو گے"

"کرنا پڑے گا کیونکہ کنوارا ہوں نہ کروں گا تو بھی کروں گا۔ ویسے بھی نوکری چھوڑنے پر ادھار کھائے بیٹھا ہوں اچھا ہے تمہاری ہی کوشش اس کے اسباب پیدا کر دے کم از کم بعد میں غصہ تو نہ ہو گی"

"آدمی ہیں تمہارے پاس"

"سب کچھ ہے ابھی تم نے کیا دیکھا ہے۔"

"دیکھنا چاہتی ہوں"

"کچھ بتانا پسند کرو گی۔" اس بار شہریار نے سنجیدہ ہو کر کہا۔

"ہاں! شہریار ایک خیال ہے دل میں اس کی تصدیق کرنا چاہتی ہوں۔"

"اعتراض۔" شہریار بولا۔

"کیا۔" میں چونک پڑی۔

"کسی اجنبی خیال کو دل تک نہیں پہنچنا چاہئے کیونکہ اس کا ٹھیکہ ہمارے پاس ہے ہاں دماغ کی کرائے داری قبول کی جاسکتی ہے۔"

"اوہ بھئی میں صحافی ہوں شاعر نہیں"

"شاعر کے سامنے احتیاط رکھا کرو"

"پھر گفتگو کا رخ بدل لیا کام کی بات کرو"

"تم خود بھی احتیاط رکھا کروں ہاں کیا خیال ہے "دماغ" میں۔ یاد رہے صرف دماغ میں"

"الیکشن ہونے والے ہیں اور ایک حلقے میں دلاور شیخ اور چودھری غلام فیاض ایک دوسرے کے مدمقابل ہیں۔ غلام فیاض دلاور شیخ کا مضبوط ترین حریف ہے۔ دلاور شیخ کا ریکارڈ بہترین ہے جبکہ غلام فیاض حکومت میں رہ چکا ہے اور اپنے دور اقتدار میں اس نے اپنی دولت میں بہت بڑا اضافہ کیا ہے۔ اسے الیکشن کا تجربہ بھی ہے اور یہ تصویر دیکھو ویسے کیا تم غلام فیاض کو پہچانتے ہو"

"نہیں" شہریار نے کہا اور میری دی ہوئی تصویر دیکھنے لگا۔ اس کا چہرہ حیرت کی تصویر بن گیا تھا پھر وہ بے اختیار بولا "او ہو...... یہ تو ڈاکٹر سجاد ہے"

"ہاں اور یہ چودھری فیاض ہے"

"اوہ مائی گاڈ"

"چودھری فیاض کے زمرد سے تعلقات کا ایک گواہ بھی میرے پاس موجود ہے" میں نے کہا شہریار پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے وہ مسلسل تصویر پر نظریں جمائے ہوئے تھا پھر اس نے کہا۔

"اس میں کیا جمال شاہ بھی ہے"

"نہیں لاؤ یہ مجھے واپس کر دو ہمیں ایک خطرہ مول لینا ہے اور چونکہ اس وقت تمہیں ڈی آئی جی صاحب کی بھرپور حمایت بھی حاصل ہے اس لئے اس موقع سے فائدہ اٹھاؤ اور میں تمہیں آئندہ کاروائی کے بارے میں بتاتی ہوں" میں نے کہا اور اپنا منصوبہ شہریار کو بتانے لگی۔ شہریار کو محاورتاً نہیں حقیقتاً چکر آنے لگے تھے اس نے گلوگیر لہجے میں کہا۔

"خدا کے لئے لبنیٰ...... خدا کے لئے مجھ سے شادی کر لو"

"کیا؟" میں گھورنے لگی۔

"نہیں کرسکتا' تمہارے بغیر یہ سب کچھ نہیں کرسکتا۔ میری کھوپڑی اس کی متحمل نہیں ہوسکتی۔ ارے کہاں سے کھود کر نکالا یہ سب کچھ۔ یہ کہاں سے آگیا تمہارے دماغ میں!"

"اس منصوبے پر گفتگو کرو......!" میں نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"عمل کروں گا۔ تمہاری ہدایت کے مطابق عمل کروں گا۔"

"نہیں تم مجھے بھی ساتھ رکھو گے۔"

"کیا......؟"

"ہاں ہم پورے کھیل میں ساتھ رہیں گے!"

"یہ خطرناک نہ ہوگا۔"

"نہیں۔ لیکن میں تم سے دور رہوں گی میرا مطلب ہے اپنی کار میں۔" میں نے کہا اور شہریار کچھ سوچنے لگا۔ اس کے بعد وہ تیار ہوگیا تھا۔ ہوٹل سے ہم لوگ ڈاکٹر سجاد کے کلینک پہنچے تھے اور وہاں میں نے کچھ معلومات حاصل کی تھیں پتہ چلا کہ ڈاکٹر سجاد دن میں دو مرتبہ وہاں او پی ڈی میں بیٹھتا ہے۔ دوسرے دو ڈاکٹر باقی وقت کلینک سنبھالتے ہیں نو بجے ڈاکٹر چلا جاتا ہے اس کے بعد اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ پھر ہم نے ڈاکٹر سجاد کی کوٹھی پر کافی وقت گزارا تھا نیلی ہنڈا گاڑی پورٹیکو میں کھڑی ہوئی تھی۔ اس وقت کوئی کام بننا مشکل نظر آ رہا تھا چنانچہ یہ کام دوسرے دن پر ملتوی کر دیا گیا واپسی میں شہریار نے کہا۔

"یوں کرتا ہوں کہ دو آدمیوں کی ڈیوٹی لگا دیتا ہوں کلینک پر' وہ ڈرائیور کے بارے میں ہمیں اطلاع دیں گے اور وائرلیس پر اس کے بارے میں بتاتے رہیں گے۔ موقع مناسب دیکھتے ہی میں یہ کام کر لوں گا۔"

"اوہ' مگر......؟"

"مجھ پر بھروسہ رکھو۔ کام ہدایت کے مطابق ہی ہوگا۔"

"مگر بہت ہوشیاری سے۔ اور یہ بتاؤ میں تم سے رابطہ کب کروں......؟"

"میں خود فون کروں گا دفتر......!" شہریار نے کہا واقعی مجبوری تھی اور کیا کیا جاسکتا تھا مگر شدید تجسس کا شکار رہی تھی۔ عذرا بھی کئی بار ذہن میں آتی تھی مگر وہ ناتجربہ کار لڑکی زمانے کو کیا جانے۔ اس نے ڈاکٹر کے بارے میں جن جذبات کا اظہار کیا تھا وہ اپنی جگہ تھے لیکن میرا دل تسلیم نہیں کر رہا تھا کہ ڈاکٹر سجاد بے گناہ ہے اور اس کا جمال شاہ سے گٹھ جوڑ نہیں ہے۔ بے چاری لڑکی۔ حالات سے ناآشنا۔ دوسرے دن بارہ بجے شہریار کے فون کا انتظار کر رہی تھی کہ وہ خود دفتر آگیا۔ سادہ لباس میں تھا اور تھکا تھکا نظر آ رہا تھا۔ میں شدید تجسس کا شکار ہوگئی۔ اس نے کہا "اس سلسلے میں ناکامی ہوئی ہے۔"

"کیا مطلب......؟"

"سارے کام پروگرام کے مطابق ہوئے ہیں۔ ہم نے اسے احتیاط سے اٹھا لیا کسی کو شبہ نہیں ہوسکا ہے۔ لیکن وہ بہت پکا آدمی ہے کہتا ہے وہ صرف ڈرائیور ہے مالکوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ کمبخت ہر طرح کی مار برداشت کر گیا ایک ہی بات کہتا ہے کہ اسے کچھ نہیں معلوم...... سو بتاؤ کیا کروں......؟"

"دوسرا کام کیا۔"

"ابھی اس پر عمل نہیں کیا ہے۔"

"نام کیا ہے ڈرائیور کا.........؟"

"غیاث خاں۔"

"تم نے اسے کہاں سے اٹھایا.........؟" میں نے پوچھا۔

"نکلسن روڈ سے۔ کچھ سامان خریدنے گیا تھا کلینک کے لئے۔ گاڑی وہیں چھوڑ دی ہے۔"

"رکھا کہاں ہے؟"

"چاند خاں کے اڈے پر.........!"

"کیا مطلب.........؟"

"تو کیا اپنے گھر لے جاتا۔ ویسے چاند خاں بڑے بھروسے کے آدمی ہیں میں نے انہیں اچھی طرح سمجھا دیا ہے نکل نہیں سکے گا وہاں سے۔ چاند خاں کچی آبادی میں رہتے ہیں۔ پہلے کچی شراب بناتے تھے میرے منع کرنے پر کاروبار بند کر دیا اب بس تھوڑا بہت جوا کھلا لیتے ہیں گزارے کے لئے۔"

"خدا تمہیں سمجھے۔ یہ تو کچھ نہیں ہوا۔ ارے ہاں اس کی تلاشی لی.........؟"

"ہاں۔"

"کچھ برآمد ہوا۔"

"یہ شناختی کارڈ یہ لانڈری کی رسید پرچون والے کا حساب اور یہ ایک سو بیس روپے نقد۔ وہ بل بھی ہے جو اس نے کلینک کے لئے خریدے جانے والے سامان کا بنوایا ہے۔" شہریار نے کہا اور میں بے صبری سے شناختی کارڈ دیکھنے لگی۔ پھر میں نے لانڈری کی رسید دیکھی۔ اس پر پڑی تاریخ دیکھی جو چھ دن پہلے کی تھی۔ یہ اندازہ لگایا کہ شناختی کارڈ پر جو پتہ درج ہے وہ اس علاقے کا ہے جہاں پر لانڈری واقع ہے اور پھر میں نے کہا۔

"اٹھو جلدی کرو.........!"

"ارے ارے کہاں.........؟" شہریار بولا......... مگر میں اسے جواب دیئے بغیر نیچے لے آئی البتہ کار میں میں نے اسے بتایا کہ میں غیاث خاں کے گھر کی تلاشی لینا چاہتی ہوں۔ ہو سکتا ہے وہاں کوئی ایسی شخصیت مل جائے جو اس کے بارے میں کچھ بتا سکے یا اس کے ذریعہ پھر غیاث خاں کو زبان کھولنے پر مجبور کر سکیں۔ کوئی ایسی شخصیت جس سے غیاث خاں کا جذباتی رشتہ ہو۔ یا پھر اس کے گھر کی تلاشی لینے پر ہمیں کچھ مل جائے۔ شہریار ہونٹ بھینچ کر خاموش ہو گیا تھا۔

"علاقے کے بارے میں تم مجھے گائیڈ کرو۔۔۔!" میں نے کہا اور شہریار نے گردن ہلا دی۔ یہ بھی کچی آبادی تھی مگر سالوں سے یہاں موجود تھی گندے اور تنگ سے علاقے میں یہ گھر مل

اور دروازہ کھولنے والے نے کرخت لہجے میں کہا تھا۔

"دروازہ بجا کر کچھ دیر انتظار بھی کر لیتے ہیں۔" نسوانی آواز تھی مگر اسے دیکھ کر نہ صرف میں بلکہ شہریار بھی گنگ رہ گیا تھا۔ یہ حمیدہ بٹ تھی پھر اس نے بھی ہمیں پہچان لیا اور جونہی اس نے ہمیں پہچانا ویسے ہی پوری قوت سے دروازہ بند کرنے کی کوشش کی لیکن شہریار نے بھی دیر نہیں کی۔ اس نے پوری قوت سے دروازے پر ٹکر ماری اور حمیدہ بٹ نیچے جا گری۔ میں نے پھرتی سے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر دیا۔ اس دوران حمیدہ بٹ اپنی جگہ سے اٹھ کر اندر بھاگی تھی۔ شہریار' بہرطور پولیس والا تھا۔ حمیدہ کا یہاں نظر آ جانا ہمارے لئے ناقابل یقین تھا لیکن اس کامیابی نے شہریار کو متاثر کر دیا تھا اس نے حمیدہ کے پیچھے چھلانگ لگائی اور اس کے ساتھ ہی اس کھلے کمرے میں داخل ہو گیا جہاں بستر لگا ہوا تھا۔ حمیدہ نے اسی بستر پر چھلانگ لگائی تھی مگر شہریار نے اس کے تکیئے کے نیچے سے پستول نکالنے کی کوشش ناکام بنا دی تھی۔ تکیئے کے نیچے رکھا پستول اب شہریار کے ہاتھ میں تھا اور اس کے ایک بھرپور تھپڑ نے حمیدہ کو بستر سے نیچے اچھال دیا تھا۔ شہریار نے اس پر پستول تان لیا۔

"اگر تم نے ہلنے کی کوشش کی تو دو گولیاں تمہارے دونوں گھٹنوں پر چلاؤں گا اس طرح کہ دنیا کا کوئی ڈاکٹر تمہاری ہڈیوں کو دوبارہ نہ جوڑ سکے گا۔" اس نے غرا کر کہا۔ حمیدہ ساکت ہو گئی تھی۔

"رسی تلاش کرو اور اس کے ہاتھ پاؤں کس دو.........!" شہریار نے مجھے حکم دیا۔ رسی تلاش کرنا مشکل کام ثابت نہیں ہوا۔ ہم نے حمیدہ کو کس دیا پھر میں نے فوراً کہا.........!

"سب لوگ گرفتار ہو گئے تم آخری شخصیت ہو۔ غیاث خاں نے تمہاری نشاندہی کی ہے۔"

جواب میں حمیدہ کے منہ سے گندی گندی گالیاں نکل پڑی تھیں۔ اس نے کہا۔

"وہ تو ہے ہی......... میں نے ڈاکٹر سجاد سے کہا تھا کہ اس پر اعتبار مت کرو.........!"

"ڈاکٹر سجاد......... اسی نے تو تم سب کو گرفتار کرایا ہے۔ اس نے بتایا ہے پولیس کو کہ تم لوگ اسے دھوکہ دیتے رہے ہو کسی اور کے لئے کام کرتے رہے ہو اور اسے ملوث کرنے کی کوشش کرتے رہے ہو۔ اس نے تمہیں زاہدہ کا قاتل قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ اس کی لاعلمی میں تم نے زاہد کو زہر دیا ہے اور اس کے بعد عذرا کو نشے کے انجکشن لگاتی رہی ہو۔"

"میں.........؟" حمیدہ کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو گئیں۔ "اس نے یہ کہا ہے اور تم نے فوراً یقین کر لیا ہو گا۔ سچ ہے افسر صاحب غریب اسی لئے ہوتا ہے مل گئی ہو گی پیٹ بھر کے رشوت۔ اب ڈال دو پھندہ ہماری گردن میں۔"

"پھندہ تو تمہاری گردن تک پہنچ چکا ہے حمیدہ' پھانسی کے علاوہ کوئی اور سزا نہیں ہو گی تمہیں۔ جان بچانے کی کوشش کرنا چاہو تو کر سکتی ہو ہمیں اعتراض نہیں ہو گا ہم نے غیاث خاں

کو بھی موقع دیا تھا مگر اس کی سمجھ میں بات نہیں آئی اب اسے موت سے کوئی نہ بچا سکے گا۔"

"چولہے میں جائے غیاث خاں میرا کیا قصور ہے مجھ سے تو نمک حرامی کرائی تھی۔ عزت کی روٹی چھین لی گئی دربدر کر دیا گیا اور اب اب۔" حمیدہ رونے لگی۔ شہریار قربان ہونے والی نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے حمیدہ کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"عورت اتنی بے رحم نہیں ہوتی حمیدہ۔ یہ لوگ یقین نہیں کرتے مگر میں بھی عورت ہوں تم اطمینان رکھو۔ ڈاکٹر سجاد نے تمہارے اوپر نہ جانے کیا کیا الزام لگائے ہیں مگر میں نہیں مانتی۔ میں تمہارے لئے لڑوں گی میں تمہیں کڑی سزا سے بچاؤں گی یہ میرا وعدہ ہے۔" حمیدہ کی ہچکیاں بندھ گئیں پھر اس نے زبان کھول دی اور نہایت سنسنی خیز انکشافات کئے۔ میری آنکھوں میں کامیابی کے دیئے روشن ہوگئے اور شہریار بار بار مجھے دیکھتا رہا۔ پھر اس گھر کی تلاشی سے بھی کچھ کار آمد چیزیں حاصل ہوئی تھیں اور اس کے بعد ہم حمیدہ کو ساتھ لے کر وہاں سے چل پڑے تھے۔ اب غیاث خاں کو بھی چاند خان کے اڈے پر روکنے کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ شہریار نے اپنے ماتحتوں کو مختلف ذمے داریاں سونپیں اور وہ سب مصروف ہوگئے۔ میں اس کے ساتھ ہیڈ آفس آگئی تھی اور اس کے کاموں میں مکمل طور پر ہاتھ بٹا رہی تھی۔ میں نے اسے پورا پروگرام بنا کر دیا تھا اور سارا کام اسی پروگرام کے تحت ہو رہا تھا۔ اس کے لئے خصوصی انتظامات کئے گئے تھے۔ آخری مرحلہ ڈی آئی جی حامد فخری صاحب کی معیت میں طے کرنا تھا چنانچہ رات کو دس بجے وہ ہیڈ آفس آگئے فرسٹ کلاس مجسٹریٹ ان کے ساتھ تھے اس کے علاوہ پولیس کی پوری پلاٹون تھی جس نے ڈاکٹر سجاد کے کلینک کو گھیر لیا اور مجھے اس مہم میں شرکت کا اعزاز بخشا گیا۔ کلینک میں جتنے لوگ اسٹاف میں تھے سب کو گرفتار کر لیا گیا اور وہاں موجود ایک ایک شے کی تلاشی لی گئی۔ اس وقت یہاں پانچ مریض داخل تھے اور یہ انتہائی حیران کن بات تھی کہ یہ منشیات کے عادی تھے اور اس کا علاج کرا رہے تھے۔ البتہ پانچویں مریض کو ہم نے جگایا تو اس کی حالت خراب ہوگئی وہ آنکھ کھولتے ہی ہاتھ جوڑ کر گڑگڑانے لگا۔ "رحم کرو۔ خدا کے لئے مجھ پر رحم کرو۔ اب مجھ میں مار کھانے کی ہمت نہیں ہے۔ آہ میں تو ویسے ہی مر رہا ہو۔ مجھے خود بخود مر جانے دو۔ معاف کر دو مجھے معاف کر دو.........!"

"کون ہو تم......... ہوش میں آؤ۔ ہم تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے ہم پولیس کے لوگ ہیں کیا نام ہے تمہارا.........؟"

"جمال شاہ' جمال شاہ درانی۔" اس نے وحشت زدہ لہجے میں کہا اور ہم دنگ رہ گئے۔ سب کی زبانیں گنگ ہوگئی تھیں۔ جمال شاہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ایک ایک کو دیکھ رہا تھا پھر اس نے خوشی سے قلقاری مار کر کہا۔ "پولیس' پولیس یہاں پہنچ گئی' آہ پولیس آگئی شکر ہے مالک شکر ہے۔ آپ نے انڈر گراؤنڈ......... انڈر گراؤنڈ چھاپہ مارا........"

"اوہ یہاں کوئی تہہ خانہ ہے۔" ڈی آئی جی نے کہا۔

"سب کچھ تو وہیں ہے۔ مجھے سہارا دیجئے۔ میری ٹانگیں ناکارہ کر دی گئی ہیں انجکشنوں سے میری رگیں سکھا دی گئی ہیں۔ سہارا دیجئے مجھے میں وہ جگہ بتاتا ہوں" جمال شاہ نے کہا۔ اسے ایک اسٹریچر پر بٹھا دیا گیا اور کلینک کے ایک کمرے میں اس نے وہ میکنزم بتایا جس سے نیچے جانے کا راستہ کھلتا تھا۔ وسیع و عریض تہہ خانہ پورے کلینک کے نیچے پھیلا ہوا تھا اور اس میں منشیات کے ذخائر انبار تھے اس کے علاوہ اسمگل کیا ہوا بہت سا سامان بھی تھا۔ ایک طاقتور ٹرانسمیٹر بھی وہاں دستیاب ہوا دوسری طرف ڈی آئی جی صاحب کا ترتیب دیا ہوا دوسرا گروپ ڈاکٹر سجاد کی کوٹھی پر چھاپہ مارنے پہنچ گیا تھا۔ وہاں سے اطلاع ملی کہ ڈاکٹر سجاد کو کوٹھی سے گرفتار کر لیا گیا ہے کوٹھی کی تلاشی میں کوئی چیز نہیں ملی ہے اور ڈاکٹر سجاد سخت غصے میں ہے۔

"اسے ہیڈ کوارٹر لے آؤ.........!" ڈی آئی جی صاحب نے حکم دیا۔ میں نے کلینک سے ہی گھر فون کر دیا کہ میرے لئے پریشان نہ ہوا جائے ایک آپریشن میں شریک ہوں۔ اس کے بعد ہیڈ کوارٹر میں رت جگا شروع ہوگیا۔ بعد کی کہانی میں اپنے انداز میں سناتی ہوں۔ پولیس کا طریق کار اصولوں کے مطابق تھا بس اس کا نچوڑ یہ ہے۔

جمال شاہ درانی نے بتایا کہ وہ ایک تعلیم یافتہ آدمی ہے مگر غربت نے اسے جرائم کے راستے پر لا ڈالا وہ یہاں آیا اور اس نے ایک اسٹیٹ ایجنٹ کی حیثیت سے کام شروع کر دیا۔ بہت عرصے تک وہ ایمانداری سے اپنا کام کرتا رہا۔ پھر اسے ایک کوٹھی کا سودا ملا اور اس سے ایک فراڈ کرایا گیا جس کا معاوضہ اسے آٹھ لاکھ روپے دیا گیا اور یہ کام اس سے چودھری غلام فیاض نے کرایا تھا یہاں سے وہ غلام فیاض کے خاص لوگوں میں شامل ہوگیا اور غلام فیاض نے اسے بہت سے کام دینا شروع کر دیئے۔ اس کی ذاتی زندگی میں کوئی مداخلت نہیں کی جاتی تھی باقی احکامات غلام فیاض کے ہوتے تھے اسے بہت جلد پتہ چل گیا کہ غلام فیاض بہت بڑا اسمگلر بھی ہے یہی نہیں بلکہ غلام فیاض نے اس کا رجسٹریشن بھی کرا دیا اور جب وہ بھی باقاعدہ یہ کام کرنے لگا تبھی اس کی ملاقات ڈاکٹر سجاد سے کرائی گئی جو خود غلام فیاض کا کارکن تھا اور اعلیٰ پیمانے پر اس کے لئے کام کرتا تھا اور بھی بہت سے لوگ غلام فیاض کے کارکن تھے زمرد اس کی داشتہ تھی اور وہ جمال شاہ کی وجاہت پر مرمٹی تھی۔ ڈاکٹر سجاد ہی کے ذریعے جمال شاہ کا تعارف اسرار حسین کے خاندان سے ہوا اور وہ زاہدہ کو پسند کرنے لگا۔ دونوں میں شادی کے عہد و پیمان ہوئے اور بات بہت آگے بڑھ گئی۔ مگر ڈاکٹر سجاد بری طرح بگڑ گیا۔ اس نے بہت پہلے زاہدہ کو قابو میں کرنے کا منصوبہ بنایا تھا اور اس پر آہستہ آہستہ کام کر رہا تھا۔ اسرار صاحب کی بے پناہ دولت بھی اس کا ٹارگٹ تھی اور اسے ہتھیانے کے لئے اس نے حمیدہ بٹ کو پھانس کر عذرا کو راستے سے ہٹانے کا انتظام بھی شروع کر دیا تھا یعنی نشہ آور دوا کے انجکشن۔ مگر زاہدہ' جمال شاہ کی دیوانی ہوگئی ڈاکٹر سجاد نے رقابت سے بے قابو ہو کر اسرار حسین کو جمال شاہ کے بارے میں بتا دیا اور کچھ ثبوت بھی فراہم کر دیئے اور اس نے زمرد کے ذریعے بھی زاہدہ کو جمال شاہ کے

خلاف بھڑکانا شروع کر دیا۔ زمرد بھی اسی رقابت کا شکار ہوگئی تھی اور بڑی راز داری سے ڈاکٹر سجاد کے لئے کام کر رہی تھی۔ چنانچہ بات آگے بڑھتی رہی اسرار حسین نے جمال شاہ کے بارے میں چھان بین شروع کر دی۔ انہیں اتفاق سے کوئی ایسی بات معلوم ہوگئی جو جمال شاہ کے لئے خطرناک ہوسکتی تھی چنانچہ جمال شاہ مجبوراً انہیں قتل کرنا پڑا۔ وہ حادثاتی موت کا شکار نہیں ہوئے تھے بلکہ جمال شاہ نے انہیں قتل کیا تھا اور زاہدہ نے جمال شاہ کو چوری سے آتے اور باہر جاتے دیکھ لیا تھا۔ چنانچہ زاہدہ جمال شاہ سے بھڑک گئی۔ ادھر ڈاکٹر سجاد نے جمال شاہ سے کہا کہ وہ اسرار صاحب کا قاتل ہے اور اسے اب ڈاکٹر کے اشارہ پر چلنا ہوگا لیکن یہاں جمال شاہ نے غلام فیاض کا سہارا حاصل کرلیا اور غلام فیاض نے حکم دیا کہ آپس میں ایسی کوئی چپقلش نہ ہو جس سے اسے خطرہ پیدا ہو جائے۔ ادھر ڈاکٹر سجاد نے اپنا منصوبہ بدلا۔ زاہدہ اب کسی طور اس کے جال میں نہیں آسکتی تھی چنانچہ اس نے اسے ایک ایسا زہر استعمال کرا دیا جس سے حرکت قلب بند ہو جائے اور وہ اس میں کامیاب ہوگیا۔ نئے منصوبے کے تحت اب اسے عذرا کی خبرگیری کرنی تھی کیونکہ اب عذرا ہی اس جائیداد کی وارث تھی۔ عذرا، جمال شاہ سے بھی نفرت کرتی تھی چنانچہ ڈاکٹر کا کام بن گیا۔ اس نے عذرا کو نشہ آور دواؤں کا اثر زائل کرنے والی ادویات کھلائیں اور ایک کہانی سنا دی جس سے عذرا اس کی گرویدہ ہوگئی۔ یوں ان دونوں میں چلتی رہی۔ پھر ایک نئے کھیل کا آغاز ہوا جس کے بارے میں ڈاکٹر سجاد نے مجسٹریٹ کے سامنے بیان دیا اور اس کے لاتعداد ثبوت ملے۔ یہ کھیل چودھری غلام فیاض اور دلاور شیخ کے درمیان شروع ہوا تھا۔ دونوں ایک ہی حلقے سے الیکشن کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔ دلاور شیخ بھی، شیخ انٹرنیشنل کا مالک تھا اور دو بڑے آدمی ایک دوسرے کے "معاملات" سے واقفیت رکھتے تھے۔ اب چونکہ مسئلہ دوسرا تھا اس لئے دلاور شیخ نے اپنے ایک کارکن جاوید قریشی کے ذریعے بات آگے بڑھائی اور ان دو مہروں کو تاک لیا یعنی جمال شاہ اور ڈاکٹر سجاد۔ اس نے اس کیس کے بارے میں تفصیلات معلوم کرلی تھیں اور آغاز یہاں سے کیا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ بالآخر یہی دونوں غلام فیاض کو منظرعام پر لائیں گے۔ دلاور شیخ نے ڈی آئی جی صاحب کا سہارا بھی لیا تھا اور انہیں کچھ تفصیلات بتائی تھیں۔ ڈی آئی جی صاحب نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ اگر یہ سچ ہے تو ہم اپنا قانونی فرض پورا کریں گے یوں اس کیس کا آغاز ہوا۔ پولیس جب اسرار صاحب کی کوٹھی پہنچی تو حمیدہ نے جو سجاد کی کارکن تھی ڈاکٹر سجاد کو اطلاع دی۔ اس وقت صورت حال ڈاکٹر سجاد کے لئے بہت معمولی تھی۔ اس لئے اس نے مداخلت کی مگر بعد میں اسے اپنی کوششوں میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا اور وہ پریشان ہوگیا۔ اس نے جمال شاہ سے کہا کہ چونکہ یہ معاملہ ان کے لئے ذاتی نوعیت کا ہے اور غلام فیاض اس پر ناراض ہوگا چنانچہ دونوں مل کر دفاع کریں جمال شاہ تیار ہوگیا تھا۔ دونوں نے اس کے پس پردہ عوامل کی چھان بین شروع کر دی اور میں ان کے علم میں آئی چنانچہ مجھ پر حملہ کر دیا گیا لیکن نیلی کار پر وہ نمبرپلیٹ لگا دی گئی جو دلاور شیخ کی گاڑی کی تھی

کیونکہ اتفاق سے دلاور شیخ کی ایک گاڑی بھی نیلے رنگ کی ہنڈا اکارڈ تھی اس طرح دو فائدے حاصل کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ اگر حملہ کامیاب ہو جاتا تو بھی فائدہ تھا ناکامی کی شکل میں دلاور شیخ کے بارے میں کنفیوژن پیدا ہوا۔ اس دوران میں زمرد تک پہنچ گئی تھی جس کی اطلاع خود زمرد نے دی تھی۔ ڈاکٹر سجاد نے خوفزدہ ہو کر اپنے ڈرائیور غیاث بیگ کے ذریعے زمرد کو قتل کرا دیا۔ بعد میں وہ کافی خوفزدہ ہوگیا خاص طور سے اسرار صاحب کے ملازم شبیر بیگ کے پولیس کی تحویل میں پہنچ جانے کے بعد تو اس کے حوصلے پست ہوتے گئے اور اس سے بوکھلاہٹیں سرزد ہونے لگیں۔ اس مسئلے میں اس نے غلام فیاض سے بھی رابطہ نہیں قائم کیا کیونکہ غلام فیاض کے بگڑ جانے کا اندیشہ تھا خاص طور سے زمرد کے قتل کو وہ کبھی برداشت نہیں کرتا کیونکہ وہ اس کی منظور نظر تھی۔ ڈاکٹر سجاد ہر چیز سے خوفزدہ ہوگیا اس نے احتیاط حمیدہ بٹ کو بھی وہاں سے ہٹا دیا تاکہ اس پر سختی وغیرہ کر کے اس کی زبان نہ کھلوالی جائے۔ وہ شدید بوکھلاہٹ کا شکار تھا۔ پھر اسے معلوم ہوا کہ میں اور شہریار سی ویو کے نزدیک دیکھے گئے ہیں تو اس کے حواس مزید خراب ہوگئے۔ اس نے جمال شاہ کے بارے میں سوچا اسے علم تھا کہ جمال شاہ درپردہ اس سے رقابت رکھتا ہے کہیں وہ اس موقع سے فائدہ نہ اٹھائے۔ اسے قابو میں کرنا ضروری ہے چنانچہ اس نے دھوکے سے جمال شاہ کو کلینک بلایا اور اسے بے ہوش کر دیا۔ پھر اسے ایک مریض کی حیثیت سے کلینک میں رکھ لیا اور اسے مسلسل بے ہوشی کے انجکشن دیتا رہا۔ اس نے جمال شاہ کو قتل اس لئے نہیں کیا کہ کہیں بات بگڑ نہ جائے۔ حالات اگر سدھر گئے تو وہ کہہ سکتا تھا کہ ایسا اس نے صرف جمال شاہ کے تحفظ کے خیال سے کیا تھا۔ جمال شاہ کو کسی وقت ہوش آیا تو اسے اپنی حالت دیکھ کر گمان گزرا کہ ڈاکٹر سجاد اسے بھی زہریلے انجکشن دے رہا ہے جس طرح اس نے زاہدہ اور عذرا کو دیئے تھے۔ اس نے فوری طور پر عمل کیا اور کسی طرح فون تک پہنچ گیا۔ تاریخ وغیرہ کے بارے میں معلوم کر کے اس نے اس مال کے آنے کا تعین کیا اور شہریار کو اس کے بارے میں اطلاع دیدی مال کے سلسلے میں وہی منظرعام پر تھا اور تمام لوگوں سے اس کا رابطہ رہتا تھا یہ مال اسی کا تصور کیا جاتا تھا جبکہ درحقیقت یہ چودھری فیاض کا مال ہوتا تھا اور وہی اسے ٹھکانے لگاتا تھا۔ مال پکڑا گیا اور ڈاکٹر سجاد کے ہوش اڑا گئے۔ وہ خوف سے پاگل ہونے لگا تھا اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ اس سلسلے میں جمال شاہ کی تلاش شروع ہوگئی اور چودھری نے اس سے رابطہ کیا تو ڈاکٹر سجاد نے کہا کہ وہ چھان بین کر رہا ہے کہ ایسا کیوں ہوا بس اسی دوران ہم نے وہ بہترین فیصلہ کیا اور غیاث خان اور حمیدہ کو تحویل میں کر کے سب کچھ معلوم کرلیا۔

جمال شاہ نے پورے ہوش و حواس کے عالم میں اور ڈاکٹر سجاد نے تھرڈ ڈگری سے گھبرا کر یہ داستان سنا دی اور وہ تمام ثبوت مہیا کر دیئے جو چودھری صاحب کے بارے میں تھے چنانچہ چودھری غلام فیاض کے سینتالیس ٹھکانوں پر چھاپے مار کر اربوں روپے کی مالیت کا اسمگل شدہ

سامان اسلحہ اور منشیات برآمد کیا گیا۔ اور ان دنوں میرے اخبار نے جو شہرت اور سرکولیشن حاصل کی وہ بے مثال تھی کیونکہ مجھے پولیس کا بہترین تعاون حاصل تھا اور میرے پاس اتنا مواد موجود تھا جسے حاصل کرنے کے لئے دوسرے اخبارات کو نہ جانے کیا کیا جتن کرنے پڑتے۔ خوب مصروفیات رہیں۔ خوب ہنگامے رہے۔ شہریار تو پولیس حکام کی آنکھوں کا تارا بن گیا تھا۔ دلاور شیخ نے ایک پرائیویٹ میٹنگ میں کہا۔

"تمہاری اس محنت کا صلہ تمہیں اتنا مل سکتا ہے کہ تمہارے تصور سے باہر ہو لیکن بہتر ہے اس کے لئے انتظار کر لو.........!"

"میرے لئے افسر اعلیٰ کی تعریفی سند سے بڑا صلہ نہ کوئی ہے جناب اور نہ ہو سکتا ہے۔" شہریار نے جواب دیا۔ ان دنوں ہمارے پروگرام بھی ڈسٹرب ہو گئے تھے پہلی فرصت اس دن تصور کی گئی جب ہم سات بجے گرین فاؤنٹین میں ملے۔ شہریار نے بڑے احترام سے چائے منگوائی تھی۔

"آج میں کوئی بات تمہاری پسند کے خلاف نہیں کروں گا۔ ویسے تو دوسرے معاملات میں تم نے بڑی ذہانت کے ثبوت دیئے لیکن اس بار جو کچھ تم نے کیا اس کی مثال مشکل ہے میں تو اسے تمہاری ذہنی جادوگری کہتا ہوں۔"

"ابھی تو ہمیں بہت کچھ کرنا ہے شہریار۔"

"ہمیں.........یعنی کہ ہمیں۔" شہریار ایک دم بہک گیا۔

"ہاں گھر ایک ایک اینٹ رکھ کر بنایا جاتا ہے۔ ہم ایک ایک اینٹ رکھ رہے ہیں۔ اس گھر کی تعمیر میں ہم دونوں کی محنت شامل ہے اور اس محنت کے صلے میں ہمیں جو کچھ ملے گا تم اس کا تصور کرو۔"

"یار کمال کرتی ہو۔ جب میں یوگا کے آدھے درجن آسن نفس کشی کی پون درجن مشقوں پر عمل کر کے من شانت کرتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ اس موضوع سے تم اتنا بھاگتی ہو تو تم سے تعاون کروں اسی وقت تم اسی موضوع پر ایسی باتیں کر کے باقی سب کچھ بھلا دیتی ہو۔ تم یوں کرو کہ اس گھر کی دو چار اینٹیں میرے سر پر مار کر یہ قصہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دو۔"

"خدا نہ کرے۔ کون اپنا گھر گراتا ہے۔" میں نے پیار بھرے لہجے میں کہا۔

"یہ گھر کب تک تعمیر ہو جائے گا.........؟" شہریار بولا۔

"چند روز اور......... فقط چند ہی روز........."

"اندازاً ڈھائی ماہ........." شہریار نے مسخرے پن سے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

"وقت کے اسی فیصلے کا انتظار تو ہے ہمیں۔"

یہ وقت اس گھر کی تعمیر میں ٹھیکیدار کا رول ادا کر رہا ہے نا۔ میرے خیال میں وقت کو ٹھیکہ نہ دو۔ ٹھیکیدار کام ٹھیک نہیں کرتے۔"

"ہم اس تعمیر کے نگراں ہیں شہریار۔"

"اس گھر میں دو ڈربے ضرور بنانے ہیں لبنیٰ۔" شہریار نے کہا

"ڈربے"

"ہاں دو......... ایک ڈربے میں ہم چینی نسل کی مرغیاں پالیں گے دوسرے میں میرا بستر بچھا دیا کرنا علی الصبح اٹھ کر بانگ دیا کروں گا۔ ککڑوں کوں......... ککڑوں کوں........."

"تم غیر سنجیدہ کیوں ہو۔"

"اس لئے کہ تم صرف ذہنی تھکن، دور کر رہی ہو۔ ویسے حامد فخری صاحب نے تمہارے لئے پیغام دیا ہے تم سے ملنا چاہتے ہیں کسی وقت مل آنا ان سے فون کر لینا"

"تمہارے ساتھ ہی چلوں گی۔"

"میں اور شہریار حامد فخری صاحب کی کوٹھی پر پہنچے تھے اور حامد صاحب نے بڑے تپاک سے ہمارا استقبال کیا تھا۔ دلاور شیخ کو خصوصی طور پر حامد صاحب نے مدعو کیا تھا۔

"شیخ صاحب اس کامیابی پر تمہیں خصوصی طور پر مبارکباد دینا چاہتے تھے لبنیٰ یہ سن کر وہ بہت حیران ہوئے کہ تم کون ہو۔"

"ہاں لبنیٰ بیٹی۔ بہت بڑے آدمی کی بیٹی ہو تم تو......... میں تو تمہیں پیشکش کرتا ہوں کہ اپنا اخبار نکالو' ملک کا سب سے بڑا اخبار' دس بیس کروڑ خرچ کر دوں گا اس پر۔ ہر سیاہ سفید تمہارا ہو گا۔ ہم مداخلت نہیں کریں گے اس میں تم نے جس طرح ایک بدکردار شخص کے بارے میں لکھا ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔"

"صحیح معنوں میں تو آپ نے اس شخص کی نشاندہی کی شیخ صاحب۔ ورنہ شاید اس کے خلاف اس پیمانے پہ کام نہ ہوتا۔"

"بھئی یہ تو میرا فرض تھا........." دلاور شیخ بولے۔

"آپ کو یہ بات کیسے معلوم ہوئی کہ وہ اتنا بڑا اسمگلر ہے۔" میں نے کہا اور دلاور شیخ ہنسنے لگے۔

"بس بیٹی کون کس سے چھپ سکتا ہے۔ مجھے اس کی ابتدا تک معلوم ہے دس بارہ سال میں وہ کہیں سے کہیں پہنچ گیا مجھے اس کا سارا کچا چٹھا معلوم ہے۔"

"دس سال سے"

"ارے اس سے بھی پہلے سے۔ پورے خاندان کو جانتا ہوں میں اس کے۔"

"آپ دس سال سے کیوں خاموش تھے شیخ صاحب۔ اس سے قبل آپ نے اس کے بارے میں حکومت کو کیوں نہیں بتایا اس کے ذریعہ ملکی نقصان تو دس سال سے ہو رہا تھا۔"

"وہ بس' کبھی موقع نہیں ملا تھا۔" دلاور شیخ نے بغلیں جھانکتے ہوئے کہا۔

"اور اب وہ آپ کے مقابلے میں الیکشن لڑنے کھڑا ہو رہا تھا۔ آپ کے مفادات مجروح

ہوئے تو آپ کو یہ خیال آیا- وطن کے مخلص تو آپ بھی نہ ہوئے شیخ صاحب یہ کیسی بدقسمتی ہے اس ملک کی فخری صاحب ہم جان بوجھ کر انہیں اپنا حکمران بناتے ہیں جو صرف اپنے آپ سے مخلص ہیں اگر الیکشن نہ ہوتے دلاور شیخ کو چودھری صاحب اپنے مضبوط حریف نہ محسوس ہوتے تو نہ ایک اسمگلر کا پتہ چلتا نہ تین قاتل منظرعام پر آتے نہ یہ معلوم ہوتا کہ اسرار حسین اور زاہدہ قتل ہوئے ہیں سب کچھ ٹھیک ہو چکا تھا اور مجرم مطمئن تھے- یہ سب کیا ہے فخری صاحب- یہ سب کیا ہے-"

"مجبوری ہے لیڈی- بس زندگی کا ایک انداز ہے- قانون بھی کیا کر سکتا ہے ہمارے پاس جادو کی آنکھیں تو نہیں کہ یہ جرم دیکھ لیں' جو کچھ ہمارے سامنے آتا ہے لایا جاتا ہے ہم اس پر کام کرتے ہیں- شیخ صاحب الیکشن میں کھڑے ہو رہے ہیں- میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ ان کے خلاف کام کرو- اگر کچھ ہے تو خدا کی قسم دلاور شیخ کو بھی اس کوٹھری میں قید کروں گا جس میں چودھری فیاض کو قید کیا ہے- موجودہ دور کا یہی ایک انداز ہے- تم ہمیں قانونی حکیم کہہ سکتی ہو حکیم نبض دیکھ کر مرض کی تشخیص کرتا ہے- مرض کو سونگھتا ہوا مریض کے گھر نہیں جا پہنچتا- مریض کو اس کے سامنے لایا جاتا ہے اس کی تکلیف بتائی جاتی ہے- تب حکمت تحریک میں آتی ہے اس کے علاوہ کیا کیا جا سکتا ہے-"

"کیا جا سکتا ہے فخری صاحب- نظریہ حیات میں بنیادی تبدیلی کی ضرورت ہے- اشد ضرورت ہے وطن کو ٹھیکیداروں کے چنگل سے نکال کر وطن پرستوں کے حوالے کرنا ضروری ہے ورنہ .... زندہ رہنا ناممکن ہو جائے گا- یہ دوسری بات ہے کہ ہمیں زمین پیاری ہو نہ زندگی" میں نے کہا اور دلاور شیخ کی طرف دیکھا جو خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہے تھے- ڈی آئی جی صاحب کی پیشانی شکن آلود تھی-

○----------☆----------○

شہریار کے اندر نمایاں تبدیلیاں پیدا ہوتی جا رہی تھیں جن کا اظہار اس دن ہوا جب وہ مقررہ وقت پر گرین فاؤنٹین نہیں پہنچا تھا- میں نے ساڑھے سات بجے وہیں سے اسے فون کیا تو ان کے ماتحت نے بتایا کہ صاحب ایک میٹنگ میں گئے ہیں آپ کے لئے کہہ گئے ہیں کہ فون آئے تو بتا دوں-

میں واپس اپنی جگہ آ بیٹھی- بہت عجیب لگ رہا تھا جب سے باہر سے واپس آئی تھی بس چند ہی روز ایسے گزرے تھے کہ شہریار سے دوری رہی ہو- اس کے بعد آندھی ہو یا طوفان سات بجے ہم دونوں یہاں ہوتے تھے میں نے ویٹروں کی آنکھوں میں بھی عجیب سے تاثرات دیکھے تھے وہ سب ہمیں یکجا دیکھنے کے عادی تھے اور آج پہلی بار وہ مجھے تنہا دیکھ رہے تھے- یہ معلوم ہونے کے بعد کہ وہ آج نہیں آئے گا میں نے بھی وہاں رکنا مناسب نہیں سمجھا تھا لیکن اس اعتراف میں بخل سے کام نہیں لوں گی کہ خود کو خالی خالی محسوس کیا تھا اور اعصاب پر بے کلی سی طاری محسوس کی تھی- گھر واپس آ گئی تھی اور اہل خاندان میں دل بہلانے کی کوشش کرتی رہی تھی پھر بستر پر لیٹ کر غور کرنے لگی تھی شہریار کو آج میں نے صحیح طور پر محسوس کیا وہ زیادہ تر اپنے ذمے داری کے معاملات پر گفتگو کرنے لگا تھا- اس نے اپنی گفتگو کا مخصوص انداز بھی ترک کر دیا تھا جس سے مجھ سے شادی کے بارے میں چھیڑ چھاڑ ہوتی تھی میں اسے اس گفتگو پر ڈانٹ دیا کرتی تھی لیکن مشرق کی فطرت میں حجاب ہے کچھ سال دیار غیر میں گزرنے سے خون کے رنگ نہیں بدل جاتے وہاں سے واپس آنے والے جو بدلی ہوئی فطرت کا اظہار کرتے ہیں وہ صرف اداکاری ہوتی ہے خود کو منفرد ظاہر کرنے کے ڈھنگ ہوتے ہیں اور کچھ نہیں مائیکل آج بھی میرے دل کا حکمران تھا میں اسے یورپ میں بھی نہیں بھولی تھی اور نہ کبھی بھول سکتی تھی- آج دل کی دوری اس بات کا پتہ دیتی تھی کہ مجھے اس کی چھیڑ چھاڑ پسند تھی اور اس کا فریب بھی-

گیارہ بجے فون کی گھنٹی بجی اور میں نے تڑپ کر ریسیور اٹھایا گھنٹی کی آواز میں شہریار کی خوشبو آ گئی تھی لیکن خود کو سنبھالنا بھی ضروری تھا "ہیلو......... کون.........؟" مجھے خود بھی اس لفظ "کون" کی اضافت کا احساس تھا۔

"شہریار بول رہا ہوں........." مشرقی عورت کی انا ابھر آئی میں بے چینی کا اظہار کیوں کروں یہ کیوں ظاہر کروں کہ میں اس کے فون کی منتظر تھی میں نے خواب آور آواز بنا کر کہا۔

"اوہ! ہیلو شہریار......... کہو سب خیریت ہے؟"

"ہاں ٹھیک ہوں کیا سو گئی تھیں........."

"ہاں آج دفتر میں زیادہ تھک گئی تھی تم بھی مصروف تھے سوچا آج کچھ جلدی سو جاؤں"

"بس آج نہ پہنچ پانے کی معذرت کے لئے فون کیا تھا ایک میٹنگ تھی جس سے ابھی فارغ ہوا ہوں"

"مجھے تمہارے دفتر میں معلوم ہو گیا تھا"

"او کے آرام کرو.........!" اس نے کہا اور فون بند کر دیا میں ہکا بکا ریسیور کو گھورتی رہ گئی تھی۔ یہ شہریار کی آواز تھی کیا واقعی اس نے اتنی سرد مہری سے فون بند کر دیا تھا یقین نہیں آ رہا تھا پچھلے کئی دن ذہن میں دہرائے ایسی کوئی بات تو نہیں ہوئی تھی جو اسے بری لگ گئی ہو دیر تک ریسیور ہاتھ میں لئے غور کرتی رہی تھی پھر ٹھنڈی سانس لے کر بستر پر آلیٹی شہریار ناقابل اعتماد نہیں تھا بالکل نہیں تھا مگر مجھے یہ سب کچھ اچھا نہیں لگا تھا اتنا برا لگا تھا کہ رات کو ڈھائی بجے تک نہیں سو سکی تھی دوسرے دن نہ اس نے مجھ سے کوئی رابطہ کیا اور نہ میں نے اسے فون کیا۔ مگر شدید ذہنی بوجھ کا شکار رہی فون کی ہر آواز پر لپک رہی تھی مگر کوئی فون اس کا نہیں تھا۔ دل تو یہی چاہ رہا تھا کہ آج میں کوئی بہانہ کر کے گرین فاؤنٹین جانا گول کر جاؤں مگر یہ اظہار ناراضگی ہوتا۔ اس کی بے اعتنائی کی شکایت ہوتی اور یہ کرنے کو جی نہ چاہا تھا البتہ سات بجے گرین فاؤنٹین داخل ہوئی تھی۔

"ہیلو شہریار.........؟"

"ہیلو.........!" اس نے سادگی سے کہا اور میں کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔

"سناؤ' راوی چین لکھ رہا ہے آج کل.........؟"

"نہیں ایسی بات نہیں ہے بہت سے کیس پینڈنگ پڑے ہوئے ہیں انہی پر نگاہ ڈالنے کے لئے ایک میٹنگ ہوئی تھی کل"۔

"کوئی کیس نکالا ہے.........؟"

"ہاں مگر میرے سپرد نہیں کیا گیا" شہریار نے ویٹر کو اشارہ کیا اور کچھ دیر کے بعد چائے آ گئی ہم خاموشی سے چائے پیتے رہے دو چار باتیں ہوئیں اور آٹھ بج گئے شہریار کچھ زیادہ ہی اداکاری کر رہا تھا واپسی پر میں شدید غصے کا شکار ہو گئی تھی اور بہت سے منصوبے بنا ڈالے تھے

پھر ان پر عمل کا آغاز بھی ہو گیا دوسرے دن میں نے کہا۔

"دو چار دن شام کو نہیں آ سکوں گی گھر والوں کو اصرار ہے کہ کچھ وقت انہیں بھی دوں محسوس نہ کرنا۔"

"نہیں کوئی بات نہیں ہے میری مصروفیات بھی بڑھ گئی ہیں بعض اوقات آنا مشکل ہو جاتا ہے اور پھر گرین فاؤنٹین میں اب کچھ اکتاہٹ بھی محسوس ہونے لگی ہے وہی درودیوار ایک ہی ذائقے کی چائے.........! ویسے جب بھی ضرورت ہو مجھے فون کر کے بلا لینا۔"

"او کے" میں نے کہا اور کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی لیکن دل و دماغ بے قابو ہو گئے تھے شہریار کے الفاظ سخت توہین محسوس ہوئے تھے دوسرا دن' تیسرا دن اور پھر چوتھا دن بھی گزر گیا نہ اس نے مجھے فون کیا اور نہ میں نے۔ پانچویں دن دوپہر کو صاحب خان کا فون موصول ہوا۔

"لبنیٰ بی بی ہیں کیا.........؟"

"اوہ......... صاحب خان صاحب........."

"خادم ہی بول رہا ہے"

"کہئے کیسے مزاج ہیں' میں نے پوچھا۔

"بس لبنیٰ بی بی زندگی کا بوجھ گھسیٹ رہے ہیں فلک یار سوسائٹی کے بلاک نمبر آٹھ کوٹھی نمبر بارہ میں آ سکتی ہو اس وقت.........؟"

"خیریت.........!"

"ہاں جی بہت بڑا آدمی قتل ہو گیا ہے۔ بڑے آدمیوں کے قتل کا سراغ بڑے لوگ ہی لگا سکتے ہیں۔ اچھی طرح جانتے ہیں کہ کل یہ کیس کہیں اور جانا ہے اور اس کا قاتل سراغ کے بعد قید نہیں ہو گا اس لئے اپنا فرض پورا کر رہے ہیں تم آ کر دیکھ بھال کر لو ورنہ بعد میں تصویروں سے کام چلانا پڑے گا۔"

"میں آ رہی ہوں"

"نمبر یاد ہے نا.........؟"

"بالکل!" میں نے جواب دیا کیمرا تیار کیا اور پھر کار لے کر چل پڑی اچانک یاد آیا کہ فلک یار سوسائٹی تو کسی اور تھانے کے علاقے میں آتی ہے' صاحب خاں وہاں کہاں سے پہنچ گیا کچھ دیر کے بعد وہاں پہنچ گئی عالیشان کوٹھی تھی اور باہر غازی عادل محمود کے نام کی خوبصورت پلیٹ لگی ہوئی تھی ایک پولیس کانسٹیبل گیٹ پر موجود تھا صاحب خان نے اسے شاید میرے بارے میں ہدایت کر دی تھی میں کار سے اتری تو اس نے جلدی سے کہا۔

"وہ جی ایس پی صاحب ابھی ابھی آئے ہیں آپ اندر نہ جائیں تو اچھا ہے"

"کون ایس پی صاحب"

"راٹھور صاحب بڑے سخت آدمی ہیں اخبار والوں کو پسند نہیں کرتے یہ انہی کا علاقہ ہے.......؟"

"صاحب خان اندر ہیں.......؟"

"ہاں جی ہیں........"

"ٹھیک ہے میرا جانا ضروری ہے تم اطمینان رکھو" میں نے کہا اور اندر داخل ہوگئی صاحب خان شاید ایس پی صاحب کے آنے سے پہلے کانسٹیبلوں کو میرے بارے میں ہدایت دے چکا تھا اس لئے مجھے موقع پر پہنچنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ کمرے میں کام ہو رہا تھا ایک قیمتی کرسی پر ایک معمر آدمی کی لاش نظر آرہی تھی جس کی گردن کٹی ہوئی تھی کسی تیزدھار آلے سے گردن علیحدہ کرنے کی کوشش کی گئی تھی لیکن تھوڑا سا حصہ جڑا رہ جانے کی وجہ سے گردن بائیں شانے پر جا ٹکی تھی۔ فرش پر دور دور تک خون بکھرا ہوا تھا جس کا رنگ وقت زیادہ گزر جانے کی وجہ سے بدل گیا تھا۔ نیچے بچھا ہوا قالین کچھ ایسا تھا کہ خون اس میں جذب نہیں ہوسکا تھا ظاہر ہے نرخرہ کٹا تھا خون کی تعداد اتنی ہی ہونی چاہئے تھی۔

ابھی میں نے اس ماحول پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی تھی کہ ایس پی راٹھور میرے قریب آگئے ان کے چہرے پر سختی کے تاثرات تھے میرے سامنے پہنچ کر وہ بولے "جی فرمایئے"

"سر یہ میرا کارڈ" میں نے جلدی سے اپنا وزیٹنگ کارڈ نکال کر ایس پی صاحب کے سامنے کر دیا۔

"میں آپ کو اچھی طرح جانتا ہوں مس لبنیٰ لیکن یہاں آپ کی آمد کا راز جاننا چاہتا ہوں۔ پولیس کو اس قتل کی اطلاع ملے ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری آپ کو کیسے پتہ چل گیا؟"

"اوہ سر بس آپ کی دعائیں چاہئیں ہم لوگ واردات کی بو سونگھ لیتے ہیں یہ ہماری روزی ہے سر۔ میں یقین رکھتی ہوں آپ مجھے اس مستعدی کی داد دیں گے۔" میں نے سر خم کر کے کہا۔

"میرے سامنے زیادہ چرب زبانی نہیں چلے گی مس۔ آپ کو واردات کی اطلاع کا ذریعہ بتانا ہوگا۔" اس موقع پر صاحب خان پر نگاہ ڈالنا بھی ان کے لئے مضر ہوسکتا تھا چنانچہ میں نے اس پر توجہ بھی نہیں دی اور کہا۔

"سر آپ مجھے ہیڈ آفس طلب کر کے سارے سوالات کر سکتے ہیں ویسے بھی اعلیٰ افسران سے کچھ رعایتیں حاصل ہیں آپ پسند فرمائیں تو ڈی آئی جی صاحب سے فون کر کے معلومات حاصل کرسکتے ہیں"

"فخری صاحب نے خود قانون میں لاقانونیت شروع کردی ہے، کوئی کیا کر سکتا ہے۔" راٹھور صاحب نے کہا پھر کڑک کر صاحب خان سے بولے "صاحب خان کوئی تصویر اخبار کو نہیں جائے گی تمہارے اوپر ذمہ داری لگائی جاتی ہے اور سنئے مس ابھی ہم اخبار کو کوئی خبر نہیں

دیں گے۔"

"سر جب تک آپ کا حکم نہیں ہوگا اخبار کو کوئی خبر نہیں دی جائے گی۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"یہ بات مجھے ان خاتون سے معلوم کر کے بتایئے کہ انہیں واردات کی اطلاع کس نے دی۔ میں چلتا ہوں۔" ایس پی صاحب دروازے کی طرف بڑھے پھر رک کر بولے "موقع نامہ تیار کر کے مجھے رپورٹ کیجئے۔"

"سر لاش اٹھوادی جائے.......؟"

"نہیں آپ یہیں اس کی تدفین کر دیجئے سینئر آدمی ہو کر آپ ایسی بات کرتے ہیں کمال ہے۔" ایس پی صاحب جلے کٹے لہجے میں بولے اور تیز قدموں سے باہر نکل گئے۔ اب میں نے صاحب خان کے چہرے پر نگاہ ڈالی اس کا رنگ پھیکا پڑ گیا تھا جب اسے یقین ہوگیا کہ ایس پی صاحب چلے گئے ہیں تو وہ سینے پر پھونکیں مارنے لگا۔

"کالے بکرے کا صدقہ دینا پڑے گا بال بال بچالیا مولا نے ایس پی صاحب کے آنے کی امید نہیں تھی بس وہ ادھر سے گزر رہے تھے کہ پولیس کی گاڑی دیکھ کر رک گئے اور پھر اندر چلے آئے کسی ضروری کام سے جا رہے تھے ورنہ ابھی نہ ٹلتے.........!"

"کیا وہ ہر جگہ کا معائنہ کر چکے.......؟"

"نہیں بس سرسری طور پر لاش دیکھی ہے میں نے کہا نا کہیں جا رہے ہیں مجھے ہدایتیں دے رہے تھے کہ تم آگئیں میرا دم نکل گیا تھا مگر خیر مجھے تم پر اعتماد تھا اب یہ بتاؤ تمہاری آمد کا میں انہیں کیا جواب دوں.......؟"

"کہہ دینا بتانے سے انکار کر دیا........" میں نے لاپرواہی سے کہا

"بہت دلیر ہو آخر کو روہیلہ ہو۔" صاحب خان بولا میں پھر لاش کی طرف متوجہ ہوگئی تھی۔

"یہ لاش.........؟"

"اسی کوٹھی کے مالک غازی عادل محمود کی ہے۔" صاحب خان نے جواب دیا۔

"قتل کافی دیر پہلے ہوا ہے۔"

"ہاں اندازہ ہے کہ علی الصبح فجر کے وقت.........!!"

"اطلاع اتنی دیر میں ملی.........؟"

"کمرہ اندر سے بند تھا اور گھر میں کوئی ذمہ دار نہیں تھا اہل خانہ کسی تقریب میں گئے ئے تھے گھر میں صرف نوکر تھے اور انہیں ہدایت ہے کہ جب تک غازی صاحب کسی کو خود ب نہ کریں کوئی ان کے کمرے میں نہ جائے وہ بے خوابی کے مریض تھے اس لئے کوئی یہ چ کر انہیں نہیں جگاتا تھا کہ نہ جانے وہ کب سوئے ہوں ڈاکٹر کی بھی یہی ہدایت تھی۔"

"آپ نے نقشہ واردات بنالیا.........؟"

"ہاں دیر سے کام ہو رہا ہے"

"بیانات وغیرہ.........."

"وہ ابھی نہیں لیے.........؟"

"میں کچھ تصویریں بنالوں.........؟"

"ایک منٹ رک جاؤ" صاحب خان نے کہا اور پھر ایک کانسٹیبل کو آواز دے کر ایس پی صاحب کے بارے میں پوچھا۔

"جی سر وہ چلے گئے.........؟"

"گاڑی گیٹ سے نکل گئی.........."

"جی سر.........!!"

"ٹھیک ہے جی بسم اللہ کرو" صاحب خان بھی مزے دار آدمی تھا میں نے مقتول کی تصویریں بنائیں عمر رسیدہ لیکن بہترین صحت کا مالک تھا ہر زاویے سے اس کی تصویریں بنا کر میں نے اردگرد کے ماحول کی تصویر کشی کی۔ کمرے کے سامان میں بے ترتیبی تھی کئی چیزیں لڑھکی پڑی تھیں پھر میں نے اس دوسرے دروازے کو دیکھا جو بند تھا۔

"یہ دروازہ ہے"

"باہر جانے کا دوسرا راستہ ہے قاتل اسی راستے سے اندر داخل ہوا اور اسی سے باہر نکل گیا مگر سامنے والد دروازہ ہی استعمال میں رہتا ہے اور سب ادھر سے ہی آتے جاتے ہیں اس لئے اس طرف توجہ نہیں ہوئی کسی کی۔" میں نے کچھ پوائنٹس نوٹ کئے پھر خان سے بولی۔

"جی خان صاحب مگر آپ اب مطمئن ہوں تو آگے کا کام ہو جائے ویسے آپ یہاں کب پہنچے۔"

"کوئی دو گھنٹے ہو چکے ہیں ویسے یوں کرو تم نے لاش کی پوزیشن دیکھ لی ہے تصویریں بنالی ہیں میں سول اسپتال فون کر کے لاش اٹھوادوں اس کے بعد باتیں کریں گے۔"

"جیسا آپ پسند کریں" میں نے دلچسپی سے کہا اور صاحب خان مصروف ہو گیا اس نے اپنے ماتحتوں کو کچھ ہدایات دیں اس دوران میں عادل محمود۔" کی لاش کو قریب سے دیکھنے لگی بڑی پر وقار شخصیت تھی گو قتل انتہائی وحشیانہ انداز میں کیا گیا تھا اور گردن تقریباً الگ ہی ہو گئی تھی لیکن چہرے پر کرب کی کیفیت نہیں تھی یوں لگتا تھا جیسے انہوں نے موت کی اس اذیت کو خندہ پیشانی سے قبول کر لیا ہو۔ اس کے علاوہ جسم پر شب خوابی کا باقاعدہ لباس تھا چہرہ کلین شیو تھا' پیشانی کشادہ بدن سے کسی اچھے سینٹ کی بھینی بھینی خوشبو ابھی تک آ رہی تھی اس تمام کیفیت سے میں نے اندازہ لگایا کہ عادل محمود صاحب ان دولت مندوں میں سے نہیں تھے جو راتوں رات امیر بن جاتے ہیں اور ان کی اصلیت کی چھاپ کبھی ان کے چہروں سے نہیں اترتی۔

ایسے شخص کو نہ جانے کس وحشی نے اس درندگی سے قتل کر دیا۔

جائے واردات کا پورا نقشہ بن چکا تھا اب ایمبولینس آنے کا انتظار تھا۔ صاحب خان میری طرف متوجہ ہو گیا "اس وقت موقع اچھا ہے تم اگر کوئی تلاشی لینا چاہو تو لے سکتی ہو۔"

"اس کمرے کی.........؟"

"ہاں......... پوری کوٹھی کی تو مشکل ہے"

"میں نے کمرے کا جائزہ لے لیا ہے خان صاحب ظاہر ہے سامان کو الٹ پلٹ نہیں کیا جاسکتا ویسے کچھ کیفیات متضاد ہیں۔"

"کیا.........؟"

"یہ الٹی ہوئی میز' گرا ہوا گلدان اور یہ ایش ٹرے۔ ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہاں جدوجہد ہوئی ہے لیکن لاش جس انداز میں کرسی پر ہے وہ الگ ہے۔ ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ مردہ جسم کو قتل کے بعد کرسی پر بٹھایا گیا ہے کیونکہ خون جس انداز میں قالین پر بکھرا ہوا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ قتل اسی جگہ ہوا ہے اور لاش کو کہیں اور سے اٹھا کر یہاں نہیں لایا گیا۔"

صاحب خان کے چہرے پر عجیب طرح کے آثار پھیل گئے اس نے میری باتوں پر غور کیا پھر گھوم گھوم کر چاروں طرف دیکھنے لگا اور پھر قہقہہ لگا کر ہنس پڑا میں نے مسکرا کر اسے دیکھا اور بولی کیا ہوا خان صاحب.........؟"

"اوہ ٹھیک ہے بھئی دور ہی تم لوگوں کا ہے جب زمین کے راکٹ چاند ستاروں پر اترنے لگے ہیں تو ان باتوں کو بھی ماننا پڑے گا کہ قاتل نے کیا کیا اور کیا نہ کیا۔ ہم تو ایک بات جانتے ہیں ایک کمین مردود قاتل نے ایک شریف آدمی کا خون کر دیا وہ سسرا کون ہے اور کدھر ہے پکڑو اور سزا دلوادو اس نے کیا کیا اور کیسے کیا یہ وہ خود ہی بتائے گا۔"

"یہ بھی تو آسان نہیں ہوتا' خان صاحب جدید دور کے جرائم عوامل اور نفسیات کے تابع ہوتے ہیں اور قاتل کے طریق کار سے ہم اس کی نفسیات کا تعین کرتے ہیں اس طرح اسے پکڑنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔"

"برا مت ماننا میری بہن اتنا ٹائم ہوتا تو پندرہ دن کی چھٹی لے کر مری کی سیر نہ کر آتے گھر والی کئی سال سے کہہ رہی ہے فرصت کا بھی تو مسئلہ ہے۔"

"مگر اس جلد بازی میں آپ قاتل کو کیسے تلاش کریں گے۔"

"او ہماری بات نہ کرو......... ہم سے کہو تو ابھی آدھے گھنٹے میں دو چار قاتل اسی کوٹھی سے برآمد کر دیں ان میں سے ایک نہ ایک اقبال جرم کر لے گا یہ ہمارا دعویٰ ہے۔"

"نہیں خان صاحب ایک بے گناہ کی زندگی کا کیا حساب دینا پڑے گا روز قیامت کو اس کا اندازہ ہے آپ کو۔"

"ڈراؤ......... ڈراؤ قیامت سے ہماری بھی تو زبان ہے ہم نہیں کہیں گے کہ اللہ میاں کون پولیس میں نوکری کرنا چاہتا تھا کوئی چانس ہی نہ ملا تو کیا کرتے" صاحب خان نے کہا ایمبولینس کی آمد کی اطلاع ملی اور کچھ دیر کے بعد لاش اٹھوادی گئی پولیس نے ضروری کاروائی کے بعد کمرہ سیل کردیا اور ایک کانسٹیبل وہاں تعینات کر دیا گیا پھر ہم باہر نکل آئے۔

"اہل خانہ کے بارے میں تفصیل ملی.........؟"

"ہاں شاید ایک بیگم صاحبہ ہیں باقی ملازم۔"

"کوئی اولاد وغیرہ.........؟"

"ابھی تک پتہ نہیں چل سکا.........!"

"اب کیا کریں گے آپ.........؟"

"آؤ اب ذرا بیگم صاحبہ کا دیدار کرلیں" صاحب خان نے کہا اور پھر باہر نکل کر ایک طرف چل پڑا اس نے راٹھور صاحب کی میرے سلسلے میں بے بسی کا اندازہ لگالیا تھا اس لئے شیر ہوگیا تھا بیگم صاحبہ کا کمرہ قریب تھا اور ملازم باہر کھڑے ہوئے تھے ایک ملازم نے کہا۔

"بیگم صاحبہ بے ہوش ہیں ڈاکٹر صاحب نے شور مچانے سے منع کر دیا ہے۔"

"کہاں ہیں ڈاکٹر صاحب۔"

"اندر موجود ہیں۔" صاحب خان مجھے اشارہ کرکے اندر داخل ہوگیا ایک قیمتی بستر پر ایک پیکر حسن و جمال محو خواب تھا۔ بیگم صاحبہ کی عمر اچھی خاصی تھی مگر اس عمر میں بھی قابل دید تھیں۔ ان کا چہرہ دھلے لٹھے کی طرح سفید پڑا ہوا تھا آنکھیں بند تھیں ڈاکٹر شاید صاحب خان کا شناسا تھا دونوں نے سلام دعا کی پھر ڈاکٹر نے کہا۔

"اس وقت ان کا ہوش میں آنا مشکل ہے بلڈ پریشر خطرناک حد تک لو ہے میں نے تین انجکشن دیئے ہیں۔"

"کب تک بیان دینے کے قابل ہو جائیں گی۔"

"وقت لگے گا خان صاحب آپ آج یہ ارادہ ملتوی کردیں۔"

"آپ ان کے فیملی ڈاکٹر ہیں، شیر علی صاحب.........؟"

"نہیں بھئی اس فیملی کو ڈاکٹر کی ضرورت نہیں تھی۔ بڑے خوش و خرم لوگ تھے بے چارے میرا گھر بھی یہاں سے قریب ہے سلام دعا بھی تھی اور ملنا ملانا بھی مگر ایک ڈاکٹر کی زیادہ تر ملاقاتیں اپنے مریضوں سے ہی رہتی ہیں بس سرراہ ملاقات تھی عادل صاحب سے۔"

"ہوں تب آپ اس خاندان کے بارے میں کچھ بتا سکیں گے۔"

"میرے ان الفاظ سے آپ نے یہ اندازہ لگایا ہے" ڈاکٹر شیر علی نے کسی قدر ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"نہیں میرا مطلب ہے کہ آپ کی منزے تو محلے داری ہوگی آنا جانا ہوگا۔"

"جی نہیں میں شادی شدہ نہیں ہوں" ڈاکٹر شیر علی نے کہا۔

"ارے اوہ اچھا۔ شادی کیوں نہیں کی آپ نے.........؟" خان صاحب نے پوچھا

"دوچار قتل کرنے کا ارادہ تھا سوچا پہلے اس کام سے فارغ ہو جاؤں پھر شادی کے بارے میں سوچوں گا" ڈاکٹر نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا

"ارے اوہو، ناراض ہوگئے آپ تو ڈاکٹر صاحب"

"اجازت چاہتا ہوں میری ہدایت ہے کہ آپ انہیں جگانے کی کوشش نہ کریں ایسی صورت میں دماغی توازن خطرے میں پڑ سکتا ہے۔"

"کس کا.........؟" صاحب خان نے چونک کر پوچھا اور ڈاکٹر شیر علی جھلائے ہوئے انداز میں اپنا بیگ سنبھالنے لگا پھر وہ مشکوک نظروں سے بیگم صاحبہ کو دیکھنے لگا پھر سرگوشی کے انداز میں بولا "لگتی تو بے ہوش ہی ہیں تمہارا کیا خیال ہے.........؟"

"افوہ آپ کو اندازہ نہیں ہو رہا۔ آیئے باہر آیئے" میں نے کہا اور دروازے کی طرف پلٹ پڑی صاحب خان میرے ساتھ باہر آگیا تھا ملازم اب بھی وہیں کھڑے ہوئے تھے جن کی تعداد کافی تھی۔

"ارے تم میں سے غازی صاحب کے رشتے دار کون کون ہیں.........؟"

"ہم سب ان کے ملازم ہیں صاحب.........!" ایک ادھیڑ عمر ملازم نے کہا اور صاحب خان اسے بغور دیکھنے لگا پھر بولا اوئے حلئے سے تو مالک لگتا ہے اس کوٹھی کا۔ یہ بوسکی کا کرتا کہاں سے آیا تیرے پاس.........؟" صاحب خان نے اس کے کرتے کو ہاتھ سے پکڑتے ہوئے کہا۔

"مالک کی اترن ہے صاحب.........!" ملازم بولا۔

"ہوں......... کس نے قتل کیا ہے غازی صاحب کو.........؟" صاحب خان نے ایک ایک کو مشکوک نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا اور ملازم خوفزدہ نظر آنے لگے۔

"ہم تو مالک کے کتوں کی طرح وفادار تھے صاحب" اس ملازم نے کہا۔

"او تو لیڈر ہے ان کا خود ہی بولے جا رہا ہے کسی اور کو بولنے دے۔ کوئی خطرہ لگتا ہے تجھے ان کے بولنے سے ایں۔ کیا نام ہے تیرا.........؟"

"تفضل حسین.........؟"

"ادھر آجا بیٹا......... آ......... آگے آجا......... تم سب لوگ یہاں رکو تم سب کے بیان ہوں گے۔"

"جی صاحب........." تفضل حسین آگے بڑھ آیا۔ صاحب خان مجھے اشارہ کرکے خود بھی اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا تھا۔ میری ذہنی کیفیت بڑی عجیب ہورہی تھی یہ جو کچھ ہو رہا تھا میرے لئے ناقابل یقین تھا۔ اس طرح تو واقعی صاحب خان جس سے چاہتا اقبال جرم کراسکتا تھا ان حالات کو اس سے زیادہ برداشت کرنا میرے بس سے باہر تھا۔ صاحب خان نے ملازم کو کڑی

نظروں سے گھورتے ہوئے کہا

"ہاں میاں کیا قصہ ہے......؟"

"میں کیا بتاسکتا ہوں جناب۔"

"او تو تو ایسا بتائے گا میاں کہ دیکھنے والے دیکھتے رہ جائیں گے۔ پوچھو اس سے بی بی جی کچھ پوچھو" صاحب خان نے کہا۔

"تفضل گھبرانے کی ضرورت نہیں جو پوچھا جائے اسے سوچ سمجھ کر بتاؤ۔ تم بیشک ایک وفادار انسان لگتے ہو اپنے مالک کے قاتلوں کی نشاندہی کرنا تمہارا فرض ہے کتنے عرصے سے تم یہاں نوکری کر رہے ہو......؟"

"چار سال سے زیادہ ہوگئے بی بی صاحب"

"غازی صاحب کے کتنے بچے ہیں......؟"

"رافعہ بی بی ان کی اکلوتی بیٹی ہیں۔"

"وہ کہاں ہیں نظر نہیں آئیں......"

"پہاڑ پر گئی ہوئی ہیں اپنی دوستوں کے ساتھ۔"

"کہاں......؟"

"مری"

"ان کا پتہ موجود ہے......؟"

"بیگم صاحبہ کے پاس ہے فون نمبر بھی ہے ان کا......!"

"تمہیں معلوم ہے......؟"

"نہیں بی بی جی......؟"

"ہاں اب پورا واقعہ دوہرا جاؤ۔"

"بی بی جی صاحب کو سوتے ہوئے بہت دیر ہوگئی تھی بیگم صاحبہ شادی میں گئی ہوئی تھیں جب زیادہ وقت گزر گیا تو ہم پریشان ہوگئے صاحب دیر تک ضرور سوتے تھے مگر اتنی دیر بھی نہیں پھر بھی کریم نے بیگم صاحبہ کو فون کردیا اور بیگم صاحبہ نے کہا کہ وہ ابھی آرہی ہیں پھر بیگم صاحبہ آگئیں۔ صاحب کا دروازہ زور زور سے بجایا گیا جب جواب نہ ملا تو بیگم صاحبہ پچھلے دروازے کی طرف جھانکیں یہ دروازہ بند رہتا ہے صاحب مگر یہ کھلا ہوا ملا اور ...... اور میں خود بھی بیگم صاحبہ کے ساتھ اندر داخل ہوگیا اور صاحب ...... بیگم صاحبہ کی زوردار چیخ سنائی دی وہ بے ہوش ہو کر گر گئیں۔ سارے نوکر اندر آگئے جبار اور فریدہ بیگم صاحب کو کمرے میں لے گئے کریم نے پولیس کو فون کر دیا اور پولیس آگئی۔"

"ہوں بیگم صاحبہ کس کی شادی میں گئی تھیں......؟"

"صاحب کے ایک دوست ہیں یونس علی صاحب ان کی بیٹی کی شادی ہے۔"

"غازی صاحب اس شادی میں نہیں گئے؟"

"آج جانا تھا صاحب، کل تو مہندی تھی بیگم صاحبہ مہندی میں شریک ہونے گئی تھیں، آج بھی انہیں وہاں رہنا تھا کل واپس آتیں۔"

"یونس علی صاحب کے ہاں خبر دے دی گئی......؟"

"نہیں بی بی جی......!"

"بیگم صاحبہ اس وقت سے بے ہوش ہیں......؟"

"جی بی بی صاحب"

"ڈاکٹر کو کس نے بلایا تھا......؟"

"میں نے......؟" تفضل حسین نے بتایا۔

"بیگم صاحبہ کس کے ساتھ شادی میں گئی تھیں......؟"

"اکیلی ...... ڈرائیور ہاشم چچا کے ساتھ۔"

"ٹھیک ہے تم جاؤ۔" میں نے کہا اور پھر صاحب خان سے بولی۔ اس وقت تمام ملازموں کے بیانات لینا مشکل ہوگا خاں صاحب ہم ذرا اس پچھلے دروازے کا جائزہ لے لیں تو مناسب ہوگا۔"

"ٹھیک ہے لیڈی جی۔ جو تمہاری مرضی آئے کرو ہمیں کونسا یہ کیس کرنا ہے تمہارا کام تم نمٹو......!" صاحب خان نے بیزاری سے کہا اور میں نے ایک بار پھر ملازم تفضل حسین کو قریب بلالیا۔

"ہمیں پچھلے دروازے کی طرف لے چلو۔" عمارت کے عقبی حصے میں یہ دروازہ کھلتا تھا اور اسی طرف کوٹھی کا پچھلا دروازہ بھی تھا جس سے کوٹھی سے باہر جایا جاسکتا تھا وہ دروازہ اندر سے بند تھا اور اس میں تالا پڑا ہوا تھا۔

"یہ تالا اسی طرح پڑا رہتا ہے۔"

"جی......!"

"چابی کس کے پاس ہے......؟"

"بیگم صاحبہ کے پاس۔"

"واردات کے بعد یہ تالا اسی طرح بند تھا یا بعد میں بند کیا گیا ہے۔" میں نے پوچھا۔

"نہیں جی یہ تو ہمیشہ اسی طرح پڑا رہتا ہے بہت عرصے سے نہیں کھلا۔" تفضل حسین نے بتایا اور صاحب خان نے میرے کان کے قریب منہ لاکر سرگوشی کی۔

"قاتل باہر سے کہاں آیا لیڈی جی اس نے اندر ہی اندر اپنا کام کیا اور اب اوپر سے پولیس کو بیان دے رہا ہے۔"

"خدا سے ڈریں خاں صاحب بغیر کسی ثبوت اور شہادت کے آپ یہ بات کیسے کہہ سکتے

ہیں؟" میں نے کہا اور صاحب خاں برا سامنہ بنا کر خاموش ہوگیا اسی وقت ایک اور ملازم نے قریب آکر کہا "صاحب جی آپ کا فون آیا ہے"

"اوہو........ اچھا کہاں ہے........؟" صاحب خان نے مسخرے پن سے کہا اور ملازم نے ایک طرف اشارہ کر دیا۔ میں بھی صاحب خان کے ساتھ چل پڑی تھی ایک کمرے میں فون کا ریسیور کریڈل سے نیچے اترا رکھا تھا صاحب خان نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگالیا۔ "ہاں جی........ لیس سر........ خود ہی بول رہا ہوں' بس سر' جی سر........ موجود ہیں جی رپورٹنگ کر رہی ہیں۔ جی سر' ہمارا کیا قصور جی آپ افسر ہیں آپ ہی روک تھام کرسکتے ہیں ہاں جی نہیں جی ہم کون ہوتے ہیں۔ ہاں جی........ بیان لے رہے ہیں جی لاش بھجوادی ہے۔ لیس سر........ لیس سر........" صاحب خان نے فون رکھ دیا میں نے اندازہ لگالیا کہ ایس پی راٹھور صاحب کا ہی فون ہوسکتا ہے۔ صاحب خان گہری گہری سانس لے رہا تھا۔

"مسٹر راٹھور........؟" میں نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں ایس پی صاحب دل پر لے گئے ہیں۔ تمہارے بارے میں پوچھ رہے تھے کہنے لگے کوئی تصویر مت لینے دینا یہ بھی کہنے لگے کہ اخباری نمائندوں پر پابندی لگنی چاہئے پھر بولے یہ کیس اسپیشل برانچ کے پاس نہیں جانا چاہئے کمال کے آدمی ہیں تمہیں معلوم ہے پچھلے دنوں وہ شہریار کے پیچھے پڑے رہے ہیں۔"

"کیا مطلب........؟"

"او نہیں معلوم........ شہریار کو وہ اپنی ماتحتی میں لینا چاہتے تھے بڑی کوششیں کی ہیں انہوں نے۔"

"ارے' مجھے نہیں معلوم" میں نے حیرت سے کہا۔

"بات بہت اوپر تک لے گئے تھے مگر خدا بھلا کرے فخری صاحب کا انہوں نے سنبھال لیا البتہ ہمارا ٹرانسفر اس علاقے میں ہونے سے نہ رک سکا۔"

"ہوں........" میں نے ہونٹ بھینچ کر کہا شہریار کی کیفیت کچھ اور پراسرار ہوگئی تھی اسے کیا ہوا آخر کہیں مجھ سے بدظن تو نہیں ہوگیا مگر کوئی ایسی بات نہیں ہوئی تھی بہرحال صاحب خان کے ساتھ کچھ وقت اور گزارا اور پھر وہاں سے چل پڑی۔ عادل محمود صاحب کا قتل ابھی کوئی خاص حیثیت نہیں اختیار کرسکا تھا لیکن مجھے شہریار کے سلسلے میں اختلاج ہو رہا تھا یہ سب کچھ کیوں شروع ہوگیا۔ دوسرے دن کے اخبارات میں اس قتل کی خبر بڑی تفصیل سے چھپی تھی صرف میرے اخبار میں کچھ نہیں تھا مجھے اس بات پر بہت غصہ آیا میں نے ایس پی راٹھور کے نمبر تلاش کئے اور کچھ دیر کے بعد ان سے رابطہ قائم ہوگیا۔

"ہیلو........ کون ہے........ کیا بات ہے........"

"میرا نام لبنیٰ غضنفر ہے ایس پی صاحب"

"ہوں پھر میں کیا کروں........؟"

"کل آپ نے مجھے اس قتل کی خبر کی رپورٹنگ سے منع کیا تھا آپ نے کہا تھا کہ یہ خبر ابھی اخبارات کو نہیں دی جائے گی لیکن آج کے اخبارات میں پوری خبر موجود ہے۔"

"بعد میں فیصلہ بدل دیا۔"

"ایس پی صاحب میرا نام لبنیٰ غضنفر ہے ذہن میں اتار لیں........!" میں نے کہا اور فون بند کردیا' شدید غصہ آرہا تھا اصل جھنجھلاہٹ شہریار پر تھی اس پر کیوں دیوانگی طاری ہوگئی تھی صاحب خان کو فون کیا اور وہ مل گیا۔

"صاحب خان صاحب کیا حال ہے........؟"

"ہم نے کہا تھا نا بی بی بات بڑے آدمیوں کی ہے اونچی جائے گی۔ ڈی آئی جی صاحب خود وہاں پہنچے تھے اور حالات کے پیش نگاہ کیس اسپیشل برانچ کو دے دیا گیا۔"

"اوہ........ کسے مقرر کیا گیا........؟"

"کیا بات ہے شہریار ملا نہیں کیا اس وقت ڈی آئی جی کے پاس ایک ہی سپرمین ہے۔"

"کیس شہریار کو مل گیا........!"

"ہاں جی پکا۔ ابھی کچھ دیر کے بعد میرے پاس تفصیل لینے آنے والا ہے۔ ویسے ہمارے ساتھ بری ہوگئی لبنیٰ ہمارا کام کرسکتی ہو"

"ضرور حکم دیجئے........؟"

"فخری صاحب سے آج کل تمہاری گاڑھی چھن رہی ہے' ہمیں واپس ہمارے علاقے میں ٹرانسفر کرادو' یہ جگہ تو اپنے لئے ذلت کی جگہ ہی ثابت ہوگی' کیونکہ یہاں جتنے کیس ہوں گے' وہ سارے کے سارے بڑے لوگوں کے ہوں گے اور بہت بڑے لوگوں کے کیسوں میں بہت بڑے لوگ مداخلت کرتے رہے ہیں اور ہوتا وہی ہے جو بڑے لوگوں کی خواہش ہوتی ہے' اب تم ہی بتاؤ' ہم یہاں کیا جھک ماریں گے اپنا علاقہ ٹھیک تھا' وارداتیں بھی ہوتی تھیں' قتل بھی ہوتے تھے' ڈاکے بھی پڑتے تھے' صحیح آدمیوں کو پکڑ لیا کرتے تھے اور دو چار کیس نمٹا ہی لیا کرتے تھے مگر ادھر تو بس فٹ بال کی طرح ککیں لگتی رہا کریں گی' کیا خیال ہے........؟"

"صاحب خان اگر واقعی آپ سنجیدہ ہیں اس مسئلے میں تو مجھے جیسے ہی موقع ملے گا' بات کراؤں گی فخری صاحب سے' درحقیقت وہ مجھ پر بہت مہربان ہیں اور میرے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں۔"

"بالکل سنجیدہ ہیں لبنیٰ جی' جب بھی موقع ملے' یہ کام کرلینا ویسے ذرا کچھ عجیب سا لگ رہا ہے' شہریار نے تمہیں یہ بات نہیں بتائی کہ ایس پی راٹھور کس طرح اس کے پیچھے لگ گئے تھے........؟"

"نہیں مجھ سے تذکرہ نہیں ہوا۔" میں نے کہا اور اس کے بعد فون بند کردیا۔ میں کافی دیر

تک گہری سوچ میں ڈوبی رہی تھی، شہریار کا مسئلہ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ غصہ بھی آ رہا تھا۔ اس پر اور تھوڑی سی پریشانی بھی تھی۔ کم از کم وہ بات تو پتہ چل جائے جس کی وجہ سے اس نے یہ رویہ اختیار کیا ہے، اندر سے ایک جنون بھی سر ابھار رہا تھا، اگر وہ اپنے آپ کو کچھ سمجھتا ہے تو ظاہر ہے میرے لئے کیا حیثیت رکھتا ہے، لیکن وہ ایسا تھا نہیں یقیناً، کوئی بہت ہی سنجیدہ مذاق ہے یہ، تاہم سراغ لگانا ضروری تھا، بے چینی کو پالنے سے کیا فائدہ بہت دیر تک سوچتی رہی اور اس کے بعد ایک ہمت کر ڈالی۔ ڈی آئی جی فخری صاحب کو فون پر تلاش کیا تھا، لیکن وہ فون پر نہیں مل سکے، تب ان کی تلاش میں ہیڈ آفس چل پڑی، بہت دیر تک ان کا انتظار کرنا پڑا تھا۔ یہاں تک کہ ان کی جیپ اپنی آنکھوں سے آتے ہوئے دیکھی اور اس کے بعد ان کے سامنے پہنچ گئی، بلاشبہ بے حد مہربان انسان تھے مجھے دیکھتے ہی میری جانب متوجہ ہو گئے، اشارے سے اپنے پاس بلایا، اور بولے۔

"اوہو لبنیٰ بیٹی، کہو کیا حال ہیں تمہارے، آج کل تمہارا کالم کچھ پھیکا پھیکا جا رہا ہے، خیریت تو ہے.........؟"

"جی سر، بس کوئی بہتر موقع ملا تو یقینی طور پر اس میں بھی زندگی پیدا ہو جائے گی........"

"بھئی بڑے قائل ہیں ہم تمہارے۔ غضنفر صاحب سے بھی ملاقات ہوئی تھی ابھی دو چار دن پہلے، ہم نے ان سے بڑی تعریفیں کی ہیں تمہاری مبارکباد بھی دی ہے، کہہ رہے تھے کہ انہوں نے تمہیں ذاتی اخبار کی پیش کش کی ہوئی ہے، مگر تم قبول نہیں کر رہیں اور ابھی تجربہ حاصل کر رہی ہو، میرا بھی یہی مشورہ ہے، اپنا اخبار ابھی مت نکالنا، ورنہ تمہارے قلم کی روانی میں فرق آ جائے گا۔ بہت شاندار جا رہی ہو آؤ بیٹھو، میرے ساتھ ایک پیالی چائے پیو، مجھے بڑی خوشی ہو گی" انہوں نے اتنے خلوص سے کہا کہ میں انکار نہ کر سکی ویسے بھی رواداری کی بات نہیں معلوم ہوتی تھی، ان کے شاندار آفس میں بیٹھ کر ان کے ساتھ چائے پیتے ہوئے میں نے کہا۔

"سر، کچھ ایسی باتیں عرض کرنا چاہتی ہوں جو اپنے کالم میزان میں نہیں لکھ سکتی، کیونکہ اس طرح کچھ لوگوں کے رسوا ہونے کا خطرہ ہے، سر آپ کے سامنے بے تکلفی سے یہ الفاظ اس لئے ادا کر رہی ہوں کہ آپ انہیں سن لیا کرتے ہیں........"

"ہاں ہاں کہو، بے دھڑک کہو، کہو کیا بات ہے........؟"

"سر یہاں ایک کرائم رپورٹر یا صحافی کو ایک ادنیٰ درجے کا فرد سمجھا جاتا ہے، خاص طور سے پولیس کا رویہ اس کے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے اور کسی انشورنس ایجنٹ کی طرح اس کی بے عزتی کر دی جاتی ہے، بالکل ایسے ہی جیسے وہ کسی کا زبردستی بیمہ کرنا چاہتا ہو، میں خصوصی طور پر اس کی شکایت آپ سے کر رہی ہوں کہ اگر کہیں کسی مسئلے میں، میں کام کرنے جاتی ہوں تو اعلیٰ افسران بہت ہی حقارت آمیز سلوک کرتے ہیں اور میرا راستہ روک دیتے ہیں جس کا واضح

ثبوت آج کے اخبارات ہیں، آج کے اخبارات میں ایک قتل کی خبر چھپی ہوئی ہے، یعنی غازی عادل محمود کے قتل کی خبر، اتفاق سے میری ایک رپورٹر نے مجھے اس کے بارے میں اطلاع دے دی چنانچہ میں وہاں پہنچ گئی۔ انسپکٹر صاحب خان بھی وہاں موجود تھے، ایس پی راٹھور نے میرے ساتھ انتہائی سخت سلوک کرتے ہوئے کہا کہ مجھے اس طرح پولیس کے معاملات میں اپنی ٹانگ نہیں اڑانی چاہئے، ایک اخباری نمائندے کو یہ اختیارات حاصل نہیں ہوتے کہ وہ پولیس کے معاملات میں گھس جائے، اس کے ساتھ ہی انہوں نے مجھے سختی سے ہدایت کی کہ میرے اخبار میں اس سلسلے میں کوئی خبر نہیں آنی چاہئے کیونکہ میں پولیس کے کسی کام میں رکاوٹ پیدا کرنا نہیں چاہتی تھی، بعد میں سب اخباروں کو وہ خبر دے دی گئی اور میں نے ایس پی صاحب کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے اپنے اخبار کو وہ خبر نہیں دی۔ کیا ایسے معاملات کا کوئی حل ہے جناب.........؟"

"میرا خیال ہے لبنیٰ میں نے آپ کو ایک خصوصی اختیار دیا تھا کہ آپ کسی بھی وقت کسی بھی لمحے اپنی کارکردگی کے سلسلے میں پولیس کے ساتھ شامل ہو سکتی ہیں۔ میں اس بات کو پوری طرح تسلیم کرتا ہوں کہ بیرونی دنیا میں پولیس اور اخباری نمائندوں کا چولی دامن کا ساتھ ہوتا ہے اور وہ بعض معاملات میں ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر کام کر لیا کرتے ہیں بہرحال میں ایس پی راٹھور کو بذات خود سمجھا دوں گا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی آپ کو ایک خصوصی کارڈ ایشو کر دیا جائے گا محکمہ پولیس کی جانب سے، جس کے تحت آپ ہر اس جگہ جا سکتی ہیں، جہاں جانے کی اجازت ہو۔ میرا مطلب ہے بعض جگہیں ایسی ہوتی ہیں جہاں خصوصی سیکورٹی کی وجہ سے تمام لوگوں کو روک دیا جاتا ہے ان کے علاوہ ہر جگہ آپ اپنا کام کر سکتی ہیں، اور یہ سب کچھ غیر قانونی نہیں ہو گا، یہ ہمارے قانون میں موجود ہے، میں کوئی انوکھا کام نہیں کروں گا، بہرحال آپ سے معذرت آپ تو ہمارے لئے ایک قیمتی سرمایہ ہیں، میری نگاہوں سے وہ معاملات چھپے ہوئے نہیں جن میں آپ نے پولیس کی بھرپور مدد کی ہے۔"

ڈی آئی جی کے ان الفاظ نے مجھے مسرور کر دیا تھا۔ میں نے ان کا بے حد شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد ان کے ساتھ ایک کپ چائے پی اور پھر ان سے رخصت ہو کر باہر نکل آئی۔ ڈی آئی جی صاحب نے مجھ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ یہ کارڈ میرے آفس پہنچا دیا جائے گا۔ بہرطور ذہن پر ایک سرور کن کیفیت طاری ہو گئی تھی، اس کے بعد میری کار اس جانب دوڑنے لگی جہاں عادل محمود صاحب کی کوٹھی تھی۔ میں اب اپنے طور پر زیادہ پُراعتماد ہو کر کام کرنا چاہتی تھی۔

میرا اندازہ درست نکلا۔ ہرچند کہ اس سلسلے میں، میں نے فخری صاحب سے یونہی پوچھا تھا کہ یہ کیس کیا شہریار کو دیدیا گیا ہے صاحب خان کا بتانا ہی کافی تھا لیکن یہاں آتے ہوئے میرے دل میں خیال ضرور آیا تھا کہ ہو سکتا ہے شہریار وہاں مل جائے۔ پولیس جیپ ادھر نظر آ رہی تھی۔ جو کانسٹیبل ڈیوٹی پر تھے وہ مجھے پہچانتے تھے اس لئے مجھے اندر جانے سے نہ روکا گیا۔

میں کوٹھی میں داخل ہو گئی۔ شہریار کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ جائے واردات کا معائنہ کر رہا ہے۔ میں نے اس طرف کا رخ نہیں کیا بلکہ اندرونی حصے کی طرف چل پڑی اور پھر بیگم صاحب کے کمرے کے قریب پہنچ گئی۔ اندر داخل ہونے میں مجھے کوئی دقت پیش نہیں آئی تھی۔ اندر دو خواتین موجود تھیں ایک بیگم غازی عادل محمود اور دوسری ایک نوجوان اور خوبصورت لڑکی، جس کی آنکھیں رونے کی وجہ سے سوجی ہوئی تھیں لیکن میرے ذہن کو شدید جھٹکا لگا تھا۔ یہ لڑکی، یہ چہرہ میرا شناسا تھا۔ لندن میں ویسے چند سال قبل میرا اس کا گہرا ساتھ رہا تھا۔ وہ میرے شہر کی تھی بغرض سیاحت وہاں آئی تھی اور ہم شہر ہونے کی وجہ سے اس سے میری گہری دوستی ہو گئی تھی۔ ہم نے کئی دن ساتھ گزارے تھے اور اس کا نام رافعہ محمود تھا۔ رافعہ محمود۔ یقیناً عادل محمود کی بیٹی تھی۔ اس نے مجھے فوراً پہچان لیا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے آثار نمودار ہوئے۔ وہ اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی اور اس نے حیرانی سے کہا۔

"لبنیٰ......... تم........."

"اوہ' رافعہ میرے خدا......... میرے خدا......... غازی عادل محمود......... تمہارے......... تمہارے۔" میرے منہ سے نکلا اور وہ مجھ سے لپٹ گئی۔

"ہاں' وہ میرے ہی ابو تھے۔ وہ........." اس کی سسکیاں ابھرنے لگیں میں اس کی پشت پر ہاتھ پھیرنے لگی تھی۔

"مجھے دلی دکھ ہوا ہے رافعہ۔ میں تمہارے غم میں برابر کی شریک ہوں" میں نے ہمدردی سے کہا۔ اچھی لڑکی تھی گو زیادہ ساتھ نہیں رہا تھا لیکن یہ مختصر عرصہ بھی خوب تھا اس کی فطرت میں ایک خاص کیفیت تھی اس سے متاثر ہوئی میں اس کے لئے بے حد پرجوش ہو جاتی تھی اور اس کے خلاف کچھ سننا پسند نہیں کرتی تھی دیر تک میں رافعہ کو تسلیاں دیتی رہی۔ پھر میں نے کہا۔

"تم تو غالباً" مری گئی ہوئی تھیں۔"

"ہاں"......... اس نے سسکی لے کر کہا۔

"کب واپس آئیں........."

"رات کو پونے گیارہ بجے تھے۔ مگر تمہیں کیسے معلوم۔ اور......... تم یہاں۔ میرا مطلب ہے!"

"تفصیل بعد میں بتاؤں گی یہ موقع نہیں ہے۔ بس یوں سمجھ لو کہ میں ایک اخبار میں کام کر رہی ہوں۔"

"اوہ۔" رافعہ نے کہا اسی وقت ایک ملازمہ اندر آگئی۔

"پولیس افسر صاحب آنا چاہتے ہیں۔" رافعہ نے گردن ہلا دی۔ میں بھی سنبھل گئی جانتی تھی کہ کون ہوگا۔ شہریار وردی میں اندر داخل ہوا تھا اور یقیناً" اسے میری آمد کی اطلاع مل گئی

تھی کیونکہ وہ مجھے دیکھ کر چونکا نہیں تھا بلکہ اس کی آنکھوں میں تجسس تھا۔ اس نے بغور مجھے' پھر رافعہ اور پھر بیگم صاحبہ کو دیکھا۔ پھر اس نے کہا۔

"اس غمناک حادثے پر آپ سے تعزیت کرتا ہوں خواتین۔ بے شک ظالم لوگ ہمیں ہماری پیاری شخصیتوں سے دور کر دیتے ہیں اپنے مفاد کی خاطر۔ لیکن ایسے وحشی درندوں کو آزاد نہیں رہنا چاہئے۔ انہیں ان کے جرم کی بھرپور سزا ملنی چاہئے۔ پولیس آپ کی ہمدرد ہے اور آپ کے تعاون سے مجرم کو گرفتار کر کے سزا دینا چاہتی ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ آپ تعاون کریں۔ آپ مس رافعہ ہیں.........؟" اس نے رافعہ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"جی۔" رافعہ آہستگی سے بولی۔

"مجھے آپ کی مری سے واپسی کی اطلاع مل گئی تھی۔ آپ اس سلسلے میں میری کچھ رہنمائی کر سکتی ہیں۔"

"آہ' ہم تو سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ کوئی......... کوئی ابو کو ہم سے اس طرح جدا کر دے گا۔ وہ......... وہ تو کسی سے دشمنی بھی نہیں رکھتے تھے۔ ہمارے لئے یہ حادثہ غمناک ہی نہیں حیران کن بھی ہے۔" رافعہ نے کہا۔

"کسی ایسے شخص کی نشاندہی کر سکتی ہیں جس پر شبہ کیا جا سکے۔"

"بالکل نہیں۔ پریشان کن بات تو یہی ہے۔"

"بیگم صاحبہ آپ کچھ بتانا پسند کریں گی۔"

"پولیس افسر صاحب براہ کرم امی کو اس وقت معاف کر دیں۔ وہ سخت ذہنی ہیجان کا شکار ہیں۔ ڈاکٹر صاحب تو انہیں بے ہوش رکھنا چاہتے تھے مگر میں نے ان سے درخواست کی کہ وہ انہیں ہوش میں رہنے دیں' میں انہیں سنبھال لوں گی ورنہ میں۔" رافعہ کی آواز رندھ گئی۔

"بہتر ہے میں آپ کو پریشان نہیں کروں گا لیکن جس وقت بھی آپ سمجھیں بہتر تصور کریں مجھے فون کر دیں۔ ان کا بیان لینے آجاؤں گا۔"

"جی ضرور.........!" رافعہ نے کہا

"بے حد شکریہ۔" شہریار نے کہا اور پھر باہر نکل گیا۔ میں خاموش بیٹھی رہی تھی اس ایک دفعہ کے بعد اس نے میری طرف نظریں اٹھا کر بھی نہیں دیکھا تھا مجھے اس کے رویے سے بے حد رنج ہوا اور اس وقت میں نے ایک فیصلہ کیا۔ شہریار کا دماغ درست نہ کروں تو میرا نام بھی لبنیٰ نہیں ہے۔ کچھ دیر کے بعد میں نے رافعہ سے کہا۔

"افسوس رافعہ۔ تم سے ملاقات بھی ہوئی تو کن حالات میں۔ صبر کرنے کے علاوہ تمہیں اور کیا مشورہ دے سکتی ہوں۔ ویسے ایک پیشکش کرنا چاہتی ہوں۔"

"کیا۔" رافعہ نے نظریں اٹھا کر مجھے دیکھا۔

"میری آرزو ہے کہ میں تمہارے والد کے قتل کی تفتیش اپنے طور کروں۔ اس کے لئے

مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہوگی- یہ وعدہ بھی کرتی ہوں تم سے کہ میں تمہارے ابو کے قاتل کو ضرور تمہارے سامنے پیش کروں گی"

"میں تیار ہوں" رافعہ نے کہا-

"تم اپنے ملازموں کو ہدایت کردو کہ مجھ سے تعاون کریں-" میں نے کہا اور رافعہ تیار ہوگئی- وہ میرے ساتھ باہر نکل آئی تھی- باہر آکر میں نے دیکھا پولیس کی جیپ واپس چلی گئی تھی- شہریار......... شہریار......... میں نے دانت پیستے ہوئے سوچا- ایسا ٹھیک کروں گی تمہیں کہ یاد رکھو گے-

میری خواہش پر رافعہ نے ایک بار ملازموں کو بلوایا- سب کے سب جمع ہو گئے تھے- اس نے ایک ایک سے میرا تعارف کرایا- غازی صاحب کا کمرہ دونوں طرف سے سیل کر دیا گیا تھا اور پولیس کی سیل توڑی نہیں جاسکتی تھی لیکن مجھے ملازموں کا تعاون حاصل ہو گیا تھا- واقعات وہی معلوم ہوئے تھے جو پہلے صاحب خان کی موجودگی میں بتائے گئے تھے- میں نے ملازموں سے کہا-

"میں نہیں جانتی کہ آپ کے مالک کا سلوک آپ کے ساتھ کیا تھا لیکن غازی صاحب کے بارے میں جو کچھ معلوم ہوا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ بہت اچھے انسان تھے اور یقیناً آپ کے ساتھ بھی ان کا سلوک اچھا ہوگا-"

"مالک باپ تھے ہمارے- ہر ایک کا خیال رکھتے تھے-" اسی ملازم نے کہا جو صاحب خان کے سامنے بھی زیادہ بول رہا تھا-

"لیکن یہ آپ سب کا فرض ہے کہ کوئی بھی ایسی بات ہو جو ان کے قاتل کا سراغ دے سکے آپ مجھے ضرور بتایئے-"

"اب تو مالک مر چکے ہیں اب میں کوئی بات چھپاؤں تو کس سے- میں آپ کو کچھ بتانا چاہتا ہوں-"

"یہاں آؤ' میرے ساتھ آؤ-" میں اور رافعہ اسے لے کر الگ ایک کمرے میں آگئے- تفضل حسین نے کہا-

'رافعہ بی بی جانتی ہیں کہ مالک کے سارے کام میں ہی کیا کرتا تھا- وہ مجھے بہت پسند کرتے تھے- پچھلے ایک ڈیڑھ مہینے سے وہ پریشان تھے ایک فون آتا تھا ان کے پاس اور ان کا چہرہ اتر جاتا تھا-"

"کس کا فون ہوتا تھا وہ؟"

"یہ میں نہیں جانتا-"

"کبھی تم نے اس فون کی کوئی گفتگو سنی-"

"نہیں بی بی-"

"میرا مطلب ہے غازی صاحب کی طرف سے ہونے والی گفتگو-"

"نہیں' دو تین بار ایسا ہوا کہ میں ان کے کمرے میں ہوتا تو وہ مجھ سے باہر چلے جانے کے لئے کہتے تھے-"

"ہوں پھر-"

"مگر وہ پریشان نظر آتے تھے مجھے اور میں یہی سوچتا ہی رہ جاتا تھا-"

"تم نے بیگم صاحبہ سے اس کا تذکرہ کیا؟"

"ہاں ایک بار بتایا تھا-"

"کب؟"

"شروع ہی کی بات ہے-"

"بیگم صاحبہ نے کیا کہا؟"

"بس چپ ہو گئی تھیں-"

"پھر اس کے بعد کیا ہوا؟"

"اس دن بھی کوئی مغرب کے وقت فون آیا تھا اور صاحب اس کے بعد سے پریشان ہو گئے تھے بیگم صاحبہ مہندی میں جا رہی تھیں صاحب کو کہیں جانا تھا- رات کو کوئی پونے دس بجے صاحب تیار ہو گئے اور مجھ سے کہا کہ میں کسی کو نہ بتاؤں کہ وہ کہیں جا رہے ہیں- پھر انہوں نے مجھ سے پچھلا دروازہ کھولنے کے لئے کہا تھا-"

"پچھلا دروازہ- میں چونک پڑی"

"جی بی بی صاحبہ-"

"مگر اس کی چابی تو!"

"اس کی دوسری چابی صاحب کے پاس تھی مگر بیگم صاحبہ کو اس کا پتہ نہیں تھا- صاحب کبھی کبھی یہ پچھلا دروازہ استعمال کرنے لگے تھے-"

"کتنے عرصے سے؟"

"بس وہی فون آنے کے بعد سے-"

"اور دوسری چابی کہاں سے آئی تھی-"

"مجھ سے ہی بنوائی تھی دکان سے مگر چھپا کر-"

"پھر کیا ہوا؟-"

"انہوں نے مجھ سے کہا کہ بیگم صاحبہ رات کو واپس نہیں آئیں گی- میں وہیں ان کا انتظار کروں اور دروازہ بند کر لوں- کوئی ساڑھے گیارہ بجے صاحب واپس آگئے وہ خوش نظر آرہے تھے-"

"کچھ کہا انہوں نے تم سے؟-"

"کچھ نہیں سو روپے دیئے تھے اور کہا تھا کہ آرام کروں- پھر دوسرے دن ان کی لاش

ہی دیکھی ہم نے۔"

"ہوں۔ اس کے علاوہ کچھ اور تفضل حسین۔" میں نے کہا۔

"نہیں بی بی ہمیں جو کچھ معلوم تھا ہم نے بتا دیا۔" ملازم تفضل حسین نے کہا۔ میں کچھ دیر تک سوچتی رہی پھر میں نے پوچھا۔

"تم نے نئے پولیس افسر کو یہ تفصیل بتائی ہے؟"

"کسی کو نہیں بتائی۔ مالک کی رسوائی کا خوف تھا۔"

"نئے پولیس افسر نے تم لوگوں کے بیانات لئے؟"

"نہیں۔" ملازم نے جواب دیا۔ صاحب خان نے ان ملازموں سے بیانات لے لئے تھے اور شہریار نے سوچا ہو گا کہ ملازم اور کیا بتا سکتے ہیں چنانچہ اس نے انہی سے کام چلایا۔ تاہم میں نے تفضل حسین کو کوئی ہدایت نہیں دی اگر میں اسے کسی اور کو یہ بیان دینے سے منع کرتی تو یہ بددیانتی ہوتی۔ شہریار اپنا کام کر رہا تھا دیکھنا یہ تھا کہ وہ کیا تیر مارتا ہے۔

رافعہ کے ساتھ بہت دیر تک رہی۔ بیگم غازی کو اس قابل نہیں پایا کہ ان سے کوئی سوال کرتی۔ چنانچہ رافعہ سے اجازت مانگی اس نے سسکتے ہوئے کہا۔

"بڑی مشکل میں گرفتار ہو گئی ہوں میں لبنیٰ مجھے تنہا نہیں چھوڑنا۔"

"نہیں ڈیئر' میں تم سے روزانہ ملاقات کروں گی۔ میرے فون نمبر رکھ لو۔ یہ گھر کا ہے یہ دفتر کا۔" میں نے اس ملنے کے اوقات بتائے اور پھر وہاں سے چلی آئی۔ دفتر آ کر ضروری کام نمٹائے اور پھر اس بارے میں سوچنے بیٹھ گئی۔ ملازم تفضل حسین کا بیان معنی خیز تھا۔ ساری کہانی اس بیان میں چھپی ہوئی تھی۔ غازی عادل کیوں پریشان تھے وہ کہاں گئے تھے واپس آئے تو خوش کیوں تھے؟ ویسے میرا خیال تھا بلکہ مجھے یقین تھا کہ بیگم غازی اس سلسلے میں کافی مددگار ثابت ہو سکتی تھیں۔ ان کا بیان ضروری تھا۔ یہ تمام باتیں سوچ رہی تھی لیکن دل میں ایک بے چینی تھی۔ اس بے چینی کو نظرانداز کرنا چاہتی تھی مگر پہلی بار تجربہ کیا تھا کہ دل و دماغ کس طرح بغاوت کرتے ہیں اور انسان ان کے سامنے کتنا بے بس ہوتا ہے۔ شہریار بار بار ذہن میں چبھ رہا تھا۔ اسے یہ بھی احساس نہیں کہ اگر میں اس سے ناراض ہو گئی تو کیا ہو گا۔ اگر یہ اداکاری ہے تو اس کے نتائج کیا نکلیں گے۔ مگر کیا یہ واقعی اداکاری ہے۔ صرف مذاق میں وہ مجھ سے نہ ملنا برداشت کر رہا ہے صرف اداکاری کے طور پر اور اگر یہ اداکاری نہیں ہے تو......... تو......... یہ سب کچھ کیوں ہے۔ اپنی انا سے سوال کیا۔ شاید روہیلہ خون نے اجازت نہیں دی کہ خود جھکوں اس سے پوچھوں اور جب خون سے مدد مانگی تو بے چینی نے غصہ کی کیفیت اختیار کر لی اور یہ بدتر تھا۔ رات کو رافعہ کا فون گھر پر آیا۔ "لبنیٰ میں رافعہ بول رہی ہوں۔"

"ہاں رافعہ کوئی خاص بات۔" میں نے پوچھا۔

"امی کی حالت زیادہ خراب ہو گئی ہے۔ انہیں ایک پرائیویٹ ہسپتال میں داخل کرنا پڑا

ہے۔ میں ہسپتال ہی سے تمہیں رنگ کر رہی ہوں۔"

"کیسی طبیعت ہے؟"

"ڈاکٹر کہتے ہیں کوئی تشویش کی بات نہیں ہے' دو چار دن انہیں ہسپتال میں رہنا پڑے گا۔ شام کو اچانک بلک بلک کر رونے لگیں اور پھر بے ہوش ہو گئیں ہمارے پڑوس میں ایک مہربان ڈاکٹر ہیں ڈاکٹر شیر علی وہ خود ہسپتال لے گئے۔"

"اوہ' میں تمہارے پاس آ رہی ہوں۔" میں نے کہا۔

"اگر ممکن ہو تو کوٹھی آ جانا۔ ڈاکٹروں نے کہا ہے کہ میرا یہاں رکنا ضروری نہیں ہے۔ یا پھر کل آ جانا۔"

"ضرورت محسوس کر رہی ہو تو آ جاؤں۔"

"صبح آ جانا۔ اس وقت رات کافی ہو گئی ہے۔"

"او کے۔" میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔ دوسری صبح نو بجے ہی رافعہ کے پاس پہنچ گئی تفضل حسین باہر ملا تو اکیلا تھا۔

"آیئے بی بی صاحبہ چھوٹی بی بی ہسپتال گئی ہیں۔"

"اوہو کب؟"

"صبح سات بجے مجھ سے کہہ گئی ہیں کہ ساڑھے نو بجے تک آ جائیں گی آپ آئیں تو آپ کو آرام سے ان کے کمرے میں بٹھا دوں۔"

"ہوں......... آؤ......... اور تو کوئی خاص بات نہیں ہے تفضل؟"

"ہے جی۔"

"کیا؟" میں چونک پڑی۔

"وہ پولیس افسر صاحب رات کو آئے تھے صاحب کے کمرے کی تلاشی لیتے رہے اور پھر واپسی پر ہاشم چچا کو ساتھ لے گئے۔ سب بڑے پریشان ہیں جی' لگتا ہے ہماری بھی شامت آئے گی سب کو حکم دے گئے ہیں کہ کوئی کوٹھی یا نوکری چھوڑ کر بھاگنے کی کوشش نہ کرے؟"

"ہاشم چچا کون ہے۔" میں نے اس کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے پوچھا۔

"ڈرائیور ہیں جی۔"

"واپس نہیں آئے ہاشم چچا!"

"نہیں بی بی صاحبہ؟"

"اور کوئی خاص بات تو نہیں تفضل حسین؟"

"نہیں جی' چائے بنا دوں آپ کے لئے؟"

"بالکل نہیں میں ناشتہ کر کے آئی ہوں۔ ہاں تم اگر چاہو تو ہسپتال فون کر کے بتا دو کہ میں آئی ہوں نمبر معلوم ہے وہاں کا؟"

"ہاں جی"

"اور سنو رافعہ سے یہ بھی کہہ دینا کہ اگر مصروف ہے تو ابھی نہ آئے میں شام کو دوبارہ آجاؤں گی" میں نے اسے ہدایت کی مگر اس کی نوبت نہیں آئی باہر سے رافعہ کی آواز سنائی دی اور پھر وہ اندر آگئی۔

"ہیلو لبنیٰ۔ کتنی دیر ہو گئی تمہیں؟"

"بس چند منٹ پہلے آئی ہوں۔ امی کیسی ہیں؟"

"بہت بہتر کیفیت میں ہیں لیکن۔" وہ رک گئی پھر کھوئے کھوئے سے انداز میں بولی "لبنیٰ میں اپنے ڈیڈی کے قاتل کا سراغ چاہتی ہوں ہر قیمت پر' ہر قیمت پر خواہ اس کے لئے مجھے کچھ بھی کرنا پڑے۔ تم خود سوچو لبنیٰ مذاق ہو گیا یہ تو میری کائنات لٹ گئی میرے سر سے سایہ چھن گیا میری بچپن سے لے کر اب تک کی کہانی ختم ہو گئی اور میں آنسو بہاتی رہ جاؤں۔ میں ان کا سوگ مناتی رہوں جس نے مجھے یتیم کیا ہے اس کا فیصلہ صرف پولیس پر چھوڑ دوں۔ نہیں لبنیٰ۔ یہ نہیں ہو گا قاتل گرفتار ہو گا اسے سزا ملے گی۔"

"اسے سزا ملنی چاہئے رافعہ۔ اور اس کے لئے میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

"مجھے تمہارے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ رات گئے پولیس آئی تھی۔ ایک سینئر افسر شہریار تھا دوسرے صاحب خان۔ دونوں نے ڈیڈی کے کمرے کی سیل توڑ کر جائزہ لیا تھا اس نے کہا تھا کہ تم نے یہاں زبردست سراغ رسانی کے کارنامے انجام دیئے ہیں مجھے علم نہیں تھا یوں سمجھ لو کہ اس کے بعد میری بڑی ہمت بندھی میں نے سوچا کہ میں تمہاری دوستی سے پورا فائدہ اٹھاؤں گی۔"

"میں خلوص دل سے حاضر ہوں۔"

"شہریار ہاشم خان ڈرائیور کو لے گیا ہے کہتا تھا ان سے پوچھ گچھ کرے گا اس کے بعد مجھ سے بھی چند سوالات کئے تھے۔"

"کیا بتانا پسند کرو گی؟"

"ہاں ضرور۔ کہہ رہا تھا کہ یونس علی صاحب میرے والد کے اچھے دوست تھے اور اصولی طور پر ان کی بیٹی میری دوست ہوئی پھر میں اپنی دوست کی شادی چھوڑ کر مری کیوں چلی گئی؟۔۔۔"

"گڈ۔ تم نے کیا جواب دیا۔"

"کنول سے میری قطعی دوستی نہیں تھی شناسائی اور دوستی میں فرق ہوتا ہے وہ خالص گھریلو لڑکی تھی مزاج میں مجھ سے مختلف۔ ڈیڈی نے کہا تھا کہ اس شادی کی وجہ سے میں مری جانے کا پروگرام ملتوی کر دوں۔ مگر میں نے ان سے ضد کی۔ میرا پروگرام اس شادی کی اطلاع سے پہلے کا تھا یہی بات میں نے ڈیڈی سے کہی تھی۔"

"اور کوئی سوال۔" میں نے پوچھا۔

"بس ایسے ہی چند اور سوال کئے۔"

"خیر وہ جو کچھ کر رہا ہے اسے کرنے دو میں تمہارے لئے کچھ کرنے کو تیار ہوں تمہیں خصوصی طور پر اس سلسلے میں میری مدد کرنا ہو گی۔"

"ڈیڈی کے قاتل کو اگر مجھے اپنے ہاتھوں سے پھانسی لگانی پڑے تو خدا کی قسم میں دریغ نہیں کروں گی اور اس کی کچھ وجوہ ہیں لبنیٰ۔"

"کیا؟"

"تم عجیب محسوس کرو گی مگر میں نے تم پر بھروسہ کیا ہے تمہیں بہت بڑا سہارا تصور کر لیا ہے میں نے۔"

"میں تمہارے اس اعتماد کو دھوکہ نہیں دوں گی رافعہ۔"

"لبنیٰ ڈیڈی کی موت کے بعد میں بے سہارا ہو گئی ہوں۔ ان سے مجھے ہر طرح کی سپورٹ ملتی تھی۔ پھر ہر مانگ وہی پوری کیا کرتے تھے میں امی سے زیادہ انہیں چاہتی تھی وہ امی سے زیادہ مجھے چاہتے تھے" وہ رکی پھر بولی۔ "امی ہمیشہ ایک بند کتاب کی مانند رہی ہیں اس کتاب کے اوراق کبھی سامنے نہیں آئے۔"

"کچھ وضاحت کرو گی رافعہ؟"

"ہوش سے پہلے کی بات نہیں کروں گی لبنیٰ ہوش کے بعد کی بات ہے۔ ایک بار کی نہیں بار بار کی۔ میں نے امی کے دل میں وہ جذبے نہیں پائے اپنے لئے جو ماں کے دل میں ہوتے ہیں وہ ہمیشہ مجھے بھولی رہیں شوہر کی وہ دل سے خدمت کرتی تھیں میرا خیال بھی رکھتی تھیں جیسے کسی کو کوئی بھولا ہوا سبق یاد آجائے۔ ابو کی زندگی میں ہوتے کبھی نہیں سوچا لیکن اب.........
آج مجھے یہ سب کچھ بہت عجیب لگ رہا ہے بہت عجیب۔ تم یوں سمجھو۔ کوئی لباس بنایا میں نے اپنی پسند سے' پہن لیا امی نے نگاہ بھر کر بھی نہ دیکھا میں نے انہیں متوجہ کیا تو وہ چونکیں سنبھلیں اور پھر سرسری انداز میں اس کی تعریف کر دی بالکل اسی طرح جیسے انہیں یہی کرنا ہو لیکن وہ یہ کرنا بھول گئی ہوں۔ یہ ان کی ہمیشہ کی عادت ہے حالانکہ میں ان کی اکلوتی ہوں۔ اپنے باپ کی طرف سے مجھے دنیا جہاں کی چاہت ملی مگر......... تم سمجھ رہی ہونا......... یہ صرف ایک مثال ہے پوری زندگی کی کہانی کی۔"

"اس کی وجہ کبھی سامنے نہیں آئی.........؟"

"میں نے ہمیشہ اسے ان کی عادت سمجھا لبنیٰ۔ صرف عادت۔ لیکن آج بھی وہی سب کچھ ہے آج بھی۔ ان حالات میں بھی۔"

"اوہ۔ تم نے کیا محسوس کیا؟"

"یوں جیسے میرے باپ کی موت صرف ان کا غم ہو۔ صرف ان کا ذاتی غم۔ میرا اس سے

کوئی تعلق نہ ہو۔ نقصان صرف انہیں ہوا ہو' میں اس میں شریک نہ ہوں۔ حالانکہ وہ عمر کی ایک منزل گزار چکی ہیں' میں ابو کے بغیر بے سائبان ہو گئی ہوں لیکن وہ صرف خود کو بے آسرا سمجھ رہی ہیں۔ انہوں نے ایک بار بھی ایک بار بھی مجھے دلاسہ نہیں دیا مجھے سینے سے لگا کر تسلی کے دو بول نہیں کہے۔ وہ آج بھی خود میں کھوئی ہوئی ہیں بالکل اسی طرح جیسے پہلے تھیں۔ مری سے آنے کے بعد سے اب تک۔ آج تک۔ صرف میں نے ان کی دلجوئی کی ہے۔ انہیں سنبھالا ہے اور وہ۔ وہ میرے اس پیار کو اس طرح لے رہی ہیں جیسے......... جیسے میں صرف ان کی پڑوسن ہوں۔ جیسے یہ ان پر فرض نہ ہو......... جیسے مجھے اپنے باپ کا کوئی غم نہ ہو۔"

رافعہ کے رخسار بھیگ گئے۔ اس نے آنسو جلدی سے خشک کئے اور بولی۔ "میں آنسو نہیں بہانا چاہتی۔ خود کو بے سہارا کرنے والوں کو فنا کرنا چاہتی ہوں لیئی میری مدد کرو۔!"

"آٹھ دن......... ایک ہفتہ ٹھیک آٹھویں دن تمہارے ابو کا قاتل تمہاری گرفت میں ہو گا رافعہ......... یہ میرا وعدہ ہے تم سے.........!" میں نے سرد ٹھوس' پختہ پراعتماد لہجے میں کہا اور رافعہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ "یہی تمہاری دوستی کا خراج ہو گا میری طرف سے۔" "لیکن ایک شرط کے ساتھ۔"

"شرط.........!" اس نے آہستہ سے کہا۔

ہاں شرط یہ ہے کہ آنسو نہیں بہاؤ گی شعلہ بن جاؤ گی۔ دلیری سے میرے ساتھ کام کرو گی........."

"مجھ پر پورا بھروسہ رکھو........." رافعہ نے کہا۔

"چلو چھوڑو ان باتوں کو یہ ہاشم خان ڈرائیور کو پولیس کیوں لے گئی.........؟"

"پوچھ گچھ کرنا چاہتے ہوں گے۔ مجھے کچھ نہیں بتایا۔"

"آؤ۔ غازی صاحب کے کمرے کی تلاشی لیں۔" میں نے کہا اور وہ میرے ساتھ باہر نکل آئی۔ میں اس موقع سے پورا فائدہ اٹھانا چاہتی تھیں۔ رافعہ میرے ساتھ غازی صاحب کے کمرے کے سامنے کے حصے میں آئی۔ پولیس نے باہر سے دروازہ لاک کیا ہوا تھا اور سیل لگی ہوئی تھی جسے ہاتھ نہیں لگایا گیا تھا مگر عقبی دروازے کی سیل خود پولیس نے توڑی تھی اور بعد میں اس پر لاک نہیں لگایا گیا تھا چنانچہ وہاں سے میرا کام بن گیا حالانکہ صاحب خان کے ساتھ کچھ دیر یہاں گزار چکی تھی مگر اس وقت میری نگاہیں ہر چیز کا گہرا جائزہ لے رہی تھیں۔ یہاں آکر رافعہ پھر جذباتی ہو گئی تھی۔ وہ غازی صاحب کے بستر پر جا بیٹھی۔ اس نے کہا۔

"اگر تم اجازت دو تو میں کچھ دیر اس بستر پر لیٹ جاؤں۔"

"ہاں ضرور۔" میں نے کہا اور وہ لیٹ گئی۔ اس کمرے کی ایک ایک شے کا جائزہ لیتی رہی پھر اس کاریڈور میں آخر تک گئی جس کا دروازہ عقبی حصے میں کھلتا تھا وہاں سے پھر واپس آ گئی اور ملحقہ باتھ روم میں داخل ہو گئی۔ میں نے باتھ روم کا جائزہ لیا کوئی کام کی بات نہیں معلوم

ہوئی تھی مگر واش بیسن کے پاس پہنچ کر ایک عجیب انکشاف ہوا۔ واش بیسن میں کوئی کاغذ جلایا گیا تھا جس کی پیلاہٹ اسٹیل کے شفاف نل پر صاف نظر آ رہی تھی۔ کوئی اہم کاغذ یہاں جلا کر نل کھول دیا گیا تھا تاکہ راکھ بہہ جائے مگر اطراف کا خیال نہیں رکھا گیا تھا۔ نل کے پیچھے جو جگہ ہوتی ہے وہاں کاغذ کا ایک گوشہ پانی میں بھیگا ہوا چپکا تھا۔ میرے بدن میں سنسنی دوڑ گئی۔ یہ غیبی مدد تھی شاید۔ میں نے جلدی سے پلٹ کر دروازہ اندر سے بند کر دیا اور بھرپوری مہارت سے اس ٹکڑے کا جائزہ لینے لگی۔ ادھ جلے کاغذ کا یہ ٹکڑا شاید ہوا سے اڑ کر جلتے وقت یہاں آ گرا تھا اور اس پر توجہ نہیں دی گئی تھی۔ اس پر بال پوائنٹ سے لکھے ہوئے کچھ الفاظ نظر آ رہے تھے۔ بہت ہی غور کرنے سے یہ الفاظ سمجھ میں آئے۔

"ٹر' نمبر ایک سو گیا۔ مارسٹن رو........."

ان الفاظ کو پورا کرنا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ "کوارٹر نمبر ایک سو گیارہ مارسٹن روڈ.........! میں نے جلدی سے یہ ننھا سا راہبر اٹھایا مگر وہ میری چٹکی میں جانبر نہ ہو سکا اور خستگی کی وجہ سے فنا ہو گیا' لیکن اس کا فرض پورا ہو گیا تھا۔ وہ مجھے ایک پتہ دے گیا تھا۔ جسے میں نے ذہن میں اتار لیا تھا۔

باتھ روم سے باہر نکلی تو رافعہ سسک رہی تھی۔ میں جلدی سے اس کے قریب پہنچ گئی

"یہ کیا رافعہ.........؟"

"بہت یاد آ رہے ہیں ابو' بہت یاد آ رہے ہیں' جو خوشبو ان کے بدن سے سونگھ سکتی تھی وہ اب صرف اس بستر سے مل رہی ہے ان کا بدن چھن گیا اس کا لمس کہاں سے لاؤں.........؟"

"اپنے عزم کو تازہ رکھو رافعہ......... آنسو احساس کی آگ بجھا دیتے ہیں۔ انہیں ضائع نہیں کرو۔"

"بس......... ابو یاد آ گئے تھے۔ میں ٹھیک ہوں۔"

"آؤ چلیں یہاں سے۔" میں نے کہا اور وہ میرے ساتھ باہر نکل آئی۔ میں نے یہاں کوئی نشان نہیں چھوڑا تھا۔ سب کچھ پہلے کی مانند کر کے ہم وہاں سے باہر آ گئے۔ پھر میں نے کہا۔ "مجھے ایک اجازت دے دو گی.........؟"

"کیا بات ہے.........؟"

"تمہاری امی کے کمرے کا جائزہ لینا چاہتی ہوں۔"

مجھ سے پوچھنے کی ضرورت باقی رہ گئی ہے؟ میرے ساتھ آؤ.........! میں تمہیں کمرے میں پہنچائے دیتی ہوں........." اس نے کہا پھر میرے لاکھ کہنے کے باوجود وہ میرے ساتھ اندر نہیں آئی تھی۔ میں نے ایک بار پھر اپنا کام شروع کر دیا۔ وقت بھی تھا اور موقع بھی ایک ایک شے کرید ڈالی کوئی اہم شے نہیں ملی تھی' لیکن اس کافی پرانے فائل میں بالآخر ایک انوکھی شے مل گئی۔ یہ مسز غازی کا میڈیکل فائل تھا جن میں نہ جانے کیا تھا لیکن ایک میڈیکل رپورٹ

میرے لئے باعث حیرت بن گئی تھی- شدید حیرت کا باعث بہت بڑے میڈیکل سینٹر کی رپورٹ تھی- میں نے بڑی احتیاط سے اسے نکالا اور تہہ کرکے اپنے پرس میں محفوظ کرلیا- اس کے بعد وہاں سے اور کچھ نہیں ملا تھا چنانچہ میں باہر نکل آئی- رافعہ اپنے کمرے میں تھی "میں نے چائے منگوائی ہے- پیو گی نا........؟" اس نے پوچھا-

"ہاں ضرور........"

"کوئی اندازہ........؟" اس نے سوال کیا-

"صرف ایک ہفتہ........" میں نے مسکراتے ہوئے کہا- رافعہ خاموش رہی کچھ دیر کے بعد چائے آگئی- چائے کے بعد میں نے اجازت مانگتے ہوئے کہا-

"دفتر جاؤں گی- تم امی کے پاس کب جاؤ گی........"

"سمجھ میں نہیں آتا کب جاؤں........؟"

"جانا چاہئے رافعہ........ میں بھی انہیں دیکھنا چاہتی ہوں-"

"شام کو پانچ بجے آجاؤ-" اس نے کہا-

"میں ٹھیک پانچ بجے وہاں پہنچ جاؤں گی-" میں نے کہا اور پھر میں رافعہ کی کوٹھی سے باہر نکل آئی- جو واقعات پیش آئے تھے رافعہ سے جو گفتگو ہوئی تھی وہ بے حد سنسنی خیز تھی اس کے علاوہ جو کاغذ میرے پاس تھا وہ ہوش اڑا دینے والا تھا- دفتر آگئی اور اپنی سیٹ پر بیٹھ کر اپنی تمام تر قوت ارادی کو بروئے کار لائی اور اپنے کام میں مصروف ہو گئی- یہ سب کچھ بھی بے حد ضروری تھا میں سر جھکائے کام میں مصروف تھی کہ ایڈیٹر صاحب کے پاس بلاوا آگیا- ضروری سطریں نمٹا کر ان کے پاس پہنچی تو انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا-

"کہئے مس لبنیٰ کیا ہو رہا ہے........؟"

"سر آپ کی دعاؤں اور مہربانیوں کے سائے میں مصروف عمل ہوں-"

"خوب........ کوئی دفتری پریشانی تو نہیں ہے........؟"

"ہے سر........" میں نے مسکرا کر کہا-

"کیا بھئی- مجھے نہیں بتائی-"

"بس سر یہ خوف رہتا ہے کہ دوسری مصروفیات میں کوئی دفتری کام نہ رہ جائے اور آپ کو شکایت کا موقع ملے-"

ایک بار پھر خوب- بہرحال ہم سب تم سے مطمئن اور خوش ہیں یہ ڈی آئی جی صاحب کے دفتر سے ایک باوردی حضرت آئے تھے غالباً راٹھور تھا ان کا نام اور ایس پی کے بیج لگائے ہوئے تھے- میرے لئے اجنبی تھے کبھی واسطہ نہیں پڑا ان سے- یہ ایک کھلا لفافہ ہے تمہارے لئے اور میں نے اس میں رکھا یہ کارڈ دیکھ لیا ہے- میرے خیال میں یہ کسی اخباری کارکن کے لئے بہت بڑا اعزاز ہے"- میں نے کارڈ دیکھا ہوم منسٹری سے مجھے وہ اجازت نامہ ایشو ہوا تھا جس

کے تحت مجھے اعلیٰ ترین اختیارات عطا کئے گئے تھے اور میں اسے دکھا کر وزیراعلیٰ تک رسائی حاصل کرسکتی تھی-

"بے حد شکریہ سر........ یہ میرے لئے ضروری تھا-" بڑی خوشی ہوئی تھی فخری صاحب نے درحقیقت مجھے نوازا تھا- سب سے بڑی بات یہ کہ انہوں نے ایک پنتھ دو کاج کئے تھے ایس پی راٹھور ہی میرے مخالف تھے انہیں بھیج کر ڈی آئی جی صاحب نے خصوصاً ان پر واضح کیا تھا کہ مجھے کام کرنے دیا جائے- ایک انوکھی مسرت کے احساس میں ڈوبی رہی تھی- ایک بار پھر شہریار یاد آیا........ مگر........ دوپہر کا کھانا ایک ریستوران میں تنہا کھاتے ہوئے بھی وہ مجھے بہت یاد آیا- لیکن میں نے ہار نہیں مانی اس نے یہ سب کچھ کیوں کیا؟ مجھے بتانا چاہئے تھا اور پھر اس کا یہ کھیل اب توہین کی حدود میں داخل ہوگیا تھا- اسے معاف نہیں کیا جاسکتا- کسی قیمت پر نہیں........! ریستوران سے نکل کر میں کار میں آبیٹھی اور پھر مارسٹن روڈ کے علاوہ اور کہاں جاسکتی تھی- کوارٹر نمبر ایک سو گیارہ تلاش کرنے میں زیادہ وقت نہیں ہوئی تھی حالانکہ کسی کوارٹر پر نمبر نہیں پڑے ہوئے تھے لیکن میں نے ایک چھوٹے سے دکاندار سے پوچھا- "بھائی کیا آپ مجھے کوارٹر نمبر ایک سو گیارہ بتاسکتے ہیں-"

"جہاں خون ہوا ہے........؟" دکاندار نے جھٹ سے پوچھا- اور میں حیرت سے اچھل پڑی-

"خون........؟"

"ایک سو گیارہ میں ہی ہوا ہے کیوں الہ دین چچا........؟"

"ہاں وہیں ہوا ہے-" ایک بزرگ نے جو نزدیک ہی کھڑے ہوئے تھے کہا-

"کب ہوا ہے........؟" میں نے پوچھا-

"تین چار دن پہلے........ تم وہاں کس سے ملنا چاہتی ہو........؟"

"کس کا خون ہوا ہے وہاں........؟"

"مکرم خان کی بہن جمیلہ کا-"

"کچھ اور تفصیل بتاسکتے ہیں-"

"تفصیل کیا بتائیں بیٹی........ بس اللہ جانے کیا قصہ ہے مکرم خان بے چارہ اپاہج ہے گھر میں بیوہ بہن تھی کوئی ظالم کام کرگیا- اس سے زیادہ کسی کو کچھ معلوم نہیں ویسے بھی وہ نئے نئے کوارٹر میں آئے تھے-"

"کتنے عرصے پہلے........؟"

"کوئی ڈھائی مہینہ ہوگیا-"

"کرائے پر کوارٹر لیا تھا........؟"

"ہاں........"

"آپ ذرا یہ بتا دیں کہ وہ کوارٹر کس طرف ہے؟" میں نے کہا اور الہ دین چچا نے اپنی خدمات پیش کر دیں۔ انہوں نے دور سے مجھے یہ کوارٹر دکھا دیا تھا۔ دروازہ بند تھا۔ زور زور سے اسے بجایا تو اندر سے عجیب سی آوازیں سنائی دیں اور پھر دروازہ کھل گیا۔ میلے کچیلے شلوار قمیض میں ایک چوڑے بدن والا پست قد آدمی بیساکھی کے سہارے کھڑا ہوا تھا اس کی داڑھی بڑھی ہوئی تھی پپوٹے متورم تھے لیکن آنکھوں میں بڑی تیزی تھی۔

"کیا بات ہے......؟" اس نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"مجھے مکرم بھائی سے ملنا ہے۔"

"میں ہی ہوں مگر تم کون ہو......؟"

"میرا نام لبنیٰ ہے۔ آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔" وہ خاموشی سے پیچھے ہٹ گیا اور میں اندر داخل ہو گئی۔ کوارٹر بہت بدحال تھا لیکن برآمدے میں صوفے پڑے ہوئے تھے سامنے کمرے کے کھلے دروازے سے عمدہ فرنیچر نظر آ رہا تھا۔ میں اطمینان سے صوفے پر بیٹھ گئی۔

"ہاں کہو......؟"

"مکرم بھائی میں جمیلہ بہن کے قتل کے سلسلے میں کچھ معلوم کرنے آئی ہوں۔"

"کیا معلوم کرنے آئی ہو......"

"یہی کہ وہ......؟"

"دیکھو بی بی ...... میں تھک گیا ہوں۔ ظلم ہو رہا ہے میرے ساتھ ...... دل میں چھری لگی ہے میرے اور اوپر سے روزانہ تنگ کیا جاتا ہے خودکشی کر لوں گا قسم پروردگار کی۔ تمہارا تعلق پولیس سے ہے......؟"

"نہیں مکرم بھائی میں تو ایک غریب اخبار نویس ہوں۔ چھوٹی موٹی خبریں حاصل کر کے اپنی روٹی کماتی ہوں۔"

"سب کچھ تو پوچھ چکے ہیں اخبار والے مجھ سے ...... اور کیا بتاؤں ...... بتاؤ تمہیں کونسی کہانی سناؤں۔"

"مجھے تو کچھ بھی نہیں معلوم۔" میں نے مظلومیت سے کہا۔

"میں بدنصیب قسمت کا مارا ...... آخری شو دیکھنے چلا گیا تھا۔ پیچھے کوئی آ گیا اس بے چاری نے جمع پونجی بچانے کی کوشش کی۔ گردن میں رسی ڈال کر مار ڈالا اسے اور بیس ہزار روپے لے گئے۔ واپس آیا تو لاش پڑی ہوئی تھی اس کی۔ اکیلا رہ گیا میں ...... ہائے میں اکیلا رہ گیا۔ بس اب جاؤ خدا کے واسطے جاؤ تمہارے ہاتھ جوڑوں ......؟"

"کونسے دن کی بات ہے یہ ......؟" میں نے پوچھا

"منگل تھا...... ہائے منگل تھا۔" وہ کراہتا ہوا بولا۔

"مکرم بھائی۔ کیا آپ جمیلہ کے قاتلوں کا سراغ نہیں لگانا چاہتے ......؟"

"اچار ڈالوں گا قاتلوں کا...... پکڑے بھی گئے تو کیا بگاڑ لوں گا ان کا۔ رشوت دے کر ھوٹ جائیں گے اور پھر...... مجھ اپاہج کی بھی گردن کٹ جائے گی۔ ہائے جمیلہ ہی نہ رہی تو ب......اب۔" اس نے رونا شروع کر دیا۔ پھر دروازے کی طرف اشارہ کرتا ہوا بولا۔ "تمہیں دا کا واسطہ...... رسول ﷺ کا واسطہ تمہیں...... میری جان چھوڑ دو۔ اکیلا چھوڑ دو ...... ہائے مجھے اکیلا چھوڑ دو......!" کافی ٹیڑھا آدمی تھا آگے بڑھنا مشکل نظر آیا اور میں ہری سانس لے کر اٹھ گئی۔ اس کے بعد میں نے اس سے کچھ نہیں کہا تھا اور خاموشی سے باہر ل آئی تھی۔ کار کی طرف بڑھتے ہوئے میں نے سوچ لیا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا ہے۔ کچھ فاصلے جا کر میں نے گاڑی روکی اور ایک دکاندار سے علاقے کے تھانے کے بارے میں پوچھا دکاندار نے بہت ٹیڑھا پتہ بتایا تھا۔ کچھ دیر پریشان ہونا پڑا پھر تھانے کی عمارت نظر آئی۔ ماحول دوسرے لیس اسٹیشنوں سے مختلف نہیں تھا البتہ تھانہ انچارج مختلف تھا۔ نوعمر، خوش اخلاق کسی کالج ٹوڈنٹ کی مانند۔

"فرمائیے......؟" اس نے کہا۔

"آپ کا کچھ وقت لینا چاہتی ہوں جناب۔"

"ضرور ...... تشریف رکھئے۔" میں کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی اور میں نے کہا۔

"اندازہ ہے کہ آپ مصروف ہوں گے لیکن کچھ وقت آپ کو دینا ہوگا۔ میرا نام لبنیٰ خان ے یہ میرا کارڈ۔" میں نے اسے اپنا کارڈ دیا اور وہ خوشی سے اچھل پڑا۔

"اور لبنیٰ صاحبہ ...... آپ ...... بھئی میں تو آپ کے عقیدت مندوں میں سے ہوں ت کچھ جانتا ہوں آپ کے بارے میں بڑی مسرت ہوئی آپ سے مل کر۔ فرمائیے میرے لائق خدمت ہے......؟"

"کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتی ہوں آپ سے۔"

"میں حاضر ہوں۔"

"آپ تھانہ انچارج ہونے کے باوجود اتنے خوش اخلاق کیوں ہیں......؟"

"اس لئے کہ میں نوخیز بھیڑیا ہوں۔ آپ نے اپنے ایک مضمون میں بھیڑیوں کی اقسام ی تھیں جن میں ہمارے شعبے کی طرف بھی اشارہ تھا۔ اسی کے حوالے سے عرض کر رہا ہوں چے خواہ ڈائنوسار کے ہوں شیر چیتے یا اونٹ کے ہوں نہ تو اتنے خونخوار ہوتے ہیں نہ اتنے کل جتنے بڑے ہوتے ہیں چنانچہ میں ابھی نوخیز بھیڑیا ہوں وقت کے ساتھ ساتھ مکمل ہو جاؤں لائم یہ کہ سب انسپکٹر کے عہدے پر تھا اور طویل عرصہ تک چانس نہیں تھا مگر اللہ نے موقع یا اس لئے ابھی اللہ یاد تھا۔"

"کیا نام ہے آپ کا......؟"

"محمد ریاض۔"

"ایک قتل کے بارے میں معلومات کرنا چاہتی ہوں ریاض صاحب- یہ قتل مارسٹن روڈ کے کوارٹر نمبر ایک سو گیارہ میں ہوا ہے-"

"مقتولہ کا نام جمیلہ بیگم تھا-"

"بالکل-" میں نے کہا-

"دو بہن بھائی تھے وہ- مکرم خان غیر شادی شدہ ہے اس کی بہن جمیلہ عمر رسیدہ عورت تھی اور کوئی بیس سال پہلے بیوہ ہوگئی تھی مکرم خان اور وہ حسین پور میں رہتے تھے مکرم خان پہلے چھوٹی موٹی نوکری کرتا رہا پھر کچھ پیسے جمع کر کے مسقط چلا گیا وہاں کئی سال نوکری کرتا رہا پھر اس کے ایک پاؤں میں درد شروع ہوگیا اور کسی بھی قسم کے علاج سے فائدہ نہیں ہوا تو وہ واپس حسین پور آگیا- مسقط کی کمائی نے ان کے حالات اچھے کر دیئے تھے مکرم خان کا ایک پیر بیکار ہوتا چلا گیا اور پھر وہ بیساکھی کا سہارا لینے پر مجبور ہوگیا- جمیلہ اسے یہاں لے آئی تاکہ اس کے مفلوج پاؤں کا علاج کروا سکے اور انہوں نے ایک اسٹیٹ بروکر کے ذریعہ یہ کوارٹر کرائے پر لے لیا- مگر پھر یہ حادثہ ہوگیا وہ فلم کا آخری شو دیکھنے گیا تھا اور جمیلہ گھر میں تھی چور گھس آئے اور جمیلہ کے نقد بیس ہزار روپے لے گئے- اس نے مداخلت کی ہوگی نتیجے میں وہ اسے قتل کر گئے- یہ کل کہانی ہے-"

"واردات منگل کی رات کو ہوئی........؟"

"جی ہاں-"

"پوسٹ مارٹم رپورٹ-"

"جی ہاں معمول کے مطابق........ قتل کا وقت سوا گیارہ بجے کا ہے-"

"موقع کا نقشہ........؟"

"فائل پیش کئے دیتا ہوں-" ریاض نے کہا اور میں نے نقشہ دیکھا- افراتفری کے آثار تھے اور جدوجہد کے نشان ملتے تھے- کوئی خاص بات نہیں تھی اس معاملے میں لیکن پھر ایک ننھے سے پرزے پر اس کوارٹر کا پتہ لکھا ہوا تھا- یہ کیا راز تھا- کچھ اور انوکھی باتیں بھی تھیں مثلاً اسی رات غازی صاحب بھی قتل ہوئے- اس سے قبل وہ پراسرار طور پر کوٹھی سے باہر بھی گئے تھے- ریاض کی آواز نے مجھے چونکا دیا-

"بظاہر یہ عام واردات ہے اور مجھے کوئی خاص اشارہ نہیں مل سکا- لیکن آپ کا اس واقعے میں دلچسپی لینا اسے پراسرار بناتا ہے-"

"کوئی اشارہ مل سکا آپ کو چور کے بارے میں........؟"

"آدھے درجن چور پکڑ چکا ہوں مگر کوئی اس واردات کا اقرار نہیں کرتا-"

"ارے........ یہ چور آپ نے کہاں سے پکڑے-"

"بس سلام دعا والے ہیں یہی کاروبار کرتے ہیں- مگران کا کہنا ہے کہ سات گھر چھوڑ کر-"

"کیا مطلب........؟"

"پڑوسی ہیں اپنے اس علاقے میں کچھ نہیں کرتے- میں نے چھاپہ مار کر تلاشی بھی لی ہے دو تین تو ابھی لاک اپ میں ہیں-"

"آپ دلچسپ انسان ہیں ریاض صاحب- جب تک آپ کے دانت نوکیلے نہیں ہو جائیں گے میں آپ سے ملتی رہوں گی اور اس مسئلے میں بھی آپ سے رابطہ رکھوں گی- کوئی خاص پتہ چلے تو آپ مجھے میرے دفتر رنگ کر دیں-"

"بہت بہتر........ اب آپ میرے ساتھ چائے پئیں گی-" اس نے بے تکلفی سے کہا اور میں نے اس کی یہ دعوت قبول کرلی- وہ بولا-

"مگر اس چھوٹے سے معاملے میں آپ کو ایسی کیا خاص بات محسوس ہوئی-"

"کچھ اور تحقیقات کرلوں پھر بتاؤں گی- ویسے ایک کام کرسکتے ہیں آپ........؟"

"کیا........؟" "مکرم خان کو گرفتار کرلیجئے........!" میں نے کہا اور وہ اچھل پڑا-

"کیوں........؟"

"صرف اس لئے کہ وہ نکل نہ جائے- میں اس سے ملی ہوں بہن کی موت سے وہ بہت بددل نظر آتا ہے کسی بھی وقت وہ یہ کوارٹر یہ شہر چھوڑ سکتا ہے ہماری تحقیقات ادھوری رہ جائیں گی-"

"ویسے تو اس میں کوئی مشکل نہیں ہے لیکن کوشش کر رہا ہوں کہ سب کچھ قانون کے دائرے میں ہو- ہاں اسے شہر یا کوارٹر نہ چھوڑنے کی ہدایت قانون کے دائرے میں آتی ہے کیونکہ کیس ابھی زیر تفتیش ہے آپ کہیں تو اسے ہدایت کر کے پہرہ لگوا دوں- مثلاً اس سے کہوں کے وہ ابھی یہ جگہ نہ چھوڑے-"

"جیسا مناسب سمجھیں ابھی اسے نکلنا نہیں چاہئے-"

"اطمینان رکھیں- نہیں نکلے گا-" ریاض نے کہا- چائے پیتے ہوئے میں سوچتی رہی کہ ریاض کو اس بارے میں کوئی اشارہ دوں یا نہ دوں- اچھا آدمی تھا میری طرف سے بددل نہ ہو جائے چنانچہ کافی غور کر کے میں نے کہا-

"دراصل یہ واردات ایک اور واردات سے منسلک ہوگئی ہے-"

"خدا کی قسم میں یہی دماغ دوڑا رہا تھا- کچھ اور بتانا پسند کریں گی........؟"

"غازی عادل محمود کے قتل کے بارے میں آپ نے اخبارات میں پڑھا ہوگا!"

"بالکل پڑھا ہے........"

"اسی وقت قتل ہوئے تھے اور مجھے کچھ ایسے شواہد ملے ہیں جن سے غازی صاحب کا یہاں سے کچھ رابطہ معلوم ہوتا ہے-"

"مائی گڈنس........! بات کافی سنسنی خیز ہوگئی ہے بہرحال میری جو ڈیوٹی لگائی گئی ہے میں

اسے پورا کروں گا۔" میں نے ریاض کا شکریہ ادا کیا اور پھر وہاں سے پلٹ پڑی۔ کام آگے بڑھ رہا تھا میں کسی قیمت پر اس معاملے کو نظرانداز نہیں کرسکتی تھی۔ مگر واقعات بڑے سنسنی خیز تھے ایک زنجیر کی کچھ کڑیاں بکھری پڑی تھیں مسز غازی کا کردار بھی الجھ گیا تھا۔ رافعہ نے ان کے بارے میں جو کچھ کہا تھا وہ غور طلب تھا اس پر بھی سوچ رہی تھی اور پھر......... وہ کاغذ جو ایک پراسرار کہانی سناتا تھا۔ شام کو پانچ بجے ہسپتال کے گیٹ سے اندر داخل ہوگئی۔ مسز غازی کے کمرے کے پاس پہنچی تو رافعہ کی آواز سنائی دی۔ "آجاؤ لبنیٰ میں تمہارا انتظار کررہی تھی۔" مسز غازی جاگ رہی تھیں اور حسب معمول خاموش تھیں۔ میں ان کے چہرے کا جائزہ لیتی رہی۔ یہ چہرہ بہت عجیب تھا بہت حیرتناک .... پھر میں نے ان سے ان کی خیریت پوچھی۔

"ٹھیک ہوں بیٹی.........!" انہوں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"امی مجھے یورپ بھیجنا چاہتی ہیں۔" رافعہ نے عجیب سے لہجے میں کہا اور میں چونک کر انہیں دیکھنے لگی۔

"ہاں میرے رائے ہے کہ یہ کچھ ماہ باہر گزار لے .... ورنہ یہاں .... یہاں ...." مسز غازی کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔

"میں امی کو تنہا کیسے چھوڑ سکتی ہوں لبنیٰ تم خود بتاؤ۔"

"جن پر میری تنہائیاں دور کرنے کی ذمے داری تھی انہوں نے ہی خیال نہ رکھا تو اور کون.........؟" ان کی آواز رندھ گئی۔

"ان کے دشمن کون ہوسکتے ہیں بیگم صاحبہ.........؟" میں نے موقع سے فائدہ اٹھایا۔

"آہ کاش کسی پر شبہ ہوتا' کسی پر شک ہوتا' تو میں' تو میں۔" بیگم صاحبہ کے لہجہ میں ایک حسرت سی محسوس ہوئی۔ مزید کوئی بات نہیں کرپائی تھی کہ کسی نے دروازے پر دستک دی اور پھر شہریار اندر داخل ہوگیا۔ اس نے ایک نگاہ سب پر ڈالی اور پھر مسز غازی کی طرف متوجہ ہوگیا۔

"میں آپ کا بیان لینا چاہتا ہوں مسز غازی" اس نے کہا۔

"مجھ سے کیا پوچھنا چاہتے ہو پولیس آفیسر' میری کائنات لٹ گئی ہے ایک ٹوٹے برتن سے جو آواز ابھرتی ہے اسے میری آواز سمجھ لو........."

"ہماری کچھ ذمہ داریاں ہوتی ہیں بیگم صاحبہ۔ ہم بھی دوسروں کے غم سے متاثر ہوتے ہیں مگر وہ فرائض بھی انجام دینا چاہتے ہیں جو ضروری ہوتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے اپنا فرض پورا کرو!" مسز غازی نے کہا اور آنکھیں بند کرلیں۔

"آپ کی شادی کو کتنا عرصہ گزر گیا؟" مسز غازی دیر تک خاموش رہیں پھر بولیں۔

"تقریباً پچیس سال۔"

"آپ کے والدین؟"

"ماں میرے ہوش سنبھالنے سے پہلے مرچکی تھیں' والد اس کے کچھ عرصے کے بعد'

بڑے بھائی نے میری شادی کی وہ کینیڈا میں رہتے ہیں۔"

"آپ کے درمیان کیسے تعلقات تھے؟"

"ایسے کہ میں انہیں قتل نہیں کرسکتی تھی۔"

"خدانخواستہ۔ میرا یہ مطلب نہیں ہے' کیا غازی صاحب اپنے کچھ راز آپ سے چھپاسکتے تھے؟"

"ان کا کوئی راز ہی نہیں تھا۔"

"کسی کاروباری رقابت کے بارے میں کچھ بتاسکتی ہیں۔"

"ایسی کوئی بات نہیں تھی۔"

"وہ اپنی کوئی پریشانی آپ سے چھپاتے تھے؟"

"ہرگز نہیں۔"

"تب پھر وہ ڈیڑھ ماہ سے کیوں پریشان تھے؟"

شہریار نے سوال کیا اور مسز غازی نے بند آنکھیں کھول دیں۔ اس سے پہلے وہ سارے جوابات آنکھیں بند کئے دیتی رہی تھیں۔

"میں سمجھی نہیں۔"

"ڈیڑھ ماہ سے وہ کچھ پریشان تھے اور کھوئے کھوئے رہتے تھے۔ کیوں؟"

"یہ تم سے کس نے کہا۔"

"اس بات کو آپ جانے دیں۔"

"ایسی کوئی بات نہیں تھی۔"

"کیا وہ دوستوں کے ہاں تقریبات میں حصہ لیتے تھے؟"

"اپنی مصروفیات کے مطابق۔"

"یونس علی کے ہاں شادی کی تقریب ہوئی انہیں شرکت کرنا تھی؟"

"ہاں .... صرف شادی میں۔"

"آپ نے وہاں جاتے ہوئے ان سے دوسرے دن کے پروگرام کے بارے میں پوچھا تھا۔"

"یہ خالص ذاتی سوالات ہیں"......... بیگم غازی نے کہا۔

"بیشک ہیں لیکن معاملہ قتل کا ہے" شہریار نے ٹھوس لہجہ میں کہا۔

"طے یہ ہوا تھا کہ میں یونس علی کے ہاں رہوں گی دوسرے دن شام کو پانچ بجے واپس آؤں گی پھر ہم دونوں تیار ہوکر دوبارہ وہاں جائیں گے۔"

"آپ کس وقت گھر سے روانہ ہوئیں۔"

"صحیح وقت مجھے یاد نہیں۔"

"اندازاً"

"ساڑھے آٹھ بجے ہوں گے۔"

"اس وقت وہ کہاں تھے؟"

"میرے پاس۔"

"شکریہ بیگم صاحبہ۔ یونس علی کے ہاں آپ کس وقت پہنچیں؟"

"کیوں مجھے الجھا رہے ہو آفیسر۔ کیا یہ بے مقصد سوالات نہیں ہیں۔" بیگم صاحبہ کچھ مضطرب نظر آنے لگیں۔

"یونس علی کے ہاں آپ کس وقت پہنچیں؟"

"صحیح وقت یاد نہیں بتا چکی ہوں۔"

"آپ کار ڈرائیو کرتی ہیں؟"

"ہاں........ کبھی کبھی۔"

"یونس علی کے ہاں جاتے ہوئے آپ نے اپنے ڈرائیور ہاشم خان کو پرنس اسکوائر کے چوراہے پر اتار دیا تھا۔"

"کیا مطلب ہے"........ بیگم غازی کا لہجہ تیز ہو گیا۔

"آپ نے اس سے کہا تھا کہ وہ آرام سے یونس علی کے ہاں پہنچ جائے' آپ درمیان میں کسی سے مل کر وہاں پہنچیں گی۔"

"نہیں یہ غلط ہے۔ کیا ہاشم خان نے یہ بیان دیا ہے؟"

"آپ یونس علی کے ہاں جس وقت پہنچیں وہاں کون کون تھا کیا مہندی جا نہیں چکی تھی کیا اس وقت بارہ نہیں بجے تھے؟"

"کیا تم پاگل پن کی باتیں نہیں کر رہے ہو آفیسر؟۔"

"یہ بیان یونس علی کے اہل خاندان کا ہے آپ کے ڈرائیور ہاشم خان کا ہے۔"

"بکواس کرتے ہیں وہ سب۔"

"قتل کے تقریباً پندرہ روز قبل اچانک غازی صاحب نے اپنا وصیت نامہ تیار کرایا تھا۔ فرزند علی ایڈووکیٹ کو جانتی ہیں آپ۔"

"تم........ تم میرا دماغ خراب کر دو گے میں........ میں اب تمہاری کسی بات کا جواب نہیں دوں گی۔ میں........ آہ........ تم کہنا کیا چاہتے ہو........ آہ........ آہ" بیگم صاحبہ کی طبیعت بگڑنے لگی۔

"آپ فرزند علی ایڈووکیٹ کو جانتی ہیں۔"

"ہاں جانتی ہوں۔"

"آپ کو ان دونوں وصیت ناموں کا علم ہے جو غازی صاحب نے تیار کرائے۔ جائیداد

کاروبار اور محفوظ رقومات کا 60 فیصد انہوں نے آپ کو دیا' 40 فیصد مس رافعہ کو' آپ بتا سکتی ہیں اس کی ضرورت کیوں پیش آئی' جبکہ آپ کی صرف ایک بیٹی ہے" شہریار نے کہا۔

"نکل جاؤ یہاں سے........ نکل جاؤ' گیٹ آؤٹ مجھے کچھ معلوم نہیں........ میں کچھ نہیں جانتی' سب جھوٹ بول رہے ہیں' میرے خلاف سازش ہو رہی ہے' مجھے بلیک میل کرنا چاہتے ہو تم........ میں........ میں مرجاؤں گی خوشی سے مرجاؤں گی' میں جینا نہیں چاہتی کچھ نہیں ہے میری زندگی میں' آہ........ آہ........ آہ" بیگم صاحبہ نے ایک زوردار چیخ ماری اور بیہوش ہو گئیں۔

"سوری مس رافعہ........ ویری سوری........ میں ڈاکٹر کو بلاتا ہوں" شہریار بولا اور باہر نکل گیا۔ میں سکتے کی حالت میں رہ گئی تھی۔ یہ انکشافات میرے لئے بھی اہم تھے۔ شہریار بہت تیزی سے سفر کر رہا تھا' کچھ دیر کے بعد ڈاکٹر آیا اور مسز غازی کی دیکھ بھال کرنے لگا۔ رافعہ کی کیفیت بے حد عجیب تھی۔ ڈاکٹر نے مسز غازی کو دو انجکشن دیئے اور شہریار سے بولا۔

"سوری آفیسر۔ ان کا سوتے ہی رہنا مناسب ہے ورنہ نقصان پہنچ سکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے ڈاکٹر........! خدا حافظ" شہریار بولا اور میری طرف دیکھے بغیر باہر نکل گیا۔ میرا دل خون ہو گیا تھا شہریار پر شاید دیوانگی سی طاری تھی بہرحال وہ اس مسئلے میں کافی محنت کر رہا تھا' میں نے رافعہ سے کہا۔

"رافعہ کیا تم مجھے فرزند علی ایڈووکیٹ کے بارے میں کچھ بتا سکتی ہو؟"

"ابو کے قانونی مشیر ہیں" اس نے کہا اور خاموش ہو گئی مگر دماغ میں کھچڑی پک رہی تھی خاص طور سے یہ انکشاف کہ بیگم غازی مہندی والی رات بارہ بجے تک غائب رہی تھیں پھر وہاں پہنچی تھیں۔ کیوں آخر کیوں........ پھر ایک اور خیال میرے ذہن میں آیا' عجیب سا خیال تھا' شہریار اگر اس برق رفتاری سے سفر کر رہا ہے تو اس کے راستے نہیں رکنے چاہئیں' وہ کاغذ........ جو ایک اہم دستاویز ہے اپنی جگہ پہنچ جانا چاہئے تاکہ اس سے مدد مل سکے۔ اسے ہوشیاری سے اس کی جگہ پہنچانا ہو گا یہ ازحد ضروری ہے مگر اس کی نقول میرے پاس رہنی چاہئیں شہریار سے لاکھ رنجش سہی مگر میں اس کی کامیابی کی خواہاں تھی........ دل سے........ دل و جان سے۔

○---------☆---------○

یہ کام میرے لئے مشکل نہیں ثابت ہوا۔ رافعہ تک میری رسائی تھی اور میں عادل محمود کی کوٹھی میں باآسانی آ جا سکتی تھی۔ مسز غازی ابھی ہسپتال میں تھیں رافعہ نے مجھے بتایا کہ اب ان کے کمرے کے سامنے دو پولیس کانسٹیبلوں کا اضافہ ہو گیا ہے دوسرے ہی دن میں نے اس میڈیکل رپورٹ کی دو کاپیاں کرا کے اپنے پاس محفوظ کر لیں اور موقع نکال کر اسے اسی فائل میں نتھی کر دیا۔ رافعہ کوٹھی میں موجود تھی اور نڈھال نظر آ رہی تھی اس کا چہرہ پیلا پڑ گیا تھا۔

"ہمت ہار رہی ہو رافعہ........" میں نے کہا۔

"نہیں لبنیٰ....... لیکن نوشتہ دیوار مجھے نظر آرہا ہے کیا ہو گیا....... اور کیا ہونے والا ہے
کچھ عرصے میں تمام تر احساسات کے باوجود' میں مطمئن تھی مجھے اپنا مستقبل صاف ستھرا نظر آتا
تھا- تم یقین کرو لبنیٰ میں نے اب تک زندگی بڑے اعتماد سے گزاری ہے میں نے کبھی اپنا دل
داغدار نہیں ہونے دیا- میں والدین کے حقوق جانتی تھی- کچھ نوجوانوں نے مجھے متاثر کیا لیکن
میں نے خود کو سنبھالے رکھا اپنے مستقبل کے فیصلے کا حق میں نے اپنے والدین کے لئے محفوظ
رکھا- امی کی بے اعتنائی کے باوجود....... مگر اب....... ابو چلے گئے مجھے کوئی تفصیل دیئے
بغیر....... اور امی....... وہ اب مجھے زیادہ مشکوک نظر آرہی ہیں- حالانکہ سب کچھ تھا' سب کچھ
ہے لیکن مجھے ان سے نفرت کبھی نہیں محسوس ہوئی نہ ہی انہوں نے میرے ساتھ کبھی کوئی
نفرت بھرا سلوک کیا- بس یوں لگا مجھے کبھی کبھی' جیسے وہ مجھے بھول گئی ہوں' انہیں ماں بننا نہ آتا
ہو- اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوا- تم بتاؤ مجھے کیا نتیجہ اخذ کروں ان حالات سے ابو ہمارے
پاس نہیں ہیں پولیس کا لہجہ اچھا نہیں ہے کیا ہو گا- میرا کیا ہو گا-"

"غازی صاحب کو واپس نہیں لایا جا سکتا رافعہ مجبوری ہے لیکن تم خود کو سنبھالو تم نے
ان کے قاتل کو کیفر کردار تک پہنچانے کا عزم کیا ہے اس پر قائم رہو- میں نے تمہاری مدد کا وعدہ
کیا ہے-" میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا اور رافعہ بے چین ہو کر رو پڑی-

"کیسے سنبھالوں لبنیٰ....... پولیس کیا کہہ رہی ہے- پولیس آفیسر کا لہجہ امی سے کڑا کیوں
تھا- ابو نے ایسا وصیت نامہ تیار کر دیا- کیا خیال تھا ان کے ذہن میں-"

"میں تمہاری پریشانی سمجھ رہی ہوں بھئی- لیکن یہ خوف یہ خدشات زندگی کھو دیں گے
تمہاری' حوصلہ کر کے خود کو حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار کرو......."

رافعہ روتی رہی- اس سے زیادہ اسے سمجھانے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں تھے کچھ
دیر اس کے پاس رکی اور پھر وہاں سے چل پڑی شہریار نے اپنا کام کر لیا تھا مگر میں ہاتھ پر ہاتھ
رکھ کر نہیں بیٹھ سکتی تھی- شہریار نے جو کچھ بتایا تھا وہ بے حد سنسنی خیز تھا اسے ڈرائیور ہاشم
خان سے کافی مدد ملی تھی- یہ بات یقیناً بہت ہولناک تھی کہ مسز غازی یونس علی کے ہاں رات کو
بارہ بجے پہنچی تھیں- اس دوران وہ کہاں تھیں؟ غازی عادل نے وصیت نامہ کیوں تیار کرایا تھا؟
ان تمام معاملات میں اگر روشنی کی کوئی کرن چمکتی تھی تو صرف مکرم کے نام پر....... اس کا
کردار کیا تھا اور اس کا پتہ غازی صاحب کے پاس کیوں موجود تھا وہ بھی اس مشکوک انداز میں؟

بہت سی سوچیں' بہت سے خیالات اور پھر ایک تصور ان تمام خیالات پر حاوی ہو گیا- میں
مارسٹن روڈ چل پڑی- شہریار سے ملنے والے اشاروں پر آگے قدم بڑھا سکتی تھی لیکن میرے اور
اس کے درمیان ایک چیلنج کی سی صورتحال تھی- میں ان لائنوں سے الگ کام کرنا چاہتی تھی
حالانکہ بہت سی ایسی کام کی باتیں معلوم ہو سکتی تھیں جو وہ نہیں معلوم کر سکا- جس وقت میں
تھانے کے احاطے میں داخل ہوئی ریاض پولیس جیپ کے پاس کھڑا ایک ایس آئی سے بات کر رہا

تھا- مجھے دیکھ کر مسکرانے لگا اور پھر اُس نے تیزی سے آگے بڑھ کر جلدی کار کا دروازہ کھولا-

"ہیلو ریاض-"

"ہیلو مس لبنیٰ کیسے مزاج ہیں-"

"بالکل ٹھیک ہوں یہ بتاؤ کہیں جا رہے ہو-"

"جا نہیں آرہا ہوں-" اس نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا-

"میری اس وقت آمد ناگوار تو نہیں گزری......."

"غیریت کا اظہار ضروری ہے- آیئے" ریاض نے آگے بڑھتے ہوئے کہا میں اس کے
ساتھ آفس میں آگئی تھی- اس نے میرے لئے کرسی کھسیٹی تھی پھر بولا "کیا پیش کروں-"

"چائے" میں نے جوابدیا پھر بولی "مصروفیت کا کیا عالم ہے-"

"کوئی خاص نہیں-"

"اس سلسلے میں کام آگے بڑھا-"

"جی ہاں مکرم کو گرفتار کر لیا ہے میں نے-"

"او کوئی خاص بات-"

"بالکل نہیں- آپ نے جو کچھ کہا تھا اس پر غور کیا اس بات کا خدشہ ہو گیا کہ وہ نکل نہ
جائے چنانچہ اسے اٹھا لایا- کوئی اور بات نہیں معلوم ہوئی سوائے اس کے کہ وہ مارفیا کا عادی
ہے-"

"انجکشن-"

"جی ہاں-"

"دے رہے ہو......."

"مجبوری ہے ورنہ مر جائے گا-" ریاض نے جواب دیا-

"غازی عادل کے سلسلے میں تو کوئی نہیں آیا- میرا مطلب ہے سپیشل برانچ سے-"

"نہیں کوئی نہیں......."

"کچھ آگے کام کرنے کا موڈ ہے-"

"سو فیصد ہے-"

"ایک بات صاف کہہ دوں یہ کام صرف میرے لئے ہو گا تمہیں صرف اتنا فائدہ ہو گا کہ
قتل کا سراغ مل جائے گا-"

ریاض مسکرانے لگا- پھر بولا "مجھے بھی ایک صاف بات کہنے کی اجازت ہے-"

"بالکل ہے-"

آپ کا اخبار بہت بڑا ہے اور آپ کے اختیارات بھی کسی مشکل میں پھنسا تو ساتھ دیں
گی-"

"روہیلہ خاندان کی ایک فرد کا وعدہ ہے۔"

"کام بتایئے۔" وہ بولا۔

"مکرم سے اس کا حسین پور کا پتہ معلوم کرو پھر وہاں جاکر اس کے بارے میں پوری رپورٹ لو مجھے اس کے ماضی کی تفتیش درکار ہے۔"

"یہ تو میں خود کرنے والا تھا آپ کا کام تو نہ ہوا۔"

"پھر بھی اسے آدھا میرا کام سمجھ لو۔"

"میں نے اس سے پتہ لے لیا ہے آج ہی شام چلا جاتا ہوں۔" ریاض نے جواب دیا اور میں نے ایک بار پھر اس کا شکریہ ادا کیا۔ چائے پینے کے بعد میں وہاں سے واپس چل پڑی تھی۔

O---------☆---------O

شام ہوئی تو بدن میں اینٹھن سی پیدا ہونے لگی تھی۔ خاص طور سے سات بجے کا وقت تو بڑا شاق گزرتا تھا لیکن اس دن کے بعد سے گرین فاؤنٹین کے سامنے سے گزرنا چھوڑ دیا تھا اگر کہیں اتفاق سے شہریار نظر آجاتا تو سوچتا کہ اس کی تلاش میں آئی ہوں۔ بڑا دھواں بھر گیا تھا اس کی طرف سے دل میں۔ بڑی مشکل سے خود کو سنبھالتی تھی اور قوت ارادی سے کام لے کر اسے بھولنے کی کوشش کرتی تھی۔ اپنے تجسس کو بھی فراموش نہیں کر سکتی تھی ایک آدھ بار دل میں خیال آیا کہ غازی عادل والے معاملے کو جہنم رسید کر دوں۔ میرا ان معاملات سے کیا واسطہ شہریار کو کام کرنے دوں۔ مگر مشکل تھا اور پھر رافعہ کا بھی خیال تھا رافعہ سے روزانہ ہی ملاقات ہوتی تھی انہوں نے درخواست کی تھی دوسرے دن بھی اس کے پاس گئی تھی اور وہ اسی کیفیت میں ملی تھی۔

"امی کیسی ہیں۔"

"اب بالکل ٹھیک ہیں مجھ سے ضد کر رہی ہیں کہ میں لندن چلی جاؤں۔"

"تم نے وجہ نہیں پوچھی۔"

"نہیں میں نے انکار کر دیا ہے۔"

"پولیس آفیسر تو دوبارہ نہیں آیا۔"

"وہ جاتا ہی کہاں ہے۔ ہسپتال میں امی کے پاس گیا تھا اور وہاں ان سے یہی سوال کرتا کہ ہاشم ڈرائیور کو چھوڑ کر وہ کہاں گئی تھیں؟؟"

"کوئی جواب دیا انہوں نے........"

"نہیں کہتی ہیں کہ سب بکواس کرتے ہیں۔"

"ہوں تم نے تو اس بارے میں ان سے کچھ نہیں پوچھا۔"

"نہیں........ کیا مجھے یہ سوال کرنا چاہئے تھا۔"

"کیا پولیس افسر سے تمہاری ملاقات ہوئی تھی........ میرا مطلب ہے کہ وہ تمہارے

سامنے ہسپتال آیا تھا۔"

"ہاں........ بعد میں گھر بھی آیا تھا۔"

"اوہ یہاں کیوں آیا تھا........" میں نے چونک کر پوچھا........

"یہ گھر اب نہ جانے کس کس کی ملکیت ہے۔ بے سہارا ہو گیا ہے نا۔" رافعہ نے سسکی سی لے کر کہا۔ پھر بولی۔ "تلاشی لینے آیا تھا امی کے کمرے کی۔"

"کوئی خاص بات بتائی۔"

"نہیں بس تلاشی لیتا رہا پھر چلا گیا۔" رافعہ نے کہا پھر بولی "میں انکل فرزند علی کے پاس گئی تھی ان سے وصیت نامے کے بارے میں پوچھا پولیس افسر کا کہنا درست تھا میں نے انہیں کافی کریدا لیکن انہوں نے کہا کہ یہ غازی صاحب کی خواہش تھی اور بس اس کی کوئی وجہ نہیں بتائی تھی انہوں نے پھر میں نے بڑی ترکیب سے ایک بار پھر مسز غازی کے کمرے تک رسائی حاصل کی اور صرف وہ فائل دیکھی جس میں میں نے دوبارہ وہ میڈیکل رپورٹ نتھی کر دی تھی۔ یہ دیکھ کر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی کہ فائل میں سے میڈیکل رپورٹ غائب تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ شہریار نے اس رپورٹ پر توجہ دی تھی خیر یہ اندازہ تو مجھے تھا کہ وہ گاؤدی نہیں ہے۔ شام کو چار بجے کے قریب ریاض کا فون موصول ہوا اس نے کہا "تین بجے واپس پہنچا ہوں آپ کے دفتر آجاتا مگر سوچا کہ یہ آپ کی پسند کے خلاف نہ ہو اب حکم دیں کہاں ملاقات کی جائے۔"

"میرے آنے میں کوئی حرج ہے۔"

"ہرگز نہیں۔ لیکن یہ گستاخانہ الفاظ میں نہیں ادا کر سکتا۔"

"اوہ تکلف کی حد کر دی تم نے میں آرہی ہوں۔ تھانے سے ہی فون کر رہے ہونا۔"

"جی........"

"بس پندرہ منٹ میں پہنچ رہی ہوں۔" میں نے کہا اور ٹھیک پندرہ منٹ کے بعد میں ریاض کے سامنے تھی۔ اس نے چائے کے ساتھ دیگر لوازمات کا انتظام کر رکھا تھا میں نے بیٹھتے ہوئے کہا "حسین پور میں کوئی کامیابی ہوئی۔"

"آپ دیکھ نہیں رہیں" ریاض میز کی طرف اشارہ کر کے بولا جہاں پھل اور بسکٹ وغیرہ سجے ہوئے تھے۔

"سمجھی نہیں۔"

"نذرانہ عقیدت ہے آپ کا کوئی کام کیا ہو یا نہ کیا ہو میں نے کام کرنے کا ایک طریقہ سیکھا ہے اور یہ استاد کی خاطر ہو رہی ہے۔"

"واہ" میں ہنس پڑی پھر میں نے کہا "اب تفصیل ہو جائے۔"

"جی اس نے اپنا حسین پور کا پتہ درست بتایا تھا لیکن جس جگہ کا اس نے پتہ بتایا تھا وہاں

وہ تقریباً ساڑھے پانچ سال پہلے آکر آباد ہوئے تھے۔ اس سے پہلے کہاں تھے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ محلے والوں کے خیالات دونوں بہن بھائیوں کے بارے میں اچھے نہیں تھے خاص طور سے مکرم کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ایک اوباش نوجوان تھا نشے وغیرہ کا عادی جھگڑالو بھی تھا اور ایک بار نشے کے عالم میں اس نے ایک شخص کو چاقو بھی مار دیا تھا جس پر اسے دو ماہ کی سزا ہوئی تھی۔"

"کیا وہ مسقط میں رہا تھا۔"

"بالکل نہیں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملا۔"

"وہاں ان کے مالی حالات کیسے تھے۔"

"بہت اچھے ان کے پاس منی آرڈر آتے تھے جو بڑی بڑی رقموں کے ہوتے تھے اور انہیں سے ان کا گزارا چلتا تھا۔"

"اوہ اوہ کیا یہ پتہ نہیں چل سکا کہ یہ منی آرڈر کہاں سے آتے تھے۔"

"یہاں سے جاتے تھے۔"

"کیا مطلب......" میں اچھل پڑی۔

"جی ہاں کوئی ارشاد علی خان یہ منی آرڈر بھیجتے تھے ایک سو سترہ نشاط کالونی سے۔"

"ایک سو سترہ نشاط کالونی۔" میں نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں ایک سو سترہ نشاط کالونی ایک خالی پلاٹ ہے جس پر کوئی عمارت تعمیر نہیں ہوئی اب سے چند منٹ قبل میرے ایس آئی نے یہ رپورٹ دی ہے جسے میں نے فوراً اس پتے پر روانہ کر دیا تھا۔"

"گویا جعلی نام سے یہ منی آرڈر بھیجے جاتے تھے۔"

"بالکل۔"

"ظاہر ہے وہاں تم نے پوسٹ آفس سے یہ معلومات حاصل کی ہوں گی میرا مطلب ہے حسین پور میں۔"

"جی بالکل......" ریاض نے جواب دیا۔

"بڑا کام کیا ہے تم نے واقعی محنت کی ہے میں تمہاری ترقی کی پیش گوئی کرتی ہوں ہاں ایک خاص بات اور یہ لوگ حسین پور سے کب چلے تھے۔"

"کوئی اڑھائی تین ماہ پہلے...... اور ایک خاص بات اور بتا دوں آپ کو وہاں مکرم خان بالکل ٹھیک تھا اور اس کے پاؤں میں کوئی تکلیف نہیں تھی۔"

"ارے" میں اچھل پڑی کچھ دیر خاموشی سے ریاض کو دیکھتی رہی پھر میں نے گہری سانس لے کر کہا "ریاض اب مکرم خان کی زبان کھلوانا ضروری ہو چکا ہے۔"

"بالکل۔"

"پھر کیا خیال ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا ریاض نے میز پر لگی گھنٹی بجائی ایک کانسٹیبل آیا تو انہوں نے کہا۔

"مغل شاہ کو بلاؤ۔" کانسٹیبل چلا گیا تو میں نے مغل شاہ کے بارے میں پوچھا کہ یہ کون ہے تو ریاض نے بتایا "زبان کھلوانے کا شعبہ اس کے پاس ہے کمبخت دور قدیم کا کوئی شاہی جلاد لگتا ہے کسی کو اذیت دیتے ہوئے اس کے چہرے پر ایک شکن نہیں ہوتی۔ یہاں اس تھانے میں ڈرائنگ روم کا انچارج ہے" باہر سے بین کے بجنے کی آواز ابھر رہی تھی یہ آواز دیر سے آرہی تھی مگر ظاہر ہے قابل توجہ نہیں تھی البتہ اچانک ہی میرے ذہن میں ایک خیال آیا اور میں نے جلدی سے کہا۔

"یہ آواز سن رہے ہو۔"

"کونسی آواز۔"

"شاید سپیرے ہیں بین بجا کر سانپ کا تماشہ دکھا رہے ہوں گے۔"

"ایں...... ہاں...... شاید مگر......" ریاض نے کہا۔

"انہیں یہاں بلوا لو۔ ایک پرانا حربہ مکرم پر استعمال کریں گے۔ یہ پتہ لگائیں گے کہ وہ معذور ہے یا نہیں۔" میں نے کہا اور ریاض اچھل پڑا۔ اس کے چہرے پر کھلنڈرے پن کے آثار نمودار ہو گئے۔ اتنی دیر میں ایک دیوہیکل کانسٹیبل اندر آگیا اور اس نے سلوٹ کیا۔ لمبی داڑھی تھی اور چہرے سے دہشت ٹپکتی تھی۔

"مغل شاہ ان سپیروں کو احاطے میں پکڑ لاؤ۔ آواز آرہی ہے نا......"

جی صاحب" مغل شاہ نے کہا اور مشینی انداز میں باہر نکل گیا۔ چند لمحات کے بعد میں اور ریاض احاطے میں پہنچ گئے۔ دو سپیرے تھے جو بہت خوفزدہ نظر آرہے تھے۔ مغل شاہ دو کانسٹیبلوں کے ساتھ انہیں دھکے دیتا اندر لایا تھا۔

"کوئی گلتی ہو گیا مائی باپ۔ گریب لوگ ہیں ہم تو...... ہمارا کسور مائی باپ......" ایک سپیرے نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"ڈرو نہیں تمہارے پاس سانپ ہیں۔" ریاض نے پوچھا۔

"جی مائی باپ...... مگر سب بیکار ہے زہریلا نہیں ہے۔"

"ہمیں تم سے کام ہے ہمارا کام کرو پچاس روپے ملیں گے۔"

"حکم کرو سرکار ہم گلام ہیں۔"

"ایک ایسا سانپ چاہئے جو بالکل بے ضرر ہو' کسی کو نقصان پہنچا تو تمہاری شامت آجائے گی۔" ریاض نے کہا۔

"ابھی لو مائی باپ ابھی لو" سپیرا جلدی سے جھولی نیچے رکھ کر اسے کھولنے لگا۔ میں نے کہا۔

"لاک اپ میں کوئی ایسی جگہ ہے۔"

"ہاں عقب میں چھوٹی سی کھڑکی موجود ہے کام آسانی سے بن جائے گا۔"

"مکرم وہاں اکیلا ہے۔"

"بالکل۔"

"تب ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اس دوران سپیرے نے ایک کوڑیالا ناگ نکال لیا تھا جسے اس نے ہاتھ پر لپیٹ لیا۔ اس کے بعد ہم اس سپیرے کو لے کر چل پڑے........ مغل شاہ کو اس کی ذمہ داری سونپ کر سارا کام سمجھا دیا تھا اور میں ریاض کے ساتھ لاک اپ کے سامنے والی گیلری میں آ گئی یہاں سے ہم مکرم کا جائزہ لے سکتے تھے۔ وہ زمین پر چاروں شانے چت پڑا ہوا تھا بیساکھی اس سے کچھ فاصلے پر موجود تھی۔ یہیں سے ہم نے چھوٹی کھڑکی کی طرف دیکھا اس کے عقب میں مغل شاہ اور سپیرا نظر آ رہے تھے۔ سپیرے نے آہستہ سے سانپ کا سر کھڑکی سے اندر داخل کیا اور پھر اسے نیچے چھوڑ دیا۔ مکرم شاہ بے سدھ پڑا ہوا تھا سانپ آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ پھر وہ مکرم شاہ کے بالکل قریب پہنچ گیا اور پھر اس کے بدن پر چڑھنے لگا۔ مکرم شاہ نے چونک کر گردن اٹھائی پھر اس کی ایسی خوفناک آواز گونجی کہ دیواریں جھنجھنا گئیں۔ اس نے برق کی مانند تڑپ کر سانپ کو خود پر سے جھٹک دیا اور پھر ایک الٹی چھلانگ لگا کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے حلق سے تیز تیز آوازیں نکلنے لگیں۔

"سانپ........ سانپ........" وہ سلاخوں والے دروازے کی طرف بھاگا لیکن وہاں کوئی سنتری موجود نہیں تھا۔ مکرم نے وہاں سے بھی چھلانگ لگائی وہ بے حد پھرتیلا تھا۔ اس بار اس نے جھپٹ کر بیساکھی اٹھا لی تھی۔ ادھر سانپ بھی چوکنا ہو گیا تھا۔ اس نے پھن اٹھا لیا مگر مکرم شدت خوف سے پاگل ہو گیا تھا۔ اس نے بیساکھی سانپ پہ پھینک ماری اور سانپ اس کی لپیٹ میں آ گیا۔ ساتھ ہی مکرم اس پر جھپٹا اور اس نے سانپ کو بیساکھی کے نیچے دبا دیا۔ پھر اس نے نہایت مہارت سے اسے رگڑ کر رکھ دیا تھا۔ میں ریاض کو اشارہ کر کے آگے بڑھ گئی۔ مکرم نے ہم دونوں کو دیکھا اور دہشت بھرے انداز میں سانپ کی طرف اشارہ کر کے بولا........ "سانپ نکل آیا تھا' سانپ۔"

"کوئی بات نہیں مکرم خان تم نے اسے مار دیا نا۔"

"اور یہ مجھے ڈس لیتا تو........؟"

"تو تم مر جاتے .... مگر تم بغیر بیساکھی کے کھڑے ہوئے ہو۔ میرا خیال ہے تمہارا پاؤں ٹھیک ہو گیا۔" مکرم کا چہرہ اتر گیا۔ وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے ہم دونوں کو دیکھنے لگا۔ اسی اثناء میں مغل شاہ سپیرے کے ساتھ آ گیا تھا۔ دو اور کانسٹیبل بھی اس کے ساتھ تھے۔ سپیرے نے مردہ سانپ اٹھا لیا اور ریاض نے اسے دو سو روپے دے کر بھگا دیا' پھر وہ مغل شاہ سے بولا۔

"اسے لے کر ڈرائنگ روم میں آ جاؤ۔" ہم دونوں وہاں سے چل پڑے۔ میرا دل دھڑک رہا تھا

نہ جانے کیوں مجھے لگ رہا تھا کہ میں کامیابی کے قریب ہوں۔ کچھ ہو جائے گا۔ ضرور کچھ ہو جائے گا۔ پھر میں نے ڈرائنگ روم دیکھا۔ دیوار پر چمڑے کے کوڑے لٹکے ہوئے تھے ایک طرف ٹکٹکی کھڑی ہوئی تھی۔ مکرم خان کو دھکے دے کر ڈرائنگ روم میں داخل کر دیا گیا۔

"سر جی یہ پھر بیساکھی بیساکھی کی رٹ لگا رہا تھا۔" مغل شاہ نے کہا۔

"میرا خیال ہے اس بار تم اسے سچ مچ لنگڑا کر دو۔" ریاض نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"ظالمو........ ظلم نہ کرو' حساب دینا پڑے گا........ روز قیامت حساب دینا پڑے گا۔" مکرم نے خونخوار لہجے میں کہا۔

مغل شاہ نے اسے گردن سے پکڑ کر ٹکٹکی کی طرف دھکیلا۔ اس نے جدوجہد کی تو مغل شاہ نے اسے ایسا تھپڑ رسید کیا کہ وہ اوندھا گر پڑا۔ دو کانسٹیبلوں نے اسے اٹھا کر ٹکٹکی کے پاس پہنچایا اور اسے ٹکٹکی میں نہایت بیدردی سے کس دیا گیا۔ مجھے بے حد دکھ ہو رہا تھا اور اس وقت عجیب سا احساس دل میں ابھر رہا تھا۔ وہ انسان ہی تھا اور ایک جیتے جاگتے انسان کے ساتھ یہ سلوک........ مگر........ ریاض آہستہ آہستہ اس کے قریب پہنچا تو میں بھی اس کے ساتھ ہی آگے بڑھ گئی۔ مکرم خان وحشت زدہ نظروں سے ریاض کو دیکھ رہا تھا۔ میں نے کہا۔

"سنو مکرم خان........ اس سے پہلے کہ تم پر سختی کی جائے اگر تم ہمارے سوالوں کے جواب دے دو تو یہ سب کچھ نہیں ہو گا۔" جواب میں اس نے ایک غلیظ سی گالی بکی تھی۔ اور ریاض کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

"نہیں لبنیٰ جی........ یہ جو کچھ ہے اس کا اندازہ آپ کو ہو رہا ہو گا۔ ہمیں اس سے بات کرنے دیں۔" ریاض نے کہا۔ پھر خونخوار لہجے میں مکرم سے بولا۔

"آپ کا پاؤں اچانک کیسے ٹھیک ہو گیا مکرم صاحب........؟"

"میں' میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔ مر رہا ہوں میں' مجھے انجکشن دیدو' کل سے........ کل سے میری حالت خراب ہے کل سے........ ایک انجکشن دیدو مجھے۔"

"فضل........ ایک انجکشن اور سرنج لے آؤ۔" ریاض نے کہا اور جس کانسٹیبل کو اس نے مخاطب کیا تھا وہ باہر نکل گیا۔ تب اس نے کہا۔ "تم نے اپاہج ہونے کا ڈھونگ کیوں رچایا تھا۔"

"ڈھونگ........ نہیں........ میں اپاہج ہوں........ وہ تو .... وہ تو سانپ دیکھ........ آہ میرا پاؤں ٹھیک ہو گیا۔ خدا تمہارا بھلا کرے۔"

"جمیلہ کو کس نے قتل کیا ہے مکرم۔" ریاض نے پوچھا۔

"یہ تمہیں معلوم کرنا چاہئے۔ تمہارا کام ہے یہ........ وہ مرئل ابھی تک انجکشن نہیں لایا کسی اور کو بھیجو انسپکٹر صاحب۔"

"تم مسقط کب گئے تھے۔"

"ارے بھاڑ میں گیا مسقط...... اپنی لگائے ہوئے ہو میری حالت خراب ہو رہی ہے ساری ہڈیاں کڑکڑا رہی ہیں اور تم......" ریاض نے مغل شاہ کی طرف دیکھا اور مغل شاہ نے ایک بید سنبھال لیا۔ پھر شائیں کی آواز کے ساتھ بید مکرم کی کمر پر پڑا اور مکرم کٹتے ہوئے بکرے جیسی آوازیں نکالنے لگا۔ "مر گیا رے...... مر گیا...... ارے مر گیا۔" دوسرا بید بھی ٹھیک اسی جگہ پڑا تھا۔

"تم مسقط کب گئے تھے......؟"

"نہیں گیا تھا۔ کبھی نہیں گیا تھا۔ جھوٹ بولا تھا میں نے۔ ہائے کھال اڑا دی ارے مر گیا۔"

"حسین پور سے پہلے تم دونوں بہن بھائی کہاں رہتے تھے......؟"

"جہنم میں......!" اس نے کہا اور مغل شاہ کا بید پھر اپنے نشانے پر پڑا۔ اس بار مکرم نے کوئی آواز نہیں نکالی تھی بلکہ چونک کر ریاض کو دیکھنے لگا تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "مارو...... جتنا مار سکتے ہو مارو...... دیکھوں کیا پوچھ لیتے ہو مجھ سے......؟"

میں نے اس تبدیلی پر چونک کر اسے دیکھا تھا۔ اسی وقت کانسٹیبل ایک سرنج اور دو انجکشن لے آیا تھا۔ مکرم خان نے جلدی سے کلائی آگے بڑھا دی۔ "لگا دے بھائی جلدی سے لگا دے......!"

"یہ دونوں انجکشن تمہیں لگا دیئے جائیں گے مکرم خان مگر اس وقت جب تم سارے سوالوں کا جواب دے دو گے۔"

"پہلے انجکشن لگا دو...... پھر جواب دوں گا۔"

"لے جاؤ...... یہ انجکشن لے جاؤ۔" ریاض نے کانسٹیبل سے کہا۔ اور کانسٹیبل واپس جانے لگا۔ مکرم خان چیخ چیخ کر رونے لگا تھا۔ وہ دہائی دے رہا تھا سر پٹخ رہا تھا اور میرا دل دکھ رہا تھا۔

"کوئی ہے...... کوئی ہے جو میری مدد کرے۔ کوئی ہے اس دنیا میں۔" اس نے روتے ہوئے کہا میں بے اختیار آگے بڑھی اور میں نے رومال سے اس کے آنسو خشک کئے چہرہ صاف کیا اور پھر کانسٹیبل کو آواز دی تو وہ رک گیا۔

"اسے انجکشن لگاؤ فضل۔ اسے ایک انجکشن لگا دو۔"

"اوہ لبنیٰ جی...... پھر تو یہ کچھ بھی نہیں بولے گا اسے طاقت مل جائے گی۔" ریاض نے کہا۔

"پلیز ریاض...... اسے ایک انجکشن لگوا دو...... پلیز۔" میں نے کہا اور ریاض نے کانسٹیبل کو اشارہ کر دیا۔ چند لمحات کے بعد مکرم کو انجکشن دے دیا گیا۔ میں نے اس کے چہرے کا پسینہ خشک کیا اور کہا۔ "تم نے مجھے گالی دی تھی نا مکرم...... اور گالیاں دو مجھے میں تمہاری بہن ہوں جمیلہ ہوں میں...... دیکھو...... مجھے غور سے دیکھو...... میں تمہاری بہن ہوں مکرم اور

گالیاں دو مجھے...... بند رکھو اپنی زبان کچھ نہ بتاؤ میں انہیں تم پر ظلم نہیں کرنے دوں گی۔ اسے کھول دیں انسپکٹر صاحب۔ مجرم ہے تو بند کر دیں اسے مگر یہ سب نہ کریں۔ وہ بھی تو اسے چاہتی ہو گی۔ نہیں میں یہ سب کچھ نہیں دیکھ سکتی۔ میری آنکھیں اس بہن کو دیکھ رہی ہیں جس کی روح اس کے لئے بے چین ہو رہی ہے۔"

"بکو مت...... بکواس مت کرو...... بکواس مت کرو......" اس نے پھر ایک گالی بکی اور پھر چیخ چیخ کر رونے لگا۔ "جمیلہ...... جمیلہ...... کیا کروں میں...... بتا مجھے میں کیا کروں۔"

"اسے کھول دو ریاض۔" میں نے کہا اور ریاض نے مغل کو اشارہ کیا۔ مغل نے اسے ٹکٹکی سے اتار لیا وہ زار و قطار رو رہا تھا۔ پھر وہ وہیں زمین پر بیٹھ گیا۔ اس نے روتے ہوئے کہا۔

"قتل کر دیا اس نے میری بہن کو مار دیا اس کتے نے۔ مامتا نے مار دیا تھا اسے۔ پاگل ہو گئی تھی وہ مامتا کی ماری ایک بھی نہ مانی میری...... بہت کمینہ تھا ہمارا باپ...... آوارہ' جواری' شرابی' خیرآباد میں رہتے تھے ہم' ماں مر چکی تھی وہ مجھے ماں بن کر پال رہی تھی مگر باپ کی آوارگیوں نے اسے زندہ درگور کر رکھا تھا۔ جو گھر میں جوا کھیلتا تھا برے لوگ آتے تھے ہمارے گھر میں میرا باپ اپنی حسین بیٹی کا لالچ دے کر لوگوں کو لوٹتا تھا۔ بہت خوبصورت تھی وہ اپنی جوانی میں مگر رو رو کر زندگی گزار رہی تھی۔ ہر لمحہ اسے اپنی آبرو کا کھٹکا لگا رہتا تھا۔ وہ دہشت زدہ رہتی تھی ان لوگوں سے جو ہمارے گھر آتے تھے۔ ہمارا باپ ہم دونوں کو مارتا تھا وہ اسے بری زندگی گزارنے پر مجبور کرتا تھا وہ کہتا تھا کہ جمیلہ اس کی بات مان لے تو عیش کی زندگی گزرے ہماری۔ مگر وہ خود کو بچائے ہوئے تھی۔ پھر وہ شیطان ہمارے گھر آیا جوا کھیلنے اپنے دوست کے ساتھ۔ اس دن کوئی اور نہیں آیا تھا بس وہ دونوں تھے۔ جوا نہ ہوا میرے باپ نے اس سے جمیلہ کے بارے میں بات کی اور وہ جمیلہ سے ملا۔ جمیلہ نے اس کے پاؤں پکڑ لئے رو رو کر اس سے آبرو کی بھیک مانگی اور وہ اوتار بن گیا۔ دولت مند آدمی تھا اس نے میرے باپ سے بات کی اسے دھمکیاں دیں۔ پھر کہا کہ وہ ہمارا سارا خرچ اٹھائے گا کوئی غلط کام نہ کیا جائے میرا باپ مان گیا اس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور پھر اس نے جمیلہ سے نکاح کر لیا۔ وہ ہزاروں روپے بھیجتا تھا۔ ہمیں مہینہ پندرہ دن کے بعد جمیلہ کے پاس آتا تھا۔ مکان بھی دوسرا لے دیا تھا اس نے ہمیں تاکہ ہمارے باپ کے برے دوستوں کا رخ اس طرف نہ ہو۔ بعد میں اس نے بتایا کہ وہ شادی شدہ ہے اس لئے جمیلہ کو اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتا۔ بات بن گئی تھی پھر جمیلہ کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی۔ بہت خوش تھی جمیلہ...... مگر اس اژدہے نے اسے لوٹ لیا۔ وہ جمیلہ کی بیٹی کو اپنے ساتھ لے گیا کیونکہ پہلی بیوی سے اس کے ہاں کوئی اولاد نہیں تھی۔ اس نے بڑی منت سماجت کی تھی جمیلہ کی نہ جانے کیا کیا واسطے دیئے تھے اسے۔ جمیلہ آہوں میں ڈوب گئی۔ اس کے بعد اس کے چہرے پر خوشی نہ آئی۔ اس مردود نے پہلے مہینوں پھر سالوں میں آنا شروع کر دیا پھر سالوں میں بھی آنا بند کر دیا۔ ہاں اپنی عزت بچانے کے لئے وہ رقم ضرور بھیجتا تھا۔ ہمارا باپ مر گیا۔ میری

صحبت شروع سے ہی خراب تھی میں نشے کا عادی ہو گیا تھا۔ اسی لئے میں بھی اپنی بہن کے لئے کچھ نہ کر سکا۔ زندگی گزار دی اس نے۔ مگر میری ساری برائیوں کے باوجود وہ مجھے دل سے چاہتی تھی ارے سب کچھ تھی وہ میری۔ سب کچھ تھا میں اس کا۔ اور پھر...... پھر اسے موت کا دورہ پڑا۔ اسے خواب میں اپنی بیٹی نظر آئی اور وہ پاگل ہو گئی اس کے لئے وہ اس سے ملنا چاہتی تھی اسے دیکھنا چاہتی تھی۔ ہمیں اس کے منی آرڈر حسین پور سے ملتے تھے ہم حسین پور آگئے اسے تلاش کیا وہ نہیں ملا البتہ اس کا وہ منحوس دوست مل گیا جو اسے پہلی بار ہمارے گھر لایا تھا۔ ہم نے وہاں مکان کرائے پر لے لیا تھا۔ میں نے اس دوست سے معلومات حاصل کیں تو پتہ چلا کہ وہ کنبہ حسین پور نہیں رہتا۔ ہمیں اس کا دوست منی آرڈر کرتا تھا۔ اسی کے ذریعہ یہ کام ہو رہا تھا۔ اسے بلایا گیا اور اس نے جمیلہ کو پھر جھوٹی تسلیاں دینا شروع کر دیں۔ اسے بتایا کہ اس کی بیٹی شہزادیوں کی طرح پل رہی ہے۔ وہ اس کی بیوی کو ماں سمجھتی ہے۔ اسے سب کچھ پتہ چلا تو وہ مر جائے گی اور جمیلہ پھر مان گئی۔ مگر اس کی ممتا تڑپ رہی تھی۔ کئی ماہ گزر گئے۔ رقم پھر منی آرڈر کرتا تھا مگر جمیلہ کو روگ لگ گیا تھا۔ وہ ایک بار اپنی بیٹی سے ملنا چاہتی تھی اسے دیکھنا چاہتی تھی اس کی یہ خواہش شدید ہو گئی۔ پاگل ہو گئی وہ۔ تب مجبوراً میں نے اس کے دوست سے اس کا پتہ مانگا۔ وہ نہ مانا تو میں نے اس کی گردن پر چھری رکھ دی اور اسے پتہ بتانا پڑا۔ میں جمیلہ کی حالت دیکھ رہا تھا۔ یہ بھی جانتا تھا کہ اس کا دوست اسے اطلاع کر دے گا اور جمیلہ کا مقصد پھر ادھورا رہ جائے گا اس لئے میں نے اس کی گردن اتار دی۔ اسے ہلاک کرنا ضروری تھا میرے لئے۔ پھر ہم دونوں یہاں آگئے۔ میں نے کوارٹر کرائے پر لے لیا اور اسے تلاش کرنے لگا۔ کافی دن کے بعد اس کا پتہ چلا تھا۔ میں نے اس سے بات کی اسے جمیلہ کی آمد کے بارے میں بتایا تو وہ پھر جمیلہ کے پاس آگیا۔ اس نے پھر وہی کہانیاں جمیلہ کو سنانا شروع کر دیں۔ اس نے بتایا کہ جمیلہ کی بیٹی ملک سے باہر گئی ہوئی ہے۔ وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہی ہے مگر اب جمیلہ بہل نہیں رہی تھی اس نے کہا کہ اب وہ مجبور ہو گئی ہے اس کی ممتا چاہتی ہے کہ وہ ایک نگاہ اپنی بیٹی کو دیکھے اس سے ملے تو اس نے کہا کہ ٹھیک ہے وہ انتظام کر دے گا اسے باہر کے ملک سے بلا لے گا۔ مگر اس کمینے نے میری بہن کی آہ...... اس نے اس کی آخری خواہش نہ پوری کی۔ اس وقت وہ آیا...... میں اسے جمیلہ کے پاس چھوڑ کر باہر چلا گیا اور پھر بہت دیر کے بعد میں واپس آیا تو...... میری بہن ہلاک کر دی گئی تھی اس نے اپنی عزت اپنا وقار بچانے کے لئے میری بہن کو موت کی نیند سلا دیا تھا۔ میری کائنات...... میری بہن...... اور میں اس کی موت کو بھلا نہیں سکتا تھا۔ میں اس کے قاتل کو جانتا تھا اس کے گھر کا راستہ جانتا تھا۔ میں اس کے گھر پہنچا اور میں نے...... میں نے اس کی گردن کاٹ دی۔ بڑا خوش تھا کتا...... مجھے بھول ہی گیا تھا...... یہ بھول گیا تھا کہ میں زندہ ہوں جیسا بھی ہوں جمیلہ کا بھائی ہوں میں۔ مار دیا میں نے اسے مار ڈالا میں نے اسے...... مار ڈالا موذی کو......" وہ زور زور سے چیخنے لگا۔ اور مجھے اندازہ بھی نہ

ہو سکا کہ کب میری آنکھوں سے آنسو نکل کر رخساروں کا رخ اختیار کر چکے ہیں۔

ریاض کی آواز نے مجھے چونکایا تھا۔ "مغل شاہ...... اسے لاک اپ میں پہنچا دو"

"مغل اسے دوسرا انجکشن بھی دیدو۔" میں نے کہا اور مغل شاہ نے خاموشی سے میرے حکم کی تعمیل کی۔ ریاض کا چہرہ بھی اداس تھا۔ اپنے آفس میں آکر اس نے کہا۔

"آپ نے صحیح نشاندہی کی تھی مس لبنیٰ۔ غازی عادل کا کیس یہی تھا ویسے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں آپ سے۔"

"کیا......؟"

"اس وقت آپ واقعی جذباتی ہو گئی تھیں اس کے لئے...... یا ہمیں ناکام ہوتے دیکھ کر آپ نے وہ جذباتی اداکاری کی تھی۔"

"سوری ریاض...... اس کا جواب نہ دے سکوں گی......!" میں نے گلوگیر لہجے میں کہا۔

سارا مسئلہ حل ہو گیا تھا ریاض کو میں نے چند مشورے دیئے تھے اور پھر وہاں سے چل پڑی تھی۔ یہ اتفاق ہی تھا کہ میرا رخ عادل محمود کی کوٹھی کی طرف ہو گیا تھا۔ بڑی پریشان تھی۔ اس وقت یہ کہانی دل دہلا رہی تھی۔ کیا انوکھی داستان تھی۔ بے چاری رافعہ اسے یہ سب کچھ معلوم ہو گا تو اس پر کیا گزرے گی۔ جینا مشکل ہو جائے گا اس کے لئے لیکن کچھ چھپایا بھی تو نہیں جا سکتا تھا اور پھر چھپانے سے فائدہ بھی کیا ہوتا۔

کوٹھی میں داخل ہو گئی۔ رافعہ سے ملاقات ہوئی۔ "امی ہسپتال سے آگئی ہیں۔" اس نے بتایا۔

"کیسی طبیعت ہے......؟"

"بس ٹھیک ہے اب تو یہ سب کچھ جاری رہے گا...... نہ جانے کب تک ہاں ایک امید ہے۔"

"کیا......؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"ان لوگوں کا تصور کرتی ہوں لبنیٰ...... جو ایسے حادثوں سے دوچار ہو چکے ہیں اب سب ٹھیک ہیں زندگی کے تمام معمولات میں دلچسپی لیتے ہیں دل کھول کر ہنستے ہیں وقت ایسا کر دیتا ہو گا۔ ہم بھی ضرور ٹھیک ہو جائیں گے۔ سب کچھ پہلے جیسا ہو جائے گا ابو کی کمی بھول جائیں گے ہم۔ بس دیکھنا یہ ہے کہ وہ وقت کب آئے گا ابھی تو بڑی گھٹن ہے بڑا خوف ہے۔ پولیس امی کے کمرے کے سامنے موجود ہے۔"

"ہسپتال سے کیوں آگئیں مسز غازی......؟" میں نے پوچھا۔

"کہنے لگیں دل گھبرا رہا ہے۔ ڈاکٹر نے اجازت دیدی۔"

ہم لوگ ابھی باتیں کر رہے تھے کہ پولیس کی دو گاڑیاں اندر داخل ہو گئیں۔ اگلی گاڑی سے انسپکٹر شہریار پوری وردی میں نیچے اترا۔ اس کے ساتھ چند اور افسر بھی تھے۔ میرے ذہن کو

جھٹکا سا لگا شہریار کا انداز کچھ بہتر نہیں تھا اس نے کہا۔ "میں بیگم صاحبہ سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"آیئے" رافعہ نے کہا۔ میں پورے اعتماد سے ان لوگوں کے ساتھ اندر داخل ہو گئی تھی۔ شہریار نے سنگین لہجے میں کہا۔

"محترمہ دردانہ عادل محمود میں واقعات اور کچھ ثبوتوں کی بنیاد پر آپ کو غازی عادل محمود کے قتل کے الزام میں گرفتار کر رہا ہوں آپ نے پولیس سے تمام حقائق چھپائے ہیں اور اس واردات کو الجھاوے دینے کی کوشش کی ہے آپ نے باقاعدہ منصوبہ بندی کر کے یہ واردات کی ہے اور اس کے پس پردہ کچھ عوامل ہیں مثلاً ایک شادی کے باوجود اپنی بیٹی کو آپ نے مری روانہ کر دیا کیونکہ یہ آپ کے منصوبے میں شامل تھا۔ واردات کی رات آپ کے شوہر گھر میں تھے اور آپ تیار ہو کر گھر سے نکلی تھیں لیکن اس کے بعد آپ کئی گھنٹے گم رہیں۔ دراصل آپ واپس آئی تھیں اور موقع کی تلاش میں تھیں آپ نے موقع ملتے ہی عادل محمود کو قتل کیا اور پھر خاموشی سے واپس جاکر تقریب میں شامل ہو گئیں۔ اس قتل کے پس پردہ کیا عوامل تھے اس کی تفصیل آپ خود عدالت کو بتائیں گی۔ بنیادی طور پر آپ اپنے شوہر سے شدید اختلاف رکھتی تھیں۔ غازی عادل محمود سماج اور معاشرے میں جو نیک نامی رکھتے تھے آپ اس سے متفق نہیں تھیں آپ کو شبہ تھا کہ وہ اپنی دولت اور جائیداد کا بڑا حصہ اس لڑکی کو دیدیں گے جو آپ کی بیٹی نہیں ہے مس رافعہ آپ کی اولاد نہیں ہیں مسز غازی کیونکہ آپ ابتدا سے بانجھ ہیں اور ہر طرح کے علاج کے باوجود ڈاکٹروں نے آپ کے بانجھ ہونے کا سرٹیفکیٹ دیا ہے جو آپ کے میڈیکل فائل سے پولیس کو دستیاب ہو چکا ہے۔ عادل محمود صاحب آپ کے ذہنی بحران سے واقف تھے۔ انہوں نے یہ نہیں سوچا تھا کہ آپ ایسا بھیانک قدم اٹھا سکتی ہیں البتہ انہیں یہ خدشہ ضرور تھا کہ جائیداد کا تنازعہ پیدا ہو گا چنانچہ انہوں نے اپنے وصیت نامے تیار کرائے اور انصاف سے کام لیتے ہوئے جائیداد تقسیم کر دی۔ لیکن افسوس آپ نے انتظار نہ کیا اور........"

شہریار کچھ دیر کے لئے رکا۔ میں سخت اضطراب کا شکار ہو گئی تھی شہریار حقائق تلاش نہیں کر سکا تھا اور نہایت نامکمل ثبوتوں کا سہارا لے کر جلدبازی کا مظاہرہ کر بیٹھا تھا میں نے بیگم غازی کا چہرہ دھلے لٹھے کی طرح سفید ہوتے ہوئے دیکھا۔ یہی کیفیت رافعہ کی تھی۔ تب میں آگے بڑھی اور میں نے کہا۔

"یہ تمام واقعات و شواہد آپ کی طرف سے پولیس کو مشکوک کرتے ہیں' بیگم صاحبہ اور پولیس آپ کو گرفتار کرنے پر مجبور ہے بصورت دیگر آپ کو اپنی خاموشی توڑ کر وہ اصل حقائق پولیس کے سامنے لانا ہوں گے جن سے حقیقی مجرم روشنی میں آتا ہے پولیس سے حقائق کو چھپانا جرم ہے مسٹر شہریار آپ کو ان حقائق کو آشکارا کرنے کا موقع دے رہے ہیں۔"

شہریار کا منہ کھلا اور پھر بند ہو گیا رافعہ نے صرف ایک بار مجھے دیکھا بیگم غازی کے چہرے میں تبدیلی بھی رونما ہوئی اور میں نے جلدی سے کہا۔ "ہاں بیگم صاحبہ۔ آپ بے شک نیک اور

شوہر پرست خاتون ہیں لیکن اب یہ سب کچھ چھپانے سے کوئی فائدہ نہیں جمیلہ کی کہانی پولیس کے علم میں آ چکی ہے مکرم خاں پولیس کی تحویل میں ہے۔"

بیگم غازی پھوٹ پھوٹ کر رو پڑیں۔ انہوں نے دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا لیا اور میں نے کہا "آپ کو حوصلے سے کام لینا ہو گا۔ آپ کو۔"

"وہ برے انسان نہیں تھے وہ بہت اچھے انسان تھے مگر ہر اچھا انسان کبھی نہ کبھی کسی فریب میں آ جاتا ہے ہاں میں بانجھ ہوں میرے کبھی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ مجھے اس کا دلی صدمہ تھا۔ بارہا میں نے ان سے کہا کہ وہ دوسری شادی کر لیں مگر وہ ہنس کر بولے کہ نہیں دردانہ تقدیر نے ہمیں جو کچھ دیا ہے وہی کافی ہے میں تم سے مطمئن ہوں اور بس۔ پھر وہ ایک حادثے کا شکار ہو گئے۔ جمیلہ نامی کسی لڑکی سے انہوں نے نکاح کر لیا جو ظلم کی چکی میں پس رہی تھی یہ قدم صرف انسانی ہمدردی کی بنیاد پر اٹھایا تھا بعد میں انہیں اس اقدام کا شدید احساس ہوا اور مضمحل رہنے لگے مجھے انہوں نے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا مگر میں ان کی پریشانی کو محسوس کر کے کئی بار اس بارے میں پوچھ چکی تھی پھر ایک دن انہوں نے ایک شیرخوار بچی میری آغوش میں دی اور کہا کہ یہ رافعہ ہے ان کے ایک دوست کی بچی جو دوسرے شہر میں رہتا ہے اس کی بیوی زچگی کے عالم میں فوت ہو گئی اور وہ بیرون ملک جا رہا ہے۔ اس نے یہ بچی ہمیں دیدی ہے' کیونکہ ہم بے اولاد ہیں اور وہ اس کی پرورش نہیں کر سکتا۔ میں نے ان کی بات پر یقین کر لیا تھا۔ اور میں بڑی چاہت سے اس بچی کو پروان چڑھانے لگی مجھے کوئی شبہ نہیں ہوا تھا وہ جمیلہ کا خیال رکھتے تھے اسے اخراجات مہیا کرتے رہتے تھے۔ جس کا علم مجھے طویل عرصہ کے بعد ہوا۔ ان کا ایک دوست جو ان کے اور جمیلہ کے درمیان رابطہ رکھتا تھا اتفاق سے غلطی کر بیٹھا اور اس کا ایک تفصیلی خط میرے ہاتھ لگ گیا۔ میں غم و غصے کا شکار ہو گئی۔ میں نے غازی سے کچھ نہ پوچھا اور خفیہ طور پر اس سلسلے میں تحقیقات کرنے لگی تب مجھے کافی حد تک حقائق معلوم ہو گئے۔ مگر میں نے پھر بھی ان سے کچھ نہ کہا۔ میں صبر کر گئی تھی مگر اس کے بعد رافعہ کے لئے میرے دل میں وہ مقام نہ رہا۔ میں اسے ماں جیسی چاہت نہ دے سکی میں نے دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ زندگی کی آخری سانس تک زبان بند رکھوں گی اگر وہ خود مجھے نہیں بتائیں گے تو میں بھی ان سے کچھ نہیں پوچھوں گی اور میں نے خود سے کیا ہوا یہ عہد نبھایا۔ زندگی گزر گئی' مجھے غم تھا۔ بہت غم تھا وہ مجھے یہ سب کچھ بتا دیتے تو کیا جرم تھا۔ اور پچھلے دنوں سے وہ پریشان تھے کافی پریشان تھے بارہا جی چاہا کہ ان سے ان کی پریشانی کے بارے میں پوچھوں مگر ہمت نہ پڑی۔ البتہ میں خفیہ طور پر معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ میں نے ان کا فون سننے کی کوشش کی جس میں کوئی مکرم نامی آدمی ان سے بات کرتا تھا۔ اس نے مارسٹن روڈ کا حوالہ دیا تھا مگر تفصیل مجھے معلوم نہیں ہو سکی۔ غلطی کی تھی میں نے۔ مجھے معلوم نہیں معلوم تھا کہ۔ یہ........ یہ........ سب کچھ ہو جائے گا وہ اس طرح ہم سے جدا ہو جائیں گے خدا کی قسم مجھے شبہ بھی

نہیں تھا۔"

"آپ نے یہ سب کچھ پولیس سے کیوں چھپایا بیگم صاحبہ۔"

"آہ۔ جس غم کو زندگی بھر سینے میں دبائے رکھا اسے اب ان کی موت کے بعد کیسے دنیا کے سامنے لے آتی۔ کیسے ان کی موت کے بعد انہیں رسوا کرتی" مسز غازی نے روتے ہوئے کہا۔

"جمیلہ کی کہانی یہ ہے بیگم صاحبہ۔ وہ طویل عرصہ تک برداشت کئے رہی مگر ماں تھی۔ باپ کے مرجانے کے بعد وہ اپنے اوباش بھائی مکرم کے ساتھ زندگی بسر کرتی رہی مگر اس کے دل میں بیٹی کو دیکھنے کی آرزو چٹکیاں لیتی رہی۔ اور اس نے بارہا غازی صاحب مرحوم سے کہا کہ اس کی بیٹی اسے واپس کر دی جائے اسے دکھائی جائے۔ غازی صاحب یہ جرات نہ کر سکے۔ وہ بزدلی کا مظاہرہ کر کے اسے ٹالتے رہے اس سے چھپتے رہے تب وہ دیوانگی کی حدود میں داخل ہو گئی۔ وہ اپنے بھائی کے ساتھ یہاں آگئی اور اس نے غازی صاحب کا پتہ لگا لیا اس کا مطالبہ شدت اختیار کر گیا مگر غازی صاحب کسی قیمت پر یہ راز نہیں کھلنے دینا چاہتے تھے غالباً انہیں اپنی اکلوتی بیٹی کا بھی خیال تھا کہ اسے یہ کہانی معلوم ہو گی تو اس پر کیا گزرے گی وہ سخت پریشان تھے اور اس پریشانی کے عالم میں انہوں نے جمیلہ کو قتل کر دینے کا فیصلہ کر لیا۔ حادثے والی رات جب آپ شادی میں شرکت کرنے گئیں تو وہ تیار ہو کر خاموشی سے باہر نکلے اور مارسٹن روڈ کے کوارٹر نمبر ایک سو گیارہ میں مقیم جمیلہ کو انہوں نے قتل کر دیا۔"

رافعہ کے حلق سے ایک گھٹی گھٹی چیخ نکلی تھی۔ پھر اس نے اپنا منہ دبا لیا میں نے ایک نگاہ اسے دیکھا اور بولی "جمیلہ کو قتل کر کے غازی صاحب نے سوچا کہ اب سب ٹھیک ہو گیا لیکن وہ اس کے بھائی مکرم کو فراموش کر بیٹھے۔ مکرم اپنی بہن کو بہت چاہتا تھا اپنی بہن کی لاش دیکھ کر وہ ضبط نہ کر سکا اور اس نے جوابی کارروائی کے طور پر اپنی بہن کے قتل کا انتقام لینے کے لئے اسی وقت آپ کی کوٹھی میں داخل ہو کر غازی صاحب کو قتل کر دیا۔"

"آہ۔ میں۔ بس اس وقت مارسٹن روڈ کے چکر لگاتی رہی میں جمیلہ کو تلاش کر کے اسے ملنا چاہتی تھی آہ کاش......... کاش........."

"مکرم کو مارسٹن تھانے کے انچارج نے گرفتار کر لیا ہے بیگم صاحبہ۔ اور اس نے اقرار جرم کر لیا ہے۔ آپ کو حقائق بتانے پر آمادہ کرنے کے لئے انسپکٹر شہریار نے یہ الفاظ آپ کے لئے کہے تھے۔"

انسپکٹر شہریار کا چہرہ انگارے کی طرح سرخ ہو رہا تھا وہ سخت بے چین نظر آ رہا تھا۔ پھر اس نے اپنے ساتھی افسران کو اشارہ کیا اور وہاں سے باہر نکل گیا۔

رافعہ بے اختیار ہو کر رونے لگی تھی اور میں عجیب سی کیفیات سے گزر رہی تھی شہریار کو بروقت غلط قدم اٹھانے سے روک دیا تھا ورنہ اسے سخت شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا۔ لیکن میں

نے حقیقی معنوں میں اس کا دماغ درست کر دیا تھا۔ میں جانتی تھی کہ وہ کیسی کڑی آزمائش سے گزر رہا ہو گا اور ان کے دل کی حالت کیا ہو گی۔ رافعہ پھوٹ پھوٹ کر روتی رہی۔ تب اچانک بیگم صاحبہ اپنی جگہ سے اٹھیں اور انہوں نے آگے بڑھ کر کہا۔

"رافعہ......... تم خود فیصلہ کرو......... میں نے تو......... میں نے تو نہ تمہاری ماں کو کوئی نقصان پہنچایا نہ تمہارے باپ کو......... میں نے تو ہمیشہ حالات سے سمجھوتہ کیا۔ میرا کیا قصور ہے بیٹی......... مجھے بتاؤ میرا کیا قصور ہے"......... رافعہ دوڑ کر بیگم غازی سے لپٹ گئی تھی......... اور پھر وہ روتے روتے بے ہوش ہو گئی تھی......... میں جانتی تھی کہ اب شہریار کے لئے کوئی مسئلہ نہیں رہ گیا ہے باقی کام وہ خود کر لے گا اس کے بعد اس کوٹھی میں رکنا بھی مناسب نہیں تھا اب یہ معاملہ ان دونوں کے درمیان تھا اور میری مداخلت قطعی غیر مناسب تھی البتہ اس غمناک کہانی نے مضمحل کر دیا تھا۔ اور میں کافی ذہنی دباؤ کا شکار رہی تھی۔ دوسرے دن صبح کے اخبار میں مکرم خاں کی غازی عادل محمود کے قاتل کی حیثیت سے گرفتاری کی خبر چھپی ہوئی تھی جسے پڑھنے کے بعد ریاض سے بھی رابطے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ دفتر پہنچ گئی اور اپنے معمول کے کاموں میں مصروف ہو گئی ذہن سے سارے تصورات جھٹک دیئے تھے یہ تو کائنات کی انسانوں کی کہانیاں تھیں۔ ہر کہانی میں کوئی نہ کوئی خاص بات ہوتی ہے البتہ دوپہر کے بعد رافعہ سے ملاقات کو جی چاہا تھا ان لوگوں کا تصور دل میں تھا۔ چنانچہ گاڑی سے وہاں چل پڑی۔ اندر داخل ہوئی تو ماحول میں کوئی خاص بات نہیں نظر آئی۔ تفضل حسین ہی ملا تھا۔

"سب خیریت ہے نا تفضل حسین۔"

"جی بی بی صاحبہ"

"رافعہ کہاں ہے"

"اپنے کمرے میں ہیں جی"

"پولیس تو نہیں آئی"

آئی تھی"

"کب"

"کل بھی دوبارہ آئی تھی آج بھی ہم لوگوں سے پوچھ گچھ کی گئی تھی" تفضل حسین نے بتایا اور میں رافعہ کے کمرے کی جانب چل پڑی۔ خلاف توقع رافعہ مجھے پرسکون نظر آئی وہ کسی کو فون کر رہی تھی مجھے دیکھتے ہی اس نے ریسور رکھ دیا اور بولی۔

"ارے۔ یہ دیکھو۔ میں تمہیں ہی فون کر رہی تھی تمہارے دفتر کا نمبر تلاش کیا تھا۔"

"کیسی ہو"

"ٹھیک ہوں" اس نے گہری سانس لے کر کہا۔ پھر میں بغور اس کا چہرہ دیکھنے لگی اس نے کہا میرے چہرے سے میرے تاثرات کا اندازہ لگانا چاہتی ہو میں خود تمہیں اپنے تاثرات بتاتا

چاہتی تھی تم سے مشورہ لینا چاہتی تھی۔"

"میں حاضر ہوں"

"دراصل لبنیٰ' میں نے حقیقتوں پر غور کیا ہے میں نے خودکشی کے بارے میں بھی سوچا مگر کیوں۔ میں کیوں مر جاؤں اس پوری کہانی میں میرا کیا قصور ہے لوگ اپنی پسند سے رہتے ہیں اپنے لئے رہتے ہیں باقی سب بعد کے کردار ہوتے ہیں اور ان کرداروں سے اپنی خواہش کے مطابق پیار کیا جاتا ہے۔ ابو۔ کیا کہوں ان کے بارے میں جو کچھ انہوں نے کیا۔ اپنی ذات کے تحفظ کے لئے کیا۔ کتنی بری بات تھی یہ۔ ایک عورت کے جذبات سے کھیلے وہ۔ اسے دھوکہ دیا۔ دوسری عورت سے اس کی اولاد چھین لی۔ اور جب اس کی ممتا چیخنے لگی تو اسے زندگی سے محروم کر دیا' ہم صرف اپنوں کے لئے روتے ہیں۔ دوسرے بھی تو ہیں وہ عورت اپنی ممتا ہی تو مانگ رہی تھی ان سے۔ مگر انہوں نے اسے موت دی۔ امی۔ ان کا رویہ درست تھا میرے ساتھ۔ ان کا دل بھی تو دکھتا ہو گا۔ پھر بھی انہوں نے مجھ سے کوئی انتقام نہ لیا بلکہ مجھے پروان چڑھایا۔ میں ان سے کیوں نفرت کروں میری ماں میرے دل میں چبھتی ہے کہ حقائق۔ میں نے حقائق کو تسلیم کر لیا ہے۔ اب میں اپنی امی کے ساتھ جیوں گی ان کی دیکھ بھال کروں گی وہ بھی تو اکیلی رہ گئی ہیں۔"

"تمہارا فیصلہ درست ہے رافعہ۔ یہ ایک دلیرانہ اور جرات مندانہ فیصلہ ہے ساری سچائیوں کے ساتھ" میں نے کہا۔ اس وقت معمولات سے فارغ ہو کر بستر پہ آئی دل میں کوئی خیال نہ تھا۔ فون کی گھنٹی بجی اور میں نے بے خیالی کے انداز میں ریسیور اٹھا لیا۔

"شہریار بول رہا ہوں" دوسری طرف سے آواز آئی........

فون کا ریسیور میرے ہاتھ میں کانپ کر رہ گیا۔ دل میں ایک عجیب سی لہر اٹھی۔ پھر میں نے خود پر قابو پا لیا اور سرد لہجے میں بولی "جی........؟"

ملنا چاہتا ہوں۔"

"کیوں........؟"

"کچھ ضروری گفتگو کرنی ہے۔"

"سوری........ مصروف ہوں۔"

"ایک ضروری مشورہ کرنا ہے۔" شہریار کے لہجے میں سپاٹ پن تھا۔

"میرے خیال میں آپ نے سنا نہیں شہریار صاحب میں نے عرض کیا ہے کہ میں مصروف ہوں۔" میں نے حد درجے سرد لہجے میں کہا۔

"تھوڑا سا وقت دے دیجئے ضروری کام ہے۔"

"مشکل ہے معافی چاہتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے بس' ایک بات سن لیجئے بعد میں نہ کہنا کہ میں نے جلد بازی کی اور آپ سے مشورہ نہ لیا۔"

"میں سمجھی نہیں۔"

"میں استعفیٰ دے رہا ہوں۔ کل میں یہ استعفیٰ پیش کر کے خود پر سے الجھنوں کا بوجھ اتار دوں گا۔"

"یہ آپ کا ذاتی فعل ہے۔ اتنی سی بات کے لئے آپ کو اس وقت مجھے فون نہیں کرنا چاہئے تھا۔ آپ کا جو دل چاہے کریں میرا اس سے کیا واسطہ۔" میں نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

"بہتر........!" اس نے کہا اور فون بند کر دیا۔ میں ریسیور ہاتھ میں لئے بیٹھی رہ گئی۔ دماغ میں شعلے کوند رہے تھے کنپٹیوں میں تپش محسوس ہو رہی تھی اس کی اس دوران کی ساری باتیں یاد آ رہی تھیں "جہنم میں جائے خود کو کیا سمجھتا ہے۔ یہ اداکاری کیوں کی تھی اس نے اس کا رویہ سخت توہین آمیز تھا۔ میں کس قدر پریشان ہو گئی تھی وہ تو کسی جاننے والے نے یہ محسوس نہیں کیا ورنہ میری کس قدر سبکی ہوتی۔" ریسیور رکھ کر میں دیر تک بیٹھی سوچتی رہی۔ سخت پیاس لگنے لگی تھی۔ بستر سے اتر کر پانی پیا اور پھر آنکھیں بند کر کے لیٹ گئی۔ "استعفیٰ دے رہے حضرت۔ دیدیں مجھ پر کیا احسان ہے۔ ضرورت سے کچھ زیادہ ہی سمجھ لیا ہے خود کو۔" پانی کی ٹھنڈک رگوں میں تیرنے لگی تو حواس درست ہونے لگے۔ "استعفیٰ دے رہا ہے تو دیدے مجھے بتانا ضروری تھا کیوں ضروری تھا مگر یہ استعفیٰ کیوں دیا جا رہا ہے اس کے بعد کیا کرے گا؟ کوئی نوکری آسانی سے مل جائے گی کیا اور مل بھی گئی تو........ تو اس کی حیثیت کیا ہو گی۔ اچھا خاصا نام کما لیا ہے۔ عہدہ بھی بڑھ گیا ہے اور افسران بالا کا تعاون بھی حاصل ہے۔ کسی کو کیا معلوم کہ اسے کس کا تعاون حاصل ہے اور معلوم بھی ہے تو کسی کو کیا۔ دماغ خراب ہو گیا ہے۔ استعفیٰ پیش کر کے آخر کرے گا کیا؟ ذمہ داریاں ہیں' دوسرے لوگ ہیں اور پھر"........ اور پھر دل سے ایک بے آہنگ آواز ابھری۔ وہ مائل ہے۔ مائل میرا ساتھی میرا دوست۔" سارا وجود دل کا ساتھی بن گیا۔ میں تنہا رہ گئی انگلیوں نے ریسیور اٹھایا۔ فون نمبر ڈائل کئے اور ہاتھ نے ریسیور کان سے لگا دیا۔

"ہیلو۔" دوسری طرف سے اس کی آواز سنائی دی جیسے گھنٹی بجنے کا انتظار کر رہا ہو۔

"کل گیارہ بجے میرے پاس دفتر آ جاؤ۔" زبان نے کہا۔

"بہتر۔" دوسری طرف سے جواب ملا ریسیور اپنی جگہ پہنچ گیا۔ میں اعضاء کی اس بغاوت پر دنگ رہ گئی۔ قصے کہانیوں کی جذباتی باتیں تھیں صرف تحریری چاشنی لیکن اس وقت جو کچھ دیکھا ناقابل یقین تھا۔ اس عمل میں میرا کوئی دخل نہیں تھا۔ نہ جانے یہ سب کیسے ہو گیا۔ میں دیکھتی رہ گئی۔ یہ میں نے نہیں کیا تھا اسے میں ایک انوکھا تجربہ کہہ سکتی تھی بے حد انوکھا۔

رات کو نہ جانے کب تک حیرانی سے سوچتی رہی تھی۔ دوسری صبح بھی انہی اثرات کا

شکار تھی چنانچہ طبیعت بوجھل رہی۔ دفتر پہنچ کر بھی ایک بے سکونی سی طاری رہی تھی۔ یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی اس نے جو دل چاہا کیا اور اس کے بعد پھر میری طرف دوڑ پڑا۔ کیا میں اتنی عام ہوں۔ سب کچھ بیکار ہے جو میری ذات میں ہے خواہ مخواہ خود پر اتراتی ہوں۔ "یہ رمز حمیت ہے اور حمیت ایک پراسرار جذبہ ہے جس کے ڈانڈے فطرت کی گہرائیوں میں اتنے نیچے ہیں کہ سمندر کی گہرائی بے معنی' پاتال کا تصور بے حقیقت۔ اس جذبے کو عام سمجھنے والے احمق ہیں کیونکہ اسی پر کائنات کے وزنی ستون تعمیر کئے گئے ہیں۔" ایک آواز نے کہا اور میں نے چپڑاسی کو بلا کر پانی طلب کر لیا۔

گھڑی کی سوئی گیارہ پر پہنچی تو وہ آگیا۔ سادہ لباس میں ملبوس خوش و خرم نظر آرہا تھا آنکھوں میں وہی پرانی کیفیت نظر آرہی تھی جو یونیورسٹی کے زمانے میں اس کی صفت تصور کی جاتی تھی۔

"ہیلو۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تشریف رکھئے۔" میرا لہجہ کھردرا تھا۔ وہ بیٹھ گیا۔ پھر بولا۔

"فدوی کو شہریار مائل کہتے ہیں۔ سو پشتوں سے ہے پیشہ اجداد شاعری نامساعد حالات کے بھنور نے کچھ گہرائیاں مقدر کر دیں خادم ہوئے مرحوم سمجھے گئے لیکن بھنور ہار گئے اور ہم پھر کائنات کی سطح پر ابھر آئے۔ بحیثیت مائل ایک بار پھر شہر دیکھا۔ موسم دیکھا' پچھلی رات نم ہواؤں نے مسامات سے سرگوشیاں کیں او کچھ اشعار وارد ہوئے۔ اجازت تو نہ ملے گی بلا اجازت پیش نیاز۔

ہم اکیلے نم ہوائیں' یہ گلابی سردیاں
آزمائیں گی ہمیں کب تک گلابی سردیاں
پھر وہی ٹوٹے دریچے' پھر وہی اجڑے کواڑ
آگئیں پھر میری کٹیا میں گلابی سردیاں
سینکنے لگتی ہیں مائل یہ بھی اپنے آپ کو
دیکھ کر جلتے ہوئے دیپک' گلابی سردیاں

"غزل تو کچھ طویل تھی لیکن رخ زیبا پر ناگواری کے تاثرات دیکھ کر مقطع پیش کر دیا ہے۔ خیر وقت یہ مجبوریاں بھی ٹال دے گا اور یقیناً ایک دن مکمل غزل پیش کریں گے ویسے مزاج کیسے ہیں۔"

تعجب ہے شہریار آپ جانتے ہیں یہ میرا دفتر ہے میں یہاں روزی کمانے آتی ہوں۔ اپنی ذمہ داریاں پوری کرتی ہوں اور آپ نے نہ جانے کیوں یہاں یہ مزاحیہ گفتگو کرنے چلے آئے۔" میں نے حقارت سے کہا۔

"ہم آئے نہیں ہیں بلائے گئے ہیں۔"

"جو درد بھری داستان آپ سنا رہے تھے اس کی تفصیل بتایئے میرا تعلق آپ کے اہل خاندان سے بھی ہے اور میں جانتی ہوں کہ آپ کو دوسری ملازمت آسانی سے تو نہیں ملے گی وہ لوگ پریشان ہو جائیں گے اس لئے آپ کو سمجھانا چاہتی ہوں۔"

"تعلق اہل خانہ سے "بھی ہے" بس یہی لفظ ہمت افزائی کرتا ہے۔ یعنی توسط ہم ہی ہوئے۔"

"شہریار صاحب' میں مصروف ہوں۔" میں نے کہا۔

اس کے باوجود آپ ہمیں جانے کو نہ کہیں گی۔ خیر ماضی میں بھی ہم نے آپ کو کبھی پریشان نہیں کیا۔ اس وقت بھی نہیں' جب آپ ہماری بے مائیگی کو سہا ہوا چھوڑ کر یورپ جا رہی تھیں۔ آج بھی ایسا نہ کریں گے ہم نے آپ سے کہا تھا کہ ایک شاعر جرم کی کائنات کا نکتہ کش نہیں بن سکتا جو مل گیا تھا اسے غنیمت جانا تھا۔ آپ نے شانے پر ہاتھ رکھ کر آگے دھکیل دیا۔ آپ دھکیلتی رہیں ہم لڑکھتے رہے۔ اس بار سوچا کہ آپ کے سہارے کے بغیر مخلصانہ انداز میں خود بھی کچھ کریں ہم نے بھرپور کوشش کی اور اعتراف شکست کرتے ہیں۔ یہ ایک آخری کوشش تھی کامیاب نہ ہو سکے اور آپ ہی کے سہارے آگے بڑھنا پڑا۔ یہ صرف آپ سے ہٹ کر کامیاب ہونے کی ایک کوشش کے طور پر تھا اس کے پس منظر میں کچھ بھی نہیں جو بدتمیزی ہوئی اس کے لئے خلوص دل سے معافی مانگنے آئے ہیں۔ اعتراف ایک اچھا عمل ہے اور خودشناسی کا اظہار سچائی۔ ہم چاند کے مسافر نہ بن سکیں گے آج چاند کو اس کا آسمان واپس دے رہے ہیں تھوڑے کہے کو بہت جانئے خدا حافظ۔" وہ کرسی کھسکا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

میرے کان جھنجھنا رہے تھے۔ اس کے الفاظ میری روح میں اتر رہے تھے۔ ان میں زخم خوردگی تھی درد و کرب تھا لمحے بھر میں یہ درد میرے دل میں اتر گیا پاگل تھا وہ ایک جذباتی شاعر۔

"رکو' سنو...... بیٹھ جاؤ۔"

"فطرت انسانی کا آغاز ہو گیا۔ رحم کے جذبے ابھر آئے سچ ہے نا......؟" اس نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا اور میں نے اس مسکراہٹ سے لہو کے قطرے ٹپکتے ہوئے دیکھے۔ وہ سچ مچ زخمی تھا۔

"تم پاگل نہیں بولو کیا تم پاگل نہیں ہو۔"

"شاید......!"

"بالکل پاگل ہو تم...... نوکری چھوڑ دو گے۔ اپنے گھر جاؤ گے نا......؟" میں نے کہا۔

"ہاں......!"

"اس گھر میں' میں نے نہیں ہوں گی واپس آکر مجھ سے کیا کہو گے بتاؤ کیا جواب دو گے مجھے؟ بہت اچھے شاعر ہو تم کائنات کو الفاظ میں سمیٹ لیتے ہو۔ حالانکہ ابھی تم "میں اور تو" کے

درمیانی فاصلے بھی طے نہیں کر سکے ہو "ہم" کے معنی جانتے ہو۔ سطحی انسان جانتے ہو "ہم" کیا ہے۔" میں جذباتی ہو گئی وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگا پھر آہستہ سے بولا۔

"لبنیٰ......!"

"نام مت لو میرا' مجھے عورت ہونے پر شرمسار نہ کرو۔ تم مرد ہو واپس جا سکتے ہو۔ میں عورت ہوں جس کے دل پر پڑنے والا پہلا سایہ اس کی تمام عمر کا احاطہ کر لیتا ہے وہ "میں" سے شروع ہو کر "تو" پر ختم ہو جاتی ہے اور اگر اسے کبھی "ہم" مل جائے تو آخری سانس کی ادائیگی کر کے وہ آسمان پر ستارہ بن جاتی ہے کبھی کسی رات کو غور سے ان چمکتے ستاروں کو دیکھنا شاعر تمہیں ہر ستارے سے ایک "ہم زدہ" عورت کی مسکراہٹ چمکتی نظر آئے گی۔ وہ خلاء میں روشن اپنے عکس کی نگران ہوتی ہے۔ سمجھے تم۔ اگر بینائی ساتھ دے تو ایسا ضرور کرنا۔ ایک بار...... ایک بار یہ کوشش ضرور کرنا۔ میں نے تم میں خود کو تعمیر کرنا چاہا تھا۔ مگر تم نے مجھے قبول نہیں کیا۔ براہ کرم جاؤ پلیز شہریار اب تم جاؤ۔" میرے ہونٹ بھنچ گئے تھے۔ اور شہریار خاموشی سے مجھے دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا۔

"تھوڑا سا کام اور تھا لبنیٰ۔"

"خدا کے واسطے شہریار...... جاؤ تم جاؤ۔ پلیز میں تمہارے ہاتھ جوڑتی ہوں۔" میں نے کہا۔

"صرف ایک منٹ۔" اس نے کہا۔

"پلیز شہریار۔" میں نے کہا اور وہ بادل نخواستہ اٹھ گیا پھر خاموشی سے باہر نکل گیا۔ میں فوراً اٹھ کر باتھ روم کی طرف چل پڑی۔ یہ دفتر تھا کوئی بھی آ سکتا تھا۔ مجھ پر ہیجان طاری ہو گیا تھا اور میں کسی کو اپنی کیفیت نہیں بتانا چاہتی تھی۔ باتھ روم جا کر میں دیر تک اپنا چہرہ دھوتی رہی۔ مضبوط قوت ارادی سے کام لے کر میں نے خود کو سنبھالا اور پھر باہر آ گئی۔ اپنی میز پر بیٹھ کر ہی کام کرنے لگی اور خود کو اپنے کام میں گم کر لیا۔ پھر شام ہو گئی۔ آج پورا دن دفتر میں گزار دیا تھا کام تو کیا ہی کیا بس خود کو مصروف رکھا تھا۔ مقررہ وقت پر نیچے اتری اور گاڑی کی طرف چل پڑی۔ شہریار گاڑی کے قریب کھڑا ہوا تھا۔ دھول میں اٹا دھوپ سے جھلسا ہوا میں چونک پڑی اس کا حلیہ بتا رہا تھا کہ وہ صبح سے یہاں کھڑا ہے۔

"تم......؟" میں نے کہا۔

"تھوڑی سی فرصت ہے۔" اس نے لجاحت سے کہا۔ دل ڈوبنے لگا تھا ایک انوکھی تڑپ بیدار ہو گئی تھی۔

"تم کب آئے۔ یہاں کیوں کھڑے تھے۔ اوپر کیوں نہ آ گئے؟"

"تم ناراض ہو جاتیں۔"

"آؤ۔" میں نے جلدی سے دروازہ کھول کر کہا۔ وہ گھوم کر دوسری طرف آ بیٹھا تھا۔ میں

نے اس کے قریب بیٹھ کر گاڑی اسٹارٹ کی اور تیزی سے چل پڑی اس وقت مون لینڈ جانا مناسب تھا۔ وہ خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ مون لینڈ پہنچ کر میں نے اسے ساتھ لیا اوپر پہنچی اور کہا۔

"باتھ روم جاؤ اور حلیہ درست کر لو۔" وہ گردن جھکا کر یہ کام کر رہا تھا۔ اس کی غیر موجودگی میں میں نے ویٹر کو طلب کر کے کئی چیزوں کا آرڈر دیدیا جو کھانے کا نعم البدل ہو سکتی تھیں۔ وہ واپس آیا تو کافی بہتر حالت میں تھا۔ میں خاموش بیٹھی رہی کچھ دیر کے بعد ویٹر نے میرا آرڈر سرو کر دیا اور میں نے اسے شروع ہو جانے کا اشارہ کیا۔ اس نے رتی بھر تعرض نہ کیا اور مجھے ہنسی آنے لگی۔ میں خود بھی اس کے ساتھ کھانے میں شریک تھی۔ مکمل خاموشی سے ہم نے پیٹ بھرا پھر میں نے کہا۔

"تم واقعی پاگل تو نہیں ہو؟"

واقعی پاگل ہوں۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"مجھے غصہ مت دلاؤ۔"

"نہیں دلاؤں گا۔"

"بتاؤ کیا کام تھا مجھ سے......؟"

"معاف کر دو۔"

"کر دیا۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"میرا اعتماد مجھے واپس مل گیا......؟"

"تم صرف احمق ہو۔ اس ڈرامے کی کیا ضرورت تھی۔ تم اپنے طور پر سب کچھ کر سکتے تھے مجھے تو خوشی ہوتی۔"

"بس تمیں مار خانی سوجھی تھی مگر......۔"

"نہیں کچھ نہیں۔ تھوڑی سی جلدبازی کر لیتے ہو اور کچھ غلطیاں بھی۔"

"اگر مسز غازی کو گرفتار کر لیتا تو مصیبت آ جاتی۔"

"ہاں برا ہوتا۔"

"مجھ سے غلطی کہاں ہوئی۔"

"بنیاد غلط رکھی تھی!"

"کیسے؟"

"غازی عادل کے ملازموں کے بیانات لئے تھے صرف صاحب خان کی رپورٹ سے کام چلا یا تمہیں سختی سے ملازموں کا بیان لینا چاہئے تھا۔ اس میں تمہیں غازی عادل کی اس رات پراسرار روانگی کی اطلاع ملتی اور وہ سوچنے کی بات ہوتی کہ بیگم کے روانہ ہونے کے بعد وہ کہاں گئے تھے۔"

"مگر جمیلہ کی کہانی تو بہت دور کی تھی۔"

"جائے واردات پر گہری نگاہ بھی بڑی کارآمد ہوتی ہے وہاں سے آسانی سے تمہیں مارشن روڈ کا اشارہ مل جاتا۔" میں نے کہا اور پھر مختصر طور پر اپنی کارکردگی کے بارے میں اسے تفصیل بتائی۔ وہ بولا۔

"کیا حالات تمہارے ساتھ تعاون نہیں کرتے؟"

"نہیں اس انداز میں نہ سوچا کرو حالات سب کے ساتھ تعاون کرتے ہیں لیکن خود بھی محنت کرنی پڑتی ہے۔" وہ خاموشی سے مجھے دیکھتا رہا پھر بولا۔

"آئندہ کیلئے ایک لائحہ عمل چاہتا ہوں۔"

"ہاں کہو۔"

"میری استاد تو تم ابتداء سے ہو۔"

"آگے کہو۔"

"طریق کار یہی رکھیں گے مجھے کوئی کیس ملا تو میں تمہیں اس کی رپورٹ دوں گا اور پھر اپنے طور پر کام کروں گا۔ تم اپنے طور پر کام جاری رکھنا اور پھر کسی خاص نکتے پر آکر میں تمہیں اپنی رپورٹ پیش کروں گا۔ اگر خامیاں ہوں تو مجھے ہوشیار کر دینا کیا خیال ہے؟"

"خلوص دل سے منظور۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

بات ختم ہو گئی زندگی کی کہانیوں میں یہ سب کچھ ہوتا ہے بعد کی تفصیل بے کار ہے۔ میرا ایک موقف تھا اور میں اس پر عمل کر رہی تھی اور شہریار نے اب اسے خلوص دل سے تسلیم کر لیا تھا اس شام اس نے کہا۔

"ایک کیس مجھے دیا گیا ہے۔"

"گڈ۔ کیا مسئلہ ہے؟"

"بس یونہی۔ ایک نوجوان لڑکی اغوا کر لی گئی ہے۔ معاملہ ابھی رشید آباد پولیس اسٹیشن کے انسپکٹر کے پاس ہے۔ کل صبح شاید اسے مکمل طور سے میرے حوالے کر دیا جائے گا۔"

"کوئی پیچیدگی ہے۔"

"ہاں۔"

"کیا؟"

"شہلا قریشی، فہیم احمد قریشی کی بیٹی ہے اور فہیم احمد قریشی، فہیم کارپوریشن کے مالک ہیں۔"

"سمجھی نہیں۔" میں نے کہا۔

"اغوا اور تاوان کے کیس تو ان دنوں عام ہیں اور ظاہر ہے یہ سب کچھ صاحب حیثیت لوگوں کے ساتھ ہی ہو رہا ہے پولیس مقدور بھر کوشش کرتی ہے کہیں کامیابی اور کہیں ناکامی لیکن فہیم قریشی کے تعلقات کچھ زیادہ وسیع ہیں حکام اس اغوا کو بڑی اہمیت دے رہے ہیں۔"

"میرے خیال میں تو اس وقت ایسے ہر کیس پر پوری توجہ دی جا رہی ہے۔"

"ہاں خصوصی ہدایات ہیں مگر شاید اس کیس میں کچھ اور بھی ہے ایس پی ابراہیم شاہ صاحب نے مجھے بذات خود ہدایات دی ہیں۔"

"یہ نیا نام ہے میرے لئے۔" میں نے دلچسپی سے کہا۔

"بہت اچھے آدمی ہیں بہت پہلے یہاں ٹریفک میں تھے۔ پھر تبادلہ ہو گیا اور دوسرے شہر چلے گئے۔ تین سال کے بعد واپس آئے ہیں مجھے اپنے پاس بلایا اور بڑی تعریفیں کیں میرے کام کی کہنے لگے کہ میں چاہتا ہوں کہ میری یہاں موجودگی میں تم ڈی ایس پی بنو اور میرے ساتھ رہو۔"

"ان کے منہ میں گھی شکر!"

"تمہارے پاس آنے سے تھوڑی دیر پہلے ہی انہوں نے مجھے طلب کیا کچھ دیر باتیں کرتے رہے پھر کہنے لگے کہ ایک مسئلہ خصوصی طور پر میرے سپرد کیا جا رہا ہے اور اس کے بعد انہوں نے مختصر الفاظ میں جو تفصیل بتائی وہ یہی ہے کہ فہیم احمد قریشی کی بیٹی شہلا قریشی کو پچھلے دن اغوا کر لیا گیا۔ علاقہ رشید آباد تھانے کا لگتا ہے۔ اس اغوا میں کچھ پیچیدگیاں ہیں اور اسے صرف اغوا برائے تاوان نہیں کہا جا سکتا۔ ہو سکتا ہے بعد میں یہ کیس بھی عام ہی کیس ثابت ہو، لیکن فہیم احمد قریشی چاہتے ہیں کہ اس کی تحقیقات کسی اعلیٰ ترین ذہانت کے مالک پولیس افسر سے کرائی جائے۔ انہوں نے شاید آئی جی صاحب سے بھی گفتگو کی ہے اور آئی جی صاحب نے مجھے تمہارا حوالہ دے کر کہا ہے کہ شہریار کو اگر مناسب سمجھا جائے تو اس کام پر لگا دیا جائے۔ کل انسپکٹر شمشاد احمد تم سے رابطہ قائم کرے گا۔ اسے ہدایات دے دی جائیں گی چنانچہ اس کیس کو پنے ہاتھ میں لے لو اور اس پر مناسب طریقے سے کام کرو۔ اب ظاہر ہے چیف یہ اطلاع تو نہیں دینا ہی تھی۔" میں مسکراتی نگاہوں سے شہریار کو دیکھنے لگی۔ پھر میں نے کہا۔

"ویسے آج کل تم کافی سعادت مند نظر آ رہے ہو۔"

"چھوڑو یار، ایک غلطی ہوئی تھی زندگی ختم ہوتے ہوتے بچی، آدمی بار بار حماقتیں تو نہیں کرتا۔"

"خدا نہ کرے، تم زندہ رہو شہریار، درحقیقت میں تمہیں جس مقام پر دیکھنا چاہتی ہوں ں اس کا انتظار کر رہی ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ شہریار نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

دوسرے دن کے بارے میں یہ طے ہوا کہ شہریار کو جیسے ہی اس کیس کی تفصیلات معلوم وں گی وہ مجھ سے رابطہ قائم کرے گا اور دوسرے دن تقریباً بارہ بجے وہ خود ہی میرے پاس دفتر نچ گیا۔ وردی میں تھا۔ میرے دفتر میں اسے پہچانا جانے لگا تھا۔ اس کے علاوہ میں نے اسے مزید چھ مراعات بھی دے دی تھیں جن کی تفصیل میں جانا بے کار ہے۔ میں اس کے فون کے انتظار لر رہی تھی اسے دیکھ کر خوشی ہوئی اور میں نے اس کے لئے چائے منگوالی۔

"ہاں بھئی میں تمہاری منتظر تھی۔ کہو کیا رہا؟"

"چارج مل گیا ہے ابھی تک کوئی خاص بات ذہن میں نہیں آئی ہے۔ بس مختصر تفصیل یہ ہے کہ لڑکی نوجوان تھی اور آزاد فطرت کی مالک' کیونکہ دولت مند خاندان کی بیٹی تھی اس لئے وہ تمام لوازمات اسے حاصل تھے جو کسی دولت مند باپ کی بیٹی کو حاصل ہو سکتے ہیں۔ انسپکٹر کی تفتیش بھی اس سلسلے میں ابھی آگے نہیں بڑھی تھی کہ یہ کیس زبردستی اس سے لے لیا گیا ہے اور اس نے ابھی صحیح طور پر کام بھی شروع نہیں کیا تھا تاہم اب ہمیں اس سلسلے میں قدم آگے بڑھانا ہے۔ میں ابھی رشید آباد تھانے ہی سے آرہا ہوں اور اس سلسلے کے کاغذات وغیرہ میری تحویل میں دے دیئے گئے ہیں۔"

"ہوں۔ اس کا مطلب ہے کہ معاملہ ابھی کورے کاغذ کی مانند ہے۔ تو پھر کیا حکم ہے جناب انسپکٹر صاحب۔ کیا میں آپ کے ساتھ چل سکتی ہوں؟"

"تم نے مجھے نہیں بتایا لیکن مجھے پتہ چل چکا ہے کہ حامد فخری صاحب نے تمہیں وہ خصوصی اجازت نامہ دے دیا ہے جس کے تحت تم کسی بھی مسئلے میں اپنے طور پر کام کر سکتی ہو۔"

"ہاں اس میں شک نہیں کہ یہ بہت بڑا اعزاز بخشا گیا ہے مجھے اور میں اس سلسلے میں حامد فخری صاحب کا شکریہ ادا کرنے ابھی تک ان کے پاس نہیں پہنچی۔ تم سے تذکرہ کرنے کی کوئی خاص ضرورت نہیں پیش آئی تھی اس لئے نہیں کیا۔"

"ویسے واقعی اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک نئی بات ہے۔"

"چلیں؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں بالکل۔" شہریار نے کہا اور اس کے بعد میں نے اپنا کام جلدی جلدی سمیٹا اور شہریار کے ساتھ دفتر سے باہر نکل آئی۔ شہریار پولیس جیپ میں آیا تھا چنانچہ میں نے اپنی گاڑی یہیں چھوڑی اور اس کے ساتھ چل پڑی۔

فہیم احمد قریشی کی کوٹھی ایک خوبصورت علاقے میں تھی اس علاقے سے گزرتے ہوئے میں نے ہنس کر شہریار سے کہا۔

"شہریار ایک بڑی انوکھی بات بار بار میرے ذہن میں آتی ہے۔"

"کیا؟" شہریار نے پوچھا۔

"ابھی تک ہم نے جن کیسوں پر کام کیا ہے ان کا تعلق اعلیٰ سوسائٹی ہی سے رہا ہے۔ کسی ایسے علاقے میں ابھی تک ہمیں کوئی واردات نہیں ملی جو پسماندہ لوگوں کی ہو اس کی کیا وجہ ہے؟" شہریار نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"اس موضوع پر ہماری پہلے بھی بات ہو چکی ہے۔ واقعات' حادثات' جرائم' قتل و غارت گری ہر جگہ ہوتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے علاقوں میں بھی یہ سب کچھ ہوتا ہے۔ ہر طرح کے

لوگ جرم کرتے ہیں لیکن بس توجہ والی بات ہے۔ یہ المیہ ہے کہ چھوٹے علاقوں میں ہونے والے واقعات پر اس قدر توجہ نہیں دی جاتی اور اس کی ایک اور وجہ بھی ہے۔ عموماً یہاں جو واقعات ہوتے ہیں وہ ایک الگ نوعیت کے ہوتے ہیں سوچے سمجھے منصوبوں کے تحت اور باقاعدہ پروگرام بنا کر۔"

"ہاں یہ تو ہے۔"

"اور پھر سچی بات ہے کہ یہاں زیادہ توجہ بھی نہیں دی جاتی بس کوئی حادثہ ہوا دو چار آدمی پکڑے اور بقول صاحب خان کے انہی میں سے کوئی صحیح بندہ مجرم کے طور پر نکال لیا۔ اب اس کی داد فریاد اتنے اعلیٰ پیمانے پر کہاں ہوتی ہے چنانچہ کچا پکا کام ہوتا ہی رہتا ہے۔"

فہیم احمد قریشی کی کوٹھی بھی ایک وسیع و عریض علاقے میں بنی ہوئی تھی اور دور ہی سے دیکھنے پر باغ و بہار نظر آتی تھی۔ پولیس جیپ گیٹ پر رکی اور اس کے بعد دروازہ کھل گیا۔ ہم لوگ کوٹھی کے پورچ میں اتر گئے تھے۔ دو تین ملازم قسم کے لوگ نظر آرہے تھے ان میں سے ایک سے رابطہ قائم کرنے کے بعد ہماری رسائی فہیم احمد قریشی صاحب تک ہو گئی۔ بالکل فوجی آدمی معلوم ہوتے تھے۔ مونچھیں کافی بڑی اور موٹی تھیں' بالوں میں کافی سفیدی جھلک رہی تھی' قد و قامت بہت عمدہ تھا بہت ہی قیمتی فریم کا چشمہ لگائے ہوئے تھے۔ پائپ دانتوں میں دبا ہوا تھا اپنے ڈرائنگ روم میں انہوں نے سرد نگاہوں سے ہمارا استقبال کیا اور انسپکٹر شہریار نے اپنا تعارف پیش کر دیا۔ فہیم احمد صاحب نے میری طرف نگاہیں نہیں اٹھائی تھیں کہنے لگے۔

"بھئی آپ لوگ اس سلسلے میں سست رفتاری سے کام نہ کریں میں شدید ذہنی انتشار کا شکار ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ فوری طور پر یہ تمام کاروائی مکمل ہو جائے اور میری بیٹی مجھے مل جائے۔"

"ہماری انتہائی کوشش ہوگی قریشی صاحب کہ صاحب زادی کو جس قدر جلد ہو سکے دستیاب کر لیں مگر قرب و جوار کے ماحول اور عوامل پر آپ کی رہنمائی کی ضرورت پیش آئے گی۔ اس لئے آپ کو زحمت دی ہے۔" شہریار نے کہا اور قریشی صاحب نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلائی پھر بولے۔

"میں پولیس سے ہر قسم کا تعاون کرنے کے لئے تیار ہوں۔"

"بعض اوقات قریشی صاحب کچھ ایسے سوالات کرنے پڑ جاتے ہیں جو یقینی طور پر ذاتی ہوتے ہیں لیکن پولیس کو تفتیش کے لئے اسی ماحول سے اشارے ملتے ہیں اور اسی کی بناء پر پولیس اس قسم کے سوالات کرنے پر مجبور ہوتی ہے۔"

"میاں صاحب زادے مجھے سبق مت پڑھاؤ' سب جانتا ہوں اچھی طرح جانتا ہوں۔ میں تمہارے ساتھ بھرپور تعاون کرنے کے لئے تیار ہوں۔ یہ تو تمہیں معلوم ہو ہی چکا ہو گا کہ میری بیٹی شہلا کو پرسوں شام اغوا کر لیا گیا ہے؟"

"جی ہاں' یہ رپورٹ مجھے مل چکی ہے اور آپ کی ہدایت کے مطابق اعلیٰ افسران نے مجھے اس کام کے لئے مقرر کیا ہے بہرطور میں محترمہ کے بارے میں تفصیلات جاننا چاہتا ہوں۔"

"اس کی عمر انیس سال ہے' قدوقامت بہترین ہے کیونکہ میری بیٹی ہے' زندگی سے بھرپور۔ اس نے انیس سال کی عمر میں گریجویشن کرلیا ہے اور اس سے آگے پڑھنے سے انکار کر دیا۔ پرسوں شام وہ کہیں جانے کے لئے تیاریاں کر رہی تھی میں موجود نہیں تھا دوسرے اہل خاندان بھی اپنے اپنے معمولات میں مصروف تھے اور یہ سب کسی بھی طرح غیر متوقع نہیں تھا پھر باہر وہ ڈرائیور جو گاڑی لئے اس کا انتظار کر رہا تھا پریشان ہوگیا کیونکہ وہ اپنے کمرے سے باہر نہیں آئی تھی بلکہ اس نے ڈرائیور سے کہا تھا کہ وہ جلدی سے گاڑی تیار کرلے۔ اسے ایک جگہ وقت پر پہنچنا ہے۔ جب بہت وقت گزر گیا تو ڈرائیور اسے بلانے اس کے کمرے کے سامنے پہنچ گیا اس نے دروازے پر کھڑے ہو کر آواز دی مگر اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ اسی وقت گھر کی ایک ملازمہ وہاں پہنچ گئی اور ڈرائیور اللہ بخش نے اس سے تشویش کا اظہار کیا۔ ملازمہ اسے آوازیں دیتی ہوئی اندر داخل ہوگئی لیکن وہ کمرے میں نہیں تھی۔"

"کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔" شہریار نے پوچھا۔

"سامنے والا" قریشی صاحب بولے۔

"کیا اس کمرے میں دو دروازے ہیں؟"

"ہاں ایک دروازہ عقبی راہداری میں کھلتا ہے مگر وہ مستقل بند رہتا ہے۔ تاہم اس وقت وہ بھی کھلا ہوا تھا۔"

"جی.........!" شہریار نے کہا میں نے معمول کے مطابق خاموشی اختیار کی ہوئی تھی اگر شہریار سے کوئی اہم سوال رہ جاتا تو میں یقیناً مداخلت کرتی لیکن میں ہمیشہ اس سے گریز کرتی تھی مطلب یہ تھا کہ کوئی خصوصی طور پر میری طرف متوجہ نہ ہو۔

"بس اس کی گمشدگی غیر معمولی تھی کمرے میں کسی قسم کی افراتفری کے آثار نہیں تھے لیکن کچھ شواہد ایسے تھے جس سے یہ اندازہ ہو جاتا تھا کہ وہ اپنی مرضی سے نہیں گئی ہے۔"

"وہ کیا......... شہریار نے پوچھا۔

"اس نے پرانا لباس اتار کر نیا لباس پہنا تھا اس کے ساتھ پہننے والے جوتے نکال کر رکھے تھے' پرس رکھا تھا مگر دونوں چیزیں وہاں موجود ہیں حتیٰ کہ اس کے عام استعمال کے جوتے بھی جو پانی سے بھیگے ہوئے تھے مطلب یہ کہ وہ باتھ روم سے آئی تھی اور اسے یہ حادثہ پیش آگیا۔"

"اوہ یقیناً۔"

"اس کے بعد اسے پوری کوٹھی میں تلاش کیا گیا مگر اس کا کوئی پتہ نہیں چل سکا میں اپنی بیگم کے ساتھ ایک دوست کے ہاں گیا ہوا تھا مجھے اطلاع دی گئی اور ہم بدحواس ہو کر دوڑے چلے آئے بس یہاں یہ سب کچھ........."

"پولیس انسپکٹر نے کمرے کا جائزہ لیا تھا؟ میرا مطلب ہے مس قریشی کے کمرے کا!"

"نہیں' میں نے اس سے گریز کیا اور اعلیٰ حکام سے فوراً کسی بہتر آدمی کی فرمائش کر دی۔"

"ہم خواب گاہ دیکھنا چاہتے ہیں۔" شہریار بولا اور قریشی صاحب تیار ہوگئے پھر ہم کمرے میں داخل ہوگئے۔ ایک رئیس زادی کے بیڈروم میں جو کچھ ہو سکتا تھا وہ وہاں موجود تھا۔ ہر چیز قرینے سے آراستہ۔ قریشی صاحب نے ایک سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"یہ اس کے لباس کے میچنگ جوتے ہیں' یہ اس کا پرس ہے اور پھر سب سے اہم بات یہ کہ اسے گم ہوئے آج تیسرا دن ہے۔ ایک اور بات کہوں پولیس افسر' اس کے کردار پر کوئی شبہ نہ کرنا تم یہ سوچ سکتے ہو کہ ممکن ہے وہ اپنی مرضی سے کہیں چلی گئی ہو ایسی کوئی بات نہیں ہے کچھ عوامل ایسے ہیں جن کی بناء پر میں نے اسے اپنی پسند کی شادی کی اجازت دیدی تھی میں نے اس سے کہا تھا کہ وہ اگر سڑک کے کسی آوارہ لڑکے کو بھی پسند کرلے گی تو میں اس کی شادی اس سے کر دوں گا اور اس پر محنت کر کے اسے انسان بنادوں گا۔ وہ بے دھڑک مجھ سے اس موضوع پر بات کرلے۔ اس کے بعد ایسی کوئی گنجائش نہیں رہ گئی تھی تم خود سمجھ سکتے ہو۔"

"یقیناً جناب اور پھر اگر انسان اپنی مرضی سے بھی کہیں جاتا ہے تو صرف لباس پہن کر ہی نہیں چلا جاتا اسے جوتے پہننے اور پرس ساتھ لینے میں کیا دقت پیش آسکتی ہے!" شہریار نے کہا۔

"بالکل بالکل میں پولیس کی حتیٰ الامکان مدد کرنا چاہتا۔" قریشی صاحب نے کہا۔

"بے حد شکریہ۔ ہماری انتہائی کوشش ہوگی کہ ہم جس قدر جلد ممکن ہو صاحب زادی کو برآمد کرلیں۔ ایک سوال ذہن میں ہے قریشی صاحب۔"

"ضرور پوچھیں۔"

"اغوا کی رپورٹ آپ نے تھانے کو دی تھی؟"

"سوفیصد"

"اس کے بعد آپ نے یہ کیوں چاہا کہ تفتیش کسی اور کے سپرد کی جائے۔"

"ایک عام سی بات ہے صاحب زادے اخبارات پڑھتا ہوں۔ اغوا کی وارداتیں ہوتی ہیں پولیس کو رپورٹ دی جاتی ہے پولیس سرگرم ہو جاتی ہے مغوی برآمد نہیں ہوتا۔ عرصہ لگ جاتا ہے اس کے بعد مغوی خود ہی گھر واپس آ جاتا ہے نہ وہ کوئی بیان دیتا ہے نہ اس کے اہل خاندان۔ صاف بات ہے کہ سودے بازی ہو جاتی ہے۔ میں نے پولیس کو ضابطے کی کاروائی کے طور پر اطلاع دی اور اس کے بعد سے اب تک انتظار کر رہا ہوں کہ مجھ سے رابطہ ہو۔ فون پر باقاعدہ ڈیوٹی لگادی ہے اور خود بھی گھر سے نہیں نکلا۔ البتہ اس اغوا میں کچھ انوکھا پن ہے جس کی بناء پر اپنے کچھ کرم فرماؤں سے میں نے درخواست کی کہ بات صرف اس بے حد مصروف پولیس انسپکٹر پر نہ چھوڑی جائے جو تھانہ انچارج ہوتا ہے اور مشین کی طرح ہر شفٹ میں جاننا

ہے۔"

"اس انوکھا پن کی کچھ وضاحت فرمائیں گے؟"

"جو کچھ تمہیں بتا چکا ہوں وہ کافی نہیں ہے۔" قریشی صاحب نے خشک لہجے میں کہا۔

"یقیناً میں آپ سے متفق ہوں ویسے آپ کے ذہن میں کوئی شک ہے۔"

"مطلب؟"

"اغوا کی وارداتیں آج کل عام ہیں اور یہ وباء بڑھتی جا رہی ہے لیکن اس اغوا میں ایک انوکھے پن کا آپ اعتراف کر چکے ہیں۔ واضح بات یہ ہے کہ اغوا کے جتنے کیس اب تک باقاعدہ ہوئے ہیں ان میں تاوان وصول کرنے والوں نے کسی خاتون کے اغوا سے گریز کیا ہے مگر یہاں یہ خاص بات ہے۔ ہوسکتا ہے یہ اغوا برائے تاوان نہ ہو ایسی شکل میں یہ بھی سوچا جاسکتا ہے کہ کسی نے آپ کو ذہنی صدمہ پہنچانے کے لئے یہ واردات کی ہو۔ ایسی شکل میں آپ کسی کا نام لینا پسند کریں گے؟"

"ہرگز نہیں میں بھلا کس کا نام لوں، مگر تمہاری بات میں وزن ہے اور میں مزید پریشان ہوگیا ہوں۔"

"آپ ہمیں تفتیش کی اجازت دیں گے قریشی صاحب؟"

"سمجھا نہیں؟"

"ضابطے کی تمام کارروائیاں کرنا ہوں گی ویسے قریشی صاحب گھر میں تو سب کو اس واردات کا علم ہوگا۔"

"ہاں سب پریشان ہیں چھپانا کیسے ممکن تھا۔"

"ہمیں دوسرے لوگوں کے بیانات لینا ہوں گے، کمرے کا نقشہ بنانا ہوگا آپ کسی ایسے شخص کو ہمارے حوالے کر دیں جو ہمیں گائیڈ کر سکے باقی کام ہم خود کر لیں گے۔"

"وہ شخص میرے علاوہ اور کون ہوسکتا ہے۔ تم جو چاہو کرو میں تم سے تعاون کروں گا۔ ویسے ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں۔"

"جی فرمایئے؟"

"تمہیں کتنی ہی دیر کام کرنا پڑے یہاں سے اپنا کام مکمل کر کے جاؤ میں نہیں چاہتا کہ باوردی پولیس یہاں زیادہ آئے جائے۔ بدنامی ہوتی ہے ہاں سادہ لباس میں تم کسی بھی وقت آسکتے ہو میری بات محسوس نہ کرنا۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔"

"معاف کیجئے گا قریشی صاحب آپ نے کچھ الفاظ کہے تھے نہایت معذرت کے ساتھ ان میں سے ایک جملے کی وضاحت چاہتی ہوں۔" میں نے کہا اور فہیم قریشی میرے طرف متوجہ ہوگئے۔ "آپ نے دوران گفتگو فرمایا تھا کہ کچھ عوامل ایسے تھے جن کی بناء پر آپ نے اسے اپنی

پسند کی شادی کی اجازت دیدی تھی وہ کیا عوامل تھے!" یہ سوال کرتے ہوئے میری نگاہ فہیم قریشی کے چہرے پر جمی ہوئی تھی میں نے اس کے چہرے پر ایک تغیر دیکھا اور پھر اس نے کہا۔

"ہاں۔ پانچ سال قبل میری بیوی، یعنی شہلا کی والدہ کا انتقال ہوگیا تھا دوسرے سال کے بعد میں نے دوسری شادی کر لی حالانکہ میرے دل میں دوسری شادی کا تصور بھی نہیں تھا لیکن بس وہ سب کچھ ہوگیا میری نئی بیوی کم عمر ہے کافی کم عمر ہے مجھ سے شہلا کو یہ شکایت تھی چنانچہ مجھے احساس ہوگیا اور میں نے اس کا ہر طرح ازالہ کیا اس میں یہ اجازت بھی شامل تھی۔"

"آپ کی نئی بیگم کے اختلافات تھے شہلا سے؟"

"زیادہ نہیں مگر تھوڑے بہت۔"

"اس کی کوئی خاص وجہ۔"

"صرف چھوٹی چھوٹی عام سی گھریلو باتیں بس چونکہ دونوں کی عمروں میں زیادہ فرق نہیں ہے اور دونوں ایک دوسرے پر اپنی برتری چاہتی ہیں۔ غلطی میری تھی مجھے عمر کا خیال رکھنا چاہئے تھا لیکن دوستوں نے مجبور کر دیا تھا اور پھر بیرسٹر صاحب بھی خوشی سے تیار ہوگئے تھے۔"

"بیرسٹر صاحب......." میں نے پوچھا۔

"بیرسٹر فیاض الدین خان صاحب' وہ میرے سسر ہیں۔"

"بے حد شکریہ۔" میں نے گردن خم کر کے کہا شہریار نے کہا۔

"آپ فوٹو گراف وغیرہ بنالیں۔"

"بہتر۔" میں نے شانے سے کیمرہ اتار لیا اور پھر میں جانتی تھی کہ مجھے کیا کرنا ہے چنانچہ میں نے دھڑا دھڑا تصویریں اتارنا شروع کر دیں۔ قریشی صاحب کی اجازت سے شہریار نے الماریوں وغیرہ کی تلاشی بھی لی تھی میں نے بھی اس کا ہاتھ بٹایا تھا اور بہت دیر تک ہم کام کرتے رہے تھے۔

"مجھے اس گھر میں رہنے والوں کی فہرست درکار ہے۔" شہریار نے کہا۔

"تم اگر کسی سے کچھ پوچھنا چاہتے ہو تو یہ کام بھی کر لو۔ میں سب کو بلائے لیتا ہوں۔"

"اس کے لئے ہم دوبارہ آپ کو زحمت دیں گے فی الحال آپ صرف فہرست عنایت فرما دیں۔"

"اسی وقت یہ کام کیوں نہیں ختم کر دیتے......."

"نہیں جناب' یہ ممکن نہیں ہے۔ ایک طریقہ کار ہوتا ہے ہمیں اس کے مطابق کام کرنے دیں۔" شہریار نے کہا

"میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ میں بار بار......."

"ہمیں اعتراض نہیں آپ یہ بات ابراہیم شاہ صاحب سے کہہ دیں۔" شہریار بولا

"ہوں....... اسی لئے تو لوگ پولیس کو اپنے مسائل میں شریک کرنے سے گریز کرتے

ہیں۔ بہرحال فہرست بعد میں دے دی جائے گی اس وقت میں اور کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

قریشی صاحب نے کہا اور شہریار مجھے اشارہ کر کے دوسرے دروازے کی طرف بڑھ گیا جو اس وقت اندر سے بند تھا اس نے دروازہ کھولا اور ہم دونوں باہر نکل آئے یہ کوٹھی کے عقبی حصے کی راہداری تھی جس کی دیواریں چھوٹی تھیں اور سامنے احاطے کی دیوار میں ایک دروازہ نظر آ رہا تھا۔ قریشی صاحب ہمارے پیچھے چلے آئے تھے۔

"شکر ہے تم اس طرف متوجہ ہوئے میں انتظار کر رہا تھا۔"

"کوئی خاص بات قریشی صاحب۔"

"ہاں اپنا کام ختم کر لو تو بتاؤں۔"

"جی فرمایئے"

"آؤ میرے ساتھ" انہوں نے کہا اور احاطے کے دروازے کی طرف بڑھ گئے پھر انہوں نے دروازہ کھولا اور باہر نکل آئے۔ دروازے کے دوسری طرف تقریباً پندرہ فٹ چوڑی گلی تھی جہاں تعمیراتی سامان پڑا ہوا تھا ادھر ایک مکان تعمیر ہو رہا تھا' قریشی صاحب بولے "یہ ٹائروں کے نشانات دیکھو مٹی اور بجری پر ٹائروں کے نشانات نظر آ رہے ہیں" قریشی نے کہا "ادھر کوئی گاڑی کبھی نہیں آتی لیکن ٹائروں کے یہ نشانات یہاں نظر آ رہے ہیں جگہ دیکھو تو کسی گاڑی کے یہاں لانے کا کوئی جواز ہی نہیں ہے۔"

"جی یقیناً.........!!"

"آپ کے خیال میں اغوا کنندگان نے یہ عقبی گلی استعمال کی ہے.........؟"

"اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے"

"قریشی صاحب یہاں تعمیر ہو رہی ہے بعض اوقات گدھا گاڑیوں سے تعمیراتی سامان لایا جاتا ہے اور ان میں گاڑیوں کے ٹائر لگے ہوتے ہیں۔" میں نے کہا اور قریشی صاحب نے کسی قدر بے چین نظروں سے مجھے دیکھا پھر بولے۔

"اول تو اس مکان کی تعمیر کوئی ایک ماہ سے رکی ہوئی ہے۔ دوئم اس تعمیراتی سامان میں کسی نئی چیز کا اضافہ نہیں ہوا خود دیکھ لو' سوئم یہ کہ ٹائروں کے نشان یہاں آ کر رک گئے ہیں اس سے آگے نہیں گئے جن کا مطلب ہے کہ کوئی گاڑی یہاں تک آئی اور پھر ریورس ہو کر یہیں سے چلی گئی اس سے کیا اندازہ ہوتا ہے؟"

"ویری گڈ......... آپ بے حد باکمال انسان ہیں۔" میں نے تعریفی لہجے میں کہا

"شکریہ آپ لوگ بھی گہری نگاہوں سے ہر چیز کا تجزیہ کیا کریں۔"

"میرے خیال میں ہم نے آپ کا کافی وقت لے لیا اب اجازت دیجئے۔"

"میں تو چاہتا تھا کہ آپ باقی کام بھی مکمل کر لیتے۔"

"اس کے لئے معذرت کر لی ہے میں نے۔"

شہریار نے عقبی دروازے سے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا فہیم قریشی نے کہا

"مجھے اپنا فون نمبر دے دو آفیسر تا کہ کسی ایمرجنسی پر تم سے رابطہ کر سکوں۔"

"ضرور یہ میرا کارڈ' اس میں گھر اور دفتر کا فون نمبر درج ہے آپ یہاں رابطہ کر سکتے ہیں۔"

"کچھ دیر کے بعد ہم باہر نکل آئے شہریار نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا "چاند......... چاند کے شہر" میں نے ہنس کر گاڑی اسٹارٹ کر دی تھی پھر مون لینڈ میں داخل ہو کر شہریار نے پہلے کھانے کا آرڈر دیا تھا اور مجھ سے کہا تھا......... استاد گرامی......... معدے میں آگ دوڑ رہی ہے اور شعلے دماغ کو چاٹ رہے ہیں نہ کچھ سمجھ میں آئے گا نہ کچھ بولا جائے گا اس ادبی بدنصیبی سے نمٹنے کی اجازت مل جائے تو عنایت ہو گی۔"

"اجازت ہے" میں نے کہا اور شہریار اونٹ کی طرح گردن اٹھا اٹھا کر ویٹر کو تلاش کرنے لگا ویٹر نے کھانا چن دیا اور ہم بالکل خاموشی سے کھانے میں مصروف ہو گئے پوری شکم سیری کے بعد شہریار نے گردن اٹھائی تھی پھر مسکرا بولا

"جی محترم.........اب فرمایئے"

"تم فرماؤ.........!" میں نے کہا

"بہتر.........!" میں شہریار خاں ولد حسن یار خان حلفیہ کہتا ہوں کہ جو کچھ کہوں گا بے دھڑک کہوں گا اور کسی دھڑکے کو خاطر میں نہ لاؤں گا.........!"

"سر خراب نہیں ہونے چاہئیں جو کچھ بکو گے سر میں بکو گے.........!" میں نے ہنس کر کہا

"سر......... سر کہاں ہیں مہاراج سر کھوئے ہیں تانپورہ ٹوٹ گیا ہے' مہابلی اب تو بے سری ہی سنئے میرے خیال میں سب سے بڑا فراڈ یہ شخص خود ہے میری مراد فہیم قریشی سے ہے آپ کا کیا خیال ہے استاد محترم۔"

"اپنے تمام خیالات کی وضاحت کرو.........!"

"تعمیل ارشاد......... نمبر ایک' وہ ایک ایسا باپ نہیں نظر آتا جس کی بیٹی اغوا ہو گئی ہو اس کے انداز میں نہ خوف ہے نہ وحشت نہ پریشانی' نمبر دو یوں لگتا ہے جیسے اس نے پولیس کی تربیت کرنے کا بیڑا اٹھایا ہو کیونکہ وہ نہایت باریک بینی سے ہمیں ہر چیز کا تجزیہ کرا رہا ہے بھیگے ہوئے جوتے' پرس' عقبی دروازہ' ٹائروں کے نشانات' ساری تفتیش تو وہ خود کر چکا ہے پولیس کے لئے اس نے کیا چھوڑا۔ نمبر تین ایس پی صاحب سے پہلی درخواست یہ کرنی ہے کہ اگر واقعی یہ کوئی تفریحی پروگرام نہیں ہے تو ہمیں کھل کر کام کرنے کی اجازت دی جائے اگر وہ دوران تفتیش سائے کی طرح ہمارے ساتھ لگا رہا تو کیا خاک کام ہو گا۔"

"ویری گڈ......... میرے خیال میں تمہارے تمام خیالات درست ہیں کوئی اور خاص نکتہ.........؟" میں نے کہا

"نہیں چیف.........!"

"وہ ہمیں کسی خاص راستے پر لگانا چاہتا ہے اور اس کا انکشاف وہ خود نہیں کرنا چاہتا بلکہ جب ہم وہاں لوگوں سے بیانات لیں گے تو ہمیں اس کا اندازہ ہوگا- دوسری بات وہ بھیگے ہوئے جوتے ہیں جو باتھ روم سے آئے تھے تم نے ضرور غور کیا ہوگا کہ وہ بڑے قرینے سے ایسی جگہ رکھے ہوئے تھے جہاں عام استعمال کے جوتے رکھے جاتے ہیں جبکہ استعمال کے لئے نکالے جانے والے جوتے بے ترتیب پڑے ہوتے ہیں بھیگے ہوئے جوتوں پر ابھی تک پانی کی نمی تھی جبکہ اغواء کو تیسرا دن گزر چکا ہے اسے بھی نظرانداز کر دو تو اس کا اس جگہ موجود ہونا بے حد عجیب ہے جبکہ صاحب جوتا کی فطرت میں اگر اسی قدر لاابالی پن ہے کہ وہ نفیس قسم کے قالین پر بھیگے ہوئے سلیپر پہن کر چل سکتا ہے تو پھر جوتوں کو اس طرح سنبھال کر رکھنا غیرفطری نظر آتا ہے- میں نے خصوصاً ان کی تصویریں بنائی ہیں اغواکنندگان نے پچھلا دروازہ استعمال کیا مگر بیرونی دروازے کو اندر سے کھلا چھوڑ دیا اغوا کسی بھی شکل میں ہوا ہو کم از کم کچھ وقت تو لگا ہوگا اور خطرات بھی ہوں گے سامنے والے دروازے سے اس قدر لاپرواہی تو نہیں برتی جانی چاہئے تھی میری رائے ہے شہریار کہ یہ اغواء برائے تاوان کا کوئی چکر نہیں ہے بلکہ اس کے پس پردہ کوئی اور کہانی ہے-"

"اور اس کہانی میں ایک باقاعدہ کردار قریشی صاحب کا ہے.........!"

"ہاں یہی اندازہ ہوتا ہے-"

"واہ چیف......... اگر ہوٹل نہ ہوتا تو پاؤں پکڑ لیتا- کیا باریک بینی ہے تو چیف اب کیا حکم ہے-"

"ابراہیم شاہ صاحب سے کھل کر بات کر لو کل ہم اس کے اہل خاندان کا بیان لیں گے-"

"بالکل ٹھیک ویسے کیس دلچسپ لگ رہا ہے-"

"ہونا چاہئے" میں نے مسکراتے ہوئے کہا کافی دیر کے بعد ہم مون لینڈ سے اٹھے تھے میرا ذہن حسب معمول اس پوری داستان کے تانوں بانوں میں الجھا ہوا تھا پھر اسی وقت کوئی گیارہ بجے مجھے شہریار کا فون موصول ہوا- میں ایک کتاب پڑھ رہی تھی شہریار نے کہا

"مس خان ابھی ابھی قریشی صاحب کا فون موصول ہوا ہے-"

"خیریت.........؟"

"انہوں نے مجھ سے ملاقات کی خواہش کی ہے کہتے ہیں اغواکنندگان نے ان سے رابطہ کیا ہے اور پانچ لاکھ روپے طلب کئے ہیں- میں تفصیل معلوم کرنے جا رہا ہوں صبح پوری رپورٹ پیش کردوں گا خدا حافظ.........!" شہریار نے فون بند کر دیا.........

O--------☆--------O

یہ اطلاع میرے اندازے کےخلاف تھی- فہیم قریشی کے انداز اور اس کے رویئے سے میرا ذہن کسی اور طرف گھوم گیا تھا مگر یہ اطلاع خلاف توقع تھی- اس کا مطلب ہے کہ یہ سیدھا سادھا کیس ہے- ریسیور رکھ کر میں سوچنے بیٹھ گئی- دل نہ جانے کیوں نہیں مان رہا تھا- شاید یہ فہیم قریشی کے مزاج کی وجہ تھی بعض لوگ مزاجاً ایسے ہوتے ہیں کہ خود بخود ان سے ایک پرخاش سی ہو جاتی ہے- ہو سکتا ہے ایسی ہی بات ہو اور اگر یہ بات نہیں ہے تو پھر شبہ فہیم قریشی کی طرف ہی جاتا تھا- اس وقت اور کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا چنانچہ سو گئی-

دوسرے دن بھی شہریار میرے پاس دفتر آگیا تھا- اس نے بتایا-

"رات کو فہیم قریشی کے گھر گیا تھا- تاوان کے لئے اس سے فون پر بات کی گئی ہے- ایک مردانہ آواز نے اس سے کہا کہ اس کی بیٹی شہلا ان کے پاس موجود ہے اگر اس کی زندہ واپسی درکار ہے تو پانچ لاکھ روپے کیش ادا کر دیئے جائیں- فہیم کا بیان ہے کہ اب وہ مطمئن ہے وہ اسی کا انتظار کر رہا تھا- اس نے تلخ لہجے میں کہا کہ اب اسے پولیس کی ضرورت نہیں ہے-"

"تو پھر اس نے تمہیں کیوں بلایا تھا؟"

"یہی کہنے کے لئے اب میں تکلیف نہ کروں وہ کچھ اور سمجھ رہا تھا جس کی وجہ سے مجھے تکلیف دی گئی-"

"تم نے پوچھا نہیں کہ وہ اور کچھ کیا سمجھ رہا تھا؟"

"اس نے جواب دیا کہ جب معاملہ ہی ختم ہو گیا ہے تو بے کار باتوں سے کوئی فائدہ نہیں ہے پھر اس نے کہا کہ وہ رقم ادا کر دے گا اور معاملہ ختم ہو جائے گا چنانچہ پولیس اپنی مداخلت ترک کر دے- مجھے غصہ آگیا اور میں نے بھی اس سے کچھ سخت باتیں کہیں- میں نے کہا کہ جرم ہو رہا ہے اور وہ پولیس کو حقیقتیں بتانے سے گریز کر رہا ہے جس سے بات بڑھ گئی اور میں نے وہیں سے فون کر کے شاہ صاحب کو طلب کر لیا- بہت عرصے کے بعد پولیس کو ایک عمدہ افسر دستیاب ہوا ہے- لیکن' شاہ صاحب پہنچ گئے اور انہوں نے اس کا دماغ ٹھیک کر دیا- انہوں نے کہا کہ وہ اسے گرفتار کر کے لے جائیں گے اور ہیڈ کوارٹر میں اس سے معلومات حاصل کی جائیں گی- بہت اچھلا کودا بڑے بڑے حوالے دیئے مگر شاہ صاحب مرعوب نہیں ہوئے اور بری طرح بگڑ گئے تب کہیں جا کر وہ راہ راست پر آیا- اس نے بتایا کہ لال باڑی کے پل کے پاس اس سے رقم مانگی گئی ہے اور ہدایت کی گئی ہے کہ رقم کا تھیلا پل سے نیچے پھینک دیا جائے اور کوئی آس پاس نظر نہ آئے- رقم چیک کرنے کے بعد پوری ایمانداری سے کل دس بجے لڑکی واپس پہنچا دی جائے گی-"

"رقم آج مانگی گئی ہے؟"

"ہاں......... رات کو گیارہ بجے-"

"پھر شاہ صاحب نے اسے ہدایت کی ہے کہ وہ پولیس سے تعاون کرے- وہ رقم پروگرام

کے مطابق پہنچائے البتہ اگر درمیان میں کوئی تبدیلی ہو تو پولیس کو اس سے آگاہ کرے اور اسے وعدہ کرنا پڑا۔ ویسے بڑا واویلا کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اس سے غلطی ہوئی کہ اس نے پولیس کو اطلاع دی جو برا بھلا کہہ سکتا تھا کہتا رہا لیکن شاہ صاحب نے اسے نہ چھوڑا اور آج رات شاہ صاحب خود آپریشن میں حصہ لیں گے۔"

"یعنی........؟"

"اغوا کے مجرم کو پکڑنے کی کوشش کی جائے گی شاہ صاحب دو بجے کے بعد پروگرام بتائیں گے۔" میں سوچ میں ڈوب گئی پھر میں نے کہا۔

"ظاہر ہے اس پروگرام میں میری شرکت مشکل ہو گی۔"

"ناممکن ہے لیکن اگر تم اجازت دو تو میں کام ختم ہونے کے بعد فون پر تمہیں اطلاع دوں۔"

"ہاں ضرور........!" میں نے کہا۔ شہریار سے کچھ کہنا بے کار تھا بلکہ اس سے کچھ کہنا اس کے لئے خطرے کا سبب بن سکتا تھا۔ البتہ اس کے جانے کے بعد میں نے لال باڑی کے پل کے بارے میں کافی معلومات حاصل کیں اور دوپہر کو گاڑی لیکر نکل گئی۔ لال باڑی کا علاقہ ایسے کاموں کے لئے نہایت موزوں تھا۔ پل سے کوئی ایک فرلانگ کے فاصلے پر کچی آبادی تھی پل کے نیچے گہرے کھڈ پھیلے ہوئے تھے۔ سڑک پل سے گزرتی ہوئی نہ جانے کہاں تک گئی تھی۔ آس پاس درخت بھی نظر آ رہے تھے۔ میں نے اپنا پروگرام ترتیب دے لیا۔ پھر شام سات بجے میں کچی آبادی پہنچ گئی۔ یہاں ایک جگہ گاڑی کھڑی کی اور شام کے جھٹپٹے میں' میں آبادی سے ہٹ کر پل کی طرف چل پڑی چاروں طرف ہو کا عالم طاری تھا۔ کبھی کبھی پل پر سے کوئی گاڑی گزرتی نظر آجاتی اور پھر خاموشی پھیل جاتی ہے۔ میں نے لباس بھی ایسا پہنا تھا کہ تاریکی میں نظر نہ آئے۔ منتخب درخت کے نزدیک پہنچ گئی جس کی شاخیں خوب پھیلی ہوئی تھیں۔ درخت پر چڑھنا مشکل نہیں ہوا اور میں اس کی شاخوں میں چھپ گئی۔ یہ سب کچھ میں نے اپنی تجسس فطرت کی بناء پر کیا تھا ورنہ تفصیل تو شہریار سے معلوم ہو سکتی تھی چونکہ آپریشن ایس پی کنٹرول کر رہا تھا اس لئے براہ راست اس مسئلے میں نہیں گھسنا چاہتی تھی اور پھر ابراہیم شاہ سے ابھی میرا تعارف بھی نہیں تھا۔ درخت کی اس شاخ پر کئی گھنٹے گزارنے تھے میرا مخصوص کیمرا بھی تیار تھا جس سے میں نے کچھ عرصہ قبل ساحل سمندر پر اسمگلنگ کی باقاعدہ فلم بنائی تھی تمام لوازمات موجود تھے جو اس وقت کام آسکتے تھے صرف گھڑی کی چمکدار سوئیوں پر میرا اختیار نہیں تھا جو آج من مانی کر رہی تھیں اور بار بار یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ بند ہو گئی ہوں۔ نہ جانے کیسے گیارہ بجے تھے میرا دل جانتا ہے۔ پل پر سے گاڑیاں تو وقفے وقفے سے گزر جاتی تھیں لیکن سفید سوک ہنڈا ٹھیک گیارہ بجے پل پر رکی تھی اس دوران میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر پولیس کو تلاش کرتی رہی تھی لیکن داد دینا پڑی تھی دل میں کہ کوئی ایسا نہیں نظر آیا جس پر شبہ کر سکتی۔

سفید گاڑی رکی اس سے کوئی دروازہ کھول کر نیچے اترا۔ میرے کیمرے نے کام شروع کر دیا اس میں طاقتور زوم لگا ہوا تھا چنانچہ میں نے اس شخص کو پہچان لیا وہ فہیم قریشی ہی تھا اور اس نے ایک بیگ پل سے نیچے پھینکا تھا پھر خاموشی سے کار میں آ بیٹھا تھا اس کے بعد کار ریورس ہو کر واپس چل پڑی اور کچھ دیر کے بعد اس کی روشنیاں بھی غائب ہو گئیں۔ پھر زیادہ دیر نہیں گزری کہ لینا پکڑنا کی آوازوں کے ساتھ ٹارچ کی روشنیوں کی لکیریں گردش کرنے لگیں۔ تین فائر بھی ہوئے تھے جو ہوائی تھے۔ پولیس کی بھاگ دوڑ یہاں سے نظر نہیں آ رہی تھی لیکن دوڑتے قدموں کی آوازیں اور چیخیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں ان آوازوں سے صورتحال کا اندازہ لگانے کی کوشش کر رہی تھی' پھر کچھ پولیس والے پل سے اوپر آئے اور ایک طرف بڑھ گئے۔ میں انہیں جاتے دیکھتی رہی اس کے بعد پولیس کی کافی نفری اور آ گئی بلاشبہ انہوں نے کمال کیا تھا وہ کب اور کیسے یہاں پہنچے تھے ان کئی گھنٹوں میں مجھے اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔

میرا کیمرا پھر کام کرنے لگا تھا میں نے اس کی آنکھ سے شہریار کو بھی دیکھا' ایس پی ابراہیم شاہ کو بھی اور پھر اسے بھی جسے وہ پکڑ کر لائے تھے پتلون اور شرٹ میں ملبوس ایک خوبصورت نوجوان تھا جسے پولیس کے جوانوں نے سنبھال رکھا تھا اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑی نظر آ رہی تھی اور بال بکھرے ہوئے تھے۔ سارے خیالات ملیامیٹ ہو گئے تھے۔ مجرم رنگے ہاتھوں پکڑا گیا تھا ویسے بھی وہ تنہا ہی تھا اس کا مطلب تھا کہ فہیم قریشی صاحب ان لوگوں میں سے ہیں جو خود کو اپنی بددماغی کی وجہ سے شک کا نشانہ بنا لیتے ہیں۔ معاملہ سیدھا سادھا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ نوجوان عادی مجرم نہ ہو بلکہ اس نے بہتے دریا میں ہاتھ دھونے کی کوشش کی ہو۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی اس خاندان سے واقفیت ہو........! پھر میں نے دور سے روشنیاں دیکھیں پولیس کی گاڑیاں نزدیک آ رہی تھیں۔ انہیں شاید وائرلیس پر طلب کیا گیا تھا۔ پولیس کار میں مجرم کو ایس پی صاحب کے ساتھ بٹھایا گیا اور دوسرے لوگ دوسری گاڑیوں میں بیٹھ گئے۔ رفتہ رفتہ گاڑیاں آگے بڑھیں اور پھر تاریکی پھیل گئی۔ سب لوگ جا چکے تھے۔ میں مزید کچھ دیر وہاں رکی پھر درخت سے نیچے اتر آئی ابھی مجھے کچی آبادی جا کر وہاں سے اپنی کار لینی تھی۔ گھر پہنچی تو پونے دو بجے تھے خاموشی سے اپنے کمرے میں پہنچ گئی۔ خوب تھک گئی تھی تین بجے تک شہریار کے فون کا انتظار کرتی رہی پھر سو گئی اور اس کے بعد صبح آٹھ بجے آنکھ کھلی تھی۔ رات کو دیر تک جاگنے کی کسل آنکھوں اور دماغ پر طاری تھی لیکن غسل نے اس میں کمی پیدا کر دی۔ دفتر کے لئے نکلی تو شہریار کے لئے تحفہ ساتھ تھا۔ دفتر پہنچے دیر بھی نہیں ہوئی تھی کہ اس کا فون موصول ہوا۔

"خیریت تو ہے؟" میں نے بے چینی سے پوچھا۔

"بالکل خیریت ہے۔"

"سوا چار بجے میں نے فون کیا تھا مگر تم گہری نیند سو رہی تھیں۔"

"سوری شہریار۔"

"نہیں........ میں نے دوبارہ کوشش نہیں کی اور سوچا کہ صبح کو سب کچھ تفصیل میں بتا دوں گا!"

"آؤ گے نہیں؟"

"بارہ بجے تک پہنچوں گا۔ دراصل شاہ صاحب اس معاملے میں بہت دلچسپی لے رہے ہیں۔"

"تب باقی باتیں اسی وقت ہوں گی۔" میں نے کہا۔

"گڈ........ ویسے بھی شاہ صاحب آرہے ہیں۔ اچھا خدا حافظ۔" شہریار نے فون بند کر دیا۔

بارہ ساڑھے بارہ اور پھر پونے ایک بج گیا۔ میں بور ہو کر دفتر سے نکل آئی نیچے اتری ہی تھی کہ شہریار کی بائیک آندھی طوفان کی طرح آتی نظر آئی وہ مسمسی سی شکل بنا کر مجھ دیکھنے لگا۔

"مون لینڈ۔" میں نے کہا اور گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔

"بائیک پر آرہا ہوں۔"

"آجاؤ۔" میں نے کہا اور کار آگے بڑھا دی۔ مون لینڈ میں اپنے مخصوص ٹھکانے پر پہنچ کر اس نے کہا۔

"ناراض تو نہیں ہو؟"

"نہیں بھئی........ پاگل ہوں کیا۔"

"بے حد شکریہ یقین کرو بہت خوفزدہ تھا دیر ہو جانے سے ویسے یہ شاہ صاحب بڑے کام کے آدمی ہیں۔ ڈٹ کر کام کرتے ہیں اور کسی کو خاطر میں نہیں لاتے اس وقت انہوں نے قریشی صاحب کے چھکے چھڑا دیئے ہیں۔"

"ایسے لوگوں کی محکمہ پولیس میں اشد ضرورت ہے۔ شہریار یقین کرو میں تمہیں بھی اتنا ہی دلیر دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"دلیر تو ہم بہت ہیں مگر........ بس چھوڑو بات دوسری طرف نکل جائے گی کیا فائدہ اس وقت کا انتظار کرنا ہو گا لیکن جب قانون' قانون ہو۔ موجودہ دور میں قانون کی جس قدر بے حرمتی ہو رہی ہے اس کی مثال ملکوں کی تاریخ میں نہیں ہے۔ قانون کے محافظ خلوص سے قانون پر عمل کرنا چاہتے ہیں مگر ان کے سیدھے راستے روکے جاتے ہیں' انہیں بے حقیقت کر دیا جاتا ہے چنانچہ بعض اوقات جھلاہٹ ان سے خود قانون شکنی کرا دیتی ہے۔ اپنی بقاء کے لئے وہ خود بھی بے راہ ہو جاتے ہیں۔"

"ہاں یہ المیہ ہے۔ مجرم پکڑا گیا؟"

"ہاں پکڑا تو گیا ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر کہا۔

"کہانی وہاں سے سناؤ جہاں سے اس کے بیان کا آغاز ہوتا ہے۔" میں نے کہا اور شہریار چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے اس کے سوال کرنے سے پہلے کہا۔ "میں وہاں موجود تھی اور میرے پاس تم لوگوں کی کاروائی کی مختصر ویڈیو موجود ہے۔"

"خدا کی قسم مجھے شبہ تھا۔" شہریار نے کہا۔

"بس میں خود کو باز نہ رکھ سکی۔" میں نے مختصراً شہریار کو اپنی کاروائی کی تفصیل بتائی' پولیس آپریشن کی تعریف کی جس میں مجھے پولیس کی وہاں موجودگی کا پتہ نہیں چل سکا تھا۔ شہریار نے بتایا کہ کس طرح ایک ایک کرکے پولیس کے جوان شام سے وہاں جا چھپے تھے اور پھر کس طرح اسے رنگے ہاتھوں بیگ وصول کرتے ہوئے پکڑا گیا پھر شہریار نے کہا۔

"اس کا نام ناصر علی ہے اور وہ ایک مقامی کالج میں پروفیسر ہے۔"

"اوہ میرے خدا!"

"مگر لیکن وہ مجرم نہیں ہے۔" شہریار نے کہا اور میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"شاہ صاحب کا بھی یہ خیال ہے اور بات ایک بار پھر الجھ گئی ہے۔ یوں سمجھو ہم اپنی ڈیوٹی پر تعینات تھے کہ ہم نے اسے آتے ہوئے دیکھا وہ پل کے نچلے راستے سے آرہا تھا او ریل کے نیچے ایک جگہ رک گیا تھا۔ پھر قریشی صاحب کی کار آئی انہوں نے تھیلا نیچے پھینکا اور وہ تھیلے کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے تھیلا اٹھایا اور پولیس نے اسے گھیر لیا! مگر وہ شکل سے مجرم نہیں لگتا۔"

"شکلوں کو چھوڑو' اس نے کیا بیان دیا؟"

"بڑی ڈرامائی رات گزری ہے۔ پولیس کو دیکھ کر وہ ساکت رہ گیا تھا اس کے پاس ہتھیار کے نام پر ایک کیل بھی نہیں تھی۔ ہم نے اسے چڑیا کی طرح پکڑ لیا۔ بہرحال اس نے اپنے بارے میں بتایا اور کہا ہے کہ کسی واردات کے لئے وہاں نہیں آیا تھا اس کا تعلق ایک شریف گھرانے سے ہے۔ اس نے بتایا کہ اسے ایک فون کال موصول ہوئی تھی جس میں اسے لال باڑی کے پل کے نیچے بلایا گیا تھا۔ وہ وہاں پہنچا انتظار کر رہا تھا کہ اسے بلانے والا وہاں آئے کہ اس نے اوپر سے کوئی چیز نیچے گرتے دیکھی اور حیران ہو کر اسے اٹھا لیا اس وقت پولیس نے اسے پکڑ لیا۔"

"فون کال کس کی تھی؟ یہ پوچھا گیا؟"

"بس یہی گھپلا ہے۔ وہ اسے ایک اجنبی کا بتاتا ہے۔ اس بات پر اس سے پوچھا گیا کہ ایک یا متعدد کال کے لئے ایسی خطرناک جگہ جایا جا سکتا ہے اس نے کہا کہ جی یہ اس کی بدنصیبی ہے کہ اس نے غور نہیں کیا۔ اس کے بعد اس کھیل کا دوسرا ہاف شروع ہوا۔ محترم قریشی صاحب کو زحمت دی گئی موصوف کا کہنا تھا کہ انہوں نے اپنی بچی کے لئے پانچ لاکھ قربان کر دیئے۔ پولیس انہیں کیوں پریشان کر رہی ہے تاہم وہ آئے اور انہوں نے ایک اور انکشاف کیا۔ انکشاف یہ ہے کہ ناصر علی ان کا سالا ہے۔"

"اوہ-" میرے منہ سے نکل گیا-

"یعنی ان کی دوسری بیگم کا کزن ہے- انہوں نے بتایا کہ ناصر علی ان کے پاس آیا جایا کرتا ہے اور انہوں نے کبھی اس کے بارے میں اس انداز میں نہیں سوچا تھا لیکن دنیا بہت خراب ہے- وہیں ناصر کا گریبان پکڑ کر کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اپنی بیٹی کے لئے واویلا شروع کر دیا- ناصر کہتا ہے اسے شہلا کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے-"

"سنگین صورتحال ہے-" میں نے پرخیال انداز میں کہا-

"ناصر کی صورت دیکھ کر میں پریشان ہو گیا ہوں وہ مجھے ان راستوں کا راہی نہیں لگتا اس کا وہاں پہنچنا مشکوک ہے-"

"شاہ صاحب کیا کہتے ہیں؟"

"کوئی خاص بات نہیں- تاہم انہوں نے کسی قدر الجھے ہوئے انداز میں کہا تھا کہ یہ آدمی انہیں مجرم نہیں لگتا' تم خود بھی اسے دیکھو گی تو اس کے بارے میں یہی فیصلہ کرو گی-' وہ کہتا ہے کہ اس کی پوری زندگی کی تفصیل معلوم کر لی جائے' اس نے کبھی کوئی جرم نہیں کیا اور جہاں تک اس مسئلے کا تعلق ہے وہ اس سے بالکل لاعلم ہے- اسے تو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ شہلا کو اغوا کر لیا گیا ہے-"

"اور فون کال کے بارے میں کوئی بات نہیں بتاتا؟"

"بس یہیں مار کھا رہا ہے' میں نے کہا نا تم سے کہ اگر اس فون کال کی وضاحت کر دیتا وہ' تو معاملہ کسی قدر صاف ہو جاتا-"

"تو پھر کیا ارادے ہیں اب' کچھ نہ کچھ تو سوچا ہو گا تم نے........؟"

"ابھی تو اس کی شامت آئے گی' یہ مسئلہ اس لئے اور ٹیڑھا ہو گیا ہے کہ اب اغوا کرنے والا پولیس کی تحویل میں ہے گو پانچ لاکھ روپے کی رقم محفوظ رہی لیکن قریشی صاحب کا کہنا ہے کہ وہ الجھن میں پھنس گئے' اگر رقم پہنچ جاتی تو' ان کی بیٹی کے ملنے میں دشواری نہ ہوتی لیکن پولیس نے اسے گرفتار کرکے ان کی بیٹی کو خطرے میں ڈال دیا ہے' پتہ نہیں وہ کہاں ہے' خصوصاً ایسی شکل میں جب کہ ناصر اس بات سے انکار کر رہا ہے چنانچہ اب پولیس اس کی زبان کھلوانے کے لئے کاروائیاں کرے گی-"

"مارا گیا بیچارہ........ لاک اپ میں ہے؟"

"ظاہر ہے اور کہاں ہوتا؟"

"اس کے لواحقین کے بارے میں کچھ پتہ چل سکا؟"

"ایک ماں ہے' دو بڑے بھائی ہیں جو ملک سے باہر ہیں ایک بڑی بہن ہے جس کی شادی ہو گئی ہے' ایک اور چھوٹی بہن ہے' اس وقت وہ چھوٹی بہن اور ماں کے ساتھ ایک فلیٹ میں رہتا ہے- مالی طور پر ناآسودہ نہیں ہے' کیونکہ خود بھی ملازمت کرتا ہے-"

"ٹھیک تو اب کیا کرنے کا ارادہ ہے تمہارا؟"

"بس اس کے بارے میں کوائف جمع کئے ہیں' ان کی چھان بین کرنی ہے' ویسے اب تمہاری اپنی رائے کیا ہے؟"

"اس سلسلے میں میں نے اس وقت یہ سوچا تھا شہریار جب یہ دیکھا تھا کہ تم لوگوں نے مجرم کو رنگے ہاتھوں پکڑ لیا ہے کہ قریشی صاحب کے بارے میں جو رائے ہم نے قائم کی ہے وہ غلط ہے لیکن میں یہ الفاظ کہنے میں اب کوئی دقت نہیں محسوس کرتی کہ ایک بار پھر قریشی صاحب کا پاؤں اس سلسلے میں الجھا ہوا نظر آنے لگا ہے-" شہریار سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا پھر بولا-

"ذرا کچھ تفصیل چیف؟"

"نہیں ابھی کوئی تفصیل کیسے بیان کر سکتی ہوں' میں نے یہی سوچا تھا کہ قریشی صاحب مزاجاً ایسے آدمی ہیں یعنی وہی گفتگو جو میرے اور تمہارے درمیان ہو چکی ہے' انہوں نے سارا پروگرام خود بنا کر پیش کر دیا تھا اور اب یہ بات کہ ناصر علی ان کا سالا ہے پھر کچھ گڑبڑ ہو گئی ہے- ذرا سا سوچنے دو مجھے' بتاؤں گی میں تمہیں اس سلسلے میں- ہاں کیا اب بھی یہ بات ممکن نہیں رہی کہ ہم قریشی صاحب کے اہل خاندان کے بیان لے سکیں- خاص طور پر ان کی بیگم کا کیا ردعمل ہے- اس بارے میں معلوم کرنا ہے-"

"میرے خیال میں تو اب کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے- تم اگر چاہو تو یہ پروگرام کل ہی کر لیتے ہیں- میرا مطلب ہے کہ وہاں بیانات وغیرہ لینے کا سلسلہ کیونکہ لڑکی بدستور غائب ہے جو دشمن پکڑا گیا وہ اس کے حصول سے انکار کرتا ہے- ایسی شکل میں تو پولیس کا کام ابھی باقی ہے نا- اور پھر شاہ صاحب نے قریشی صاحب کے اسکرو اس طرح ٹائٹ کئے ہیں کہ قریشی صاحب جھنجلا تو رہے ہیں' لیکن کچھ کر نہیں پا رہے-"

"تم ایسا کرو' کسی بھی طرح قریشی صاحب کی کوٹھی کے تمام افراد کے بیان لے لو' بات اب باہر نکل گئی ہے- قریشی صاحب کا وہ سلسلہ بھی ختم ہو گیا جس کے لئے وہ کہہ رہے تھے کہ ان کی پولیس آمد سے بدنامی ہو گی' اب تو بات منظرعام پر آ ہی چکی ہے-"

"ہاں ہاں بالکل اس سلسلے میں ہمیں کوئی پریشانی نہیں ہو گی-" شہریار نے جواب دیا- کھانا کھانے کے بعد ہم وہاں سے اٹھ گئے- شہریار نے مجھ سے شام کی ملاقات سے معذرت کی تھی اور کہا تھا کہ ایس پی شاہ صاحب چونکہ اس پر خصوصاً توجہ دے رہے ہیں اور اسے ڈی ایس پی بنانے پر تلے ہوئے ہیں چنانچہ ان کے ساتھ کافی وقت صرف کرنا پڑے گا- میں نے اسے خلوص دل سے اجازت دے دی تھی اور اس کے بعد میں گھر واپس آ گئی تھی- کم ہی ایسا ہوتا تھا کہ اتنی جلدی میری واپسی ممکن ہو جائے اہل خاندان مجھے گھیر لیا کرتے تھے بس ایک مہمان کی سی حیثیت ہوتی تھی میری گھر میں اور خاص مدارت بھی ہوا کرتی تھی- قبلہ والد صاحب چونکہ اب

پوری طرح میرے کام سے متفق ہو گئے تھے چنانچہ ان کی نرم روی بھی برقرار رہتی تھی مگر واپس آنے کے بعد شام تک فرصت نہیں ملی رات ہی کو موقع ملا ان واقعات پر سوچنے کا۔ قریشی صاحب کی شخصیت کا ایک انداز مجھے کھٹک رہا تھا اور اب پھر وہی خیال ذہن میں تازہ ہو گیا تھا کہ وہ کسی خاص سمت اشارہ کرنا چاہتے ہیں اور وہ خاص سمت کون سی تھی بس اس کا پتہ لگانا ضروری تھا تاہم کوئی ایسا فیصلہ نہیں کر پائی جس سے بات کچھ آگے بڑھ سکتی اور معمول کے مطابق رات گزر گئی دوسرے دن معمول کے مطابق ہی دفتر پہنچی لیکن یہاں ایک اور دلچسپ صورتحال پیش آئی مجھے ایک ٹیلیفون کال ملی۔ دوسری طرف سے بولنے والے میرے کرم فرما عرشی صاحب تھے۔ انہوں نے اپنا تعارف کرایا تو میں نے نہایت احترام سے ان سے دعا سلام کی ان کی خیریت دریافت کی۔ عرشی صاحب کہنے لگے۔"

"بھئی لبنیٰ بیٹے تم ہمارے پاس ایک کام سے آئی تھیں آج ہمیں تم سے ایک کام آپڑا ہے۔"

"آپ حکم فرمایئے گا جس وقت حکم دیں حاضر ہو جاؤں۔"

"اس وقت تو کورٹ جا رہا ہوں' لیکن دوپہر کے دو بجے ملاقات ہو سکتی ہے؟"

"یقیناً ہو سکتی ہے میں آپ کے دفتر حاضر ہو جاؤں۔ تھوڑی سے معاونت فرمائیں گے یہ بتائیں گے کہ کام کیا ہے؟"

"ہاں ہاں کوئی حرج نہیں بیرسٹر فیاض الدین کا نام سنا ہے تم نے؟"

"اتفاق سے نہیں سنا۔" میں نے جواب دیا' لیکن اچانک ہی مجھے یاد آگیا کہ میں نے یہ نام سنا ہے' یادداشت نے بروقت ساتھ دیا تھا۔ یہ نام میرے سامنے قریشی صاحب نے لیا تھا اور بتایا تھا کہ وہ ان کے خسر ہیں میں نے فوراً کہا۔ "جی ہاں نام کسی حد تک شناسا محسوس ہوتا ہے۔"

"بس یوں سمجھ لو وہ تم سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔" عرشی صاحب نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ میں دو بجے پہنچ جاؤں گی" میں نے جواب دیا میرے ذہن میں سنسنی سی پیدا ہو گئی تھی نہ جانے کیوں میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ بیرسٹر فیاض الدین صاحب اسی سلسلے میں مجھ سے ملنا چاہتے ہیں۔ شہریار پونے گیارہ بجے آگیا تھا اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"چلیں؟"

"مسکرا کیوں رہے ہو؟"

"بس ایسے ہی قریشی کا خیال آگیا تھا۔ عجیب آدمی ہے حالانکہ اس وجہ سے قابل ہمدردی ہے کہ اس کی بیٹی اغوا ہو گئی ہے مگر اس نے اپنے مزاج کی وجہ سے اپنے لئے ساری ہمدردی کھو دی ہے۔" ہم نیچے آگئے اور کچھ دیر کے بعد قریشی صاحب کے ہاں پہنچ گئے۔ قبلہ قریشی صاحب نے ہی ہمارا استقبال کیا تھا فوراً بولے۔

"کہا تھا نا میں نے تم سے کہا تھا نا کہ تم چوپٹ کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کرو گے دیکھو

شریف شہریوں میں شمار ہوتا ہے میرا۔ انکم ٹیکس ادا کرتا ہوں مجھے پریشان کرنا اتنا آسان نہیں ہو گا۔"

"ہم آپ کو پریشان نہیں کرنا چاہتے قریشی صاحب بلکہ آپ سے تعاون کرنا چاہتے ہیں۔ ہماری دلی خواہش ہے کہ مس شہلا گھر واپس آجائیں۔" شہریار نے کہا۔

"آجاتی...... اب تک آجاتی وہ۔ آستین کے سانپ نے ڈسا ہے مجھے اسے پیسے مل جاتے وہ اپنا کام کر دیتا۔ آہ تم لوگوں نے بیچ میں ٹانگ اڑا کر میری بیٹی کے لئے خطرات پیدا کر دیئے۔ اب وہ خود کو بچانے کے لئے کبھی یہ نہ بتائے گا کہ اس نے اسے اغوا کیا ہے۔ کان کھول کر سن لو بہت اوپر تک جاؤں گا۔ میں۔ اب میری بیٹی کی بازیابی کرنا تمہارا کام ہے۔"

"یقیناً ہم اسے برآمد کر لیں گے۔"

"خاک برآمد کرو گے۔ کیا کہتا ہے وہ...... کہاں ہے میری بچی؟"

"اس وقت ہم دوسرے کام سے آئے ہیں قریشی صاحب۔"

"کیا کام ہے؟"

"آپ کے اہل خاندان کا بیان......۔"

"وہ کیا بیان دیں گے اس سلسلے میں۔ تمہیں بیان لینے کا بہت شوق ہے کوئی کچھ بیان نہیں دے گا سمجھے۔"

"آپ سب لوگ اس کوٹھی میں جو کوئی بھی ہے تیار ہو کر میرے ساتھ پولیس ہیڈ کوارٹر چلیں میں پولیس کی گاڑی منگوائے لیتا ہوں۔"

"ارے واہ۔ یہ کیا بات ہوئی یعنی اب پولیس ہیڈ کوارٹر......؟"

"بہتر ہے قریشی صاحب آپ پولیس سے تعاون کریں۔ خواہ مخواہ آپ کو پریشانی ہو گی۔ پولیس آپ سے تعاون کرنا چاہتی ہے اور آپ کی بیٹی کو بازیاب کرنا چاہتی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ صورتحال کیا نکلتی ہے۔ کیونکہ ناصر علی سرے سے خود کو بے قصور کہتا ہے۔" میں نے کہا۔

"عجب باتیں کرتی ہیں آپ۔ ایک شخص آپ کے سامنے آکر آپ کے سینے میں چھرا گھونپ دیتا ہے اور پھر کہتا ہے وہ بے قصور ہے بس اس کا ہاتھ بڑھا اور چھرا آپ کے سینے میں اتر گیا۔ مان لیں گی آپ......؟"

"ہرگز نہیں مانوں گی لیکن اب صورتحال کافی الجھ گئی ہے۔ اغوا کرنے والا آپ کا عزیز ہے یقیناً اس نے اغوا کے لئے پروگرام بنایا ہو گا۔ دوسروں کو اپنے ساتھ شامل کیا ہو گا۔ وہ دوسرے کون ہیں اور یہ پروگرام کیسے بنا اس کے بارے میں جب تک معلومات حاصل نہ کی جائیں گی کیسے پتہ چل سکتا ہے قریشی صاحب۔" میری اس بات سے قریشی صاحب کے چہرے پر کسی قدر نرمی کے آثار پیدا ہوئے' پھر انہوں نے کراہتے ہو کہا۔

"میرے دل پر جو بیت رہی ہے میں ہی جانتا ہوں' ایک ایک پل میرے لئے عذاب ہے'

سوچتا ہوں کہ نہ جانے میری بچی کس حال میں ہوگی' آستین کے سانپ مجھے یوں ڈس لیں گے میں نے کبھی غور بھی نہیں کیا تھا- یہ کم بخت میری نگاہوں میں بہت باعزت تھا یہاں آتا جاتا رہتا تھا- میں اس کے ساتھ مہربانی سے پیش آتا تھا لیکن اس کے دل میں یہ شیطان جنم لے رہا تھا' دولت کے حصول کے لئے میں نے کبھی غور بھی نہیں کیا تھا- ٹھیک ہے بھائی بیانات لو' جس کا جی چاہے بیان لو' مجھے بس میری بچی درکار ہے اگر کوئی نقصان پہنچ گیا اسے تو یوں سمجھ لینا کہ......... کہ.........-"

قریشی صاحب خاموش ہو گئے' میں بغور ان کے چہرے کا جائزہ لے رہی تھی اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہی تھی کہ یہ شخص نارمل ہے بھی یا نہیں- اس کے جو الفاظ تھے ان میں پریشانی تھی لیکن چہرے کے تاثرات سے یہ اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا کہ وہ اس سلسلے میں بہت زیادہ فکرمند یا غم زدہ ہے- ہو سکتا ہے اس کے چہرے کی بناوٹ ہی ایسی ہو- پھر اس نے کہا-

"میں تمام لوگوں کو تمہارے سامنے لے آتا ہوں' اطمینان سے ان کے بیانات لے لو-"

اور اس کے بعد قریشی صاحب نے ایک ملازم کو بلا کر سب لوگوں کو بڑے ہال میں پہنچ جانے کے لئے کہا- میں شہریار کی طرف دیکھنے لگی اور شہریار نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی- پھر تقریباً تمام ہی افراد بڑے ہال میں پہنچ گئے تھے اور میں نے پہلی بار بیگم قریشی کو دیکھا' ایک نوجوان دبلی پتلی اور خوبصورت سی لڑکی تھی' مشرقی خدوخال کی مالک' آنکھوں میں شرم و حیا کے تاثرات' چہرے کی بناوٹ بہت ہی نفیس' میں گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لیتی رہی اس کے علاوہ ملازمین تھے' ایک معمر خاتون تھیں' بس یہی افراد تھے اس کوٹھی میں- قریشی صاحب نے ان میں سے سب کا تعارف کرایا-

"یہ میرا سب سے پرانا ملازم رحمان خان ہے' یوں سمجھ لیں آٹھ سال کی عمر سے ہمارے ہاں کام کر رہا ہے اور یہیں بوڑھا ہو گیا ہے یہ جمیل ہے اور یہ دوسری ملازمائیں' یہ میری بہن ہے فردوسی خانم اور یہ میری اہلیہ نائلہ بانو' آپ لوگ ان سے جو معلوم کرنا چاہتے ہیں معلوم کر لیں-" انہوں نے کہا-

"قریشی صاحب کیا آپ ہمیں تنہائی میں ان سے کچھ گفتگو کرنے کی اجازت دیں گے؟"

"کیا مطلب؟" قریشی صاحب ایک بار پھر پھاڑ کھانے والے انداز میں بولے-

"مطلب یہ کہ آپ یہاں سے باہر تشریف لے جایئے-" شہریار نے کہا اور قریشی کی آنکھوں میں ایک بار پھر جنون کے آثار نظر آنے لگے- چند لمحات وہ ہمیں گھورتا رہا- پھر تیز تیز قدموں سے باہر نکل گیا میں نے شہریار کو اشارہ کیا اور شہریار نے دروازہ بند کر دیا- ہم نے ایک نشست گاہ منتخب کر لی تھی- تمام لوگ سامنے کے حصے میں بیٹھے گئے- معمر خاتون کے ہاتھ میں تسبیح تھی اور وہ تسبیح کے دانے چلا رہی تھی جبکہ بیگم صاحبہ غمزدہ سے انداز میں بیٹھی ہوئی تھیں- او ران کا چہرہ بری طرح اترا ہوا تھا' بال منتشر تھے' سب سے پہلے ہم نے رحمان خان کو اپنے

پاس طلب کیا تھا- رحمان خان خاموشی سے ہمارے سامنے آ بیٹھا اور میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا-

"بابا رحمان خان آپ ہمیں اس اغوا کے بارے میں کچھ بتا سکتے ہیں؟"

"میں کیا بتا سکتا ہوں بی بی جی......... جو سب کو معلوم ہے وہ مجھے معلوم ہے"

"ناصر علی کو جانتے ہیں آپ؟"

"ہاں جی یہاں آتے رہتے تھے"

"شہلا سے ان کے کیسے تعلقات تھے؟"

"شہلا بی بی ان سے بات نہیں کرتی تھیں وہ انہیں پسند نہیں کرتی تھیں"

"اور تمہارے صاحب؟"

"صاحب سے ان کے اچھے تعلقات تھے"

"بیگم صاحبہ سے؟"

"وہ تو ان کی بہن ہیں بی بی صاحب"

"کوئی ایسی بات جس سے ان واقعات پر کچھ روشنی پڑے"

"سر جھکا کر نوکری کی ہم نے پوری زندگی' اس گھر کے نمک حلال رہے ہیں- مالکوں کے رازوں کی کبھی کھوج نہیں کی ہم نے"

شہریار خاموشی سے میرے سوالات نوٹ کر رہا تھا اس ملازم سے ہمیں کچھ نہیں معلوم ہوا پھر تمام ملازموں کے بعد میں نے فردوسی خانم کو طلب کیا اور وہ ہمارے سامنے آ بیٹھیں- کافی عمر رسیدہ تھیں لیکن صحت اچھی تھی-

"آپ شہلا کے اغوا پر کچھ روشنی ڈال سکتی ہیں خانم"

"میں تو خود بے نور ہوں بیٹی' بس اتنا کہ سکتی ہوں کہ بڑی خراب تقدیر ہے میری جہاں بھی خوشیاں پانی چاہیں وہاں اندھیرا ہو گیا- میری بچی مجھے بہت چاہتی تھی' پھوپھی جان......... پھوپھی جان کہتے منہ سوکھتا تھا اس کا' ماں کی ترسی ہوئی تھی مجھ میں اس نے ماں پائی تھی- کہتی تھی پھوپھی جان جب سے آپ یہاں آئی ہیں میری زندگی بڑھ گئی ہے خدا اسے اپنی امان میں رکھے' خدا کرے جہاں ہے واپس آجائے" فردوسی خانم رونے لگیں-

"آپ یہاں کب آئیں؟"

"اڑھائی سال پہلے"

"اس سے پہلے کہاں تھیں؟"

"جہنم میں-"

"جی!"

"ہاں بٹی جہاں سکون قلب چھن جائے وہ جگہ جہنم سے بدتر ہوتی ہے- دو بیٹے ہیں

میرے' بیویاں پائیں تو ماں بے حقیقت ہو گئی۔ عورت عورت کی سب سے بڑی دشمن ہے یہ نہ سوچا کمبختوں نے کہ ماں بے لوث ہوتی ہے میرے ہی توسط سے تمہیں شوہر ملے ہیں تنہا بوڑھی کہاں جائے گی۔ دن رات سازشیں کرتی رہیں۔ میرے خلاف بیٹے منہ سے تو نہ کہہ سکتے تھے ماں نکل جاؤ' پریشان رہنے لگے۔ میں نے ان کے سکون کے لئے گھر چھوڑ دیا نکلی دربدر پھرنے کے لئے تھی مگر بھائی اپنے گھر لے آئے اور....... اور یہاں مجھے عزت ملی آہ میری بچی مجھ سے بہت مانوس ہو گئی تھی۔" انہوں نے روتے ہوئے کہا۔

"ایک سوال کا جواب دیجئے"

"ہاں پوچھو"

"کیا ناصر علی شہلا کو اغوا کر سکتا ہے؟"

"میری بات سچ مانو گی"

"ہاں آپ بزرگ ہیں' کیوں نہیں"

"بڑی ڈری ہوئی ہوں دنیا سے' اس عمر میں دربدری نہیں چاہتی۔ صرف ایک گوشہ پکڑ لیا ہے جہاں بیٹھی خدا کے حضور گڑگڑاتی رہتی ہوں' اپنی عافیت کے لئے' ان نافرمانوں کی بہتری کے لئے' سب کے لئے' کسی پر کبھی نگاہ نہیں رکھی"

"دوسرا سوال' نائلہ بانو اور شہلا کے درمیان کیسے تعلقات تھے؟"

"گہرائیوں میں کبھی نہیں گئی' مگر فہیم میاں کو کسی عمر رسیدہ عورت سے شادی کرنی چاہئے تھی خاص طور پر ایسی شکل میں جبکہ بیٹی بھی جوان تھی"

"گویا تعلقات اچھے نہیں تھے؟"

"میرے بھی نہیں تھے' مگر مقابلہ تھا"

"قریشی صاحب کس کا ساتھ دیتے تھے؟"

"اس پر کبھی غور نہیں کیا؟" آخری فرد نائلہ بانو تھیں۔ سوالات میں ہی کر رہی تھی۔

"آپ اس اغوا پر کچھ روشنی ڈال سکتی ہیں؟"

"نہیں" اس نے سرد لہجے میں کہا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"کوئی ایسی بات' ایسا نکتہ جو پولیس کی معاونت کر سکے"

"میں صرف ایک گھریلو عورت ہوں' نکتوں سے ناواقف"

"آپ کو علم ہے کہ ناصر علی کو اس اغوا کے الزام میں پکڑا گیا ہے"

"ہاں معلوم ہے"

"وہ آپ کا بھائی ہے"

"اس سے کون انکار کر سکتا ہے۔" اس نے کھردرے لہجے میں کہا۔

"آپ کے خیال میں ناصر علی یہ قدم اٹھا سکتا ہے؟"

"عجیب باتیں کرتی ہیں' آپ کا تعلق محکمہ پولیس سے ہے' یہ بات آپ بہتر جان سکتی ہیں' میں بھلا اس بارے میں کیا کہہ سکتی ہوں۔"

"ناصر علی آپ کا سگا بھائی ہے؟"

"نہیں....... تایازاد......." اس نے جواب دیا۔

"وہ ایک کالج میں پروفیسر ہے آپ کا تایازاد بھائی ہے' یقینی طور پر آپ اس کی فطرت کے بارے میں جانتی ہوں گی اور پھر جیسا کہ ہمارے علم میں آیا ہے کہ وہ یہاں آتا رہتا ہے اس کے اس گھرانے سے اچھے تعلقات تھے۔"

"وہ میرا کزن ہے اور بس' اس سے زیادہ میں اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔"

"شہلا سے اس کے کیسے تعلقات تھے؟"

"تعلقات تھے ہی نہیں' شہلا میری سوتیلی بیٹی ہے اور فہیم احمد قریشی کی اولاد' ظاہر ہے اس کا ناصر علی سے براہ راست کوئی واسطہ ہی نہیں تھا اس لئے بہت گہرے تعلقات ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"اور شہلا سے آپ کے کیسے تعلقات تھے؟"

"بہت خراب' انتہائی دشمنی کے' سمجھ رہی ہیں آپ اور ہو سکتا ہے اس کے اغوا میں میرا ہی ہاتھ ہو' آپ ان لائنوں پر کام کیجئے اور مجھے گرفتار کر لیجئے" اس نے جواب دیا' اس کی آواز میں ہلکی سی گھبراہٹ تھی۔ میں نے نرم لہجے میں کہا۔

"نہیں محترمہ' ظاہر ہے' ہم بغیر کسی ثبوت کے کسی کو گرفتار نہیں کر سکتے اور پھر آپ کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' میرے خیال میں آپ اس سلسلے میں پولیس سے کوئی تعاون نہیں کرنا چاہتیں۔"

"آپ کا خیال بالکل درست ہے۔" نائلہ نے جواب دیا اور میں شہریار کی جانب دیکھنے لگی۔ پھر میں نے کہا۔

"بہت بہتر محترمہ نائلہ' ہمیں آپ کے عدم تعاون سے بہت مایوسی ہوئی ہے۔" نائلہ نے میری اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا وہ بولی۔ "میں جا سکتی ہوں اب؟"

"جی......." اس کے بعد یہاں رکنے کا جواز نہیں تھا سو میں شہریار کے ساتھ باہر نکل آئی اور باہر ہمیں قریشی صاحب ملے۔

"جی ہو گیا آپ کا کام مکمل؟"

"جی قریشی صاحب' بے حد شکریہ......."

"ہم کب تک اس عذاب کا شکار رہیں گے۔ کوئی یقین ہے اس بارے میں؟"

"جب تک آپ کی بیٹی بازیاب نہ ہو جائے۔" میں نے جواب دیا اور قریشی صاحب کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔ میں نے شہریار کو واپسی کا اشارہ کیا اور کچھ دیر کے بعد

ہم وہاں سے واپس چل پڑے۔ شہریار گہری گہری سانسیں لیکر سینے پر پھونکیں مار رہا تھا اور میں پریشان انداز میں سڑک پر نگاہیں جمائے ان واقعات کے بارے میں سوچ رہی تھی پھر شہریار نے کہا۔

"جب کوئی کیس ملتا ہے تو یہ احساس ہوتا ہے کہ اس سے زیادہ پیچیدہ کیس زندگی میں دوسرا نہیں آیا لیکن جب دوسرا کیس ملتا ہے' تو پھر اس کی پیچیدگیاں پہلے کیس سے بڑھ کر معلوم ہوتی ہیں' مگر یقین کرو' اس وقت تمہاری تعریف نہیں کر رہا' بلکہ اس بیان کے دوران میں نے تم سے بہت کچھ سیکھا ہے' تم یقینی طور پر بے حد ذہین لڑکی ہو' لبنیٰ' میں خلوص دل سے آج اس کا اعتراف کر رہا ہوں۔ اعتراف تو پہلے بھی کرتا رہا تھا لیکن لیکن یوں لگتا ہے جیسے تمہیں اسی کام کے لئے تخلیق کیا گیا ہو' یہ ایک ٹھوس سچائی ہے کہ تم نے صحافت کی لائن اختیار کی ہے' ورنہ تمہارا اصل مقام محکمہ سراغ رسانی ہی تھا' تم جس انداز سے اصل بات کی تہہ تک پہنچ جاتی ہو' وہ تمہارا ہی خاصا ہے' لبنیٰ آج میں واقعی بہت متاثر ہوا ہوں۔" شہریار نے کہا اور میں ہنسنے لگی؟

"کیا بات ہے بڑی ستائش کی جا رہی ہے؟"

"میرے جذبات کا مذاق مت اڑاؤ۔" شہریار نے کہا۔ اور میں ہنسنے لگی۔

"ویسے شہریار اب تک کے واقعات پر نگاہ ڈال کر تم نے اپنے ذہن میں کوئی خاکہ تیار کیا ہے۔"

"خاک...... خیالات منتشر ہیں کبھی کچھ سوچتا ہوں کبھی کچھ' کسی ایک جگہ ذہن نہیں جم پایا' مثلاً قریشی صاحب' یوں لگتا تھا' جیسے وہ اپنی بیٹی کے اغوا سے بہت مطمئن ہوں اور اس سلسلے میں پولیس کی رہنمائی اہم نکتوں کی طرف کرکے کوئی اسکرپٹ تیار کر رہے ہوں۔ پھر پانچ لاکھ کا چکر چلا اور تاوان وصول کرنے والا تاوان وصول کرتا ہوا پکڑا گیا۔ اس کا بیان 'لڑکی ہنوز غائب' ہر چند کہ اب کیمرہ صرف ناصر علی پر مرکوز ہے لیکن ہمارے دلوں میں یہ احساس ہے کہ وہ مجرم نہیں ہے بتاؤ کیا کر سکتی ہو۔"

"ہوں' نائلہ بانو کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"قریشی صاحب ہی کے پائے کی خاتون ہیں۔ انہوں نے ایک مختلف انداز اختیار کیا ہے۔ کچھ اور گہرائیوں میں اترا جائے تو ان کی طرف بھی انگلی اٹھائی جا سکتی ہے۔ ویسے اب اگر میں تمہاری رائے پوچھوں تو......"

"پورے خلوص اور سچائی سے کہہ رہی ہوں کہ ابھی کوئی رائے قائم نہیں کر سکی لیکن بہت جلد کچھ تلاش کر لوں گی۔"

"میرے لئے کیا حکم ہے جہاں پناہ؟"

"ڈی ایس پی صاحب کا کیا حکم ہے اس بارے میں اور اب وہ مزید کیا کرنا چاہتے ہیں۔"

"جو کچھ بھی کر رہے ہیں' کم از کم میرے علم میں نہیں ہے' بس میرا خیال ہے' نزلہ ناصر علی پر ہی گرے گا' کیونکہ یہ بات ذرا حیران کن ہے کہ وہ وہاں موجود تھا اور اس نے رقم کا بیگ اٹھایا بھی تھا' اب یہ بعد کی بات ہے کہ وہ اس سلسلے میں کہانی پیش کر رہا ہے' بے چارے کی شامت ہی نظر آ رہی ہے مجھے۔"

"اگر ممکن ہو سکے تو اس پر تشدد کرنے سے گریز کرنا اور کچھ وقت کے لئے اسے محفوظ رکھنا۔"

"گویا' گویا تم بھی اس بات سے متفق ہو گئی ہو کہ ناصر علی اس سلسلے میں بے قصور ہے۔"

"بچوں کی سی باتیں کر رہے ہو شہریار' ابھی کوئی فیصلہ کن بات کیسے کہی جا سکتی ہے' لیکن بلاوجہ تشدد کرکے تم اس سے الٹے سیدھے بیانات لے لو گے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا سوائے اس کے کہ ایک بار پھر تاریخ دہرا دی جائے گی اور وہی سب کچھ ہو جائے گا جو پولیس کرتی رہی ہے؟"

"ہاں میں اب یہ نہیں چاہتا لبنیٰ' اصل مجرم کو گرفتار ہونا چاہئے۔ ویسے لڑکی کا مسئلہ اب بھی ٹیڑھا ہے' اگر وہ بازیاب نہ ہوئی تو قریشی صاحب وہ واویلا مچائیں گے کہ سنبھالنا مشکل ہو جائے گا' پولیس بہرطور ایک حد تک ہی اختیارات رکھتی ہے' کسی مظلوم شہری کو تو ہم پریشان نہیں کر سکتے۔"

"بس جو کچھ میں نے کہا ہے اسی پر عمل کرتے رہو' میرا مطلب ہے ناصر علی سے معلومات مزید حاصل کرو لیکن انتہائی حد تک نہیں۔ وہ بیوقوف اگر اس فون کال کے بارے میں کچھ تفصیلات بتا دے تو اس کی گلوخلاصی ہو سکتی ہے اور کچھ نہیں تو کم از کم ایک شبہ پیدا ہو جائے گا۔"

"ٹھیک ہے' میں تمہاری ہدایات پر عمل کروں گا۔" شہریار نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

وقت مقررہ پر عرشی صاحب کے دفتر میں داخل ہو گئی اس بارے میں شہریار کو کچھ بتانا' میں نے مناسب نہیں سمجھا تھا' عرشی صاحب کے پاس ایک اور معمر شخص بیٹھا ہوا تھا' جس کے جسم کا کالا کوٹ بتاتا تھا کہ یہی بیرسٹر فیاض الدین خان ہے۔ عرشی صاحب نے میرا پرتپاک خیرمقدم کیا اور بیرسٹر صاحب بولے۔

"فیاض الدین خان صاحب' یہ ہے وہ طوفان جس نے ان دنوں بڑا تہلکہ مچا رکھا ہے۔"

بیرسٹر فیاض الدین خان صاحب نے مسکراتے ہوئے گردن خم کی اور بولے۔ "بیٹھو بیٹے' میں نے بھی تمہاری بہت تعریفیں سنی ہیں اور خصوصاً تمہارے کالم پڑھے ہیں۔" میں شکریہ ادا کرکے بیٹھ گئی اور عرشی صاحب بولے۔

"ہاں اب یہ بتاؤ کیا پیو گی چائے یا......"

"چائے" میں نے کہا اور عرشی صاحب نے چائے کے لئے کہہ دیا۔ پھر بولے فہیم احمد

قریشی کی بیٹی کے اغوا کا کیس شہریار کے پاس آچکا ہے نا؟"

"جی عرشی صاحب"

"تم نے کام شروع کیا ہے؟"

"جی ہاں"

"تب پھر تمہیں علم ہو گا کہ نائلہ بانو فیاض الدین خان کی بیٹی ہے۔"

"جی معلوم ہے اور اس شادی پر حیرت ہے۔ کیونکہ یہاں کوئی مجبوری نہیں نظر آتی۔"

"میرا اندھا پن ہے بیٹی اور میری بیوی کی جہالت۔ میری دو بہنیں کنواری بوڑھی ہو گئی ہیں۔ چھ بیٹیوں کا باپ ہوں اور نائلہ چوتھے نمبر پر ہے باقی تین اس سے بڑی ہیں اور ان کے لئے کوئی بہتر رشتہ نہیں آیا۔ دوسری لڑکیاں بھی بوڑھی ہو رہی ہیں یہ کل کی حقیقت ہے ہم نے سب کچھ جان بوجھ کر یہ کیا ہے صرف اس خیال سے کہ ہمارے ہاں بھی خوشیوں کا آغاز تو ہو۔ مجھ سے زیادہ میری بیوی اس سلسلے میں خوفزدہ تھی اور میں نے اس کی بات مان لی۔"

میرا دل لرز گیا تھا۔ عرشی صاحب بولے۔ "کچھ ایسی الجھنیں ہیں لبنیٰ بیٹے جن پر تمہاری نگاہ ہونا ضروری ہے۔ قریشی ایک بدانسان ہے اگر وہ شادی کرنا چاہتا تھا تو اسے اپنی عمر کی کوئی عورت تلاش کرنا چاہئے تھی ایک درمیانی ذریعہ سے یہ رشتہ آیا اور قریشی نے خود نائلہ کا انتخاب کیا فیاض تمہیں اپنی مجبوری بتا چکے ہیں یہ تیار ہو گئے لیکن نتائج بہتر نہیں نکلے۔ کچھ ہی عرصہ کے بعد قریشی بداعتمادی کا شکار ہو گیا۔ نائلہ پر گہری نگاہ رکھنے لگا چھپ چھپ کر اس کا تعاقب کرنے لگا۔ اس کی غیرموجودگی میں اس کے سامان کی تلاشی لینے لگا وہ احساس کمتری کا شکار ہو گیا اسے نائلہ کی ہر جنبش پر شک ہونے لگا مگر اس نے زبان سے اب تک کچھ نہیں کہا۔ بیرسٹر صاحب کے پاس آکر بھی وہ الٹی سیدھی باتیں کرتا تھا اور بیرسٹر صاحب بے چارے اس کی وجہ سے ڈپریشن کا شکار ہو گئے اور اب یہ کہانی منظرعام پر آ گئی ہے۔ ناصر گرفتار ہوا ہے۔ ناصر علی بیرسٹر صاحب کے مرحوم بھائی کا بیٹا ہے ایک نہایت شریف نوجوان جس کا ماضی بے داغ ہے جہاں سے چاہو معلوم کر سکتی ہو۔ ناصر علی ہمیشہ سے نائلہ سے زیادہ قریب ہیں۔ یہ بات فیاض الدین پورے اعتماد اور دعوے سے کہتے ہیں کہ ان دونوں کے درمیان صرف بہن بھائی کا رشتہ ہے اور یہ بھی ایک سچ ہے کہ بیرسٹر صاحب اور ان کی بھاوج نائلہ کی چوتھے نمبر کی بہن عظمیٰ کے سلسلے میں ناصر علی کے رشتے کا فیصلہ کر چکے ہیں مگر ناصر چونکہ نائلہ کے ساتھ تعلیم بھی حاصل کر چکا ہے اس لئے دونوں کے درمیان دوستانہ قربت بھی ہے۔ وہ نائلہ کے گھر بھی کافی آتا جاتا تھا حالانکہ قریشی اس سے ہمیشہ اچھی طرح پیش آتا تھا مگر۔ ایک آدھ بار اسے یونیورسٹی میں بھی دیکھا تھا۔ یہاں سے اس نے نائلہ اور ناصر کے درمیانی معاملات کے سلسلے میں تحقیقات بھی کی تھی، تم سمجھ رہی ہونا؟"

"ہاں" میں نے جواب دیا۔

"ظاہر ہے بیرسٹر صاحب اس مسئلے کو نظرانداز نہیں کر سکتے اور اپنے کام کا آغاز کرنے والے ہیں مگر میں نے تم سے رابطہ ضروری سمجھا اور اس لئے تم سے درخواست کرتا ہوں کہ تم اس سلسلے میں خصوصی توجہ دوں گی۔ ویسے نائلہ بہت نیک بچی ہے اور ان تمام بہنوں کو اپنے باپ کی پریشانی کا شدید احساس ہے۔"

"آپ اطمینان رکھیں میں اس رہنمائی کے لئے شکرگزار ہوں اور بیرسٹر صاحب آپ مجھے اپنی ساتویں بیٹی تصور کریں میں اس سے مختلف ثابت نہ ہوں گی۔" بیرسٹر صاحب کی آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی۔

"کوئی سوال لبنیٰ؟"

"نہیں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ میں آپ کو حالات سے آگاہ رکھوں گی۔" کچھ دیر کے بعد میں وہاں سے اٹھ گئی شام کو گرین فاؤنٹین جانا تھا۔ مقررہ وقت پر وہاں پہنچی تو شہریار کا ایک ساتھی اصغر حسین میرا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے مجھے سلام کرکے ایک پرچہ میرے ہاتھ میں دیدیا۔

"خیریت اصغر حسین؟"

"جی مس صاحبہ یہ پرچہ صاحب نے دیا ہے۔" اصغر حسین نے کہا۔ میں نے کسی قدر بدحواسی کے عالم میں پرچہ کھولا۔ لکھا تھا۔ "لبنیٰ۔ شہلا کی لاش ملی ہے۔ شاہ صاحب کے ساتھ مصروف ہوں آ نہیں سکوں گا۔ تفصیلات رات کو فون پر۔ شہریار۔"

میرا دماغ بھک سے اڑ گیا۔ پرچے کے الفاظ دھندلا گئے اور ایک لمحے کے لئے بے حواس سی ہو گئی۔ یہ خبر اتنی ہی غیریقینی تھی۔ اصغر حسین نے کہا۔ "میرے لئے کوئی حکم ہے مس لبنیٰ؟"

"ایں۔ نہیں شکریہ۔" میں نے بے ربط سانسوں کے درمیان کہا اور اصغر حسین سلام کرکے اپنی بائیک کی طرف بڑھ گیا۔ وہ بائیک اسٹارٹ کرکے چلا گیا اور میں پرچہ ہاتھ میں لئے کھڑی رہ گئی مگر اس طرح کھڑے رہنا معیوب سا لگ رہا تھا چنانچہ گرین فاؤنٹین میں داخل ہو گئی ایک جگہ بیٹھ کر چائے منگوائی پرچے کو کئی بار پڑھا اور سوچ میں ڈوب گئی۔ ناصر علی کے تابوت میں آخری کیل ٹھک گئی تھی اس قتل کی ذمے داری بھی اسی پر عائد ہو گی۔ بیرسٹر فیاض الدین بے چارے کیا کر سکیں گے۔ کیا وہ واقعی مجرم ہے اس سے ملاقات اب ضروری ہو گئی تھی لیکن یہ شہریار کے بغیر ممکن نہیں تھا۔ مگر یہ کہانی آخر کیا ہے؟ شہلا اغوا ہوئی، فہیم احمد قریشی نے اعلیٰ حکام سے درخواست کی کہ اس کیس کی تحقیقات اعلیٰ پیمانے پر کرائی جائے اس نے بہت ہوشیاری سے ایک کہانی سنائی اور یوں محسوس ہوا جیسے وہ پولیس کو کسی خاص راہ پر لگانا چاہتا ہے اس کے انداز پر بھی شک ہوا تھا۔ پھر اچانک تاوان کی طلبی ہو گئی اور ناصر علی گرفتار ہو گیا۔ بیرسٹر فیاض الدین سے ملاقات کرنے کے بعد یہ معمہ ایک بار پھر حل ہوتا نظر آنے لگا اور بات پھر فہیم قریشی کی طرف مڑ گئی۔ ایک نوجوان لڑکی سے شادی کرکے وہ احساس کمتری کا شکار ہو گیا اور اس

نے اپنی بیوی کے خلاف سازش کی۔ ہو سکتا ہے اس نے ناصر علی کو اس جرم میں پھنسایا ہو مگر شہلا کی موت؟ کیا فہیم قریشی اپنے جنون میں اس قدر آگے بڑھ سکتا ہے کہ اپنی بیٹی کی زندگی سے کھیل جائے؟ شدید کشمکش کا شکار ہو گئی تھی کوئی فیصلہ کرنا مشکل تھا۔ کچھ دیر ہوٹل میں بیٹھی پھر گھر چل پڑی۔ دماغ اسی تانے بانے میں الجھا ہوا تھا۔ گھر کے معمولات سے فارغ ہوئی پھر کسی خیال کے تحت فون کے قریب آکر عرشی صاحب کے نمبر ڈائل کئے۔ عرشی صاحب جا چکے تھے مگر ان کا پی اے موجود تھا۔

"معاف کیجئے گا آپ میرا ایک کام کر دیں۔" میں نے پی اے سے کہا۔

"جی فرمایئے۔"

"مجھے بیرسٹر فیاض الدین کے گھر کا فون نمبر درکار ہے۔"

"بہتر' انتظار فرمایئے۔" پی اے نے کہا اور پھر اس نے مجھے نمبر بتا دیا۔ کچھ دیر کے بعد دوسری طرف سے بیرسٹر صاحب نے فون وصول کیا تھا۔

"ہاں کون ہے؟" ان کی آواز میں کچھ اضطراب سا محسوس ہو رہا تھا۔

"سر میں لبنٰی غضنفر بول رہی ہوں۔"

"اوہ لبنٰی بیٹی تم نے سنا۔" بیرسٹر صاحب نے فوراً کہا۔

"اگر آپ شہلا کی موت کے بارے میں کہہ رہے ہیں تو مجھے معلوم ہو چکا ہے۔"

"میں ابھی کچھ دیر پہلے گھر واپس آیا ہوں۔ میری بیٹی نائلہ نے گھر فون کیا تھا گھر کے سب لوگ وہاں جا چکے ہیں میں بھی جانے والا ہوں۔"

"اوہ تب میں نے ناوقت فون کیا۔"

"نہیں تمہارا فون ناوقت نہیں ہے' اس حادثے سے جو صورتحال پیدا ہو گئی ہے اس کا تمہیں اندازہ ہے؟"

"سو فیصد۔"

"میرے تو حواس گم ہیں۔ عقل ساتھ چھوڑ چکی ہے' ناصر علی......... ناصر علی۔"

"پولیس نے ابھی تک اس پر تشدد تو شروع نہیں کیا........"

"نہیں' میں نے کچھ تعلقات استعمال کئے ہیں۔"

"ایک دو سوالوں کا جواب دے سکیں گے؟"

"ضرور بیٹی۔"

"اس شادی کے دوران شہلا کا کردار کیا رہا تھا.........؟"

"تمام معاملات میں پیش پیش تھی خوشدلی سے ہر کام میں شریک رہی تھی اور بڑی چاہت سے نائلہ کو لے گئی تھی۔"

"بعد میں اس کے رویئے کا کچھ پتہ چلا؟"

"نائلہ نے تو کبھی کچھ نہیں بتایا لیکن گھر والوں کا کہنا ہے کہ بعد میں وہ نائلہ سے کھنچ گئی تھی۔"

"بس یہی معلوم کرنا تھا۔"

"میری کچھ رہنمائی کرو گی لبنٰی؟" بیرسٹر صاحب نے کہا۔

"فرمایئے۔"

"کیا کروں اب اس سلسلے میں......... کچھ بتاؤ مجھے۔ یہاں تو سب کچھ تباہ و برباد ہوتا نظر آرہا ہے۔ ناصر علی کی زندگی خطرے میں پڑ گئی ہے اور......... نائلہ......... وہ تو ڈوب ہی چکی ہے!" بیرسٹر صاحب کی آواز سسکی بن گئی۔

"یہ سب کچھ اتنا آسان نہیں ہو گا بیرسٹر صاحب' آپ فوراً ناصر علی کا کیس اپنے ہاتھ میں لے لیں اس میں تکلف نہ کریں"

"یہ کام عرشی نے سنبھال لیا ہے۔ ہمارے درمیان مشورہ ہوا تھا۔ حالات کے تحت یہ مناسب نہیں سمجھا گیا کہ میں قریشی کے مقابلے میں فریق بنوں!"

"یہ بھی بہتر ہے' بس ٹھیک ہے آپ اپنا فرض پورا کریں۔ میں جاگ رہی ہوں اور آپ کے ہمراہ ہوں۔"

"خدا تمہیں اس کا اجر دے۔" فیاض الدین نے رندھی ہوئی آواز میں کہا اور میں نے فون بند کر دیا۔ شہریار کا فون دس بجے موصول ہوا تھا۔ اس نے بتایا۔

"شہلا کی لاش ساحل پر موجود ایک ہٹ سے دستیاب ہوئی ہے۔ اسے کسی طاقتور شخص نے گلا دبا کر مارا ہے۔ قتل آج دن میں کسی وقت ہوا ہے اس کے ساتھ شدید بے رحمی کی گئی ہے اور سخت جدوجہد کے بعد ہی قاتل کے قابو میں آئی ہے جس کمرے میں اس کی لاش ملی ہے وہاں ہر شے تتربتر ہے۔"

"اطلاع کس نے دی؟"

"ایک اونٹ والے نے۔ اس کا بیان ہے کہ لڑکی کئی دن سے اس ہٹ میں رہ رہی تھی۔ وہ باہر نہیں نکلتی تھی لیکن اکثر ہٹ کے کچن سے کھانا پکنے کی خوشبو آتی تھی۔ آج وہ ادھر سے گزر رہا تھا کہ چند کتے لڑتے ہوئے ہٹ میں گھس گئے۔ وہ صرف ہمدردی کی بنیاد پر کتوں کو ہٹ سے نکالنے کے لئے اندر داخل ہوا تھا کہ اس نے لاش دیکھی اور نزدیکی پولیس اسٹیشن کو اطلاع دی۔ لڑکی کے سامان سے اس کے بارے میں تفصیل معلوم ہو گئی سامان میں چند کتابیں اور اس کا پرس وغیرہ تھا جس میں اس کا پتہ بھی موجود تھا۔"

"ہٹ کس کی ہے۔"

"فہیم احمد قریشی کی۔"

"اومائی گاڈ۔" میرے منہ سے نکلا۔

"کیس عجیب ہو گیا ہے لبنیٰ۔"

"بے حد عجیب۔ لاش اب کہاں ہے؟"

ہسپتال سے حاصل کر لی گئی ہے۔ شاید صبح تدفین ہو گی ویسے ایک بات بتاؤں لبنیٰ۔ یہ سرے سے اغوا کا کیس ہی نہیں ہے۔ ہٹ میں جو کچھ ملا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شہلا اپنی مرضی سے وہاں رہ رہی تھی۔ کھانے پینے کی تمام اشیاء وہاں موجود تھیں اور کچن میں باقاعدہ کھانا اور چائے تیار کی جاتی تھی۔ وقت گزاری کے لئے کتابیں' ریڈیو اور پاکٹ ٹیلیویژن وہاں موجود تھا۔ اونٹ والے کا بیان بھی لے لیا گیا ہے جس سے صرف یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ وہاں بالکل اکیلی تھی اور کوئی اس کے پاس نہیں آتا جاتا تھا نہ ہی وہ باہر نکلتی تھی۔"

"پوسٹ مارٹم رپورٹ مل گئی........؟"

"مل گئی ہے' وہی سب کچھ ہے جو میں نے تمہیں بتایا ہے۔"

"قریشی سے ملے۔"

"ملاقات نہیں ہو سکی کمرہ بند کر کے بیٹھ گیا ہے کہتا ہے ابھی کسی سے نہیں ملوں گا پریشان کرو گے تو خودکشی کر لوں گا۔ شاہ صاحب نے پہرہ لگوا دیا ہے"

"کوئی نظریہ شہریار؟"

"کیا کہہ سکتا ہوں۔ ویسے ان واقعات سے یہ تو ثابت ہو گیا ہے کہ کیس اغوا کا نہیں تھا ہو سکتا ہے شہلا نے خود ہی اپنے اغواء کا ڈرامہ رچایا ہو سوتیلی ماں سے نااتفاقی بھی اس کی بنیاد ہو سکتی ہے اور........ اور ایک اور خیال ذہن میں آتا ہے۔"

"کیا........"

"ناصر علی خوبصورت نوجوان ہے۔"

"ہوں' اس خیال کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ مگر کیا قریشی بھی اس ڈرامے میں شامل تھا........؟"

"خدا جانے۔" شہریار کی ٹھنڈی سانس ابھری۔

"بیزار ہو رہے ہو........؟"

"نہیں چیف بس دماغ چرخ چوں بول رہا ہے کوئی سرا پاؤں تو سمجھ میں آئے جس طرف رخ کرتے ہیں وہاں دیوار آکھڑی ہوتی ہے۔ ہمارا رخ قریشی کی طرف تھا کہ ناصر علی درمیان میں آٹپکا ایک بار پھر راستے اس طرف مڑے تو وہ قتل ہو گئی اب کیا ہو گا اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔"

"کیا........"

"قریشی پولیس کو قاتل قرار دے گا اور بہرحال مشکل پیش آئے گی کیونکہ جو کچھ ہوا ہے ریکارڈ پر ہے۔ شاہ صاحب بھی اعصابی تناؤ کا شکار نظر آرہے ہیں۔ میرے خیال میں تمہارے

امتحان کا وقت بھی آگیا ہے چیف۔"

"وہ کیسے؟"

"دیکھنا یہ ہے کہ اس بال میں سے کھال کیسے نکالتی ہو"

"نکال لی تو کیا دو گے؟" میں نے کہا

"جڑاؤ کنگن........" شہریار نے کہا اور میں ہنس پڑی۔

"منظور ہے یاد رکھنا۔"

"چیز ہی ایسی ہے جسے کبھی بھولا نہیں جا سکتا" شہریار نے جواب دیا۔

"کہاں سے بول رہے ہو؟"

"گھر واپس آچکا ہوں۔"

"کل کا کیا پروگرام ہے؟"

"یہ تو شاہ صاحب ہی بتا سکیں گے۔"

"ہیڈ کوارٹر کب پہنچ جاؤ گے؟"

"صبح ساڑھے آٹھ بجے۔"

"میں ناصر علی سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"تمہارے لئے کیا مشکل ہے' کس وقت آؤ گی؟"

"دس بجے۔"

"ٹھیک ہے میں انتظار کروں گا۔"

"ہٹ کی تلاشی لے لی ہے؟"

"مکمل طور پر' خاص طور سے تمہاری ہدایات کی روشنی میں" اس کے علاوہ اسے سیل کر دیا گیا ہے اور وہاں باقاعدہ پہرہ لگا ہوا ہے۔"

"گڈ اس کے بعد میں بھی اسے ایک نگاہ دیکھنا پسند کروں گی۔"

"اس کا بھی انتظام ہو جائے گا۔" شہریار نے جواب دیا۔

"تو پھر فون بند کیا جاتا ہے۔"

"وہ جڑاؤ کنگن کے بارے میں کچھ اور گفتگو ہو سکتی ہے؟" شہریار نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں' بالکل نہیں۔"

"ٹھیک ہے پھر خدا حافظ" اس نے فون بند کر دیا' میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی' ریسیور رکھنے کے بعد میں اپنے بستر پر آلیٹی اور شہریار کے انکشافات کی روشنی میں ذہن دوڑانے لگی' شہریار کا کہنا غلط نہیں تھا' واقعی دماغ کی چولیں ہل کر رہ گئی تھیں' تاہم اب کیس کی نوعیت بالکل تبدیل ہو گئی تھی' جو کچھ معلومات حاصل ہوئی تھیں وہ بہت حیرتناک تھیں' اس کا مقصد تھا کہ شہلا اپنی مرضی سے گھر سے غائب ہوئی تھی' اب یہ بات قریشی صاحب کے

علم میں تھی یا نہیں' اس کا فیصلہ ذرا مشکل تھا' واقعی' شہریار کا یہ کہنا بھی بالکل درست تھا کہ اب قریشی طوفان اٹھا دے گا' وہ پہلے ہی پولیس سے کہہ چکا تھا کہ اس کی مداخلت سے سارا معاملہ بگڑ گیا ہے۔ وہ تو اپنی بیٹی کے لئے پانچ لاکھ روپے خرچ کرنے کو تیار تھا' بلکہ کہہ چکا تھا لیکن پولیس نے بیچ میں ٹانگ اڑا کر اس کی بیٹی کو زندگی سے محروم کر دیا' پولیس پر بھی کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں' بے شک کسی جرم کو فروغ نہیں دیا جا سکتا' لیکن ایسی کسی شخصیت کا تحفظ بھی پولیس کی ذمہ داری ہی ہوتی ہے جس کی زندگی خطرے میں ہو' اس سلسلے میں ڈی ایس پی شاہ صاحب کو اور شہریار کو کافی پریشان ہونا پڑے گا۔ دوسرے دن وقت مقررہ پر جب پولیس ہیڈکوارٹر پہنچی تو سب سے پہلے میں نے عرشی صاحب کو دیکھا جو ڈی ایس پی شاہ صاحب کے ساتھ باہر نکل رہے تھے' میں آڑ میں ہو گئی' اس وقت ان لوگوں کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ تاہم یہ بھی میری خوش بختی تھی کہ عرشی صاحب اپنی کار میں بیٹھے اور ڈی ایس پی شاہ صاحب دوسری کار میں بیٹھ کر باہر نکل گئے' شہریار یقینی طور پر ہیڈکوارٹر ہی میں ہو گا اور اس نے میرے کہنے کے مطابق انتظامات کر لئے ہوں گے' غالباً کوئی نہ کوئی بہانہ کر کے اس نے شاہ صاحب کے ساتھ جانے سے معذوری کا اظہار کر دیا ہو گا۔ اس کے بعد جب یہ دونوں نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تو میں شہریار کے دفتر کی جانب چل پڑی۔ وہ ایک فائل میں مصروف تھا' مجھے دیکھ کر جلدی سے اس نے فائل بند کر دیا اور بولا۔

"بال بال بچ گیا' ورنہ شاہ صاحب اس وقت بھی مجھے گھسیٹ کر لئے جا رہے تھے۔"

"عرشی صاحب آئے تھے؟"

"عرشی صاحب ایڈووکیٹ؟" شہریار نے سوال کیا۔

"ہاں انہی کی بات کر رہی ہوں۔"

"ابھی ابھی تو گئے ہیں' انہوں نے ناصر علی کا کیس اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اور شاہ صاحب سے اس بارے میں کافی گفتگو کی ہے' ان کے آفس میں ہی بات چیت ہوئی تھی' میں یہاں مصروف تھا' چونکہ پہلے ہی ڈی ایس پی صاحب سے اجازت لے چکا تھا کہ کچھ کام کر لوں' مجھے معلوم تھا کہ وہ جا رہے ہیں اور مجھے بھی ساتھ لے جاتے' لیکن تقدیر اچھی تھی کہ وہ مان گئے اور میں بچ گیا اور اس کی وجہ عرشی صاحب ایڈووکیٹ کا آجانا تھا۔"

"اب دیر نہیں کرو' کہیں ایسا نہ ہو کہ پھر کسی الجھن میں پھنس جاؤ۔" میں نے کہا۔

"میں خود بھی دیر کرنا نہیں چاہتا' آؤ تمہاری ملاقات' پہلے ناصر علی سے کرا دوں۔"

"ناصر علی سلاخوں کے پیچھے تھا اور بہت ردی کیفیت میں نظر آ رہا تھا' اس کا شیو بڑھا ہوا تھا' آنکھوں کے گرد حلقے پڑے ہوئے تھے بہت پریشان نظر آ رہا تھا بے چارہ' میں سلاخوں کے نزدیک پہنچ گئی اور شہریار نے اشارے سے اسے سلاخوں کے قریب بلایا۔ تو وہ اٹھ کر خاموشی سے آگے آ گیا۔

"یہ مس لبنیٰ غضنفر ہیں' تم سے کچھ گفتگو کرنا چاہتی ہیں' ناصر علی۔"

ناصر علی خاموش نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا' پھر اس نے کہا "جی فرمایئے۔"

"ناصر علی' تمہارے بارے میں' میں نے پہلے ہی پولیس کو اپنی رائے دے دی تھی' اور وہ رائے یہ ہے کہ کم از کم تم ایسے کسی جرم میں ملوث نہیں ہو سکتے۔ اور پھر تمہارا تعلق ایک ایسے شعبے سے ہے' جو نہایت باعزت ہے اور ایسے شعبے میں جو لوگ جاتے ہیں' وہ غلط لوگ نہیں ہو سکتے۔" ناصر علی نے کوئی جواب نہیں دیا' تو میں نے آہستہ سے کہا۔

"لیکن ناصر علی مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے کہ بعض معاملات میں تم چشم پوشی سے کام لے رہے ہو' دیکھو بہت اچھی بات ہے کہ انسان کسی کو بچانے کے لئے کوئی ایسا رویہ اختیار کرے' جو شریفانہ ہو' لیکن بعض اوقات اس قسم کی شرافت حماقت بن جاتی ہے' ہو سکتا ہے جس چیز کو تم بہت زیادہ سنگین سمجھ رہے ہو' آگے چل کر وہ اس قدر سنگین نہ ثابت ہو لیکن تمہاری خاموشی ظاہر ہے پولیس کو روشنی تلاش کرنے میں ناکام کر سکتی ہے' تمہارے سامنے تمہاری ماں اور بہنوں کا مستقبل ہے۔ کوئی کسی کا ساتھ نہیں دیتا ناصر علی' مجھے یہ بات بتا دو اگر مناسب سمجھو کہ وہ فون کال کس کی تھی جس کی بناء پر تم لال باڑی چلے آئے۔"

"میں بتا چکا ہوں کہ وہ ایک نامعلوم فون کال تھی۔"

"نہیں ناصر علی' بس یہیں گڑبڑ محسوس ہو رہی ہے' کسی نامعلوم فون کال پر ایسی خطرناک جگہ نہیں جایا جا سکتا۔ ویسے اگر تم چاہو تو میں وہ نام تمہارے سامنے لے سکتی ہوں' جس نے تمہیں فون کیا تھا" میں نے کہا اور ناصر علی کے ساتھ ساتھ شہریار بھی مجھے چونک کر دیکھنے لگا۔

"اور اس کی وجہ یہ ہے ناصر علی کہ مجھے حقیقت بتائی جا چکی ہے۔ خود نائلہ نے مجھے اس کے بارے میں بتایا تھا۔"

ناصر علی کا چہرہ سرخ ہو گیا' وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا' پھر اس کے منہ سے بے اختیار آواز نکلی۔

"تو......... تو......... نائلہ نے خود ہی......... خود ہی........."

"ہاں اس نے مجھے بتایا کہ اس نے کس کے مجبور کرنے پر تمہیں فون کیا تھا۔"

"آہ اگر یہ بات ہے تو......... تو......... تو میں کیا چھپاؤں' اور کیوں چھپاؤں' تم......... نائلہ نے......... میرا مطلب ہے اگر نائلہ نے تمہیں یہ بات بتا دی ہے تو اس کے دوسرے عوامل بھی بتائے ہوں گے.........؟"

"ہاں قریشی صاحب کی تمام کیفیت اس نے مجھے بتا دی ہے۔"

"وہ نالائق انسان ہے اپنے آپ سے بے خبر' اپنے آپ سے بیگانہ......... میں......... میں کیا کہوں۔ انکل نے' انکل نے نائلہ کی زندگی برباد کر دی' انہیں خود سوچنا چاہئے تھا' انہیں خود سوچنا چاہئے تھا نائلہ تو اتنی نفیس لڑکی تھی کہ آپ لوگ یقین نہیں کر سکتے' ہاں میں یہ بات

پورے دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اس نے صرف اپنے حالات کی بناء پر گردن جھکا دی تھی ورنہ...... ورنہ وہ ایک آئیڈیل لڑکی تھی۔"

"اس نے تمہیں فون کر کے کیا کہا تھا؟"

"بس اس کے ہاں کے جو حالات چل رہے تھے اس کا آپ لوگوں کو اندازہ ہو گا' شہلا اغوا ہو چکی تھی اور صورتحال بگڑتی چلی جا رہی تھی' اس نے مجھ سے کہا کہ وہ مجھ سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہے میں لال باڑی پل کے نیچے پہنچ جاؤں' صورتحال ایسی ہے کہ کوئی اور جگہ اس کے لئے منتخب نہیں کی جا سکتی' وہ بہت پوشیدہ ہو کر وہاں پہنچے گی۔"

"ہوں' ناصر علی ایک بات بتاؤ لیکن سچے دل سے' براہ کرم جھوٹ نہ بولنا۔"

"اب جھوٹ بولنے سے فائدہ بھی کیا' نائلہ نے یقیناً مجبور ہو کر یہ انکشاف کیا ہو گا' کیا پوچھنا چاہتی ہیں آپ؟"

"کیا تم نائلہ سے محبت کرتے تھے؟"

"محبت کو جو شکل آپ دینا چاہتی ہیں' خدا کی قسم وہ بالکل نہیں۔ وہ میرے لئے سگی بہنوں کی مانند تھی' بس چونکہ ہم دونوں ذہنی طور پر بہت زیادہ ہم آہنگ تھے اور میں اس کے ساتھ یونیورسٹی میں پڑھ چکا تھا اس لئے اس کے بارے میں سب کچھ جانتا تھا' میں اس سے ہمدردی رکھتا تھا' قریشی کے ساتھ وہ پوری زندگی خوشی کے ساتھ گزار دیتی' اگر قریشی صاحب اس کا مان رکھتے' اس کی عزت کرتے' اس نے اپنے والدین کے لئے اپنے آپ کو قربان کر دیا تھا اور اس قربانی کو وہ زندگی کی آخری سانس تک قائم رکھنا چاہتی تھی۔ لیکن قریشی' قریشی بہت ہی عجیب انسان ہے' اس نے کبھی نائلہ پر بھروسہ نہیں کیا' ایک ایک بات پر شک کرتا رہا وہ اس کی' بس میں ہی تھا جس سے نائلہ نے درخواست کی تھی کہ میں اس کے پاس آتا رہا ہوں' کسی اور سے وہ دل کی بات نہیں کہہ سکتی تھی' میں نے قریشی کو ہمیشہ یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ میں اسے سگی بہن سمجھتا ہوں' لیکن' لیکن وہ شخص' خدا کے لئے نائلہ کو اس سے بچا لیجئے' خدا کے لئے میں نے کچھ نہیں کیا ہے' بھلا میں شہلا کو اغواء کیوں کرتا' میں' میں......"

"آخری سوال ناصر علی...... کیا شہلا تم سے محبت کرتی تھی؟" میں نے پوچھا اور ناصر علی نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ پھر آہستہ سے بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"ہاں وہ ہمیشہ مجھ سے اظہار محبت کرتی تھی' لیکن میں اس کی محبت کا جواب دے کر نائلہ کی زندگی برباد کرنا نہیں چاہتا تھا میں نے اسے بہت ہی محبت بھرے انداز میں سمجھا دیا تھا کہ یہ کسی طور ممکن نہیں ہے' میں دوسرے راستوں کا راہی ہوں' میرے لئے یہ سب کچھ کسی طور قابل قبول نہیں ہو گا۔"

"بہت بہت شکریہ ناصر علی اور اب اس بات پر پورا پورا یقین رکھو کہ تم بہت جلد یہاں سے نکل جاؤ گے اور سب کچھ باعزت طریقے سے طے ہو جائے گا۔" میں نے کہا اور اس کے

بعد میں ناصر علی کو تسلیاں دیتی ہوئی شہریار کے ساتھ وہاں سے نکل آئی۔

"جادوگر چیف خدا کی قسم تم جادوگر ہو' یہ بات میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں' ارے آخر یہ تصور تمہارے ذہن میں کہاں سے پہنچ گیا کہ اسے نائلہ نے فون کیا ہو گا؟"

"بس حالات پر پوری پوری نگاہ رکھا کرو۔ آؤ اب چلتے ہیں' مجھے ذرا ہٹ کی تلاشی اور دلا دو۔ ویسے ایک بات میں تمہیں اور بتا دوں شہریار کہ معاملہ اب بھی سلجھنے والا نہیں ہے' ابھی اس میں بے شمار الجھنیں باقی ہیں۔"

"چیف کی کھوپڑی سلامت' سب کچھ حل ہو جائے گا اور وہ جڑاؤ کنگن' جڑاؤ کنگن' آہا' مجھے کسی سنار سے بات کر لینی چاہئے۔"

میں خاموشی سے شہریار کے ساتھ بیٹھ کر ساحل سمندر کی جانب چل پڑی اور کچھ دیر کے بعد وہاں پہنچ گئی' ہٹ پر بھی پہرہ لگا ہوا تھا۔ سپاہیوں نے شہریار کے اشارے پر ہٹ کا دروازہ کھول دیا اور میں اندر داخل ہو گئی۔ کافی دیر تک میں ہٹ کی تلاشی لیتی رہی' لیکن صورتحال ایسی تھی کہ مجھے کچھ بھی دستیاب نہ ہوا ہاں وہ افراتفری اور وہاں کے نشانات جو پولیس رپورٹ میں موجود تھے اب بھی وہاں موجود تھے اور ان سے کوئی خاص بات پتہ نہیں چلتی تھی حالانکہ کافی جدوجہد کے آثار نظر آ رہے تھے' لیکن قاتل سے متعلق کوئی ایسی چیز مجھے نظر نہ آئی' جو اس کی طرف اشارہ کر سکتی' ہمارا آخری مرحلہ قریشی صاحب کی کوٹھی میں داخل ہونے کا تھا' چنانچہ ہم کوٹھی پہنچ گئے۔ قریشی صاحب کے بارے میں معلوم کیا تو پتہ چلا کہ وہ بے ہوش ہیں اور ڈاکٹران کی نگرانی کر رہے ہیں' میت اٹھ چکی تھی اور شہلا کی تدفین کے لئے قریشی صاحب نہیں جا سکے تھے' گھر کے بقیہ لوگ' جن میں مرد وغیرہ شامل تھے' یعنی ملازم وغیرہ' وہ چلے گئے تھے۔ میں نے چند لمحات سوچا اور اس کے بعد نائلہ قریشی کے بارے میں معلومات حاصل کر کے اس کے کمرے کی جانب چل پڑی۔ نائلہ قریشی اپنے کمرے میں موجود تھی' وہ ایک کرسی پر بیٹھی پتھرائی ہوئی نگاہوں سے دیوار دیکھ رہی تھی' ہماری آہٹ پاکر اس نے گردن گھمائی اور ایک دم سنبھل گئی' اس کے چہرے پر ویرانی چھائی ہوئی تھی' پھر اس نے کسی قدر کرخت لہجے میں کہا۔

"جی فرمایئے۔ اب کیا خدمت انجام دے سکتی ہوں میں آپ کی؟"

"ہم آپ سے کچھ سوالات کرنا چاہتے ہیں محترمہ نائلہ۔" میں نے کہا۔

"دیکھو مجھے پریشان نہ کرو' تم لوگوں کو بالکل حق نہیں ہے اس بات کا کہ کسی کے گھر جاکر اس کی زندگی برباد کر کے رکھ دو آخر تم لوگ ہمیں کیوں پریشان کر رہے ہو' کیا بگاڑا ہے ہم نے تمہارا؟"

"محترمہ مسز نائلہ پولیس کی مدد کرنا تو ایک اچھے شہری کا فرض ہے۔" میں نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں بالکل بیکار باتیں سننے کی موڈ میں نہیں ہوں۔ تم یوں کرنا کہ مجھ پر فرد جرم عائد کر

دینا' میرے خلاف ثبوت مہیا کر لینا اور اس کے بعد مجھے لے جا کر پھانسی پر چڑھا دینا' ایک لفظ بھی کہوں تو جو تم چاہو میرے ساتھ کرنا' لیکن اب اس وقت ایک لفظ نہیں بتا سکتی میں تمہیں' کوئی جواب نہیں دے سکتی تمہیں تم سے جو کیا جا سکتا ہے کر لو۔" اس نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی' بہت سخت نظر آ رہی تھی وہ اس وقت' اور میں نے محسوس کر لیا تھا کہ کوئی بھی بات اس وقت اسے میرے سوالات کا جواب دینے پر مجبور نہیں کر سکتی' چنانچہ میں شہریار کو اشارہ کر کے وہاں سے باہر نکل آئی۔

"تم اسے ناصر علی کے بیان کے بارے میں بتا دیتیں۔" شہریار نے کہا۔

"ابھی نہیں شہریار ابھی کچھ انتظار کرنا ہو گا صبر سے کام لو۔ آؤ ذرا قریشی صاحب کا جائزہ لے لیں۔" قریشی کے کمرے کے دروازے پر چند ملازم موجود تھے شہریار کو دیکھ کر وہ ہٹ گئے۔ اندر ایک ڈاکٹر موجود تھا فہیم قریشی ہوش میں تھا۔ ڈاکٹر نے ہمیں دیکھ کر کہا۔

"سوری آفیسر۔ میرے خیال میں آپ ابھی قریشی صاحب کے ذہن پر کوئی زور نہ ڈالیں ان کی طبیعت خراب ہو سکتی ہے۔" اس سے پہلے کہ ہم کچھ بولتے خود قریشی نے کہا۔

"نہیں ڈاکٹر' میں ٹھیک ہوں۔ میں ان لوگوں سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں' مجھے اس کا موقع دیجئے۔ براہ کرم آپ باہر چلے جائیے۔" ڈاکٹر نے عجیب سی نظروں سے قریشی کو دیکھا پھر شانے ہلا کر باہر نکل گیا۔ "بیٹھ جائیے۔ آپ دونوں بیٹھ جائیے۔ ہتھکڑیاں لائے ہو آفیسر انہیں میرے ہاتھوں میں ڈال دو مجرم تمہارے سامنے ہے۔ معصوم شہلا کا قاتل تمہارے سامنے ہے۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں قریشی صاحب.........؟"

"اعتراف جرم کر رہا ہوں۔ وہ میرا شکار ہوئی اسے اس کے باپ نے ہلاک کیا ہے۔ میں ہوں اس کا قاتل۔ شادی کا شوق چرایا تھا مجھے نوخیز اور نوجوان لڑکی سے' خود کو بھول کر' یہ فراموش کر کے کہ میں ایک جوان دل کی امنگوں کا ساتھی نہیں بن سکتا مجھے معاف کرنا بیٹی تمہاری موجودگی میں' میں یہ گھناؤنا اعتراف کر رہا ہوں مگر اس وقت تمہارے سامنے کوئی شریف انسان نہیں ایک بدکار سازشی شخص ہے جس نے اپنی بیٹی" وہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑا۔

ہم خاموشی سے اسے دیکھ رہے تھے......... پھر وہ خود کو سنبھال کر بولا "بیرسٹر فیاض الدین کثیر العیال تھے کسی شناسا نے مجھے ان کے بارے میں بتایا تھا اور میں نے ان تک رسائی حاصل کر لی۔ ان کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر اپنی پسند کی لڑکی چھانٹ لی' لیکن نائلہ سے پہلے ملاقات میں ہی مجھے معلوم ہو گیا کہ میری قربت اس کے لئے ایک مجبوری ہے صرف ایک مجبوری۔ وہ آج تک میرے لئے نہیں مسکرائی اس نے آج تک خود کبھی مجھے مخاطب نہیں کیا۔ اس کا رویہ مجھ سے خراب نہیں تھا وہ میری اطاعت گزار تھی مگر میں اس سے کچھ اور چاہتا تھا۔ میں اس کے ہونٹوں پر پیار بھری مسکراہٹ نہ جگا سکا جبکہ اپنے ہم عمروں میں وہ دل کھول کر ہنستی تھی اور یہ احساس میرے ذہن میں جنون بنتا گیا۔ ناصر علی اس کا کزن تھا اس کا کلاس فیلو تھا وہ اس

سے بہت مانوس تھی۔ وہ جب بھی آتا اس کی آنکھوں کے چراغ روشن ہو جاتے مجھے شک ہو گیا میں نے ہر طرح ان کا جائزہ لیا۔ نائلہ کے کردار میں کوئی کھوٹ نہیں تھا مگر اس کی مجھ سے بے اعتنائی میرے لئے ناقابل برداشت تھی۔ میں سلگتا رہا میرے دل میں اس کے لئے دھواں بڑھتا گیا۔ ہر اس شخص سے مجھے حسد ہوتا جسے وہ پسند کرتی' میں نے اس کے اور شہلا کے درمیان تفرقہ ڈالا اور شہلا اس سے بدظن ہو گئی میں نے اسے احساس دلایا کہ میں اس سے کیا چاہتا ہوں لیکن وہ مجھ سے مصنوعی برتاؤ کرتی رہی میں احمق نہیں تھا اچھی طرح جانتا تھا کہ اس کا دل مجھ سے نہیں ملتا وہ بے بسی کی زندگی گزار رہی ہے میرے علاوہ اسے سب سے لگاؤ ہے میرا تن بدن جل گیا اور میں اس سے کوئی شدید انتقام لینے کے بارے میں سوچنے لگا اسے کوئی ایسا دکھ پہنچانے کے بارے میں سوچنے لگا جو اسے بے کل کر دے وہ میرے قدموں میں گر کر گڑگڑائے مجھ سے رحم کی بھیک مانگے تب میں نے شہلا کے اغوا کا منصوبہ بنایا شہلا کو اپنا آلہ کار بنایا اور وہ میرے ساتھ تعاون کے لئے تیار ہو گئی اسے کسی نے اغوا نہیں کیا تھا سارا پروگرام میرا تھا میں نے اسے اپنے ہٹ میں پوشیدہ کر دیا تھا اور حالات ایسے پیدا کر دیئے تھے کہ اس سلسلے میں تحقیقات ہو تو سارا شبہ نائلہ پر جائے اور ناصر علی اس کا آلہ کار ثابت ہو' ناصر علی کو نائلہ کی آواز میں فون کرا کے پل کے نیچے میں نے بلایا تھا میں جانتا تھا کہ وہ اقبال جرم تو کرے گا نہیں مگر پولیس اس پر تشدد کرے گی پھر ایک مخصوص وقت پر شہلا خود واپس آ جائے گی اور جو کہانی وہ سنائے گی اس میں واضح طور پر یہ کہے گی کہ اسے صرف ناصر علی نے اغوا کیا تھا اور وہ اپنی کوشش سے نکل بھاگی ہے میرے شک میرے جنون نے مجھ سے یہ سب کچھ کرایا قدرت نے میرے لئے سزا کا انتظار نہ کیا فوراً ہی سزا دیدی مجھے میری بچی......... میری بچی قتل کر دی گئی......... میری بچی........." وہ چیخ چیخ کر رونے لگا ہم دونوں پر سکتہ طاری تھا اور ہم پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہے تھے وہ روتا رہا اور کہتا رہا۔ "گرفتار کر لو مجھے پھانسی پر لٹکا دو مجھے میں مجرم ہوں میں نے اپنے ہاتھوں سے اپنی بیٹی کو........."

"میرا خیال ہے مجھے شاہ صاحب سے فوراً رابطہ کرنا چاہئے۔" میں نے بھی اس سے اتفاق کیا تھا ان واقعات کی روشنی میں آئندہ کا فیصلہ صرف ابراہیم شاہ ہی کر سکتے تھے ہم باہر آ گئے اور پھر شہریار وہیں سے شاہ صاحب کو فون کرنے لگا میں کوٹھی میں چکرانے لگی اس بیان کی روشنی میں اب مجھے قاتل کی تلاش تھی۔ شہلا کو آخر قتل کس نے کیا ایک بار پھر میں نے اس کوٹھی کے ایک ایک فرد کا جائزہ لیا۔ شہریار' شاہ صاحب کا انتظار کر رہا تھا پھر جب شاہ صاحب کی جیپ یہاں پہنچی تو میں باہر نکل آئی شہریار کو پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی باہر نکل کر جب میں سوچنے لگی کہ مجھے کیا کرنا چاہئے بے چارہ ناصر علی اس عذاب سے چھوٹ گیا تھا دل میں عرشی صاحب کا خیال آیا' بیرسٹر فیاض الدین بھی یاد آئے پتہ نہیں عرشی صاحب اپنے دفتر میں ملیں گے یا نہیں تاہم میں نے کار کا رخ اسی طرف کر دیا پھر عرشی صاحب کے دفتر میں داخل ہوئی تو یہ دیکھ کر

خوش ہو گئی کہ فیاض الدین بھی وہاں پہنچ گئے تھے۔ دونوں کی تیوری پر تشویش کے آثار تھے۔ عرشی صاحب نے کہا۔

"آؤ لبنیٰ...... یقیناً تم موجودہ صورتحال سے بے خبر نہ ہو گی۔"

"جی!"

"میں ابراہیم شاہ سپرنٹنڈنٹ کو اس بات پر آمادہ کر رہا تھا کہ وہ ناصر علی کی ضمانت لے لیں لیکن شہلا کی موت کے بعد یہ معاملہ بے حد خوفناک ہو گیا اب تو ہمارے ہاتھ بری طرح کٹ گئے ہم اسی موضوع پر بات کر رہے تھے۔ ناصر علی کی ماں کی حالت خراب ہو گئی ہے۔"

"ناصر علی چند گھنٹوں میں آزاد ہو جائے گا عرشی صاحب انشاء اللہ۔" میں نے کہا اور دونوں حضرات اچھل پڑے۔

"کیا...... کیا۔" عرشی صاحب بولے۔

"ہاں...... خدا کے فضل سے حالات ایک بار پھر ہمارے قابو میں آ گئے ہیں۔"

"لبنیٰ...... کیا کہہ رہی ہو۔"

"تفصیل عرض کرتی ہوں۔" میں نے کہا اور پھر ساری کہانی ذرا مختلف انداز میں سنا دی دونوں ششدر رہ گئے تھے پھر عرشی صاحب نے کہا۔

"مگر...... کیا قریشی اس کا اعتراف کر لے گا کوئی ٹھوس ثبوت ہے تمہارے پاس......؟"

"وہ اعتراف کر چکا ہے۔"

"اوہ' فیاض سن رہے ہو' مبارک ہو تمہیں...... بے حد مبارک ہو میں نے کہا تھا نا تم سے کہ وہ کچھ نہ کچھ کر کے رہے گی بالآخر اس نے ایک اور ہاتھی پچھاڑ دیا مگر...... پھر اس لڑکی کو کس نے قتل کیا؟"

"ہو سکتا ہے کسی بالکل غیر متعلق آدمی نے' ساحل پر ایک نوجوان لڑکی ایک تنہا ہٹ میں تھی کسی کی نگاہ پڑ گئی ہو گی اسے بے آبرو بھی تو کیا گیا ہے۔" فیاض الدین نے کہا۔ پھر بولے۔

"اس مسئلے پر بعد میں غور کر لیں گے عرشی' پہلے ناصر کے سلسلے میں بھاگ دوڑ کر لی جائے اب پولیس اسے اپنی تحویل میں رکھنے کا کوئی جواز نہیں رکھتی۔"

"ہاں آپ لوگ اب اطمینان سے یہ کام کر سکتے ہیں...... اچھا عرشی صاحب مجھے اجازت۔" میں نے کہا اور عرشی صاحب پر محبت لہجے میں بولے۔

"دوسری ملاقات تک کیلئے۔" میں ان لوگوں کے ساتھ ہی باہر آ گئی تھی شام کو وقت مقررہ پر شہریار گرین فاؤنٹین پہنچا تھا۔

"آج تو بری طرح تھک گیا لبنیٰ...... چائے منگواؤ۔"

پھر چائے پیتے ہوئے اس نے کہا۔ "شاہ صاحب نے فہیم قریشی کو گرفتار کر لیا ہے کل تک

شاید اس کی ضمانت ہو جائے ویسے وہ بے حد پشیمان ہے بیٹی کی موت نے اسے بہت دلبرداشتہ کر دیا ہے اس نے درخواست کی ہے کہ اس کی ملاقات نائلہ سے کرا دی جائے وہ اس سے معافی مانگنا چاہتا ہے۔"

"ناصر علی کا کیا ہوا......"

"ابراہیم شاہ نے اسے فوراً رہا کر دیا ہے کیونکہ بیرسٹر فیاض الدین نے اس سلسلے میں عدالتی کارروائی پوری کرا دی تھی شاہ صاحب نے ان لوگوں سے شریفانہ تعاون کیا ہے۔"

"یہ ہونا چاہئے تھا۔" میں نے کہا

"کھیل ختم......؟" شہریار نے پوچھا

"تمہارا کیا خیال ہے؟"

"اصولی طور پر تو ختم ہو جانا چاہئے۔"

"شہلا کا قاتل؟"

"وہ ایک نیا مسئلہ ہے۔"

"تعلق تو ہے۔"

"ہاں ہے تو سہی مگر ان واقعات سے اس کا تعلق نہیں معلوم ہوتا کیا فہیم قریشی کو اس کا قاتل سمجھا جا سکتا ہے؟"

"تحقیقات تو کرنی چاہئے۔"

"شاہ صاحب کا خیال ہے کہ شہلا کا قاتل کوئی غیر متعلق آدمی تھا جس نے اس ویران مقام پر لڑکی کی تنہائی سے فائدہ اٹھایا ہے۔"

"اور وہاں موجود تمام قیمتی سامان جوں کا توں چھوڑ دیا ہے۔" میں نے کہا۔

"ہو سکتا ہے اس کی نگاہ میں اس کی کوئی وقعت نہ ہو' کوئی آوارہ مزاج دولت مند' ساحل پر لوگ آتے جاتے رہتے ہیں۔"

"قتل کرنا ضروری تھا؟" میں نے شہریار کو گھورتے ہوئے کہا

"کچھ ہے ذہن میں؟" اس نے پوچھا۔

"ہے نہیں...... لیکن......" میں نے کہا اور اچانک دماغ میں بجلی سی کوند گئی۔ میں نے جلدی سے چائے کی پیالی نیچے رکھ دی ایک خیال آیا تھا دماغ میں اچانک اور غیر متوقع......!

"شہریار۔" میں نے سراسراتے ہوئے لہجے میں کہا

"اللہ رحم کرے" وہ بولا

"سنو۔ اوہ شہریار سنو۔ قریشی صاحب کی کوٹھی میں ایک اہم کردار ہے۔ بے حد اہم لیکن قطعی غیر اہم۔"

"سبحان اللہ۔ کون ہے وہ......؟"

"اوہ میرے خدا........ شہریار انتہائی ذہانت سے ایک کام کرو' وہاں تم نے ایک معمر خاتون کو دیکھا تھا تھی پھوپھی جان۔"

"ایں۔ ہاں۔" شہریار حیرت سے بولا

"دو بیٹوں کا تذکرہ کیا تھا انہوں نے جس قدر احتیاط سے ممکن ہو سکے ان دونوں کے بارے میں معلومات حاصل کرو' بہت ضروری ہے' نہایت ضروری۔"

"ہو جائے گا۔ چتا نہیں"

"بس اس بارے میں مزید گفتگو بعد میں ہو گی" میں نے کہا اور شہریار خاموش ہو گیا میں شدید سنسنی کا شکار تھی' بس ایک خیال آیا تھا دماغ میں اور اس کی وجہ یہ تھی کہ میں ان تمام کرداروں کا تجزیہ کر رہی تھی جو قریشی صاحب کے اردگرد پھیلے ہوئے تھے یہ سب کچھ میں نے پہلے سوچا تھا حالانکہ قریشی کے بیان نے تمام خیالات کی نفی کر دی تھی لیکن شہلا کا قتل؟

شہریار دوسرے دن دفتر آ گیا تھا۔ اس نے کہا۔ "عامر حسین' شاکر حسین' زمان کالونی مکان نمبر ایک ہزار نوے' عامر حسین بڑا ہے' ایک بیوی کا شوہر دو بچوں کا باپ' شاکر چھوٹا ہے آوارہ مزاج شادی شدہ مگر نکما اور بے روزگار۔ بیوی آٹھ ماہ سے ماں باپ کے گھر ہے کوئی اولاد نہیں ہے۔"

"شکریہ........! چائے منگواؤں۔"

"نہیں جانا ہے' ویسے تمہارا خیال اس طرف کیوں گیا؟"

"مجھے کچھ معلوم ہو سکے گا؟"

"ابھی کچھ نہ پوچھو۔۔۔ بس ایک تیر پھینکا ہے لگ گیا تو تیر ورنہ تکا۔۔۔!"

"سب کچھ تمہیں ہی معلوم ہو گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور شہریار چلا گیا اس کے جانے کے بعد میں فوراً اٹھ گئی تھی۔ پہلے قریشی صاحب کی کوٹھی کا رخ کیا تھا کوٹھی پر ویرانی برس رہی تھی ملازم خاموش تھے میں نے رحمان خان کو پکڑ لیا۔

"صاحب کی رہائی کے لئے کچھ ہوا؟"

"ہمیں نہیں معلوم بی بی۔"

"بیگم صاحبہ کہاں ہیں؟"

"بخار میں پھنک رہی ہیں اپنے کمرے میں۔"

اور وہ کیا نام ہے ان کا پھوپھی جان۔"

"خانم۔ وہ اکیلی ہیں۔" رحمان خان نے کہا اور میں پھوپھی جان کے پاس پہنچ گئی۔ ان کے ہاتھ میں تسبیح گھوم رہی تھی' میرے سلام کا جواب انہوں نے اشاروں میں دیا۔ آج میں نے بڑی گہری نگاہ سے ان کا جائزہ لیا تھا۔

"آپ کے پاس آکر روح کو بڑا سکون ملتا ہے اس دن آپ سے ملی تھی اس کے بعد ہمیشہ

دل چاہتا رہا کہ آپ سے ملوں' کتنے بدنصیب ہیں وہ دونوں جنہوں نے آپ جیسی بزرگ کی قدر نہ کی۔"

"بس تقدیر کی بات ہے' خدا انہیں خوش رکھے۔"

"کہیں نوکری کرتے ہیں۔"

"اللہ معلوم۔ میرا ان کا رشتہ ٹوٹ چکا ہے۔ میں تو خدا سے اب اس گھر کے لئے دعا کرتی ہوں جو اچانک آفتوں میں گھر گیا ہے۔"

"پولیس شہلا کے قاتل کو تلاش کر رہی ہے اسے شاید کچھ سراغ ملا ہے وہ گرفتار ہو جائے تو سارا کام بن جائے گا۔" میں نے کہا اور پوری گہرائی سے پھوپھی جان کے چہرے کا جائزہ لیا اور پھر نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر وہ بولیں۔

"تم کون ہو۔"

"ایک اخبار میں کام کرتی ہوں' خبریں جمع کرتی پھرتی ہوں۔"

"پولیس کو کیا سراغ ملا ہے۔" بڑی بی نے پوچھا۔

"بس یہ تو اللہ ہی جانے پولیس بتاتی کہاں ہے اچھا بہت بہت شکریہ۔" میں نے کہا اور واپس چل پڑی۔ اس کے بعد میں نے باہر کھڑی کار اسٹارٹ کی اور وہاں سے آگے بڑھ گئی' کچھ دور جا کر میں نے کار ایک آڑ میں روک دی اور یہاں سے کوٹھی کا جائزہ لینے لگی' بس کچھ تکے ہی تھے جن پر کام شروع کیا تھا مگر کچھ دیر کے بعد وہ تیر بن گئے۔ بڑی بی گیٹ سے باہر نکلی تھیں اور پیدل چل پڑی تھیں۔ کافی دور جا کر انہیں ایک آٹو رکشہ مل گیا اور وہ اس میں بیٹھ کر چل پڑیں۔ میری کار ان کے پیچھے لگ گئی تھی۔ ہوشیاری سے ان کا تعاقب کرتی ہوئی میں ایک بستی میں داخل ہو گئی۔ بڑی بی رکشہ سے اتریں' گو میں نے بھی پیدل ان کا تعاقب کیا اور پھر انہیں ایک مکان میں داخل ہوتے دیکھا۔ وہ اندر چلی گئی تھیں۔ مکان کی کیفیت کچھ ایسی تھی کہ میں نے ان کے قریب نہیں جا سکتی تھی۔ اسے اچھی طرح ذہن نشین کر کے بالآخر میں وہاں سے چل پڑی۔ پھر میں زمان کالونی کے مکان نمبر ایک ہزار نوے میں داخل ہو گئی۔ ایک میلی کچیلی پھوہڑ سی عورت نظر آئی تھی جو صورت سے بہت تیز معلوم ہوتی تھی۔ انہوں نے مجھے کڑی نگاہوں سے دیکھا تھا۔

"آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"کہو کیا بات ہے؟"

"عامر حسین آپ کے شوہر ہیں؟"

"ہاں"

"دراصل میں آپ کی ساس کے بارے میں کچھ بات کرنا چاہتی ہوں' آپ لوگوں نے انہیں گھر سے نکال کر اچھا نہیں کیا۔ دو دو بیٹوں کے ہوتے ہوئے وہ دربدر پھر رہی ہیں۔"

"تم ان کی کون ہو جی .... ہیں .... ارے جانتی بھی ہو اس بڑھیا آفت کی پڑیا کو، حرفوں کی بنی ہوئی ہے وہ' ارسطو کا بھیجا ہے اس کے سر میں اور دربدر کہاں ہے وہ عیش کر رہی ہے بیٹے کی تقدیر بنانے کے لئے گئی ہے۔ بڑا بیٹا ہمیشہ اس کی آنکھوں میں کھٹکتا رہا چھوٹے پر جان چھڑکتی ہے زندگی بھر اس کے لئے مرتی رہی ہمیں کس نے پوچھا اور وہ نکھٹو' لچا لفنگا اس نے کبھی ہاتھ پاؤں چلائے۔ بے چاری نعیمہ کی زندگی برباد ہوئی اس جواری شرابی کا کیا بگڑا۔ مزے کر رہا ہے۔ بڑی بی رقمیں پار کر دیتی ہیں ساری زندگی رشتے داروں نے شکل پر نہ تھوکا۔ روتی پیٹتی قریشی صاحب کے در پر گئیں بڑھاپے پر کون نہ رحم کھاتا مگر دیکھ لینا' ایک دن دیکھ لینا قریشی صاحب سر پکڑ کر نہ روئیں تو زاہدہ نام نہیں میرا۔ بڑی بی کچھ اور ہی ارادے لے کر گئی ہیں وہاں۔"

"شاکر علی یہاں نہیں رہتے........." میں نے سوال کیا "کس منہ سے رہیں گے یہاں۔ ہمارے بچوں کے لئے ہی کچھ نہیں ہے ہم انہیں کہاں سے کھلائیں گے بی بی۔ ہیں مگر تم کون ہو ان کی کٹنی بن کر آئی ہو......... ہیں۔"

بڑی مشکل سے جان چھوٹی تھی اس ہری مرچ سے لیکن بے شمار کام کی باتیں معلوم ہو گئی تھیں اور اس کے بعد فیصلہ کرنا تھا ایک اہم اور طوفانی فیصلہ' میں نے فیصلہ کر لیا اور شہریار کی تلاش میں چل پڑی۔ یہ صرف کام ہونے والی بات تھی کہ شہریار مجھے اپنے دفتر میں مل گیا مجھے دیکھ کر حیران ہوا تھا۔

"کیا کر رہے ہو........."

"کچھ کام ہیں خیریت"

"چلنا ہے میرے ساتھ۔" شہریار نے کاغذات سمیٹے اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"چلو۔"

"ایسے نہیں کم از کم آٹھ مسلح افراد ساتھ لے لو۔ ایک شخص کو پکڑنا ہے۔ مقابلہ بھی ہو سکتا۔ "شہریار نے میری ہدایت پر عمل کیا تھا وہ کار میں میرے ساتھ تھا پولیس کی گاڑی پیچھے آرہی تھی۔ میں نے اسے کچھ نہیں بتایا اور اس علاقے میں داخل ہو گئی پھر میرے اشارے پر پولیس نے اس مکان کا محاصرہ کر لیا اور شہریار تین پولیس والوں کے ساتھ مکان کے دروازے پر پہنچ گیا۔ دستک دی تو پھوپھی جان نے ہی دروازہ کھولا تھا۔ پولیس کو دیکھ کر ان کی سانس بند ہونے لگی اندر سے آواز آئی۔

"کون ہے اماں" اس کے ساتھ ہی ایک کریہہ صورت، شخص باہر نکل آیا۔ مگر پولیس کو دیکھ کر اس نے صحن کے ایک حصے کی طرف چھلانگ لگائی' شہریار نے اسے للکارا۔ مگر وہ اچھل کر دیوار پر چڑھ گیا۔ مجبوراً شہریار نے اس کے پیروں پر فائر کر دیا۔ وہ باہر کی سمت گرا تھا مگر باہر اس کے استقبال کے لئے پولیس والے موجود تھے جنہوں نے اسے دبوچ لیا گولی نے اس کا ٹخنہ توڑ

دیا تھا۔ شہریار نے صرف میری ہدایات پر عمل کیا تھا مگر پھوپھی جان کو دیکھ کر وہ سب کچھ سمجھ گیا۔ میں نے اسے بتایا۔

"یہ پھوپھی جان کا بیٹا شاکر حسین ہے شہریار' شہلا کا قاتل۔ ایک اوباش اور جرائم پیشہ انسان۔"

"اسے پولیس ہسپتال بھجوا دوں۔"

"ہاں ہوشیاری کے ساتھ' ان خاتون کو بھی ہتھکڑیاں لگا دو......... یہ اس جرم میں برابر کی شریک ہیں۔" میں نے کہا اور شہریار نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ پولیس کے چار جوان جیپ میں زخمی شاکر حسین کو لے کر چلے گئے۔ بڑی بی کو بقیہ پولیس کانسٹیبلوں کی تحویل میں دیدیا گیا۔ پھر ہم نے اس ایک کمرے کے مکان کی تلاشی لی۔ پستول اور دیگر ایسی بہت سی اشیا ملیں جو کار آمد تھیں۔ انہیں قبضے میں لے لیا گیا ایک کانسٹیبل کو وہاں چھوڑا گیا۔ تین کانسٹیبل ایک ٹیکسی میں بڑی بی کو لے کر ہیڈ کوارٹر چلے گئے۔ میں شہریار کے ساتھ چل پڑی اور راستے میں میں نے اسے تفصیل بتائی۔

"پھوپھی جان ایک منصوبے کے تحت اپنے بیٹوں سے علیحدہ ہو کر قریشی صاحب کے مکان میں داخل ہوئی تھیں۔ قریشی صاحب کے خاندان میں ان کی دولت کا وارث اور کوئی نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے پہلے پھوپھی جان کا کوئی اور منصوبہ ہو لیکن گھر کے حالات دیکھ کر انہوں نے منصوبہ بدل لیا۔ یقیناً وہ سارے معاملات کی چھان بین رکھتی تھیں اور شہلا کے سلسلے میں قریشی صاحب کا منصوبہ ان کے علم میں آگیا تھا وہ جانتی تھیں کہ شہلا کہاں ہے ادھر قریشی صاحب اپنے جنون کا کھیل کھیل رہے تھے اور ادھر پھوپھی جان اپنے منصوبے پر عمل کر رہی تھیں۔ بدکار شاکر نے شہلا کو بے آبرو کر کے قتل کر دیا اس وقت ناصر علی کی گردن میں پھانسی کا پھندا پڑا ہوا تھا اگر قریشی صاحب زبان نہ کھولتے تو ناصر علی گیا تھا سارے اشارے اس کی طرف تھے بعد میں حالات جو رخ اختیار کرتے ان کا تمہیں اندازہ ہے۔ نائلہ بے چاری شریک جرم قرار پاتی رہ گئے قریشی صاحب۔ بیٹی کی موت نے ان پر جو اثر کیا ہے وہ تمہیں معلوم ہے۔ پھر پھوپھی جان کے عمل دخل کو کون روکتا۔"

"حیرت انگیز چیف۔ اب میں کیا کروں۔"

"ان دونوں کی زبان کھلواؤ اور کیس مکمل کرو۔"

"ایک سوال چیف۔ یہ سب کیسے پتہ چلا؟"

"سب کچھ......... بعد میں مجھے ان لوگوں کے اقبال جرم کی خوشخبری سناؤ......... اور ویسے بھی ہیڈ کوارٹر قریب آگیا ہے۔ میں تمہیں باہر ہی اتار دوں گی.........!" میں نے کہا اور گاڑی بلب سائیڈ پہ کر کے روک دی.........!

O--------- ☆ ---------O

خوشی کی خبر ملنے میں زیادہ وقت نہیں لگا میں لاکھ نفی کرنے کے باوجود پولیس کے اقبال جرم کرانے کے طریقے کو نہ جھٹلا سکی ہمارے پاس وہ نفسیاتی ذرائع نہیں ہیں جن سے یورپ وغیرہ میں کام لیا جاتا ہے اور پھر طویل ترین طریق زندگی کو بدلا بھی تو نہیں جا سکتا یہاں انداز مختلف ہیں۔ پھوپھی جان اور ان کے بیٹے شاکر نے بالآخر اقرار جرم کر لیا مقصد وہی تھا جس کے لئے دنیا دیوانی ہو رہی ہے یعنی حصول زر' بعد کے معاملات سے مجھے سروکار نہیں تھا وہی سب کچھ جو ہوتا ہے عوامل مختلف ہوتے ہیں المیے یکساں........ قریشی صاحب نے جنون میں گڑھے کھودے تھے خود شکار ہو گئے بعد میں سنا کہ دماغی امراض کے ہسپتال میں داخل ہو گئے۔ سب سے زیادہ مظلوم نائلہ بیگم تھیں ناکردہ گناہ کا شکار لیکن غموں کی فہرست طویل ہے کون کسی کا دکھ بانٹے زندگی کے روشن پہلو زیادہ عزیز ہوتے ہیں۔

ابراہیم شاہ صاحب سے میرا باقاعدہ تعارف ہو گیا۔ ایک کالم نویس کی حیثیت سے انہوں نے مجھے بہت سراہا' پھر انہیں حامد فخری صاحب کے خصوصی اجازت نامے کے بارے میں معلوم ہوا تو بڑے حیران ہوئے کہنے لگے "قانون میں یہ اجازت تو ہے مگر ہمارے ہاں پہلے ایسا ہوا نہیں ہے۔ اس اجازت نامے کے استعمال میں ذرا احتیاط رکھنا لیٹی بی بی........ ہماری پولیس کے افسران اس کے بارے میں ذرا کم ہی جانتے ہیں۔" میں ہنس کر خاموش ہو گئی۔ شہریار نے کچھ تعریفی اسناد اور سرٹیفکیٹ میرے سامنے رکھتے ہوئے کہا........

"اچانک اور بالکل غیر متوقع چھوٹی سی تقریب میں ایس ایس پی فاضل حیات صاحب نے یہ کچھ امانتیں مجھے سونپی ہیں۔ اس سلسلے میں شاہ صاحب نے خاموشی سے کچھ سفارشات کی تھیں۔"

"وری گڈ........ اور تم اتنی خاموشی سے یہ مجھے دکھا رہے ہو۔" میں نے پرمسرت لہجے میں کہا۔

"بینڈ باجہ گھوڑا وغیرہ تمہیں پسند نہیں ہے ورنہ........" شہریار نے اپنے مخصوص انداز میں کہا میں ہنسنے لگی۔ شہریار قابل ذہین اور اعلیٰ کارکردگی کا مالک آفیسر تسلیم کیا گیا تھا اس کے پچھلے چند کیسوں کا بھی حوالہ دیا گیا تھا اور موجودہ کیس میں جس خاص بات کا اعتراف کیا گیا تھا وہ یہ تھی کہ جرم ہوا تحقیق ہوئی اصل کام ہو گیا لیکن دوسرا بڑا کام از سر نو شروع کیا جانا تھا۔ یعنی شہلا قریشی کے قاتل کی تلاش لیکن اعلیٰ دماغ پولیس آفیسر نے چند گھنٹوں کے اندر اندر ایک بڑی سازش بے نقاب کر کے قاتل کو گرفتار کر لیا۔ میں نے خلوص دل سے شہریار کو مبارکباد دی تو اس نے جیب سے ایک ڈبیہ نکال کر میرے سامنے رکھ دی۔

"ارے یہ کیا ہے؟"

"جڑاؤ کنگن" اس نے کہا اور میرے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"شہریار۔"

"واپس رکھ لوں........" اس نے اداسی سے کہا میں نے ایک لمحہ کچھ سوچا پھر ڈبیہ کھول کر دیکھی بہت خوبصورت کنگن تھے۔ میں نے ہنس کر انہیں کلائیوں میں پہن لیا' وہ خوش ہو گیا تھا۔

"بہت شریر ہو تم' بہرحال شکریہ۔"

"ایک شام جب میں گرین فاؤنٹین پر جا کر رکی تو وہ مجھے اندر کے بجائے باہر انتظار کرتا ہوا ملا اس کی بائیک یا پولیس کار موجود نہیں تھی۔

"باہر کیوں کھڑے ہو........!" میں نے پوچھا۔

"ذرا چلنا ہے۔"

"کہاں........"

"بعد میں بتا دوں گا۔" اس نے کہا اور میرے برابر کار میں بیٹھ گیا۔ میں نے کار آگے بڑھا دی تھی وہ مجھے راستہ بتاتا رہا پھر ایک خوبصورت علاقے میں اس نے کار رکوا دی یہاں زیادہ تر تجارتی دفاتر تھے اس نے ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور ایک عمارت کی پہلی منزل کے دفتر کے سامنے رک گیا۔ خوبصورت سے نوجوان پٹھان لڑکے نے ادب سے سلوٹ مار کر دروازہ کھولا اور ایک سمت ہٹ گیا۔ بہت خوبصورت دفتر تھا سامنے کے ہال میں کئی نئی میزیں پڑی ہوئی تھیں۔ بڑے بڑے شیشوں کی دیواروں کا ایک کیبن بنا ہوا تھا جس میں سے نہایت اعلیٰ درجے کا فرنیچر جھانک رہا تھا لیکن کیبن اندر سے خالی تھا۔ پورے آفس میں اس پٹھان لڑکے کے سوا کوئی نہیں نظر آیا تھا۔ شہریار نے دروازہ کھولا اور میں حیرانی سے اندر داخل ہو گئی۔ وہاں دو بڑی میزیں لگی ہوئی تھیں۔ ان میں سے ایک پر لیٹی غضنفر کے نام کی پلیٹ رکھی ہوئی تھی۔

"یہ........ یہ........" میں شدید حیرت سے بولی........

"تمہاری میز ہے۔"

"یہ دفتر........"

"ہمارا ہے۔"

"مگر کیسے........ اور کیوں........" مجھے خوشی بھی ہو رہی تھی اور حیرانی بھی۔

"بہت دن سے اس کی تیاریوں میں مصروف تھا اور یہی فیصلہ کیا تھا میں نے کہ جب مکمل ہو جائے گا تب تمہیں اس کے بارے میں اطلاع دوں گا۔"

"مگر بھلے آدمی یہاں بیٹھ کر کرو گے کیا کیا بیچنا ہے تمہیں یہاں پر؟" میں نے سوال کیا........

"بہت عرصے سے ہم گرین فاؤنٹین جا رہے تھے بس وہ ایک پبلک مقام تھا وہاں تمام تر گفتگو نہیں ہو سکتی تھی' مجھے یوں لگتا تھا جیسے میں نے تمہارے استقبال کے لئے آج تک کچھ

نہیں کیا دل میں یہ خواہش تھی کہ کوئی ایسی جگہ بنائی جائے جہاں اطمینان سے بیٹھ کر ہر موضوع پر بات کر سکیں اور اپنا کام بھی پر سکون انداز میں کیا جائے' چنانچہ یہ دفتر میرے ہاتھ آگیا اور میں نے اس کی ترتیب شروع کر دی اور اب کل سے ہماری ملاقاتیں یہاں ہوا کریں گی- یہیں پر جو بھی وقت تم مجھے دے سکو گی بیٹھ کر گزارا جائے گا- اس پٹھان لڑکے کا نام گل بدر ہے میٹرک پاس ہے بہترین چائے بناتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ہمارے ٹیلیفون وغیرہ بھی نوٹ کرے گا گل بدر خان-" شہریار نے پٹھان لڑکے کو آواز دی اور وہ اندر داخل ہو گیا.........

"ان خاتون کو جانتے ہو.........

"جی صاحب لبنیٰ خان" گل بدر نے مستعدی سے جواب دیا اور میں ہنس پڑی.........

"خان تم بھی خان اور میں بھی خان پھر ذرا پلا دو چائے-"

"جی بی بی صاحب" اس نے ایک بار پھر سیلوٹ جھاڑا اور باہر نکل گیا میں نے ہنستے ہوئے کہا-

"تم نے اسے سیلوٹ مارنا بھی سکھا دیا ہے-"

"جانتا ہے کہ پولیس والوں کا ملازم ہے-"

"مگر تم نے کافی پیسے یہاں خرچ کر دیئے؟"

"یہ نہ سوچنا کہ رشوت کی کمائی ہے ایک ایک پیسہ حلال کا خرچ کیا ہے اس نیک نیتی سے تمہاری یہاں آمد چاہتا تھا دفتر ایک دوست کا ہے جو مجھے سونپ کر خود امریکہ چلا گیا ہے اور اب وہیں قیام کرے گا چنانچہ دفتر اس کا فرنیچر میرا یوں بات بن گئی ہے بعد میں کبھی اسے اس دفتر کی قیمت بھی ادا کر دی جائے گی-"

"خیر برا نہیں ہے واقعی ہمیں ایک دفتر کی ضرورت تھی لیکن تم نے مجھ سے کہا ہوتا........."

"کیا.........؟ شہریار نے سوال کیا اور میں کچھ سوچنے لگی پھر میں نے گردن جھٹک کر کہا-

"نہیں کچھ نہیں........."

"میں جانتا تھا کہ اگر تمہیں اشارہ بھی کر دوں تو تم ایسا کوئی دفتر تو کیا پوری عمارت خرید سکتی ہو' لیکن......... لیکن-"

"ہاں ہاں بھئی اب کیوں اس موضوع پر گفتگو کیے جا رہے ہو' یہ دفتر مجھے بے حد پسند آیا ہے ٹیلیفون نمبر کیا ہے یہاں کا؟" میں نے سامنے رکھے ہوئے ٹیلیفون پر نمبر کی پلیٹ پڑھتے ہوئے کہا اور پھر اپنے پرس سے نوٹ بک نکال کر یہ نمبر اس میں درج کر لیا- شہریار خوش نظر آنے لگا تھا' گل بدر نے جو چائے بنا کر پیش کی تھی وہ واقعی لاجواب تھی-

"تو پھر کل سے سات بجے یہیں نشیمن جما کرے گا........."

"کیسی اردو بول رہے ہو شاعر' نشیمن جمایا جاتا ہے؟"

"چھوڑ لبنیٰ' خواہ مخواہ ہی ماضی کی حماقتیں یاد دلاتی ہو- شاعر کو اس دنیا سے کیا ملتا' بس ٹھیک ہے وقت نے جو فیصلہ کیا وہی بہتر ہے-" ہم بہت دیر تک اس دفتر میں بیٹھے رہے اور مستقبل کے بارے میں پروگرام بناتے رہے کہ کس کس طرح یہاں کام شروع کرنا ہے اور پھر وقت مقررہ پر وہاں سے اٹھ گئے-

مجھے واقعی خوشی تھی ایک تبدیلی رونما ہوئی تھی جسے میں نے ایک خوشگوار انداز میں قبول کیا تھا- اور رات کو اپنے گھر میں بھی بہت دیر تک اس دفتر کے بارے میں پلاننگ کرتی رہی تھی کہ یہاں کس طرح سے باقاعدہ کام کیا جائے گا- شہریار کے ساتھ اس دفتر میں ملاقاتیں ہوتی رہیں بہت دن سے ایسا کوئی واقعہ ظہور پذیر نہیں ہوا تھا جس پر ہم لوگ کام کرتے' بہرطور اس سلسلے میں کوئی ایسی جلدی بھی نہیں تھی وقت بڑی اسلوبی سے گزر رہا تھا-

پھر ایک دن ہم ایک علاقے کے تھانے میں بیٹھے ہوئے تھے یہ تھانہ بھی ایس پی ابراہیم شاہ ہی کی زیر نگرانی آتا تھا اور یہاں کا انچارج فیض اللہ ایک اچھا انسان تھا' ہنس مکھ خوش گفتار اور لطیفہ گو- دو تین بار ہم اس کے پاس آ چکے تھے سب سے پہلے کسی کام ہی کے سلسلے میں آنا ہوا تھا' جس علاقے کا یہ تھانہ تھا وہ ذرا پسماندہ قسم کا تھا چھوٹے چھوٹے مکانات کی ایک وسیع و عریض بستی' دور دور تک پھیلی ہوئی تھی' اس بستی میں چھوٹی چھوٹی بہت سی صنعتیں لگی ہوئی تھیں کہیں قالین بنانے کی کھڈیاں اور کہیں کپڑا سینے کی مشینیں' زیادہ تر یہاں اسی قسم کے لوگ رہا کرتے تھے کچھ ملازمت پیشہ بھی تھے جو شہری آبادی میں جا کر نوکری کیا کرتے تھے شام کے تقریباً ساڑھے چار بجے جب تھانے کے باہر شور سنائی دیا اور کافی تیز تیز آوازیں اندر آنے لگیں ان میں نعروں کی آوازیں بھی شامل تھیں انچارج فیض اللہ حیرانی سے کھڑا ہو گیا اور بڑبڑایا.........

"یہ کیا مصیبت آئی؟" اسی وقت ایس آئی اندر داخل ہو گیا اس نے سیلوٹ مار کر کہا.........

"صاحب باہر لوگ مظاہرہ کر رہے ہیں........."

"کیوں کیا بات ہے؟" فیض اللہ نے پوچھا-

"ایک لاش لے کر آئے ہیں کوئی قتل ہو گیا ہے شاید کسی ایسے آدمی کا جسے........."

"چلو چلو' دیکھتے ہیں باہر چل کر دیکھتے ہیں-" فیض اللہ انچارج کے ساتھ میں اور شہریار بھی باہر آ گئے تھے- تقریباً اسی نوے آدمیوں کا گروہ تھا جو کندھوں پر ایک جنازہ اٹھائے ہوئے تھا اور نعرے لگا رہا تھا بعض کے ہاتھوں میں پتھر بھی تھے کافی بگڑے ہوئے نظر آ رہے تھے وہ.........

فیض اللہ آگے بڑھ کر ان کے سامنے پہنچ گیا اور بولا "کیا بات ہے بھائی جنازہ رکھ دو' کس کا جنازہ ہے یہ کیا ہو گیا-" اس نے ان کے کاندھوں پر اٹھے ہوئے جنازے کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا.........

"پولیس ناکام ہے پولیس کچھ نہیں کر سکتی پولیس ہماری حفاظت نہیں کر سکتی مولوی

عبدالجبار کے قاتل کو فوراً گرفتار کر کے ہمیں دو ورنہ........ ورنہ ہم تھانہ جلا دیں گے‘ ہم نمٹ لیں گے تم سے۔“ پرجوش لوگ نعرے لگانے لگے فیض اللہ نے سامنے موجود آدمی کو گھورتے ہوئے کہا........

”کون مولوی عبدالجبار‘ کیا ہو گیا ہے جنازہ رکھدو‘ دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا‘ کیا قاتل پولیس اسٹیشن میں بیٹھا ہوا ہے‘ تم لوگ ذرا ذرا سی بات پر ہنگامہ کرنے پر اتر آتے ہو‘ جنازہ نیچے رکھ دو اور مجھے بتاؤ کون قتل ہوا ہے‘ مولوی عبدالجبار کون ہے........“

”اب دھاندلی نہیں چلے گی‘ پولیس ہماری حفاظت کرنے میں ناکام رہتی ہے کبھی ہتھوڑا گروپ‘ کبھی چھرا گروپ‘ کبھی کوئی اور گروپ‘ ہماری حفاظت نہیں کی جاتی۔ اب ہم اس کے خلاف آواز اٹھائیں گے‘ ہم تھانے کا گھیراؤ کریں گے‘ ہم تھانہ جلا دیں گے........“

آوازیں بڑھتی جا رہی تھیں‘ فیض اللہ نے صورتحال کا جائزہ لیا اور ہاتھ کے اشارے سے ایس آئی سے کچھ کہا ایس آئی اندر چلا گیا اور ذرا سی دیر میں تقریباً دس بارہ کانسٹیبل ہاتھوں میں رائفلیں لئے ہوئے وہاں پہنچ گئے........ فیض اللہ نے کہا........

”جنازہ رکھ دو اور مجھے تفصیلات بتاؤ خواہ مخواہ اپنی زندگیاں برباد کرنے پر نہ تلو........“

”ہماری زندگیاں تو ویسے بھی برباد ہیں ہم فیصلہ کر کے رہیں گے........“

”دیکھو تم لوگ ذرا ذرا سی بات پر قانون ہاتھ میں لے لیتے ہو اگر کوئی شخص قتل ہو گیا ہے تو تمہیں چاہئے تھا کہ تھانے میں ایف آئی آر درج کراتے‘ پولیس کو اس قتل کے بارے میں اطلاع دیتے‘ یہاں گھیراؤ جلاؤ کرنے کے لئے فوراً جنازہ لے کر چلے آئے کیا کسی پولیس والے نے قتل کیا ہے کیا پولیس کی طرف سے کوئی زیادتی ہوئی ہے........؟“

”پولیس ہمارا کوئی خیال نہیں کرتی ہمیں ہر طرح سے دبانے کے لئے تو آ جاتی ہے لیکن ہماری حفاظت نہیں کرتی۔“

”اگر تم سکون سے بات کرو تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ مکمل طور پر تمہارے ساتھ ہمدردی اور انصاف برتا جائے گا۔“

فیض اللہ صاحب باتیں کر ہی رہے تھے کہ ایک کانسٹیبل محلے کے کونسلر کو بلا لایا‘ کونسلر نے بھی پہنچنے میں دیر نہیں کی تھی اس دوران جنازہ نیچے رکھ دیا گیا اور کونسلر ان لوگوں کو سمجھانے بجھانے لگا تب کہیں جا کر ان لوگوں کا دماغ ٹھنڈا ہوا‘ فیض اللہ خاصا بگڑا ہوا نظر آ رہا تھا لیکن صورت حال دیکھ کر خود کو سنبھالے ہوئے تھا۔ خوامخواہ مصیبت بن جاتی‘ بلاوجہ بیٹھے بٹھائے بات بگڑ جاتی‘ بہرطور کونسلر کی مداخلت نے کافی بہتری پیدا کر دی تھی........ اس نے ان لوگوں کو سمجھایا بجھایا باقی لوگوں کو واپس جانے کا حکم دیا گیا اور صرف چند افراد کو یہاں رک جانے کے لئے کہا گیا‘ وہ لوگ بھی کچھ ٹھنڈے پڑ گئے تھے۔ ویسے پولیس والے بندوقیں سنبھالے کھڑے ہوئے تھے کہ اگر ذرا بھی کوئی گڑبڑ ہو تو اس گڑبڑ کو سنبھالنے کی کوشش کی جائے کونسلر

کے ساتھ وہ تمام آدمی جنازہ لے کر تھانے کے احاطے سے اندر داخل ہو گئے اور پھر فیض اللہ‘ میں شہریار اور کونسلر وغیرہ تابوت میں لیٹے ہوئے مقتول کو دیکھنے لگے‘ جس کے اوپر سفید چادر پڑی ہوئی تھی اور سفید چادر پر خون کے دھبے ابھر آئے تھے۔ مقتول ایک باریش شخصیت تھی اور شاید اس کی گردن جسم سے علیحدہ تھی کیونکہ اس کی ڈائریکشن بالکل الگ نظر آ رہی تھی جسم خون آلود تھا سادہ سے قمیض شلوار میں ملبوس سر پر ٹوپی بھی موجود تھی‘ بہرحال انوکھا قتل تھا یہ‘ صرف گردن کاٹ دی گئی تھی باقی پورے جسم پر کوئی نشان نہیں تھا........

”کون ہیں........؟“

”مولوی عبدالجبار........“ ان میں سے ایک شخص نے جواب دیا........

”کب قتل کیا گیا تھا؟“ انچارج فیض اللہ نے سوال کیا‘ پھر بولا ”دیکھئے ایک بار پھر میں آپ کو بتاتا ہوں کہ آپ نے انتہائی غلط طریقہ کار اختیار کیا ہے‘ جہاں بھی یہ قتل ہوا تھا لاش کو وہیں رہنے دیا جانا چاہئے تھا تاکہ پولیس کو نشانات وغیرہ تلاش کرنے میں آسانی ہوتی آپ نے ایک غیرقانونی کام کیا ہے اور اس کی وجہ سے آپ نے پولیس کے راستے میں مشکلات ہی پیدا کی ہیں یہ کوئی اچھا کام نہیں کیا آپ نے براہ کرم اب ہمیں تفصیلات بتائیے بھئی کرسیاں باہر ہی بچھوا دو تاکہ یہ لوگ بیٹھ کر آرام سے بات کر سکیں“ میں ابھی تک مقتول کے چہرے کا جائزہ لے رہی تھی اور اب اس بات میں کوئی شک نہیں رہ گیا تھا کہ اس کی گردن شانوں سے الگ تھی اور اسے اٹھا کر شانوں کے قریب دوبارہ رکھ دیا گیا تھا۔

کرسیاں بچھا دی گئیں اور وہ لوگ بیٹھ گئے۔ فیض اللہ نے کہا ”آپ میں سے دو آدمی ہمیں تفصیل بتائیں حالانکہ آپ لوگوں نے قانون کے خلاف ورزی کی ہے لاش کو اس کی جگہ سے ہلانے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے تھی پولیس کا کام خراب کر دیا ہے آپ نے کونسلر صاحب آپ نے بھی انہیں نہیں سمجھایا۔“

”مجھے علم ہی نہیں ہو سکا دراصل میں یہاں تھا بھی نہیں ایک عزیز کی شادی میں شرکت کرنے گیا ہوا تھا بس ابھی کچھ دیر پہلے اپنے اہل خانہ کے ساتھ واپس آیا تو اس ہنگامے کے بارے میں معلوم ہوا۔“

”اب آپ بتائیے پولیس کیا خاک تفتیش کرے لاش کی بے حرمتی الگ کی گئی اور پولیس کے لئے مشکلات الگ پیدا کی گئیں۔ بتائیے آپ لوگ کون ہیں یہ بزرگ جنہیں قتل کیا گیا ہے؟“

”مولوی عبدالجبار........“

”کہاں رہتے تھے........؟“

”لال مسجد کے پیچھے ان کا گھر ہے مسجد کے حجرے میں رہتے تھے پھر عقیدت مندوں نے وہ گھر خرید کر دیا۔“

"خاندان میں کون کون ہے؟"

"کوئی نہیں بس ایک مجذوب بیٹا ہے"

"مجذوب........"

"جی بے لباس رہتا ہے مگر گھر سے باہر کبھی نہیں نکلتا اس کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔"

"قتل کب ہوا........؟"

"یہ تو نہیں معلوم جناب میں نے لاش سب سے پہلے دیکھی تھی میرا نام غلام احمد ہے تین بجے کے قریب میں اپنی سائیکل پر بازار سے واپس آ رہا تھا کہ میری نگاہ کچی کھائی کے کنارے اگی جھاڑیوں پر پڑی سبز جھاڑیوں میں کوئی سفید چیز ہل رہی تھی میں ڈر گیا کیونکہ کچھ عرصہ قبل بستی کی ایک لڑکی کو ان جھاڑیوں کے قریب ایک اڑن سانپ نے کاٹ لیا تھا۔ لوگ ادھر سے گزرتے ہوئے ڈرتے ہیں مگر سڑک ایک ہی ہے اس لئے ادھر سے گزرنا پڑتا ہے کئی بار کونسلر صاحب کو درخواست دی ہے کہ ان جھاڑیوں کو صاف کرا دیا جائے مگر ہمارے کونسلر صاحب گھاٹے کا کوئی کام نہیں کرتے ان جھاڑیوں کی صفائی سے انہیں کوئی منافع نہیں ہوگا وہ یہ کام کیوں کریں" کونسلر صاحب نے اس براہ راست الزام پر جزبز ہوتے ہوئے کہا........

"میاں زبان ہلا دینا بہت آسان کام ہوتا ہے ذرا کرنا پڑے تب پتہ چلتا ہے کوئی کم بخت ٹھیکیدار اس چھوٹے سے کام کا ٹھیکہ لینے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ میں کئی بار کوشش کر چکا ہوں تم لوگوں کو الزام لگانے کے علاوہ اور کچھ آتا ہے........"

"الیکشن آنے دیجئے کونسلر صاحب پتہ چل جائے گا کہ ہم لوگوں کو زبان ہلانے کے علاوہ اور کیا آتا ہے........" غلام احمد نے ترکی بہ ترکی کہا........

"لعنت بھیجتا ہوں اب کے کھڑا کون ہوگا........" کونسلر صاحب نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا........

"آپ لوگ غیر متعلق باتوں میں الجھ گئے تم پوری بات بتاؤ مجھے غلام احمد کونسلر صاحب نے کیا کیا ہے اور کیا نہیں کیا ہے یہ سب کچھ بعد میں طے کر لینا۔" فیض اللہ نے کسی قدر کرخت لہجے میں کہا........

"نہیں صاحب جان جلتی ہے ان لوگوں سے ووٹ لینے آتے ہیں تو یوں لگتا ہے جیسے سارے جہاں کا درد ان کے سینے میں سمایا ہوا ہے اور جونہی انہیں اقتدار ملا یہ فوراً تن من دھن کی بازی لگا کر لوگوں کی مشکلات حل کرنے پر تل جائیں گے مگر اقتدار کی کرسی پر بیٹھتے ہی یہ ساری باتیں بھول جاتے ہیں۔"

"میں نے تم سے کہا ناں کام کی باتیں کرو فضول باتوں کے لئے تمہیں نقصان اٹھانا پڑے گا۔"

"مولوی عبدالجبار کا نقصان اٹھا تو لیا صاحب اب اور کیا نقصان اٹھائیں گے۔ ہائے ہائے

تھے اللہ والے جن کے دلوں میں انسانیت کا درد ہوتا ہے آدھی رات کو کوئی مولوی عبدالجبار کو جا کر اپنا دکھ سنا دے باؤلے ہو جاتے تھے اور اس وقت تک سکون سے نہیں بیٹھتے تھے جب تک کہ اپنی جیسی کوششوں سے کسی پریشان حال شخص کی مشکل دور نہ کر دیں۔" غلام احمد بہت ہی باتونی اور چرب زبان معلوم ہوتا تھا بمشکل تمام اس نے تفصیل بتائی اور کہا سفید چیز جو ہل رہی تھی۔ اسے دیکھ کر وہ خوف زدہ ہوگیا پھر اس نے قریب جا کر دیکھا تو وہاں ایک بے سر کی لاش پڑی ہوئی تھی اور قریب ہی اس لاش کا سر بھی موجود تھا جسے اس نے فوراً پہچان لیا' یہ مولوی عبدالجبار کی لاش تھی جن کا سر تن سے جدا کر دیا گیا تھا۔ غلام احمد کا کہنا ہے کہ وہ اس برق رفتاری سے سائیکل پر بھاگا کہ سائیکل کی رفتار کا صحیح انداز بھی نہیں ہوسکا اور پھر وہ بستی میں چیختا ہوا داخل ہوا تھا کہ مولوی عبدالجبار کو قتل کر دیا گیا ان کی لاش کچی کھائی کی جھاڑیوں میں پڑی ہوئی ہے بستی کے لوگ دوڑ پڑے اور اس کے بعد مولوی عبدالجبار کی لاش کو وہاں سے اٹھا کر لے آئے بعد میں انہوں نے شدید غصے کے عالم میں یہ فیصلہ کیا کہ ان تمام جرائم کی ذمہ دار پولیس ہے جو صرف عیش کرتی ہے اور کسی بھی مسئلے میں کوئی کام نہیں کرتی۔ لوگوں نے طے کیا کہ لاش کو پولیس اسٹیشن لے جایا جائے' تیاریاں کی گئیں مسجد سے گہوارہ حاصل کیا گیا اور اس کے بعد وہ لوگ لاش کو لے کر یہاں آ گئے۔

فیض اللہ کا موڈ بری طرح بگڑا ہوا تھا شہریار نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے فوری طور پر ایس پی ابراہیم صاحب کو اطلاع دے دو ورنہ معاملہ بگڑ جانے کا اندیشہ ہے........"

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں........" فیض اللہ نے کہا اور فوراً ہی وہاں سے اٹھ کر اندر چلا گیا بستی کے لوگ اور کونسلر صاحب بیٹھے ہوئے تھے میں آگے بڑھ کر کونسلر صاحب سے بولی........

"کیا مولوی عبدالجبار کے بارے میں آپ کچھ بتانا پسند کریں گے کونسلر صاحب........؟"

"ہاں کیوں نہیں محترمہ مجھے جتنا معلوم ہے وہ ضرور بتاؤں گا مولوی عبدالجبار صاحب کوئی سات سال پہلے یہاں آئے تھے خیال تھا کہ اپنے بیٹے کا اس شہر میں علاج کرائیں گے اس سلسلے میں کوشش کرتے رہے' ڈاکٹروں وغیرہ کو دکھایا لیکن شاید بات نہیں بن سکی' یا پھر ہوسکتا ہے کہ مولوی عبدالجبار صاحب اپنی مالی کمزوری کی وجہ سے اسے باقاعدہ ہسپتال میں داخل نہ کرپائے ہوں آدمی بہت اچھے اور نیک تھے کسی سے کبھی ایک پیسے کا سوال نہیں کیا بلکہ کچھ نہ کچھ لوگوں کی مدد کرتے ہی رہا کرتے تھے۔ لوگوں نے کچھ دینا بھی چاہا تو انہوں نے بڑی عاجزی سے انکار کر دیا۔ اس مکان کے سلسلے میں بھی وہ قسطیں ادا کر رہے ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ یہ رقم جو وہ مکان کی مد میں جمع کریں گے کوئی اگر نہ لے تو اسے مسجد کے کسی کام میں لگا دیا جائے گا........"

"ان کا ذریعہ آمدنی کیا تھا........" میں نے سوال کیا........

"یہ بات تو نہیں معلوم بی بی بس لوگوں میں کچھ ایسی کہانیاں مشہور ہیں جو بہرطور عقیدت سے تعلق رکھتی ہیں........"

"مثلاً........؟" میں نے سوال کیا........

"کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ مولوی عبدالجبار کو دست غیب تھا اور ان کی ضرورت کی چیزیں انہیں غیبی طور پر دستیاب ہو جایا کرتی تھی۔"

"ہوں" ابھی میں نے اتنا ہی پوچھا تھا کہ فیض اللہ صاحب واپس آگئے انہوں نے کونسلر سے کہا........

"لاش کا پوسٹ مارٹم وغیرہ کیا جائے گا تفصیلات معلوم کرنا ضروری ہیں میرا خیال ہے لاش کو یہیں چھوڑ دیا جائے ہم لوگ فوراً چل کر جائے واردات کا معائنہ کریں گے حالانکہ جس نے بھی قتل کیا ہوگا اسے اتنا موقع مل گیا ہے کہ اب اس نے جائے واردات پر ایسے تمام نشانات صاف کر دیئے ہوں گے جن سے پولیس کو مدد مل سکتی ہے۔"

"کونسلر صاحب نے آہستہ سے کہا "میرا خیال ہے جناب بستی کے لوگ پوسٹ مارٹم کی اجازت نہیں دیں گے۔"

"کیسے نہیں دیں گے یہ جہالت کی انتہا ہے اول تو آپ لوگ اپنے طور پر ایسے اقدامات کر لیا کرتے ہیں جو سو فیصد پولیس کی ذمے داریاں پوری کرنے میں رکاوٹ بنتے ہیں اور اس کے بعد پھر اس قسم کی احمقانہ باتیں۔"

"آپ دیکھ لیجئے افسر صاحب یہ میری رائے ہے آپ کا جو دل چاہے کریں مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔" کونسلر نے شانے جھٹکتے ہوئے کہا۔

"ایس پی ابراہیم صاحب نے شاید اس سلسلے میں فیض اللہ کو کچھ ہدایات دے دی تھیں۔ چنانچہ فیض اللہ نے فوری طور پر جائے واردات کی جانب روانگی کا قدم نہیں اٹھایا میں نے سرگوشی کے انداز میں شہریار سے کہا۔ "کیا خیال ہے شہریار........؟"

"جیسا تم مناسب سمجھو........"

"دیکھتے ہیں قصہ کیا ہے........" میں نے کہا اور شہریار گردن ہلا کر خاموش ہو گیا وہ جانتا تھا کہ میں اس معاملے میں دلچسپی لئے بغیر نہیں رہ سکوں گی۔

کچھ دیر بعد شاہ صاحب کی جیپ آتی ہوئی نظر آئی اور تھانے کا تمام عملہ مستعد ہو گیا کونسلر صاحب اور دوسرے تمام لوگ بھی کھڑے ہو گئے تھے ایس پی شاہ صاحب نے مسکراتی نگاہوں سے ہم دونوں کو دیکھا اور پھر فیض اللہ سے صورت حال معلوم کرنے لگے۔ اس کے بعد کونسلر کی جانب متوجہ ہو کر بولے۔

"آپ کی موجودگی میں یہ لاقانونیت ہو رہی ہے آخر آپ لوگ کس مرض کی دوا........"

"ہم تو خود مریض ہو گئے ہیں ایس پی صاحب کیا کیا جائے بدقسمتی اسے ہی کہتے ہیں اپنے

سر خود کانوں بھری چادر اوڑھ لی ہے ہم نے' بہرطور حاضر ہیں آپ جو بھی حکم دیں گے کرنے کے لئے تیار ہیں۔"

"ایس پی شاہ صاحب کے ساتھ ہم لوگ بھی جائے واردات کا معائنہ کرنے چل پڑے تھے اور اس کے بعد اس جگہ پہنچ کر جہاں لاش پڑی پائی گئی تھی جھاڑیوں میں خون کے دھبے پڑے ہوئے تھے اور ان دھبوں کو دیکھنے سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ کم از کم قتل یہاں نہیں کیا گیا بلکہ قتل کرنے کے فوراً بعد لاش کو ان جھاڑیوں میں پھینک دیا گیا کیونکہ یہاں خون کی اتنی مقدار نہیں تھی جو پوری گردن کٹنے کے بعد موجود ہونا چاہئے تھی۔ جبکہ مولی عبدالجبار صاحب تندرست و توانا آدمی تھے اور ان کی عمر بے شک ساٹھ پینسٹھ سال کے قریب ہو گی لیکن جسمانی صحت بہت اچھی تھی اور اس کی مناسبت سے ان کے اس قتل پر یہاں خون کی کافی مقدار ہونی چاہئے تھی۔ ضمنی کارروائیاں کی گئیں' تصاویر وغیرہ بنائی گئیں۔ آس پاس کوئی اور ایسی چیز دستیاب نہیں ہوئی تھی جس سے صورتحال کا کچھ اندازہ لگایا جا سکتا تھا ابراہیم صاحب نے بھی مایوسی کا اظہار کرتے ہوئے کہا........

"اگر لاش کی تمام ڈائریکشن دیکھ لی جاتی تو شاید کچھ فائدہ حاصل ہو سکتا تھا پوسٹ مارٹم کے لئے یہ لوگ کیا کہتے ہیں۔"

"کونسلر صاحب کا کہنا ہے کہ لوگ پوسٹ مارٹم کی اجازت نہیں دیں گے۔"

"ایس پی صاحب پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگے کیونکہ انہیں تمام صورت حال معلوم ہو چکی تھی اور جس وقت پولیس اس جگہ کا معائنہ کر رہی تھی کچھ فاصلے پر بہت سے افراد کھڑے ہوئے ادھر ہی دیکھ رہے تھے۔ چنانچہ شاہ صاحب نے کہا........

"اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ پوسٹ مارٹم نہ ہونے سے بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا لیکن اب کیا کیا جا سکتا ہے میں کسی قسم کی بدامنی نہیں چاہتا........ جب جائے واردات کا نقشہ بھی صحیح طریقے سے نہیں بن سکا ہے تو پھر پوسٹ مارٹم ہی ہمیں کیا دیدے گا۔ اگر یہ لوگ چاہتے ہیں کہ لاش ان کے حوالے کر دی جائے تو لاش کا صحیح طور پر معائنہ کر کے اسے ان کے حوالے کر دیا جائے۔"

"ایس پی شاہ صاحب کا یہ ایک اچھا قدم تھا لوگ جس طرح بگڑے ہوئے نظر آ رہے تھے اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ پوسٹ مارٹم کے سلسلے میں مداخلت کریں گے۔ بس یہ بھی ایک جاہلانہ رسم ہے حالانکہ ایک شخص جب اس دارفانی سے کوچ کر ہی چکا ہے تو پھر ابتدائی کارروائیوں کے لئے کوئی عمل کر لینا کونسا ایسا غلط کام ہے۔ لیکن جذباتی رشتے اسی قسم کے ہوا کرتے ہیں چنانچہ لاش کا بھرپور طریقے سے جائزہ لیا گیا پورا جسم وغیرہ دیکھا گیا اور اس کے بعد لاش کونسلر صاحب کے ذریعے ان لوگوں کے حوالے کر دی گئی۔ یہ بتا دیا گیا تھا انہیں کہ صرف ان کے جذبات کو مدنگاہ رکھتے ہوئے پوسٹ مارٹم نہیں کیا گیا کونسلر صاحب کے ذریعے ہی ان

لوگوں کو یہ یقین دلایا گیا تھا کہ پولیس بہت جلد مولوی عبدالجبار کے قاتلوں کی تلاش کے سلسلے میں کوئی ایسا موثر اقدام کرے گی جس سے قاتل سامنے آجائیں۔ جب یہ لوگ لاش لے کر چلے گئے تو ایس پی شاہ صاحب نے مسکراتے ہوئے ایک بار پھر مجھے اور شہریار کو دیکھا اور بولے
....

"خوش قسمتی کی بات ہے کہ اس وقت جناب بوجھ بجھکڑ صاحب یہاں موجود ہیں چنانچہ میں سمجھتا ہوں کے اس سلسلے میں کوئی بہتر قدم اٹھالیا جائے گا۔"

یہ چوٹ ہم لوگوں کی سمت تھی میں مسکرا کر رہ گئی ایس پی شاہ صاحب نے پھر کہا"کیوں جناب شہریار صاحب ظاہر ہے علاقہ اپنا ہی ہے اور آپ یہ ذمے داری کو قبول کرانے پر تیار ہو جائیں گے کیا خیال ہے؟"

"جناب عالی ظاہر ہے ہم قانون کے خدمت گار ہیں اور ہم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ کوئی بھی ایسا مسئلہ سامنے آئے تو اپنی تمام تر خدمات قانون کو پیش کر دیں' انسپکٹر شہریار نے جواب دیا۔

"میرا خیال ہے اگر میں مولوی عبدالجبار کے مکان کا ابھی جائزہ لے لوں تو بعد کا جھگڑا نہیں رہے گا ان لوگوں کو بھی احساس ہو جائیگا کہ پولیس نے فوری کاروائی شروع کر دی ہے۔"

فیض اللہ نے پولیس کی نفری ساتھ لی اور ہم سب بستی چل پڑے۔ بستی میں داخل ہو کر مولوی صاحب کی ہردلعزیزی کا اندازہ ہوا۔ ہر گھر کے دروازے پر عورتیں اور بچے کھڑے ہوئے تھے۔ بستی والوں نے سارے کام ترک کر دیئے تھے۔ ہمیں مولوی صاحب کا مکان تلاش نہیں کرنا پڑا۔ میت گھرلے آئی گئی تھی اور صحن میں رکھی ہوئی تھی۔ لوگوں نے پولیس کو راستہ دیدیا اور ہم لوگ ہجوم سے گزر کر اندر داخل ہوگئے۔ سب سے پہلی نگاہ ایک نوجوان پر پڑی جو ایک گوشے میں سجدہ ریز تھا۔ وہ باہر ہونے والے ہنگاموں سے بے نیاز معلوم ہوتا تھا۔ ہماری آہٹ پر بھی اس نے جنبش نہ کی اور سجدہ کر کے نیت باندھ کر کھڑا ہوگیا۔ شاہ صاحب نے ہچکچائے ہوئے انداز میں مجھے دیکھا اور پھر اپنے کام میں مصروف ہوگئے۔ اسی وقت علاقہ کونسلر پولیس کی خبر پاکر آگیا۔ شاہ صاحب گہری نظروں سے کمرے کا جائزہ لے رہے تھے۔ ایک قیمتی مسہری' دو الماریاں' ایک صوفہ سیٹ' فرش پر قالین ہر چیز موجود تھی۔ دوسرے کمرے میں فریج بھی موجود تھا۔ آسائش کی ہر شے یہاں تھی۔ شاہ صاحب نے مایوسی سے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔

"اس مکان کو سیل کرنا بیکار ہے۔ یہاں جو کچھ ہو رہا ہے اس کے بعد کچھ ملنے کے کیا امکانات ہیں۔ اگر کچھ ہو گا بھی تو کیوں چھوڑا گیا ہوگا۔ مجھے ان لوگوں پر غصہ آ رہا ہے جو پولیس سے بے ہودگی تو کرسکتے ہیں لیکن قانون سے کوئی واقفیت نہیں رکھتے۔ یہاں تلاشی لینے بیکار ہے کوئی الزام نلے کر ہی جاؤ گے۔" ہم وہاں زیادہ نہ رکے۔ واپسی میں شاہ صاحب نے جیپ وہاں رکوائی جہاں لاش ملی تھی فیض اللہ سے خون کا نمونہ لینے کے لئے کہا اور دیر تک جھاڑیوں اور

آس پاس کا جائزہ لیتے رہے۔ پھر وہ تو وہاں سے چلے گئے اور ہم لوگ بھی فیض اللہ سے اجازت لے کر چل پڑے۔ شہریار نے کہا۔

"آفس چلیں گے دماغ خراب ہو رہا ہے۔" میں نے کوئی جواب دیئے بغیر کار کا رخ آفس کی طرف کر دیا۔ گل بدر نے چائے کے برتن ہمارے سامنے سجا دیئے اور میں چائے کے گھونٹ لینے لگی۔ شہریار نے چند لمحات کے بعد کہا۔

"یہ تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ ابھی اس سلسلے میں کوئی نظریہ قائم ہو جائے لیکن چند باتیں غور طلب ہیں۔"

"کیا؟"

"مولوی صاحب کے گھر کا سامان کافی قیمتی تھا اگر اس کی مالیت کا اندازہ لگایا جائے تو چالیس پچاس ہزار بلکہ اس سے کچھ زیادہ ہی ہوگا۔"

"ہاں! تمہارا خیال درست ہے۔"

"لوگوں کا بیان ہے کہ مولوی صاحب خالی ہاتھ اس بستی میں آئے تھے۔ یہ سامان بعد میں خریدا گیا ہوگا کیا اس رقم سے مولوی صاحب اپنے بیٹے کا علاج نہیں کراسکتے تھے۔ اکلوتے جوان بیٹے کے لئے تو خون کا آخری قطرہ تک بہایا جاسکتا ہے پھر تنہا مولوی صاحب کو ایک نیم دیوانے بیٹے کے ساتھ اس سامان کی کیا ضرورت تھی؟ نیز یہ کہ ان کا ذریعہ آمدنی؟ وہ دوسروں کی مدد کیا کرتے تھے۔ بہرحال میں ان پر کوئی شک نہیں کر رہا لیکن یہ باتیں سوچنے کی ہیں۔"

"ہاں ہیں تو۔"

"کیس بے شک فیض اللہ کے پاس ہے مگر چیف شاہ صاحب نے جو کچھ کہا ہے تمہارے سامنے کہا ہے کام کے لئے ایک لائحہ عمل بنانا ضروری ہے۔"

"کیوں نہیں۔ اس کی ترتیب یوں کر لو۔ مولوی عبدالجبار کے بارے میں پہلی بات یہ معلوم کی جائے کہ سات سال پہلے وہ کہاں رہتے تھے ان کا ماضی کیا ہے۔ نمبر دو ان کی ملاقات بستی کے علاوہ کن لوگوں سے تھی کون ان سے ملنے آتا تھا آج دن میں کس نے انہیں آخری بار کہاں دیکھا تھا۔ یہ ابتدائی تفتیش ہے اور اس سے حالات روشنی میں آئیں گے اور ہاں شہریار میرے خیال میں تمہیں ایک کام اور کرنا چاہئے۔"

"کیا۔"

"پتہ نہیں مولوی صاحب کی تدفین کب ہوگی۔"

"میرے خیال میں آج ہی۔"

"معلوم کر لو۔ اور ان کی تدفین میں ضرور شرکت کرو۔ جتنے لوگ اس میں شامل ہوں ان پر خصوصی نگاہ رکھو۔ سمجھ رہے ہونا۔"

"کسی حد تک ٹھیک ہے میں سادہ لباس میں چلا جاؤنگا۔ بلکہ چلے جانا چاہئے ہو سکتا ہے اس

کام میں جلدی ہو جائے فیض اللہ سے معلومات حاصل ہو سکے گی۔ میں نے اس کی بات سے اتفاق کیا تھا۔ شہریار نے کہا "تمہارا کیا پروگرام ہے لبنیٰ۔"

"آٹھ بجے تک یہاں رہوں گی۔ اس کے بعد گھر چلی جاؤں گی۔"

"تب ٹھیک ہے ضرورت پڑی تو تمہیں فون کرونگا۔ اب یہاں سے گھر جا رہا ہوں لباس وغیرہ تبدیل کر کے وہاں پہنچ جاؤنگا۔" شہریار کے جانے کے بعد میں کرسی پر نیم دراز ہو گئی۔ یہ جگہ بیحد پرسکون تھی شہریار نے واقعی کارنامہ سرانجام دیا تھا نہ جانے کیوں میرے ذہن میں کبھی یہ خیال نہیں آیا تھا یہاں دفتر سے ہٹ کر کام ہو سکتا تھا۔ میں مولوی عبدالجبار کے اس قتل کے بارے میں سوچنے لگی۔ گھر سے باہر وہ کہاں جانے کے لئے نکلے تھے قاتل کو ان سے کیا دشمنی ہو سکتی تھی۔ گردن کس شے سے علیحدہ کی گئی۔ آلہ قتل ہو سکتا ہے انہی جھاڑیوں میں پوشیدہ ہو مگر جھاڑیاں خطرناک تھیں وہاں کسی اژدہا سانپ کا تذکرہ بھی کیا گیا تھا۔ اس لئے آلہ قتل کو تلاش کرنا ممکن نہیں تھا۔ جہاں تک مولوی صاحب کے گھر کی تلاشی کا معاملہ تھا تو میرے خیال میں تلاشی لی جانی چاہئے تھی۔ کونسی چیز سے کیا اشارہ مل جائے اس کے بارے میں کیا کہا جا سکتا تھا۔ پھر مجھے وہ مجذوب نوجوان یاد آیا اور اس کے بارے میں بہت سے خیالات دل میں بسنے لگے لیکن فیصلہ مشکل تھا۔ ابھی کچھ بھی تو معلوم نہیں تھا۔ پھر میں اس بستی کے لوگوں کے بارے میں سوچنے لگی۔ واقعی جہالت کی بات تھی قانون کس آسانی سے ہاتھ میں لے لیا جاتا ہے ان کی عقیدت کا بہتر انداز تو یہ ہوتا کہ وہ پولیس کو پوری طرح تفتیش کا موقع دیتے لیکن انہوں نے جاہلانہ رویئے سے بہترین ثبوت ضائع کر دیئے تھے۔ پوسٹ مارٹم رپورٹ قتل کے وقت کا تعین کرتی ممکن ہے طریقہ قتل کی کچھ وضاحت ہو جاتی۔ تلاشی لینے سے ہو سکتا ہے قاتل کے بارے میں کوئی بہتر نشاندہی ہوتی الٹا بلوہ تیار کر دیا تھا انہوں نے۔ اگر سمجھداری سے کام نہ لیا جاتا تو دوچار مر جاتے فساد برپا ہو جاتا۔ یہ رہے ایسے فسادات کی وجہ جس میں پولیس کی زیادتیوں کی کہانیاں سنائی جاتی ہیں۔ ایک لمحے کے لئے دل چاہا کہ میں خود بھی وہاں جا کر حالات کا جائزہ لوں مگر پھر یہ ارادہ ملتوی کر دیا کہیں اور کوئی مصیبت کھڑی نہ ہو جائے شہریار کے فون کا انتظار کرتی رہی فون نہیں آیا پھر آٹھ بجے وہاں سے واپسی کے لئے اٹھ گئی۔ گل بدر نے مجھے سیلوٹ کیا تھا۔

"تم تو یہیں سوتے ہو گل بدر۔"

"جی میم صاحب۔"

"اچھا میں چلتی ہوں۔" میں نے کہا اور گل بدر نے پھر سیلوٹ ٹھونک دیا میں مسکراتی ہوئی وہاں سے چلی آئی تھی۔ شہریار کے فون کرنے کے اوقات تھے چنانچہ جونہی گھڑی نے گیارہ بجائے میں نے فون پر نگاہ ڈالی اور شاید میری نگاہ کے اثر سے گھنٹی بج اٹھی میں نے مسکرا کر ریسیور اٹھا لیا۔

"شہر بھر کا یار بول رہا ہے۔"

"بولو۔"

"تدفین نو بجے ہوئی شاہ صاحب خود بھی اس میں شریک ہوئے بعد میں انہوں نے دو اہم اقدامات کئے جن میں کونسلر نے تعاون کیا۔"

"وہ کیا۔"

"مکان پر پہرہ لگوا دیا اور اسے سیل کر دیا گیا۔ انہوں نے اہل محلہ سے وعدہ کیا ہے کہ کل شام تک پہرہ ہٹا لیا جائے گا مجذوب لڑکے کو جس کا نام ستار بتایا گیا ہے کونسلر اپنے گھر لے گیا ہے جہاں دو کانسٹیبل اس کی حفاظت کے لئے مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ لوگ جذباتی ہو رہے ہیں وہاں مولوی جبار کا آستانہ بنایا جائے گا کچھ لوگوں نے تو ان کی تدفین بھی وہیں کرنا چاہی تھی لیکن اس کی اجازت نہیں دی گئی اور سختی سے کہا گیا کہ اگر زیادہ گڑبڑ کی گئی تو مجبوراً پولیس کو ایکشن لینا پڑے گا۔ ہر کام قاعدے سے کیا جائے گا۔"

"ہوں اور کوئی خاص بات۔"

"نہیں ویسے کافی لوگ جنازے میں شریک ہوئے تھے۔"

شہریار سے دیر تک باتیں ہوتی رہیں دوسرے دن پورے گھر کی تلاشی لی گئی مگر کوئی ایسی شے نہیں ملی جو کچھ روشنی ڈال سکتی۔ انتہائی مشکل معمہ بن گیا۔ تھا۔ پولیس نے آس پاس کے لوگوں کو طلب کیا اور ان سے پوچھ گچھ کی گئی۔ مولوی عبدالجبار سات سال قبل اس بستی میں آئے تھے اور انہوں نے مسجد میں قیام کیا تھا۔ انہوں نے عشاء کی نماز کے بعد وہاں آنے والے نمازیوں سے کہا "لوگو میں ایک غریب الوطن ہوں میرے ساتھ میرا تیرہ سالہ لڑکا ہے جس کا دماغی توازن درست نہیں ہے۔ میں یہاں اس کا علاج کرانا چاہتا ہوں مجھے رہنے کے لئے جگہ درکار ہے۔ آپ لوگ میری مدد کر سکتے ہیں۔" مسجد کا حجرہ خالی تھا پیش امام اپنے گھر میں بیوی بچوں کے ساتھ رہتے تھے۔ مسجد کمیٹی کے ارکان نے عارضی طور پر انہیں وہاں رہنے کی اجازت دیدی مولوی صاحب نے دوسرے ہی دن سے مسجد کی صفائی ستھرائی شروع کر دی لوگوں نے انہیں کھانا وغیرہ دینا چاہا تو انہوں نے معذرت کر کے کہا کہ یہ سب کچھ نہ کیا جائے وہ اپنی کفالت کر سکتے ہیں اگر وہ کبھی بالکل نادار ہو گئے تو ان سے مدد کی درخواست کریں گے۔ پھر وہ اپنے بچے کے علاج کے لئے سرگرداں ہو گئے اور ہسپتالوں کے چکر لگانے لگے۔ شاید وہاں سے کوئی تسلی بخش جواب نہیں ملا تھا اس لئے وہ مایوس ہو گئے ادھر لوگوں میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ مولوی جبار کا بیٹا پاگل نہیں مجذوب ہے تفصیل تو نہیں معلوم ہوئی لیکن اس کی کچھ وجوہات ہوں گی۔ البتہ لوگ دوہرے خیال کا شکار تھے۔ کچھ کا کہنا تھا کہ مولوی صاحب کو عارضی جگہ دی گئی تھی اب انہیں حجرہ چھوڑ دینا چاہئے کیونکہ کئی ماہ گزر گئے ہیں پھر مولوی صاحب پر ایک برا وقت آیا۔ مسجد سے ایک قیمتی گھڑی اور کچھ دوسری اشیاء چوری ہو گئیں جن کی خبر صبح فجر کی نماز میں ہو گئی۔ ابھی اس سلسلے میں چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں کہ ستار دیوار گیر گھڑی لئے باہر نکل

آیا- وہ اسے دیکھ کر قہقہے لگا رہا تھا- لوگ حیران ہو گئے حجرے کی تلاشی لی گئی تو دوسری چوری شدہ اشیاء بھی برآمد ہو گئیں اور مولوی صاحب کی عزت خاک میں مل گئی- چند جذباتی نوجوانوں نے تو ان کا گریبان بھی پکڑ لیا- عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے ان کے ساتھ زیادہ برا سلوک نہ کیا گیا مگر ان کا سامان نکال کر باہر پھینک دیا گیا اور ان سے کہا گیا کہ اگر دوبارہ وہ اس محلے میں نظر آئے تو ان کا برا حشر کیا جائے گا- مولوی صاحب خاموشی سے اپنا سامان سمیٹنے لگے پھر وہ ستار کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے چلے تو یاور خان روتا ہوا ان کے قدموں میں آپڑا- یاور خان اس محلے میں رہتا تھا بیوی بچوں والا آدمی تھا- اس نے لوگوں کو بتایا کہ چوری اس نے کی تھی اور سامان لیکر نکل رہا تھا کہ مولوی صاحب نے اسے پکڑ لیا- اس نے مولوی صاحب کو مارا بھی مگر ان کی گرفت سے نہ نکل سکا مولوی صاحب نے اسے پہچان کر کہا-

"یاور خان تم-"

"چھوڑ دو مجھے مولوی صاحب چھوڑ دو میں سال سے بیکار ہوں گھر میں کھانے کے لئے کچھ نہیں تھا' اندھا ہو کر یہ قدم اٹھایا ہے میں نے-"

"میاں کسی سے کہا ہوتا-"

"جانے دیں مولوی صاحب لوگ صرف مذاق اڑاتے ہیں کرتا کوئی کچھ نہیں- اگر کسی کے سامنے ہاتھ پھیلاتا تو میرے بچوں تک کو ذلیل کیا جاتا- میری عزت بچاؤ مولوی صاحب خدا کے لئے میری عزت بچا لو-" مولوی صاحب اسے اپنے ساتھ حجرے میں لے گئے کھانے پینے کا سامان اور کچھ رقم دے کر انہوں نے کہا-

"صبر سے کام لو یاور خان خدا نے چاہا تو تمہیں جلد نوکری مل جائے گی- جاؤ اطمینان رکھو سب ٹھیک ہو جائے گا-" اور یاور روتا چلا گیا مگر نہ جانے کیوں مولوی صاحب نے وہ چیزیں اس وقت مسجد میں نہیں پہنچائی تھیں- جب ان کے ساتھ یہ سلوک ہوا اور انہوں نے یاور خان کا نام نہ لیا تو یاور خان کا ضمیر جاگ اٹھا اور اس نے اپنے جرم کا اقرار کر لیا- مولوی صاحب کے ساتھ زیادتی کرنے والے ششدر رہ گئے تھے اور پھر اس کا رد عمل جذباتی ہوا- لوگ مولوی صاحب کے قدموں میں گر گئے یاور خان کی مشکیں کس لی گئیں- شرمندہ لوگوں نے مولوی صاحب کا سامان چھین لیا وہ انہیں وہاں سے نہیں جانے دینا چاہتے تھے مولوی صاحب اس شرط پر رکے کہ یاور خان کو معاف کر دیا جائے- اس کے بعد گزرنے والے ہر دن مولوی صاحب کی عزت و توقیر میں اضافہ ہوتا رہا ان سے متعلق بہت سی داستانیں سننے کو ملی تھیں لیکن یہ کوئی نہیں بتا سکا کہ مولوی صاحب کون تھے اور کہاں سے آئے تھے یا ان کا ذریعہ آمدنی کیا تھا-

دوپہر دو بجے ہم تھانے میں فیض اللہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایس آئی شیر خان نے ایک فون ریسیو کیا اور پھر فیض اللہ سے بولا "سر وہ آپ سے بات کرنا چاہتا ہے-" فیض اللہ کھانے سے فارغ ہوا تھا ہم نے بھی اس کے ساتھ ہی کھانا کھایا تھا اس نے ریسیو ایس آئی سے

لے لیا اور پھر وہ کسی سے بات کرنے لگا- "ہاں بھئی ہاں ہاں آپ کون ہیں ہاں بولئے کیا نام بتایا آپ نے- ہاں ٹھیک ہے سنا ہوا نام ہے اچھا مگر آپ کون ہیں دیکھئے دیکھئے سنئے تو سہی- آپ تو ایک نیک کام کر رہے ہیں ہاں اور مگر سنئے- ہیلو- ہیلو- ہیلو"! فیض اللہ کے چہرے پر عجیب تاثرات نظر آنے لگے-

"کون تھا؟" شہریار نے پوچھا-

"گمنام- اس قتل کے سلسلے میں ہماری مدد کرنا چاہتا ہے کہتا ہے مولوی جبار کے قتل کا سراغ رحمان بخشی کے ہاں سے مل سکتا ہے- اس آبادی کے دوسری طرف بڑے بنگلے ہیں رحمان بخشی انہی میں بنگلہ نمبر ایک ہزار آٹھ میں رہتے ہیں- میرے خیال میں وہ کاروباری آدمی ہیں میں نے نام سنا ہے-"

"اور کیا بتا رہا تھا؟"

"بس یہی کہ مولوی صاحب کے قتل کا سراغ وہیں سے مل سکتا ہے-"

"مردانہ آواز تھی؟"

"ہاں اور لہجہ کچھ بگڑا بگڑا سا تھا جیسے صحیح اردو نہ بول سکتا ہو-"

"رحمان بخشی" شہریار نے پرخیال انداز میں کہا پھر بولا "کیا خیال ہے فیض اللہ چلیں-"

"جیسا پسند کرو-" فیض اللہ نے کہا اور پھر ہم لوگ تیار ہو گئے کچھ دیر کے بعد پولیس جیپ بنگلہ نمبر ایک ہزار آٹھ پر رک گئی- دروازہ بجایا گیا اور ایک ملازم نے دروازہ کھولا پولیس دیکھ کر اس کی روح قبض ہو گئی تھی-

"بخشی صاحب موجود ہیں-" فیض اللہ نے پوچھا اور ملازم نے گردن اثبات میں ہلا دی-

"انہیں اطلاع دو کہ پولیس آئی ہے-" ملازم بری طرح اندر بھاگا تھا- ہم لوگ برآمدے میں داخل ہو گئے اور بخشی صاحب کا انتظام کرنے لگے- ملازم کو گئے ہوئے کئی منٹ گزر گئے پھر ایک اچھی شخصیت کا مالک معمر شخص باہر آتا نظر آیا وہ چشمہ صاف کر رہا تھا پھر اس نے چشمہ آنکھوں پر لگایا اور ہمیں دیکھتا ہوا بولا-

"فرمائیے؟"

"آپ رحمان بخشی صاحب ہیں؟"

"جی ہاں-"

"ہمیں آپ سے کچھ معلومات حاصل کرنا ہیں-"

"اوہ ضرور' معاف کیجئے گا میں ڈرائنگ روم کھولتا ہوں- دراصل دوپہر کو سونے کا عادی ہوں- سو رہا تھا ذہن قابو میں نہیں ہے ابھی بس ایک منٹ-" وہ دروازے سے اندر داخل ہو گیا اور اسی وقت اچانک گولیوں کی تڑتڑاہٹ ابھری اور ہمارے دائیں بائیں شدید سنسناہٹیں سنائی دیں- پھر شیشے ٹوٹنے کے چھناکے ابھرے اور دروازہ جگہ جگہ سے تڑخ گیا- شہریار نے مجھے پکڑ کر

نیچے چھلانگ لگادی اور دروازے کے عقب سے ایک دلخراش چیخ ابھری۔

فائرنگ کسی خودکار ہتھیار سے کی گئی تھی اور اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ اگر شہریار مجھے دبوچ کر سیڑھیوں سے نیچے نہ آ گرتا تو میں جاں بحق ہو گئی تھی۔ فیض اللہ معجزانہ طور پر بچ گیا تھا کیونکہ اس نے اپنے بچاؤ کے لئے کچھ نہیں کیا تھا اور ہکابکا کھڑا رہ گیا تھا۔ البتہ اندر سے آنے والی چیخ........ باہر پولیس جیپ کھڑی ہوئی تھی اور اس میں دو پولیس کانسٹیبل موجود تھے فیض اللہ نے ان کی خبر گیری کے لئے گیٹ کی طرف چھلانگ لگادی اور شہریار جلدی سے کھڑا ہو گیا۔ پھر وہ اندرونی دروازے کی طرف لپکا جس میں گولیوں سے کئی سوراخ ہو گئے تھے۔ میں بھی لباس درست کر کے اٹھ کھڑی ہوئی اور اس دروازے کو کھول کر اندر داخل ہو گئی جس سے شہریار اندر گیا تھا۔ دو قدم کے بعد ہی مجھے ساکت ہو جانا پڑا۔ رحمان بخشی کا خون اگلتا ہوا بدن سرد پڑ چکا تھا۔ اس کے بائیں پہلو کے چیتھڑے اڑ گئے تھے اور یقیناً اسے مرنے میں ایک لمحہ بھی نہ لگا ہو گا اسی وقت کچھ لوگ ایک اندرونی دروازے سے دوڑتے ہوئے آ گئے ایک نوجوان تھا۔ ایک چوبیس سالہ لڑکی تھی اور دو ملازم قسم کے مرد وہ سب خوفزدہ نظر آ رہے تھے۔

"کیا ہوا۔ کیا........ ارے........ ابو........ ابو ارے یہ کیا ہو گیا آپ کے........ آپ نے........ ابو........ ابو........" نوجوان حلق پھاڑ کر چیخا اور اٹھ کر رحمان بخشی کی لاش سے لپٹ گیا۔ اس کی اس کیفیت سے بدحواس ہو کر لڑکی بھی چیخنے لگی اور ملازموں میں سے ایک اندر بھاگ گیا۔ شہریار سیدھا کھڑا ہو گیا تھا۔ چند لمحات کے بعد فیض اللہ بھی ایک کانسٹیبل کے ساتھ اندر آ گیا۔ اس نے رحمان بخشی کی لاش دیکھی اور اس کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"اومائی گاڈ........ مجھے شبہ تھا۔" ابھی وہ اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ اندر سے کچھ اور لوگ آ گئے ان میں ایک درمیانی عمر کی عورت بھی تھی۔ اس نے یہ منظر دیکھا اور سکتے کے سے عالم میں کھڑی رہ گئی۔ نوجوان بری طرح رو رہا تھا۔ اور فیض اللہ بوکھلائے ہوئے انداز میں بدن کو جنبش دے رہا تھا جیسے اس کی سمجھ میں نہ آ رہا ہو کہ کیا کرے۔ پھر اس نے خود کو سنبھال کر نوجوان سے کہا۔

"براہ کرم لاش کے پاس سے ہٹ جائیے۔"

"شٹ اپ........ یو........" نوجوان نے فیض اللہ کو گالی بکی اور لاش کے پاس اٹھ سے کر فیض اللہ پر جھپٹا۔ فیض اللہ نے اس کی زد سے بچتے ہوئے کہا۔

"احمقانہ حرکت نہ کریں انہیں ہم نے۔" لیکن نوجوان نے پلٹ کر پھر فیض اللہ پر حملہ کر دیا مجبوراً فیض اللہ کو اس کا جبڑا سہلانا پڑا اس کے زوردار گھونسے نے نوجوان کو دور پہنچا دیا تھا فیض اللہ نے سروس ریوالور نکال کر اس کا رخ نوجوان کی طرف کیا تو لڑکی ایک دلخراش چیخ کے ساتھ نوجوان کے سامنے آ گئی۔ اس کی آنکھیں خوف سے پھٹی ہوئی تھیں۔ اور اس کے منہ سے

صرف ایک لفظ نکل رہا تھا۔

"ہٹیں........ ہٹیں........ ہٹیں........" فیض اللہ نے گرج کر کہا۔

"یہ سب لوگ پاگل ہو گئے ہیں۔ صورتحال معلوم کئے بغیر دیوانوں جیسی حرکتیں کر رہے ہیں کیا اس عمارت میں ایک بھی ہوش مند نہیں ہے۔"

"میرے باپ کو مار کر تم نے ہمارے سر کا سایہ چھین لیا اور ہمیں ہوشمند رہنے کی تلقین کر رہے ہو۔" نوجوان نے روتے ہوئے کہا۔

"ہم نے نہیں مارا انہیں باہر سے گولیاں چلائی گئی ہیں اور آپ سمجھدار ہو کر جاہلوں جیسی حرکتیں کر رہے ہیں۔ اس دروازے کو دیکھئے۔ بخشی صاحب اندر تھے اور ان پر کلاشنکوف کا برسٹ مارا گیا۔ وہ اندر ہی ہلاک ہو گئے۔ ہم تو ان سے ملاقات کے لئے آئے تھے۔"

"آہ میر' ابو میرے' ابو' ای میرے ابو........" نوجوان کو اب ماں کا خیال آیا۔ عورت ابھی تک اسی طرح دروازے میں کھڑی تھی۔ نوجوان لپک کر اس کے قریب پہنچا تو وہ ایک طرف لڑھک گئی۔ اور ایک نیا ہنگامہ کھڑا ہو گیا۔ میں بھی بے بس کھڑی یہ عجیب کھیل دیکھ رہی تھی اور اس کا تجربہ کر رہی تھی۔ فیض اللہ نے ساتھ آئے ہوئے کانسٹیبل کو کچھ ہدایت دے کر تھانے بھیج دیا اور پھر نرم لہجے میں ان سب کو دیکھ کر بولا۔

"پولیس کچھ معلومات حاصل کرنے بخشی صاحب کے پاس آئی تھی باہر سے کسی نے برسٹ مار کر انہیں ہلاک کر دیا۔ آپ لوگ اسے پولیس کا کام نہ سمجھیں ہم آپ سے تعاون کریں گے براہ کرم ان خاتون کے لئے ڈاکٹر طلب کریں۔ انہیں اندر لے جائیں۔" یہی کیا گیا اور کچھ دیر کے لئے ہمارا کام معطل ہو گیا میں نے فیض اللہ سے پوچھا۔

"باہر کی کیا رپورٹ ہے۔"

"کیا مطلب؟" اس نے سوال کیا........

"باہر پولیس کی جیپ میں دو پولیس والے موجود تھے وہ بھی گولیوں کی آواز سن کر حیران رہ گئے اور وہ پریشان ہو گئے کیونکہ گولیاں باہر سے نہیں چلائی گئی تھیں" شہریار بھی یہ الفاظ سن کر چونک پڑا اور اس نے متحیرانہ لہجے میں کہا........

"کیا مطلب کیا اندر سے........؟"

"سوفیصد باہر سڑک سنسان پڑی ہوئی ہے اور ان دونوں پولیس کانسٹیبلوں نے بتایا ہے کہ کوئی بھی اتفاق سے ادھر سے نہیں گزرا........"

"ہاں اب اتفاق ہے کیا کیا جا سکتا ہے میرے ساتھ پولیس کے زیادہ آدمی تو نہیں ہیں کہ میں عمارت میں کوئی کاروائی کروں' مجبوراً خاموش ہونا پڑا ہے........" شہریار انگلی سے گال کھجانے لگا' بے چارے رحمان بخشی سے ایک بات بھی نہیں ہو سکی تھی' وہ سو رہے تھے کہ موت نے انہیں آواز دی اور بالآخر وہ موت کی نیند سو گئے۔ ڈاکٹر آیا' ہم نے باقی تمام کام

نظرانداز کر کے اس بدنصیب خاندان کے ساتھ تعاون شروع کر دیا تھا' فیض اللہ بھی ہر ممکن کوشش کر رہا تھا کہ ان لوگوں کو مدد فراہم کرے' اس کے علاوہ اس نے پولیس سٹیشن جن افراد کو بھیجا تھا وہ بھی ابھی واپس نہیں آئے تھے۔ رحمان بخشی کی لاش اسی طرح رہنے دی گئی اور........ اور........ اکلوتے پولیس کانسٹیبل کو اس کے قریب کھڑا کر دیا گیا۔

ایک عجیب سی افراتفری پھیل گئی تھی۔ میں بھی نڈھال ہو گئی تھی کیونکہ واقعات کچھ اس تیزی سے پیش آئے تھے کہ ہمارے وہم و گمان میں بھی کچھ نہیں تھا۔ پھر پولیس اسٹیشن سے پولیس کی کافی نفری آ گئی تب کہیں جا کے ذرا سا سکون ہوا فیض اللہ نے پولیس کے جوانوں کو عمارت کے چاروں طرف پھیلا دیا اور کچھ کو دروازے پر تعینات کر دیا اس کے ساتھ ساتھ ہی دو ایس آئی بھی آئے تھے اور کچھ وہ لوگ بھی جو لاش وغیرہ کے سلسلے میں کام کرنے والے تھے چنانچہ تمام انتظامات ہونے لگے' میں یہاں کی کاروائی چھوڑ کر اندر چلی گئی تھی۔ عمر رسیدہ عورت جس کے بارے میں یہ بات تو معلوم ہو چکی تھی کہ وہ رحمان بخشی کی بیوی تھی بے ہوشی کے عالم میں پڑی ہوئی تھی اور نوجوان زار و قطار رو رہا تھا جو لڑکی نوجوان کے سامنے سینہ سپر ہوئی تھی وہ اس کی بیوی تھی ابھی ان لوگوں سے کوئی بیان وغیرہ بھی نہیں لیا جا سکتا تھا۔ پولیس اپنی کاروائیوں میں مصروف تھی' فیض اللہ نے سرگوشی کے انداز میں شہریار سے کہا۔

"کیا ڈی ایس پی صاحب کو اطلاع دے دی جائے........؟"

"میرے خیال میں دے دی جانی چاہئے تھی۔" فیض اللہ نے ادھرادھر دیکھا' ظاہر ہے اس خوبصورت کوٹھی میں ٹیلیفون کا نہ ہونا حیران کن ہوتا چنانچہ وہ ٹیلیفون کے پاس پہنچ گیا اور ڈی ایس پی صاحب کو اطلاع دینے لگا۔ یہاں معلومات وغیرہ کیا حاصل ہوتیں بس پولیس کی بلاوجہ کی کاروائی بڑھ گئی تھی۔ ڈی ایس پی صاحب آئے نام تھا دولت جلال اور شکل و صورت سے بڑے پر جلال معلوم ہوتے تھے انہوں نے یہاں داخل ہوتے ہی پولیس کے خلاف انوسٹی گیشن شروع کر دی۔ فیض اللہ سے صورتحال معلوم کی اور فیض اللہ نے انہیں تمام تفصیلات بتائیں۔ تب وہ شہریار کی جانب متوجہ ہوئے اور بولے۔

"اور آپ کو........ کیا اس کیس کے سلسلے میں آپ کو مقرر کر دیا گیا ہے........؟"

"جی ہاں۔" شہریار نے جواب دیا۔

"اور آپ کون ہیں خاتون" اس بار وہ میری جانب متوجہ ہوئے تھے۔ میں نے عاجزی سے گردن ٹیڑھی کر کے کہا۔ "جناب عالی میں ایک اخبار کی رپورٹر ہوں........"

"کیا مطلب........ آپ رپورٹنگ کرنے بھی آ گئیں کس نے اطلاع دی آپ کو؟" ڈی ایس پی صاحب غصیلے لہجے میں بولے۔

"جی اس قسم کی باتوں کی مجھے خود بخود اطلاع ہو جاتی ہے یعنی اگر کسی کو قتل ہونا ہوتا ہے تو وہ مجھے ٹیلیفون کر کے کہتا ہے کہ براہ کرم میرے قتل کی رپورٹنگ کے لئے آ جائیے اور میں

آ جاتی ہوں۔"

"آپ مذاق فرما رہی ہیں مجھ سے' جانتی ہیں اس کا نتیجہ کیا ہو سکتا ہے۔" پھر ڈی ایس پی صاحب فیض اللہ کی جانب متوجہ ہو کر بولے۔ "فیض اللہ انہیں کس نے اطلاع دی........؟"

"جی وہ جناب دراصل یہ خاتون لبنیٰ غضنفر ہیں۔"

"تو پھر؟" ڈی ایس پی صاحب بولے۔

"انہیں ایسے حالات میں مداخلت کا کوئی خصوصی اجازت نامہ حاصل ہے۔" فیض اللہ نے کہا۔

"آپ کی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔" ڈی ایس پی صاحب نے کہا اس دوران میں اپنا کارڈ نکال چکی تھی۔

"لیجئے لیجئے۔" میں نے کارڈ ان کے سامنے کر دیا یہ انداز ڈی ایس پی صاحب کو بہت برا محسوس ہوا تھا انہوں نے غیظ و غضب کے عالم میں کہا۔

"آپ فوراً یہاں سے چلی جائیے ورنہ جو کچھ بھی آپ کے ساتھ کروں گا اس کی ذمہ دار آپ خود ہوں گی۔"

"یہ کارڈ نہیں دیکھیں گے آپ........"

"گیٹ آؤٹ۔" ڈی ایس پی صاحب نے دروازے کی طرف اشارہ کر کے کہا اور میں مسکرا دی۔

"جو حکم جناب۔" میں آگے بڑھی تو شہریار نے میرے ساتھ قدم آگے بڑھا دیئے۔

"آپ کہاں چلے؟" دولت جلال صاحب گرجے۔ "شٹ اپ۔" شہریار غرا کر بولا اور میں رک گئی میں نے شہریار کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم یہاں رکو گے شہریار۔"

"ہرگز نہیں۔" شہریار سخت لہجے میں بولا۔

"شہریار تمہیں یہاں رکنا ہے سمجھتے کیوں نہیں تم سپیشل برانچ کے لئے یہاں معلومات حاصل کرو گے۔" شہریار نے مجھے دیکھا اور میں نے گردن ہلا دی "تمہیں اس کے اختیارات حاصل ہیں۔"

"او کے۔" شہریار نے جھٹکے دار لہجے میں کہا اور میں خاموشی سے وہاں سے چلی آئی یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں تھا جس پر غور کیا جاتا ہاں شہریار کے سلسلے میں کچھ تشویش تھی کہیں زیادہ سخت نہ ہو جائے انہوں نے ڈی ایس پی سے بھی سخت کلامی کی تھی اب اس وقت دفتر کا رخ کرنا تو بیکار تھا چنانچہ اپنے ٹھکانے پر چل پڑی شہریار نے یہ دفتر بنا کر کمال کیا تھا۔ ایک پرسکون ٹھکانہ مل گیا۔ میری کار اس دفتر کے سامنے رک گئی خوش مزاج گل بدر خان نے مجھے سیلوٹ مارا اور میں ہنستی ہوئی اندر آ گئی۔

میں ایک آرام کرسی پر نیم دراز ہو گئی تھی اور میرا ذہن اسی سلسلے میں مصروف ہو گیا تھا۔

بات پھر الجھ گئی تھی' حالانکہ ابھی اس کیس کے سرپاؤں کا نہیں پتہ چل سکا تھا ایک عام سا کیس بھی ہو سکتا تھا لیکن اس میں شاخیں پھوٹنے لگی تھیں۔ مولوی عبدالجبار کا ماضی کچھ بھی ہو ان کی زندگی کے سات سال اس بستی میں گزرے تھے اور وہ ایک نیک اور دیندار انسان تصور کئے جاتے تھے۔ بستی سیدھے سادے غریب لوگوں کی تھی جو عموماً ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور پھر یہ تو عقیدت کا رشتہ تھا۔ اس لئے ہنگامہ ہوا مگر یہ بعد میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ کیا ہے؟

گل بدر چائے لے آیا۔ بہترین چائے بناتا تھا۔ اتنے میں فون کی گھنٹی بجی اور میں نے ریسیور اٹھایا۔ "ہیلو۔"

"میں نے فون کر کے یہی معلوم کرنا چاہا تھا کہ تم یہاں موجود ہو تو میں آ رہا ہوں۔" اور فون بند ہو گیا کچھ دیر کے بعد شہریار آ گیا تھا اس نے جوتے اتار کر پاؤں پھیلا دیئے میں مسکراتی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"چائے منگواؤں۔"

"ہاں" اس نے کہا اور میں نے گل بدر کو بلا کر چائے کے لئے کہا پھر شہریار کو دیکھنے لگی۔ شہریار آنکھیں بند کئے کچھ سوچ رہا تھا پھر وہ بولا۔" خاصی گرما گرمی رہی' ڈی ایس پی صاحب نے بہت سی دھمکیاں دی ہیں' کیونکہ میں نے انہیں شٹ اپ کہا تھا اور اس بات پر وہ بھرپور ایکشن لینے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔"

"بعد میں کیا پوزیشن رہی۔"

"بس کچھ خاص ہیں' ڈی ایس پی صاحب نے مجھ سے باہر چلے جانے کا کہا اور حکم دیا کہ جب تک سپیشل برانچ کی طرف سے انہیں یہ اطلاع موصول نہیں ہو جائے گی کہ میں اس کیس پر کام کر رہا ہوں وہ مجھے اس کیس میں مداخلت کی اجازت نہیں دیں گے۔"

میں تحقیر آمیز انداز میں مسکرا دی۔ پھر میں نے کہا۔ "محکمہ پولیس واقعی بڑی بدعنوانیوں کا شکار ہے شہریار' میں نے جگہ جگہ اس کے مظاہرے دیکھے ہیں۔ مثلاً بستی کے غریب لوگ پولیس اسٹیشن پر مظاہرہ کرنے آ گئے اور ان کا لہجہ تلخ تھا اس کے علاوہ رحمان بخشی کے ہاں جو کچھ ہوا' میری نگاہ میں وہ بہت بڑا المیہ ہے انہوں نے یہ سمجھا کہ پولیس نے رحمان بخشی کو ہلاک کر دیا اور اس کے بعد جب وہ لڑکی اپنے شوہر کے سامنے سینہ سپر ہوئی تو یقین کرو' میرا وجود لرز کر رہ گیا تھا کیا واقعی پولیس ایسے وحشیانہ اقدامات بھی کر ڈالتی ہے؟"

"نہیں دراصل' بس غلط فہمیاں ہیں' اب تم خود دیکھو وہ لوگ ہمارے سامنے کس طرح بگڑ گئے تھے اور یہ سوچ رہے تھے قتل ہم نے کیا ہے' ایسے ہی معاملات تشدد کی شکل اختیار کر لیتے ہیں تم خود بتاؤ وہاں کیا قصور تھا ہمارا۔"

"بات انفرادی نہیں ہے شہریار اجتماعی ہے کچھ ایسے واقعات لوگوں کے ساتھ بھی پیش آئے ہیں جن کی بناء پر ان کے دلوں میں پولیس کی طرف سے ہمیشہ شکوک و شبہات رہتے ہیں

جس کا یہ ردعمل ہوتا ہے۔"

"ہاں میں اس بات سے انحراف نہیں کروں گا اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کو پولیس پر اعتماد نہیں ہے اور پولیس پبلک پر اعتماد نہیں کرتی.........."

"یہ کوئی دلیل نہیں ہوئی شہریار اس کی وجوہات پر غور کرو میرا خیال ہے اس میں تمہیں پولیس کی غلطیاں نظر آئیں گی۔" میں نے کہا شہریار نے کوئی جواب نہیں دیا ایک بار پھر مجھے اس کے ساتھ چائے پینا پڑی۔ حالانکہ زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی چائے پیتے ہوئے پھر ہم دونوں اس موضوع پر آ گئے رحمان بخشی کا قتل ایک دلدوز واقعہ تھا۔ شہریار کہنے لگا" ویسے اس عمارت میں کہیں بھی اس قسم کے نشانات نہیں ملے جس سے اندازہ ہوتا کہ گولیاں کون سے رخ سے چلائی گئی ہیں گولیاں چلانے والا کہاں چھپا ہوا تھا ویسے ایک شبہ ضرور ہے فیض اللہ کو......... وہ یہ کہ دروازے کے عین سامنے ایک درخت تھا جو کافی گھنا اور پھیلا ہوا ہے شبہ یہ ہے کہ قاتل اسی درخت پر چھپا ہوا تھا اور انتظار کر رہا تھا۔"

"مگر کیا یہ بات عقل میں آنے والی ہے شہریار.........؟"

"کیا.........؟" شہریار نے سوال کیا اور میں پیشانی مسلنے لگی بہت دیر تک میرا ذہن خیالات میں ڈوبا رہا تھا پھر میں نے سرد لہجے میں کہا۔" اس ٹیلیفون پر غور کرو جس کے تحت رحمان بخشی کی جانب اشارہ کیا گیا اور ہمیں وہاں پہنچنے کی ہدایت کی گئی اس کا مطلب ہے کہ شہریار" میں جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہو گئی پھر میں نے کہا۔ "کسی اور کو یہ بات قطعی نہیں معلوم تھی' کہ ہم رحمان بخشی کے ہاں رخ کر رہے ہیں۔ ٹیلیفون کرنے والا ہی اس سلسلے میں مشکوک ہو سکتا ہے مگر......... مگر بات پھر الجھ جاتی ہے اس نے خود پولیس کو اس جانب متوجہ کیا اور خود ہی رحمان بخشی کو قتل کر دیا سارے کام اس کی خواہش کے مطابق ہوئے' نہیں شہریار گڑبڑ ہے درمیان میں کوئی گڑبڑ ہے" شہریار نے چائے کا بڑا سا گھونٹ بھرتے ہوئے کہا۔

"ایک بات کہوں مس لبنیٰ۔" اور میں سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی شہریار بولا "اب تک کا تجزیہ ہے میرا' واقعات انتہائی سادگی سے شروع ہوتے ہیں اور پھر پیچیدہ ترین شکل اختیار کر جاتے ہیں اور بات بھی بہت پیچیدہ نکل آتی ہے' کیا یہ صرف تمہارے قدموں کی برکت ہے یا ہر کیس ایسا ہی ہوا کرتا تھا۔ یقین کرو اس سے پہلے کم از کم میں اپنے بارے میں کہہ سکتا ہوں کہ ہمیں اتنی الجھنوں کا سامنا نہیں کرنا پڑتا تھا' یوں لگتا ہے جیسے اب جرائم پیشہ افراد نے بھی تمہاری ذہنی کیفیت کو سمجھ لیا ہے اور تمہارے معیار کے مطابق جرائم کرتے ہیں۔" میں ہنسنے لگی پھر میں نے کہا "پولیس خود ہی ان گہرائیوں کو نظرانداز کر دیتی ہو گی ورنہ جرم کی تاریخ یہی ہے مجرم جرم کے منصوبے بناتا ہے اور ان کی ہر باریکی پر غور کرتا ہے۔ مگر تمہاری پولیس........."

"تمہاری بھی تو ہے" شہریار نے مسخرے پن سے کہا پھر بولا "خدا کی قسم ڈی ایس پی صاحب کو معاف نہیں کروں گا۔"

"بدھو ہو تم یہ کوئی اہم بات نہیں ہے۔"
"کمال کرتی ہو انہوں نے فخری صاحب کی توہین کی ہے۔"
"خود عقل آجائے گی۔"
"تم فخری صاحب کو فون کرکے پورا واقعہ بتادو۔" شہریار نے مطالبہ کیا۔
"نہیں شہریار' پلیز بڑے آدمی بنو یہ کوئی بات ہوئی۔ چلو کام کی بات کرو یہ بتاؤ مولوی صاحب کا قاتل کون ہو سکتا ہے۔"
"ڈی ایس پی دولت جلال۔" شہریار نے جواب دیا۔
"ارے توبہ کہیں ثابت ہی نہ کر دینا۔ اچھا اب سنجیدہ ہو جاؤ۔"
"میں بہت سنجیدہ ہوں۔" شہریار نے جواب دیا۔
"شہریار' کام کی بات کرو۔"
"کیا خاک کروں ساری صلاحیتیں تو بھسم ہو گئی ہیں بہرحال تمہارا کیا خیال ہے۔"
"مولوی صاحب کے ماضی کے بارے میں معلوم ہونا ضروری ہے۔"
"کیسے معلوم ہو۔ بستی والوں کے بارے میں تمہیں اندازہ ہے بس وہ عقیدت میں گم ہو گئے تھے اور کسی نے کچھ معلوم نہیں کیا۔"
"ویسے گڑبڑ تو ہے۔"
"کیا؟"
"مولوی صاحب کا طرز زندگی کچھ متضاد سی کیفیت کا حامل ہے۔ ان کے گھر کا ساز و سامان اور بے کسی کا انداز۔ آخر ان کا ذریعہ آمدنی کیا تھا۔"
"ابھی اسے ثابت کرنے کی کوشش نہ کرنا۔"
"کیا مطلب۔"
"اندھے عقیدت مند ہنگامہ برپا کر دیں گے۔"
"ہاں مجھے اندازہ ہے' یہ بتاؤ' مولوی صاحب کی تصویریں بنائی گئی ہیں۔"
"ہاں گردن جوڑ کر کچھ تصویریں لی گئی ہیں۔ یہ کام بھی مشکل سے کیا گیا ورنہ وہ لوگ تو کچھ بھی نہ کرنے دے رہے تھے۔"
"کیا کیا جا سکتا ہے بہرحال وہ ہمارے اپنے ہیں۔ ایک تصویر میرے لئے حاصل کر لینا۔"
"مل جائے گی یہ بتاؤ مجھے کیا کرنا چاہئے۔"
"کیس تو ہاتھ میں لینا ہی ہے۔"
"وہ تو ہے یہاں سے میں شاہ صاحب کے پاس جاؤں گا اور انہیں صورتحال بتاؤں گا"
"اس میں کوئی حرج نہیں ہے' مگر میرے مسئلے کو انا کا سوال مت بنانا۔" میں نے کہا شہریار نے کوئی جواب نہیں دیا تھا کچھ دیر کے بعد ہم دونوں دفتر سے باہر نکل آئے۔ شہریار نے کہا "پھر

ملاقات کب ہو گی۔"
"یہاں سے گھر جاؤں گی۔ گھر پر رہوں گی کوئی خاص بات ہو تو بتا دینا ورنہ کل شام کو یہیں ملاقات ہو گی۔"
"او کے۔" شہریار نے کہا اور ہم دونوں رخصت ہو گئے۔ غالباً کوئی خاص بات نہیں ہوئی تھی دوسرے دن دفتر میں پورا دن کام کیا کچھ نئے آرٹیکل لکھے دفتر والوں کا رویہ بہترین تھا اور انہیں مجھ سے کوئی شکایت نہیں تھی۔ اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ میں ایک بڑے آدمی کی بیٹی تھی بلکہ ان تمام مصروفیات کے باوجود میں اپنے دفتری فرائض پوری محنت سے انجام دیتی تھی۔
"شام کو "آشیانے" میں داخل ہوئی تو شہریار یہاں موجود تھا اس دفتر کو اس نے آشیانے کا نام دیا تھا۔ مجھے دیکھ کر مسکرا دیا موڈ خوشگوار تھا مجھے دیکھتے ہی اس نے آواز لگائی "گل بدر۔"
"لایا صاب۔" گل بدر نے کہا اور میں پرس صوفے پر ڈال کر بیٹھ گئی اور بولی "سناؤ انسپکٹر۔"
"کوئی سرکاری شعر سناؤں۔"؟ شہریار نے کہا۔
"شعر نہیں نثر سناؤ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور شہریار چند لمحات سوچتا رہا پھر بولا۔
"رحمان بخشی کے بارے میں تفصیلات معلوم ہو گئی ہیں ایک عمر میں اس نے ملازمت بھی کی ہے اور فارسٹ آفیسر کی حیثیت سے دو تین جگہ جنگلات میں تعینات رہ چکا ہے' ملازمت سے اس نے خود ہی ریٹائرمنٹ لے لیا تھا اور اس کے بعد کوئلے کا کاروبار شروع کر دیا تھا' جس میں اسے کافی ترقی حاصل ہوئی اور اس کے بعد اس نے مختلف قسم کے کاروبار شروع کر دیئے۔ بیٹا ایک ہی ہے اور اس کا نام ہے کامران بخشی' یہ وہی نوجوان ہے جسے ہم لوگ دیکھ چکے ہیں دو بیٹیاں ہیں اور دونوں شادی شدہ ہیں ملک سے باہر رہتی ہیں' بیٹے کی بھی شادی ہو چکی ہے اور وہ باپ کے کاروبار میں شریک تھا۔ بیگم صاحبہ ہیں جن کی کیفیت ابھی تک خراب ہے اور ان پر سکتہ طاری ہے گھر میں کچھ ملازم ہیں' یہ ہے رحمان بخشی کا کل زائچہ۔ مولوی عبدالجبار رحمان بخشی سے ملتے رہتے تھے وہ اکثر رحمان بخشی کے ہاں آتے رہتے تھے بس ایک نیک آدمی کی حیثیت سے رحمان بخشی ان کی خاطرمدارت کیا کرتے تھے اور کوئی خاص بات نہیں تھی جس سے ان دونوں کا کوئی اور تعلق ظاہر ہو' کوئی بھی اس بارے میں کچھ نہیں بتا سکا ہے' بیگم صاحبہ تو خیر اس وقت کچھ بتانے کی پوزیشن ہی میں نہیں گھر کے سارے لوگ غمزدہ ہیں اس جگہ کا کوئی اندازہ نہیں ہوسکا جہاں سے گولیاں چلائی گئی۔ یہ ہے وہاں کے بارے میں کل معلومات۔"
"اچھا یہ بتاؤ فیض اللہ کی اس کیس کے بارے میں کیا رائے ہے۔"؟
"کیس تو اب یوں سمجھ لو کہ ہمارے پاس آگیا ہے۔ ویسے بھی پہلے ہی شاہ صاحب نے اس بارے میں ہمیں ہدایات دے دی تھیں کہ ہم کام برابر جاری رکھیں اور فیض اللہ سے پورا پورا

تعاون کیا جائے' لیکن اب ان حالات میں جبکہ ڈی ایس پی دولت جلال نے بھی ٹانگ گھسیڑ دی ہے شاہ صاحب نے باقاعدہ یہ کیس ہمارے سپرد کر دیا ہے۔"

"گڈ وری گڈ۔"

"گڈ کہہ رہی ہو........ میں کہتا ہوں کہ مصیبتیں تلاش کر کے لانا کیا عقل مندی کی نشانی ہے۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو شہریار یہ تو تمہارا فرض ہے کوئی بھی بات اگر تمہارے فرائض کے زمرے میں آتی ہے تو تمہیں دلچسپی سے اس پر کام کرنا چاہئے' اپنے فرائض کو مصیبت سمجھنے والے ہمیشہ پسماندہ رہتے ہیں۔" شہریار نے دونوں ہاتھ جوڑ کر سر سے لگائے اور بولا۔

"معاف کر دو بی بی معاف کر دو اب لیکچر نہ پلاؤ' مان لی تمہاری بات پوری طرح مان لی۔"

اچانک ہی ٹیلیفون کی گھنٹی بجی تھی اور میں نے ٹیلیفون کی جانب ہاتھ بڑھا دیا تھا۔ مجھے تعجب تھا کہ اب ہمیں ٹیلیفون کرنے والا کون ہو سکتا ہے' دوسری طرف سے انسپکٹر فیض اللہ کی آواز سنائی دی تھی۔

"ہیلو' دیکھئے کیا یہاں انسپکٹر شہریار موجود ہیں۔"

"جی ہاں فیض اللہ صاحب آپ خیریت سے ہیں۔"

"اوہ محترمہ لبنیٰ بول رہی ہیں۔"

"جی ہاں' کیسے مزاج ہیں آپ کے۔"

"بالکل ٹھیک ہوں آپ سنایئے۔"

"میں بھی ٹھیک ہوں' شہریار سے بات کیجئے۔" میں نے ریسیور شہریار کو دیدیا اور شہریار اس سے بات کرنے لگا۔

"ہاں۔ ہاں بالکل بالکل' یقیناً یار' کیسی باتیں کر رہے ہو۔ ہاں اچھا........ ایں........ او۔ کیا کہہ رہا تھا۔ ہاں ہاں ہاں تم نے اس کے بارے میں پوچھا........ کیا پتہ بتایا ہے۔ ہاں۔" شہریار نے اشارے سے مجھ سے کاغذ قلم مانگا اور میں نے اسے وہ فراہم کر دیا۔ شہریار ایک پتہ لکھنے لگا تھا۔

"ہاں ابھی وقت تو ہے میں لبنیٰ سے بات کر لوں۔ ہاں ضروری ہے۔ نہیں بھئی۔ ابھی انہیں سمجھنے میں تمہیں دیر لگے گی۔ ہاں فون کر لوں گا تمہیں اور کوئی مصروفیت تو نہیں ہے۔ گڈ........ وری گڈ........ یہاں کا نمبر نہ دینا........ بالکل نہیں........ بالکل نہیں........ او کے۔ ہاں تھوڑی دیر کے بعد فون کروں گا۔ او کے!" شہریار نے فون بند کر دیا۔

"دلچسپ لبنیٰ۔" شہریار نے مسکرا کر کہا۔

"کیا ہوا۔"

"فیض اللہ کو وہی گمنام فون دوبارہ موصول ہوا ہے۔"

"اوہ۔" میں آہستہ سے بولی۔

"اس نے ایک اور شخص کی نشاندہی کی ہے۔"

"کیا۔"

"اس کا کہنا ہے کہ نادر خان نامی ایک شخص مولوی عبدالجبار کے بارے میں کافی تفصیلات بتا سکتا ہے۔ نادر خان اس پتے پر مل سکتا ہے جہاں وہ ایک ہوٹل چلاتا ہے وہاں سے اس کے بارے میں معلوم ہو سکتا ہے۔ فیض اللہ نے اسے رحمان بخشی کے قتل کے بارے میں بتایا تو اس نے کہا کہ پولیس کو ہوشیاری سے کام کرنا چاہئے تھا ظاہر ہے قاتل بھی ہوشیار ہے۔"

"فیض اللہ نے اس سے اس کے بارے میں پوچھا۔"

ہاں اس نے کہا کہ پولیس اپنا کام کرے وہ اپنے بارے میں کچھ نہیں بتائے گا۔"

"ٹھیک اور کیا کہہ رہا تھا فیض اللہ۔"

"پوچھ رہا تھا کہ اب کیا ارادہ ہے۔ وہ نادر خان سے ملنے کیلئے بے چین ہے اور وہاں فوراً جانا چاہتا ہے اس نے کہا کہ وہ جگہ اچھی نہیں ہو گی جہاں نادر خان رہتا ہے اس لئے مس لبنیٰ کو وہاں لے جانا بہتر نہیں ہو گا۔ میں نے کہا کہ میں ان سے بات کر لوں۔"

"تم فیض اللہ کو فون کر کے اس سے کہو کہ ابھی نادر خان کے ٹھکانے کا رخ نہ کرے۔ اسے سختی سے یہ ہدایت کر دینا اور تم فوراً چند ایسے لوگوں کا انتخاب کرو جو ذہین اور مستعد ہوں۔ انہیں ہدات کرو کہ وہ نادر خان کے ہوٹل حلیہ بدل کر جائیں اور وہاں نادر خان اور کسی بھی مشکوک بات پر نگاہ رکھیں۔"

"اوہ اچھا........ ہاں ٹھیک ہے........ واقعی یہ مناسب ہے میں فیض اللہ کو فون کئے دیتا ہوں۔ شہریار نے ریسیور اٹھایا فیض اللہ کے نمبر ڈائل کئے اور ریسیور کان سے لگا لیا پھر ہدایت کے مطابق فیض اللہ کو ہدایت دیدی۔ فون بند کرنے کے بعد وہ بولا "مجھے خود ہی یہ انتظام کرنے جانا ہو گا۔"

"تو جاؤ۔"

'اور تم۔"

"کیوں میرا بھی ایک گھر ہے اور وہاں بہت سے لوگ ہیں۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہوں ٹھیک ہے" شہریار غراتے ہوئے لہجے میں بولا میں اس کے ساتھ ہی اٹھ گئی تھی۔

چونکہ اب کیس کی مکمل ذمہ داری شہریار کو سونپ دی گئی تھی اس لئے مجھے اس بارے میں پوری پلاننگ کرنی تھی۔ مولوی عبدالجبار ان کا یہ وحشیانہ قتل آخر کیا معنی رکھتا ہے کون ہے ان کا قاتل۔ شہریار تو اس سلسلے میں کام کرنے چلا گیا اور میں اپنی کار میں بیٹھ کر گھر کی طرف چل پڑی۔ لیکن راستے میں ایک انوکھا واقعہ پیش آگیا۔ جس سڑک سے میں گزر رہی تھی وہ زیادہ مصروف نہیں تھی لیکن بڑی سڑک تھی آگے ایک چوراہا تھا دفعتہ" میں نے چوراہے کے چبوترے پر ایک لڑکے کو چڑھتے دیکھا اوپر چڑھ کر وہ ٹریفک کنٹرول کرنے لگا تھا اکا دکا گاڑیاں گزر

رہی تھیں کوئی بھی دیوانہ ہو سکتا تھا لیکن جس چیز نے مجھ متوجہ کیا تھا وہ اس کا چہرہ تھا میں نے ایک نگاہ میں اسے پہچان لیا وہ مولوی عبدالجبار کا بیٹا عبدالستار تھا۔ بدستور لباس سے بے نیاز' بڑے ماہرانہ انداز میں وہ ٹریفک کانسٹیبل کی نقل کر رہا تھا میں نے کار روک دی اور اسے دیکھنے لگی اس چوراہے کا ٹریفک سپاہی کافی فاصلے پر گنے کا رس پی رہا تھا۔ وہ بے چارہ اس منظر کو دیکھ کر جلدی سے گلاس پھینک کر بھاگا۔ اس دوران کچھ اور گاڑیاں اس انوکھے کانسٹیبل کو دیکھ کر رک گئی تھیں۔ میرے برابر ہی ایک گاڑی رکی تھی اس میں سے کچھ قہقہوں کی آوازیں ابھریں تو میں نے چونک کر ادھر دیکھا چند آوارہ مزاج نوجوان تھے جو مجھے دیکھ کر ہنس رہے تھے۔ مجھے ایک دم اس عجیب صورتحال کا احساس ہوا اور میں نے گاڑی آگے بڑھا دی لیکن دوسرے چوراہے سے میں نے اسے واپس موڑ لیا اور پھر کافی لمبا فاصلہ طے کرکے فیض اللہ کے تھانے پہنچ گئی فیض اللہ موجود تھا مجھے دیکھ کر احترام سے کھڑا ہوگیا۔

"آیئے لبنیٰ صاحب۔"

"کہیں جانے کی تیاریاں کر رہے ہیں........"

"ہاں کچھ دیر میں چلا جاؤں گا کوئی خاص بات نہیں۔"

"مولوی عبدالجبار کا وہ دیوانہ لڑکا کہاں ہے۔"

"اوہ۔ وہ کونسلر صاحب کے ہاں رہ رہا تھا لیکن پچھلی رات کسی وقت نکل بھاگا کیا آپ نے اسے کہیں دیکھا ہے۔"

"وہاں لائن چوک پر ٹریفک کنٹرول کر رہا ہے۔" میں نے جواب دیا اور فیض اللہ بے اختیار ہنس پڑا۔

"خدا غارت کرے۔ ٹھیک ٹھاک پریشانیاں ہو رہی ہیں۔"

"اور کچھ ہوگیا۔"

"ایک منٹ کی اجازت دیں لائن اسکوائر پولیس اسٹیشن فون کرکے اس کے بارے میں ہدایت دے دوں۔ یہاں محلے داروں نے ناک میں دم کر دیا ہے۔" فیض اللہ نے کہا اور تھانے سے رابطہ کرنے لگا بات کرنے پر دوسری طرف سے معلوم ہوا کہ اس دیوانے کو تھانے لے آیا گیا ہے۔

"یار اسے میرے پاس لے آؤ بہت بڑا گھپلا ہے۔ ہاں براہ کرم اسے میرے پاس پہنچادو۔ بہت بہت شکریہ مگر احتیاط سے' بھاگ نہ جائے۔ ہاں میں انتظار کر رہا ہوں۔" فیض اللہ نے فون بند کر دیا پھر بولا "پچھلی رات وہ کونسلر صاحب کے گھر سے بھاگ گیا محلے والوں نے مولوی صاحب کے گھر کی سیل توڑ دی ہے ان کا کہنا ہے کہ اس خانقاہ سے پولیس ہٹائی جائے عبدالستار یہاں رہے گا اور وہاں آستانہ بنے گا اب اگر سختی کی جائے تو فساد تیار ہے اور پھر پولیس کے بارے میں کہانیاں گردش کرنے لگیں گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ کونسلر صاحب بھی اس کھیل کو دیکھ

رہے ہیں۔"

"کیوں۔"

"بھئی زبردستی کی ذمہ داری آپڑی تھی ان پر کسی پاگل کو گھر میں رکھنا واقعی مشکل کام ہے میرا خیال ہے اسے بھگایا بھی انہوں نے خود ہوگا۔"

"ہاں۔ ہو سکتا ہے بس اس کے بارے میں معلوم کرنے آئی تھی۔"

"لبنیٰ صاحبہ' کچھ پلے پڑ رہا ہے یہاں تو خدا کی قسم بھیجا ناریل کی طرح خالی خالی محسوس ہو رہا ہے۔"

"دیکھو' اللہ مالک ہے۔"

"بے چارے رحمان بخشی کی موت کا بے حد افسوس ہوا ہے مجھے۔ اس کے اہل خاندان سخت پریشان کر رہے ہیں۔ ہر تھوڑی دیر کے بعد کوئی فون آجاتا ہے کہ آخر رحمان بخشی کا قتل کیوں ہوا ایک صاحب نے تو اسے پولیس سازش قرار دیکر مقدمہ کرنے کی دھمکی بھی دی ہے۔ لیکن میں نے کسی کے ساتھ سختی نہیں کی۔ وہ بے چارے بے گناہ ہی مصیبت کا شکار ہو گئے ہیں۔"

"اس لئے میں نے نادر خان کے سلسلے میں احتیاط کا مشورہ دیا ہے۔ اچھا اب میں چلتی ہوں۔"

"بیٹھیں چائے منگواتا ہوں ویسے ابھی وہ لوگ ستار کو لے کر آتے ہوں گے۔ اس کا کیا کروں۔ لاک اپ میں بند کر دوں۔"

"کیوں ذمہ داری قبول کرتے ہیں آپ' اسے ان لوگوں کے حوالے کر دیں اور ان سے کہہ دیں کہ اب پولیس ذمہ دار نہیں ہے۔"

"بہتر مس لبنیٰ۔" فیض اللہ نے کہا' میں اس کی چائے کی دعوت سے معذرت کرکے وہاں سے چلی آئی تھی۔ دوسرے دن فیض اللہ نے شاید شہریار سے درخواست کی تھی کہ اگر وہ نادرخان سے ملے تو اسے ساتھ لے لے کیونکہ جب میں نے شہریار کو فون کرکے نادر خان کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا۔

"میرے آدمیوں نے کوئی خاص رپورٹ نہیں دی ہے لبنیٰ ان کا کہنا ہے کہ نادر خان ایک پہلوان نما آدمی ہے اور بڑا رعب دار ہے۔ اس کے ہوٹل میں ڈرائیور آتے ہیں اور وہاں کھاتے پیتے ہیں اس کے علاوہ اور کوئی خاص بات وہاں نہیں دیکھی جا سکی ہے۔ کوئی ایسی شخصیت بھی نہیں جو الگ سے اس سے ملنے آئی ہو۔"

"کیا خیال ہے اس سے ملاقات کرلی جائے۔"

"میرے خیال میں کوئی حرج نہیں ہے مگر تم بھی جاؤ گی۔"

"دماغ خراب ہے کیا کیوں نہیں جاؤں گی۔"

"وہ فیض اللہ بھی چلنا چاہتا ہے۔"

"مجھے اعتراض نہیں مگر وردی میں کوئی نہیں ہو گا۔ ویسے جانا کب ہے۔"

"فیض اللہ سے بات کرکے تمہیں دفتر فون کیے دیتا ہوں۔"

"نہیں میرے خیال میں تین بجے تم دونوں تیار ہو کر یہاں آجاؤ۔ یہیں سے چلیں گے" میں نے کہا۔ ٹھیک تین بجے وہ دونوں آگئے فیض اللہ ایک پرائیویٹ کار لایا تھا اور اسی میں چلنا چاہتا تھا چنانچہ میں نے اعتراض نہیں کیا۔ وہ خود ہی ڈرائیو کر رہا تھا راستے میں' میں نے اس سے عبدالستار کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا۔

"بستی والے اسے تھانے سے لے گئے تھے۔ ان کی محبت و عقیدت انتہا کو پہنچی ہوئی ہے اسے مولوی صاحب کے گھر پر ہی رکھا گیا ہے۔" شہریار کے پوچھنے پر میں نے مختصراً اسے عبدالستار کے بارے میں بتا دیا تھا۔ فاصلہ کافی طویل تھا پھر ہم وہاں پہنچ گئے جہاں نادر خان کا ہوٹل تھا۔ بہت سے ٹرک بے ترتیب کھڑے ہوئے تھے۔ موسیقی کا کیسٹ لگا ہوا تھا چار پائیوں اور بینچوں پر گاہک کھا پی رہے تھے ہمیں حیرت سے دیکھا گیا۔ فیض اللہ نے ایک پٹھان لڑکے سے نادر خان کے بارے میں پوچھا تو اس نے ہوٹل کے ایک آخری گوشے کی طرف اشارہ کر دیا۔ شہریار کے بیان کے مطابق نادر خان واقعی دیو نما انسان تھا۔ عمر پچاس کے قریب ہو گی مگر سرخ و سفید تھا۔ اس نے حیرت سے ہمیں دیکھا اور پھر اس کی نگاہ مجھ پر جم گئی اور اس کے دانت باہر نکل آئے اس کے دو دانت چاندی چڑھے تھے۔

"آؤ بابو صاحب...... آؤ بی بی خانم...... میرے سے کوئی کام ہے۔"

"تم نادر خان ہو" شہریار نے پوچھا۔

"اور ادھر نادر خان کون ہو سکتا ہے" اس نے جواب دیا مگر اس کی آنکھیں صرف میری نگران تھیں وہ انتہائی اوباش اور بدقماش انسان نظر آتا تھا۔ پھر اس نے اپنے ساتھ بیٹھے لوگوں سے کہا "ابھی تم جاؤ خانان میرا مہمان آیا ہے" اس کے ساتھ بیٹھے تینوں آدمی اٹھ کر باہر چلے گئے تھے۔ وہ اپنی مکروہ آنکھوں سے صرف مجھے دیکھ رہا تھا اور فیض اللہ اور شہریار بے چین ہو رہے تھے فیض اللہ نے کہا۔

"نادر خان ہمیں تم سے ایک کام ہے۔"

"دل و جان سے حاضر' بیٹھو چائے پیو۔"

"تم کسی مولوی عبدالجبار کو جانتے ہو؟" شہریار نے غصے سے جھینپے ہوئے لہجے میں کہا اور پہلی بار نادر خان نے مجھ پر سے نظریں ہٹا کر شہریار کو دیکھا۔ پھر میری طرف دیکھ کر مسکرایا اور بولا؟ چہ ساری دنیا کو جانتا ہے نادر خان تمہارا کیا نام ہے بی بی خانم" اس نے مجھ سے کہا۔

"مولوی عبدالجبار کون ہے" فیض اللہ نے کہا۔

"مولوی ہو گا بھائی صاحب...... ابھی تم خود بولتا ہے" اس نے ہنستے ہوئے کہا پھر میری

طرف دیکھتا ہوا بولا "ابھی تم ڈیرے پر آؤ تو تمہیں بہت سا بات بتائے ان لوگ کو کیوں ساتھ لے آیا۔"

"تمیز سے بات کرو نادر خان...... تم پولیس سے بات کر رہے ہو" فیض اللہ بولا۔ دوسری بار نادر خان نے نگاہوں کا زاویہ بدلا تھا اور پر اس نے کہا "کدھر ہے پولیس"

"ہمارا تعلق پولیس برانچ سے ہے۔"

"نادر خان بغیر وردی کے پولیس کو نہیں مانتا۔ ابھی ادھر کوئی تڑی ولا بات نئیں کرنا یار ورنہ زندہ واپس نہیں جائے گا۔ ابھی پیار سے پوچھو جو کچھ پوچھنا ہے۔ اوہ بی بی کو بولو ہمارا ساتھ چلے جو سوال چاہے پوچھے نادر خان بھی سپیشل ہے یارا۔"

"اٹھو فیض اللہ...... چلو یہاں سے...... اٹھو۔" شہریار مسکرایا اور فیض اللہ جو چارپائی پر بیٹھ گیا تھا اٹھ گیا۔ نادر خان نے کہا۔

"وہ سامنے والا بلڈنگ جو نظر آتا ہے بی بی خانم اس کا دوسرا مالہ پر ہم رہتا ہے۔ رات کو نو بجے کے بعد ہم ادھر ملے گا۔ ہمارا فلیٹ نمبر بائیس ہے رات کو روٹی ہمارے ساتھ کھاؤ۔"

شہریار نے کوئی جواب نہیں دیا۔ فیض اللہ بھی غصے سے سرخ ہو رہا تھا ہم تینوں باہر نکل آئے۔ باہر آکر فیض اللہ ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

"کیا دیکھ رہے ہو فیض اللہ میں نے کہا۔

"ٹیلیفون تلاش کر رہا ہوں۔"

"کیوں؟"

"ابھی مسلح پولیس کو طلب کرتا ہوں اسے پکڑ کر لے چلوں گا پھر دیکھوں گا یہ کتنا بڑا بدمعاش ہے۔"

"نہیں فیض اللہ...... فکر مت کرو جو کچھ اسے معلوم ہے بتا دے گا!" شہریار نے کہا۔

"یار اس نے ہماری بے عزتی کی ہے۔"

"پرواہ مت کرو' حساب ہو جائے گا" شہریار کا لہجہ سخت تھا۔ فیض اللہ نے اسٹیرنگ سنبھال لیا تھا پھر اس نے کہا۔ "میرے خیال میں تو اسے اٹھا لیا جائے ویسے بھی وہ عبدالجبار کے بارے میں کچھ جانتا ہے اس کا اندازہ ہوا تھا۔"

"جو کچھ جانتا ہے میں تمہیں بتا دوں گا" شہریار بولا اس نے ہمیں دفتر کے سامنے چھوڑا تھا یہاں سے میں کار لیکر آشیانے چل پڑی شہریار ساتھ ہی تھا اور روٹھا ہوا بیٹھا تھا۔

"کیا ہو گیا شاعر؟"

"مت بکواس کرو' منع کر رہا تھا ناں میں وہاں جانے کو" شہریار نے کہا۔

"پتہ نہیں کیا سمجھا ہے تم نے مجھے سنو رات کو تم نہیں صرف میں جاؤں گی اس کے فلیٹ پر اور اس سے سب کچھ معلوم کروں گی۔"

"دماغ خراب ہوگیا ہے" شہریار بوکھلا کر بولا۔

"غلط فہمیوں کے مریض ہو تم لوگ۔ خود کو نجانے کیا سمجھتے ہو جو کچھ میں نے کہا ہے وہ کرکے دکھاؤں گی سمجھے" بعد میں شہریار میری خوشامدی کرتا رہا تھا اسے خطرہ ہوگیا تھا کہ کہیں میں وہی نہ کروں جو میں نے کہا ہے نو بجے ہم دونوں دفتر سے نکلے تھے اور نو چالیس پر دوبارہ اس علاقے میں پہنچے تھے۔ میں نے اپنی کار ایک طرف کھڑی کر دی۔ سامنے ہوٹل میں اب بھی روشنی ہو رہی تھی اور ٹرک اسی طرح کھڑے ہوئے تھے۔ ہم دونوں خاموشی سے عمارت میں داخل ہو گئے اور پھر دوسری منزل کے فلیٹ نمبر بائیس کے سامنے ہم رکے۔ اندر روشنی تھی مگر کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔ شہریار نے دروازے پر دستک دی۔ ایک بار......... دوسری بار......... تیسری بار۔ پھر دروازے کو اندر دبایا تو دروازہ کھل گیا......... دروازے کے بالکل سامنے......... بالکل سامنے ایک انسانی جسم تڑا مڑا پڑا ہوا تھا۔ ایک زبردست تن و توش والا شخص جو ہمارے اندازے کے مطابق نادر خان کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔

سنسنی کیا ایک لہر پورے بدن میں دوڑ گئی۔ شہریار نے پستول نکال لیا اور چونکے انداز میں کمرے کے دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ میں باہر کے دروازے کی طرف متوجہ ہو گئی جس سے ہم داخل ہوئے تھے چند قدم بڑھا کر میں نے دروازے سے باہر جھانکا پھر دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ سوواٹ کے بلب کی روشنی اس گندے فلیٹ کے ماحول کو پراسرار اور بھیانک شکل میں پیش کر رہی تھی، فلیٹ میں دو کمرے تھے اور یہ ایک چھوٹا سا لاؤنج تھا، جس کے ایک سمت لیٹرین اور باتھ روم بنا ہوا تھا اور دوسری جانب کچن، دیواریں بری طرح غلیظ ہو رہی تھیں، ان پر چائے کے دھبے، میل اور دوسری بے شمار غلاظتیں لگی ہوئی تھیں، کاغذ کے مڑے تڑے ٹکڑے، بکھرے ہوئے تھے، پھٹے ہوئے جوتے اوندھے پڑے تھے، جگہ جگہ مٹی کی تہیں جمی ہوئی تھیں، دروازے جو کبھی سفید تھے اب پیلے ہو رہے تھے، ایک طرف فلمی اداکاراؤں کی تین تصویریں لگی ہوئی تھیں، اور دوسری طرف دیوار پر ایک جالی لگی ہوئی تھی، جس پر نجانے کیسی کیسی ڈبیاں اور چھوٹے بوکس رکھے ہوئے تھے" یہ اس جگہ کا منظر تھا، کمروں کی اندرونی حالت بھی یقینی طور پر باہر سے مختلف نہیں ہو گی۔ شہریار نے بالآخر آگے کا رخ کیا اور پستول سیدھا کئے ہوئے ایک کمرے کے دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ کمروں میں البتہ روشنی نہیں تھی شہریار کو میں نے سنسنی خیز نگاہوں سے دیکھا۔ وہ ایک دروازہ کھول کر پھرتی سے آگے بڑھا اور پٹ کی آواز کے ساتھ اندر روشنی کر دی۔ پھر چند لمحات کے بعد وہ وہاں سے باہر نکل آیا اور اس طرح اس نے دوسرے کمرے کا بھی جائزہ لیا میں نے باتھ روم کی جانب اشارہ کیا اور اس کمرے

سے نکلنے کے بعد باتھ روم وغیرہ کا جائزہ لینے لگا یہ خیال تھا ہمارے ذہن میں کہ کہیں کوئی اندر پوشیدہ نہ ہو، لیکن نادر خان کے علاوہ اس وقت فلیٹ میں اور کوئی موجود نہیں تھا یہ اندازہ لگانے کے بعد ہم لوگ نادر خان کی لاش کی طرف متوجہ ہو گئے، جو کیفیت نظر آ رہی تھی اس سے اندازہ ہو گیا کہ صورتحال کیا ہے، نادر خان حالانکہ لمبے چوڑے بدن کا ایک خونخوار سا آدمی تھا لیکن اس وقت وہ جس کیفیت میں نظر آ رہا تھا اس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ جن لوگوں نے اس کی یہ حالت بنائی ہے انہوں نے اسے پوری طرح سے قابو میں کر لیا ہو گا، لیکن جب لاش کو قریب سے دیکھا تو کچھ اور دہشت ناک انکشافات ہوئے، نادر خان کے ہونٹ خون سے رنگے ہوئے تھے اور زبان کا ایک ٹکڑا اس کے ہونٹوں کے قریب ہی زمین پر پڑا ہوا تھا۔ دوسری چیز جو انتہائی بھیانک تھی۔ وہ اس کے ہاتھوں اور پیروں کی کٹی ہوئی انگلیاں تھیں، اس کے پنجوں کی ساری انگلیاں کاٹ دی گئی تھیں اور قاتل نے اس کے سینے میں، دل کے مقام پر خنجر کے کئی وار کئے تھے۔ اسے گولی وغیرہ نہیں ماری گئی تھی بلکہ طاقتور لوگوں نے سے قابو میں کر کے خنجر سے اس کی یہ درگت بنائی تھی، لاش کے چہرے پر بہت ہی بھیانک تاثرات تھے ظاہر ہے اس نے جس اذیت کے عالم میں جان دی ہو گی اس کے اثرات اس کے چہرے پر منجمد ہونا لازمی تھے۔ میں اور شہریار قتل کے اس انداز کا جائزہ لیتے رہے، شہریار نے ایک دوبار اس احساس کے ساتھ میرے چہرے کی جانب دیکھا جیسے یہ اندازہ لگانا چاہتا ہو کہ میں لاش کی کیفیت دیکھ کر زیادہ خوفزدہ تو نہیں ہو گئی۔ لیکن ایسا نہیں تھا۔ میں یہ سب کچھ برداشت کرنے کی ہمت رکھتی تھی، تب میں نے فوری طور پر کہا۔

"شہریار تم فوراً ان کمروں کی تلاشی لے ڈالو، جس قدر جلد ممکن ہو سکے۔" شہریار نے مجھ سے اتفاق کیا اور ہم ایک کمرے میں داخل ہو گئے کمرے کا منظر بھی میرے اندازے کے مطابق باہر کے منظر سے مختلف نہیں تھا، غلیظ ترین دیواریں، نادر خان بہت گندی فطرت کا مالک تھا، بستر جو پلنگ پر پڑا ہوا تھا اتنا گندا ہو رہا تھا کہ اس پر بیٹھنا تو درکنار، اسے ہاتھ لگانا بھی ایک مشکل کام تھا، ٹین کے کچھ صندوق رکھے ہوئے تھے، ایک طرف الماری تھی، ان سب چیزوں کا انتہائی برق رفتاری سے جائزہ لیا گیا میں نے وہ عقبی کھڑکی کھول کر باہر کا منظر دیکھا جو کمرے کی واحد کھڑکی تھی اور یہاں سے مجھے وہ حصہ نظر آ گیا، جہاں ٹرک وغیرہ کھڑے ہوا کرتے تھے۔ ٹرک اڈے پر ویسی ہی رونق تھی۔ میں نے جلدی سے کھڑکی بند کر دی۔ یہ خدشہ تھا کہ کہیں اور کوئی اس جانب متوجہ نہ ہو جائے۔ شہریار بڑی جان سوزی سے ایک ایک چیز کا معائنہ کرتا جا رہا تھا اور مجھے بھی اس کے بارے میں بتاتا جا رہا تھا......... کافی بڑی رقم بھی یہاں موجود تھی، جو اسی طرح رکھی ہوئی تھی، صندوقوں میں کپڑے وغیرہ تھے۔

کوئی اور ایسی چیز نظر نہیں آئی جو قابل توجہ ہوتی۔ چنانچہ ان سب چیزوں کو بند کر کے شہریار نے جیب سے رومال نکالا اور ہر چیز پر اسے اپنی انگلیوں کے نشانات مٹا ڈالے' دوسرے کمرے میں کچھ بھی نہیں تھا' سوائے ایک بستر کے اور زمین پر پڑے پلاسٹک کے ٹکڑے کے......... تمام چیزوں کا جائزہ ہم نے زیادہ سے زیادہ پندرہ سولہ منٹ میں لے لیا' یہ وقت بھی یہاں گزارنا بڑا مشکل کام تھا' ہر لمحے کان آہٹوں پر لگے ہوئے تھے' اس وقت کسی کا یہاں آجانا ہمارے لئے خاصی مشکلات کا باعث بن سکتا تھا۔ میں نے بھی ان تمام جگہوں کو صاف کر دیا' جہاں مجھے اپنی انگلیوں کے نشانات رہ جانے کا خدشہ تھا اور اس کے بعد میں نے شہریار کی جانب دیکھا تو شہریار بولا.........؟

"کیا کیا جائے.........؟"

"واپسی".......... میں نے سرد لہجے میں کہا اور شہریار نے گردن ہلا دی۔ ہم دونوں نہایت خاموشی سے فلیٹ کا دروازہ کھول کر نیچے اتر آئے تھے اور اس کے بعد اپنی کار تک پہنچ گئے تھے۔ میں نے خاموشی سے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ شہریار بالکل خاموش تھا' کچھ دیر کے بعد میں نے کار ایک پر رونق علاقے میں روکی اور کہا......... "شہریار وہ سامنے ٹیلیفون بوتھ نظر آ رہا ہے' تم علاقے کے انچارج کو اس قتل کی اطلاع دے دو۔" شہریار نے ایک لمحے کے لئے مجھے دیکھا اور بولا......... "کس حیثیت سے.........؟"

"بس ایک گمنام فون کرو' آواز بھی تبدیل کر لینا' بس احتیاط شرط ہے" شہریار نے اس سلسلے میں کوئی اور سوال نہیں کیا اور خاموشی سے کار سے اتر کر پبلک کال بوتھ کی جانب بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آ کر کار میں بیٹھ گیا اور میں نے کار وہاں سے بھی آگے بڑھا دی۔ پھر ہم ایک ریستوران میں جا بیٹھے تھے۔ میں نے ویٹر سے کافی طلب کی تھی' شہریار بھی غالباً ایسی ہی ذہنی تھکن محسوس کر رہا تھا' اس نے کافی پر اعتراض نہیں کیا بہترین کافی آ گئی اور میں نے اس کی ایک پیالی بنا کر شہریار کے سامنے رکھی اور دوسری سے خود چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے لگی۔ شہریار خاموش تھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا......... "گمنام فون کرنا مناسب تھا نا؟"

"ہاں پہلے تو سمجھ میں نہیں آیا تھا' لیکن بعد میں سب کچھ سمجھ میں آ گیا۔ واقعی یہی مناسب تھا' کیونکہ ہمارے اوپر مصیبت نازل ہو سکتی تھی۔ رحمان بخشی کے ہاں گئے تو وہ بے چارہ مارا گیا۔ نادر خان کو ٹٹولنا چاہا تو اس کی بھی یہی کیفیت ہو گئی' اف بہت بھیانک قتل تھا۔ پہلے تو میں نے یہ سوچا تھا لبنیٰ کہ مولوی عبدالجبار کا قتل زیادہ پیچیدگیوں کا حامل نہیں ہو گا۔ لیکن اب اس بدنصیبی کا کیا کیا جائے کہ جو اطلاع تمہارے کانوں تک پہنچ جائے' وہ ضرور الجھی ہوئی اور پراسرار ہو' اب دیکھو نا اچھے خاصے فیض اللہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ وہاں بستی والوں نے

مظاہرہ شروع کر دیا اور بلاوجہ ہی اس جھگڑے میں ملوث ہو گئے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اگر ہم وہاں نہ ہوتے' تو کیا یہ معاملہ اتنا زیادہ آگے بڑھ جاتا' فیض اللہ کسی نہ کسی شکل میں سارے معاملات ہموار کر کے قتل کا الزام کسی کے سر پر تھوپ دیتا۔"

"میں نے تیکھی نگاہوں سے شہریار کو دیکھا اور بولی۔ "میں تو کتنی ہی بار کہہ چکی ہوں کہ تم لوگ اس کے علاوہ کرتے ہی کیا ہو.........؟"

"شہریار ہنسنے لگا۔ پھر اس نے کہا" اور تم ہر بال پر سے کھال اتارنے پر تل جاتی ہو........."

"کھال اتار نہیں دیتی کیا........." میں نے کہا۔

"فضول باتوں میں الجھ گئے' اس مسئلے پر کوئی تبصرہ کرو کہاں ذہن پہنچتا ہے........." شہریار کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لے کر اپنی پیالی کی کافی ختم کرنے لگا' پھر اس نے اسے میری جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔ "تھوڑی سی اور" اور میں اس کے لئے نئی کافی بنانے لگی' میرا ذہن بھی خیالات میں گم تھا۔ میں نے کہا۔

"نادر خان کے قتل کو تم ان واقعات سے منسوب کرو گے.........؟"

"اور کیا کیا جا سکتا ہے"

"میرا مطلب ہے کیا یہ اتفاق نہیں ہو سکتا.........؟"

"ہو بھی سکتا ہے' لیکن وہ ٹیلیفون کال' جس نے پہلے رحمان بخشی کی زندگی ختم کرائی اور اس کے بعد نادر خان کی........."

"ہاں نظرانداز نہیں کیا جا سکتا......... اور اب وہ ٹیلیفون کال اس سلسلے میں بہت زیادہ پراسرار ہو گئی ہے' کاش ہم وہ آواز سن سکتے۔ کون ہو سکتا ہے' اور تمہارا کیا خیال ہے' یہ اطلاعات دینے کے بعد' یہ قتل کیا معنی رکھتے ہیں؟" شہریار بے اختیار ہنس پڑا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگی.........

"کیوں اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے.........؟"

"ہنسنے کی یہ بات ہے محترمہ لبنیٰ صاحبہ کہ میں تو ان سارے ہی معاملات میں کورا چل رہا ہوں' ایک مولوی ٹائپ کا آدمی' جس کی نیک نامی کی گواہی بہت سے لوگ دیتے ہیں' اس بے دردی سے قتل کر دیا گیا اگر قاتل میرے سامنے ہوتا تو میں اس سے یہ سوال ضرور کرتا کہ بھائی ایسے لوگوں کو بھی قتل کر سکتے ہو' جنہیں دنیا اپنے لئے بے ضرر سمجھتی ہے اور پھر اس سلسلے میں کسی نشاندہی اور اس بے چارے شخص کا قتل جو بظاہر اس معاملے میں بالکل ملوث نظر نہیں آتا' ہائے ہم تو اس کی ایک جھلک ہی دیکھ پائے تھے اس سے کچھ باتیں بھی نہیں ہو سکی تھیں' بے چارہ سوتے سے جگایا گیا تھا اور اس کے بعد اسے دوبارہ سونا نصیب نہ ہوا یا سویا تو اس طرح کہ

وہ دوبارہ جاگ نہیں سکا۔" شہریار نے بین کرنے والے انداز میں کہنا شروع کر دیا اور میں نے ہنس کر اسے گھورتے ہوئے کہا......... "عجیب مسخرے آدمی ہو' سنجیدہ اوقات میں بھی سنجیدہ نہیں رہ سکتے۔"

"ایک شرط پہ سنجیدہ ہو سکتا ہوں' وہ یہ ہے کہ میری سنجیدگی ان تمام واقعات کی گہرائیوں کا انکشاف کر دے۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور اپنی پیالی میں نئی کافی بنانے لگی' ہم لوگ ظاہر ہے کہ کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے تھے۔ البتہ اس فیصلے پر مطمئن تھے کہ ہم نے ان معاملات میں اپنے آپ کو ملوث نہیں کیا تھا۔ صورتحال واقعی خاصی گڑبڑ ہو جاتی' رحمان بخشی کے سلسلے میں ہم پہنچے تو وہ قتل ہو گیا اور اب نادر خان کا قتل' اور پھر سب سے بڑی بات یہ تھی کہ نادر خان سے شہریار تھوڑا سا ناراض بھی ہو گیا تھا' اور یہی کیفیت فیض اللہ کی تھی' شبہات تو کئے جا سکتے چنانچہ یہ طریقہ بہت بہتر اور مناسب رہا تھا۔

سرفروش
ایم اے راحت
2

دوسرے دن، تقریباً بارہ بجے تک میں دفتر میں کام کرتی رہی، کچھ ایسے معاملات تھے جن پر کام کرنا ضروری تھا- دفتر کے ساتھیوں سے بھی مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی، ساڑھے بارہ بجے میں اپنی جگہ سے اٹھی اور ذہن اس جانب راغب کر لیا- پھر میں نے جو فیصلہ رات کو اپنے بستر پر کیا تھا اس پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو گئی- شہریار سے ابھی تک کوئی رابطہ قائم نہیں ہوا تھا، اسے اگر کوئی ایسی اہم بات کرنا ہوتی تو یقینی طور پر دفتر میں اطلاع دیتا، دوپہر کے ایک اخبار میں، نادر خان کے قتل کا مختصر سا واقعہ درج تھا جسے میں نے دفتر ہی میں دیکھا تھا- بہرطور اس طرف توجہ نہ دے کر میں اپنے کام کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی اور میرا رخ رحمان بخشی کی کوٹھی کی جانب ہو گیا- یہ فیصلہ میں نے رات کو بستر پر لیٹ کر کیا تھا کہ مجھے رحمان بخشی کے اہل خاندان کو ٹٹولنا چاہئے ہو سکتا ہے کوئی کام کی بات معلوم ہو جائے-

رحمان بخشی کی کوٹھی سوگ میں ڈوبی ہوئی تھی اور لوگ آجا رہے تھے میں نے اپنی کار بھی ان کاروں کے ساتھ کھڑی کر دی جو کوٹھی کے باہر کے حصے میں کھڑی ہوئی تھیں- ویسے ایک احساس ہوا تھا مجھے وہ یہ کہ اس وقت میں نے آکر غلطی کی ہے، یہاں دوسرے لوگ بھی موجود ہیں- بہرطور اب آگئی تھی تو کچھ کرنا ہی چاہتی تھی ایک طرح سے یہ خطرناک بات بھی تھی کیونکہ رحمان بخشی کے قتل کے وقت میں وہاں موجود تھی ہو سکتا ہے میری نشاندہی کی جائے، لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا روز قرآن خوانی ہو رہی تھی- میں آگے بڑھی تو مجھے کامران بخشی کی بیوی نظر آگئی- اس نے مجھے پہچان لیا تھا-

وہ چند قدم آگے بڑھی پھر رک گئی میں نے گردن خم کر کے اسے ہیلو کیا- پھر بولی ''میرا نام لبنیٰ ہے کیا آپ بہت مصروف ہیں خاتون-''

''نہیں'' اس نے کہا-

''آپ کے چند لمحات لینا چاہتی ہوں-''

"آپ براہ کرم چند لمحات انتظار کیجئے۔ ڈرائنگ روم میں کچھ لوگ موجود ہیں اس لئے میں آپ کو.........." ابھی اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ سامنے کامران بخشی آتا ہوا نظر آیا۔ اس نے ہم دونوں کو دیکھ لیا تھا۔ پھر اس کے قدم ہماری جانب اٹھ گئے اور چند لمحات میں وہ ہمارے قریب پہنچ گیا۔ اس کی آنکھیں گہری سرخ نظر آرہی تھیں اور چہرہ اترا اترا تھا۔ میں نے اس وقت بھی اسے دیکھا تھا جب رحمان بخشی کا قتل ہوا تھا وہ بہت زیادہ متاثر نظر آرہا تھا۔ اس وقت سے اب تک اس کی کیفیت میں کافی تبدیلی بھی رونما ہو گئی تھی میں نے ہمدردی کی نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے گردن خم کی اور آہستہ سے بولی..........

"کامران صاحب میں آپ کے غم میں برابر کی شریک ہوں بلاشبہ رحمان بخشی صاحب کی اچانک اور ناگہانی موت نے آپ کے ذہن پر بہت برا اثر ڈالا ہے لیکن ایک بات میں اور بھی عرض کرنا چاہتی ہوں قاتلوں کو ان کی زندگی لینے کے بعد اس آسانی سے بچ کر نہیں نکلنا چاہئے اور میرے خیال میں آپ بھی انہیں کبھی معاف نہیں کریں گے۔"

"میرے بس میں ہوتا تو میں تو میں.........." کامران بخشی شدت جذبات میں جملہ پورا نہ کر سکا تھا۔

"پولیس یہ کام کر رہی ہے اور میں بھی اسی سلسلے میں سرگرم ہوں شاید آپ کو یاد ہو گا کہ اس وقت میں بھی پولیس کے ساتھ موجود تھی جب یہ سانحہ پیش آیا۔ ہو سکتا ہے آپ کو اس بارے میں تفصیلات پولیس کے ذریعے حاصل ہو گئی ہوں لیکن اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو ان حالات کے بارے میں بتا سکتی ہوں جو اس وقت پیش آئے تھے میری گزارش ہے کہ تھوڑی سی میری اس معاملے میں آپ مدد کیجئے گا میں آپ سے اپنا مکمل تعارف کرانا چاہتی ہوں۔"

"لبنیٰ صاحبہ! میں آپ کو جانتا ہوں۔" کامران بخشی نے کہا اور میں چونک پڑی۔

"وہ کیسے؟"

"آپ صحافی خاتون ہیں دراصل میرے کچھ صحافی دوست ہیں ایک بار آپ ہمیں نظر آئی تھیں تو انہوں نے آپ کا مکمل تعارف کرایا تھا ویسے بھی میں آپ کا اخبار پڑھتا ہوں اور آپ کے کالم میزان کو بھی دیکھتا رہتا ہوں۔"

"یہ تو اور اچھی بات ہے کہ میرا اور آپ کا شناسائی کا رشتہ نکل آیا اگر آپ کے صحافی دوستوں نے میرا آپ سے مکمل تعارف کرایا ہو گا تو پھر یہ بھی بتایا ہو گا آپ کو کہ میں خصوصی طور پر ایسے معاملات میں دلچسپی لیتی ہوں اور اپنے طور پر ایسے معاملات کا تجزیہ کر کے ان کی رپورٹ شائع کرتی ہوں۔"

"آ آیئے براہ کرم تشریف لایئے اس دن ظاہر ہے آپ کے ساتھ کوئی اچھا سلوک نہیں ہو سکا۔ مجھے کچھ تفصیلات پولیس کے ذریعے حاصل ہو گئی تھیں لیکن آپ سے گفتگو کر کے مجھے

سکون ملے گا آو نجمہ! تم بھی آؤ.........." کامران بخشی نے اس لڑکی سے کہا جو اس کی بیوی تھی اور پھر وہ ہمیں اپنے کمرے میں لے گیا۔

"آپ کی مصروفیات کا مجھے اندازہ ہے کافی مہمان آئے ہوئے ہیں آپ کے ہاں۔"

"نہیں میرا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے وہ اپنے طور پر آئے ہیں اور پھر ہمارے کچھ اور عزیز ان سب کو سنبھالے ہوئے ہیں میری تو کیفیت اتنی خراب ہے کہ میں کچھ کرنے کے قابل نہیں رہا دراصل میرے ابو میرے دوست تھے میرے علاوہ اور کوئی میرا بھائی وغیرہ بھی نہیں ہے تنہا ہم دونوں باپ بیٹے ہر معاملے میں شریک تھے اب میں اکیلا رہ گیا۔" کامران بخشی کی آواز بھرا گئی میں نے اسے تسلیاں دیتے ہوئے کہا..........

"جو گزر جاتی ہے ہم اس پر صرف افسوس کر سکتے ہیں لیکن اپنے آپ کو سنبھالنا بے حد ضروری ہے میں مسز بخشی کے بارے میں بھی سوچ رہی ہوں اس وقت ان کی حالت کافی خراب تھی اب۔ کیا کیفیت ہے؟"

"وہ بس سکتے کی سی کیفیت میں ہیں یوں تو ہر جانے والا اپنے پیچھے بہت سے دکھ چھوڑ جاتا ہے لیکن کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں آسانی سے بھلایا نہیں جاتا میرے ابو بھی انہی میں سے تھے۔" چند رسمی باتوں کے بعد میں مطلب پر آگئی' میں نے کہا.......... "رحمٰن بخشی کے بارے میں یہ بات آپ کو معلوم ہو گئی ہو گی کہ مولوی عبدالجبار کے قتل کے سلسلے میں ہم ان سے ملاقات کرنے آئے تھے کہ یہ سانحہ پیش آگیا..........؟"

"ہاں مجھے تعجب ہے کہ مولوی عبدالجبار کا قتل میرے والد سے کیسے متعلق ہو گیا اور ان سے اس سلسلے میں کیا معلومات حاصل کی جانی تھیں۔"

"سنا یہ گیا ہے کہ مولوی عبدالجبار صاحب آپ کے ہاں اکثر آتے رہتے تھے؟"

"ابو کے پرانے شناسا تھے کہیں کسی زمانے میں ملاقات ہو گی ان کی بلکہ میرے خیال میں یہ ملاقات یقینی طور پر شہباز خیل میں ہوئی ہو گی۔"

"شہباز خیل؟" میں نے سنبھل کر پوچھا۔

"پہاڑی علاقہ ہے اور ایک زمانے میں ابو اس علاقے میں فارسٹ آفیسر رہ چکے تھے۔

"وہ طویل عرصے تک وہاں رہے تھے یہ بہت زیادہ پرانی بات بھی نہیں ہے دس یا گیارہ سال ہوئے ہوں گے جب انہوں نے یہ سلسلہ ختم کیا تھا۔"

میرے ذہن میں مسرت کی ایک لہر اٹھی اور میں نے کامران بخشی سے کہا "آپ نے یہ بات پولیس کو بتائی ہے؟"

"نہیں پولیس نے مجھ سے بہت زیادہ معلومات حاصل بھی نہیں کیں۔ کیوں کوئی خاص بات ہے اس میں..........؟

"نہیں' نہیں دراصل بس یونہی میں اپنے طور پر معلومات حاصل کر رہی تھی۔ میں نے

سوچا کہ اگر پولیس کو یوں معلومات ہو گئی ہیں تو ہو سکتا ہے اس نے اس سلسلے میں کوئی کاروائی کی ہو۔"

"اس میں کوئی خاص بات تو نہیں ہے" کامران بخشی بولا.........

"خیر چھوڑیئے آپ تو یہ بتا سکتے ہیں کہ مولوی عبدالجبار صاحب جب یہاں آتے تھے تو بخشی صاحب کا ان کے ساتھ کیا رویہ ہوتا تھا؟"

"پر احترام ویسے بھی ابو اپنے پرانے شناساؤں سے بہت دلچسپی رکھتے تھے یہ ان کے اس وقت کی یادگار تھے جب وہ پوری طرح عملی زندگی میں تھے۔ حالانکہ اب بھی انہوں نے اپنے آپ کو عملی زندگی سے ریٹائر نہیں کیا تھا لیکن بہرحال اپنی عمر کے ساتھ ساتھ ان کی کارکردگی میں کافی کمی ہو گئی تھی شاید یہ بات آپ کے علم میں ہو کہ میرے ابو نے زندگی کو بہت ہی مشکل طریقے سے گزارا تا اور بڑی محنت کر کے ہم لوگوں کو یہ خوشیاں نصیب ہوئی تھیں" میں پر خیال انداز میں کامران بخشی کو دیکھتی رہی پھر میں نے کہا۔ "آپ لوگوں کا بھی مولوی عبدالجبار صاحب سے براہ راست رابطہ تھا؟"

"نہیں ان سے ہماری کوئی خاص بات کبھی نہیں ہوئی بس وہ آتے تھے نجمہ ان کے لئے چائے وغیرہ بھجوا دیا کرتی تھی اور بس وہ لوگ تھوڑی دیر گفتگو کیا کرتے تھے اور اس کے بعد مولوی عبدالجبار چلے جاتے تھے کوئی ایسی خاص بات ہمارے علم میں کبھی نہیں آئی جو قابل ذکر یا باعث توجہ ہوتی۔"

"ہوں مولوی عبدالجبار صاحب کے ساتھ کبھی کوئی اور شخص بھی یہاں آیا میرا مطلب ہے کوئی ایسا آدمی جو صرف انہی سے واسطہ رکھتا ہو؟" کامران بخشی کچھ سوچنے لگا پھر اس نے کہا.........

"نہیں کبھی نہیں وہ ہمیشہ تنہا ہی آتے تھے اور کچھ دیر بیٹھتے تھے۔"

"اچھا ایک بات اور بتایئے مولوی عبدالجبار صاحب کا یہاں آنا کب سے تھا؟" کامران بخشی کچھ سوچنے لگا پھر اس نے کہا۔

"میرا خیال ہے پانچ چھ سال ہو گئے وہ مہینے پندرہ دن میں ایک آدھ بار ضرور آتے تھے۔"

"آپ کو یہ یاد ہے کہ جب وہ پہلی بار آئے تو بخشی صاحب نے ان کا کس طرح استقبال کیا؟"

"نہیں اس سلسلے میں کوئی بات میرے علم میں نہیں ہے۔" میں نے کچھ دیر سوچا اور اس کے بعد کامران بخشی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔ "میں آپ کی انتہائی شکر گزار ہوں کامران صاحب کہ آپ نے اس ذہنی انتشار کے باوجود تعاون کیا اجازت چاہتی ہوں ظاہر ہے آپ بھی بے حد مصروف ہیں۔"

"لبنیٰ صاحبہ آپ کے بارے میں مجھے بتایا گیا ہے وہ میرے لئے اس وقت باعث حیرت تھا لیکن میں نہیں جانتا تھا کہ ایک دن ایسا بھی آجائے گا جب مجھے خود آپ سے رجوع کرنا ہو گا براہ کرم میرے والد کے قاتلوں کو تلاش کیجئے میں آپ کے ساتھ ہر تعاون کے لئے تیار ہوں' انہیں کیفر کردار تک پہنچانا میری بھی اتنی ہی ذمے داری ہے جتنی پولیس کی۔"

"اس ذمے داری کو میں بھی آپ کے ساتھ ساتھ اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ کامران صاحب اور آپ اطمینان رکھئے گا بالآخر بخشی صاحب کے قاتل منظرعام پر آجائیں گے۔" اس کے بعد میں وہاں سے چل پڑی تھی۔

کوئی بہت ہی اہم بات معلوم نہیں ہوئی تھی لیکن ایک تصور میرے ذہن میں پیدا ہو گیا تھا اور مجھے اس سے خوشی ہو رہی تھی کہ کم از کم ایک قدم آگے بڑھانے کا موقع ملا اس کے بعد مجھے شہریار کی تلاش ہوئی میں نے ایک جگہ رک کر اس کے آفس فون کیا جہاں وہ موجود نہیں تھا پھر احتیاطاً گل بدر کو فون کر کے دیکھا تو فون شہریار نے موصول کیا۔

"اوہو تم یہاں موجود ہو........"

"اور تم کہاں ہو........؟ شہریار نے پوچھا۔

"آرہی ہوں" میں نے فون بند کر دیا۔ اور کچھ دیر کے بعد دفتر میں داخل ہو گئی شہریار میرا انتظار کر رہا تھا۔

"میں بھی تمہیں دفتر فون کر چکا ہوں۔" اس نے کہا۔

"ہاں کام سے نکل گئی تھی تم نادر خان کی سناؤ۔" میں نے کہا۔

"نادر خان کے بارے میں ابھی تک کوئی خاص بات معلوم نہیں ہو سکی پولیس نے کچھ لوگوں کو معلومات کے لئے اٹھایا ہے مگر میرے خیال میں کوئی ایسا نہیں ہے جو کار آمد ثابت ہو۔"

"اس کی کسی سے دشمنی تو نہیں تھی؟"

"معلومات حاصل کی گئی ہیں خاص طور پر اس خیال کے تحت کہ وہ جس علاقے کا باشندہ تھا ان علاقوں میں خاندانی دشمنیاں چلتی ہیں۔ لیکن اتفاق ہے کہ شہباز خیل وہ جن چند گنے چنے خاندانوں میں سے ایک خاندان کا باشندہ تھا ان علاقوں میں خاندانی دشمنیاں چل رہی ہیں۔"

شہریار نے سادگی سے کہا مگر میں اچھل پڑی۔

"کونسے علاقے کا تھا وہ۔"

"شہباز خیل۔" شہریار نے بتایا اور میرے دماغ کی چرخیاں چلنے لگیں۔ شہباز خیل........ وہ جگہ جہاں رحمان بخشی فارسٹ آفیسر کی حیثیت سے تعینات رہ چکا تھا اور جہاں کے حوالے سے مولوی عبدالجبار اس سے ملاقات کرنے آتے تھے کیا مولوی صاحب کا تعلق اس علاقے سے تھا؟ اگر مولوی عبدالجبار بھی شہباز خیل کے رہنے والے تھے تو پھر یقیناً نادر خان اور رحمان بخشی کا ان سے کوئی ایسا تعلق تھا جو پراسرار نوعیت کا حامل تھا۔ کیا ان کے قتل میں ان دونوں میں سے

کسی کا ہاتھ تھا؟ کیا پراسرار فون کال کرنے والا یہی بتانا چاہتا تھا لیکن وہ خود کون تھا اور پھر رحمان بخشی اور نادر خان کو کس نے قتل کیا؟ اب صورتحال یہ تھی کہ واقعات کی کڑیاں ملتی جا رہی تھیں اور کسی بھی لمحے یہ کڑیاں جڑ سکتی تھیں بشرطیکہ راستے میں گڑبڑ نہ ہو۔

اور میں سوچ میں ڈوب گئی' شہریار نے مجھے چونکا دیا۔

"انہی واقعات کے بارے میں سوچ رہی ہوں جن لوگوں کو پولیس نے تفتیش کے لئے حاصل کیا ہے ان میں کوئی نادر خان کا ہم وطن بھی ہے؟"

"نہیں۔"

"یہ بات معلوم کی گئی تھی؟"

"ہاں۔"

"پھر یہ کیسے معلوم ہوا کہ اس کے خاندان کی یا اس کی کسی سے دشمنی نہیں ہے۔"

"شہریار تھوڑی دیر خاموش رہا پھر بولا "کیا خیال ہے لیئی کیا یہ مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔"

"کیا مطلب........"

"میرا مطلب ہے ویسے تو ہر کیس ابتداء میں اتنا الجھا ہوا نظر آتا ہے مگر بعد میں سب ٹھیک ہو جاتا ہے اس بار کیا اندازہ ہے۔"

"سب ٹھیک ہو جائے گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور شہریار نے سر پکڑ لیا۔ یہ رات میرے لئے سخت مصروف رات تھی اب تک جو کچھ ہوا تھا اس کی ترتیب کرکے وہ نکتہ تلاش کرنا تھا جو اصل مجرم کی نشاندہی کرے طریق کار وہی تھا یعنی ایک سادہ کاغذ ایک قلم........ اور تفصیل مرحلے وار........ نمبرایک مولوی عبدالجبار سات سال قبل کہیں سے آئے تھے بیمار بیٹے کے ساتھ........ سات سال کے بعد انہیں قتل کر دیا گیا' نمبردو........ وہ خوشحالی زندگی بسر کر رہے تھے اور کسی سے کوئی مدد نہیں لیتے تھے ان کا ذریعہ آمدنی کیا تھا........؟ نمبرتین رحمان بخشی شہباز خیل میں فارسٹ آفیسر تھا مولوی جبار اس کے پرانے شناسا تھے کیا یہ شناسائی شہباز خیل کی تھی؟ یا کہیں اور کی........؟ اگر کسی شکل میں رحمان بخشی عبدالجبار کا کفیل تھا تو کیوں........؟ بیمار بیٹے کے علاج کے سلسلے میں انہوں نے رحمان بخشی سے مدد طلب کیوں نہ کی اور پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جب وہ بیٹے کے علاج ہی کے لئے آئے تھے تو بعد میں اس سے کنارہ کش کیوں ہو گئے تھے؟ مجھے فیض اللہ کے کچھ الفاظ یاد آئے اور میں چونک پڑی۔ کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا۔ پونا ایک بجا تھا بس ایسے ہی ٹیلیفون کے پاس پہنچی اور فیض اللہ کے تھانے کے نمبر گھما دیئے۔ دوسری طرف سے فون موصول کیا گیا اور میں نے فیض اللہ کے بارے میں پوچھا........

"انچارج صاحب موجود نہیں ہیں۔"

"کب گئے؟" میں نے سوال کیا۔

"شام کو چلے گئے تھے آپ کون ہیں........" سوال کیا گیا مگر میں نے فون بند کر دیا تھا۔ فیض اللہ نے کہا تھا کہ فون پر رحمان بخشی کے بارے میں اطلاع دینے والے کا لہجہ کچھ بگڑا بگڑا تھا میں یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ کیا وہ لہجہ سرحدی تھا........؟ بہرحال یہ بات بعد میں معلوم کی جا سکتی تھی چنانچہ فون بند کرکے میں اپنی جگہ آ بیٹھی اور وہ سلسلہ پھر جاری ہو گیا۔ سات سال کے بعد مولوی عبدالجبار کو قتل کیا گیا کیا کوئی خاندانی دشمن قاتل نے اتنے عرصہ کے بعد ان کا پتہ چلایا' اگر ایک شخص قاتل تھا تو دوسرا کون تھا جو مولوی صاحب کے ماضی کے شناساؤں کے بارے میں انکشاف کر رہا تھا۔ اگر اسے یہ معلوم تھا کہ یوں دونوں ہی رحمان بخشی اور نادر خان قاتل کی نشاندہی کر سکتے ہیں تو اس نے یہ کام خود ہی کیوں نہ سرانجام دیدیا' بس یہیں آکر معاملہ بگڑ جاتا تھا اور عقل کام کرنا چھوڑ دیتی تھی۔ کوئی فیصلہ کرنا مشکل تھا چنانچہ میں میز پر پہنچ گئی پھر دوسرے دن اخبار کے دفتر سے فیض اللہ کو فون کیا اور وہ مل گیا۔

"لیئی بول رہی ہوں۔" فیض اللہ نے سلام کیا تو میں نے کہا "کوئی خاص بات فیض اللہ صاحب........"

"نہیں مس لیئی اور کوئی خاص بات نہیں سوائے اس کے کہ نادر خان کو بھی قتل کر دیا گیا رحمان بخشی کی طرح۔"

"یہ اطلاع پرانی ہو چکی ہے۔"

"اس کے بعد کی اطلاعات تو آپ ہی مجھے دیں گی کیونکہ اس کیس کا مکمل چارج شہریار کے پاس ہے۔"

"ایک بات بتاؤ فیض اللہ تمہیں دونوں بار فون پر جو اطلاع دی گئی ہے وہ ایک ہی آدمی کی آواز تھی۔"

ہاں زبان اردو مگر لہجہ کوئی اور تھا۔"

"کہاں کا ہو سکتا ہے۔"

"میرا خیال ہے پہاڑی۔"

"جان بوجھ کر تو نہیں بگاڑا جا رہا تھا۔"

"حتمی طور پر نہیں کہہ سکتا۔"

"ہوں بستی والوں کا کیا حال ہے؟"

"ٹھنڈے پڑ گئے ہیں ویسے بہتوں کا بھلا بھی ہو گیا ہے۔"

"کیا مطلب........"

"گھر کے سامنے دیگیں چڑھی ہوئی ہیں مسلسل مولوی صاحب کے نام کا لنگر ہو رہا ہے۔"

"اوہ اچھا۔" میں نے ہنس کر کہا اور فون بند کر دیا" گویا یہ شبہ بھی درست ثابت ہوا تھا

اب مسئلہ یہ تھا کہ قاتل کہاں ہے اگر اس کا کام صرف اتنا تھا کہ مولوی جبار کو قتل کر دے تو اس قتل کے بعد رحمان بخشی اور نادر خان کو قتل کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ بہت دیر تک بیٹھی سوچتی رہی تھی۔ پھر شہریار کا فون آگیا۔

"ہیلو لیٹی........"

"ہوں........ کہاں ہو کیا کر رہے ہو........"

"اوہو خیریت........"

"خیریت ہی ہے ٹرک اڈے گئے تھے نادر خان ہی کے معاملے میں یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ یہاں اس کے خاندان کا کوئی اور شخص بھی موجود ہے مگر وہ معاملہ الٹا ہو گیا۔ ان لوگوں نے پولیس پر پتھراؤ شروع کر دیا۔ وہ سمجھے پولیس کچھ لوگوں کو گرفتار کرنا چاہتی ہے۔ ایک ایس آئی زخمی ہو گیا وہ تو شاہ صاحب ساتھ تھے ورنہ گولی چل جاتی' حالانکہ ہم نے ان لوگوں کو چھوڑ دینا تھا جنہیں پوچھ گچھ کے لئے لائے تھے کوئی سختی بھی نہیں کی گئی تھی ان کے ساتھ مگر اس کے باوجود۔"

"تم خیریت سے ہونا؟"

"ہاں ہاں بات جلدی ہی سنبھل گئی تھی۔"

"دفتر کب پہنچو گے۔"

"مصروف ہوں شاہ صاحب کے ساتھ کچھ بھی نہیں کر سکتا........"

"ٹھیک ہے کوئی حرج نہیں ہے۔"

"کوئی خاص بات تو نہیں........"

"بالکل نہیں اپنے کام نمٹاؤ جب بھی وقت ملے آجانا" میں نے کہا پھر رسمی گفتگو کے بعد فون بند کر دیا تین بجے دفتر سے نکل آئی اور سیدھی اپنے پرائیویٹ دفتر پہنچی گل بدر سے کھانا لانے کے لئے کہا اور وہ کھانا لینے چلا گیا۔ میں کرسی سے پشت لگا کر بیٹھ گئی تھی پھر جب کھانا کھا رہی تھی تو گل بدر نے کہا........

"ایک بات پوچھوں بی بی صاحب........"

"ہوں!"

"آپ ظلمت خان کو کیسے جانتا ہے۔"

"کون ظلمت خان........؟"

"اس کا تصویر فائل میں لگا ہے۔ ہم فائل صاف کر کے رکھ رہا تھا کہ ہم نے ظلمت خان کا تصویر دیکھا۔"

"کونسے فائل کی بات کر رہے ہو گل بدر" میں نے کہا اور گل بدر نے جو فائل میرے سامنے لاکر رکھا اسے دیکھ کر نوالہ میرے ہاتھ سے گر پڑا۔ یہ مولوی جبار کی فائل تھی جو ہم نے

ترتیب دی تھی۔ اسی میں وہ تصویر لگی ہوئی تھی جو میری فرمائش پر شہریار نے فراہم کی تھی۔ میں نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے گل بدر کو دیکھتے ہوئے پوچھا........

"اس کا نام ظلمت خان ہے گل بدر........"

"جی بی بی صاب۔"

"ایک بات بتاؤ گل بدر' تم پہاڑی علاقے کے رہنے والے ہونا۔"

"جی بی بی صاب۔"

"کونسا گاؤں ہے تمہارا........؟"

"شہباز خیل........" گل بدر نے جواب دیا اور مجھے چکر آگیا۔

"او میرے خدا........" میرے منہ سے نکلا میری اس کیفیت سے گل بدر حیران ہو گیا تھا۔ اس کے کچھ سوچنے سے پہلے میں بول پڑی "تمہیں اپنے گاؤں سے آئے ہوئے کتنا عرصہ ہو گیا؟"

"ابھی دو سال ہوا........"

"اس دوران کیا کرتے رہے؟"

"بس بی بی صاحب محنت مزدوری کی ایک مل میں نوکری کیا اور کوئی اچھا نوکری تلاش کرتا رہا پر یہ نوکری مل گیا فس کلاس والا۔"

"تمہارے گاؤں کے اور لوگ بھی ہوں گے یہاں........؟"

"ہمیں نہیں معلوم........ ہم زیادہ تر اپنے گاؤں سے باہر رہا دوسرے رشتے دار لوگ تھا جن کے پاس ہم پڑھتا تھا۔"

"یہاں کسی کو نہیں جانتے........؟"

"نہیں بی بی صاحب اپنا بہت سا بھائی ہمارا دوست ہے مگر ہمارے گاؤں کا کوئی نہیں ہے۔"

"بیٹھ جاؤ اور مجھے ظلمت خان کے بارے میں بتاؤ" میں نے کہا اور گل بدر بیٹھ گیا پھر اس نے کہا۔

"ظلمت خان شہباز خیل کا رہنے والا تھا۔ جوانی میں وہ بہت اچھا آدمی تھا پھر اس کا فضل خان کی بیٹی سے محبت ہو گیا فضل خان نے اسے اپنے آدمیوں سے پکڑوا کر ٹیکرے پر باندھ دیا اور اس کو جوتا لگوایا۔ ظلمت خان خاموش رہا۔ تین دن کے بعد فضل خان نے اسے چھوڑ دیا اور ظلمت خان بستی سے چلا گیا۔ چار سال تک اس کا پتہ نہیں چلا پھر جب فضل خان نے اپنی بیٹی کا شادی کیا تو ظلمت خان رائفل لے کر آگیا اس نے بولا گل جانہ کا شادی اس کے ساتھ ہو گا اس نے گل جانہ کے ہونے والے شوہر کو گولی مار دیا اور بھاگ گیا۔ اسے بہت تلاش کیا گیا مگر وہ نہیں ملا۔ پھر اس نے ڈاکہ ڈالنا شروع کر دیا اور خوب دولت جمع کیا۔ تین سال کا بعد فضل خان

نے گل جانہ کا نکاح اپنے ایک رشتے دار سے پڑھا دیا اور اس کا کسی کو پتہ نہیں تھا۔ یہ بات کئی سال تک چھپا رہا پھر کسی طرح ظلمت خان کو پتہ چل گیا اور اس نے افروز خان کا بہن کو اغوا کر لیا افروز خان گل جانہ کا شوہر تھا ظلمت خان اس کو بولا کہ وہ گل جانہ کو طلاق دے گا تو اس کا بہن اس کو ملے گا فضل خان بولا اگر افروز خان گل جانہ کو طلاق دیا تو وہ اس کا خاندان ختم کر دے گا۔ افروز خان تھوڑا دن خاموش رہا پھر ایک دن وہ خاموشی سے گل جانہ اور اس کا بیٹا کو لے کر چلا گیا اور زمان خیل جا کر اس نے گل جانہ کو طلاق دیدیا۔ ظلمت خان نے اس کا بہن اسے واپس کر دیا اور گل جانہ اور اس کے بیٹے کو ساتھ لے کر چلا گیا۔ فضل خان نے خون خرابہ کرنا چاہا مگر جرگے نے اسے روک دیا کیونکہ دوسرے لوگ کا کوئی قصور نہیں تھا بعد میں ظلمت خان نے گل جانہ سے شادی کر لیا۔ گل جانہ پہلے شاید ظلمت خان سے محبت کرتا تھا مگر بعد میں وہ اپنے شوہر سے محبت کرنے لگا تھا۔ وہ شریف عورت تھا کافی دن اس نے ظلمت خان کے ساتھ گزارا مگر جیسے ہی اسے موقع ملا وہ بھاگ کر اپنے باپ کے پاس آگیا۔ مگر فضل خان نے اسے اپنے گھر میں نہیں رکھا تھا۔ وہ ایک جھونپڑے میں اپنے بچے کے ساتھ رہنے لگا اور محنت مزدوری کرنے لگا ادھر فضل خان نے بیٹی کو تو اپنے ساتھ نہیں رکھا مگر اس نے اپنا آدمی ہوشیار کر دیا تھا اور وہ ظلمت خان کا تاک میں تھا مگر ظلمت خان بہت چالاک تھا وہ ادھر نہ آیا اور بہت وقت گزر گیا پھر جب فضل خان کا آدمی ست ہو گیا تو ظلمت خان آیا اس نے گل جانہ کو اپنے ساتھ چلنے کو بولا وہ نہیں گیا تو اس نے اس کا گردن کاٹ کر پھینک دیا اور اس کے بچے کو لے کر خاموشی سے نکل گیا یہ ظلمت خان کا کہانی ہے۔"

میں سکتے کے عالم میں یہ کہانی سن رہی تھی عجیب سی کیفیت ہو گئی تھی یہ انوکھی داستان سن کر بہت دیر تک کچھ نہ بول سکی میرا ذہن مختلف خیالات میں الجھ گیا تھا پھر میں نے گل سے پوچھا "تم اس تصویر کو اچھی طرح پہچانتے ہو گل بدر؟"

"جی بی بی صاحب! ہم اسے بہت بار دیکھا"

"وہ اس لڑکے کو لیکر کب نکلا تھا؟"

"اس بات کو تو دس سال ہو گیا"

"کہاں گیا تھا وہ؟"

"اگر یہ بات فضل خان کو معلوم ہو جاتا تو وہ اس کا قبر تک پیچھا کرتا"

"مگر اس تصویر میں تو وہ کافی عمر رسیدہ اور بوڑھا ہے۔"

"ظلمت خان نے جب گل جان سے شادی کیا اس وقت بھی اس کا بال سفید ہو گیا تھا گل جان کا عمر بھی بہت ہو گیا تھا۔ پر بی بی صاحب یہ عشک مشک بڑا خانہ خراب ہوتا ہے" الجھن کے باوجود مجھے ہنسی آگئی گل بدر بھی منہ پھاڑ کر ہنسنے لگا تھا پھر میں نے پوچھا۔

"افروز کہاں گیا گل بدر؟"

"افروز خان دوسرا شادی کیا بی بی صاحب اس کا بہت سا بچہ ہے" گل بدر نے جواب دیا بعد میں خاموش ہو گئی یہاں آکر مجھے بھی پریشانی لاحق ہو گئی تھی۔ گل بدر کے انکشاف سے تو یہ سب کچھ بہت مشکل ہو گیا تھا شام کو پانچ بجے شہریار آگیا اس دو روز میں بہت کچھ سوچتی رہی تھی شہریار نے یہ کہانی سنی گل بدر سے بہت سے سوالات کئے حساب کتاب لگایا اور بولا۔ "بات صاف ہو گئی"

"کیا؟"

"فضل خان یا اس کے آدمی بالآخر ظلمت خان کو پانے میں کامیاب ہو گئے انہوں نے انتقام لے لیا۔

"ان لوگوں کے ہاں دشمنیاں طویل عرصہ چلتی ہیں فضل خان کی غیرت پر حملہ کیا گیا اس کی بیٹی کو قتل کیا گیا اس نے ظلمت خان کی تلاش جاری رکھی اور بدلے ہوئے نام کے باوجود اسے پا لیا اور اس سے انتقام لے لیا ظلمت خان ڈاکو تھا اس نے لوٹ مار کی دولت چھپائے رکھی اور پھر اسے لیکر یہاں آگیا۔ دکھاوے کے لئے اس نے خود کو دوسروں کے سامنے غریب رکھا مگر ضرورت آسانی سے پوری کرتا رہا اور پھر وہ بیٹا اس کا نہیں تھا وہ اس کا علاج کیوں کرتا یہ بھی اس نے دکھاوے کے لئے کیا تھا فطری طور پر وہ برا انسان نہیں تھا اور مقصد پورا ہونے کے بعد اس نے پھر اچھائیاں اپنا لیں۔"

"ہوں پھر اب........"

"اس کہانی کا انکشاف تم ہی کرو گی۔"

"اور قاتل........"

"گھاس کھا گئی ہو اپنے مقصد کی تکمیل کے بعد قاتلوں کا رکنا ضروری تھا سیدھے ریلوے اسٹیشن پہنچے ہوں گے اور شہباز خیل پہنچ گئے ہوں گے" میں مسکرائی اور شہریار مجھے گھورنے لگا۔

"اب اس میں بھی ذہانت کا مظاہرہ کرو گی' اس میں بھی کلیاں پندھنے نکالو۔"

"رحمان بخشی' نادر خان ان دونوں کا قتل کس خانے میں فٹ کرو گے۔"

"بیکار باتیں مت کرو بھئی وہ کوئی اور چکر بھی ہو سکتا ہے؟"

"اور فیض اللہ کو ملنے والی فون کالیں؟"

"کہنا کیا چاہتی ہو تم" شہریار بولا۔

"مولوی عبدالجبار یا ظلمت خان فضل خان کے انتقام کا شکار ہوا اور اس کے لئے مضبوط جواز بھی ہے مگر ان باقی دو افراد کے قتل کی بھی تو کوئی وجہ ہو گی اور پھر تم اس فون کال کو کیوں نظر انداز کر رہے ہو' میں نے فیض اللہ کو فون کر کے معلوم کیا تھا فون پر سنائی دینے والے لہجے کے بارے میں اس نے بتایا تھا تمہیں یاد ہے۔"

"بگڑا ہوا لہجہ تھا ظاہر ہے وہ فضل خان ہو گا۔" شہریار نے جلدی سے کہا۔

"فضل خان اگر قاتل ہے تو اس نے نادر خان اور رحمان بخشی کو کیوں قتل کیا اگر وہ یہاں آیا تھا تو اپنی ناک اونچی رکھنے کے لئے اپنے نواسے کو ساتھ کیوں نہ لے گیا"

"یہ اس کی غلطی ہے میری تو نہیں اور پھر ایک پاگل کو لے جانے کی کیا تک تھی۔"

"آخری بات شہریار وہ یہ کہ رحمان بخشی بھی شہباز خیل کے جنگلات میں فارسٹ آفیسر رہ چکا ہے۔"

"اس........ تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟؟"

"کامران بخشی نے بتائی تھی۔"

"ملی تھیں ان لوگوں سے؟؟"

"ہاں!" میں نے جواب دیا اور شہریار سوچ میں ڈوب گیا پھر اس نے کہا "آخر تم یہ بات کیوں نہیں مان لیتیں لبنیٰ کہ صرف اور صرف فضل خان قاتل ہے اس نے اپنی غیرت اور اپنی بیٹی کے قتل کا انتقام لیا ہے۔"

"بس چند نکتے رہ گئے ہیں شہریار' وہ اور مل جائیں تو بات ختم ہو جائے گی" میں نے کہا۔

"وہ کیسے ملاؤ گی؟" شہریار نے پوچھا اور میں نے اچانک کہا۔

"کامران بخشی ظاہر ہے وہ سب کچھ نہیں جانتا ہو گا جو بیگم بخشی کو معلوم ہو گا۔ اگر وہ ہمیں کوئی بات بتا سکے تو؟"

"پوچھ لیتے ہیں۔" شہریار نے کہا کچھ دیر کے بعد ہم رحمان بخشی کی کوٹھی میں پہنچ گئے ماحول اسی طرح سوگوار تھا بیگم بخشی اپنی بہو اور بیٹے کے ساتھ باہر بیٹھی ہوئی تھیں۔ غمزدہ ضرور تھیں مگر سنبھل گئی تھیں۔ ہم نے ان سے رسمی تعزیت کی اور پھر میں نے مطلب کی بات شروع کر دی۔

"رحمان صاحب کے قاتلوں کا تعلق لازمی طور پر مولوی عبدالجبار کے قتل سے ہے محترمہ اگر آپ ہمیں مولوی عبدالجبار کے بارے میں کچھ بتا سکیں تو شاید ان کا معمہ حل ہو جائے۔"

"مولوی عبدالجبار........" بیگم صاحبہ نے تلخ لہجے میں کہا پھر بولیں۔ "وہ مولوی کے بھیس میں ڈاکو تھا ایک خطرناک ڈاکو اور اس کا نام ظلمت خان تھا ان دنوں میں رحمان کے ساتھ شہباز خیل کے جنگلوں کے کنارے بنے سرکاری ریسٹ ہاؤس میں ہی رہتی تھی۔" بیگم صاحبہ کی آنکھیں خیال میں ڈوب گئیں ہم دونوں خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر انہیں دیکھنے لگے گل بدر کے انکشاف کی تصدیق بھی ہو گئی تھی اور........ اور شاید کوئی نیا انکشاف ہونے جا رہا تھا۔

○---------☆---------○

مسز بخشی کچھ دیر خاموش رہیں پھر انہوں نے کہا "بخشی صاحب خود بھی اس علاقے سے دہشت زدہ رہتے تھے اور وہاں سے نکلنا چاہتے تھے مگر کچھ ایسی الجھنیں تھیں جن کی بنا پر ہم

وہاں رہنے پر مجبور تھے پھر ایک رات اس وقت جب ہم سو رہے تھے گولیاں چلنے کی آوازیں سنائی دیں اور ہم جاگ گئے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں تھی ان علاقوں میں اکثر قبیلوں میں مسلح تصادم ہوتے رہتے تھے چنانچہ جب ایسے واقعات رونما ہوتے تو میری نیند اڑ جاتی تھی۔ اس رات بھی مجھے نیند نہیں آ رہی تھی جبکہ میرے شوہر آرام سے سو رہے تھے پھر میں نے برآمدے میں کچھ آہٹیں سنیں اور دہشت زدہ ہو کر اٹھ گئی میں بمشکل تمام بخشی کو جگایا اور ہم لوگ برآمدے میں پہنچ گئے' تب ہم نے ایک آدمی کو دیکھا جو برآمدے کے ستون سے ٹکا ہوا بیٹھا تھا وہ ہوش میں تھا اور بری طرح نڈھال نظر آ رہا تھا' اس نے بمشکل تمام دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا کہ اس کی مدد کی جائے اس کے دشمن اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ بخشی کو رحم آ گیا وہ اسے سہارا دے کر اندر لائے اور پھر ہم سے جو کچھ بھی بڑا ہم نے اس کے لئے کیا اور تقریباً ڈیڑھ مہینہ اسے چھپائے رکھا اس کے زخم بہت تیزی سے بھر گئے اور وہ ہمارا بے حد ممنون تھا اس نے اپنا نام ہمیں ظلمت خان بتایا پھر جب وہ بالکل تندرست ہو گیا تو ہمارا شکریہ ادا کر کے چلا گیا۔ کچھ دن کے بعد ایک بار پھر ظلمت خان آیا لیکن اب وہ اچھی حالت میں تھا اور اس نے ہمیں کچھ تحفے تحائف بھی دیئے یوں ایک طویل عرصے تک ظلمت خاں کا ہمارے ہاں آنا جانا رہا اور وہ میرے شوہر کا گہرا دوست بن گیا۔ خدا خدا کر کے اس علاقے سے بخشی کا تبادلہ ہوا اور ہم واپس آ گئے بخشی نے نوکری چھوڑ کر کاروبار کر لیا اور ہم وہاں کے واقعات بھول گئے لیکن کافی عرصے کے بعد ہم نے ایک بار پھر ظلمت خان کو دیکھا جو ایک باریش شخص بن چکا تھا اور اس کی پیشانی پر نماز کا نشان تھا' کسی آدمی کا اچھا ہو جانا کوئی ایسی بات نہیں ہوتی لیکن نجانے کیوں مجھے اس شخص پر بھروسہ نہیں تھا جو تفصیلات بعد میں اس کے بارے میں پتہ چلیں انہوں نے مجھے اس سے اور زیادہ نفرت دلا دی یعنی اس نے اپنی بیوی کو قتل کر دیا تھا اس بیوی کو جس سے اس نے زبردستی اس کے شوہر سے طلاق دلوا کر شادی کی تھی۔ وہ بچہ بھی اس کے ساتھ تھا اور وہ اسے لے کر بخشی کے پاس آیا تھا' بخشی بہت زیادہ بامروت تھے یا دوسرے معنوں میں اس سے ڈرتے تھے حالانکہ اس نے اپنا نام بدل کر مولوی عبدالجبار رکھ لیا تھا اور کچھ فاصلے پر رہتا تھا مجھے تو اس پر شدید اعتراض ہوا تھا اور میں نے بخشی سے کہا تھا کہ اس کمبخت سے اب تو پیچھا چھڑا لیا جائے بلکہ بہتر یہ ہے کہ پولیس میں اس کی رپورٹ کر دی جائے کہ یہ قتل کر کے بھاگا ہوا ہے اور وہاں ڈاکے ڈالتا رہا ہے لیکن بخشی نے سختی سے مجھے منع کر دیا کہ میں کبھی یہ الفاظ زبان پر نہ لاؤں' شوہر تھے ان کی وجہ سے خاموش ہو گئی اور میں نے اپنے بچوں کو بھی اس بارے میں کوئی حقیقت نہیں بتائی لیکن اس کا آنا جانا مجھے ناپسند تھا' غالباً اس نے بخشی کے پاس اپنا کچھ سرمایہ بھی رکھوایا تھا اور میں نے اس وقت بھی بخشی سے اعتراض کیا تھا اور کہا تھا کہ یہ سب ڈاکہ زنی کی رقم ہو گی تو بخشی نے کہا تھا کہ ہمیں اس کے کیا' اس نے یہ رقم امانت کے طور پر ہمارے پاس رکھوائی ہے اور تھوڑی تھوڑی کر کے لے جاتا رہتا ہے انہی دنوں بخشی نے مجھے یہ بھی بتایا کہ

وہ گل جانہ کے بیٹے کا علاج کرانا چاہتا ہے' بخشی نے اس سلسلے میں شاید اسے ڈاکٹر تانیا سے ملوایا بھی تھا بعد میں کیا ہوا یہ مجھے نہیں معلوم لیکن اتنا میں جانتی ہوں کہ بخشی کی جان اس کمبخت کے چکر میں گئی- وہ خود تو مارا گیا لیکن بخشی کو بھی زندگی نہ مل سکی' آہ! میں نے ان سے ہزار بار کہا تھا کہ بروں کی دوستی بھی بری ہی ہوتی ہے' انسانیت اچھی چیز ہے لیکن کم از کم آدمی کو دیکھ بھال کر تو قدم اٹھانا چاہئے' مگر بخشی میری بات نہ مانے اور زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے-" بیگم صاحبہ کی سسکیاں جاری ہو گئیں میں اور شہریار انہیں بڑی دیر تک تسلیاں دیتے رہے اب یہ بات واضح ہو گئی تھی کہ فضل خان ہی اصل قاتل ہے- فضل خاں کو ظلمت خاں (مولوی عبدالجبار) کے بارے میں معلوم ہو گیا اور اس نے یہاں آکر نہ صرف اسے بلکہ اس کے مددگاروں کو بھی قتل کر دیا-" وقت پھر پرسکون ہو گیا تھا- حالات معمول کے مطابق تھے اخبار کا دفتر پھر اپنا دفتر جہاں دنیا جہاں کی باتیں ہوتی تھیں ملنے جلنے والوں کا ایک حلقہ جس میں اب چند لوگ باقاعدہ شامل ہو گئے تھے- عرشی صاحب' بیرسٹر فیاض الدین ایس ایس پی شاہ صاحب یہ لوگ ایسے گھل مل گئے تھے کہ اب ہمیں ان کی نجی تقاریب میں بھی شامل ہونا پڑتا تھا اور بعض جگہ دلچسپ واقعات بھی پیش آجاتے تھے- جیسے ایک تازہ ترین تقریب جس میں ہمیں دعوت نامہ بیرسٹر فیاض الدین کے توسط سے ملا تھا لیکن وہاں میرے والد غضنفر خاں صاحب بھی مدعو تھے مجھے واقعی علم نہیں ہو سکا تھا کہ نواب توقیر زماں صاحب کے والد بزرگوار سے گہرے تعلقات ہیں یہی شکر تھا کہ اس تقریب میں میں شہریار کے ساتھ نہیں گئی تھی بلکہ وہ مجھ سے پہلے وہاں پہنچ گیا تھا- میں نے تقریب میں پہنچتے ہی والد صاحب کو دیکھ لیا تھا اور فوراً ہی ان کے پاس پہنچ گئی تھی مگر اس سے پہلے کہ میں ان سے مخاطب ہوتی نواب توقیر زماں صاحب نعرہ لگا کر میرے پاس پہنچ گئے-

"ہیلو مس لبنیٰ دیکھئے میں نے کیسا آپ کو پہچانا' مجھے توقیر زماں کہتے ہیں-" میں نے گھبرائے ہوئے انداز میں انہیں سلام کیا- والد صاحب چونکہ بالکل قریب تھے اس لئے نواب صاحب فوراً بولے "آیئے غضنفر خان صاحب آپ کو ایک عظیم خاتون سے ملاؤں- مس لبنیٰ ہمارے ملک کی مایہ ناز جرنلسٹ اور نامور خاتون-"

"خوب مگر اس تقریب میں پریس کی کیا گنجائش تھی توقیر.........!" والد صاحب نے کہا-

"اوہو نہیں مس لبنیٰ کو میں نے پریس کے حوالے سے نہیں بلایا یہ دراصل.........!"

"مداخلت بے جا کے لئے معذرت خواہ ہوں نواب صاحب- شاید بیرسٹر صاحب نے آپ سے میرا پور تعارف نہیں کرایا- غضنفر خاں صاحب میرے والد ہیں-" میں خاں صاحب کے سامنے سر جھکا کر کھڑی ہو گئی-

"ایں......... کیا.........؟ یعنی......... ایں.........؟" نواب صاحب ہونقوں کی طرح منہ

... بیرسٹر فیاض الدین کا قہقہہ ابھرا تھا-

"اگر ہم مکمل تعارف کرا دیتے تو یہ دلچسپ چویشن کیسے بن سکتی تھی' جی نواب صاحب یہ لبنیٰ ہیں غضنفر حسین خاں روہیلہ کی صاحبزادی.........!"

"اماں عجب نامعقول ہو' احمق ہو' مجھے بے وقوف بنا لیا- ایں" نواب صاحب بگڑنے لگے میں گھر کے دوسرے لوگوں میں شامل ہو گئی اور شہریار گدھے کے سر کے سینگوں کی طرح غائب ہو گیا البتہ دوسرے دن ملاقات میں وہ مسلسل آہیں بھرتا رہا تھا-

"آہ! کاش' ہمارا تعارف بھی کسی معزز شخص کی حیثیت سے کرایا جاتا-" میں ہنستی رہی تھی پھر اسی شام شاہ صاحب کا فون موصول ہوا-

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم لوگ اس فون نمبر پر ہو گے.........!" انہوں نے کہا-

"فرمایئے شاہ صاحب......... خیریت.........!"

"ہاں اگر مصروف نہ ہو تو میرے دفتر آجاؤ-"

"بہت بہتر.........!" اس نے جواب دیا پھر ہم بھاگم بھاگ شاہ صاحب کے دفتر آگئے شاہ صاحب نے کہا "کوئی بہت اہم معاملہ نہیں ہے ایک قتل ہوا ہے تیرتھ رام بلڈنگ میں عالم قریشی تھانہ انچارج ہے اس علاقے کا' تفتیش کر رہا ہے میں نے سوچا تم لوگ بھی دیکھ لو-"

"جی سر.........!" شہریار نے کہا

"فلیٹ سیل کر کے پہرہ لگا دیا گیا ہے- تفصیل عالم قریشی سے معلوم کر لو- میں نے اپنے پاس تمہیں اس لئے بلا لیا ہے کہ تم لوگوں سے پوچھ لوں مصروف تو نہیں ہو-"

"نہیں شاہ صاحب آپ کا حکم کافی ہے-"

"مجھ سے رابطہ رکھنا.........!"

"بہت بہتر سر.........!" ہم فوراً وہاں سے چل پڑے شہریار نے راستے میں کہا شاہ صاحب کا جی نہیں چلتا کہ معمولی معمولی چوریوں کے سلسلے میں بھی ہمیں مصروف کر دیں-"

"انسانی زندگی کا مسئلہ مختلف ہوتا ہے" میں نے سنجیدگی سے کہا-

"پہلے کچھ تخصیص تھی کہ کوئی پیچیدہ مسئلہ ہمیں دیا جاتا تھا اب معمولی معمولی سے لوگوں کے چکر میں ہمیں ملوث کر لیا جاتا ہے-"

"تمہارا دماغ کچھ خراب ہو رہا ہے شاید انسانوں میں تفریق کر رہے ہو.........!" میں نے ناخوشگوار لہجے میں کہا-

"جی نہیں ایسی بات نہیں ہے ڈر اس بات سے لگتا ہے کہ سیدھا سادھا کیس دے دیا جائے گا پھر قاتل کسی سوئی کے ناکے سے برآمد ہو گا جبکہ یہ کیس عالم قریشی کو کرنے دو سڑک پر سے مجرم اٹھا لے گا.........!"

"شہریار شرم کرو شہریار' یہ سب کچھ کہتے ہوئے تمہیں خدا کا خوف نہیں ہوتا-"

"میری مراد غلط مجرم سے نہیں ہے' مطلب یہ ہے کہ مجرم سامنے ہو گا اور تم اسے پہلے

کہیں سے کہیں پہنچا دو گی اس کے بعد آہستہ آہستہ' آہستہ آہستہ پردے ہٹاؤ گی۔"
"اور آپ ایک دم سے پردہ کھینچ کر جو سامنے نظر آئے گا اس کی طرف ہتھکڑیاں لیکر دو
پڑیں گے جی یہی نا.........!"
"ایک ہی بار تو ایسا ہوا ہے۔" شہریار نے جھینپے ہوئے لہجے میں کہا ہم پولیس اسٹیشن
پہنچ گئے' عالم قریشی سے اس سے پہلے میری ملاقات کبھی نہیں ہوئی تھی گھٹے ہوئے بدن کا آدمی
تھا چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں تیز چمک تھی اور چہرے پر کینہ توزی کے آثار' ہمیں دیکھ کر اس کی
نگاہوں کے تاثرات خوشگوار نہیں تھے' اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔
"تشریف لایئے' تشریف لایئے انسپکٹر صاحب' سنا ہے ان دنوں شہر میں ہونے والے تمام
جرائم کا ٹھیکہ آپ ہی کو مل گیا ہے۔ محترمہ کا تعارف" اس نے میری طرف نظریں گھما کر کو
شہریار کرسی گھسیٹ کر بیٹھتا ہوا بولا۔
"تیرتھ رام بلڈنگ میں جو قتل ہوا ہے' مجھے اس کے بارے میں تفصیلات بتاؤ" عالم
قریشی نے مجھ پر سے نگاہیں اٹھا کر شہریار کو دیکھا اور بولا۔
"کیا ان خاتون کے سامنے یہ تمام تفصیلات بتا دوں.........؟"
"اگر کوئی شرمناک بات ہو تو اس سے گریز کر لینا۔" شہریار نے ترکی بہ ترکی کہا.........
"ٹھیک ہے تیرتھ رام بلڈنگ کے فلیٹ نمبر چودہ میں ایک لڑکی رہتی تھی جس نے ایک
ڈیڑھ مہینے پہلے یہ فلیٹ اس بلڈنگ کی مالکہ سے کرائے پر حاصل کیا تھا۔ اس کا نام عابدہ فردوس
تھا۔ بس اس سے زیادہ اس کے بارے میں نہ بلڈنگ کی مالکہ جانتی ہے اور نہ کوئی اور اس نے
بتایا تھا کہ وہ کسی سکول میں ٹیچر ہے' نوکری کرتی ہے اور تنہا ہے' شریف لڑکی کہی جاتی تھی
پڑوسیوں سے اس کا کوئی ربط و ضبط نہیں تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ابھی اسے بلڈنگ میں
آئے ہوئے زیادہ دن نہیں گزرے تھے' ویسے بھی اس کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ سنجیدہ
فطرت اور خاموش مزاج تھی' تین دن پہلے اسے دیکھا گیا تھا اور اس کے بعد کسی نے اس کی
جانب توجہ نہیں دی' اس کے فلیٹ کا دروازہ بند رہتا تھا بس شام ہی کو نظر آجاتی تھی' پڑوسیوں
کا کہنا ہے کہ چونکہ اس کا کسی سے ملنا جلنا نہیں تھا اس لئے کوئی بھی اس کے آنے اور جانے پر
توجہ بھی نہیں دیتا تھا کسی کو یہ نہیں پتہ چل سکا کہ تین دن سے فلیٹ کا دروازہ نہیں کھلا ہے
بعد میں اس فلیٹ سے جب تعفن اٹھنے لگا تو لوگوں کو تشویش ہوئی' پہلے تو یہ اندازہ لگایا جاتا رہا
کہ بدبو کہاں سے آرہی ہے پھر جب اس کا اندازہ ہو گیا تو مالکہ کے سامنے کمرے کا دروازہ
کھول دیا گیا۔ اندر لڑکی کی لاش موجود تھی اسے گردن میں رسی کا پھندہ ڈال کر قتل کیا گیا تھا اور
وہ کمرے کے وسط میں زمین پر پڑی ہوئی تھی بس یہ ہے اس قتل کی تفصیل۔" عالم قریشی نے
قتل کے سلسلے میں تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔
"بعد کی تفتیش کیا ہے.........؟"

"بعد کو عرصہ ہی کتنا گزرا ہے' آج دوپہر ہی کو اس بارے میں تمام معلومات حاصل ہوئی
ہیں اور میں نے موقع کی تمام تصویریں وغیرہ بنوالی ہیں ابھی تو صحیح طور پر وہاں تفتیش کا آغاز بھی
نہیں ہوا کہ شاہ صاحب کو آپ لوگوں کی سوجھ گئی۔ وہ شاید کسی اور کو کام کرنے کا موقع نہیں
دینا چاہتے.........."
"عالم قریشی' تم اگر کچھ کرنا چاہتے ہو تو کام کرو' تمہیں روکا کس نے ہے.........؟"
"کیا خاک کام کریں' بس یہ ہتھکنڈے ہیں' ہم اچھی طرح جانتے ہیں کسی کو آگے بڑھنے کا
موقع نہ دینے کی کوششیں۔ بہرحال آپ سے کیا شکوہ۔ آپ مجھے بتایئے میں کیا کروں" عالم قریشی
نے کہا میں اس دوران بالکل خاموش رہی تھی حالانکہ عالم قریشی نے کئی بار نگاہیں اٹھا کر عجیب
سے انداز میں مجھے دیکھا تھا......... شہریار نے کہا۔
"لاش پوسٹ مارٹم کے لئے بھجوا دی ہے.........؟"
"ہاں اسی وقت بھجوا دی تھی........."
"پڑوسیوں کے بیانات وغیرہ.........؟"
"مختصراً بس آس پاس کے دو فلیٹوں میں رہنے والوں کے بیانات لے لئے گئے ہیں۔ مالکہ
سے پوچھ گچھ کر لی گئی ہے' میں نے تو پروگرام بنایا تھا کہ رات کو فارغ ہونے کے بعد وہاں
تحقیقات کروں گا لیکن شاہ صاحب کا حکم آیا کہ تمہیں یہاں بھیجا جا رہا ہے میں تم سے تعاون
کروں خیر بھائی ہمیں کیا' ہمارا کام تو بس یہ ہے کہ جو ہدایات ملیں بس اس پر عمل کریں۔"
"تم اس چیز کو بالکل محسوس نہ کرو عالم قریشی' ظاہر ہے میں خود یہ واقعات اپنے آپ سے
منسلک نہیں کرتا' مجھے بھی بس ہدایات مل جاتی ہیں اور پھر ہمارا مقصد ایک ہی تو ہے' کام کریں
اور مجرم کو کیفر کردار تک پہنچائیں' وہ کام میں کروں یا تم' بات تو ایک ہی ہے........."
"نہیں شہریار صاحب بات ایک تو نہیں ہے' آپ سے بہت سے سینئر ابھی تک ایس آئی
ہیں اور ان کی پروموشن کا دور دور تک کوئی چانس نہیں ہے' کام کرنے کا کوئی موقع ملے تو آدمی
کام کرے نا ورنہ پھر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھا رہے........."
"ٹھیک ہے میں تمہاری یہ شکایت شاہ صاحب تک پہنچا دوں گا۔" شہریار نے کہا اور عالم
قریشی ایک لمحے کے لئے پریشان سا نظر آنے لگا پھر اس نے بوکھلا کر کہا۔
"میرا یہ مطلب تھوڑی تھا' چلو چھوڑو کن چکروں میں پڑ گئے ہم' اچھا اب یہ بتاؤ کہ کیا
کرنا ہے' ویسے اگر ان خاتون کا تعارف کرا دو تم تو میرا ذہن مطمئن ہو جائے گا۔"
"اگر تمہارا ان سے تعارف نہیں ہے تو اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے' بس اتنا کافی
ہے کہ یہ میرے ساتھ ہیں' تمہیں ان کے بارے میں زیادہ کرید نہیں کرنا چاہئے۔" شہریار نے
کہا چونکہ ابتداء ہی سے عالم قریشی نے کچھ طنزیہ الفاظ کہہ دیئے تھے اور ماحول بگڑ گیا تھا اس لئے
اب میری مداخلت بھی کچھ غیر مناسب سی ہو گئی تھی' میں نے خاموشی ہی اختیار کئے رکھی پھر عالم

قریشی ہمارے ساتھ ہی چل پڑا- میں نے اپنی کار پولیس اسٹیشن پر ہی چھوڑ دی تھی اور پولیس کی جیپ میں جا بیٹھی تھی فاصلہ خاموشی سے طے ہوا اور ہم تھوڑی ہی دیر کے بعد تیرتھ رام بلڈنگ پہنچ گئے-

پرانی سی طرز کی ایک عمارت تھی اور اس میں تقریباً بارہ فلیٹ تھے سارے کے سارے بوسیدہ حال' بس کرایہ ہی وصول کیا جا رہا تھا' عمارت کو مالکہ غالباً اس پر کچھ خرچ کرنے کو تیار نہیں تھی' لکڑی کے زینے بنے ہوئے تھے اور پوری عمارت میں ایک عجیب سا ہنگامہ برپا تھا- پولیس کی جیپ جیسے ہی عمارت کے سامنے رکی بالکونیوں سے گردنیں جھانکنے لگیں- عجیب و غریب آوازیں سنائی دیں اور اس کے بعد دو کانسٹیبلوں کے ہمراہ ہم تینوں اس فلیٹ کے دروازے پر پہنچ گئے' جس میں قتل ہوا تھا- عقب سے بلڈنگ کی مالکہ جو ایک بہت موٹی اور بھدی عورت تھی چیختی چلاتی آگئی-

"سب کو نوٹس دوں گی ایک ایک کو بے دخل کر دوں گی صبر کرو- ارے تم میرے کو سمجھتے کیا ہو- ناک میں دم کر دیا ہے تم نے میرا-" پھر اس نے ہمیں دیکھتے ہوئے کہا "اے کھو پولیس افسر صاحب' یہ سارے کے سارے میری جان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں' اب بتاؤ میرا کیا قصور' کوئی میں نے اس کو مار دیا' یہ میرا مذاق بھی اڑا رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ میں پکڑی جاؤں گی- کیا میرے پکڑے جانے کا اندیشہ ہے-" عالم قریشی نے غصیلے انداز میں اسے دیکھا اور پھر جھلا کر کہنے لگا "دفعان ہو جاؤ تم بار بار ہمارے پیچھے کیوں لگ جاتی ہو.........؟"

"اللہ تمہیں خوش رکھے پولیس افسر صاحب' بس یہ بتا دو کہ مجھے کوئی خطرہ تو نہیں ہے.........؟"

اگر تم فوراً یہاں سے نہ چلی گئیں تو تمہیں خطرہ پیش آ سکتا ہے-" عالم قریشی نے کہا اور پھر ایک کانسٹیبل سے بولا-

"بڑی بی کو جہاں یہ رہتی ہیں وہاں پہنچا دو اور دروازہ باہر سے بند کر دو اس کے بعد انہیں یہاں نہیں آنا چاہئے" میں نے عالم قریشی کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے اسے فلیٹ کی جانب متوجہ کیا' جہاں ایک کانسٹیبل پہلے سے موجود تھا' کانسٹیبل نے جلدی سے پولیس کا لگایا ہوا تالا کھول دیا اور میں شہریار اور عالم قریشی فلیٹ میں داخل ہو گئے کانسٹیبلوں کو باہر ہی چھوڑ دیا گیا تھا' فلیٹ میں کوئی خاص سازوسامان موجود نہیں تھا' سامنے ایک چھوٹی سی راہداری تھی جس میں بائیں سمت باتھ روم تھا اور داہنی سمت کچن بنا ہوا تھا- دو کمرے تھے جن میں قدیم دو پٹ کے کواڑوں والے دروازے نظر آرہے تھے- ہلکا ہلکا تعفن اب بھی پھیلا ہوا تھا- ایک کمرے میں ایک بوسیدہ میز اور کرسی نظر آرہی تھی- فرش ننگا تھا- دوسرے کمرے میں پلنگ تھا جس پر بستر موجود تھا دیوار میں ایک الماری بنی ہوئی تھی جس میں چند جوڑے کپڑے موجود تھے- کچن میں چند ضرورتوں کے برتن باتھ روم میں غسل کا صابن وغیرہ یہ اس فلیٹ کا کل اثاثہ تھا-

"لاش کہاں تھی-" شہریار نے پوچھا-

"بیڈ روم میں" عالم قریشی نے کہا-

"فرش پر-"

"ہاں-"

"پوزیشن کیا تھی-"

"تصویریں تیار ہو رہی ہیں بعد میں دے دوں گا- کروٹ کے بل پڑی ہوئی تھی گردن ٹیڑھی تھی چہرہ موت کا نشان بنا ہوا تھا- پورا لباس بدن پر تھا کوئی اور نشان نہیں تھا بظاہر یہ دوسری بات ہے کہ پوسٹ مارٹم رپورٹ میں کچھ نکل آئے-"

"ہوں" شہریار نے کہا پھر مجھ سے بولا- "تم تلاشی لے لو-" میں باہر لوگوں سے بیانات وغیرہ لیتا ہوں-" اور پھر وہ عالم قریشی کو لے کر باہر نکل گیا- میں خود یہی چاہتی تھی چنانچہ میں نے اسی کمرے سے آغاز کیا جہاں لاش پائی گئی تھی- مسہری کا گدا ٹٹولا- پھر الماری کی طرف متوجہ ہو گئی جس میں چھ جوڑے تھے- درمیانی قیمت کے کپڑے کے لباس تھے اور باربار استعمال کئے ہوئے لانڈری کا کوئی مارک کسی کپڑے پر نہیں تھا جس کا مطلب ہے کہ تمام کپڑے گھر میں دھوئے جاتے تھے اس کے بعد دوسرے کمرے کو دیکھا میز کے درازوں میں کچھ بال پوائنٹ' دو سادہ کاپیاں ایک ڈائجسٹ کاپیوں پر کچھ نہیں لکھا ہوا تھا یہاں سے بھی کچھ نہیں ملا تو میں کچن میں گئی گیس کا چولہا لگا ہوا تھا- سستے قسم کے برتن تھے جو صاف ستھرے تھے- کھانے پینے کی اشیاء بہت معمولی تعداد میں تھیں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس سے کوئی اندازہ قائم کیا جا سکے- لیکن پھر ایک کام کی چیز مل گئی تھی کچن میں چولہے کے عین سامنے دیوار پر کسی نوکدار چیز سے چند نمبر لکھے گئے تھے جو ایک ترتیب میں تھے میں نے ان نمبروں کو بہت غور سے دیکھا- چھ نمبر تھے گو ٹیڑھے میڑھے لکھے گئے تھے جیسے بے خیالی کے عالم میں کسی سوچ کے درمیان خودبخود کھرچ دیئے گئے ہیں- لیکن ترتیب اور پھر تعداد بتاتی تھی کہ کسی فون کے نمبر ہیں- میں نے انہیں نوٹ کر لیا- اس کے بعد کوئی اور چیز نہیں ملی چنانچہ میں باہر نکل آئی باہر مجمع لگا ہوا تھا زیادہ تر عورتیں تھیں' بلڈنگ کی مالکہ کو شاید ابھی ابھی لایا گیا تھا-

"اے افسر صاحب بیس سال سے بیوہ ہوں خدا قسم ساری جوانی عزت سے گزار دی نعیم کے ابا خواب میں آتے ہیں تو بولتے ہیں اے جمیلہ تو جنت میں کب آئے گی میرے کو تیرا انتظار ہے-" اس نے پھر واویلا شروع کر دیا کسی بڑے میاں کی آواز سنائی دی-

"جھوٹا ہے تیرا میاں جمیلہ بائی مرنے کے بعد بھی جھوٹ بولتا ہے ارے خود بھی جہنم میں بیٹھا آگ تاپ رہا ہو گا وہ- تو کیا جنت میں جائے گی- تیری شکل ہے جنت میں جانے کی-"

آواز لگانے والے بڑے میاں اوپری بدن سے ننگے تہمد باندھے باہر نکل آئے-

"اور تیری شکل ہے جنت میں جانے کی بے ایمان سارے زمانے کے- ارے کائے کو

میری زبان کھلوائے ت[illegible] کے سامنے مالکہ نے کہا۔

"بتی بند کر دی ہے اس نے میری افسر صاحب پانی کا کنکشن کاٹ دیا ہے سات دن ہو گئے پورے قطرے قطرے کو ترس رہا ہوں۔ رپورٹ لکھ لو میری اب پانی سر سے اونچا ہو گیا ہے۔"

"پانی سر سے اونچا ہو گیا ہے اور تو ابھی تک اس میں ڈوب کر نہیں مرا۔ ارے پانچ مہینے سے کرایہ نہیں دیا ہے اس نے۔ پورے پانچ مہینے سے۔"

"چودہ سال سے رہ رہا ہوں اس بلڈنگ میں اس سے پوچھیں افسر صاحب کبھی........"

"خاموش' خاموش اب کوئی بولا تو اتنا ماروں گا کہ کھال نیچے اتر جائے گی۔" عالم قریشی زور سے گرجا اس نے بید ہاتھ میں لیا تھا' مالکہ آہستہ سے بولی۔

"میں تو چپ کھڑی ہوں افسر صاحب یہ ہی بولے جا رہا ہے لگا دو دو ڈنڈے اس کے۔"

میں نے بے اختیار ہنسی روکی تھی۔

"بیانات لے لئے آپ نے ان کے۔" میں نے پوچھا۔

"ہاں صرف ان سے کچھ پوچھنا ہے۔" شہریار نے مالکہ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"جو کچھ پوچھا جائے اس کا جواب دو۔" عالم قریشی نے کہا۔

"لو۔ پوچھا ہی کیا ہے مجھ سے جو جواب دوں۔" مالکہ نے کہا۔

"اس لڑکی کے بارے میں تم کیا جانتی ہو جو قتل ہو گئی ہے۔"

"خدا قسم کچھ نہیں جانتی۔"

"نام کیا تھا اس کا۔"

"عابدہ فردوس۔"

"کتنے عرصے سے اس نے یہ فلیٹ تم سے لیا تھا؟"

"پونے دو مہینے ہو گئے" مالکہ نے بتایا اور شہریار اس سے سوالات کرتا رہا لڑکی کی ضمانت کسی نے نہیں دی تھی اس نے افسردگی سے کہا تھا کہ اس شہر میں اس کا کوئی شناسا نہیں ہے۔ بڑی مشکل سے اسے ایک سکول میں نوکری ملی ہے مالکہ نے رحم کھا کر اسے رکھ لیا تھا اور اس نے تین ماہ کا کرایہ اسی وقت ادا کر دیا تھا۔ پھر کہیں سے اپنا مختصر سامان لیکر آ گئی بڑی شریف اور مغموم سی لڑکی تھی۔ پڑوس میں کسی سے نہیں ملتی تھی۔ صبح ساڑھے سات بجے نکل جاتی تھی شام کو چھ بجے واپس آتی تھی چھٹیاں بہت کرتی تھی اور پونے دو ماہ میں بمشکل بیس دن نوکری پر گئی ہو گی۔ باقی دنوں میں گھر میں قید رہی تھی اس دوران کوئی اس سے کبھی ملنے نہیں آیا تھا ایک بار مالکہ نے ہی اس سے پوچھا تھا کہ باقی سکولوں کی چھٹی تو دوپہر کو ہو جاتی ہے وہ کون سے سکول میں پڑھاتی ہے جس میں شام تک کام کرنا پڑتا ہے تو اس نے بڑی نرمی سے بتایا تھا کہ اس کے بعد وہ ٹیوشن پڑھاتی ہے تاکہ گھر میں کچھ سامان لایا جا سکے۔ موت سے تین دن پہلے بھی اس

نے چھٹی کی اور دن بھر گھر میں رہی تھی اس دن بھی کوئی اس سے ملنے نہیں آیا تھا۔ یہ مالکہ اور پڑوسیوں کا مشترکہ بیان تھا۔ شہریار نے جب سوال کیا کہ مالکہ نے اس کے سکول کے کسی فرد کی ضمانت کیوں نہ مانگی تو سٹپٹا گئی۔

"مجھے خیال ہی نہیں آیا تھا افسر صاحب۔"

"کبھی تم لوگوں نے اس کے سکول کا نام بھی پوچھا۔"

"نہیں۔ وہ کسی سے ملتی جلتی تو باتیں ہوتیں۔" اس سے زیادہ اور کسی سے کیا پوچھا جاتا۔ ہم لوگ وہاں سے واپس چل پڑے۔ تھانے آکر عالم قریشی نے کہا۔

"جی اور کیا حکم ہے۔"

"پوسٹ مارٹم رپورٹ۔ جائے وقوع کا نقشہ اور تصویریں آپ مجھے کب دیں گے؟" شہریار بولا۔

"نقشہ اور تصویریں تو کل پیش کر دوں گا اور پوسٹ مارٹم رپورٹ ملنے پر۔"

"بے حد شکریہ اس تعاون کا قریشی صاحب۔" شہریار نے کہا۔ قریشی نے کوئی جواب نہیں دیا اور ہم وہاں سے واپس چل پڑے۔ رخ اپنے دفتر ہی کی طرف تھا۔ دفتر جا کر میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "یہ عالم قریشی بڑا بداخلاق نکلا چائے تک کے لئے نہ پوچھا۔"

"اس کا بس نہیں تھا ورنہ وہ ہم سے زہر کے لئے ضرور پوچھتا۔" شہریار نے ہنستے ہوئے کہا۔ گل بدر نے چائے پلائی اور چائے کے دوران شہریار بولا۔ "جی میڈم۔ دراصل میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ شرلک ہومز کو مونث کیسے کروں۔"

"احساس کمتری کو اپنے ذہن سے نکال دو۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"کیا گل افشانی ہو گی اس کیس کے بارے میں" شہریار نے کہا۔

"جی اس بے چاری کو اس کی تنہائی نے قتل کر دیا۔" میں نے جواب دیا۔

"یعنی خودکشی۔" شہریار اچھل پڑا۔

"جی نہیں۔ قتل ہوئی ہے وہ۔"

"تو پھر پہلا جملہ۔ اس کے کیا معنی ہو؟"

"پولیس اس تفتیش کے بعد کیا کہے گی۔"

"کچھ نہیں سر پکڑ کر بیٹھ جائے گی۔" شہریار نے اپنا سر پکڑ لیا۔

"اس کا نام عابدہ فردوس ہے۔ ہو سکتا ہے یہ نہ ہو۔ وہ ایک سکول میں ٹیچر تھی' ہو سکتا ہے نہ ہو۔ اس کا کوئی شناسا تھا۔ غلط ہے۔ وہ گھر سے باہر کہیں نہ کہیں تو جاتی ہو گی۔ کوئی اس سے ملنے نہیں آتا تھا۔ یہ بھی غلط ہے قاتل اس کے فلیٹ میں آیا اور اس نے اسے قتل کیا یہ دوسری بات ہے کہ اسے دیکھا نہ جا سکا۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ اس کی ملاقاتی کو بھی کبھی دیکھا نہ جا سکا ہو۔ اس کے ہاں تحریر سے نام ایک لفظ نہیں نکلا۔ ناممکن بات ہے ہر شخص کچھ نہ کچھ

نہ کبھی لکھتا ہے اس کا کیا مطلب ہے۔"

"خدا کی قسم مجھے نہیں معلوم۔" شہریار نے رو دینے والے انداز میں کہا اور میں بے اختیار ہنس پڑی۔

"جو کہنا چاہتی ہوں تمہیں کہہ نہیں سکتی شہریار خدا کے خصوصی بندے قاتل نے وہاں سے وہ سب کچھ غائب کر دیا جس سے اس کے بارے میں کوئی ثبوت مل سکتا۔"

"خدا اسے غارت کرے۔ بس کے حلوتے میں مرجائے وہ کچھ تو چھوڑ دیتا ہمارے لئے۔" شہریار بولا۔

"چھوڑ گیا ہے۔ تم نے غور نہیں کیا شہریار۔" اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"تمہارے لئے چھوڑ گیا ہو گا مردود۔ ہم سے کسے رغبت ہے۔"

سنجیدہ ہونا ہے یا نہیں۔"

"ہونا ہے۔ دیکھ لینا مکڑیاں جالے بن دیں گی ایک دن پورے چہرے پر۔ کیا چھوڑ گیا ہے وہ ملعون بتاؤ تو سہی۔"

"یہ احساس کہ وہ ایک منجھا ہوا قاتل ہے اور اس گمنام لڑکی کا قتل اہم نوعیت کا حامل ہے۔" میں نے پر اعتماد لہجے میں کہا۔

"بس؟" شہریار نے کہا۔

"یہی کافی ہے۔"

"ہاں اور کیا کرنا ہے شاہ صاحب سے کیا کہوں۔"

"ابھی کچھ کہنا ضروری نہیں ہے کل تصویریں اور پوسٹ مارٹم رپورٹ لیکر دوپہر کو دفتر آجاؤ۔ لنچ دفتر میں ہی کریں گے۔" میں نے کہا کہ شہریار نے سعادت مندی سے گردن ہلا دی۔

O---------☆---------O

دوسرے دن دوپہر سے پہلے میں نے ٹیلیفون ڈائریکٹری میں وہ نمبر تلاش کئے کسی ناصر سعیدی کے گھر کا فون نمبر تھا۔ دفتر ہی سے وہ فون نمبر گھما ڈالا۔ دوسری طرف سے کسی بچی کی آواز سنائی دی تھی۔

"سعیدی صاحب موجود ہیں۔ بیٹی۔" میں نے کہا۔

"ابو تو دفتر گئے ہیں۔ امی کو بلا دوں۔"

"ابو کب آئیں گے۔"

"چھ بجے" اس نے کہا اور میں نے فون بند کر دیا۔ دوپہر کو شہریار کو کچھ دیر ہو گئی لیکن اس نے ہسپتال سے فون کیا اور کہا کہ ٹھیک دو بجے پہنچ جائے گا۔ پوسٹ مارٹم رپورٹ میں دیر لگ رہی ہے۔ لاش کا کیا کیا جائے؟

"میرا خیال ہے سردخانے میں رکھوا دو۔ اخبار میں تشہیر کر دیں گے، ممکن ہے کوئی کلیم کر

لے۔"

"او کے۔ میں رپورٹ لیکر آرہا ہوں۔" میں نے گل بدر سے کھانے کے لئے کہہ دیا اور وہ چلا گیا۔ پھر دو بجے وہ شہریار کے ساتھ ہی آیا تھا۔ اسے کہیں راستے میں مل گیا تھا۔ کھانا کھانے کے بعد شہریار نے ساتھ لایا ہوا فائل کھول کر میرے سامنے رکھ دیا۔ سب سے پہلے میں نے مقتول عابدہ فردوس کی لاش کی تصاویر دیکھیں جو مختلف زاویوں سے بنائی گئی تھیں اس کے چہرے کے کلوزاپ بھی تھے۔ اچھے نقوش کی مالک تھی اور جاذب نگاہ تھی۔ گو تصویر موت کے بعد کی تھی لیکن اس چہرہ کو دیکھ کر یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ عسرت زدہ ہو گا۔ لباس اور گھر کے حالات اس چہرے سے مختلف تھے۔ پھر میں نے پوسٹ مارٹم رپورٹ دیکھی۔ مقتولہ کے ساتھ کوئی اور زیادتی نہیں ہوئی تھی۔ وہ رسی یا کپڑا لاش کے گلے میں نہیں ملا تھا جس سے اس کی گردن دبائی گئی تھی۔ قتل تین دن قبل ہوا تھا۔

"شاہ صاحب سے ملاقات ہوئی۔"

"ہاں۔ میں نے بتا دیا ہے کہ کام شروع کر دیا گیا ہے اور سچویشن بھی بتا دی ہے جانتی ہو شاہ صاحب نے کیا کہا۔"

"انوکھا سوال ہے۔ میں کیا جانوں۔"

"کہنے لگے چراغ گھسا۔ پہلے تو میں نہ سمجھ سکا وہ خود ہی بول پڑے۔ میرا مطلب ہے جن بابا سے مدد لی جائے۔ ویسے ایک بات بتاؤں لیئی۔ صرف سرکاری کاروائی کے طور پر میرا عہدہ بڑھتا رہے گا ورنہ سب جانتے ہیں کہ میرے قبضے میں الہ دین کا چراغ ہے۔" شہریار یہ کہہ کر خاموش ہو گیا۔ پھر بولا۔ "تم نے اخبار میں تشہیر کے بارے میں کہا تھا؟"

"خبر تو چھپ گئی ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"شام کے اخبار میں' تم نے اپنے اخبار میں نہیں لگائی۔"

"ضروری نہیں سمجھا تھا لیکن اب تصویر کے ساتھ لگا دوں گی۔ تمہاری طرف سے جاری ہونی چاہئے۔ سردخانے کا حوالہ دے دیں گے۔"

"او کے" وہ بولا چار بجے ہم دونوں دفتر سے اٹھ گئے شہریار دفتر چلا گیا میں نے گھر کا رخ کیا تھا۔ شام کو چھ بجے تک گھر کے بچوں کے ساتھ کرکٹ کھیلتی رہی۔ چھ بجے واپس کمرے میں آئی اور تیار ہو کر چل پڑی ناصر سعیدی کے گھر کا پتہ اچھی طرح ذہن نشین کر لیا تھا۔ عمدہ آبادی میں چار سو گز کا بنگلہ تھا جس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ ناصر سعیدی صاحب اچھی حیثیت کے مالک ہیں میں بنگلے میں داخل ہو گئی اور پھر ایک ملازم کے نظر آنے پر میں نے اس سے کہا کہ میں ناصر سعیدی صاحب سے ملنا چاہتی ہوں' ملازم نے مجھ سے میرا کارڈ طلب کیا اور میں نے اسے کارڈ دے دیا اور وہیں برآمدے میں انتظار کرنے لگی۔ ملازم چند ہی لمحات کے بعد واپس آیا اور مجھے لئے ہوئے ڈرائنگ روم میں داخل ہو گیا۔ ڈرائنگ روم میں مجھے بٹھا کر وہ چلا گیا اور میں انتظار

کرنے لگی۔ سادہ سا ڈرائنگ روم تھا کسی خاص اہمیت کا حامل نہیں تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک دراز قامت دبلے پتلے بدن کا اسمارٹ سا معمر آدمی اندر داخل ہوا' گھریلو لباس پہنے ہوئے تھا آنکھوں پر خوبصورت فریم کی عینک لگی ہوئی تھی۔ مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ اس نے مجھے ہیلو کہا اور میں نے اسے سلام کیا.........

"تشریف رکھئے مس لبنیٰ دراصل اہل خانہ نے مجھے اخبار بینی سے منع کر دیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ میں بلڈ پریشر کا مریض ہوں اور صبح ہی صبح اخباری خبریں پڑھ کے پورا دن خراب کرلیتا ہوں' چنانچہ اخبار سے منادی ہوگئی ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ میں آپ سے بھی واقف نہیں ہوں۔"

"ناصر سعیدی صاحب۔" میں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا اور ہنسنے لگا۔" ارے ہاں بھئی معاف کیجئے مجھے پہلے اپنا تعارف کرانا چاہئے تھا۔ میں ہی ناصر سعیدی ہوں۔"

"بہت بہت شکریہ' میں جانتی ہوں آپ ابھی تھوڑی دیر قبل دفتر سے واپس آئے ہیں پتہ نہیں کیا مصروفیات ہوں گی' مگر آپ سے ملنا بے حد ضروری تھا۔"

"کوئی مصروفیات نہیں ہیں دفتر سے آنے کے بعد گھر کی بنی ہوئی ایک پیالی چائے ضرور پیتا ہوں' حالانکہ دفتر میں چائے آتی رہتی ہے لیکن گھر کی چائے کی تشنگی باقی ہی رہتی ہے آپ کو کیا پلواؤں' چائے یا کولڈ ڈرنک؟"

"براہ کرم اس وقت تکلیف مت فرمایئے۔ میں بھی گھر سے ہی آ رہی ہوں اور شام کی چائے میں نے گھر پر ہی پی تھی' مزید ضرورت نہیں ہے۔"

"خیر فرمایئے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔" ناصر سعیدی نے کہا اور میں نے بغیر کسی تمہید کے وہ تصویر نکال کر ناصر سعیدی کے سامنے کر دی' جو عابد فردوس کے چہرے کا کلوز اپ تھا اس کی آنکھیں بے شک بند تھیں لیکن باقی تصویر سے یہ اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ وہ مردہ حالت میں ہے" ناصر سعیدی نے حیرانی سے تصویر میرے ہاتھ سے لے لی اور اسے دیکھنے لگے پھر دفعتہ" چونک کر بولے ...."یہ قیصرہ ہے .... قیصرہ ناز........" میں کسی قدر حیران ہوگئی۔ ایک بدلا ہوا نام سامنے آیا تھا لیکن میں نے خود کو قابو میں رکھا۔ ناصر سعیدی نے تصویر کو چند لمحات تک دیکھا .... پھر بولے ...."جی کیا بات ہے......... کوئی خاص بات ہے کیا ....؟"

"آپ ان خاتون کو جانتے ہیں ناصر صاحب.........؟"

"ہاں بھئی میری بیٹی کی دوست ہے' براہ راست تو میرا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے' لیکن عظمیٰ نے مجھے اس کے بارے میں اتنی کہانیاں سنائی ہیں کہ میں خود بھی اس کا گرویدہ ہوگیا۔ یہ سوئیڈن میں رہتی ہے اور وہیں کی شہری ہے میرا خیال ہے کہ میں غلط طریقہ گفتگو اختیار کر رہا ہوں لیکن اس سے پہلے آپ مجھے یہ تو بتائیں مس لبنیٰ کہ قصہ کیا ہے آپ اس کی شناسا کیسے

ہیں اور اس کی تصویر کے ذریعے مجھ سے کیا معلومات حاصل کرنا چاہتی ہیں۔"

"ناصر صاحب' میرا خیال ہے آپ صحیح گفتگو کر رہے ہیں مجھے اس خاتون کے بارے میں تفصیلی معلومات درکار تھیں' آپ براہ کرم مجھے ان کی مکمل تفصیلات بتا دیجئے میں آپ کی شکر گزار ہوں گی۔"

"بھئی یقین کرو' میں بذات خود کچھ نہیں جانتا اس کے بارے میں دراصل میرا داماد' یعنی میری بیٹی عظمیٰ کا شوہر سوئیڈن کی ایک فرم میں ملازمت کرتا ہے اور طویل عرصے سے وہیں اس کا قیام ہے' عظمیٰ اکثر اس کے پاس جاتی رہتی ہے اور وہاں سے واپس آکر مجھے سوئیڈن کی ساری کہانیاں سناتی ہے۔ وہ بہت ہی خوش مزاج لڑکی ہے اور دوست بنانے میں کمال رکھتی ہے اس بار اس نے سوئیڈن میں جس لڑکی کو دوست بنایا اس کا نام قیصرہ ناز ہے۔ وہ بھی وہیں کی رہنے والی ہے اس کے ساتھ بے شمار تصاویر بھی بنائی گئی تھیں اور عظمیٰ نے مجھے یہ تصویریں دکھاتے ہوئے قیصرہ ناز کی بڑی تعریفیں کی تھیں۔ بس اس حد تک جانتا ہوں میں اس لڑکی کے بارے میں......... ویسے اگر کوئی خاص بات تم اس کے بارے میں معلوم کرنا چاہو تو عظمیٰ سے ملاقات کرلو........."

"کیا یہ ممکن ہے؟"

"ہاں وہ میرے پاس ہی رہتی ہے بس سال چھ مہینے میں ایک آدھ بار اپنے شوہر کے پاس سوئیڈن چلی جاتی ہے یا پھر منظور خود ہی آ جاتا ہے۔ میں عظمیٰ کو بلاتا ہوں۔" ناصر سعیدی صاحب نے کسی ملازم کو آواز دی ....ملازم شاید قریب ہی موجود تھا جب وہ اندر آیا تو انہوں نے عظمیٰ کو طلب کرلیا۔ میں خاموشی سے ناصر سعیدی کو دیکھنے لگی اور میرے ذہن میں طرح طرح کے خیالات جنم لینے لگے' ایک نئی بات نیا نام اور نہایت حیرتناک واقعات کے ساتھ بہرطور کچھ نہ کچھ انکشاف تو ہوگا ہی ....

تھوڑی دیر کے بعد جو خاتون اندر داخل ہوئیں ان کے خدوخال سے میں نے یہ اندازہ لگایا کہ وہ عظمیٰ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہوسکتی' باپ کے نقوش اس میں پائے جاتے تھے' خاص طور سے دراز قامتی خصوصی طور پر اشارہ کرتی تھی کہ وہ ناصر سعیدی صاحب کی بیٹی ہے۔ خوبصورت خدوخال کی مالک تھی۔ اندر داخل ہوئی' مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر سوالیہ نگاہوں سے باپ کو.........

"ان سے ملو عظمیٰ یہ لبنیٰ ہیں۔"

"ہیلو۔" وہ آگے بڑھی اور اس نے مجھ سے ہاتھ ملایا پھر بولی۔" ڈیڈی مزید کچھ تفصیل ....؟"

"اخباری نمائندہ ہیں........."

"اوہو ویری گڈ" عظمیٰ نے تعریفی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا اور پھر میرے قریب ہی

بیٹھ گئی۔

"اور آخری بات یہ کہ یہ تصویر انہوں نے میرے ہاتھ میں دے کر مجھ سے اس کے بارے میں پوچھا ہے۔" ناصر سعیدی نے تصویر عظمیٰ کے ہاتھ میں دی اور عظمیٰ نے دلچسپی سے اسے لے لیا۔ پر دفعتاً ہی اس کے ہونٹ سکڑ گئے اور مدھم سی آوازیں اس کے منہ سے نکلی۔"

"اوہ سوئیٹ قیصرہ .... یہ تصویر آپ کو مس لبنیٰ نے دی ہے ڈیڈی۔" اس نے باپ سے پوچھا؟۔

"مس لبنیٰ آپ قیصرہ کو جانتی ہیں.........؟"

"جاننا چاہتی ہوں۔" میں نے مدھم سے مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"کیا مطلب .... میں سمجھی نہیں.........؟"

"کیا آپ ان سے میرا تفصیلی تعارف کرا سکتی ہیں محترمہ عظمیٰ۔" میں نے سوال کیا.........

"اوہ یہ سوئیڈن میں ہے آنے والی ہے میں اس سے تمہاری ملاقات ضرور کرا دوں گی۔" عظمیٰ نے کہا۔

"آپ مجھے ان کے بارے میں تفصیل بتا سکتی ہیں۔"

"کیسی تفصیل؟"

"آپ کی ان سے کب ملاقات ہوئی تھی.........؟"

"اسی سال فروری میں' میں سوئیڈن گئی تھی مارچ اپریل وہاں رہی تھی۔ اپریل کو واپس آئی ہوں۔ اسی دن میری اس سے آخری ملاقات ہوئی تھی۔ ایئرپورٹ پر انہوں نے مجھے خدا حافظ کہا تھا اور وعدہ کیا تھا ایک دو ماہ میں ہی یہاں آئے گی۔"

"ان کا وہاں قیام کے سلسلے میں ہے۔"

"وہیں رہتی ہے مستقل وہیں رہتی ہے اس وقت نا سمجھ تھی جب اس کے ڈیڈی سوئیڈن پہنچے تھے ایک سال قبل ان کا انتقال ہو گیا ماں پہلے ہی نہیں تھی لیکن وہ مطمئن ہے خوش ہے۔"

"اس کے ڈیڈی وہاں کیا کرتے تھے.........؟"

"سوئیڈش بینکنگ کونسل کے ایڈوائزر تھے۔ بڑی حیثیت کے مالک' شاید کسی بڑی صنعت میں شیئر ہولڈر بھی تھے۔ اس سلسلے میں کبھی اس سے کوئی تفصیلی گفتگو نہیں ہوئی۔"

"ان سے خط و کتابت ہوتی ہے آپ کی.........؟"

"صرف ایک خط میں نے لکھا تھا اسے اور اس نے جواب دیا تھا اس کے بعد ہم دونوں ہی خاموش ہو گئے۔ ملاقات بھی وہیں ہوئی کہ ہم دونوں پڑوسی تھے ہم زبان تھے۔ وہ بہت اچھی انسان ہے۔"

"یہاں اس کے عزیز موجود ہیں۔"

"میرے خیال میں کوئی نہیں ہے۔ اس نے صرف میرے پاس رہنے کا وعدہ کیا تھا میری

وجہ سے وہ کہہ رہی تھی اس طرح وہ اپنا اور اپنے باپ کا وطن بھی دیکھ لے گی۔"

"ماں کا انتقال یہیں ہوا تھا........."

"ہاں شاید .... اس کے بعد اس کے ڈیڈی اسے لے کر سوئیڈن گئے تھے۔ سوری مس لبنیٰ یقیناً ابھی آپ مجھ سے اور سوالات کرنا چاہتی ہوں گی۔ لیکن اب میں اپنے تجسس کو برداشت نہیں کر پا رہی' آپ کس سلسلے میں یہ معلومات حاصل کر رہی ہیں........." عظمیٰ نے شائستگی سے کہا۔

"یہ تصویر آپ غور سے دیکھئے عظمیٰ صاحبہ........" میں نے تصویر اس کے سامنے کر دی اور وہ متجسس نظروں سے تصویر دیکھنے لگی پھر بولی "عجیب تصویر ہے کیا یہ سوتے ہوئے اتاری گئی ہے؟"

"نہیں یہ اس کی موت کے بعد کی تصویر ہے۔" میں نے کہا اور عظمیٰ کے ساتھ سعیدی صاحب بھی اچھل پڑے۔ عظمیٰ آنکھیں پھاڑے مجھے دیکھنے لگی جیسے میرے الفاظ سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو۔ سعیدی صاحب نے تصویر میرے ہاتھ سے لے لی اس پر غور کرنے لگے عظمیٰ نے کہا........ "آپ سنجیدہ ہیں مس لبنیٰ........"

"جی عظمیٰ خاتون .... مجھے احساس ہے کہ یہ خبر آپ کے لئے افسوس ناک ہے۔"

"مگر مگر........" عظمیٰ کی آواز بھر آگئی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔

"یہ کیسے ہوا کب ہوا.........؟"

"کچھ انوکھی کہانی ہے آپ کے لئے خصوصاً انوکھی ہو گی۔ آپ سے ایک بار پھر درخواست کرتی ہوں کہ آپ اس تصویر کو غور سے دیکھیں اور پھر مجھے بتائیں کہ کیا یہ قیصرہ ناز ہی ہے۔" عظمیٰ نے تصویر سعیدی صاحب سے لے لی اور آنکھیں صاف کر کے اس پر غور کرنے لگی۔ چند لمحات کے بعد اس نے کہا۔ "یقیناً کوئی فرق نہیں ہے کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا۔"

"پولیس کو اس کا نام عابدہ فردوس معلوم ہوا ہے اور اس کی لاش عجیب و غریب حالات میں پائی گئی ہے۔" میں نے پوری تفصیل ان دونوں کو بتا دی اور دونوں حیران ہو گئے سعیدی صاحب نے کہا۔

"کوئی بگڑا ہوا معاملہ لگتا ہے بڑی پراسرار موت ہے۔ مگر مس لبنیٰ آپ کو ہمارے بارے میں کیسے معلوم ہوا.........؟"

"میں نہیں جانتی ایک پولیس آفیسر نے میری رہنمائی آپ تک کی ہے۔" میں نے صفائی سے جھوٹ بولا۔

"ہم مصیبت میں گرفتار ہو سکتے ہیں۔" سعیدی صاحب بولے۔

"قطعی نہیں........ اس کی ذمے داری میں قبول کرتی ہوں۔ کل لاش کی تصاویر اخبارات میں شائع ہوں گی تاکہ اس کے ورثاء تلاش کئے جائیں۔ اگر کوئی وارث نہ ہوا تو اس کی تدفین

سرکاری طور پر کر دی جائے گی- میں آپ سے ایک اور درخواست کرنا چاہتی ہوں......... عظمیٰ صاحبہ آپ سردخانے میں یہ لاش دیکھیں اور یہ اندازہ لگائیں کہ کیا یہ قیصرہ ہی کی لاش ہے-"

"میں ضرور آپ سے تعاون کروں گی-" عظمیٰ نے کہا-

"تم ہم سے جو چاہو کام لے سکتی ہو لبنیٰ بیٹی- بس ہم کسی مصیبت میں نہ پھنسنے پائیں-" سعیدی صاحب نے پر تشویش لہجے میں کہا-

"اس کا وعدہ میں آپ سے کرچکی ہوں-" میں نے کہا........ عظمیٰ کو ساتھ لے کر میں ہسپتال پہنچی سردخانے میں اس لاش کو دیکھنا مشکل نہیں ہوا- عظمیٰ نے یہاں بھی تصدیق کی کہ لاش قیصرہ ناز ہی کی ہے- قدوقامت' بدن انداز........ ہاتھ پاؤں........ واپسی میں میں نے اس سے کہا-

" آپ کو ایک کام اور کرنا ہے عظمیٰ صاحبہ وہ یہ کہ فوری طور پر اپنے شوہر سے رابطہ قائم کر کے قیصرہ کے بارے میں معلومات کرائیں-"

"میں نے خود یہی فیصلہ کیا تھا-"

"میں آپ سے دوبارہ ملاقات کروں گی- آپ ذہن پر یہ بھی زور دیں کہ ممکن ہے قیصرہ نے کبھی آپ سے یہاں کے واقعات کا تذکرہ کیا ہو- ہوسکتا ہے کوئی ایسی بات آپ کو یاد آجائے جو اس سلسلے میں معاون ہو-" عظمیٰ نے کوئی جواب نہیں دیا- چند لمحات کے بعد وہ بولی

"کیا ہم یہ لاش تدفین کے لئے حاصل کرلیں........؟"

"ہرگز نہیں عظمیٰ صاحبہ........ بھول کر بھی نہیں- میں نے سعیدی صاحب سے وعدہ کیا ہے کہ انہیں کسی الجھن میں نہ پڑنے دوں گی-" عظمیٰ خاموش ہوگئی- میں نے اسے اس کی رہائش گاہ پر اتار دیا اور واپس چل پڑی- گھر کا رخ ہی کیا تھا اور شہریار کے خیال سے مسکرا دی تھی- بالآخر الجھنوں کا آغاز ہوگیا تھا کچھ نئے کردار منظر عام پر آگئے جن پر ذہنی ورزش کرنی تھی معاملہ دلچسپ ہونے لگا تھا مگر گھر میں کچھ اور الجھنیں میرا انتظار کر رہی تھیں- کچھ خطرناک الجھنیں........

O --------- ☆ --------- O
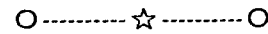
والدہ صاحبہ نے کہا کل تم آفس نہیں جاؤ گی کچھ مہمان آرہے ہیں........!

"کون امی........؟"

"تمہیں جیلانی خالو یاد ہیں........؟"

"خالو کیا ہوتا ہے........؟" میں نے کان میں انگلی گھماتے ہوئے اپنی ایک کزن سے پوچھا جو اس وقت یہاں موجود تھی- میری کزن ہنس پڑی مگر والدہ صاحبہ نے غصے سے کہا-

"مسخرہ پن نہ کرو' رعنا میری دور کی پھوپھی زاد بہن ہیں یہ خاندان بہت عرصے قبل نائیجیریا چلا گیا تھا- جیلانی بھائی نے وہاں جاکر تقدیر بنالی اب یہاں آگئے ہیں اور بہت بڑا کاروبار

شروع کیا ہے-"

"افوہ' اتنے سارے مسائل ایک ساتھ" میں نے دل ہی دل میں دہشت زدہ ہوتے ہوئے کہا بات کافی خطرناک معلوم ہوتی تھی-

"کیسے مسائل........؟" امی نے پوچھا

"دور کی خالہ ہیں' یعنی دور کی پھوپھی زاد بہن ہیں وہ آپ کی' اگر دور ہی رہیں تو کیا حرج ہے یہاں کچھ کمی ہے خاندان والوں کی کچھ اور لوگوں کا اضافہ ہو جائے گا میں کہتی ہوں میلہ لگانے کا شوق کیوں ہے آپ........؟"

"ناخن گوشت سے جدا ہوتے ہیں کبھی" والدہ صاحبہ نے کہا-

"باآسانی جدا ہو جاتے ہیں بس ایک عدد پلاس درکار ہوتا ہے........؟"

"لبنیٰ-" امی نے سرزنش کی-

"دوسری بات وہ لوگ نائیجیریا ہجرت کر گئے تھے کالے سیاہ ہو گئے ہوں گے سب کے سب........!"

"ایک بار دیکھ تو لو' خاص طور سے قائم تو شہزادہ معلوم ہوتا ہے کسی ملک کا........"

"یقیناً نائیجیریا کا" میں نے کہا پھر چونک کر بولی" ویسے یہ قائم کون ہیں؟"

"رعنا کا بیٹا"

"یعنی میرا ایک اور عدد بھائی بڑا ہے مجھ سے........!"

"پانچ سال" امی نے جواب دیا-

"گویا بھائی جان کہنا پڑے گا" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور میری کزن سائرہ منہ دبا کر باہر نکل گئی- "تیسری بات انہوں نے وہاں جاکر تقدیر بنائی تو یہاں ضرور ان کی تقدیر دوبارہ خراب ہو جائے گی اگر آپ کو ان سے محبت ہے امی تو انہیں مشورہ دیں کہ واپس نائیجیریا چلے جائیں-"

"لبنیٰ........ بہت عرصہ ہو گیا تمہیں واپس آئے ہوئے جو چاہا کیا ہے تم نے' میں نے تم سے تعاون کیا لیکن اب ہمیں اپنا فرض پورا کرنے دو........!"

"کیا حکم ہے امی........؟" میں نے زچ ہو کر پوچھا-

"کل تمہیں گھر میں رہنا ہے-"

"کس وقت آئیں گے وہ لوگ........؟"

"شام کی چائے پر بلایا ہے-"

"چائے صبح سے تیار کرنی پڑے گی ان لوگوں کے لئے........؟"

"کیا مطلب........؟"

"کم از کم چھ بجے آئیں گے وہ........؟"

"ہاں یقیناً.........!"

"میں پانچ بجے آجاؤں گی۔"

"ایک دن نہ جاؤ گی تو کیا تنخواہ کٹ جائے گی.........؟" امی نے کہا

"پانچ بجے گھر آجاؤں گی۔" میں نے حتمی لہجے میں کہا اور کمرے سے نکل آئی موڈ بری طرح خراب ہو گیا تھا۔ وہی احمقانہ باتیں' وہی فرسودہ ذمے داریاں جو خوامخواہ خود پر طاری کر لی جاتی ہیں۔ سامنے ہی سائرہ نظر آئی' میرے ساتھ آؤ" میں نے سرد لہجے میں کہا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی اور سائرہ ہنستی ہوئی میرے پیچھے آگئی تھی۔ "بیٹھو اور بتاؤ کیا قصہ ہے۔"

"وہ آپ کو دیکھنے آرہے ہیں۔" سائرہ نے کہا۔

"کیا شے ہیں.........؟"

"جیلانی خالو ہیں۔" سائرہ ہنس پڑی۔

مجھے تمہارے دانت توڑنے میں کوئی تکلف نہ ہو گا سمجھیں" میں نے غرا کر کہا۔

"ارے تو کوئی میں نے بلایا ہے واہ بلاوجہ مجھ پر بگڑ رہی ہو۔"

"چکر کیسے چلا.........؟" میں نے پوچھا۔

"خدا کی قسم مجھے نہیں پتہ.........!"

"ڈیڈی کو علم ہے.........؟"

"ہے........."

"کیا کہہ رہے تھے.........؟"

"ہنس رہے تھے کہہ رہے تھے اس سے شادی کرنے کے لئے کوئی لڑکا نہیں لڑکی تلاش کرو۔"

"زندہ باد' یہ کہا ڈیڈی نے اس کا مطلب ہے کہ وہ سنجیدہ نہیں" میں نے خوش ہوتے ہوئے کہا اور پھر پرس سے پانچ سو روپے کا نوٹ نکال کر سائرہ کو دیتے ہوئے کہا "لو عیش کرو......... اور ہاں بعد میں بھی ذرا اس ڈرامے پر نگاہ رکھنا.........!"

"سلام سیٹھ آپ بے فکر رہو" سائرہ نے لپک کر نوٹ مجھ سے لیا اور سلام کرتی ہوئی کمرے سے باہر بھاگ گئی میں اپنے معمولات میں مصروف ہو گئی والدین یہ سب کچھ کیا ہی کرتے ہیں ڈیڈی سنبھلے رہیں کوئی خطرہ نہیں رہ گئی باقی باتیں تو سوئٹ شہریار معصوم ساتھی' ہمیشہ ہمیشہ کا دوست اور سب کچھ کون اس کی جگہ لے سکتا ہے سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

ذہن پر کچھ دھبے آگئے تھے سوچیں منتشر ہو گئی تھیں زیادہ سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے تھوڑا سا ہنگامہ......... یہ تو جاری رہے گا اس وقت تک جب تک شہریار کچھ بن نہ جائے ابھی خاصا وقت یہ ہنگامے کرتے ہوئے گزرنا تھا بڑی مشکل سے ذہن یکسو کیا اس مسئلے پر غور کرنا تھا۔عابدہ فردوس قیصرہ ناز سویڈن میں رہنے والی قیصرہ ناز یہاں تیرتھ رام بلڈنگ میں عابدہ فردوس بن کر

کہاں سے آگئی اور کیوں آگئی وہ صرف دو ماہ قبل یہاں آئی تھی اور عظمیٰ کا کہنا ہے کہ قیصرہ نے اس سے آنے کا وعدہ کیا تھا' تعین یہ کرنا ہے کہ کیا عابدہ فردوس اور قیصرہ ناز ایک ہی شخصیت کے دو روپ ہیں یا صرف قائم نائجیریا کا شہزادہ ہے۔ اس لاحول ولاقوۃ...... یہ نائجیریا کا شہزادہ یہاں کہاں سے آٹپکا امی کے الفاظ کے تاثرات ابھی تک ذہن سے دور نہیں ہوئے تھے میں نے کوشش کر کے ذہن صاف کیا اور بستر سے اٹھ کر میز پر آبیٹھی کاغذ اور قلم نکالا اور اپنے مخصوص انداز میں پوائنٹس لکھنے لگی ان کی ترتیب میں نے یوں کی تھی۔

نمبر ایک......... تیرتھ رام بلڈنگ میں ایک لڑکی قتل ہو گئی اس نے خود کو سکول ٹیچر بتایا تھا۔

نمبر دو......... سکول کے بارے میں کسی کو کچھ نہیں معلوم۔

نمبر تین......... فلیٹ میں موجود اشیاء سے اس کا کوئی سراغ نہیں ملتا کیوں.........؟

اس لئے کہ اس کی شخصیت صیغہ راز میں رہے۔ حالات' لباس اسے عسرت زدہ ظاہر کرتے ہیں فون نمبر......... بے مقصد نہیں تھا اگر وہ قیصرہ ناز نہیں تھی تو پھر وہ فون نمبر وہاں کیوں ملا؟ اس کا مطلب تھا کہ کل پانچ بجے گھر ضرور واپس آجانا ہے افوہ لعنت ہے اس دماغ پر اس وقت یہ کوئی فیصلہ نہ کرنے دے گا میں نے کاغذ پھاڑ کر پھینک دیا لیمپ بجھایا اور بستر پر دراز ہو گئی ویسے معاملہ انتہائی الجھا ہوا تھا اور معیاری نوعیت کا تھا پھر مجھے شہریار یاد آیا اور ہنسی آگئی بے چارے شاعر پر کیا افتاد پڑی تھی اگر اسے نائجیریا کے قائم کے بارے میں بتا دیا جاتا تو اس کی جو کیفیت ہوتی اس کا مجھے اندازہ تھا۔

O--------☆--------O

دوسرے دن صبح وقت سے پہلے نکل آئی صبح ہی صبح وہ تذکرہ نہیں سننا چاہتی تھی دفتر میں بہت کم لوگ آئے تھے میں اپنے کام میں مصروف ہو گئی دس بجے امی کا فون آگیا۔

"سب سمجھ رہی ہوں پانچ بجے سے پہلے گھر آجانا۔"

"آپ کو مجھ پر اعتماد نہیں ہے.........؟"

"میں چاہتی ہوں تم ان لوگوں سے مل لو فیصلہ تو بعد میں ہی کرنا ہے کم از کم اس حد تک تو پسند کرو گی کہ لوگ تمہارے کردار پر انگشت زنی نہ کریں تمہیں ہم سے باغی نہ سمجھیں۔"

"کمال کرتی ہیں امی ایسا کبھی ہو سکتا ہے۔" میں نے کہا۔

"بس یاد دہانی کے لئے فون کیا تھا۔"

"آپ مطمئن رہیں۔" میں نے کہا اور امی نے فون بند کر دیا سوچنا پڑا تھا والد صاحب مجھے جان چکے تھے امی گھریلو خاتون تھیں بیٹی کا نام کانچ کے نازک برتن کی حیثیت سے آج بھی ان کے ذہن میں تھا حالانکہ اب یہ برتن بہت مضبوط ہو چکے ہیں بہرحال ملنا تو تھا ان لوگوں سے دیکھنا یہ تھا کہ یہ قائم اور یہ نائجیریا پلٹ لوگ کیا چیز ہیں۔

ساڑھے گیارہ کا وقت میری زندگی سے کچھ گہرا تعلق رکھتا ہے عموماً ان اوقات میں کوئی خاص بات ضرور ہوتی ہے۔ آج ساڑھے گیارہ بجے میں نے عظمیٰ کو اچانک اپنے دفتر میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا اور میں کسی قدر حیران اور مسرور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ہیلو عظمیٰ صاحبہ......... اوہ......... ویری گڈ......... آپ کے آنے سے مجھے دلی خوشی ہوئی ہے کیسی ہیں آپ.........؟"

"بہترین......... یہ نہیں پوچھوں گی کہ مصروف تو نہ تھیں ظاہر ہے دفتر میں لوگ آرام کرنے نہیں آتے۔"

"اس کے باوجود میں فارغ ہوں کیونکہ تقریباً سارے کام نمٹا چکی ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرے بارے میں لوگ تو خیر کچھ کہنے کی جرات نہیں کر سکتے لیکن میں خود یہ ضرور کہتی ہوں کہ بڑی چیکو قسم کی عورت ہوں اور جس معاملے سے دلچسپی پیدا ہو جائے اس سے متعلق لوگوں کو عاجز کر دیتی ہوں' تم سے ملاقات کر کے تمہاری شخصیت پر غور کیا' خاصی پسند آئیں تم مجھے اور پھر اس کے ساتھ ساتھ جو معاملہ ہے وہ بھی اتنا دلچسپ ہے کہ میں رات کو تقریباً ایک بجے تک اس پر غور کرتی رہی' بہت زیادہ آگے بڑھ کر تو کچھ کرنے کی ہمت نہیں ہے مجھ میں لیکن تمہارے ذریعے یہ سب کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتی ہوں' یوں سمجھ لو کہ اس میں' میں تمہیں بہترین معاون کی حیثیت سے نظر آؤں گی۔"

"شکریہ عظمیٰ مجھے بھی آپ کی بے حد ضرورت ہے اور یقیناً میں آج کسی نہ کسی وقت آپ سے ضرور ملاقات کرتی" میں نے کہا۔

"میں بالکل فرصت سے رہتی ہوں کیونکہ منظور' جیسا کہ تمہارے علم میں ہے ملک سے باہر ہیں' بچوں وغیرہ کا بھی کوئی جھگڑا نہیں ہے بس چھوٹے موٹے گھریلو معاملات اور اس کے بعد فرصت ہی فرصت' بہت سی دوست ہیں' بس ان کے ساتھ پروگرام رہتے ہیں' تمہیں بھی اپنے دوستوں میں تصور کر بیٹھی ہوں........."

"شکریہ عظمیٰ۔"

"ویسے قیصرہ ناز کے بارے میں یہ ساری کہانی سن کر مجھے شدید حیرت ہوئی ہے' بات سمجھ میں ہی نہیں آرہی کہ قصہ کیا ہے' قیصرہ ناز کو یہاں آنا تھا اور اس نے یہ وعدہ بھی کیا تھا مجھ سے کہ سیدھی میرے پاس آئے گی' مجھے اپنے آنے کی اطلاع دے گی مگر پتہ نہیں کیا ہوا' کیا چکر ہے یہ' بات کچھ اور آگے بڑھی.........؟"

"یہاں آپ مجھے یہ بتایئے کہ منظور صاحب سے اس بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے آپ نے کچھ کیا.........؟"

"کر کے آئی ہوں......... میں تفصیل سے منظور سے اس بارے میں معلومات حاصل

کرنے کی ہدایت کر کے آئی ہوں او ت جلد ہمیں اس سلسلے میں تفصیلات معلوم ہو جائیں گی۔"

"گڈ' ویری گڈ' عظمیٰ صاحبہ آپ سے کچھ سوالات مجھے اس سلسلے میں کرنے ہیں.........؟"

"ضرور کرو بھئی' میرا خیال ہے ہماری کل کی گفتگو بھی تشنہ رہی تھی۔ ویسے میرے والد چونکہ ہائی بلڈ پریشر کے مریض ہیں اس لئے میں ان کے سامنے بہت زیادہ تجسس کا مظاہرہ نہیں کر سکی تھی لیکن مجھے جس قدر حیرت ہو سکتی تھی' تمہیں خود بھی اس کا اندازہ ہو گا۔"

"کیوں نہیں" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا.........

"حیران کن بات ہے' انتہائی حیران کن کہ قیصرہ ناز نے یہ الجھاوا کیوں اختیار کیا.........؟"

"اس سلسلے میں آپ مجھے یہ بتایئے کہ سوئیڈن میں آپ کی ملاقات کیسے ہوئی تھی؟"

"شاید میں نے بتایا تھا کہ قیصرہ ناز' سوئیڈن میں ہمارے بالکل پڑوس میں تھی اور چونکہ ہم زبان تھی اس لئے پہلے تعارف ہوا اور اس کے بعد تعلقات بڑھ گئے۔ دیار غیر میں اور وہ بھی ہم زبان لوگ مل جائیں اور پھر عورتیں ہوں تو یوں سمجھ لو کہ مشکل کا کوئی سوال ہی نہیں۔"

"آپ لوگوں کے درمیان ذاتی گفتگو بھی ہوتی ہو گی.........؟"

"بس اس حد تک جس حد تک باسلیقہ لوگ ایک دوسرے کے بارے میں کر سکتے ہیں۔"

"مثلاً' میں خصوصاً آپ سے ایک سوال کر رہی ہوں' کیا کبھی آپ نے قیصرہ ناز سے یہ پوچھا کہ یہاں اپنے وطن میں اس کے عزیز واقارب ہیں اور اگر ہیں تو کہاں ہیں' والدہ کے عزیز' والد کے عزیز' کسی نہ کسی سے تو رابطہ رہا ہو گا.........؟"

"ہاں چونکہ یہ ایک جنرل سوال تھا اس لئے میں نے اس سے کیا تھا جواب میں اس نے کہا کہ چونکہ بچپن میں اسے سوئیڈن لے آیا گیا تھا اور ماں کی موت کے بعد اس کے والد ہی نے اس کی پرورش کی تھی چنانچہ یہاں سے بالکل ہی رابطہ ٹوٹا رہا اگر بہت ہی قریبی عزیز ہوتے تو یقیناً آنا جانا بھی رہتا کوئی سوئیڈن آتا' ان لوگوں کا یہاں آنا ہوتا......... لیکن ایسی کوئی بھی بات نہیں ہوئی' جس کا مطلب یہی تھا کہ اس کا کوئی بھی قریبی عزیز یہاں نہیں ہے۔"

"ہوں' ویسے سوئیڈن میں اپنے والد کی موت کے بعد وہ پریشان تو نہ تھی؟" میں نے سوال کیا اور عظمیٰ کسی سوچ میں ڈوب گئی۔

"پریشان ہونے کا کوئی اظہار تو نہیں ہوتا تھا اس کے انداز سے کیونکہ وہ بچپن ہی سے وہاں رہتی تھی اور اس ماحول کی پوری طرح سے عادی تھی۔"

"ایک بات اور محترمہ عظمیٰ' کیا وہ بہترین اردو بولتی تھی میرا مطلب ہے بامحاورہ اور مقامی لوگوں کی مانند.........؟"

ہاں۔ اس سلسلے میں بھی اس سے بات ہوئی تھی' وہ بامحاورہ اردو بولتی تھی اور کہیں بھی

اس کے انداز میں اردو سے ناواقفیت نہیں پائی جاتی تھی۔"

"ہوں' پھر آپ کا کیا خیال ہے عظمیٰ صاحبہ' یہاں وہ اس انداز میں آکر کیوں رہی' یہ پراسرار کہانی کیا حیثیت رکھتی ہے.........؟"

"کہانی بے شک انتہائی پراسرار ہے اور جو کچھ اس کے بارے میں معلومات حاصل ہوئی ہیں' وہ بلاشبہ عبرتناک ہیں۔ ویسے آج کے اخبار میں اس کی تصویر شائع ہوئی ہے اور اس کے لواحقین سے درخواست کی گئی ہے کہ لاش کے حصول کے لئے وہ پولیس سے رجوع کریں۔"

"جی ہاں۔"

اس کا کوئی نتیجہ نکلا؟ عظمیٰ نے سوال کیا۔

"ابھی کہاں۔ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا' اور پھر اگر کچھ مسئلہ ہوا بھی ہوگا تو پولیس کے علم میں ہوگا' میں نے ابھی اس سلسلے میں معلومات حاصل نہیں کیں۔"

عظمیٰ نے مسکرا کر مجھے دیکھا اور بولی۔ "ویسے لبنیٰ پوچھ سکتی ہوں کہ تم براہ راست ان معاملات میں اتنی دلچسپی کیوں لے رہی ہو؟"

"آپ اسے میرا شوق سمجھ لیں عظمیٰ' میری ضرورت سمجھ لیں ظاہر ہے اخبار کا پیٹ بھرنا ہوتا ہے۔"

"ویسے تمہارا آفس بہت شاندار ہے' تم سے مل کر مجھے واقعی خوشی ہوئی ہے۔ کل ہی مجھے اندازہ ہوگیا تھا کہ تم بڑی شارپ قسم کی لڑکی ہو۔"

"شکریہ۔"

"تو پھر میں تمہیں بہت جلد منظور کی طرف سے ملنے والی اطلاع سے آگاہ کروں گی۔"

"ہاں یہ بہت ضروری ہے" میں نے کہا۔ عظمیٰ کی تھوڑی بہت خاطرمدارت کی میں نے۔ اور اس کے بعد وہ چلی گئی۔ میں ابھی تک ذہنی طور پر الجھنوں کا شکار تھی اور یہ سوچ رہی تھی کہ کیا عظمیٰ سے مجھے کچھ اور سوالات کرنے چاہئیں میری اس وقت عجیب کیفیت تھی' مجھے حیرت تھی کہ اسی کی چھوٹی سی بات میرے ذہن پر اس قدر اثرانداز کیوں ہوئی ہے۔ رہ رہ کر وہی خیال آجاتا تھا' پانچ بجے گھر پہنچنے کا وعدہ بھی یاد آجاتا تھا اور میں سوچنے لگتی تھی کہ اس مسئلے کو کس طرح ہینڈل کروں گی۔ شہریار کے فون کا انتظار تھا جو ایک بجے موصول ہوا۔

"کھانا تو نہیں کھایا ہوگا۔" اس نے کہا۔

"نہیں ویسے صبح کو ناشتہ کیا تھا۔"

"آفس آجاؤ۔ میں نے گل بدر کو فون کر کے کھانے کے لئے کہہ دیا ہے۔"

"او کے!" میں نے کہا اور پھر اخبار کے دفتر سے نکل آئی۔ شہریار پہنچ گیا تھا گل بدر ابھی نہیں آیا تھا۔

"جلال آباد جا رہا ہوں۔" شہریار نے کہا۔

"خیریت' کیوں۔"

"شاہ صاحب ایک پارٹی تفتیش کے لئے بھیج رہے ہیں مجھے انچارج بنایا گیا ہے۔"

"کیا قصہ ہے۔"

"بس ایک بہت بڑے آدمی کا معاملہ ہے تم نے تو مجھے ایک ذہین آفیسر بنا ہی دیا ہے میں کیا کر سکتا ہوں۔"

"تم ایک ذہین افسر ہو شہریار۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور شہریار غصیلی نظروں سے مجھے دیکھنے لگا پھر بولا۔ "سناؤ۔ عابدہ فردوس کو ملکہ الزبتھ نے قتل کیا ہے یا چوچن پاؤ نے کچھ سراغ ملا۔"

"مل جائے گا ویسے تمہارے یہ الفاظ مجھے بُرے لگے ہیں کسی نے تو یہ کیا ہی ہے اور وہ بہرحال انسان تھی۔"

"پتہ نہیں کیا ہے' یہ قاتل اگر سادگی سے کام کر لیا کریں تو کوئی حرج ہے' بلاوجہ پولیس کو پریشان کرتے ہیں اب دیکھو جلال آباد میں نجانے کن مشکلات سے گزرنا پڑے۔"

"قصہ کیا ہے۔" میں نے پوچھا اور شہریار' مجھے اس کیس کی تفصیل بتانے لگا۔ پھر گل بدر کھانا لے آیا تھا' کھانے کے دوران میں شہریار سے اس سلسلے میں گفتگو کرتی رہی اور اسے اس کی بتائی ہوئی تفصیلات کے مطابق کچھ نکتے بتاتی رہی' شہریار انہیں بہت غور سے سن رہا تھا پھر اس نے کہا۔ "کوئی ایسی ترکیب نہیں ہو سکتی کہ تم بھی جلال آباد نکل چلو۔ اخبار کی طرف سے کوئی کام نکال لو۔"

"نہیں شہریار تم جاؤ' میں یہاں عابدہ فردوس کے مسئلے میں مصروف رہوں گی اور تمہیں بھی پورے اعتماد سے کام کرنا چاہئے۔ اب ہر جگہ میرا سہارا مت تلاش کیا کرو۔"

"دیکھو زبان بندی ضرور کر رکھی ہے۔ لیکن اسے ظلم کی حد میں نہیں داخل ہونا چاہئے۔"

"مطلب۔"

"تمہارا سہارا' جانتی ہو مجھے کب تک کے لئے درکار ہے۔" شہریار نے کہا۔

"جذباتی ہو گئے' بے وقوف ہو' ہر چیز کے لئے ایک ماحول درکار ہوتا ہے' تم جلدی جلدی اپنا سفر طے کرو' بعد میں ان ہنگاموں سے بھی نمٹ لیں گے۔" میں نے کہا اور شہریار پانی پینے لگا۔ پھر بولا۔ دو تین دن لگ جائیں گے واپسی میں۔"

"تو کیا حرج ہے۔"

"وہ بس چھوڑو خوامخواہ" اس نے جھنجلائے ہوئے انداز میں کہا اور میں ہنس پڑی' جانتی تھی کہ کیا کہنا چاہتا ہے' پھر میں نے پوچھا۔ "کب جا رہے ہو؟"

"چار بجے۔"

"گڈ ویری گڈ۔"

"یعنی تمہیں میرے جانے سے خوشی ہو رہی ہے۔"

"ہاں اور مزید خوشی اس وقت ہو گی جب تم جلال آباد میں اپنے جھنڈے گاڑ کر آؤ گے۔" میں نے کہا۔

"چڑھاؤ' چڑھاؤ' خوب چڑھاؤ' قربانی سے پہلے بکرے کو بھی خوب سجایا جاتا ہے۔" میں ہنستی رہی' ساڑھے تین بجے تک شہریار میرے ساتھ ہی رہا تھا۔ پھر گھڑی دیکھ کر اٹھ گیا تھا۔

"ارے باپ ابھی گھر بھی جانا ہے اور پھر تیاریاں کرکے ہیڈکوارٹر پہنچنا ہے۔ اچھا تمہارا کیا پروگرام ہے۔"

"تم جاؤ بس' واپسی پر ملاقات ہو گی" میں نے کہا اور شہریار خداحافظ کہہ کر چلا گیا۔ میں تشویش زدہ نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی تھی' شہریار کی ذہانت میں کوئی کلام نہیں تھا' لیکن بس' پولیس کی نوکری اس کے مزاج سے مختلف تھی' بہرحال آہستہ آہستہ عادی ہوتا جا رہا تھا۔

ساڑھے چار بجے مجھ پر پھر ہول سوار ہونے لگا۔ گھر جانے کا خیال آگیا تھا اور اس کے بعد میں بھی وہاں سے اٹھ گئی۔ تقریباً پونے پانچ بجے گھر پہنچ گئی تھی اور گھر میں شاید میرا انتظار کیا جا رہا تھا محترمہ والدہ صاحبہ نے دور ہی سے مجھے دیکھ لیا اور ان کے چہرے پر خوشی اور اطمینان کے آثار پھیل گئے پھر میں نے سائرہ کو پکڑا میرا مخبر کام کرتا رہا تھا۔ سائرہ نے کہا۔ "کوئی خاص بات نہیں' ان لوگوں کے لئے زبردست اہتمام کیا گیا ہے۔"

"ڈیڈی اور امی کے درمیان کوئی خاص گفتگو تو نہیں ہوئی۔"

"ہوئی تھی۔" سائرہ نے جواب دیا۔

"کیا۔"

"میرا خیال ہے خان صاحب تمہارے حق میں ہیں۔ انہوں نے صرف ایک ہی جملہ کہا تھا' نکالو پانچ سو روپے۔"

"کیا بکواس کر رہی ہو۔" میں نے سائرہ کو گھورتے ہوئے کہا۔

"جملہ ہزار روپے کا نہ ہو تو پانچ سو روپے مت دینا۔"

"سائرہ۔" میں نے آنکھیں نکالیں۔

"ارے واہ اپنا حق مانگ رہی ہوں' محنت کی ہے' کوئی دروازے سے کان لگائے دیکھ لیتا تو جانتی ہو کیا ہوتا۔"

دے دوں گی۔ مروت' کیا جملہ تھا ڈیڈی کا۔" میں نے جھنجلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کہنے لگے کہ اگر لبنیٰ خوشی سے اس رشتے" کو قبول کر لیتی ہے تو مجھے اعتراض نہیں ہو گا' ورنہ اسے مجبور کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں سائرہ کو دیکھتی رہی' اس نے ہاتھ پھیلا دیا تھا۔

"دے دوں گی ابھی نہیں ہیں میرے پاس۔" میں نے کہا۔

"سوچ لو' سوچ لو۔"

"بس بکواس مت کروا ور یہاں سے دفع ہو جاؤ۔" سائرہ مجھے غصے سے گھورتی ہوئی باہر نکل گئی تھی۔ اس کے بعد پھر وہی احمقانہ حرکتیں جاری ہو گئیں' میرے لئے لباس منتخب کیا گیا' جس میں امی صاحبہ کی بھی پسند شامل تھی اور میں نے بھی سوچ لیا کہ انہیں پریشان نہیں کروں گی' بعد میں ذرا خوش سلیقگی کے ساتھ حالات سنبھال لئے جائیں گے۔

پھر شام کو چھ بجے مہمان آگئے' چار افراد تھے' ایک صاحب مقامی تھے' باقی تین نائیجیریا سے آنے والے تھے۔ ان میں ایک خوبصورت اور دراز قامت نوجوان کو دیکھ کر مجھے شدید حیرت ہوئی کہ وہ انہی ماں باپ کا بیٹا ہے جو کھا کھا کر نجانے کیا سے کیا ہو چکے تھے۔ خاص طور پر بزرگ تو بالکل ہی نائیجیریا کے باشندے نظر آرہے تھے' جبکہ محترمہ قدرے بہتر حالت میں تھیں' لیکن وہ بھی کئی منزلہ تھیں۔

مہمان کا پرجوش استقبال کیا گیا' ویسے میں نے کبھی اپنی ان دور کی خالہ کی تصویر تک نہیں دیکھی تھی' یوں بھی ملک سے باہر رہنے کی وجہ سے خاندان سے تقریباً ناواقفیت ہی تھی' بہرحال ہم نے بڑے اچھے انداز میں ان کا استقبال کیا' مجھ سے ملاقات کرائی گئی' گھر کے دوسرے افراد بھی تھے اور اس کے بعد باتیں شروع ہو گئیں۔ وہ صاحبزادے جن کا نام' یقینی طور پر قائم تھا' شکل و صورت سے تو بڑے سلجھے ہوئے نظر آتے تھے مجھ سے بھی انہوں نے بے تکان اور بغیر کسی جھجک کے گفتگو کی۔ کہنے لگے۔

"آپ کے بارے میں تو بڑی کہانیاں سنی گئی ہیں مس لبنیٰ۔"

"جی ہاں کہانیوں کے کردار تو بہرطور کہیں نہ کہیں سے سامنے آتے ہی ہیں۔"

"آپ اخبار میں ملازمت کرتی ہیں۔"

"جی۔"

"اپنا اخبار کیوں نہیں نکالا آپ نے؟"

"بس مجھے ملازمت کرکے خوشی ہوتی ہے۔"

"ہاں شوق ہے' خیر آپ سے مل کر واقعی خوشی ہوئی۔" "بحالت مجبوری" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ارے نہیں نہیں ایسی کیا بات ہے اور پھر سچی بات یہ ہے کہ عزیز تو باعث محبت ہوتے ہی ہیں' ویسے آپ سے ہماری ملاقاتیں ہوتی رہیں گی کم از کم یہاں کے ماحول ہی سے واقفیت ہو گی۔"

"جی ہاں......... جی ہاں........." قائم مجھے خاصا سلجھا ہوا نوجوان نظر آیا تھا' میں نے اسے اپنے دفتر کے بارے میں تفصیلی طور پر بتایا اور اوقات کار کے بارے میں بھی۔ غرض یہ نشست خاصی اچھی رہی تھی' ویسے نائیجیرین حضرات مجھ سے کافی متاثر نظر آرہے تھے۔ میں بھی نہایت

بے تکلفی سے ان سے باتیں کرتی رہی تھی۔ بالآخر ساڑھے سات بجے کے قریب یہ لوگ روانہ ہوئے' والدہ صاحبہ کی فرمائش پوری ہو گئی تھی' لیکن بعد کا کچھ پروگرام بھی انہوں نے ترتیب دیا تھا۔ چنانچہ ساڑھے نو بجے کے قریب وہ میرے کمرے میں گھس آئیں اور کہنے لگیں۔"

"قائم کیسا لڑکا ہے لبنیٰ۔"

"بہت اچھا امی' بہت اچھا۔ خصوصاً یہ سوچ کر کہ وہ میرا کزن ہے' مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے' صاف ستھری طبیعت کا مالک ہے۔"

"تمہیں پسند ہے۔"

"جی نہیں" میں نے جواب دیا اور امی کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"مطلب۔"

"اب وہی ساری فرسودہ باتیں ہوں گی' آپ مجھے عزت و آبرو کا حوالہ دیں گی اور میں آپ سے بغاوت کروں گی' بے کار باتیں کر رہی ہیں میرا نکتہ نگاہ مختلف ہے' یوں سمجھ لیجئے کہ ابھی میرا شادی کرنے کا ارادہ نہیں ہے........ زندگی کا ایک سیٹ اپ بنایا ہے میں نے اس کے لئے ڈیڈی سے اجازت لی ہے اس کی تکمیل کر لوں پھر خود کو آپ لوگوں کے حوالے کر دوں گی۔"

"انہیں بھی جلدی نہیں ہے' یہ ہم نے ان سے کہہ دیا تھا۔"

"تو پھر آپ کو میری رائے معلوم کرنے کی جلدی کیوں ہے؟"

"توبہ حرفوں کی بنی ہوئی ہو تم........ میں نے پوچھا تھا وہ تمہیں کیسا لگا؟"

"دیکھنے میں تو اچھا ہے اندر سے سڑا نکلے تو کہہ نہیں سکتی۔" میں نے جلے کٹے لہجے میں کہا۔

"سب ہوش درست ہو جائیں گے بی بی........ دنیا اتنی آسان نہیں ہے جتنی تم نے سمجھ لی ہے۔ لڑکیوں کے لئے بڑے مسائل ہیں اس ملک میں شہزادیاں اور نواب زادیاں چکر میں پھنس جاتی ہیں تم کیا چیز ہو۔"

"ناراض ہو گئیں امی۔" میں نے محبت سے کہا۔

"تم باتیں ہی ایسی کر رہی ہو۔ اپنے لوگ ہیں اندر اور باہر سے یکساں نقلی چہرے تو بہت نظر آتے ہیں انسان دھوکہ کھا جاتا ہے اور پھر مشکلات کا آغاز ہو جاتا ہے لڑکا خوش شکل ہے صاحب حیثیت ہے اور پھر اپنا ہے اس لئے زور دے رہی ہوں پھر وہ ہماری ساری باتیں مان رہے ہیں۔"

"میرا فیصلہ بھی سنیں گی آپ........" اس نے کہا۔

"باہر تشریف لانا پسند کریں گی آپ........" دروازے سے ڈیڈی کی آواز سنائی دی اور امی اچھل پڑیں۔ غضنفر حسین خان صاحب نے امی کو مخاطب کیا تھا۔

"جی کیا بات ہے۔"

"کیوں اسے پریشان کر رہی ہو۔"

"نہیں........ میں کیا کہہ رہی تھی۔" امی نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اوہو اچھا میں سمجھا کچھ کہہ رہی ہیں لبنیٰ بیٹے میں نے تمہیں تمہاری پسند کی زندگی دینے کا فیصلہ کیا ہے جب میں نے تمہیں ایک اہم مسئلے میں اختیار دیدیا اور تم نے ثابت کر دیا کہ تمہارا موقف درست تھا تو اس دوسرے اہم مسئلے کا اختیار بھی تمہیں حاصل ہے۔ اپنی امی کی معصومیت سے بددل نہ ہونا بس ان کے دل میں ایک ماں کے ارمان ہیں اور تمہارے نام سے منسوب ہر نوجوان ان کی آنکھوں کا تارا ہو سکتا ہے۔ تم اپنا کام جاری رکھو اگر تمہارا فیصلہ قائم کے حق میں ہوا تو ہم خوشی سے اسے قبول کر لیں گے۔ نہ ہوا تو کوئی زبردستی نہیں ہو گی ہمارے ساتھ آیئے۔" آخری جملے ڈیڈی نے امی سے کہے تھے اور وہ بادل ناخواستہ ابو کے ساتھ باہر نکل گئی تھیں بڑے اطمینان بخش الفاظ تھے اور مجھے بہت ڈھارس ہوئی تھی ان سے۔ خان صاحب کا سہارا بہت مضبوط تھا اور انہیں اپنے حلقے سے میرے بارے میں جو سننے کو ملا تھا اس نے ان کا مزاج بدلا تھا۔ تاہم زندگی صرف ایک سیدھی لکیر نہیں ہوتی اس میں ایسے پیچ و خم ضرور ہوتے ہیں۔

شہریار جلال آباد چلا گیا تھا۔ ایک عجیب سی بے کیفی طاری رہی دوسرے دن کوئی اور کام بھی نہیں کیا۔ عابدہ فردوس کا مسئلہ ابھی کھٹائی میں تھا۔ تیرتھ رام بلڈنگ جانا بیکار تھا جو کچھ وہاں سے حاصل ہونا تھا ہو چکا تھا مزید کوئی توقع نہیں تھی۔ عظمیٰ کی طرف سے بھی کوئی عمل نہیں ہوا اسی طرح تیسرا دن بھی گزر گیا۔ پھر اخبار ہی سے اطلاع ملی کہ عابدہ فردوس کی لاوارث لاش کی تدفین کر دی گئی اس کا کوئی دعویدار نہیں آیا تھا۔ شاہ صاحب کی طرف سے بھی کوئی فون موصول نہیں ہوا تھا ظاہر ہے عابدہ جس سطح کی لڑکی تھی اس کے لئے کون کدوکاوش کرتا۔ البتہ میرے پاس اس مسئلے کو نیا رنگ دینے کے لئے کافی مصالحہ تھا مگر میں نے ابھی خاموشی اختیار کر رکھی تھی۔ گھر میں بھی کوئی نیا چکر نہیں چلا تھا۔ بس شہریار کے جلال آباد سے آتے ہی ایک دم سے ہنگامی حالات شروع ہو گئے۔

○---------☆---------○

"صبح دفتر میں داخل ہوئی تو وہ وہاں موجود تھا۔" "کتنے افسوس کی بات ہے کہ میری رسائی تمہارے گھر تک نہیں ہے؟" اس نے کہا۔

"کب پہنچے........؟"

"ساڑھے سات بجے۔"

"صبح........؟"

"تو کیا رات کو........؟" اس نے کہا۔

"کام ہو گیا.........؟"

"ہاں........."

"اطمینان بخش.........؟"

"بالکل گرفتاریاں کر کے لائے ہیں۔"

"مبارکباد قبول کرو........."

"چائے پلاؤ گی......... اس کے بعد جانا ہے شاہ صاحب کو رپورٹ دینی ہے۔ دوپہر کو دفتر میں کھانے کے ساتھ تیار رہنا۔" میں نے اس کے لئے چائے منگوائی۔ اس کے بعد وہ چلا گیا اور میں اس کے بارے میں سوچ سوچ کر مسکراتی رہی ساڑھے دس بجے عظمٰی کا فون موصول ہوا میں نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا اور اس کی آواز فوراً پہچان گئی۔

"مجھے مس لبنٰی سے بات کرنی ہے۔" عظمٰی نے کہا۔

"جی لبنٰی میں ہی بول رہی ہوں........."

"اوہو لبنٰی تمہارے پاس آنا چاہتی تھی لیکن پھر سوچا کہ تم بھی کیا سوچو گی' منظور کی طرف سے جواب مل گیا۔"

"میں خود آجاؤں عظمٰی اگر آپ کہیں تو.........؟"

"آجاؤ بڑی خوشی سے میں انتظار کر رہی ہوں........." عظمٰی نے جوابدیا اور میں نے اس سے کہا کہ تھوڑی دیر میں پہنچ رہی ہوں۔ بس اس کے بعد میں دفتر سے باہر نکل آئی تھی۔ دفتری کام ختم کر لئے تھے اور کوئی خاص مصروفیت نہیں تھی۔ کچھ دیر کے بعد عظمٰی کے گھر پہنچ گئی۔ ناصر سعیدی صاحب نے میرا استقبال کیا تھا اور رسمی گفتگو کرتے رہے تھے پھر وہ مجھے ساتھ لئے ہوئے عظمٰی کے کمرے میں آگئے جو میرا انتظار کر رہی تھی ناصر سعیدی صاحب خود بھی بیٹھ گئے اور بولے.........

"بھئی میں تم دونوں کو تھوڑی دیر کے بعد تنہا چھوڑ دوں گا دراصل وہ مسئلہ میرے لئے بھی باعث دلچسپی ہے ویسے تمہارا شکریہ بیٹی کہ تم نے ہمیں کسی الجھن میں نہیں پڑنے دیا۔"

"میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا انکل اور آپ اطمینان رکھیں بھلا آپ کا ان معاملات سے کیا تعلق.........؟"

"منظور کی طرف سے جواب مل گیا ہے' عظمٰی تمہیں بتائیں گی۔" ناصر سعیدی صاحب نے کہا اور عظمٰی کہنے لگی۔

"میں نے منظور کو کافی تفصیل سے لکھا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ وہ ذرا مفصل معلومات حاصل کر کے بتائے' منظور نے کہا کہ قیصرہ ناز تقریباً دو ماہ پہلے وہاں سے چل پڑی ہے اور اس کے بعد اس کے بارے میں کچھ علم نہیں ہے۔ معلومات یہ ہوئی ہیں کہ وہ اسی ملک کے لئے چلی تھی مزید تفصیلات یہ ہیں کہ قیصرہ ناز کے والد کا نام نسیم احمد خان تھا اور نسیم احمد خان صاحب

وہاں ایک بڑی کمپنی کے شیئرز ہولڈر تھے اچھے خاصے دولت مند انسان تھے قیصرہ ناز کے بارے میں بالکل پتہ نہیں چل سکا کہ یہ دو ماہ اس نے کہاں گزارے۔ بس یہی تفصیلات موصول ہوئی ہیں........."

"ہوں........." میں نے پرخیال انداز میں گردن ہلائی عظمٰی کہنے لگی۔

"اب تو اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں رہ گیا ہے کہ مقتولہ قیصرہ ناز ہی تھی۔ لیکن کیا یہ حیرت ناک بات نہیں ہے ڈیئر لبنٰی کہ اس نے وہاں سے یہاں آکر ایک ایسی عجیب سی جگہ رہائش اختیار کی۔ اپنا نام بھی تبدیل کر لیا اور ایک سکول ٹیچر کی حیثیت سے وقت گزارتی رہی۔ آخر کیوں' حالانکہ اس لڑکی کے انداز سے کبھی یہ شبہ نہیں ہو سکا تھا مجھے کہ اس کی زندگی میں کوئی ایسا معاملہ بھی ہے جس کی بناء پر اسے اس المیے سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اب تو مجھے تعجب ہو رہا ہے میں نے اپنی اور اس کی ملاقات کے وہ سارے لمحات یاد کئے تھے وہ ایک خوش و خرم لڑکی تھی جسے زندگی میں کسی دکھ کا احساس نہیں تھا سوائے اپنے والد کی موت کے اور وہ یہ کہتی تھی کہ ان کی موت کے بعد وہ ایک عجیب سا خلاء محسوس کرنے لگی ہے اور زندگی کے بارے میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گئی ہے کہ وہ آگے چل کر کیا ہو گی۔ تمہیں اس سے کوئی فائدہ حاصل ہو سکتا ہے لبنٰی........."

"کیا کہہ سکتی ہوں عظمٰی یہ بات بہرطور معلوم ہونا چاہئے کہ قیصرہ نے یہ طریقہ کار کیوں اختیار کیا۔ کون اس کی زندگی سے متعلق تھا اور اس کے قاتل کون ہو سکتے ہیں؟"

"لبنٰی اگر کچھ تفصیلات معلوم ہو جائیں تو مجھے ان سے ضرور آگاہ کرنا' بہرطور میرا اس کا ایک اچھا ساتھ رہا ہے اور حقیقتاً میں اس کے لئے غم زدہ ہوں' ویسے بڑی پراسرار کیفیت ہے کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔"

"ہاں اس میں کیا شک ہے۔" میں نے اعتراف کیا۔

"عظمٰی کے پاس اس سے زیادہ رکنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ پھر بھی چائے وغیرہ میں نے اس کے ساتھ پی اور اس کے بعد گھڑی میں وقت دیکھ کر اٹھ گئی۔ اب سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کروں' دفتر جانا بے کار تھا۔ ویسے ابھی ایک بجنے میں خاصا وقت تھا لیکن وقت کے علاوہ میرا مطلب ہے وہاں جہاں ہم نے اپنا ٹھکانہ بنایا تھا اور کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جہاں جاؤں۔ چنانچہ وہیں کا رخ کیا اور کچھ دیر کے بعد وہاں پہنچ گئی' گل بدر سے گپیں لگاتی رہی اور شہریار کا انتظار کرتی رہی۔ گل بدر کو میں نے مقررہ وقت پر کھانے کی تفصیل بنا کر کھانا لینے کے لئے بھیج دیا اور اس کے جانے کے بعد پھر انہی واقعات پر غور کرنے لگی۔ قیصرہ ناز واقعی ایک پراسرار کردار تھا۔ ابھی تک میں نے شہریار کو اس سلسلے میں کوئی تفصیل نہیں بتائی تھی۔ قیصرہ ناز نے آخر یہ انداز کیوں اختیار کیا اور پھر وہ ان لوگوں کا ٹیلیفون نمبر دے کر دنیا سے چلی گئی حالانکہ اس نمبر کے بارے میں بھی یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ کسی خاص مقصد کے تحت وہاں لکھا گیا تھا۔ ایک ایسی

زندگی سے تعلق رکھنے والی لڑکی جس میں کوئی الجھن کوئی پریشان نہیں تھی اس طرح کسمپرسی کے عالم میں وقت گزارے اس کے پس پردہ کیا ہے حقیقتاً ابھی تک کوئی اہم کام نہیں ہو سکا تھا اور یہ شاید پہلا ایسا کیس تھا جس میں چاروں طرف تاریکی ہی تاریکی تھی۔

گل بدر کھانا لے کر آگیا شہریار ابھی تک نہیں پہنچا تھا پھر ایک بجکر بیس منٹ پر وہ آیا اور مجھ سے معذرت کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"دراصل بہت سے ایسے معاملات تھے جن کی وجہ سے.........."

"ٹھیک ہے کوئی حرج نہیں ہے آؤ کھانا کھائیں۔" میں نے کہا اور ہم دونوں کھانے میں مصروف ہو گئے۔ کھانے کے دوران شہریار اپنے جلال آباد والے کیس کی تفصیلات بتاتا رہا اور میں حیرانی سے اس کی صورت دیکھتی رہی پھر میں نے کہا۔ "اب تو مجھے کچھ اور ہی سوچنے پر مجبور ہونا پڑا ہے شہریار........"

"کیا........؟" اس نے کھانا کھاتے ہوئے رک کر کہا۔

"وہ یہ کہ یہاں تم صرف میرا سہارا لیتے ہو اور خود ہاتھ پاؤں چھوڑ کر بیٹھ جاتے ہو۔ جلال آباد میں جو کچھ تم نے کیا ہے وہ تو قابل فخر ہے۔"

"ایسی باتیں مت کرو خوامخواہ خوف محسوس ہوتا ہے ظاہر ہے یہاں تم پہلے سے الجھے معاملوں کو مزید الجھاتی چلی جاتی ہو اور اپنی کھوپڑی آؤٹ ہو جاتی ہے وہاں یہ خوف تھا کہ کہیں ناکامی کا سامنا نہ کرنا پڑے تاکہ بعد میں حتمی طور پر کہہ دیا جائے کہ ہم محترمہ لبنیٰ کے شانے کا سہارا لے کر ایک ایک قدم آگے بڑھاتے ہیں۔ اس لئے بس ذرا زیادہ محنت کر ڈالی۔"

"یہاں بھی محنت کیا کرو میں تمہیں کب تک اپنے شانے کا سہارا دوں گی........؟"

"کیوں........؟" شہریار نے شرارت آمیز لہجے میں کہا........

"بس اتر آئے فضول باتوں پر........"

"خدا کی قسم کوئی ان فضول باتوں کے لئے اجازت دیدے تو زندگی بھران کے علاوہ اور کچھ نہ کروں۔" یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ بیل بجنے کی آواز سنائی دی۔ گل بدر فوراً ہی باہر چلا گیا تھا ہمیں تعجب ہوا کہ یہاں کون آگیا' کچھ لمحات کے بعد گل بدر نے آکر کہا........

"دو افراد آپ سے ملنے آئے ہیں ان میں سے ایک بیرسٹر فیاض الدین صاحب ہیں اور دوسرے ڈاکٹر تانیا۔"

"ارے" ہم دونوں اچھل پڑے تھے ان دونوں کی آمد ہمارے لئے نہایت حیران کن تھی بہرحال ہم ملاقاتی کمرے کی طرف چل پڑے ڈاکٹر تانیا اور فیاض الدین صاحب نے بڑے پرتپاک انداز میں شہریار سے مصافحہ کیا اور ڈاکٹر تانیا بولا۔ امریکہ میں ایسے کردار ملتے ہیں جو منفرد انداز میں قانون کے مددگار اور بعض جگہ پرائیویٹ طریقے سے عام لوگوں کو قانونی امداد فراہم کرتے ہیں میں جب امریکہ میں تھا تو میری دوستی ایک پرائیویٹ جاسوس سے ہو گئی تھی مگر وہ

ایک بالکل مختلف شخصیت تھی جبکہ فیاض الدین احمد نے مجھے تم لوگوں کے بارے میں جو کچھ بتایا ہے وہ بے حد دلچسپ اور اہم نوعیت کا حامل ہے اور سچ مچ بڑی ڈرامائی کیفیت رکھتا ہے ایک ایسے دولت مند شخص کی بیٹی جو بہترین سماجی اور معاشرتی حیثیت رکھتا ہے وہ چاہے تو ایسے ہی اخبار نکال کر اپنی بیٹی کو پیش کر سکتا ہے جس میں سے ایک میں وہ عام سی نوکری کرتی ہے اس کا شوق پیچیدہ ترین جرائم کا سراغ لگا کر ان کا خاتمہ کرنا اور مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانا ہے اس کا مددگار ایک بہترین ذہانت کا حامل پولیس آفیسر ہے جو اس کا قانونی معاون اور ہر ٹیکنیکل ونگ ہے اور ان دونوں نے مل کر جرائم کی دنیا میں تہلکہ مچا دیا ہے اور مجرموں کو پریشانیوں میں مبتلا کر دیا ہے۔"

"اور میری بیٹی لبنیٰ سوچ رہی ہو گی کہ بعض نیکیاں کس قدر تکلیف دہ ہوتی ہیں' جیسے اس نے میرے ساتھ نیکی کی اور مجھے مشکل سے نکالا مگر میں اس کے لئے مسلسل عذاب بن گیا ہوں۔" فیاض الدین خان نے کہا۔

"کیسی باتیں کر رہے ہیں انکل........ کوئی اپنے بزرگوں سے منحرف ہو سکتا ہے۔" میں نے کہا۔

"بہت دعائیں دیتا ہوں تمہیں بیٹی' تمہارے بارے میں کسی کو کچھ بتاتے ہوئے سینہ فخر سے پھول جاتا ہے تانیا کے بارے میں تم جانتی ہو کہ میرے ان سے کیسے تعلقات ہیں انہوں نے مجھے فون کر کے بلایا اور تمہارے بارے میں پوچھا........ یہ تم سے ملنا چاہتے تھے۔ میں نے عرشی سے بات کی اس طرح ہمیں تمہارا یہ پتہ معلوم ہو سکا۔"

بڑی خوشی ہوئی ہے مجھے آپ کے آنے سے........ کوئی خدمت ہے تو ضرور بتایئے مجھے۔"

"کہو ڈاکٹر کیا کہنا ہے........" بیرسٹر صاحب نے کہا۔

"ایک پراسرار کہانی لایا ہوں میں تمہارے لئے۔ یقیناً تمہیں پسند آئے گی۔

دو ماہ پہلے کی بات ہے ایک صاحب میرے پاس ایک دماغی مریضہ کو لے کر آئے نام ہے ان کا شعیب فاروقی ہومیو پیتھک میڈیسن ڈیل کرتے ہیں مناسب حیثیت کے مالک ہیں انہوں نے مجھ سے درخواست کی کہ اس لڑکی کا دماغی جائزہ لیا جائے۔ انہوں نے کلینک کے تمام ضوابط پورے کئے اور میں نے لڑکی کا مکمل دیانتداری سے تجزیہ کیا۔ وہ کیس میرے لئے ذرا پریشان کن تھا۔ لڑکی ذہنی طور پر غیرمتوازن تھی لیکن اس کے تمام ٹیسٹ درست تھے سمجھ رہی ہونا تم........ میں نے اس کے ایکسرے لئے ہر طرح کے ٹیسٹ لے لئے اور میرے تجربے کے مطابق وہ بالکل درست تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا قصہ ہے میں نے شعیب فاروقی سے سوالات بھی کئے کوئی وقتی مسئلہ بھی نہیں تھا اور اگر ہوتا بھی تو پتہ چل سکتا تھا۔ میں نے معذوری ظاہر کر دی۔ جب مرض ہی تشخیص نہ ہو سکا تو علاج کس چیز کا کرتا۔ چنانچہ وہ اسے لے

کر چلے گئے۔ اس کے بعد ان سے دوبارہ ملاقات نہیں ہو سکی۔ اب اپنی ایک اور حماقت کے بارے میں بتا رہا ہوں۔ میں اخبارات نہیں پڑھتا کئی کئی دن نہیں پڑھتا کیونکہ ان کی خبریں مجھے منتشر کر دیتی ہیں اور بعض اوقات ان کی وجہ سے میرے سارے دن کے پروگرام چوپٹ ہو جاتے ہیں لیکن مجھے اخبارات سے دلچسپی بھی ہے اس کا حل یہ نکالا ہے میں نے کہ جب مجھے مکمل فرصت ہوتی ہے تو میں تقریباً ایک ہفتے کے سارے اخبارات پڑھ ڈالتا ہوں۔ آج بھی میری فرصت کا دن تھا اور میں نے اپنا کوٹہ طلب کر لیا تھا۔ میں ہمیشہ پچھلے اخبارات سے شروع کرتا ہوں چنانچہ تمام خبریں ترتیب سے مل جاتی ہیں۔ میں نے ایک تصویر دیکھی جو کسی لاوارث مقتولہ کی تھی نام تھا اس کا عابدہ فردوس......" ڈاکٹر تانیا رکے لیکن ہمارے سانس پھولنے لگے تھے۔ ہم دونوں نے ایک دوسرے کی شکلیں دیکھیں اور ڈاکٹر تانیا بولے۔

"میری یادداشت خدا کے فضل سے بہت اچھی ہے۔ مشکل ہی سے کچھ بھولتا ہوں اس کے علاوہ میرے ہاں بہترین اور جدید ریکارڈ سسٹم ہے لنگی ڈیئر...... بعد کے اخبارات سے پتہ چلا کہ اس لاوارث لاش کا کوئی وارث نہیں ملا اور اس کی تدفین پولیس نے کی۔ حیرت کی بات تھی کیونکہ لڑکی کو شعیب فاروقی میرے پاس لائے تھے۔"

"یعنی وہی لڑکی جو...... جو......"

"ہاں جو دماغی مریضہ کی حیثیت سے میرے پاس لائی گئی تھی۔" ڈاکٹر تانیا نے جواب دیا۔

"اس کا نام...... عابدہ فردوس تھا......" شہریار نے پوچھا......

"نہیں قیصرہ ناز......"

شہریار نے ایک گہری سانس لے کر آنکھیں بند کر لیں اس کے سوچنے کا انداز مختلف تھا لیکن وہ میری ذہنی کیفیت سے ناواقف تھا۔ اس انکشاف سے میرے دماغ کو جو جھٹکا لگا تھا وہ بے حد شدید تھا۔ بیچارے ڈاکٹر تانیا ہمارے اس احساس سے بے نیاز اپنی کہہ رہے تھے۔

"اگر تم سے ملاقات نہ ہو چکی ہوتی لنگی ڈیئر تو اس حیران کن بات پر کچھ دیر حیران ہوتا اور پھر اسے ذہن سے جھٹک دیتا لیکن کہہ چکا ہوں کہ بعض لوگ مختصر وقت میں ہی کچھ ایسے تاثرات قائم کر لیتے ہیں کہ دماغ کے ایک حصے پر ان کی اجارہ داری ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر تانیا بھی ان تیس مار خانوں میں شامل ہو گیا جو نہ جانے کیوں تیس مار خاں کہلاتے ہیں اور پھر یہ بیرسٹر صاحب جو نہ جانے کیسے کیسے سزا اور کیسے کیسے بری کراتے رہتے ہیں آ گئے۔ زیادہ سے زیادہ کسی پولیس آفیسر کو اس حیران کن بات کی اطلاع دیدی جاتی لیکن سرکار عالی کا حکم ہوا کہ لنگی کو یہ سب کچھ بتایا جائے۔"

میں نے خود کو کافی سنبھال لیا اور مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ کے اس انکشاف سے اور کچھ ہوا ہو یا نہ ہوا ہو ڈاکٹر لیکن ایمان ضرور پختہ ہوا

ہے۔"

"وہ کیسے......؟"

"تائید غیبی کا مظاہرہ اسے ہی کہتے ہیں مظلوم کا خون رائیگاں نہیں جاتا۔ اس لڑکی کو قتل کیا گیا اور قاتل یا قاتلوں نے اس کیس کو اتنا الجھا دیا ہے کہ اس کا کوئی سرا نہیں مل رہا تھا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ کیس شہریار صاحب کو مل چکا ہے اور ہم ان کے لئے پریشان تھے اب آپ کی طرف سے یہ دلچسپ انکشاف ہوا ہے۔"

"خدا کی پناہ' واقعی کمال ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ میں نے تم لوگوں کو اس مسئلے میں نہیں الجھایا بلکہ بلکہ ......؟" ڈاکٹر تانیا نے کہا۔

"ہم اسے بہترین رہنمائی قرار دیتے ہیں۔"

"چلو محنت وصول ہو گئی۔ بھئی واہ فیاض الدین بڑی خوشی ہوئی ہے۔ میں اس کی فائل ساتھ لے آیا ہوں۔ یہ تمہیں مختصر وقت کے لئے قرض دیا جا سکتا ہے۔" ڈاکٹر تانیا نے ساتھ لایا ہوا فائل میرے سامنے رکھ دیا اور میں خوشی سے اچھل پڑی۔

"آپ کے اس تعاون اور مہربانی کو میں کبھی نہیں بھولوں گی۔ ڈاکٹر انکل میں اسے دیکھ کر ابھی آپ کو واپس کئے دیتی ہوں۔"

"اس دوران ہم کافی پئیں گے!" ڈاکٹر تانیا نے کہا۔

"ضرور۔" میں مسکرا کر بولی اور شہریار جلدی سے اٹھ گیا میں نے چونک کر اسے دیکھا تو وہ بولا۔ "آپ فائل دیکھئے لنگی میں ذرا گل بدر کو کافی بنانا سکھا دوں۔ ورنہ آپ جانتی ہیں کہ وہ کافی کے نام پر کیا بنا کر لائے گا۔"

"نہیں پلیز آپ مہمانوں سے باتیں کریں میں اسے بتا کر آتی ہوں۔" مجھے یہ اچھا نہیں لگا تھا۔ پھر میں باہر نکل گئی اور گل بدر کو ہدایات دے کر واپس آ گئی۔ شہریار فائل کھولے بیٹھا تھا۔ اس نے فائل میرے سامنے سرکا دیا۔ "جی انسپکٹر آپ نے دیکھا۔"

"ہاں تاریخ نوٹ کر لی ہے میرا مطلب ہے تاریخ جب رضیہ کو لایا گیا تھا۔ شعیب فاروقی صاحب کا پتہ بھی درج کر لیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی رپورٹ سے آپ شوق فرمائیے۔"

شہریار نے کہا اور میں فائل دیکھنے لگی۔ فائل میں قیصرہ ناز کی تصویر بھی موجود تھی جسے میں دیر تک دیکھتی رہی تھی اور پھر میں نے اسے قرض مانگ لیا تھا۔

"رپورٹ کی تفصیل ڈاکٹر بتا چکے ہیں اور پھر ہم اس سے کیا سمجھ سکیں گے بس اتنا کافی ہے۔" میں نے کہا۔

"عمدہ کافی ہے۔" ڈاکٹر تانیا نے گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے کہا۔ کافی کی خوشبو واقعی آ رہی تھی۔ پھر گل بدر اندر داخل ہو گیا۔ کافی پینے کے بعد ڈاکٹر تانیا نے کہا۔

"تو اس نیک کام کی تکمیل کے بعد ہمیں واپسی کی اجازت ہے؟"

"بے حد شکریہ ڈاکٹر.........!"

"آئندہ بھی اگر ہمیں تکلیف دینا چاہو تو دے سکتی ہو۔ ہم تکلیفیں اٹھانے کے لئے خوشی سے تیار ہیں۔"

"مزید شکریہ۔" میں نے کہا وہ لوگ چلے گئے۔ شہریار خاموشی سے میری صورت دیکھ رہا تھا۔ اچانک بول پڑا۔

"چلیں؟"

"کہاں؟"

"شعیب فاروقی کے ہاں۔" شہریار نے جواب دیا۔

"ہتھکڑیاں لے کر چلو گے؟" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"تم اس کی اجازت کہاں دو گی ورنہ کوئی مشکل ہی نہیں ہے بھلا اس کے علاوہ قاتل اور کون ہو سکتا ہے۔"

"وجہ قتل بتانا پسند کریں گے انسپکٹر صاحب.........؟"

"مجھے کیا ضرورت ہے۔ وہ خود بتائے گا۔" شہریار نے کہا اور مجھے ہنسی آگئی۔ شہریار کافی پاٹ میں کافی تلاش کرنے لگا اور اپنے لئے دوسری پیالی بنالی۔ پھر بولا "یہ قیصرہ ناز' عابدہ فردوس کیسے ہو گئی؟ ذرا مجھے وہ تصویر دینا جو لاش کی ہے۔" میں نے خاموشی سے تصویر دراز سے نکال کر شہریار کے حوالے کر دی۔ دوسری تصویر جو فائل سے نکال لی گئی تھی سامنے موجود تھی۔ شہریار دونوں کا موازنہ کرنے لگا۔ پھر گہری سانس لے کر بولا۔ "ایک ہی ہے لیکن شعیب فاروقی سے اس کا کیا رشتہ ہے اور اگر ہے تو اس نے لاش کے سلسلے میں پولیس سے رجوع کیوں نہیں کیا؟"

"غور کرو.........!" میں نے کہا۔

"نالائقی ہے اس کی' یا پھر وہ قاتل ہے۔ ویسے سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں کیا اس سے ملاقات نہیں کرو گی؟"

"کیوں نہیں؟" میں نے جواب دیا اور شہریار ٹھنڈی کافی کے گھونٹ لینے لگا پھر ہونٹ خشک کر کے بولا۔ "ایک بات میرا ایمان بن چکی ہے۔ وہ یہ کہ کسی واردات کی خبر تمہارے کانوں تک پہنچ جائے تو لازمی طور پر وہ پراسرار اور پیچیدہ ہو جاتی ہے۔ ایک لاوارث اور غریب لڑکی کے قتل میں اتنی شاخیں کبھی نہیں پھوٹتیں خود شاہ صاحب کے اندر بھی کوئی سرگرمی نہیں ہے مگر اب تماشا دیکھنے کے قابل ہوگا قاتل کسی بین الاقوامی گروہ کا سرغنہ نکلے گا اور مقتولہ کسی جزیرے کی پراسرار شہزادی۔ یہ شاہ صاحب بھی کمال کے آدمی ہیں۔عالم قریشی سے جھگڑا الگ مول لینا پڑا۔ بیچارہ اچھا خاصا اس کیس کی تحقیقات کرتا اور اس کنکھنی بلڈنگ کی مالکہ کو قتل کے الزام میں گرفتار کرلیتا وجہ قتل بجلی کے بل کی عدم ادائیگی ہوتی۔"

"میں ہنستی رہی پھر میں نے سنجیدہ ہو کر کہا۔ "تم شعیب فاروقی کے بارے میں تحقیقات

شروع کر دو۔"

"ڈاکٹر نان سین نے بتا تو دیا ہے!" شہریار نے کہا۔

"ان کے سامنے نہ کہہ دینا' عمدہ آدمی ہے۔ شعیب فاروقی کے بارے میں مجھے رپورٹ کیا دو گے؟"

"بہت جلد پیش کر دوں گا اعلیٰ حضرت۔" شہریار نے کہا۔

میری پاس سوچنے کے لئے بہت کچھ تھا شعیب فاروقی کا اس قتل سے کیا تعلق ہے؟ قیصرہ ناز اس کی کون تھی؟ شہریار کو چونکہ آگے بڑھانا تھا اس لئے شعیب کا مسئلہ اس کے سپرد کر دیا تھا ورنہ مجھ سے کہاں صبر ہوتا تھا۔ اب شہریار کی رپورٹ کا انتظار کرنا تھا۔

O--------- ☆ ---------O

دوسرے دن دفتر میں بیٹھی ہوئی تھی کہ ایک ملاقاتی کی اطلاع موصول ہوئی کارڈ پر نگاہ ڈال کر چونک پڑی تھی لکھا تھا قائم جیلانی۔

جیلانی خالو یاد آئے جو خالو کم زمیں قند زیادہ تھے۔ یہ قائم جیلانی ان کے علاوہ اور کون ہو سکتے تھے۔ بلالیا۔ شربتی رنگ کے سفاری سوٹ میں ملبوس تھے اور وجیہہ نظر آ رہے تھے۔ میں نے ان کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔

"سنا ہے آپ کے ملک میں ملاقاتیوں کے لئے دفتر سے بہتر جگہ اور کوئی نہیں ہوتی گھر وغیرہ میں تو سب بہت مصروف ہوتے ہیں۔" قائم نے کہا اور پہلے جملے نے ہی طبیعت میں شگفتگی پیدا کر دی۔

"ہاں ہم لوگ بامروت اور مہمان نواز ہوتے ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ابتداء میں تو آپ کو بڑی دقتیں ہوئی ہوں گی چونکہ آپ نے بھی طویل عرصہ ان احمق لوگوں میں گزارا ہے جو وقت کی پابندی کو عزت کا مسئلہ سمجھتے ہیں۔ میرا مطلب ہے ملک سے باہر۔"

"کوئی تلخ تجربہ ہو گیا شاید.........؟"

"تجربات کہیں۔ نئے پھنسے ہیں نا۔ اے سی خراب ہو گیا کمپنی فون کیا بااخلاق فیجر نے کہا۔ فکر نہ کریں میکینک فوراً پہنچ رہا ہے کہیں جانا تھا میکینک کی وجہ سے نہ گئے دوپہر ایک بجے فون کیا تھا شام سات بجے "فوراً" آگیا۔ اس رات ایک شادی کے ڈنر میں شریک ہونا تھا ساڑھے سات بجے کا ٹائم تھا میکینک کی وجہ سے ڈیڈی کو رکنا پڑا ممی کو لے کر میں چلا گیا۔ جس شادی ہال میں ڈنر تھا وہاں کا اسٹاف شادی ہال کے فرش کی دھلائی کر رہا تھا۔ میزبانوں میں سے کوئی موجود نہیں تھا۔ تصدیق کرنا پڑی کہ پتہ غلط نہیں لکھا گیا مگر پتہ درست تھا۔ پون گھنٹہ گاڑی میں بیٹھ کر گھر واپس آگئے۔ دوسرے دن میزبان کا فون موصول ہوا جس میں انہوں نے عدم شرکت کی شکایت کی تھی۔ ایسی ہی ایک دوسری تقریب میں شرکت کی ہمت کی اور جان بوجھ کر ایک گھنٹہ

لیٹ پہنچے دل میں مجرمانہ احساس تھا کہ سب ایک جیسے تو نہ ہوں گے مگر وہاں بھی ہمیں شکس
دینے کا فیصلہ کر لیا گیا تھا چنانچہ مزید ایک گھنٹہ میزبانوں کا انتظار کرنا پڑا اور دوسرا گھنٹہ م
مہمانوں کی آمد کا۔"

"خوشحال ملک کے خوشحال لوگ وقت کی پروا نہیں کرتے وقت خود ان کا خیال ر
ہے۔"

"نئے پھنسے ہیں نا۔ سب کچھ سمجھ میں آجائے گا۔ آپ کیسی ہیں؟"

"بالکل ٹھیک!"

"اصولی طور پر مجھے یہ جرائت نہیں کرنی چاہئے تھی لیکن انکل خان سے ملاقات ہو گ
تھی۔"

"ڈیڈی سے؟"

"جی۔ جی آنٹی اور انکل ہمارے پاس آئے تھے۔ انہوں نے تنہائی میں مجھ سے کہا کہ آپ
سے ملاقات کرلوں۔ یہ بھی انہوں نے ہی کہا تھا کہ دفتر جاسکتا ہوں۔"

"ملاقات کی وجہ......؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"میں نہیں جانتا' نہ انہوں نے بتائی بلکہ جس رازداری سے انہوں نے مجھ سے یہ الفا
کہے اس سے مجھے کچھ الجھن بھی رہی ہے۔"

"میں سمجھ گئی۔ چائے پئیں گے آپ؟"

"اس کی آسانی ہے؟"

"ہاں منگاتی ہوں۔" میں نے چپراسی کو بلا کر چائے لانے کے لئے کہا اور پھر قائم صاحب کو
دیکھ کر بولی "آپ کو علم ہے کہ ہمارے والدین ہم دونوں کی شادی کرنا چاہتے ہیں!"

"ہاں مجھے بتایا گیا ہے۔ مجھ سے میری رائے پوچھی گئی ہے۔"

"آپ نے کیا رائے دی؟"

"آپ مجھے پسند آئی ہیں مس لبنیٰ۔ اسٹیٹ فارورڈ' روشن خیال' پروقار اور خوبصورت۔"

"میری رائے کی کوئی اہمیت ہوگی آپ کی نگاہ میں؟"

"سوفیصد۔"

"میں نے اس شادی سے انکار کر دیا ہے۔"

"اوہ وجہ......؟" قائم کو ایک جھٹکا سا لگا تھا۔

"میری مصروفیت' میرا نظریہ اور میری پسند!"

"تیسری بات زیادہ اہمیت کی حامل ہے' آپ کسی اور کو پسند کرتی ہیں؟"

"ہاں!" میں نے بے خوفی سے کہا۔

"آپ کو اس کا اختیار ہے چنانچہ مسٹر قائم آپ کے راستے ہٹ گئے۔" قائم نے کرسی

تھوڑی سی کھسکائی اور مسکرانے لگا' پھر بولا "لیکن کزن کا عہدہ تو نہیں چھینا جائے گا!"

"سوری قائم۔ اگر آپ کو افسوس ہوا ہے تو میں معافی چاہتی ہوں۔ مگر یہ بتانا ضروری تھا۔
ڈیڈی میرا مزاج سمجھتے ہیں اور اب ان کی رازداری کی وجہ سمجھ میں آگئی ہوگی۔" قائم مسکراتا رہا
چند لمحات کے بعد وہ بولا۔

"افسوس تو ہوا ہے۔ اس دوران مسلسل آپ کے بارے میں سوچا ہے آپ کو خوابوں
میں دیکھنے کی کوشش کی۔ گو اس کی کامیابی نہیں ہوئی مگر امکانات روشن تھے۔ اب اس کے لئے
محنت نہیں کرنی پڑے گی۔ آپ کی مصروفیت سے تعاون کیا جاسکتا تھا۔ آپ کے نظریات کی پاسبانی
کی جاسکتی تھی لیکن مسئلہ آپ کی پسند کا ہے۔"

چائے آگئی اور قائم نے خاموشی سے پی۔ پھر شکریہ ادا کر کے اٹھ گیا اور کہنے لگا۔ "انکل
خان سے ملاقات کروں گا اور انہیں یہ بات بتا دوں گا۔"

"بے حد شکریہ!" میں نے کہا اور وہ باہر نکل گیا۔ میرے ذہن میں سناٹا سا پھیل گیا تھا۔
قائم نے اپنے کردار کا کوئی دھبہ نہیں چھوڑا تھا میرے ذہن پر' پتہ نہیں کتنا گہرا انسان ہے۔ دل
چاہا تھا کہ اس سے ایک درخواست کروں اس سے کہوں کہ ڈیڈی سے میرے نظریئے اور
مصروفیت کے بارے میں ضرور کہہ دے لیکن میری پسند کا تذکرہ نہ کرے مگر اس کا احسان لینے
کو جی نہیں چاہا تھا۔ دیکھیں ڈیڈی سے کیا کہتا ہے۔

شہریار نے ایک بجے فون کیا اور پوچھا "کیا پروگرام ہے خاتون؟"

"تم نے اپنا کام کرلیا؟"

"جی تعمیل حکم ہو چکی ہے۔"

"کہاں سے بول رہے ہو......؟"

"آپ کے دفتر کی نچلی منزل سے......وہ جو گراؤنڈ اسٹور ہے۔" شہریار نے کہا اور میں
نے آنکھیں بند کر کے گردن جھٹکی پھر کہا۔

"کھڑے رہو' ابھی آئی۔" اور پھر فون بند کر دیا۔ کچھ دیر کے بعد میں اس کے پاس پہنچ
گئی۔ "مون ریسٹوران۔" میں نے کہا اور کار کی طرف بڑھ گئی۔ پھر ہم ہوٹل پہنچ گئے اور کھانا
منگوایا گیا۔ "ہاں کیا رپورٹ ہے؟" میں نے کھانا کھاتے ہوئے پوچھا۔

"بھیجے میں مرچیں زیادہ ہیں اور یہ تلی ہوئی مچھلی آج اچھی نہیں ہے؟" شہریار نے
سنجیدگی سے کہا۔

"شعیب فاروقی کیسا ہے......؟"

"جوان اور خوبصورت آدمی ہے عمر تیس سال کے قریب ہے۔ ورزشی جسم رکھتا ہے۔
ہارون اسٹریٹ پر اس کا ڈرگ اسٹور ہے ہومیوپیتھک میڈیسن کی ایجنسی ہے اس کے پاس چار
ملازم کام کرتے ہیں رات کو آٹھ بجے کے بعد گھر پر ملتا ہے باقی وقت ڈرگ اسٹور میں۔"

"گھر کے بارے میں کچھ تفصیل.........؟"

"غیر شادی شدہ ہے۔ ایک ملازم ہے اور ایک معمر ملازمہ۔ مکان باہر سے اچھا ہے درمیانی حیثیت کا آدمی معلوم ہوتا ہے۔"

"ملاقات تو نہیں کی.........؟"

"نہیں۔"

"پھر کیا خیال ہے۔ کہاں ملاقات کی جائے اس سے اسٹور پر' یا گھر پر.........؟"

"غیر شادی شدہ ہے ہو سکتا ہے سیدھا گھر نہ جاتا ہو' ویسے اسٹور پر رش رہتا ہے۔ پتہ چلا ہے کہ آٹھ نو بجے کے بعد گھر آجاتا ہے ایک آدمی چھوڑ دیا ہے اس کے لئے جو اس پر نگا رکھے گا۔"

"گڈ......... یہ اچھا کیا۔ رات کو نو بجے ملیں گے اس سے تمہیں رپورٹ تو مل ہی جائے گی۔" میں نے کہا اور شہریار پانی پینے لگا۔ ساڑھے آٹھ بجے شہریار کا فون میں نے گھر پر ہی وصول کیا۔ اس نے کہا "وہ اپنے گھر پر پہنچ گیا ہے۔"

"تم کہاں ہو.........؟"

"تمہارے گھر پر........" شہریار نے جواب دیا۔

"کیا.......؟"

"میرا مطلب ہے راحیل پبلک کال آفس۔ یہیں سے فون کر رہا ہوں۔" شہریار نے شرارت سے کہا۔

"آ رہی ہوں۔" میں نے فون بند کیا اور شہریار کی شرارت پر مسکرانے لگی' دوپہر کو بھی اس نے یہی کیا تھا اور اس وقت بھی میرے گھر سے زیادہ دور نہیں تھا۔ کار لے کر چل پڑی وا سڑک کے کنارے کھڑا تھا اور غالباً بائیک نہیں لایا تھا۔ خاموشی سے دروازہ کھول کر بیٹھ گیا۔

"یہ نئی شرارت کیا سوجھی ہے تمہیں؟" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کونسی.......؟"

"دوپہر کو دفتر کے نیچے کھڑے ہوئے تھے دفتر نہیں آئے اور اس وقت........."

"گھر نہیں آیا۔" شہریار نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"آجاؤ گے ایک دن' آنا ہی ہے۔" میں نے کہا اور وہ شرارتیں کرتا رہا۔ بمشکل سنجیدہ ہوا مجھے راستہ بتاتا جا رہا تھا پھر بولا "شام کو چار بجے وہ اسٹور سے نکلا تھا۔ اس کے پاس مارک ٹو گاڑی ہے گاڑی میں بیٹھ کر وہ چل پڑا' پھر ایک میڈیکل اسٹور سے کچھ خریداری کی اور اس کے بعد اینگل روڈ کے [illegible] دکان میں گیا وہاں تقریباً چالیس منٹ رکا پھر باہر نکل آیا اس کے بعد اس نے ایک پھل فروش سے پھل خریدے اور کارونش ہسپتال پہنچ گیا۔ چھ بجے تک وہاں رکا پھر وہاں سے واپس سٹور آگیا۔"

"زندہ باد' زبردست کام کر رہے ہو۔" میں نے کہا۔

"میرا قصور نہیں ہے۔ میں نے تمہیں بتایا تھا نا کہ میں نے ایک آدمی ڈرگ اسٹور پر چھوڑ دیا تھا میرا مطلب تو صرف یہ تھا کہ جب ہم اس سے ملنا چاہیں تو اس کا ٹھکانہ معلوم ہو جائے۔ وہ بے چارہ اس کے پیچھے مارا مارا پھرتا رہا۔" شہریار نے مسمسی لہجے میں کہا۔

"خدا تمہیں سمجھے.........!" میں نے دانت پیس کر کہا۔

"مائل' مائل رہے گا تم کچھ بھی کر لو......... اور بائیں سمت موڑ لو۔" شہریار نے کہا اور میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ پھر ہم منزل پر پہنچ گئے ایک موٹر سائیکل سوار نے کار کے قریب پہنچ کر کہا "وہ اندر موجود ہے۔!"

شعیب فاروقی دراز قامت اور وجیہہ شخصیت کا مالک تھا اس کے بارے میں شہریار کے سارے اندازے درست تھے شہریار کا کارڈ دیکھ کر اس نے کسی قدر اچنبھے کا اظہار کیا اور بولا۔ "خیریت آفیسر' میں تو بڑا بے ضرر شہری ہوں۔"

"ہر شریف شہری ہمارے لئے قابل احترام ہوتا ہے مسٹر فاروقی ایک کیس کے سلسلے میں آپ سے کچھ معلومات حاصل کرنی ہیں" شہریار نے مسکرا کر کہا۔

"حاضر ہوں' فرمایئے۔"

"ان خاتون کو شناخت کر سکتے ہیں آپ!" شہریار نے تصویر اسے دکھائی جو ڈاکٹر تانیا کے فائل سے حاصل کی گئی تھی اس نے تصویر دیکھی اور آہستہ سے بولا "قیصرہ ناز"

"یہ چہرہ آپ کا شناسا ہے؟"

"جی ہاں' اچھی طرح' مگر پولیس بہت دیر میں جاگتی ہے"

"وضاحت طلب الفاظ ہیں۔ تاہم ہم ابتداء سے چلیں گے' آپ ان خاتون کو کب سے جانتے ہیں؟"

"دو ماہ دس دن سے" شعیب فاروقی نے کہا۔

"صرف......... میرا مطلب ہے اس سے پہلے کبھی ان سے ملاقات نہیں ہوئی ہے"

"جی نہیں!"

"کہاں ملاقات ہوئی تھی ان سے؟"

"گاڑی کی پچھلی سیٹ پر' رات کو ڈیڑھ دو بجے" شعیب فاروقی نے کہا اور پھر جلدی سے بولا "اور وہ گاڑی میری ہی تھی"

"ایک سنسنی خیز کہانی" شہریار نے کہا۔

"حسن و عشق کی چاشنی سے آراستہ' معاف کیجئے گا خاتون" اس نے فوراً مجھے دیکھا اور شہریار کا لہجہ خشک ہو گیا۔

"ٹائیٹل چل چکا اب اصل کہانی شروع ہو جائے"

"وہ ایک پراسرار رات تھی ہفتے کی آخری رات میں ایک اسنوکر کلب سے نکلا اور اپنی کار میں آبیٹھا اس رات میں نے بہترین کھیل کا مظاہرہ کیا تھا- اور دوستوں سے داد وصول کی تھی اسی نشے سے سرشار میں کار ڈرائیور کرتا رہا اور اپنے گھر آگیا گاڑی کھڑی کر کے میں نے دروازہ لاک کیا اور پچھلے دروازے چیک کرنے لگا تبھی میں نے پچھلی سیٹ پر ایک مڑے تڑے جسم کو دیکھا اور دہشت زدہ ہوگیا ابتداء میں مجھے محسوس ہوا جسے وہ لاش ہو' پھر ہمت کر کے دروازہ کھولا اور دھڑکتے دل سے اس کا جائزہ لیا وہ زندہ تھی' صحیح سالم تھی اور مجھے دیکھ کر جاگ گئی تھی-

"کیا صبح ہوگئی" اس نے مترنم آواز میں پوچھا- اس وقت حسن لطیف کی تمام لطافتیں دہشت میں ڈوب گئی تھیں چنانچہ میں نے کرخت لہجے میں اس سے نیچے اترنے کے لئے کہا اور وہ آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھنے لگی پھر بے نیازی سے بولی "جس وقت ارمناس کے معبد کے کلس پر سورج کی پہلی کرن چمکے تو ہمیں جگا دینا السارییہ کے غلام" اس کے ساتھ ہی اس نے آنکھیں بند کرلی تھیں جواب میں' میں نے غصے سے دروازہ کھولا اور"

"مسٹر شعیب فاروقی آپ کھانا کھاچکے ہیں" شہریار نے غصیلے لہجے میں کہا-

"رات کو صرف میں دودھ میں اوولٹین لیتا ہوں"

"ہم الحمد اللہ کھانا کھاتے ہیں اس لئے منظر کشی سے گریز کیجئے گا"

"بہتر' مختصر یہ کہ خاتون ذہنی طور پر غیر متوازن تھیں اور اس وقت رات کا ڈیڑھ بجا تھا- دوسری صبح انہوں نے پھر احکامات صادر کرنا شروع کر دیئے- ان کے پاس لباس کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا جس سے ان کی شخصیت کے بارے میں کچھ معلوم ہوتا البتہ ان کے گریبان سے ایک چابی برآمد ہوئی جس میں ہوٹل ہلٹن کا بیج پڑا ہوا تھا- اور اس میں روم نمبر بھی نظر آ رہا تھا اس سے مجھے کچھ ڈھارس ہوئی ظاہر ہے ایک نوجوان اور خوبصورت لڑکی تھی اور پھر نیم دیوانی بلکہ مکمل دیوانی میں اسے سڑک پر نہیں چھوڑ سکتا تھا اپنے ملازم اور خاتون ملازمہ سے اس کی نگرانی کی درخواست کر کے میں ہوٹل ہلٹن پہنچا اور سیدھا اس کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگیا میں نے وہاں موجود سامان کی تلاشی لی اور وہاں مجھے اس کا لباس پاسپورٹ اور ضروری سامان حاصل ہوگیا وہ سوئیڈن سے آئی تھی اور اس کا نام قیصرہ ناز تھا اب میرے لئے پریشانی کے لمحات کا آغاز ہوگیا تھا آپ سوچئے آفیسر' ایک سیاح لڑکی جو اپنی ہم وطن ہونے کے باوجود سوئیڈن کی شہریت رکھتی تھی خوبصورت تھی' نوجوان تھی اور کسی حادثے سے پاگل ہوگئی تھی' میں کیا کرتا اسے غیر محفوظ ہاتھوں میں دے دیتا تو یہ ایک غیرانسانی عمل ہوتا' وہ غلط ہاتھوں میں بھی جاسکتی تھی اور اس کا ذمہ دار میں اپنے آپ ہی کو سمجھتا' اپنے سے بوجھ ٹالنے کے لئے میں نے یہ سب کچھ مناسب نہیں سمجھا اور کمرے کو اسی طرح لاک کر کے' چابی اپنی تحویل میں لیکر وہاں سے سیدھا علاقے کے پولیس اسٹیشن پہنچا اور پھر تھانہ انچارج کو میں نے مکمل تفصیلات بتا

دیں میں نے ان سے کہا کہ لڑکی میرے پاس موجود ہے اور اس کا تعلق یقیناً کسی معزز گھرانے سے معلوم ہوتا ہے- آفیسر انچارج نے میری بات پر پوری پوری توجہ دی اور اس کے بعد اس نے میرے ساتھ ہی ہوٹل کے اس کمرے میں جاکر لڑکی کا سامان اپنی تحویل میں لے لیا ہوٹل کے اسٹاف سے معلومات حاصل کی گئیں تو پتہ چلا کہ تقریباً چھ دن قبل لڑکی نے یہ کمرہ کرائے پر حاصل کیا تھا اور اس کی تمام ادائیگیاں کر دی تھیں اس وقت وہ بالکل درست حالت میں تھی اس کے بعد وہ کیا کرتی رہی یہ ان کے علم میں نہیں تھا- کمرہ اس وقت جب پولیس نے وہاں چھاپہ مارا' تین دن سے بند تھا اور ہوٹل کے قوانین کے خلاف لڑکی اس کے دروازے کی چابی اپنے ساتھ ہی لے گئی تھی جس کے لئے روم انچارج کے پاس کاؤنٹر کی رپورٹ ورج تھی پھر پولیس آفیسر نے میرے ساتھ چل کر میرے گھر پر اس لڑکی کا جائزہ لیا اور وہاں میں نے اس سے درخواست کی کہ اگر وہ مناسب تو لڑکی کو میرے پاس ہی رہنے دے' میں اسے کسی اچھے ڈاکٹر کو دکھانا چاہتا ہوں' یہ ایک نیک عمل بھی ہے اور انسانی ہمدردی کی بنیاد پر ایسا کرنا ضروری بھی ہے تھانہ انچارج اس بات پر تیار ہوگیا اور وہ سامان اس نے اپنی تحویل میں ہی رکھا پھر میں دو دن تک لڑکی کا جائزہ لیتا رہا یہ خیال تھا میرے ذہن میں کہ ہوسکتا ہے کہ اس پر کوئی وقتی دورہ پڑا ہو اور اس کے اثرات ختم ہو جائیں تو وہ نارمل ہو جائے لیکن ایسا نہیں ہوا- وہ ایک بے ضرر پاگل تھی' اور اس کے انداز میں کسی قسم کی تبدیلی رونما ہوتی محسوس نہیں ہو رہی تھی البتہ مجھے اس سے تھوڑی سی انسیت ہو گئی تھی پھر میں اسے شہر کے ایک مشہور دماغی امراض کے ماہر کے پاس لے گیا جس کا نام ڈاکٹر تانیا تھا- میں نے ڈاکٹر تانیا کو لڑکی کے بارے میں تفصیل سے بتایا اس کے دماغی معائنے کے لئے کہا اور ڈاکٹر تانیا نے اس کا بھرپور معائنہ کیا- لیکن اس نے کہا کہ لڑکی کے ذہنی توازن میں کوئی خرابی نہیں ہے اس کے تمام ٹیسٹ درست ہیں اگر کوئی عارضی واقعہ یا حادثہ اس کا سبب بنا ہے تو اس کے علاج کی ضرورت نہیں- بلکہ تھوڑا سا وقت اسے خود ہی نارمل کر دے گا یہ ایک ڈاکٹر کی رائے تھی' سو میں نے اسے تسلیم کیا- میں نے ڈاکٹر سے یہ بھی کہا تھا کہ اگر اس کا علاج اس کے کلینک میں رہ کر ہوسکے تو کیا یہ مناسب نہیں ہوگا جس پر ڈاکٹر تانیا نے مجھے جواب دیا تھا کہ علاج بیماری کا کیا جاتا ہے اور وہ اپنے پورے اعتماد کے ساتھ یہ بات کہتے ہیں کہ لڑکی ذہنی طور پر بالکل درست ہے خیر میں اسے گھر لے آیا- اور مزید ایک ہفتے تک میں نے اسے اپنے پاس رکھا- میرے لئے ایک عجیب الجھن پیدا ہوگئی تھی لیکن پھر معاف کیجئے گا کہ آفیسر' یہ الجھن خود بخود رفع ہونے لگی غالباً میرے دل میں اس کے لئے محبت کے جذبات پیدا ہونے لگے تھے اور وہ بھی مجھ سے اس قدر مانوس ہوگئی تھی کہ آپ تصور نہیں کرسکتے- میں پریشان تھا اور اپنے شناساؤں سے اس سلسلے میں معلومات حاصل کر رہا تھا کہ ذہنی امراض کے لئے اور کون سی بہتر جگہ ہوسکتی ہے- ڈاکٹر تانیا سے تو میں مایوس ہو گیا تھا پھر کہیں سے مجھے کارونش ہسپتال کے بارے میں معلومات حاصل ہوئیں اور میں نے

وہاں کے ایک ماہر ڈاکٹر تبسم رضوی سے رابطہ قائم کیا تبسم رضوی نے اس کا جائزہ لیا اور اس کے بعد اسے اپنے کلینک میں داخل کرلیا۔ تو محترم آفیسر یہ ہے قیصرہ ناز کی کہانی۔ وہ کارونش اسپتال میں زیرعلاج ہے اور میں اس کی بھرپور نگرانی کر رہا ہوں۔

یہ لمحہ ہمارے لئے شدید حیرت کا لمحہ تھا خاص طور سے میں شہریار کی اس رپورٹ کے بارے میں غور کر رہی تھی جو اس نے راستے میں مجھے دی تھی اور بتایا تھا کہ شعیب فاروقی ڈرگ اسٹور سے اٹھ کر کارونش ہسپتال میں گیا ہے اور اس وقت شعیب فاروقی کہہ رہا تھا کہ قیصرہ ناز کارونش ہسپتال میں زیرعلاج ہے میں نے پہلی بار اس سے سوال کیا........"

"آپ اس سے ملتے رہتے ہیں؟" شعیب فاروقی مسکرایا اور بولا "جی ہاں! محترمہ میں روزانہ صبح اور شام اس کے پاس جاتا ہوں۔"

"کیا آج بھی آپ کی اس سے ملاقات ہوئی؟"

"یقیناً شام ہی کو میں اس سے ملا ہوں اور کیا براہ کرم آپ مجھے یہ بتانا پسند کریں گے کہ آپ کی یہ تفتیش کیا نوعیت رکھتی ہے؟"

"سرکاری معاملات ہر شخص کو نہیں بتائے جاسکتے اور میں بھی آپ سے معذرت چاہتا ہوں۔" شہریار نے کہا۔

"میرا خیال ہے میں سمجھتا ہوں غالباً سوئیڈن سے اس سلسلے میں کوئی کاروائی ہوئی ہے۔"

"شاید۔" شہریار نے کہا۔ پھر بولا۔ لیکن آپ کو یہ احساس ہے مسٹر شعیب فاروقی کہ آپ نے خاصی مجرمانہ غفلت برتی ہے۔"

"وضاحت فرمائیں گے۔" شعیب فاروقی نے بھنوئیں اٹھا کر شہریار کو دیکھا۔

"غیرملکی پاسپورٹ پر غیرملکی شہریت رکھنے والی لڑکی آپ کو اپنی تحویل میں نہیں رکھنی چاہیے تھی بلکہ فوری طور پر آپ کو سوئیڈن ایمبیسی سے رابطہ قائم کرکے اس کے بارے میں اطلاع دینی چاہیے تھی۔"

شعیب فاروقی کے چہرے پر طنز کے آثار پیدا ہوگئے اور اس نے کسی قدر طنزیہ انداز میں کہا........ "مجھے؟"

"جی ہاں آپ کو........"

"نہیں آفیسر میں قانون نہیں جانتا لیکن عام حالات میں اتنی واقفیت ضرور رکھتا ہوں کہ جب ایک مسئلہ پولیس کے حوالے کر دیا جائے تو پھر باقی ذمہ داریاں پولیس کی ہوتی ہیں اگر تھانہ انچارج صاحب مجھے لڑکی کو اپنی تحویل میں رکھنے کی اجازت نہ دیتے تو ظاہر ہے وہ میری مجبوری ہوتی' یہ دوسری بات ہے کہ انسانی ہمدردی کی بنیاد پر اس کی خبرگیری کرتا اور اس معاملے میں ملوث رہتا لیکن یہ تو ایک زیادتی کی بات ہے کہ آپ اپنی ذمہ داریاں میرے شانوں پر ڈال دیں۔" بات بالکل درست تھی' شہریار نے کچھ اور کہنا چاہا لیکن میں نے اسے منع کیا اور

بولی........ "شعیب فاروقی صاحب کارونش ہسپتال میں کیا آپ ہمیں قیصرہ ناز کے بارے میں مکمل تفصیلات فراہم کرسکتے ہیں اگر ہم اس سے ملنا چاہیں تو........"

"یقیناً' میری اس پہ اجارہ داری نہیں ہے وہ وہاں اسپیشل وارڈ نمبر7 - اور کمرہ نمبر3 میں ہے میں نے اس کے لئے ایک خصوصی ملازمہ کا بندوبست بھی کیا ہے' میرے دل میں اس کے لئے بہت ہی اچھے جذبات ہیں وہ کہیں بھی ہو کسی بھی کیفیت میں ہو میں اب اس سے متعلق ہی رہوں گا اور اس کی خبرگیری کرتا رہوں گا پولیس آفیسر آپ بھی ہیں یہ کہانی آپ کے علم میں آچکی ہے میری تمام باتوں کی تصدیق کر لیجئے گا اور اس کے بعد میں خواہش مند ہوں کہ میرے ساتھ دوستانہ رویہ اختیار کیجئے گا"

"کیوں نہیں کیوں نہیں" شہریار کی بجائے میں نے کہا اور مسکرا کر بولی۔ "آپ غیرشادی شدہ ہیں شعیب فاروقی صاحب........؟"

"جی ہاں' بس یوں سمجھ لیجئے کہ شادی جسے کہتے ہیں اس کا تصور کبھی میرے ذہن میں نہیں آیا کیونکہ والدین کی موجودگی میں یہ ان کا فرض ہوتا ہے اور وہی اس بارے میں سوچتے ہیں' زمانہ حال میں یہ ذمہ داری خود اپنے ہاتھوں بھی پوری کی جاسکتی ہے لیکن بعض لوگ شاید ہمت نہیں رکھتے یا شاید ذہنی طور پر وہ اپنے آپ کو اس کے لئے تیار نہیں کرپاتے میرے ساتھ بھی یہی ہوا ہے لیکن ہوسکتا ہے اگر حالات سازگار ہوئے تو میں قیصرہ ناز سے شادی کرلوں" شعیب فاروقی نے صاف ستھرے لہجے میں کہا۔

"آپ کے والدین کا انتقال ہوچکا۔"

"جی ہاں بہت عرصے پہلے۔"

"آپ کا کاروبار صرف یہی ہے۔"

"جی' میرا پس منظر بہت بہتر نہیں ہے شدید محنت کر کے اس شعبے میں کچھ آگے بڑھا ہوں' ہومیوپیتھک ڈاکٹر بھی ہوں' لیکن اپنا کوئی کلینک کھولنے کی بجائے میں نے ہومیوپیتھک ڈرگس کو اپنا ذریعہ معاش بنایا ہے"

"بہت بہت شکریہ........ آپ سے یقیناً دوبارہ بھی ملاقات ہوگی"

"نہایت ضروری ہے بلکہ میں خود بھی آپ سے اس سلسلے میں ملاقات کروں گا مسٹر شہریار' محترمہ آپ سے تعارف نہیں ہوسکا۔"

"بس انسپکٹر شہریار کا تعارف کافی ہے ان کے ذریعے مجھ سے بھی آپ کی ملاقات ہو جائے گی۔"

"بہتر' ویسے کیا آپ لوگ اس سے ملاقات کریں گے۔"

"اب اس کے بعد جو کچھ بھی ہوگا' وہ قانون کے دائرے میں ہوگا کیا آپ اس انسپکٹر کو بتاسکتے ہیں جسے آپ نے اس سلسلے میں تفصیلات بتائی تھیں؟"

"جی ہاں کیوں نہیں' وہ اس علاقے کے تھانہ کے انسپکٹر زاہد خواجہ تھے"

"زاہد خواجہ" شہریار زیرلب بولا اور پھر ہم دونوں وہاں سے اٹھ گئے شہریار نے کسی عمدہ سے ریستوران میں کافی کی تجویز پیش کی تھی۔

ہم دونوں ایک ریستوران میں آ بیٹھے شہریار نے کافی منگوائی تھی پھر اس نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔"کیا چکر ہے یہ.........؟" میں نے جواب نہیں دیا شہریار پھر بولا "میں نے اسے جان بوجھ کر اصل بات نہیں بتائی اور یوں لگتا ہے جیسے اس نے بھی اخبار نہیں پڑھا میں نے سوچا کہ پہلے اس کے بیان کی تصدیق کرلی جائے کہ تصویر والی لڑکی واقعی کارونش ہسپتال موجود ہے یا نہیں۔"

"اور اگر ہوئی تو۔"

"صبر کریں گے" شہریار مردہ لہجے میں بولا۔

"اب بھی تسلیم نہیں کرو گے کہ کیس بے حد دلچسپ ہے۔"

"تم کہتی ہو تو تسلیم کئے لیتا ہوں ایک لڑکی قتل ہو گئی جو ایک غریب سکول ٹیچر تھی اس کی تدفین خود پولیس نے کئی دن کے بعد پورے ہوش و حواس سے کی اور اب اس کے بارے یہ پراسرار سنسنی خیز رومان انگیز داستان سنی گئی کہ وہ زندہ ہے خیریت سے ہے اور ہماری خیریت خداوند کریم سے نیک چاہتی ہے۔"

"ظاہر ہے مقتولہ کوئی اور تھی۔" میں نے متفکرانہ انداز میں کہا۔

"چنانچہ اب رخ تبدیل کر لو' تانیا کی رپورٹ نے خواہ مخواہ الجھاؤ پیدا کئے سب کو اچھی طرح سمجھتا ہوں۔"

"کیا مطلب.........؟"

"ارے یہ سب تمہارے اردگرد چکرانا چاہتے ہیں اور کچھ نہیں۔"

"خدا سے ڈرو شہریار' وہ میرے بزرگ ہیں۔"

"چھوڑو اسے اب یہ بتاؤ کہ اس سلسلے میں کیا کرنا ہے میرے خیال میں یہ قیصرہ ناز کا چکر بے کار ہے مقتولہ عابدہ فردوس اپنی الگ حیثیت رکھتی تھی اور وہ صرف قیصرہ کی ہمشکل تھی۔"

میں چند لمحات گردن جھکائے کچھ سوچتی رہی پھر میں نے کہا "ایسی بات نہیں ہے شہریار۔"

"کیوں" شہریار پرزور لہجے میں بولا۔

"مقتولہ کے فلیٹ کے کچن میں مجھے ایک فون نمبر ملا تھا اور میں نے........" میں نے شہریار کو عظمیٰ سے متعلق پوری کہانی سنائی اور وہ آنکھیں پھاڑ کر رہ گیا۔ دیر تک سوچتا رہا پھر بولا۔ اس کا مطلب ہے کہ کوئی نہ کوئی لنک ہے دونوں کے درمیان۔"

"یقیناً ہے شہریار ہم اس ٹیلیفون نمبر کو نظرانداز نہیں کر سکتے۔" شہریار مجھے گھورنے لگا پھر بولا۔ "مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا۔"

"بس چھوڑو ان باتوں کو اب یہ بتاؤ کہ کیا کرنا چاہئے؟"

"ٹیلیفون نمبر کو نظرانداز تو نہیں کیا جا سکتا آخر وہ وہاں کیوں موجود تھا۔"

"سو فیصد بالکل بالکل" میں نے کہا اور شہریار پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا پھر بولا۔

"لیکن ہمارے پاس اس طرح تفتیش کے لئے کافی مواد جمع ہو گیا پہلی بات تو یہ کہ قیصرہ ناز سے ہسپتال میں ملاقات کی جائے جبکہ تمہارے کہنے کے مطابق عظمیٰ منظور نے یہ تصدیق کر دی کہ مقتولہ قیصرہ ناز ہی ہے اگر دونوں لڑکیوں میں اس قدر مماثلت بھی ہے تو آخر کیوں یہ سوچنے کی بات ہے ناں.........؟"

"بالکل شہریار بالکل۔"

"خیر یہ بات تو میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ کوئی مسئلہ اگر تمہارے ہاتھ میں آجائے۔"

"تم چھتیس بار یہ جملے مجھ سے کہہ چکے ہو' میں تمہارے صاحب خان کی طرح زبردستی کسی کو مجرم تو نہیں بنا دیتی اب اگر یہ سارے واقعات پیش آرہے ہیں تو اس میں میرا کیا قصور.........؟" میں نے کہا شہریار میرے اس انکشاف کے بعد کافی سنجیدہ ہو گیا تھا اس نے کہا۔

"تو پھر کل دن میں ہمیں یہ سارا کام کرنا چاہئے زاہد خواجہ کو بھی اس مسئلے میں ٹٹولنا پڑے گا ویسے تمہارا کیا خیال ہے تھانہ انچارج نے اس مسئلے میں بدترین غفلت کا مظاہرہ نہیں کیا۔ کم از کم ایک غیرملکی کے سلسلے میں تو اسے پوری ذمہ داری کیساتھ اپنے فرائض انجام دینا چاہئے تھے اس پر اچھی خاصی مصیبت نازل ہو سکتی ہے ان تفصیلات کے بعد اور ظاہر ہے ہم اسے نظرانداز نہیں کر سکتے۔"

"کل کا کیا پروگرام ہے؟" میں نے کہا۔

"میرا خیال ہے کل صبح ہم کارونش ہسپتال چل کر اس سے ملیں گے" شہریار نے کہا اور ہم نے اس کا پروگرام ترتیب دیدیا۔

دوسرے دن شہریار مقرر جگہ گیا اور ہم دونوں ہسپتال چل پڑے یہاں ہماری ملاقات ایک نوجوان ڈاکٹر احسان سے ہوئی جس نے قیصرہ تک ہماری رہنمائی کی۔ لڑکی مقتولہ کی بمشکل ہی نہیں بلکہ اس جیسی جسامت بھی رکھتی تھی یہاں تک کہ دونوں کے بالوں کا سٹائل بھی ایک جیسا تھا اس وقت وہ نارمل نظر آرہی تھی میں نے اس سے ہاتھ ملایا تو اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔

"مجھے لبنیٰ کہتے ہیں۔"

"ہیلو........" اس نے کہا۔

"آپ کے مزاج کیسے ہیں۔"

"ٹھیک ہیں۔"

"ہم ہسپتال کا سروے کر رہے ہیں آپ کو کیا تکلیف ہے؟"

"پتہ نہیں! ڈاکٹر جانتے ہیں۔"

"آپ سویڈن واپس جانا چاہتی ہیں۔"

"کیوں۔"

"اس لئے کہ آپ وہاں کی باشندہ ہیں۔" میں نے کہا اور وہ کھوئی کھوئی نظروں سے مجھے دیکھنے لگی اور بولی۔ "نہیں......... میں کہیں نہیں جانا چاہتی' یہاں سب اچھا ہے نرسیں' ڈاکٹر سب اچھے ہیں وہ مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں۔"

"اور شعیب فاروقی.........؟" میں نے سوال کیا۔

"وہ بہت اچھے ہیں میں بس ان کے پاس رہوں گی میں کہیں نہیں جاؤں گی اور......... اور میں........." اس کا سانس تیز ہونے لگا ڈاکٹر احسان نے معذرت آمیز لہجے میں کہا "پلیز مس"

"اوئے ڈاکٹر' آیئے" میں نے کہا اور ہم اس کے کمرے سے نکل آئے میں نے مسکرا کر پوچھا

"یہ کیس......... ڈاکٹر تبسم رضوی کر رہے ہیں۔"

"جی ہاں وہ آچکے ہیں آپ ان سے مل لیں" ڈاکٹر احسان نے کہا۔

ہم تبسم رضوی سے ملے انہوں نے کہا "میں اس لڑکی کو دماغی مریضہ قرار نہیں دے سکتا لیکن وہ غیر متوازن ہے اور اگر باریک بینی سے جائزہ لیا جائے تو اس کے دماغ میں ایک ہلکا سا غیر محسوس انتشار ملتا ہے جو کسی عارضی عمل کا رد عمل ہو سکتا ہے اور بعض اوقات اس کے لئے کسی بہت بڑے حادثے یا واقعے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ آپ یوں سمجھ لیں کہ آپ دن بھر کی تھکن کے بعد گہری نیند سوئے ہیں اور آپ کو شدید ترین آرام کی ضرورت ہے اس کے بغیر آپ بہت سے مسائل کا شکار ہو سکتے ہیں لیکن کسی انتہائی ناگوار بات سے دھماکہ ہو یا کسی کی آواز ہو یا کسی کی مداخلت ہو آپ کی آنکھ کھل جاتی ہے تو آپ شدید ذہنی بوجھ محسوس کرتے ہیں اور بعض اوقات یہ ذہنی بوجھ اس قدر نقصان دہ ثابت ہوتا ہے کہ انسانی دماغ انتشار کا شکار ہو جاتا ہے اس کے نتیجے میں بلڈ پریشر بڑھ سکتا ہے جسم کا کوئی حصہ مفلوج ہو سکتا ہے آنکھ کی بینائی جا سکتی ہے وغیرہ وغیرہ میرا اپنا خیال یہی ہے کہ کسی ایسے ہی چھوٹے سے واقعے نے اسے متاثر کیا ہے اور یہ تاثر بالآخر آہستہ آہستہ دور ہو جائے گا اور وہ نارمل ہو جائے گی دراصل جو صاحب ان خاتون کو یہاں لیکر آئے تھے۔ انہوں نے مجھے یہ بتایا کہ ڈاکٹر تانیا نے اس کیس کو مسترد کر دیا ہے اور اسے کسی قسم کی ذہنی بیماری کا شکار تسلیم نہیں کیا انہوں نے' میں نے ان کے چیلنج کو قبول کر لیا ہے مجھے ان کے طریقہ کار سے اختلاف ہے غیر ممالک سے جدید ترین مشینری لے آنا اور صرف مشینوں کی حد تک محدود ہو جانا میرے نزدیک کوئی بہتر عمل نہیں ہے انسانی جسم کو مکمل طور پر سمجھنے کا دعویٰ تو بڑے بڑے حکماء نے بھی نہیں کیا۔ انہوں نے بھی گنجائش رکھی ہے میں اسی کے تحت عمل کر رہا ہوں اور اسی چیلنج کو قبول کر کے میں نے اس لڑکی کا علاج شروع کیا ہے مجھے یقین ہے کہ بہت مختصر وقت میں وہ نارمل ہو جائے گی۔"

"بے حد شکریہ ڈاکٹر تبسم رضوی ہمیں آپ سے بس یہی معلومات حاصل کرنی تھیں۔"

ہم لوگ ہسپتال سے واپس نکل آئے شہریار چونکہ میرے انکشاف کے بعد بہت زیادہ سنجیدہ ہو گیا تھا چنانچہ اس نے کہا۔

اب اگر تم چاہو تو ایک بار عظمیٰ سے اور مل لو' اگر وہ لڑکی عظمیٰ کی اتنی اچھی دوست ہے تو ہو سکتا ہے عظمیٰ سے ملاقات کر کے اس کا ذہنی توازن درست ہو جائے' میرا مطلب ہے یہ ایک اور کوشش کی جا سکتی ہے۔" میں نے شہریار کی بات سے اختلاف نہیں کیا تھا۔ البتہ میں نے اس سے کہا "ہم زاہد خواجہ کو بھی نظرانداز نہیں کر سکتے۔ اس کے پاس لڑکی کا پاسپورٹ اور دوسرا سامان بھی ہے۔"

"اس نے تو نمٹنا ہے مجھے" شہریار نے کہا۔

"پہلے اسی سے کیوں نہ مل لیا جائے۔"

"چلو" شہریار نے کہا۔ تھانہ میں داخل ہوئے تو تھانہ انچارج موجود تھا شہریار نے اس سے اپنا تعارف کرایا اور بولا "آپ زاہد خواجہ ہیں۔"

"نہیں جناب! خواجہ صاحب تو کچھ عرصہ قبل ایک پولیس مقابلے میں شدید زخمی ہو گئے تھے ابھی ہسپتال میں ہیں میں سب انسپکٹر ہوں اور میرا نام ذوالفقار اختر ہے۔"

"تم نے پورا چارج نہیں لیا خواجہ صاحب سے........."

"کیسے لے سکتا تھا جی جو تھوڑا بہت کام چل سکا چلا رہا ہوں" شہریار کے ہونٹ سکڑ گئے تھے پھر اس نے سب انسپکٹر کو تفصیلات بتا کر قیصرہ کیس کی ایف آئی آر نکلوائی اور سب انسپکٹر نے اس سلسلے میں مکمل تعاون کیا۔ شعیب فاروقی کی دی ہوئی اطلاعات کے مطابق مقررہ تاریخ میں رپورٹ درج کی گئی تھی روزنامچے میں ہوٹل سے برآمد شدہ سامان کی تفصیل بھی درج تھی اور سامان کا پیکٹ تھانہ کے مال خانے میں جمع تھا' سب انسپکٹر نے سیل کیا ہوا پیکٹ شہریار کی ہدایت پر اس کے سامنے کھولا اور میں اور شہریار لڑکی کے قیمتی لباس' اس کا دوسرا سامان اور پاسپورٹ وغیرہ دیکھنے لگا بہترین لباس تھے اور ایک دو ہلکے لیکن قیمتی زیورات بھی' شہریار نے سب انسپکٹر کو ہدایت کی کہ وہ پیکٹ قانون کے مطابق پولیس ہیڈ کوارٹر انسپکٹر شہریار کے پاس پہنچا دے پھر ہم وہاں سے نکل آئے اور شہریار نے بھاری لہجے میں کہا۔

"ٹائیں ٹائیں فش......... ویسے انسپکٹر زاہد کے خلاف کارروائی ہو سکتی ہے۔ بس یہ معلوم کرنا پڑے گا کہ وہ پولیس مقابلہ کونسی تاریخ کو ہوا کیونکہ اس کیس پر فوری توجہ ضروری تھی۔"

"جانے دو شہریار' کن چکروں میں پڑے ہو' آؤ چلو' عظمیٰ کے گھر چلتے ہیں" عظمیٰ نے ہمارا پرتپاک استقبال کیا تھا میں نے انسپکٹر شہریار سے اس کا تعارف کرایا تو وہ کسی قدر نروس سی ہو گئی میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا کہ اس وقت اس کے پاس ہمارا آنا قطعی غیر سرکاری ہے' البتہ میں نے اس سے یہ بھی کہا کہ اس کے پاس قیصرہ ناز سے متعلق جس قدر معلومات ہیں

وہ ہمیں فراہم کر دے' عظمیٰ کسی قدر متعجبانہ انداز میں بولی "مگر میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے لبنیٰ' میں نے آپ کو بتایا تھا' ہاں کچھ تصاویر اور ہیں جن میں کوئی خاص بات نہیں ہے کچھ ہم دونوں نے ساتھ ساتھ بنوائی تھیں اور کچھ اس نے مجھے اپنے پاس سے دی تھیں' میں ابھی لاتی ہوں۔"

سعیدی صاحب شاید اس وقت موجود نہیں تھے ورنہ ضرور نظر آتے عظمیٰ چلی گئی تو میں شہریار کو عظمیٰ کے بارے میں مزید تفصیلات بتانے لگی پھر وہ دس گیارہ تصویریں لیکر ہمارے پاس پہنچ گئی جنہیں اس نے شاید کسی البم سے نکالا تھا میں اور شہریار یہ تصویریں دیکھنے لگے اور عظمیٰ ہمارے لئے چائے وغیرہ کا بندوبست کرنے چلی گئی میں ذرا اطمینان سے اسے قیصرہ کی زندگی کے بارے میں بتانا چاہتی تھی۔ شہریار بھی دلچسپی سے وہ تصویریں دیکھ رہا تھا اور میں بھی...... دفعتاً ایک تصویر دیکھتے ہوئے میرے ذہن کو شدید جھٹکا لگا اور میں بری طرح سنسنی کا شکار ہو گئی تصویر ایسی ہی نوعیت کی حامل تھی۔

شہریار دوسری تصویروں میں گم تھا۔ میں سنسنی خیز نظروں سے اس تصویر کو دیکھتی رہی اور پھر میں نے اسے دوسری تصویروں میں شامل کر دیا۔ عظمیٰ آ گئی تھی۔

ہم اس کیس میں الجھے ہوئے ہیں عظمیٰ' تمہیں اس کا پراسرار نوعیت کا اندازہ ہو گا خاص مشکل اور پیچیدہ معاملہ ہے بے چارے شہریار کو سخت محنت کرنی پڑ رہی ہے۔"

"میں تو بس ایک ہی درخواست کرنا چاہتی ہوں لبنیٰ۔ ہماری خوشحال زندگی میں کوئی الجھن نہ آنے دینا سعیدی صاحب کوئی حادثہ برداشت نہیں کر پائیں گے۔"

"میں نے روز اول تم سے جو وعدہ کیا ہے اسے پورا کروں گی ہاں بس تم پس منظر میں رہ کر میری مدد کرتی رہنا۔"

"میں نے اس سے انکار نہیں کیا۔"

"کوئی اور بات جو قیصرہ سے متعلق ہو۔ ذرا سا غور کرو!"

"مسلسل کرتی رہی ہوں مگر۔"

"وہ شادی شدہ عورت تھی نا......؟"

"نہیں بالکل نہیں۔"

"کوئی رومان......؟"

"میرے خیال میں نہیں' وہ بڑی ٹھوس لڑکی تھی۔"

"دراصل ایک نہایت انوکھا واقعہ ہو گیا ہے جس نے اس کیس کو بری طرح الجھا دیا ہے۔"

"کیا......؟" عظمیٰ نے پوچھا۔

"قیصرہ ناز زندہ ہے اور ایک ہسپتال میں زیر علاج ہے۔" میں نے کہا اور عظمیٰ پر اس خبر کا وہی رد عمل ہوا جو ہونا چاہیے تھا۔ وہ چکرائی ہوئی آنکھوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ پھر بمشکل بولی۔

"تم نہ جانے کیا کہہ رہی ہو......"

"دوران تفتیش شہریار پر اس بات کا انکشاف ہوا' اور ہم اس سے ملنے گئے۔"

"ملنے گئے۔ تم نے اسے خود' خود دیکھا ہے......؟" عظمیٰ نے گھٹے گھٹے لہجے میں کہا۔

"ہاں اس کے بارے میں جو تفصیل معلوم ہوئی وہ یہ تھی کہ وہ دو ماہ اور چند روز قبل سوئیڈن سے آئی' یہاں ایک ہوٹل میں قیام کیا اور پھر نہ جانے کس طرح اس کا دماغ الٹ گیا۔ وہ ایک شریف آدمی کو ملی اور اس نے انسانی ہمدردی کی بنیاد پر اسے ہسپتال میں داخل کرا دیا۔ تب سے وہ وہیں ہے۔"

"اور وہ مقتولہ......؟"

"کوئی اور ہی ہو سکتی ہے......"

"ناممکن......!" عظمیٰ نے کہا۔

"ہم اسے دیکھ چکے ہیں عظمیٰ' اور اس لاش کو بھی جس کی تصویر میں نے تمہیں دکھائی تھی اور جسے تم نے سردخانے میں شناخت کیا تھا۔"

"پاگل لڑکی کوئی اور ہو سکتی ہے' مقتولہ قیصرہ ہی تھی۔"

"اگر تم مناسب سمجھو تو اس پاگل لڑکی کو بھی ایک نگاہ دیکھ لو......!"

"میں ابھی تیار ہوں۔"

"ابھی نہیں۔ کل دن میں' میں تمہارے پاس آجاؤں گی اور تمہیں ہسپتال لے جاؤں گی!"

عظمیٰ گہری گہری سانسیں لیتی رہی۔ پھر چائے وغیرہ کا دور ہوا اور اس کے بعد ہم نے اس سے اجازت طلب کر لی۔

"کل کس وقت چلو گی لبنیٰ؟"

"بارہ بجے کے بعد۔" میں نے جواب دیا اور پھر وہ تصویریں سمیٹتی ہوئی بولی۔ "یہ تصویریں چند روز کے لئے قرض دے سکتی ہو......؟"

"ہاں ہاں رکھ لو۔" ہم دونوں باہر نکل آئے تھے۔ شہریار تو چلا گیا اس کے بعد میں نے گھر کا رخ ہی کیا تھا لیکن میرا ذہن شدید سنسنی کا شکار تھا۔ معمولات سے فارغ ہو کر اپنے کمرے میں جا گھسی اور پھر محدب شیشے سے اس تصویر کو دیکھنے لگی جو میرے لئے نہایت سنسنی خیز تھی۔ عظمیٰ کے بیان کے مطابق قیصرہ ناز کے گھر کی تصویر تھی جس میں قیصرہ نظر آ رہی تھی پس منظر میں ایک سائیڈ بورڈ رکھا ہوا تھا جس کے خوبصورت شیلف میں قیمتی کتابیں موجود تھیں اوپر ایک اسٹائلش فریم رکھا ہوا تھا جس میں ایک تصویر لگی ہوئی تھی اور یہ تصویر شعیب فاروقی کی

تھی۔ ایک نگاہ میں، میں نے اسے پہچان لیا تھا اور اب محدب شیشے نے اسے بالکل واضح کر دیا تھا وہ شعیب فاروقی ہی تھا۔ شعیب فاروقی کی تصویر، سویڈن میں، قیصرہ کے گھر میں۔ اس کا مطلب تھا کہ شعیب فاروقی نے قیصرہ کی کہانی من گھڑت سنائی تھی مگر پھر ہوٹل، سامان قیصرہ کا پاسپورٹ، کوئی گہری چال بھی ہو سکتی ہے اور شعیب فاروقی کو سو فیصد ایک مشکوک انسان قرار دیا جا سکتا ہے۔ بلکہ اس تفتیش کا دائرہ اسی پر مرکوز کرنا پڑے گا۔ اس کہانی کو کسی طور الگ قرار نہیں دیا جا سکتا تھا کیونکہ عظمیٰ کا فون نمبر وہاں موجود تھا۔ دوسرے دن کی مصروفیات کے لئے میں نے باقاعدہ پلاننگ کی تھی۔ چنانچہ اس پلاننگ کے مطابق میں نے دفتر کے کیمرا سیکشن سے اس تصویر کے تین انلارجمنٹ بنوائے اور شعیب فاروقی نمایاں ہو۔ گیارہ بجے شہریار کا فون ملا اور اس نے پوچھا۔

"تم عظمیٰ کے ساتھ ہسپتال جا رہی ہو.........؟"

"وہاں اپنا ایک آدمی شعیب کے پیچھے مستقل لگا دو.........!"

"اوہو، کوئی خاص بات.........!"

"ملاقات پر بتاؤں گی۔ بارہ بجے کا وقت میں نے اس لئے رکھا ہے کہ شعیب فاروقی اپنے سٹور پر ہو، اگر کوئی گڑبڑ ہو تو براہ کرم مجھے اطلاع دے دینا.........!"

"کس وقت اور کہاں۔" شہریار نے پوچھا۔

"ساڑھے بارہ بجے میں تمہیں عظمیٰ کے گھر سے فون کروں گی.........!"

"اوکے.........!" شہریار نے کہا۔ سوا بارہ بجے عظمیٰ کے گھر پہنچ گئی۔ وہ بے چینی سے میرا انتظار کر رہی تھی۔

"آہ، تم یقین نہیں کر سکتیں، میں کتنی بے چین رہی ہوں۔ ڈیڈی کو میں نے کچھ نہیں بتایا ان سے یہ خلجان برداشت نہ ہو گا اس وقت بھی وہ خوش قسمتی سے گئے ہوئے ہیں۔ چلیں.........؟"

"ہاں، تیار ہو جاؤ، میں ایک فون کروں گی۔" عظمیٰ لباس تبدیل کرنے چلی گئی میں نے شہریار کو فون کیا اور اس نے گرین سگنل دیدیا۔ ہسپتال میں اس وقت بھی نوجوان ڈاکٹر احسان ہی ڈیوٹی پر تھا جس نے تعاون کیا، قیصرہ ناز کے پاس اس وقت وہ ملازمہ بھی موجود تھی جسے شعیب فاروقی نے اٹینڈنٹ کے طور پر رکھا تھا۔ وہ قیصرہ کے بال سنوار رہی تھی۔ عظمیٰ اسے دیکھ کر ساکت رہ گئی۔ قیصرہ نے بھی اسے دیکھا لیکن اس کا چہرہ قطعی سپاٹ رہا اس کی آنکھوں میں شناسائی کے آثار نہیں تھے۔

"قیصرہ، میں عظمیٰ ہوں۔"

"جی........." اس نے آہستہ سے کہا۔

"مجھے پہچانتی ہوں.........؟"

"نہیں........." اس نے آہستہ سے کہا۔ عظمیٰ نے کچھ اور کہنا چاہا مگر میں نے اس کے بازو

پر ہاتھ رکھ کر اسے خاموش کر دیا تھا۔ زیادہ دیر رکنا بے سود تھا ڈاکٹر احسان کا شکریہ ادا کر کے ہم لوگ باہر نکل آئے.........!

"میرے خدا، وہ قیصرہ ہی ہے۔ سو فیصد قیصرہ ہے، مگر پھر وہ مقتولہ کون تھی کوئی فرق نہیں ہے دونوں میں.........؟!" عظمیٰ نے تھکی تھکی آواز میں کہا۔

"شعیب فاروقی نامی کسی شخص کو جانتی ہو.........؟" میں نے اچانک پوچھا۔

"نہیں.........کون ہے؟"

"ایسے ہی پوچھ لیا تھا۔" میں نے جواب دیا۔ عظمیٰ کو اس کے گھر چھوڑ کر میں وہاں سے چل پڑی۔ اپنے پرائیویٹ آفس کے پیچھے میں نے شہریار کی بائیک دیکھ لی تھی۔ میرا انتظار کر رہا تھا اور کھانا تیار تھا۔

"جی خاتون۔ کیا رپورٹ ہے.........؟" اس نے کھانے سے فارغ ہو کر پوچھا۔

"عظمیٰ اس لڑکی کو بھی قیصرہ ناز بتاتی ہے۔"

"ایک خیال آیا ہے دماغ میں.........؟"

"کیا.........؟"

"مقتولہ کی لاش نکلوا کر میک اپ کا اندازہ لگایا جائے........." شہریار نے کہا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"ممکن ہو گا.........؟"

"ہاں ضرورت پڑنے پر ایسا کیا جا سکتا ہے۔"

"میرا خیال ہے کر لو۔ پلاسٹک میک اپ یہ کمال دکھا سکتا ہے۔ اس کے بعد ہم پاگل لڑکی کا چہرہ بھی دیکھیں گے........."

"شاہ صاحب کی مدد لینی پڑے گی، دونوں کام ہو جائیں گے، بلکہ میں نے تو ایک بات اور سوچی ہے۔ تم نے شعیب فاروقی کی نگرانی شروع کرائی ہے میں اس لڑکی پر بھی ہسپتال میں پہرہ بٹھانا چاہتا ہوں بات آگے بڑھی تو وہ غائب بھی ہو سکتی ہے!"

"جیتے رہو، دونوں کام کی باتیں ہیں، مگر احتیاط سے........."

"ہاں اس کی فکر نہ کرو، ویسے شعیب کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ ایمانداری سے بتانا........"

"مشکوک ہے۔" میں نے کہا۔

"تم بھی جیتی رہو میری طرح۔ مجھے تو اس پر پہلے ہی شک ہو گیا تھا۔"

"اس کی وہ کہانی من گھڑت لگتی تھی بالکل جاسوسی ناولوں والی، کوئی اور چکر ہے اور وہ اس میں پوری طرح ملوث ہے۔"

"ہاں میں تم سے متفق ہوں۔"

"خدا کی قسم کمال ہے اس بار تم نے کچھ عجیب انداز اختیار کیا ہے۔" شہریار نے آنکھیں پھاڑ کر کہا اس دوران میں وہ انلارجمنٹ نکال چکی تھی جو میں نے بنوائے تھے۔ میں نے وہ شہریار کے سامنے رکھ دیئے شعیب کی تصویر اتنی نمایاں تھی کہ شہریار نے ایک نگاہ میں ہی دیکھ لی۔
ارے......... یہ اوہ یہ......... یہ اوہو خدا کی قسم یہ تو ان تصویروں سے ایک ہے جو تم......... ارے یہ سوئیڈن کی ہے......... اور........."

"اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شعیب فاروقی نے کوئی ڈرامہ کیا ہے وہ قیصرہ کو پہلے سے جانتا ہے اور سوئیڈن اس کے گھر جا چکا ہے۔ دونوں میں کیا روابط تھے اور مقتولہ کون تھی یہی سب کچھ معلوم کرنا ہے۔"

"میرے خیال میں فاروقی پر نگاہ رکھنے کی ہدایت تم نے اس کے بعد ہی کی تھی اور مگر تم نے ان تصویروں میں یہ شناخت خوب کی۔"

"تمہاری نگاہ میں بھی یہی باریکی چاہتی ہوں میں۔"

"مشکل ہے۔" شہریار مایوسی سے بولا۔

"کیوں........."

"میری آنکھوں میں ایک گھونسلہ بنا ہوا ہے اور اس گھونسلے میں ایک چڑیا رہتی ہے کیا کروں۔"

"کٹ......... اب ان حالات میں ہمیں دو کام کرنے ہیں پہلے کیا کرو گے۔ اس کا فیصلہ کرو۔"

"کیا کہا.........؟" شہریار نے پوچھا۔

"شعیب فاروقی کے گھر کی تلاشی' جو تمہیں لینی ہے خفیہ طور پر' اور اس کے دونوں ملازموں سے پوچھ گچھ۔"

"خفیہ طور پر.........؟"

"ہاں اس وقت جب شعیب فاروقی سٹور میں مصروف ہے' میں نے پروگرام بنا لیا ہے۔" میں نے شہریار کو اپنا پروگرام بتایا اور اس نے معنی خیز انداز میں گردن ہلائی پھر دوسرے پروگرام کے بارے میں پوچھا تو میں نے کہا......... "وہی میک اپ کی تلاش.........؟"

"تب یوں کرتا ہوں کہ شاہ صاحب کے ذریعہ قبر کی کھدائی کا اجازت نامہ نکلوا لیتا ہوں مجسٹریٹ کی اجازت ضروری ہوتی ہے اس میں تو شاید کچھ وقت لگ جائے کل یہ کام کر لیتے ہیں۔" پروگرام طے ہو گیا۔ شعیب فاروقی کی نگرانی اور سخت کر دی گئی تھی۔ حسب پروگرام شہریار کیل کانٹے سے لیس ہو کر میرے پاس آ گیا۔ اس نے جدید ساخت کا وائرلیس مجھے دکھاتے ہوئے کہا.........

"ہرچند کہ مجھے رپورٹ مل چکی ہے کہ وہ ہسپتال سے آکر اپنے سٹور پر مصروف ہو گیا

ہے اس کے باوجود میں نے اپنے آدمیوں کو الرٹ رکھا ہے اور ان سے کہہ دیا ہے کہ اگر شعیب فاروقی کی کوئی غیر معمولی مصروفیت دیکھیں تو مجھے فوراً آگاہ کریں۔"

"گڈ......... کام کے آدمی بنتے جا رہے ہو......... چلیں.........؟"

"ہاں" شہریار نے کہا اور ہم دونوں چل پڑے۔ راستے میں شہریار بولا "اس کے علاوہ شاہ صاحب سے بات ہو گئی ہے وہ بڑے حیران ہوئے تھے اور خوش بھی۔"

"کس بات پر.........؟"

"دراصل جس سلسلے میں' میں مصروف کیا گیا تھا اس کی وجہ سے عابدہ فردوس کا کیس نظرانداز کر دیا گیا تھا اور بعد میں شاہ صاحب نے بھی اس بارے میں گفتگو نہیں کی تھی ان کا خیال تھا کہ میں نے بھی اس طرف توجہ چھوڑ دی ہے' جب میں نے ان سے درخواست کی تو وہ چونک کر بولے میں کہ کیا میں اس کیس پر کام کر رہا ہوں تو میں نے انہیں عالم قریشی کے بارے میں بتایا......... وہ ہنسنے لگے اور بولے کہ میں کسی کی پروا کئے بغیر کام جاری رکھوں اور خود پر ترقی کے دروازے کھول لوں......... انہوں نے ایک خبر بھی سنائی ہے خدا جانے اچھی ہے یا بری۔"

"کیا؟"

"کچھ نئے تقرر ہونے ہیں محکمہ پولیس میں انسپکٹر اور ڈی ایس پی کے عہدے کے چنانچہ حکومت نے خصوصی طور پر ایسے ارکان کے فائل طلب کئے ہیں جنہوں نے اعلیٰ کارکردگی کے ریکارڈ قائم کئے ہیں امکان یہ ہے کہ سینئر انسپکٹروں کو ڈی ایس پی کا عہدہ دیا جائے گا ان میں میرا فائل بھی مانگا گیا ہے۔"

میں مسرور ہو گئی تھی اور شہریار منہ بسور کر بولا تھا......... "ہائے وہ سنہرے دن جب ہم صاحب خان کے مصاحب ہوتے تھے۔ جوں جوں عہدے بڑھتے رہیں گے مشکلات میں اضافہ ہوتا رہے گا۔"

"ہوش میں آجاؤ شہریار' کچھ بتا دیا میں نے تو پٹ سے گر کر بے ہوش جاؤ گے۔ اس لئے مجھے خاموش ہی رہنے دو.........!" میرے ذہن میں قائم آ گیا تھا۔

"کیا مطلب.........؟" شہریار بولا۔

"بھئی مجھے اس وقت فضول باتوں میں نہ الجھاؤ......... ہم ایک مشکل کام کرنے جا رہے ہیں۔ ہاں شاہ صاحب نے اس بارے میں کیا کہا ہے.........؟" شہریار مجھے گھورتا رہا پھر بولا "اجازت نامہ حاصل ہو جائے گا اور لاش قبر سے نکلوا لی جائے گی۔ مجھ سے درخواست لے لی گئی ہے۔"

میں خاموش ہو گئی' شہریار بھی سمجھ رہا تھا پھر ہم مطلوبہ جگہ پہنچ گئے میں نے کئی بار ہارن بجایا اور نوجوان ملازم نے گیٹ سے باہر جھانکا شہریار سیٹوں کے نیچے ہو گیا تھا۔

"تم بہرے ہو' اتنی دیر سے ہارن بجا رہی ہوں دروازہ نہیں کھولتے۔" میں نے گرج کر

کہا اور ملازم نے دروازہ کھول دیا- میں کار اندر لیتی چلی گئی- ملازم ہکا بکا رہ گیا تھا- پھر وہ پریشان سا میرے پاس آگیا-

"آپ کون ہیں جی......... ہمارے صاحب گھر پر نہیں ہیں-"

"مجھے معلوم ہے......... بڑی بی کو بلاؤ-"

میں نے کڑک کر کہا اور وہ سر کھجاتا ہوا اندر چلا گیا- "شہریار' ہری اپ........." میں نے کہا اور شہریار پھرتی سے نیچے اتر کر اندر داخل ہو گیا- میں خود بھی گاڑی سے نیچے اتر آئی تھی- چند لمحات کے بعد ملازم بوڑھی ملازمہ کے ساتھ آگیا- میں نے بوڑھی خاتون کے چہرے کا جائزہ لے کر اس کے بارے میں اندازہ لگانے کی کوشش کی پھر اسے سلام کیا-

"کون ہے تو بی بی.........؟" بڑی بی کڑک لہجے میں بولیں-

"اماں ایک ضروری کام سے تمہارے پاس آئی ہوں-"

"کیا کام ہے.........؟"

"بہت ضروری کام ہے......... کہیں بٹھاؤ گی نہیں مجھے.........؟"

"گھر کا مالک گھر میں نہیں ہے ادھر ہی بیٹھ......... کیا کام ہے.........؟" بڑی بی بغیر لچک کے بولیں اور میں ایک سیڑھی پر بیٹھ گئی- ملازم بھی وہیں موجود تھا-

"تم سے کچھ معلومات کرنی ہیں اماں........."

"کس بارے میں.........؟"

"شعیب صاحب کے بارے میں وہ دراصل' دراصل ہماری شادی ہو رہی ہے-"

"کس سے شادی ہو رہی ہے........."

"شعیب صاحب سے.........؟"

"تیری؟" بڑی بی کا انداز کچھ بدلا.........

"ہاں اماں.........؟"

"اندھے ہیں کیا تیرے ماں باپ......... بوجھ بنی ہوئی ہے تو ان پر........."

"کیوں اماں.........؟" میں نے حیرانی کا مظاہرہ کیا-

"اچھا لڑکا ناں ہے وہ......... سر پکڑ کر روئے گی-"

"کیوں اماں.........؟"

"ارے ہم کیوں بتائیں مالک ہے وہ ہمارا......... تجھے خود پتہ چل جائے گا........."

"تمہارے پاس اسی لئے تو آئی ہوں اماں میری مدد کرو........." میں نے عاجزی سے کہا-

"شراب پیوے ہے' جوا کھیلے ہے' گھر میں پیسہ نا دیوے ہے باہر خوب لٹاوے ہے اور تو بھی تو بول بشیرے-"

"چپ ہو جا اماں مجھے بھی نوکری سے نکلوائے گی کیا-" ملازم نے کہا-

"ارے تو کوئی جھوٹ بولوں ہوں کہاں سے خرچہ چلاؤں......... تنخواہ ملے کوئی........."

بوڑھی عورت نے کہا-

"اس مہینے مل جائے گی صاحب نے بولا ہے........." ملازم نے کہا-

"وہ تو بولے ہی ہے-"

"تم کب سے ان کے ساتھ ہو اماں........."

"پانچ سال ہو گئے- جمال پور سے آئی ہوں اس کے ساتھ یہاں کسی کو ناجانوں کب کی چلی گئی ہوتی-"

"وہ جمال پور میں رہتے تھے-"

"ارے سب کے پیسے لیکر بھاگا ہے وہاں سے کتنے کوستے ہوں گے-"

"کس کے پیسے؟"

"میں کیا جانوں ری تھا کیا اس کے پاس لوگ قرضہ مانگنے ہی آتے رہتے تھے تبھی تو بھاگا اب ہے-"

"ان کے ماں باپ نہیں ہیں.........؟"

"مر گئے دونوں پھوپی تھی بیٹی تھی اس کا میاں چھوڑ کر بھاگ گیا تھا جوانی میں' پلٹا ہی نا اس کے پاس جو کچھ تھا وہ بھی کھا گیا-" بڑی بی نے کہا-

"کون چھوڑ کر بھاگ گیا تھا پھوپی کا میاں یا بیٹی کا میاں.........؟" میں نے پوچھا-

"اے دماغ خراب ہو گیا ہے کیا تیرا' بیٹی کا بیاہ ہی کہاں ہوا تھا کھانے کو گھر میں تھا نہیں بیٹی کا میاں کہاں سے آتا-"

"اوہ معافی چاہتی ہوں وہ پھوپی کہاں ہیں.........؟"

"بھاڑ چولہے میں مجھے کیا معلوم-"

"آپ کا بہت بہت شکریہ اماں آپ نے مجھے بچا لیا ورنہ میرا کیا ہوتا- میں نے تو سنا ہے کچھ عرصہ قبل وہ یہاں ایک پاگل لڑکی کو لائے تھے بعد میں اس کا علاج بھی کرانے کی کوشش کی تھی-"

"پاگل لڑکی' علاج.........؟ جھوٹ بولا ہو گا کسی نے کیوں بشیرے.........؟"

"تم خود ہی بات کرو اماں میری گردن کیوں پھنسا رہی ہو" ملازم نے کہا اور میں نے سو سو روپے کے دو نوٹ نکال کر ان دونوں کے حوالے کر دیئے- مزید کچھ دیر انہیں باتوں میں لگائے رہی یہاں تک کہ شہریار نے باہر جھانکا اور میں نے بشیرے سے کہا "بشیرے ایک گلاس پانی پلاؤ گے........."

"ابھی لایا جی-" بشیرے نے کہا اور اندر چلا گیا بڑی بی کو میں باتوں میں لگا کر تھوڑے سے فاصلے پر لے آئی اور شہریار کو موقع مل گیا- پھر پانی پی کر میں وہاں سے نکل آئی- باہر آکر شہریار

سیدھا ہو گیا- ہم لوگوں نے یہاں سے اپنے دفتر کا رخ کیا تھا اور راستے میں خاموش رہے تھے پھر گل بدر سے چائے تیار کرائی اور میں نے سوالیہ نظروں سے شہریار کو دیکھا-

"کچھ نہیں ملا...... سوائے پاسپورٹ کے وہ بھی میں ساتھ نہیں لایا- مگر اس کی ساری تفصیلات نوٹ کر لایا ہوں-"

"کیا......؟" میں نے سوال کیا-

"وہ دو بار جرمنی گیا ہے- دونوں بار سوئیڈن بھی گیا ہے- تاریخیں میرے پاس محفوظ ہیں-"

"بس......؟" میں نے پوچھا-

"یقین کرو کچھ تھا ہی نہیں-"

"تو سوئیڈن گیا ہے وہ......؟"

"ہاں بالکل......!" ویسے لبنیٰ ایک خیال میرے ذہن میں اور آیا ہے-" شہریار پر خیال لہجے میں بولا-"

"کیا......؟"

"ایگل روڈ کا وہ مکان ہم نے نظرانداز کر دیا جہاں وہ ایک بار گیا تھا- میرا آدمی اس کا مکمل پتہ جانتا ہے-" میں پرخیال نظروں سے شہریار کو دیکھنے لگی تھی- پھر میں نے کہا "کیا خیال ہے- وہاں چلیں......؟"

"ہاں جانا چاہئے دیکھیں تو سہی وہاں کیا ہے......؟"

"تمہارا وہ آدمی کہاں ہے......؟"

وائرلیس پر مل جائے گا میں اس سے پتہ معلوم کرتا ہوں-" شہریار نے یہیں سے وہ پتہ معلوم کیا اور اسے نوٹ کر کے میری طرف دیکھنے لگا- میں فوراً اٹھ گئی تھی- مجھے یقین تھا کہ وہاں سے کچھ نہ کچھ ضرور ملے گا- راستے میں شہریار نے مجھ سے ملازموں سے ہونے والی گفتگو کے بارے میں پوچھا...... میں نے مختصر تفصیل بتا دی تھی شہریار خاموش ہو گیا- ایگل روڈ کے پتے پر ہم جس مکان پر پہنچے تھے وہ اسی گز پر بنا ہوا ایک بوسیدہ سا مکان تھا- شہریار نے دوبار دروازہ بجایا تب کسی نے اندر سے درواہ کھولا تہمد اور بنیان میں ملبوس ایک بدشکل آدمی تھا جو شاید سوتے سے اٹھ کر آیا تھا اس کی آنکھیں گہری سرخ ہو رہی تھیں شہریار اسے اور وہ شہریار کو دیکھ کر چونک پڑے شہریر کے منہ سے نکلا "راجہ!"

تہمد اور بنیان میں ملبوس شخص کے چہرے پر بدحواسی کے آثار پھیل گئے اس نے دفعتاً اندر چھلانگ لگا دی مگر شہریار کی جست بھی کسی چیتے کی جست سے کم نہیں تھی اس نے چند گز کے فاصلے پر ہی اسے دبوچ لیا تھا- میں نے بھی سستی کا مظاہرہ نہیں کیا اور اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر دیا شہریار نے چند لمحوں میں اسے بے بس کر دیا وہ سہمے ہوئے لہجے میں بولا "مارنا

نہیں افسر صاحب مارنا نہیں ایک ہاتھ برداشت نہیں کر سکوں گا...... دل کا مریض ہوں دورہ پڑ چکا ہے مارنا نہیں......" شہریار نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں بھاگنے کا راستہ نہیں تھا بس یہ چھلانگ اضطراری نوعیت کی تھی...... چنانچہ اس نے راجہ کو چھوڑ دیا-

"تم یہاں چھپے ہوئے ہو......؟" شہریار بولا-

"چھپا ہوا کیا ہوں افسر صاحب زندگی کی بچی ہوئی سانسیں پوری کر رہا ہوں معاف کر دیجئے بہت تھوڑی سی زندگی رہ گئی ہے میری مجھے معاف کر دیجئے-"

"اور کون ہے یہاں؟" شہریار نے پوچھا-

"خالہ ہیں میری' بیمار ہیں' جمال پور سے یہاں لے آیا ہوں علاج کرا رہا ہوں ان کا' السر کی مریضہ ہیں اچھی حالت نہیں ہے- معاف کر دیجئے افسر صاحب دو آدمیوں کی زندگی کا سوال ہے میرے بغیر خالہ زندہ نہ رہ سیں گی اور میرا تو اپنا کوئی ٹھیک ہی نہیں ہے- بس ایک بار دل کا دورہ اور پڑا اور میں گیا-" میں نے حیران نگاہوں سے اس شخص کو دیکھا' بظاہر تو دل کا مریض نظر نہیں آتا تھا لیکن جمال پور کے نام پر نہ صرف میں بلکہ شہریار بھی چونکا تھا' ہم دونوں ایک دوسرے کو آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارہ کیا اور پھر شہریار بولا- "رسی تلاش کرو- یہ بڑا مکار آدمی ہے اس سے ذرا صحیح طور طریقے سے ہی نمٹنا پڑے گا-"

میں فوراً ہی مستعد ہو گئی تھی اور پھر رسی بھی زیادہ دور نہیں تھی وہیں دیوار کی ایک کھونٹی پر لٹکی ہوئی تھی' میں نے فوراً ہی اتار کر شہریار کو دے دی اور شہریار نے بڑی مضبوطی سے اس کے دونوں ہاتھ پشت پر کس دیئے اس نے کوئی مداخلت نہیں کی تھی' پھر شہریار نے مجھ سے کہا- "دیکھو ذرا اس کی خالہ کون ہے ذرا احتیاط سے میں اس پر نگاہ رکھے ہوئے ہوں-"

میں خاموشی سے مکان کے ان دو کمروں کی جانب متوجہ ہو گئی جن کے سامنے چھوٹا سا دالان اور بہت ہی چھوٹا سا صحن تھا- بس یہی تھی اس گھر کی کل کائنات' پہلے ہی کمرے میں مجھے وہ معمر عورت نظر آ گئی جو بہت لاغر تھی اور نیم بے ہوشی کی سی کیفیت میں ایک پلنگ پر پڑی ہوئی تھی' بستر میلا کچیلا تھا' گھر میں ضروریات زندگی کی نہایت ہی معمولی سی چیزیں تھیں' میں نے اس عورت کی نبض دیکھی' سینے پر ہاتھ رکھ کر دیکھا بس نیم بے ہوشی کی سی کیفیت تھی' اس کے بعد میں نے اس کمرے کا جائزہ لیا اور سامنے ہی دیوار پر ایک پستول لٹکا ہوا نظر آ گیا جو چمڑے کے کیس میں تھا' میں نے پستول نکال لیا اور اس کے بعد کمرے کی مزید تلاشی لے ڈالی' بہت سی دوائیں اور ایسی ہی تمام چیزیں تھیں' اس کے علاوہ اور کوئی خاص چیز نہیں مل سکی تھی' کچھ دیر کے بعد میں شہریار کے پاس پہنچ گئی اور میں نے پستول اس کے حوالے کرتے ہوئے کہا- "بس قابل ذکر چیزوں میں یہ پستول ہے یا پھر وہ معمر عورت' جو بستر پر نیم بیہوشی کی کیفیت میں پڑی ہوئی ہے-" شہریار نے گردن ہلائی ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا پھر بولا- "کیا خیال ہے اب کیا کرنا ہے؟"-

"ان دونوں کو لے چلنا ہے۔" میں نے کہا اور راجہ پھر گڑگڑانے لگا۔

"معاف کر دو افسر صاحب معاف کر دو زندگی کی یہ سانسیں عزت سے ہی پوری کر لینے دو وہاں جیل میں مرجاؤں گا' یہیں مرجانے دو' دو زندگیوں کا سوال ہے۔"

"فکر مت کرو' نہ ہم تمہیں جیل میں مرنے دیں گے اور نہ ان خاتون کو' قانون کے مطابق ہی سب کچھ ہو گا' بے فکر رہو یہاں سے بہتر طریقے سے تمہارا علاج کرایا جائے گا اور سنو یہ پستول خوش قسمتی سے مجھے مل گیا ہے' بھرا ہوا ہے اور تم جانتے ہو کہ تمہیں ہلاک کرنا میرے لئے کوئی مشکل کام نہیں ہو گا' کیونکہ تم اسی قسم کے مجرم ہو' یہ صاحب خان کے لاک اپ سے دو سنتریوں کو زخمی کرکے بھاگنے والا مجرم ہے اور ایک سال پہلے یہ ہماری تحویل سے نکل گیا تھا۔ بڑی مشکل اٹھانی پڑی تھی اس کے بھاگ جانے کے بعد بڑی مشکل سے عزت بچائی تھی اب اسے لے چلنا ہے ذرا احتیاط رکھنا۔"

"ٹھیک ہے تم بے فکر رہو میرا مشورہ ہے کہ پہلے تم ان معمر خاتون کو باہر لے جاکر کار کی پچھلی سیٹ پر لٹا دو اس کے بعد اس شخص کے سلسلے میں بھی کچھ کرلیا جائے گا۔" شہریار نے ایک لمحے کے لئے میری طرف دیکھا پھر بولا۔ "کیوں نہ میں کچھ لوگوں کو یہاں طلب کر لوں؟"

"ضرورت نہیں ہے شہریار بے فکر رہو' چلو جو کچھ میں کہہ رہی ہوں وہی کرو۔" میں نے پستول شہریار کے ہاتھ سے لے لیا اور شہریار مجھ سے چابی لیکر باہر نکل گیا۔ کار کو وہ دروازے کے بالکل قریب لے آیا تھا اور اس کے بعد معمر عورت کو بازوؤں میں اٹھا کر وہ باہر نکل گیا' اس دوران راجہ مدھم مدھم لہجے میں مجھ سے کہتا رہا تھا۔

"تم ہی میری سفارش کر دو بی بی' تم ہی میری سفارش کر دو' کسی زمانے میں برا آدمی تھا مگر دل کا دورہ پڑنے کے بعد سارے برے دھندے چھوڑ دیئے اب وہ بوڑھی عورت ہے اور میں ہوں' مرجائے گی وہ میرے بغیر مرجائے گی۔"

"تم فکر مت کرو' تم دونوں کا باقاعدہ علاج کرایا جائے گا میں اس کی ذمہ داری لیتی ہوں۔"

"ارے چھوڑو ایک بار پولیس کے ہتھے چڑھ جاؤ تو پھر زندگی کہاں بچتی ہے' لعنت ہے لعنت ہے۔" اس کے بعد وہ خاموش ہو گیا تھا' شہریار نے واپس آکر پستول میرے ہاتھ سے لیا اور پھر اس سے بولا۔

"جتنی شرافت کا اظہار کر سکتے ہو کرو اور کم از کم اپنی موت کے لئے دل کا دوسرا دورہ پڑنے کا انتظام کرلو وقت سے پہلے مرنا اچھی بات نہیں ہے' چلو باہر نکلو۔"

اور راجہ مجبوراً اٹھ کھڑا ہوا' میں پھرتی سے ایک بار پھر اندرونی حصے میں داخل ہوئی اور وہ تمام دوائیں ایک پلاسٹک کی تھیلی میں بھر کر وہاں سے باہر نکل آئی یہ میں نے ایک خاص خیال کے تحت کیا تھا۔ اس دوران شہریار راجہ کو کار کی پچھلی سیٹ پر بٹھا چکا تھا' معمر عورت کو

بھی اس نے نیم بیہوشی کی کیفیت میں لٹایا نہیں تھا بلکہ دروازے سے لگا کر بٹھایا تھا اس کے برابر راجہ کو تاکہ پچھلی سیٹ پر جگہ باقی رہے یہاں وہ خود بیٹھتا تھا اور اس نے کار کی چابی میرے حوالے کر دی تھی' پستول اس نے راجہ کی پسلی سے لگایا ہوا تھا' پھر وہ آہستہ سے بولا۔

"ہیڈکوارٹر چلنا ہے پہلے۔"

"میں نے خاموشی سے کار اسٹارٹ کی اور برق رفتاری سے ہیڈکوارٹر کی جانب چل پڑی۔

یہاں پہنچ کر شہریار نے مجھ سے کہا۔ "میں اس سے ذرا حساب کتاب کرتا ہوں تم ان خاتون کو لے کر کسی اچھے ہسپتال پہنچا جاؤ۔ فرصت ملتے ہی تم سے رابطہ قائم کروں گا۔" میں نے گردن ہلائی اور اس کے بعد پولیس ہیڈکوارٹر سے واپس چل پڑی ذہن میں کسی ہسپتال کا تصور تھا' پھر اچانک ہی ڈاکٹر تانیا کا خیال آیا اس میں ایک کوئی شک نہیں کہ ڈاکٹر تانیا کا کلینک دماغی مریضوں کے لئے تھا لیکن میں یہ بات جانتی تھی کہ تانیا اس سلسلے میں بھی میری مدد کریں گے چنانچہ میں نے ادھر ہی کا رخ کیا تھا۔ کلینک میں داخل ہوتے ہی میری مدد کی گئی اور معمر خاتون کو ایک کمرے میں پہنچا دیا گیا جہاں ایک ڈاکٹر نے فوری طور پر ان کی دیکھ بھال شروع کر دی اور مجھ سے ان کے بارے میں تفصیلات معلوم کرنے لگا' ڈاکٹر کو مختصر تفصیلات بتانے کے بعد میں نے ڈاکٹر تانیا کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا۔ "ڈاکٹر تانیا بغیر اپائنٹمنٹ کے نہیں مل سکتے۔"

"میں جانتی ہوں' لیکن کیا وہ یہاں موجود ہیں؟"

"جی ہاں اپنے کمرے میں تشریف رکھتے ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"میں ان سے ملنا چاہتی ہوں کسی بھی طرح بس اتنا کہلوا دیجئے کہ لیئی ان سے ملاقات کرنا چاہتی ہے۔" ڈاکٹر نے اس سلسلے میں تعاون کیا تھا اور کچھ ہی دیر کے بعد وہ کسی قدر بوکھلایا ہوا سا ڈاکٹر تانیا کے ساتھ میرے پاس پہنچ گیا تھا' ڈاکٹر تانیا نے مجھے دیکھتے ہی فلک شگاف نعرہ لگایا۔

"اوہ مس لیئی آپ' خیریت یہاں کیسے' اور بغیر کسی اطلاع کے' یہ کون ہیں؟" بہت سے سوالات انہوں نے ایک ساتھ ہی کر ڈالے تھے اور میں نے مسکرا کر آہستہ آہستہ انہیں ان معمر خاتون کے بارے میں بتایا اور کہا کہ میں یہ نہیں سمجھتی کہ کیس ڈاکٹر تانیا کا ہے یا نہیں لیکن ان خاتون کا تجزیہ ضروری ہے۔"

"تو فکر مند کیوں ہو لیئی بیٹے ابھی بندوست ہوا جاتا ہے' ڈاکٹر فائق ذرا ڈاکٹر الیاس کو ٹیلیفون کرکے فوراً یہاں طلب کر لو۔" ڈاکٹر تانیا کا یہ رویہ میرے لئے بہت ہی شفقت آمیز تھا' انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر ایک جانب بڑھتے ہوئے کہا "کیا قصہ ہے؟"

"بس ڈاکٹر تانیا' آپ جس سلسلے میں میرے پاس تشریف لائے تھے یہ اسی کی ایک کڑی ہے۔"

"اوہو وہ لڑکی جس کے بارے میں' میں نے تمہیں بتایا تھا یعنی جس کی تصویر مقتولہ کی حیثیت سے چھپی تھی۔"

"جی ہاں۔"

"مگر یہ معمر خاتون؟"

"وہ واقعہ آگے بڑھا ہے اور یہ خاتون اسی سے تعلق رکھتی ہیں۔"

"بھئی واہ اب ذرا میں خود بھی ان کا جائزہ لے لوں' معاملہ کافی دلچسپ لگتا ہے۔" ڈاکٹر تانیا نے معمر خاتون کی نبض دیکھی' آلات وغیرہ سے ان کا معائنہ کیا اور پھر آہستہ سے بولے۔

"کوئی دماغی مسئلہ تو نہیں ہے لیکن جسم بہت کمزور اور لاغر ہے' انہیں میرا مطلب ہے کیا تمہارے علم میں یہ بات ہے کہ انہیں کیا ہوا؟"

"نہیں ڈاکٹر' البتہ یہ دوائیں انہیں استعمال کرائی جا رہی ہیں' میں انہیں ساتھ لے آئی ہوں۔"

"ہاں' ہاں دکھاؤ دکھاؤ۔" ڈاکٹر تانیا نے کہا اور میں نے دواؤں کی شیشیاں ان کے سامنے پلاسٹک کی تھیلی سے نکال کر رکھ دیں' ڈاکٹر تانیا ایک ایک دوا کا جائزہ لیتے رہے اور ان کے چہرے پر کسی قدرت حیرت کے آثار نظر آنے لگے' پھر انہوں نے آہستہ سے کہا۔

"دوائیں مختلف معاملات کے لئے ہیں لیکن اگر انہیں ایک ساتھ ان خاتون کو دیا جا رہا ہے۔ تو یہ تو ان کے حق میں بہتر نہیں ہے ان دواؤں سے ان کے جسم اور ذہن کو مفلوج کرنے کی کوشش کی جاتی رہی ہے۔"

"جی۔" میں نے حیرانی سے کہا۔

"سو فیصد' اس بات کی تصدیق ڈاکٹر الیاس بھی کریں گے وہ فزیشن ہیں اور بہت جلد یہاں پہنچنے والے ہیں۔" پھر ڈاکٹر الیاس نے بھی وہی رپورٹ دی جو ڈاکٹر تانیا دے چکے تھے انہوں نے کہا۔ "اگر ان خاتون کی زندگی بچانی ہے تو فوری طور پر ان کے لئے دوائیں تبدیل کرنا ہوں گی ویسے میں سمجھتا ہوں کہ ان کی شدید دیکھ بال کی ضرورت ہے۔"

"بھئی الیاس صاحب سب کچھ ہو جائے گا آپ فوری طور پر ان کی زندگی بچانے کی کوشش کریں' ویسے کیا خیال ہے یہاں رہ کر یہ کام ہو سکتا ہے؟"

"ہاں کوئی حرج نہیں ہے بات صرف دواؤں کے استعمال کی ہے بلکہ بہتر ہے کہ آپ تھوڑا سا ان کا ذہنی تجزیہ بھی کرتے رہیں۔"

"وہ میں کر لوں گا آپ اطمینان رکھیں۔"

"تو پھر فوراً یہ دوائیں طلب کر لیں' خاص طور سے یہ دو انجکشن تو فوری طو پر دینے ہیں۔" ڈاکٹر فائق وہ انجکشن لینے چلے گئے اور کچھ دیر کے بعد معمر خاتون کو ایک اور کمرے میں منتقل کر دیا گیا' ڈاکٹر الیاس اپنا کام مکمل کر کے واپس چلے گئے تھے' تب ڈاکٹر تانیا نے کہا۔ "بھئی معاف کرنا لبنٰی میں خود بھی ان معاملات میں خاصی دلچسپی لینے لگا ہوں ذرا مجھے تھوڑی سی تفصیل تو بتاؤ' اس دن کے بعد سے تو رابطہ ہی قائم نہیں ہو سکا' ویسے میں تم سے ملتا ضرور اس بارے

میں معلومات حاصل کرنے کے لئے کیونکہ فرصت کے لمحات میں تمہاری قربت ایک بہترین مشغلہ ثابت ہو سکتی ہے۔"

میں نے مختصر الفاظ میں ڈاکٹر تانیا کو صورتحال بتائی اور یہ بھی بتایا کہ وہ لڑکی جسے انہوں نے یہ کہہ کر اپنے کلینک سے رخصت کر دیا تھا کہ وہ کسی دماغی مرض کا شکار نہیں ہے ہسپتال میں ڈاکٹر تبسم رضوی کے زیرعلاج ہے۔

"وہ اس کا کیا علاج کر رہے ہیں؟"

"بس انہوں نے ایک تھیوری پیش کی تھی اس کی دماغی کیفیت کے بارے میں۔"

"خیر ظاہر ہے ڈاکٹر ہیں جو بات میں نہیں سمجھ پایا وہ انہوں نے سمجھ لی ہو گی' لیکن یہ سب کچھ بڑا سنسنی خیز ہے۔"

"یہ ہوش میں کب تک آجائیں گی ڈاکٹر؟"

"بھئی اس سلسلے میں الیاس ہی سب کچھ کریں گے ویسے انہوں نے مجھے ان کی دماغی تجزیئے کے لئے کہا ہے اس کی رپورٹ میں تمہیں پیش کر دوں گا فکر مت کرو۔"

"ایک بات اور عرض کرنا چاہتی ہوں ڈکٹر تانیا۔"

"ہاں ہاں کہو۔"

"ان کی حفاظت بہت ضروری ہے آپ صورتحال کو کسی حد تک سمجھ رہے ہوں گے۔" ڈاکٹر تانیا نے پرخیال انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "اچھا کیا تم نے مجھے بتا دیا میں اس کا پورا پورا خیال رکھوں گا بے فکر رہو۔"

"مجھے اجازت دیں گے۔"

"ہاں تم سے رابطہ رہے گا اور اس سلسلے میں بالکل بے فکر رہنا' یہ یہاں محفوظ بھی ہوں گی اور جیسے ہی ان کی ذہنی کیفیت بحال ہوئی میں فوراً تمہیں اطلاع دوں گا۔"

"آپ کے اس تعاون کی بے حد شکر گزار ہوں۔"

"بس بس میرا خیال ہے ان الفاظ کی ضرورت نہیں ہے۔" ڈاکٹر تانیا نے بڑا اطمینان دلایا تھا' اس کے بعد میں وہاں سے باہر نکل آئی یہ مسئلہ بڑی دلچسپی سے آگے بڑھ رہا تھا اور اب مجھے شہریار کی طرف سے اطلاعات کا انتظار تھا۔ شہریار نے رپورٹ دی۔

"اس سے کوئی خاص بات نہیں معلوم ہو سکی میں نے یہ تو بتا دیا تھا تمہیں کہ وہ جرائم پیشہ تھا۔ ایک سنگین جرم میں گرفتار کیا گیا تھا اور صاحب خان نے اسے لاک اپ میں رکھا ہوا تھا کہ سنتریوں کو دھوکہ دے کر لاک اپ سے نکل بھاگا اور غائب ہو گیا' صاحب خان بڑا عتاب کا شکار رہا تھا' بڑی مشکل سے معاملہ رفع دفع ہو سکا تھا' خیر اس نے جو بیان دیا ہے وہ یہ ہے کہ یہاں سے فرار ہو کر وہ سیدھا جمال پور پہنچا تھا کیونکہ جمال پور میں اس کا ایک دوست شعیب فاروقی رہتا تھا جو بعض ہلکے پھلکے جرائم میں اس کا ساتھی بھی رہا تھا اور خصوصاً جوئے میں اس

کے ساتھ اکثر ساتھ رہتا تھا' جمال پور پہنچا تو شعیب فاروقی نے اسے پناہ دی اور کافی دن تک وہ شعیب فاروقی کے مکان پر چھپا رہا پھر وہیں پر اسے دل کا دورہ پڑا اور شعیب فاروقی نے اسے ہسپتال میں داخل کرا دیا اس نے راجہ کی اچھی دیکھ بھال کی اور اس بری حالت میں اس کا ساتھ دیا' چنانچہ راجہ پر اس کا احسان بھی قائم ہو گیا تھا اور اس کے علاوہ اب جب وہ دل کا مریض بن گیا تھا تو اسے مدد کی ضرورت بھی تھی جو شعیب فاروقی نے بے لوث کی اور راجہ اس کا احسان مند ہو گیا' یہ تھی اس کی شعیب فاروقی کے ساتھ شمولیت کی کہانی اس وقت سے لیکر اب تک بقول اس کے وہ فاروقی کے ساتھ ہی ہے' کافی عرصے پہلے فاروقی جمال پور سے یہاں آگیا اور اپنے گھر پر راجہ کو نگرانی کے لئے چھوڑ آیا یہاں آنے کے بعد اس نے نجانے کیا' کیا' کیا اور پھر راجہ کو بھی وہاں سے بلا لیا۔ ساتھ ہی وہ اس معمر عورت کو بھی لایا تھا' جسے اس سے پہلے راجہ نہیں جانتا تھا کہ کون ہے اور شعیب فاروقی سے اس کا کیا تعلق ہے' شعیب فاروقی نے راجہ کو اس گھر میں منتقل کر دیا اور اس سے کہا کہ وہ اس عورت کی بھرپور نگرانی کرے' عورت اسی وقت سے بیمار تھی اور راجہ اسے دوائیں وغیرہ دیا کرتا تھا۔ یہ دوائیں اسے شعیب فاروقی ہی فراہم کرتا تھا راجہ کا کہنا ہے کہ ان حالات میں زندگی اس کے لئے بہت مشکل ہو گئی تھی اور اگر شعیب فاروقی کا سہارا نہ ملتا تو نجانے اس کا کیا حال ہوتا' اس لئے اس کا احسان مند بھی تھا' شعیب فاروقی نے اسے اس عورت کے بارے میں صرف اتنا بتایا کہ وہ اس کی کوئی رشتے دار ہے اور اسے اسی کیفیت میں رہنا چاہئے' راجہ کو یہ تو اندازہ تھا کہ عورت پاگل یا بہت زیادہ بیمار نہیں ہے بس کوئی ایسا ہی مسئلہ ے جس کی وجہ سے شعیب فاروقی اسے اس کیفیت میں رکھنا چاہتا ہے' اس نے ایک آدھ بار شعیب فاروقی سے سوال بھی کیا تو شعیب فاروقی نے اس سے کہا کہ ابھی خاموشی اختیار کرے وہ ایک کام کر رہا ہے جس کا نتیجہ ظاہر ہو گیا تو بہت سی آسانیاں فراہم ہو جائیں گی۔ یہی باتیں اس نے ہمیشہ راجہ سے کی تھیں' راجہ کی چونکہ خود اپنی کیفیت زیادہ بہتر نہیں تھی اس لئے اس نے شعیب فاروقی سے کسی قسم کا کوئی انحراف نہیں کیا اور اس طرح زندگی گزر رہی تھی' شعیب فاروقی کے بارے میں سوالات کئے تو اس نے جواب دیا کہ شعیب فاروقی فلیش کا بہترین کھلاڑی ہے اور تاش میں گڑبڑ کرنا جانتا ہے' چنانچہ اس کے پاس دولت کا آجانا کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے' جب میں نے راجہ سے اس ڈرگ سٹور کے بارے میں سوال کیا تو اس نے بتایا کہ شعیب فاروقی زندگی میں نجانے کیا کیا کرتا رہا ہے' اس کے بارے میں بہت زیادہ معلومات نہیں ہیں راجہ کو لیکن یہ ایک سچ ہے کہ شعیب فاروقی کے حالات حیران کن انداز میں بدلے ہیں ورنہ اس سے پہلے بس یونہی سا آدمی تھا وہ اور اس کی مالی حیثیت بہت زیادہ مستحکم نہیں تھی جبکہ اب وہ عیش و عشرت کی زندگی گزار رہا ہے اور بظاہر یوں لگتا ہے جیسے بہترین مالی حالات رکھتا ہو وہ' یہ تھی راجہ کی کہانی۔" میں نے اس سے سوال کیا۔

"کیا یہ سچ ہے شہریار کہ وہ دل کا مریض ہے؟"

"ہاں پولیس ہسپتال میں اس کا معائنہ کرایا گیا ہے باقاعدہ دوائیں استعمال کرتا ہے۔"

"ہوں' بظاہر تو صحت خراب نہیں لگتی تھی اس کی۔"

ہاں بظاہر واقعی نہیں لگتی تھی۔" شہریار نے جواب دیا۔

اس کا مطلب ہے کہ راجہ سے کوئی خاص بات نہیں معلوم ہو سکی۔"

"میرا خیال تو ہے لیکن کہ خاص' خاص باتیں معلوم ہو گئی ہیں' کم از کم یہ پتہ چل گیا ہے کہ فاروقی ایک مشکوک آدمی ہے۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا' شہریار کہنے لگا۔

"بہرحال ہم نے اس کے گرد گھیرا تنگ کر دیا ہے میں نے اور بھی چند افراد اس کی نگرانی پر لگا دیئے ہیں تاکہ وہ کوئی ایسی حرکت نہ کر سکے جو بعد میں ہمارے لئے نقصان کا باعث ہو ہسپتال پر بھی میں نے بہترین طریقے سے پہرہ بٹھا دیا ہے اور اس لڑکی کی بھرپور حفاظت کی جا رہی ہے بلکہ اگر اس کے سلسلے میں کہیں سے کوئی کاروائی ہوئی تو میرے آدمی مداخلت کر بیٹھیں گے۔"

"گڈ۔ بہترین انتظامات کئے ہیں تم نے" میں نے تعریفی لہجے میں کہا۔

"اب کیا پروگرام ہے؟"

"باقی آئندہ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور شہریار خاموش ہو گیا۔

میں نے دل میں اعتراف کیا یہ ایک ایسا معمہ ہے جس کا حل میں دریافت کرنے میں ناکام رہی ہوں۔ حالات و واقعات سیدھے سیدھے شعیب فاروقی کی طرف اشارہ کر رہے تھے لیکن کوئی ٹھوس بات ابھی تک سامنے نہیں آسکی تھی قیصرہ ناز اگر زندہ ہے تو مقتولہ کون تھی؟ کیا کوئی بالکل الگ شخصیت۔ اگر وہ الگ تھی تو پھر عظمیٰ کا فون نمبر وہاں کیوں تھا۔ کیا اسے بھی اتفاق قرار دیا جا سکتا ہے مقتولہ کسی اور طرح سے عظمیٰ کو جانتی ہو لیکن شعیب فاروقی کی کہانی پراسرار تھی۔ وہ کچھ کر ضرور رہا تھا جن کا اظہار اس کی کہانی سے ہوتا تھا ممکن ہے یہ دونوں واقعات الگ ہوں لیکن فاروقی کا معاملہ ضرور گڑبڑ ہے مگر کیا......؟ یہ انداز نہیں ہو پا رہا تھا۔

○--------- ☆ ---------○

دوسرے دن ہسپتال کا رخ کیا میں نے رات کو کئے جانے والے فیصلے کی بنیاد پر کیا تھا قیصرہ ناز تک پہنچنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی وہ نگران عورت بھی اس وقت موجود نہیں تھی شہریار نے جن لوگوں کے بارے میں بتایا تھا ان کا اندازہ بھی نہیں ہو سکا قیصرہ ایک خوبصورت سفید لباس میں ملبوس بہت خوبصورت نظر آرہی تھی۔

"ہیلو......!" میں نے مسکراتے ہوئے اسے مخاطب کیا...... اور اس کے چہرے پر ناخوشگوار تاثرات پھیل گئے۔ میں بغور ان تاثرات کو نوٹ کر رہی تھی۔ یہ کیفیت مجھے کچھ سمجھا رہی تھی "کیسی طبیعت ہے اب......" میں نے دوبارہ سوال کیا۔ مگر جواب نہ ملا...... "تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں اور یہ آخری موقع ہے۔" میں نے اس بار سرد اور سنجیدہ لہجے میں کہا۔

تاثرات کی ایک الگ زبان ہوتی ہے قیصرہ کے چہرے کا یہ تاثر بتا رہا تھا کہ پورے ہوش و حواس میں ہے یہ بات سمجھ رہی ہے اس پر بے چین ہے۔ ان الفاظ کا ردعمل ہیجانی تھا لیکن اس نے اس وقت بھی خود کو بولنے سے باز رکھا تھا۔

"آخری موقع یوں ہے کہ اس کے بعد شعیب فاروقی کا کھیل ختم ہو جائے گا اور تم اس کی معاون قرار دی جاؤ گی نتیجہ جو کچھ ہو گا اس کا اندازہ شاید تمہیں نہ ہو۔ زندگی صرف ایک بار ملتی ہے بس اتنا کہنا کافی ہے۔" وہ سکتے کے سے عالم میں مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے پھر کہا "ڈاکٹر سرٹیفکیٹ دے چکے ہیں کہ تم ٹھیک ہو اور تمہیں کوئی دماغی عارضہ نہیں اس طرح فاروقی کا کھیل کچا ہو گیا ہے۔ اگر خود کو بچانا چاہتی ہو تو ساری کہانی مجھے سنا دو......... اس طرح میں تمہاری مدد کر سکتی ہوں' میں نے اس لحاظ سے اسے آخری موقع کہا ہے کہ وہ لڑکی کون تھی جسے قتل کیا گیا۔"

قیصرہ کا چہرہ گہرا سرخ ہو گیا اس کی آنکھیں ابل پڑیں پورے بدن میں تھرتھری دوڑ گئی پھر اس کے حلق سے ایک دلخراش چیخ نکل گئی اس نے دونوں ہاتھوں سے گردن پکڑ لی اور شدید ہیجان کا شکار نظر آ رہی تھی' مگر عین اسی وقت گڑبڑ ہو گئی دروازے پر آہٹ ہوئی اور میری گردن گھوم گئی۔ شعیب فاروقی اندر داخل ہوا تھا اور اس کے پیچھے وہی عورت تھی جو قیصرہ کے پاس دیکھی تھی مجھے دیکھ کر فاروقی ٹھٹک پڑا۔ پھر اس نے قیصرہ کو دیکھا جو بلک بلک کر رو پڑی تھی۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو........" شعیب فاروقی گرجا........ "تمہیں یہاں آنے کی اجازت کس نے دی........ اور تم اسے چھوڑ کر کہاں مر گئی تھیں........؟" اس بار وہ اٹینڈنٹ عورت سے مخاطب ہوا تھا۔ پھر وہ اسی طرح گرج کر بولا........ "ڈاکٹر کو بلاؤ........ رضوی کو بلاؤ........ یہ ہسپتال ہے یا بھٹیار خانہ........ ہر کوئی یہاں گھس آتا ہے بلاؤ ڈاکٹر رضوی کو........ اور تم........" اس نے خونی نگاہوں سے مجھے گھورا........

شعیب فاروقی کا شور شرابہ سن کر ڈاکٹر محسن اور دو نرسیں اندر آ گئی تھیں اس نے گرج کر کہا۔ "یہ ہسپتال ہے آپ لوگ صرف بڑے بڑے بل بنانا جانتے ہیں یا مریضوں پر توجہ بھی دیتے ہیں۔ میں کہتا ہوں ذہنی مریضوں کے پاس غیر متعلق لوگوں کا کیا کام ہے۔ یہ خاتون کون ہیں اور یہاں کیوں آئی ہیں۔ اگر ان کے ہاتھوں مریضہ کو کوئی نقصان پہنچ جائے تو کون ذمہ دار ہو گا۔ آپ مجھے جواب دیجئے۔ رضوی صاحب کو بلایئے کہاں ہیں ڈاکٹر رضوی۔"

ڈاکٹر محسن بیچارہ کسی قدر گھبرا گیا تھا اس سے کوئی جواب نہیں بن پڑا لیکن میرا ذہن برق رفتاری سے کام کر رہا تھا۔ صورتحال خراب ہو گئی تھی اب اگر اس وقت اس معاملے کو ٹال دیا جائے تو یہ لڑکی یہاں سے غائب کی جا سکتی تھی۔ دوبارہ اسے تلاش کرنا مشکل ہوتا۔ کچھ کر ڈالنا

بے حد ضروری ہو گیا تھا اور کچھ کرنا اس وقت مشکل نہیں تھا۔ میں نے سرد نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم ضرورت سے زیادہ شور نہیں مچا رہے کیا۔ شعیب فاروقی؟ دو کوڑی کے آدمی ہو تم۔ خود کیا سمجھتے ہو؟"

"میں پوچھتا ہوں تم یہاں کیا کر رہی ہو اور کون ہو؟"

"میں وہ ہوں جو ایک لمحے میں تمہارا دماغ درست کر سکتی ہوں سمجھے؟"

"گیٹ آؤٹ۔ فوراً نکل جاؤ یہاں سے......... ورنہ۔" وہ شدت جذبات میں میرے قریب آ گیا اور دوسرے لمحے میں نے ہاتھ گھما دیا چٹاخ کی آواز کے ساتھ اس کا چہرہ گھوم گیا تھا اور وہ آپے سے باہر ہو گیا۔ لیکن غلط فہمی کا شکار ہو گیا تھا بیچارہ نہیں جانتا تھا مجھ پر لپکا اور نرسیں اور ڈاکٹر چیخ پڑے لیکن میری لات اس کے سینے پر پڑی اور وہ اچھل کر دروازے سے ٹکرایا۔ پھر باہر جا گرا۔ میں خود بھی باہر نکلی اور اس کے کھڑے ہوتے ہی ایک ٹھوکر اس کی پنڈلی پر رسید کر دی سارے وار بچے تلے تھے۔ اگر اسے موقع دیدیتی تو ڈوب مرنے کا مقام تھا۔ شعیب فاروقی گالیاں بکنے لگا۔ اس نے ہاتھوں کا سہارا لیکر اٹھنے کی کوشش کی تو میں نے اس کے ہاتھوں پر ضرب لگا دی اور وہ پھر نیچے گر پڑا۔ درحقیقت کھڑا ہو جاتا تو مجھے قتل کرنے سے دریغ نہ کرتا اتنے ہی جنون کا شکار نظر آ رہا تھا مگر میں نے وقفے وقفے سے اس پر ضربوں کا سلسلہ جاری رکھا۔

"کیا کر رہی ہیں آپ۔ کیا........ ارے کیا۔" ڈاکٹر محسن نے پریشان لہجے میں کہا اور میں اس کی طرف گھوم گئی ڈاکٹر اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔ پھر وہ ہو گیا جس کا مجھے انتظار تھا۔ شہریار کے کچھ آدمی تو یہاں پر تعینات تھے اور کچھ وہ جو شعیب فارقی کی نگرانی کر رہے تھے ان میں سے بیشتر مجھے جانتے تھے چنانچہ وہ سب پہنچ گئے اور انہوں نے شعیب فاروقی کو جکڑ لیا۔

"زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ جان سے مار دوں گا۔" شعیب فاروقی مجھ پر لپکا اور شہریار کے ایک خاص ساتھی سرفراز نے اس کے منہ پر الٹا ہاتھ رسید کر دیا۔ شعیب فاروقی کا ہونٹ کٹ گیا اور خون نکل آیا۔ پھر اس کی ٹھیک ٹھاک مرمت ہو گئی۔ قیصرہ ناز رونا دھونا بھول گئی تھی اور دروازے پر کھڑی پھٹی پھٹی نظروں سے یہ منظر دیکھ رہی تھی۔ یہی کیفیت اس عورت کی تھی جو شعیب فاروقی کی طرف سے یہاں تعینات کی گئی تھی۔

"اسے لے جاؤ اور بند کر دو۔" میں نے سرفراز سے کہا۔

"مر گئے بند کرنے والے کس جرم میں بند کرو گے مجھے۔" شعیب فاروقی دھاڑا۔

"ایک معزز صحافی خاتون سے بدتمیزی کرنے کے جرم میں۔" سرفراز نے کہا

"وہ خاتون کو بھی حراست میں لے لو۔" میں نے سرفراز سے کہا اور عورت کی طرف اشارہ کر دیا۔

"ارے واہ........ میں نے........ میں نے کیا کیا ہے۔" عورت بوکھلا کر بولی۔

"چلو......... بکواس مت کرو۔" سرفراز غرایا اور وہ رونے لگی۔ بہرحال اسے جانا پڑا تھا۔
ڈاکٹر اور نرسیں نروس نظر آرہے تھے اور مجھ سے مرعوب ہو گئے تھے۔ دو آدمی یہاں رک گئے
اور باقی ان دونوں کو لے کر باہر چلے گئے۔ میں نے مسکراتے ہوئے ڈاکٹر محسن کو دیکھا اور کہا۔

"سوری ڈاکٹر۔ یہ ایک بہت ضروری کاروائی تھی اور میرے لئے یہ سب کچھ کرنا ضروری
تھا۔"

"آپ......... آپ خاتون؟" ڈاکٹر محسن ہکلایا۔

"اس وقت مجھے پولیس کا نمائندہ سمجھئے۔ ڈاکٹر رضوی کہاں ہیں؟"

"وہ تو پانچ بجے آئیں گے۔"

"اس مریضہ کو اب یہاں نہیں چھوڑا جا سکتا یہاں اس کی زندگی خطرے میں ہے۔" میں
نے کہا۔

"مگر اس کی اجازت رضوی صاحب دیں گے۔"

"افسوس میرے پاس وقت نہیں ورنہ میں آپ کے ساتھ ضابطے کی تمام کاروائی پوری
کرتی آپ کوئی ایسا حل نکال لیجئے جس سے آپ کو کسی الجھن کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ یہ میرا کارڈ
ہے آپ مجھ سے فون پر رابطہ کر سکتے ہیں اور ہاں ہسپتال کے کچھ ڈیوز وغیرہ ہوں تو آپ بالکل
فکر نہ کریں میں ان کی ادائیگی کروں گی۔"

ڈاکٹر محسن نے میرا کارڈ دیکھا پھر چونک کر بولا۔ "اوہو آپ مس لیئی ہیں!"

"جی۔ جانتے ہیں آپ مجھے؟"

"جی ہاں کسی حوالے سے۔" وہ مسکرایا "قائم جیلانی کو جانتی ہیں آپ؟" اس نے پوچھا۔

"جی۔ میرے خالو زادے ہیں افریقہ سے آئے ہیں۔"

"میرے دوست ہیں وہ مس لیئی۔ آپ انہیں ضرور لے جایئے میں سنبھال لوں گا مگر کیا
آپ کے ساتھ جانا پسند کریں گی۔"

"اگر یہ نہ بھی پسند کریں تو انہیں جانا ہو گا کیونکہ ان کی زندگی خطرے میں ہے!"

"نہیں، میں آپ کے ساتھ چلوں گی۔" قیصرہ ناز نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"ٹھیک ہے نرس آپ ان کا سامان وغیرہ ٹھیک کر دیں۔ آپ انہیں لے جایئے مس لیئی
اگر رضوی صاحب کو آپ سے کچھ پوچھنا ہوا تو آپ سے بات کرا دوں گا۔"

قیصرہ کو میں نے ساتھ بٹھایا تھا اور کار سٹارٹ کر کے چل پڑی تھی۔ اس وقت تک میرے
ذہن میں کچھ نہیں تھا کہ اسے کہاں لے جاؤں گی لیکن کار آگے بڑھاتے ہی ڈاکٹر تانیا کا کلینک
یاد آیا۔ ایک عارضی پناہ وہاں ہو سکتی تھی پتہ نہیں وہ ہوں گے یا نہیں۔ نگرانی کرنے والے
دونوں افراد کو میں نے ساتھ آنے کے لئے کہہ دیا تھا۔ لڑکی سکتے کے سے عالم میں میرے قریب
بیٹھی تھی میں نے اسے خاموش رہنے دیا۔ ہسپتال میں ڈاکٹر تانیا موجود نہیں تھے لیکن ڈیوٹی ڈاکٹر

فائق نے احترام سے میرا استقبال کیا۔

"آپ کو فوری طور پر ایک کمرے کا انتظام کرنا ہے ڈاکٹر!"

"جی بہتر۔ تشریف لایئے۔" فائق نے دوسری بات نہیں کی تھی۔ وہ ہمیں ایک خوبصورت
کمرے میں لے گیا جو دوسری منزل پر تھا۔

"میرے ساتھ دو افراد اور ہیں وہ باہر رہ کر ان کی نگران کریں گے۔" میں نے کہا۔

"میں بلوائے لیتا ہوں۔" فائق نے کہا اور باہر نکل گیا میں نے لڑکی کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔
"کافی پیؤ گی؟"

"میں آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔" اس نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"بے فکر رہو، تمہاری طرف کوئی ٹیڑھی نگاہ سے نہیں دیکھ سکتا خود کو بالکل پرسکون رکھو
اطمینان سے تم سے باتیں کروں گی۔ کافی پیؤ گی؟"

"ہاں۔"

"او کے میں آتی ہوں۔" میں نے کہا اور باہر نکل آئی ڈاکٹر فائق ان دونوں کو لے آیا تھا
جو یہاں تک موٹر سائیکل پر ساتھ آئے تھے۔ میں نے مسکرا کر کہا۔ "سوری دوستو تمہاری ڈیوٹی
کی جگہ بدل گئی ہے ڈیوٹی وہی ہے۔"

"بالکل اطمینان رکھیں مس لیئی ہم مستعد ہیں۔"

?ڈاکٹر فائق کافی چاہئے۔ دو کپ؟"

"بہتر مس لیئی۔"

"آپ میرے ساتھ مثالی تعاون کر رہے ہیں ڈاکٹر اس کے لئے دل سے شکریہ ادا کرتی
ہوں۔"

مجھے آپ کا مرتبہ معلوم ہے مس لیئی یہ میرا فرض ہے۔"

"ہاں ان خاتون کا کیا حال ہے؟"

"بہترین آپ ان سے ملیں گی تو حیران رہ جائیں گی ڈاکٹر الیاس نے ان کی کایا پلٹ دی
ہے۔"

"شاندار۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے مسرور لہجے میں کہا اور واپس کمرے میں آ گئی۔
قیصرہ سحرزدہ سی مجھے دیکھ رہی تھی میں نے مسکرا کر اسے دیکھا اور بولی۔ "کافی آ رہی ہے اور
تمہارے چہرے کے تاثرات بتا رہے ہیں کہ تم خود کو بہتر محسوس کر رہی ہو۔"

"ہاں پہلی بار میں نے خود کو کسی مضبوط پناہ میں محسوس کیا ہے۔ کوئی اس درندے کو اس
طرح بھی مار سکتا ہے۔ اس قدر بے بس کر سکتا ہے میں نے خواب میں بھی یہ منظر نہیں دیکھا تھا
اور......... اور میں ایک عجیب احساس کا شکار ہو رہی ہوں۔"

"کیا احساس؟"

"میں بھی لڑکی ہوں- آپ بھی- مگر آپ انوکھی ہیں آپ کسی کی مدد کے بغیر اسے زمین لمبا لٹا سکتی ہیں اور میں- اس کے چنگل میں صرف بے بس رہی ہوں اسے دیکھ کر صرف خوفزدہ ہوتی رہی ہوں- کیا ہم یہ سب کچھ بھی کر سکتے ہیں؟"

"بالکل کر سکتے ہیں- ہمت ضروری ہوتی ہے- بھیڑیئے بے حد خونخوار ہوتے ہیں- لیکن ان کا شکار کیا جاتا ہے-" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھنے لگی کچھ دیر کے بعد ہسپتال کی ایک ملازمہ کافی لے آئی اور اس نے دو پیالیاں بنا کر ہم دونوں کے سامنے رکھ دیں- وہ خاموشی سے کافی پینے لگی پھر اس نے کہا۔

"آپ کا تعلق پولیس سے ہے-"

"ہاں-" میں نے مختصر جواب دیا-

"شعیب فاروقی قاتل ہے- میرے بہن کا قاتل-" اس نے سسکی سی لے کر کہا- "اور میں اس کی گواہ ہوں-"

میرے ذہن میں چھناکا ہوا تھا میں نے کافی کے کئی گرم گھونٹ لے ڈالے حالانکہ میں اتنی گرم کافی نہیں پیتی تھی پھر میں نے کہا "کیا نام تھا تمہاری بہن کا؟"

"قیصرہ ناز-" اس نے جواب دیا اور میرے دماغ کو دوسرا جھٹکا لگا- میں نے پھر خود کو پیالی کی آڑ میں چھپایا تھا۔

"وہ میری جڑواں بہن تھی- ہم دونوں ایک ساتھ اس دنیا میں آئے تھے-"

"مجھے پوری تفصیل بتاؤ- تمہارا کیا نام ہے؟"

"راشدہ بانو- ہم لوگ جمال پور کے رہنے والے ہیں- بہت عرصہ قبل اس وقت جب ہم دنیا سے واقف بھی نہیں تھے جمال پور میں میرے ماں باپ خوشحال زندگی بسر کرتے تھے مگر پھر میرے والد اور والدہ کے درمیان ناچاقی ہو گئی- اختلافات شدید سے شدید تر ہوتے چلے گئے اور نوبت طلاق تک آ پہنچی والد صاحب نے والدہ کو طلاق دیدی اور عدالت کے فیصلے کے تحت ہم دونوں بہنیں تقسیم ہو گئیں- قیصرہ والدہ کے حصے میں آئی تھی- والد صاحب نے جمال پور چھوڑ دیا نہ جانے وہ کہاں چلے گئے تھے اس کے بعد ہم دونوں بہنیں کبھی نہ مل سکیں والدہ کے پاس جو کچھ تھا اس سے گزر بسر کرتی رہیں- میں نے ایک سوگوار ماحول میں ہوش سنبھالا تھا- مجھے اپنے والد صاحب کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا- جمال پور میں ہمارے چند رشتے دار تھے مگر قریبی کوئی نہ تھا- شعیب فاروقی میری والدہ کے بہت دور کے رشتے کے بھائی کا بیٹا تھا' آوارہ اور نکما- ہمارے درمیان کوئی خاص تعلقات نہیں تھے نہ ہی زیادہ ملنا جلنا تھا- میں نہایت مشکل حالات میں جوان ہوئی گھر کے اخراجات کے لئے ٹیوشن وغیرہ کرتی تھی اس طرح کام چل رہا تھا پھر اس معمولی شخص سے ایک خاندانی تقریب میں ملاقات ہوئی اور اس نے ہمارے گھر آنا جانا شروع کر دیا- والدہ سادہ مزاج اور رشتوں کو ترسی ہوئی تھیں انہوں نے اسے منہ لگانا شروع کر

دیا- اس طرح یہ روزانہ ہمارے ہاں آنے لگا اور پھر اس نے مجھ پر ڈورے ڈالنے شروع کر دیئے مجھے دنیا کا کوئی تجربہ نہیں تھا مگر اس شخص سے مجھے رغبت نہ ہوئی- یہ آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا- اس نے مجھ سے باقاعدہ اظہار عشق کر دیا تھا والدہ صاحبہ اسے پسند کرنے لگی تھیں- شاید وہ اسے میرا مستقبل بنانا چاہتی ھیں- انہوں نے اسے سب کچھ بتا دیا پھر یہ اچانک ہی غائب ہو گیا اور طویل عرصے تک اس کا کوئی پتہ نہیں چل سکا خاندانی طور پر معلوم ہوا تھا کہ بہت مقروض ہو گیا تھا اس لئے منہ چھپا کر بھاگ گیا حالانکہ اس کے گھر کے حالات اچھے تھے مگر یہ اپنے گھر کا بھی ناپسندیدہ شخص تھا- کافی دن کے بعد یہ دوبارہ نمودار ہوا لیکن اس کا حلیہ بدل چکا تھا- وہ بہت عیش و عشرت سے تھا- چلتا پرزہ آدمی تھا اس لئے یہ کوئی خاص بات نہیں تھی- اس نے بتایا کہ وہ صرف میرے لئے یہ سب کچھ کر رہا ہے کیونکہ وہ مجھے بہترین مستقبل دینا چاہتا ہے اور لبنیٰ صاحبہ میرے اندر کمزوری پیدا ہوئی مجھے اس سے عشق نہیں ہوا لیکن میرے سامنے میری ماں تھیں' جن کی زندگی میں کوئی سہارا نہیں تھا' جو میرے لئے کچھ چاہتی تھیں لیکن اس کچھ کی تکمیل کا کوئی ذریعہ نہیں تھا ان کے پاس- انہوں نے شعیب کے بارے میں سوچا ان کا عزیز بھی تھا- انہیں عزیز بھی تھا- میں نے اپنے رویئے میں لچک پیدا کر لی اور وہ ہم پر چھا گیا- اب ہم اس کے تحت جی رہے تھے اور وہ ہمیں سبز باغ دکھا رہا تھا- اس نے ہمیں اپنے ہومیو پیتھک دواؤں کے کاروبار کے بارے میں بتایا اس نے ہومیو پیتھی کی جعلی ڈگری بھی کہیں سے حاصل کر لی تھی- اس نے کہا تھا کہ بیرون ملک بھی جاتا رہتا ہے- وہ یہاں سے جمال پور آتا جاتا رہا ہمارے لئے تحفے تحائف لے آتا تھا- پھر اس نے مجھ سے کہا۔

"راشدہ- تمہارے لئے میں نے جو خواب دیکھے ہیں کیا اس کی تکمیل ہو سکتی ہے-"

"مجھے کیا معلوم ہے-" میں نے کہا۔

"پھوپھی جان نے مجھے پھوپا جان کے بارے میں جو کچھ بتایا ہے راشدہ اس نے میری زندگی میں ایک انقلاب برپا کر دیا ہے اور یقین کرو میرا دل خون کے آنسو رو رہا ہے- انہوں نے اس ظلم کے ہاتھوں جوانی گنوا دی- کیا ملا اس منحوس شخص سے تمہیں.........-"

"یہ کہانی تو کبھی کی ختم ہو چکی ہے شعیب-"

"میری فطرت میں ایک جنون ایک دیوانگی بچپن ہی سے شامل ہے راشدہ اور اسی دیوانگی کے ہاتھوں میں اپنے گھر کی ایک ناپسندیدہ شخصیت بن گیا ہوں' میرے گھر کے لوگوں نے کبھی میری ذات میں چھپے ہوئے شخص کو نہیں پہچانا- میں نے جو کچھ کیا اس سے نفرت کرتے رہے اور یہ دیوانگی آج بھی اسی قوت کے ساتھ مجھ پر حاوی ہے' پھوپھی جان نے جب مجھے اپنی کہانی سنائی تو میرے دل میں اس شخص کے لئے نفرت کے جذبات پیدا ہو گئے جس نے میری پھوپھی کی جوانی برباد کر دی اور اسی وقت میں نے دل میں فیصلہ کیا کہ کم از کم میں تمہیں بے کسی کی زندگی نہیں بسر کرنے دوں گا- راشدہ میں نے باہر نکل کر اس دنیا کو دیکھا میں نے سوچا کہ اس

میں' میں اپنے لئے کیا مقام بنا سکتا ہوں راستے بند ملے نیکی اور ایمانداری کا کوئی راستہ بلندیوں کی جانب نہیں جاتا تھا۔ پستیاں میرے اطراف میں بکھری ہوئی تھیں میں نے ان لوگوں کو دیکھا جو سرفراز ہیں' ان کے بارے میں معلوم کیا تو پتہ چلا کہ دولت کبھی سیدھے راستے سے نہیں آتی' بلکہ اس کے حصول کے لئے صرف اور صرف چور دروازوں سے گزرنا ہوتا ہے بہت کم ایسی مثالیں مجھے ملیں جو نیکی اور ایمانداری سے منسلک تھیں یا تو وہ لوگ خاندانی طور پر دولت مند تھے یا پھر تقدیر نے ان کے ہاتھ پکڑے تھے' چنانچہ میں نے بھی ان سے الگ راستے منتخب نہ کئے اور جو کچھ بھی مجھ سے بن پڑا کیا' ملک سے باہر گیا ہیروئن لے کر گیا کامیاب ہو گیا پیسے مل گئے اور اس کے بعد ایک طریقہ کار اپنا لیا دنیا یہی کرتی ہے جو کچھ بظاہر نظر آتا ہے اس کے پس پردہ کچھ اور کہانیاں ہوتی ہیں میں نے صرف ایک دفعہ یہ عمل کیا اور اس کے بعد وہ سارے راستے چھوڑ دیئے لیکن ایک دفعہ سے کچھ نہیں ہوتا راشدہ' میں سب کچھ نہیں کرنا چاہتا لیکن ایک ذریعہ' ایک ذریعہ مجھے نظر آیا جس سے مجھے اور تمہیں دہرا فائدہ ہو سکتا ہے ہم اپنی بے بسی کا انتقام بھی لے سکتے ہیں اور ہمارے پاس بہت کچھ آسکتا ہے۔"

"میں سمجھی نہیں شعیب تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"جو کہنا چاہتا ہوں وہ بہت بڑی بات ہے راشدہ اور اس خوف کا شکار ہوں کہ کہیں تم میرا ساتھ دینے سے انکار نہ کرو۔"

"نہیں کہو کیا بات ہے؟" تب اس نے اس نے مجھے ایک انوکھی کہانی سنائی اس نے بتایا کہ سوئیڈن میں اس کی ملاقات میری جڑواں بہن قیصرہ سے ہوئی تھی' نسیم احمد خان صاحب جو میرے والد تھے' وہاں بہت بڑی حیثیت کے مالک ہیں' بہت بڑی دولت جائیداد ہے' ان کے پاس اور قیصرہ اعلیٰ درجے کی زندگی بسر کر رہی ہے اس نے مجھے بتایا کہ وہ قیصرہ سے ایک غیر متعلق شخص کی حیثیت سے ملا تھا اور اس نے اس سے دوستی بھی گانٹھ لی ہے تمام تر تفصیلات معلوم کر چکا ہے وہ قیصرہ اور نسیم احمد خان کے بارے میں اور اب یہ سوچتا ہے کہ کیوں نہ اس دیوانگی کا انتقام لیا جائے جو میرے والد نے میری والدہ کو طلاق دے کر کی تھی میں تو خود یہ سن کر دیوانی ہو گئی تھی کہ میری بہن اور باپ کا پتہ چل گیا ہے۔

بے شک میرے باپ نے کبھی میری جانب توجہ نہیں دی تھی لیکن جو حالات ہو گئے تھے ان کے تحت بات اتنی ہی خراب ہوئی تھی میں پر مسرت لہجے میں شعیب سے اپنی بہن اور اپنے ابو کے بارے میں پوچھنے لگی تو اس نے تلخ لہجے میں کہا کہ وہ اس قابل نہیں ہیں کہ ان سے محبت کی جائے ایک سمت تو یہ بے بسی کے دل خون کے آنسو رو دے اور دوسری سمت یہ عیش و عشرت جو وہ لوگ کر رہے ہیں میں نے اس سے کہا کہ یہ ہم دونوں کی تقدیر تھی تو وہ نخرا کر بولا کہ وہ تقدیر بدل کر رکھ دے گا یہ اس کا عہد ہے' پھر اس نے بات آئی گئی کر دی میں نے اپنی والدہ کو تفصیل بتائی تو وہ بھی اسی قدر بے چین ہو گئیں۔ والد صاحب سے تو خیر اب کوئی ناتا

نہیں رہا تھا ان کا لیکن اپنی بیٹی کو دیکھنے کی آرزو ان کے سینے میں مچل اٹھی تھی انہوں نے شعیب سے اس سلسلے میں بات کی تو اس نے بڑے اطمینان سے انہیں بتایا کہ وہ سوئیڈن میں رہتے ہیں اگر وہ وہاں جانا چاہتی ہیں تو چلی جائیں ہم لوگ اس بات کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ یہ تو چاند پر جانے والی بات تھی پھر چند دن اسی طرح گزر گئے اور اس کے بعد ایک دن شعیب نے مجھ سے پھر کہا کہ کیا خیال ہے ان لوگوں کے خلاف جو کاروائی وہ کرنا چاہتا ہے کیا میں اس میں اس کا ساتھ دے سکتی ہوں میں نے حیرانی سے اس کاروائی کے بارے میں پوچھا تو اس نے مجھ سے کہا کہ اگر میں نے اس سلسلے میں رازداری نہ برتی تو وہ خودکشی کر لے گا میں یہ تفصیل اپنی والدہ کو بھی نہیں بتاؤں گی میں نے حیرانی سے اس سے پوچھا کہ وہ کیا چاہتا ہے تو اس نے کہا کہ وہ مجھے قیصرہ کی جگہ دیکھنا چاہتا ہے میری اپنی حیثیت ختم کر کے مجھے قیصرہ کے نام سے دنیا کے سامنے لانا چاہتا ہے اور اس طرح میرے والد کی دولت جو سوئیڈن میں انہوں نے جمع کی ہے میرے نام ہو سکتی ہے میں اس بات کو سن کر حیران رہ گئی تھی میں نے اس سے کہا کہ میں قیصرہ کیسے بن سکتی ہوں تو اس نے کہا کہ ہم دونوں بہنیں ایک ہی شکل و صورت اور ایک ہی جسامت کی مالک ہیں' دونوں کو ایک دوسرے کی جگہ باآسانی دی جا سکتی ہے بس تھوڑی سی محنت کرنا پڑے گی میں اس بات پر بے چین ہو گئی تھی میں نے اس سے کہا کہ میں اپنی بہن کا حق نہیں مارنا چاہتی تو وہ جذباتی ہو گیا کہنے لگا کہ جو کچھ وہ کر رہا ہے وہ اس کی زندگی کا آخری کھیل ہے اس کے دل کو لگی ہوئی ہے جو کچھ بھی ہے میرے لئے ہے میں نے اس سے انکار کیا تو اس کے حق میں بہتر نہیں ہو گا۔ یہ سب کچھ کرنا ہے' کافی دن اسی طرح گزر گئے پھر اس نے مجھے بتایا کہ میرے والد کا انتقال ہو چکا ہے اور قیصرہ اب تنہا رہ گئی ہے اب اس سلسلے میں زیادہ آسانیاں حاصل ہو گئی ہیں' میں ہمیشہ اس سے انحراف کرتی رہی تو پھر اس نے ایک جارحانہ قدم اٹھا ڈالا ایک دن جب میں کہیں باہر سے اپنے گھر پہنچی تو میری والدہ گھر پر موجود نہیں تھیں' حیران ہوئی ہر جگہ تلاش کیا لیکن انہیں پانے میں ناکام رہی دیوانی ہو گئی۔ ماں کا سہارا تو زندگی کا سہارا تھا باقی رہ کیا گیا تھا پھر شعیب میرے پاس پہنچا اور اس نے مجھ سے کہا میں اس کے ساتھ چلوں ماں کی تلاش کے سلسلے میں وہ میری مدد کرے گا کوئی سہارا نہیں تھا میرا میں یہاں آئی اس نے مجھے ایک ہوٹل میں ٹھہرا دیا اور اس کے بعد اس نے اپنا منصوبہ میرے سامنے پیش کر دیا جو یہ تھا کہ قیصرہ یہاں آرہی ہے اور یہ بہترین موقع ہے کہ میں قیصرہ کی جگہ لے لوں اور وہ سب کچھ کر ڈالوں جو اس کے ذہن میں ہے یہ منصوبہ سن کر ششدر رہ گئی تھی وہ میری بہن قیصرہ کو قتل کر کے مجھے اس کی جگہ دینا چاہتا تھا۔

آخر وہ میری بہن تھی کیسے یہ برداشت کر لیتی میں نے اس سے انحراف کیا تو وہ کھل کر سامنے آگیا اس نے کہا کہ میری ماں اس کے قبضے میں ہے اور اگر وہ اپنا مقصد نہ پا سکا تو پھر سب کچھ فنا کر دے گا ماں کو ہلاک کر دے گا مجھے گولی مار دے گا اور ضد سے مجھے کچھ حاصل نہ ہو گا

میں بے بس ہو گئی اس نے کچھ اس طرح مجھ پر اپنے اثرات قائم کئے کہ میں ماں کے حصول کے لئے سب کچھ کرنے پر آمادہ ہو گئی اور اس کے بعد اس نے مجھے عابدہ فردوسی کے نام سے ایک فلیٹ دلایا جہاں میں نے اپنے آپ کو ایک سکول ٹیچر کی حیثیت سے روشناس کرایا سارا منصوبہ اس کا تھا میں نے کسی سے تعلقات نہیں رکھے تھے بس ایک بند بند سی شخصیت بنا رکھی تھی اپنی۔ مجھے نہیں معلوم کہ قیصرہ کب سوئیڈن سے آئی' بس ایک دن شعیب نے مجھے بتایا کہ کام کرنے کا وقت آگیا ہے' وہ مجھے وہاں سے لے آیا اور اس کے بعد مجھے یہ پتہ چلا کہ قیصرہ میری حیثیت سے اس فلیٹ تک پہنچ گئی ہے اور پھر اسے قتل کر دیا گیا ہے مجھے اس نے ایک دماغی مریضہ کی حیثیت سے ہسپتال میں داخل کرا دیا اور صاف صاف یہ کہہ دیا کہ جب تک سارے معاملات حل نہیں ہو جاتے مجھے اس سے تعاون کرنا ہے اور اسی کے بعد میری ماں مجھے مل سکتی ہے جو کچھ مجھ پر بیتی ہے میں آپ کو بتا نہیں سکتی ہزار بار مری ہوں اور ان تمام باتوں کو سوچ کر کوئی سہارا نہیں تھا میرا' میں ایک بھیڑیئے کے قبضے میں تھی اور آپ نے جب اسے مارا تو مجھے یوں لگا جیسے زندگی میں پہلی بار ایک سہارا میرے سامنے آیا ہے میں میں........"

راشدہ کی آنکھیں آنسوؤں میں ڈوب گئیں اور میں ششدر اس کی کہانی سنتی رہی تو یہ تھا شعیب فاروقی کا اصل روپ اسی بھیڑیئے نے اس بیچاری قیصرہ کو قتل کیا تھا اس کے لئے اس نے کیا کیا' کیا ہو گا یہ تو اب اسی کی زبانی معلوم ہو سکتا تھا۔ اور جب یہ ساری کہانی میرے علم میں آگئی تھی تو اب اس بات کے بھلا کیا امکانات تھے کہ شعیب فاروقی بچ جائے' پھر اچانک میرے ذہن میں ان معمر خاتون کا خیال آیا اور اب اس میں بھلا کیا شک و شبہ ہو سکتا تھا کہ وہ معمر خاتون راشدہ کی والدہ ہی ہو سکتی تھیں۔ چنانچہ میں نے راشدہ سے کہا کہ وہ میرے ساتھ آئے میں نے اس کا منہ وغیرہ دھلا دیا تھا۔ راشدہ میرے ساتھ چل پڑی اور اسے اس کمرے میں لے گئی جہاں وہ معمر خاتون موجود تھیں میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ راشدہ کے حلق سے ایک دلدوز چیخ نکلی اور وہ اپنی ماں سے لپٹ گئی میں اس صورتحال سے کافی مطمئن تھی مسئلہ حل ہو چکا تھا اب مجھے شہریار کی تلاش تھی چنانچہ وہیں سے میں نے ہیڈ آفس ٹیلیفون کیا شہریار وہاں موجود نہیں تھا دوسرا ٹیلیفون میں نے اپنے پرائیویٹ دفتر میں کیا گل بدر سے پتہ چلا کہ شہریار میری تلاش میں مارا پھر رہا ہے اور ابھی تھوڑی دیر قبل وہ پھر ہیڈ آفس گیا ہے۔ چنانچہ کچھ دیر انتظار کرنا پڑا پھر میں نے دوبارہ ہیڈ آفس فون کیا تو شہریار مل گیا۔

"کہاں ہو بھئی پورا شہر چھان مارا تمہارے لئے۔"

"ہوشیاری مت کرو ڈاکٹر تانیا کے کلینک پہنچ جاؤ اور سنو اپنے ساتھ کچھ افراد لیتے آنا۔"

"وہ شعیب فاروقی کو تم نے۔"

ہاں ہاں ساری باتیں بعد میں بتاؤں گی پہنچ جاؤ فوراً وہاں۔" پھر شہریار آندھی اور طوفان کی طرح ہی ڈاکٹر تانیا کے کلینک پہنچا تھا۔ بڑا پرجوش نظر آ رہا تھا راشدہ اور اس کی ماں کو میں نے

ایک ہی جگہ رہنے دیا تھا وہ فوراً ہی بولا۔

"کک...... کیا چکر ہے۔ کیا شروع کر رکھا ہے آج صبح سے تم نے۔" اور میں ہنس پڑی۔

"اب کیا کروں مردوں نے تو چوڑیاں پہن لی ہیں۔ یہ کام تو ہم عورتوں ہی کو کرنا پڑتے ہیں۔"

"شعیب فاروقی کو تم نے گرفتار کر لیا ہے؟"

"خیر میں گرفتار کرنے کی کیا اہلیت رکھتی ہوں تمہارے ہی نام پر سب کچھ ہو رہا ہے۔"

"شکریہ شکریہ مگر ذرا کچھ تفصیل تو عطا ہو جائے حضور انور۔"

"شعیب فاروقی' قیصرہ ناز کا قاتل ہے۔"

"یقیناً ہے' اب اگر وہ کچھ بھی کر لے اسے قیصرہ ناز کا قاتل ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا مگر عزیزہ ہمیں کچھ تفصیل تو پتہ چل جائے۔" اور میں نے شہریار کو پوری کہانی سنانا شروع کر دی۔ ابتداء سے انتہا تک اسے پوری کہانی سنا کر میں نے اسے راشدہ اور اس کی ماں سے بھی ملایا۔ شہریار پر سکوت طاری ہو گیا تھا کچھ دیر کے بعد اس نے کہا۔

"انہیں یہاں سے منتقل کرنا ہے۔"

"ضرورت نہیں ہے شہریار اول تو ان خاتون کا علاج ہو رہا ہے۔ دوم شعیب فاروقی پولیس کی تحویل میں ہے اس کا دست راست راجہ بھی گرفتار ہے اور چونکہ وہ باقاعدہ جرائم پیشہ نہیں ہے اس لئے اور کوئی اس کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ بس پولیس کا پہرہ لگا دو یہاں کافی ہے۔" خوش قسمتی سے ڈاکٹر تانیا بھی آگئے اور انہیں بھی مختصر تفصیل بتانی پڑی۔ اس طرح ہمیں ان کا تعاون بھی حاصل ہو گیا بعد میں ہم دونوں دفتر آ بیٹھے تھے۔

"شعیب فاروقی اقرار جرم کیسے کرے گا؟" شہریار نے کہا۔

"سب سے اہم مسئلہ ہے اور اس کے لئے بڑے چکر چلانے پڑیں گے۔"

"میں ایک تجویز پیش کروں؟"

"ضرور۔"

"عرشی صاحب یا بیرسٹر فیاض الدین کی مدد لو۔ راشدہ سے درخواست دلواؤ اور اس پر قتل کا الزام عائد کرو۔ میرے خیال میں گواہوں کی بھرمار ہے۔ راشدہ کی والدہ' راشدہ' راجہ' عظمیٰ' ڈاکٹر تانیا۔ پھر جمال پور سے تفصیل معلوم ہو سکتی ہے۔ اس کی دولت' اس کا کردار' وہ تصویر جو سوئیڈن کی ہے۔" شہریار نے کہا اور میں خوشی سے اچھل پڑی۔

"یہ ہوتا ہے صرف ایک صحافی اور ایک باقاعدہ پولیس افسر کا فرق؟" میں نے تعریفی انداز میں کہا۔

"کوئی غلطی ہو گئی؟" شہریار نے کہا اور میں ہنس پڑی۔

"غلطی نہیں مسٹر شہریار جس مسئلے کو میں بہت مشکل سمجھ رہی تھی وہ تم نے چٹکی بجاتے

حل کر دیا واقعی بڑی آسان بات ہے راشدہ اس کے چنگل سے نکل آئی ہے اس کی ماں بھی محفوظ ہے۔ اسے کیا دقت ہو سکتی ہے۔" ہم بیرسٹر فیاض الدین سے ان کے دفتر میں ملے تھے۔ انہیں پورا کیس بتایا تو وہ مسکرا دیئے۔ "کیس بالکل مضبوط اور مکمل ہے وہ بچ نہیں سکتا۔"

"آپ درخواست تیار کر لیجئے اور معاوضے کا تعین بھی کر لیجئے۔"

"ضرور' ضرور معاوضہ میں اپنی پسند سے لوں گا۔"

ڈاکٹر تانیا نے بھی پوری دلچسپی لی تھی وہ بولے۔ "ہسپتال میں تو کام ہو ہی رہا ہے لیکن یہ ایک دلچسپ مشغلہ ہے۔ لئی بیٹے ایسے کیس لاتی رہا کرو ہم بھی کچھ شرلاک ہومز وغیرہ بننا چاہتے ہیں۔"

تمام کاروائی مکمل ہوئی۔ شاہ صاحب نے سوئیڈن کی شہری قیصرہ ناز کے قتل کے سلسلے میں معمر جمیلہ خاتون اور ان کی بیٹی راشدہ خاتون و سازش مجرمانہ کے تحت حبس بے جا میں رکھنے کے الزام میں جمیلہ بیگم کی درخواست پر شعیب فاروقی کے وارنٹ جاری کر دیئے اور گرفتار شدہ شعیب فاروقی کو دوبارہ گرفتار کر لیا گیا۔ کیس بالکل مضبوط تھا ملزم کی نیت واضح تھی وہ قیصرہ ناز کے والد نسیم احمد خان کی دولت ہتھیانا چاہتا تھا اور اس کے لے اس نے بہترین منصوبہ بندی کی تھی۔ وہ دولت جمع کرنے کی کاوشوں کے دوران اتفاقیہ طور پر سوئیڈن میں قیصرہ ناز سے ملا اور اسے راشدہ کا ہم شکل پا کر ایک مجرمانہ منصوبہ اس کے ذہن میں آ گیا۔ یہ بات اسے معلوم ہو چکی تھی کہ قیصرہ ناز' راشدہ کی جڑواں بہن ہے اس نے سوئیڈن میں قیصرہ سے دوستی کر لی جس کا ثبوت وہ تصویر تھی جو سوئیڈن میں قیصرہ ناز کے گھر میں موجود تھی۔ قیصرہ ناز یہاں رکی تو اس نے اپنے دوست کو اپنی آمد کی اطلاع دی اور شعیب نے فوراً عمل شروع کر دیا۔ راشدہ کی ماں کو غائب کر کے اس نے راشدہ کو اپنے منصوبے پر کام کرنے کے لئے مجبور کر دیا۔ راشدہ کو اس نے تیرتھ رام بلڈنگ کے ایک فلیٹ میں منتقل کر دیا اور وہاں پر وہ ایک گمنام ٹیچر کی زندگی بسر کرنے لگی۔ کسی کو اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔ ادھر قیصرہ ناز جب یہاں پہنچی تو وہ اس کے استقبال کے لئے تیار تھا۔ قیصرہ ناز نے ایک ہوٹل میں قیام کیا اور وہیں سے پروگرام کے مطابق شعیب فاروقی نے اسے اغوا کر لیا۔ راشدہ کو اس فلیٹ سے ہٹایا گیا اور قیصرہ کو کسی بہانے سے فلیٹ میں لے آیا۔ جہاں اس نے اسے قتل کر دیا اور پھر راشدہ کو ایک نیم دیوانی لڑکی کی حیثیت سے کارونش ہسپتال میں داخل کرا دیا۔ یہ بہت ہی پیچیدہ لیکن بہترین منصوبہ تھا۔ اس طرح راشدہ کو باآسانی قیصرہ ناز کی حیثیت حاصل ہو گئی اور چونکہ اسے نیم دیوانہ قرار دیدیا گیا تھا اس لئے بہت سے معاملات خود بخود ٹل جاتے تھے۔ یعنی وہ باتیں جو راشدہ قیصرہ ناز کے بارے میں نہیں جانتی تھی اس کی دیوانگی کی آڑ میں چھپ جاتیں اور اس دوران سارے مسئلے ہموار ہو جاتے بعد میں شعیب فاروقی نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ راشدہ سے شادی کر لے گا اور اس کے بعد قیصرہ ناز کی تمام دولت خود بخود اس کے قبضے میں آ جائے گی یہاں پر صرف ایک الجھن باقی رہ

جاتی تھی وہ یہ کہ باورچی خانے میں عظمیٰ منظور کا ٹیلیفون نمبر کس نے کندہ کیا تھا۔ قیصرہ نے یا راشدہ نے یہ معمہ درحقیقت حل نہیں ہو سکا تھا جبکہ بنیاد وہی تھی بعد میں جب شعیب فاروقی سے اس سلسلے میں بیانات لئے تب بھی یہ معمہ حل نہیں ہو سکا تھا ویسے اس نے بتایا تھا کہ قیصرہ ناز کو زندہ ہی فلیٹ میں لے جایا گیا تھا اور شعیب فاروقی نے اسے دھوکے میں رکھا تھا یہ کہا تھا اس نے کہ وہ اس سلسلے میں ایک دلچسپ عمل کرنا چاہتا ہے اور قیصرہ کے انکشاف پر عظمیٰ منظور کے بارے میں اس نے کچھ کاروائیاں کی تھیں۔ غالباً یہ وہ لمحات ہوں گے جب قیصرہ نے بے خیالی کے انداز میں ٹیلیفون نمبر وہاں کھرچ دیا ہو گا۔

شعیب فاروقی نے بالآخر اقرار جرم کر لیا۔ مقاصد وہی سب کچھ تھے اس نے اپنے طور پر اس بات کا اظہار بھی کیا تھا کہ اپنی پھوپھی کی بے کسی پر اس کا دل خون کے آنسو روتا تھا اور درحقیقت وہ راشدہ سے بے پناہ محبت کرتا ہے اور اس کے لئے کچھ کرنا چاہتا تھا۔ قیصرہ نے تو اپنے باپ کے ساتھ ساری زندگی عیش کئے تھے لیکن راشدہ بے کسی کی علامت رہی تھی اور اس کی خواہش تھی کہ راشدہ کو وہ دولت دلوائے' جو اس کے باپ ہی کی ہے لیکن اس میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے' البتہ راشدہ نے ان تمام باتوں سے انحراف کیا تھا اور کہا تھا کہ اسے کبھی بھی شعیب فاروقی سے محبت نہیں تھی اور وہ کسی بھی طور اس کا ساتھ دینا نہیں چاہتی تھی۔ یوں شعیب فاروقی کا یہ کیس مکمل ہو گیا تھا۔ اور میں نے ڈاکٹر' تانیا نے' بیرسٹر فیاض الدین نے' شہریار نے اس پر کافی محنت کر کے مجرم کو کیفر کردار تک پہنچایا تھا۔

بات ختم ہو گئی' انسانی رشتے جس قدر نبھائے جا سکتے ہیں نبھائے گئے' جمیلہ بیگم کا علاج ڈاکٹر تانیا کے ہسپتال میں ہوا' راشدہ ان کے ساتھ رہی قیصرہ ناز کی دولت کا جمیلہ بیگم یا راشدہ کے حصے میں آنا ایک مشکل مرحلہ تھا ہم میں سے کسی نے اپنی ذمہ داری کے طور پر اسے قبول نہیں کیا۔ وہ دونوں ہسپتال سے چلی گئیں کہاں........ ہمیں نہیں معلوم تھا زندگی انہیں گزارنی تھی اور وہ جانتی تھیں کہ انہیں کیا کرنا ہے۔ عظمیٰ منظور سے بھی بعد میں کوئی ملاقات نہیں ہوئی' ہمیں ان واقعات کو بھول جانا تھا اور ہم بھول گئے۔ اس سے پہلے بھی بہت کچھ ہو چکا تھا' کیا کیا یاد رکھتے اور اگر یاد رکھتے تو اس کے لئے کیا کر سکتے تھے' سیاہ سفید' روشنی اندھیرا' جرم و سزا' نیکی و گناہ یہ سب ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ سفر کرتے ہیں۔ برائی کو برا کہا جاتا ہے اور اچھائی کو اچھا۔ لیکن برائی کی جاتی ہے' جبکہ اچھائی کسی بھی فطرت کا خاصا ہو سکتی ہے' کسان اناج اگاتا ہے' لوگ اسے کھا جاتے ہیں' وہ پھر اناج اگاتا ہے اس احساس کے ساتھ کہ کل یہ نہ رہے گا۔ اخبارات لاتعداد جرم کی کہانیوں سے بھرے ہوتے ہیں' مجرم گرفتار ہوتے ہیں انہیں موت کی سزا ملتی ہے' عمر قید کی سزا ملتی ہے بعض اوقات یہ سزائیں قدرتی طور پر بدترین ہو جاتی ہے' لیکن جرم کیا جاتا ہے کیونکہ یہ ہونا ہے۔ سیاہی اور سفیدی میں سے ایک چیز کبھی نہیں رہ سکتی'

دن کے بعد رات کا تصور یقینی ہے اور رات کا اختتام صبح ہی کو ہوتا ہے یہی گردش دوراں ہے اور اس میں کوئی تبدیلی کرنا ممکن ہی نہیں- اچھائیوں کی خواہش ہر دل کرتا ہے لیکن سیاہی کے بعد سفیدی اور سفیدی کے بعد سیاہی آتی ہے اور اسے کوئی روک نہیں سکتا-

○---------☆---------○

اخبار کے معمولات جاری تھے‘ قائم کیس خود بخود ختم ہو چکا تھا‘ ویسے میں اپنے اس خالہ زاد کی نفیس فطرت کو دل سے سراہتی تھی وہ ایسی شخصیت تھا جسے اپنے دوستوں میں شامل کیا جا سکتا تھا‘ اتنی سادگی سے میرے راستے سے ہٹ گیا کہ کوئی الجھن ہی نہ ہونے دی‘ ویسے قبلہ والد صاحب کا کردار بھی قابل ستائش تھا- وہ اپنی تمام تر خوفناک فطرت کے باوجود میرے مزاج سے آشنا ہو گئے تھے اور مجھ سے تعاون کر رہے تھے ایک لامحدود مدت کے لئے انہوں نے مجھے میری خواہشوں کی تکمیل کے لئے چھوڑ دیا تھا اور کہیں بھی اپنے اختیارات استعمال نہیں کر رہے تھے اس کے لئے میں ان کی احسان مند تھی- اخبارات کے لئے جو کام مجھے کرنے پڑتے تھے ان میں محکمہ پولیس سے میرا گٹھ جوڑ ایک لازمی حیثیت رکھتا تھا‘ شہریار تو تھا ہی اپنا ساتھی........ لیکن اب اس کے ساتھ ساتھ بہت سے علاقوں کے تھانہ انچارج میرے شناسا بن چکے تھے اور کہیں بھی میں جاتی تو خدا کے فضل سے مجھے احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا........ ہاں یہاں بھی وہی چیز موجود تھی- نیگٹو ‘پازیٹو‘ کچھ لوگ فطرتاً دوسروں سے پرخاش رکھتے ہیں یا یہ سوچتے ہیں کہ اس کا عمل دخل اتنا زیادہ کیوں ہے جیسے عالم قریشی یا جیسے وہ ایس پی صاحب........ انہوں نے اپنے انداز میں کوئی تبدیلی نہیں کی تھی اور جہاں بھی کاٹ کر سکتے تھے کر ڈالا کرتے تھے‘ یہ دوسری بات ہے کہ اپنوں کی محبتیں سہارا دیتی تھیں اور کوئی مسئلہ مسئلہ ہی نہیں رہ جاتا تھا‘ حامد فخری صاحب کی عنایات کا سلسلہ بھی جاری تھا اور اگر کہیں کوئی مشکل پیش آجاتی تو ان سے رجوع کر کے اس کا خاتمہ کر لیا جاتا‘ سب سے بڑے ایس ایس پی ابراہیم شاہ صاحب تھے‘ جو اس طرح ہم لوگوں سے منسلک ہو گئے تھے- جیسے بس ایک گروپ بن گیا ہو ہر چھوٹے بڑے مسئلے میں خود مل لیا کرتے تھے مشورے کرتے تھے اور سب سے زیادہ خوشی کی بات یہ تھی کہ ان مشوروں کو قبول کر کے ان پر عمل کیا کرتے تھے- فیاض قریشی ایک اچھا نوجوان تھا اور آپ لوگوں کو یاد ہو گا کہ ایک کیس کے سلسلے میں اس نے میری بھرپور مدد کی تھی‘ بہت ہی تعاون کرنے والا نوجوان تھا- اس دن بھی ایک خاص سلسلے میں معلومات حاصل کرنے تھانے پہنچی تھی اور وہ مجھے دیکھ کر مسرور ہو گیا تھا میں نے اپنا کام کیا اور اس کے بعد فیاض قریشی کے ساتھ بیٹھ کر چائے پینے لگی‘ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ سامنے والی کھڑکی کی جانب نظر اٹھ گئی جہاں سے تھانے کا بیرونی احاطہ اور وسیع و عریض دروازہ نظر آتا تھا- سپاہی اپنے کاموں میں مصروف تھے اور ادھر سے ادھر آجا رہے تھے فیاض قریشی نے اپنا آفس بڑی خوش اسلوبی سے بنایا تھا اور یہاں سے کم از کم وہ بیرونی برآمدے اور احاطے پر بخوبی نگاہ رکھ سکتا تھا گیٹ سے ایک گہرے نیلے

رنگ کی قیمتی کار اندر داخل ہوئی تھی اور اس سے ایک دراز قامت لیکن انتہائی خوش پوش صاحب نیچے اترے تھے........ انہوں نے موسم کی سختی کے باوجود بہت خوبصورت سوٹ پہنا ہوا تھا ٹائی لگی ہوئی تھی اور آنکھوں پر حسین فریم کی عینک نظر آرہی تھی- بال کافی حد تک سفید تھے لیکن بڑے سلیقے سے جمائے گئے تھے- کار وہ خود ہی ڈرائیو کرتے ہوئے یہاں تک لائے تھے‘ ورنہ اس پائے کی شخصیتیں اور ایسی اچھی کاروں والے عموماً ڈرائیور رکھتے ہیں‘ نیچے اتر کر انہوں نے ایک جھجکتی ہوئی نگاہ چاروں طرف ڈالی اور پھر ایک گزرتے ہوئے ہیڈ کانسٹیبل کو روک کر اس سے کچھ معلومات حاصل کیں اور اس کے بعد فیاض قریشی کے دفتر کی جانب چل پڑے........ خود فیاض قریشی اسی کھڑکی سے باہر کا منظر دیکھ رہا تھا- اس نے چائے کی پیالی سے دو تین گھونٹ مسلسل پئے اور پیالی ایک طرف سرکا کر ان صاحب کی آمد کا انتظام کرنے لگا........

وہ دروازے پر رک کر اندر آنے کی اجازت طلب کر رہے تھے اور اس کے بعد وہ اندر داخل ہو گئے فیاض نے پولیس افسرانہ شان کے ساتھ انہیں سلام کا جواب دیا اور بیٹھنے کا اشارہ کرتا ہوا بولا........ ”جی فرمائیے‘ کیا خدمت کی جا سکتی ہے آپ کی........؟“

ان صاحب نے جھجکتی........ ہوئی نگاہوں سے میری طرف دیکھا اور پھر فیاض قریشی سے بولے........ ”ایک مشکل مسئلے میں پولیس کی مدد چاہتا ہوں آپ سے کچھ کہنے کا خواہشمند ہوں لیکن تنہائی میں........؟“

”بے جھجک کہئے اور مجھے تنہا ہی سمجھئے........“ فیاض قریشی نے کہا اور ان صاحب کی نگاہ ایک بار پھر میری جانب اٹھ گئی وہ کسی قدر نروس نظر آرہے تھے ایک بار پھر انہوں نے لجاجت آمیز لہجے میں کہا؟ دراصل جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں وہ خالص ذاتی نوعیت کا ہے اور اس کے لئے میں مکمل تنہائی........؟“

”اگر آپ کا اشارہ ان خاتون کی جانب ہے تو آپ یوں سمجھئے کہ جو کچھ آپ مجھے بتائیں گے‘ اس کا ایک ایک حرف ان کو معلوم ہو گا‘ چنانچہ آپ بالکل مطمئن رہئے اور جو کچھ کہنا ہے بے جھجک کہئے........“

”ایک رپورٹ درج کروانا چاہتا تھا لیکن آپ کی خصوصی توجہ چاہتا ہوں اس لئے براہ راست آپ کے پاس........“

”کوئی حرج نہیں ہے آپ کا اسم شریف........؟“ فیاض قریشی نے کہا-

”اوہ جی ہاں مجھے احمد صغیر جامی کے نام سے جانا جاتا ہے-“

”جی........“

”میری بیگم کل شام سے لاپتہ ہیں اور میں بے حد پریشان ہوں........ اپنی پریشانی بیان کرنے کے لئے میرے پاس مناسب الفاظ نہیں ہیں میرا ایک حلقہ احباب ہے سوشل اسٹیٹس ہے اور پھر میرا گھر‘ تین بچے ہیں میرے جن کی عمریں زیادہ نہیں ہیں........ دیکھئے میں اپنی بیوی

کی تصویر ساتھ لایا ہوں......... انہوں نے جیب سے ایک لفافہ نکالا اور اس سے تصویر نکال کر سامنے رکھ دی۔ تصویر ایسے زاویئے سے رکھی گئی تھی کہ میں نے بھی اسے دیکھ لیا۔ ایسی حسین اور سبک نقوش والی نوعمر دوشیزہ کی تصویر تھی جسے ایک نگاہ دیکھ کر نظریں ہٹانے کو جی نہ چاہے وہ عنابی رنگ کی زرکار ساڑھی میں بے حد حسین نظر آرہی تھی۔ جاوید قریشی بھی کئی لمحے اسے دیکھتا رہا پھر اس نے کہا.........

"ان کی کوئی تازہ تصویر نہیں ہے آپ کے پاس........" جواب میں جامی صاحب پھیکی سی ہنسی ہنس دیئے۔

"یہ ان کی تازہ تصویر ہی ہے۔"

"اوہ!" جاوید قریشی نے عجیب سے لہجے میں کہا اور تصویر میری طرف بڑھا دی۔

"مجھے آپ کی حیرت کا اندازہ ہے رخ مجھ سے بہت چھوٹی ہیں' آدھی عمر سے بھی کم لیکن ہم دونوں نے......... ہم دونوں نے ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھ بوجھ کر شادی کی تھی اور ہم ہر طرح سے مطمئن تھے۔"

"چائے پسند کریں گے آپ........"

"نہیں بے حد شکریہ......... یہ بتانا ضروری ہے کہ رخ کو صرف میں ہی نہیں بلکہ وہ بھی مجھے بہت چاہتی ہیں ہمارے بچے ہماری محبت کے امین ہیں اور ہمارے درمیان کبھی کوئی شدید اختلاف نہیں ہوا۔"

"آپ نے یقیناً انہیں ان ممکنہ جگہوں پر تلاش کیا ہو گا جہاں وہ جاتی ہیں کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں وہ رک سکیں.........؟"

"بغیر اطلاع تو وہ کبھی بازار خریداری کے لئے بھی نہیں جاتیں ان کی سب سے قریبی دوست فرخندہ ہیں میں نے ان سے بھی معلوم کر لیا ہے۔ اور بھی کچھ دوست ہیں رخ کی' لیکن ان میں سے ایک بھی ایسی نہیں ہے جن کے پاس رخ بغیر اطلاع کے رک جائیں' تاہم میں نے ان سب جگہوں پر معلومات حاصل کر لی ہیں۔ رخ کہیں بھی نہیں ہیں........."

"اب آپ مجھے وہ مکمل تفصیل بتایئے جن کی بناء پر آپ کو تشویش ہوئی۔"

فیاض قریشی نے کہا اور جامی صاحب الجھی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا.........پھر بولے.........

"عرض کر چکا ہوں جناب کہ یہ واقعہ معمولات سے بالکل مختلف ہے بعض اوقات وہ اگر کہیں چلی جاتی ہیں تو پھر یا تو ٹیلیفون کر کے گھر پر اطلاع دے دیتی ہیں' یا پھر براہ راست مجھ سے پہلے سے اجازت لے لیتی ہیں' کبھی ایک آدھی بار ایسا ہوا کہ وہ صرف فرخندہ کے ہاں کسی اپنے کام سے رک گئیں' جس کا انہیں بھی پہلے سے علم نہیں تھا' لیکن گھر پر کسی نہ کسی کو اطلاع دیدی گئی........."

"کوئی ایسا مسئلہ جو عارضی ہیجان کا سبب بنا ہو........." فیاض قریشی نے سوال کیا.........

آپ کا مطلب ہے کوئی جھگڑا وغیرہ......... نہیں انسپکٹر صاحب آج تک ایسا نہیں ہوا' اول تو آج تک ہمارے درمیان کبھی اختلاف پیدا نہیں ہوا اور اگر ہو بھی جائے تو تھوڑی بہت دیر کے لئے ایسا ہوتا ہے اور اس کے بعد بات کچھ نہ کچھ بن جاتی ہے......... دراصل پچھلے دن میں ایک کاروباری میٹنگ میں مصروف تھا اور رات کو دیر سے گھر پہنچا تھا اس وقت رخ موجود نہیں تھیں میں نے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ کہیں گئی ہوئی ہیں......... میٹنگ میں شرکت کی وجہ سے شدید تھکن ہو گئی تھی اور میں نے سکون آور گولیاں استعمال کی تھیں' بس مقصد تھکن دور کرنا تھا لیکن نیند آ گئی اور اس کے بعد نہیں جاگا' صبح کو آنکھ کھلی تو ایک عجیب سی کیفیت کا احساس ہوا کم از کم رخ مجھے جگا کر کھانا کھلا دیتیں' یہ ان کی عادت ہے اس سے پہلے بھی کئی بار ایسا ہو چکا ہے کہ گھر پہنچا اور وہ نہیں ملیں بعد میں کچھ غنودگی طاری ہو گئی لیکن رخ کو یہ بالکل گوارہ نہیں تھا کہ میں کھانا کھائے بغیر سو جاؤں' جگا کر مجھے کھانا کھلایا جاتا اور اس کے بعد آرام کرنے دیا جاتا تھا۔ جاگتے ہی یہ احساس ہوا تھا کہ کچھ عجیب ہوا ہے غسل خانہ دیکھا اس کے بعد ملازم سے پوچھا تو اس نے پریشانی سے بتایا کہ بیگم صاحبہ واپس نہیں آئیں۔ میں ہکا بکا رہ گیا تھا۔ میں نے وحشت سے اس سے تفصیل پوچھی تو اس نے بتایا کہ گاڑی لے کر گئی تھیں کچھ کہہ کر نہیں گئی تھیں وہ انتظار کرتا رہا مگر بیگم صاحبہ واپس نہیں آئیں۔"

"ان کی گاڑی الگ تھی۔؟"

"جی ہاں!"

"خود ڈرائیو کرتی تھیں.........؟"

"جی ہاں!"

"آپ نے ہسپتال وغیرہ سے رجوع کیا.........؟"

"پہلے یہی کیا تھا شہر کے سارے سرکاری اور غیر سرکاری ہسپتال دیکھ ڈالے فرخندہ کو فون کیا۔ رخ کی دوسری سہیلیوں سے رابطے کئے مگر پتہ ہی نہیں چل رہا مجبوراً آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔"

"آپ کو اتنا پریشان نہیں ہونا چاہئے ہو سکتا ہے کوئی اتفاقی حادثہ ہو گیا ہو بہرحال پولیس مدد کے لئے حاضر ہے براہ کرم آپ مجھے تفصیلات نوٹ کرا دیں۔"

"جی ہاں ضرور........."

"ایک منٹ میں محرر کو طلب کر لوں۔" فیاض قریشی نے کہا اور گھنٹی بجا کر اردلی کو بلا لیا......... پھر اس نے پوری توجہ سے رپورٹ لکھوائی۔ احمد صغیر جامی کاروباری آدمی تھا بہترین مالی حیثیت کا مالک تھا۔ اس کی بیوی کا پورا نام رخسانہ جمال تھا جس گاڑی میں وہ گئی تھی اس کا رنگ اور نمبر وغیرہ پوری تفصیل لکھنے کے بعد فیاض نے کہا "آپ بالکل اطمینان رکھیں ہم اس

گاڑی کی تلاش کراتے ہیں جس میں وہ گئی تھیں وہ ضرور مل جائیں گی۔"

"بچے سخت پریشان ہیں اور میں خود بھی معطل ہو گیا ہوں۔"

"ظاہر ہے ایسا ہی ہو گا۔ میں ابھی کاروائی کرتا ہوں۔"

"بے حد شکریہ تعاون کا......! مجھے اجازت......"

"بہت بہتر" فیاض سے اس نے ہاتھ ملایا اور ہم اسے جاتے ہوئے دیکھتے رہے۔ فیاض قریشی مسکراتا ہوا بولا...... "یہ تصویر دیکھئے لبنٰی صاحبہ بڑا فرق ہے دونوں میں' میں نے تصویر لے لی اور اسے غور سے دیکھنے لگی پھر میں نے گہری سانس لیکر تصویر اسے واپس کر دی۔

"کیا کہنا چاہتے ہو......"

"بہت کچھ" فیاض گہری سانس لیکر بولا......

"نہیں...... معاشرہ جو رخ اختیار کر چکا ہے اس میں بڑی پیچیدگیاں پیدا ہو گئی ہیں مسائل کی گھٹن نے انسانی فطرت کو اس کے حوالے کر دیا ہے۔ جذبات احساسات ایک کہانی بن گئے ہیں صرف خوبصورت الفاظ ہیں یہ سب کچھ' سچائی ایک الگ شکل رکھتی ہے۔"

"آپ کچھ نہ کہہ کر بھی بہت کچھ کہہ گئی ہیں۔"

"ہاں یہ ایک کڑوا سچ ہے اچھا میں چلتی ہوں۔" میں نے کہا اور فیاض قریشی نے مجھے خدا حافظ کہا۔ ذہن تکدر کا شکار ہو گیا تھا۔ نہ جانے کیا کیا سوچیں دامن گیر ہو گئی تھیں۔ قدم دفتر کی طرف اٹھ گئے۔ دفترمیں داخل ہوئی تو گل بدر نے کہا۔

"اوہ بی بی صاحب...... صاحب ابھی ابھی نیچے گیا ہے آپ کا انتظار کرتا تھا فون پر آپ کو تلاش کیا۔ یہ پتہ دے گیا ہے ابھی آپ فوراً ادھر چلے جاؤ......" گل بدر نے شہریار کے ہاتھ کی گھسیٹی ہوئی ایک چٹ مجھے دیدی جس پر ایک اجنبی پتہ درج تھا۔ میں نے ہونٹ سکوڑ کر شانے ہلائے اور الٹے قدموں نیچے اتر آئی نہ جانے کیا قصہ تھا......

شہریار نے چٹ پر جو پتہ لکھا تھا وہ ایک اعلیٰ رہائشی علاقے کا تھا جہاں وسیع و عریض خوبصورت کوٹھیاں بنی ہوئی تھیں۔ اس جگہ سے وہاں کا فاصلہ بہت زیادہ تھا لیکن میں نے کار کی رفتار کافی تیز رکھی تھی۔ اس طرح زیادہ وقت نہیں لگا۔ اتفاق سے سڑکیں بھی خالی مل گئی تھیں لیکن علاقے میں داخل ہو کر تشویش کا سامنا کرنا پڑا۔

خوبصورت حسین کوٹھیاں چاروں طرف بکھری ہوئی تھیں لیکن انسانوں کی یہاں بہت کمی تھی' ایسے علاقے کے رہنے والے عام انسانی اقدار کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ وہاں دولت کے بنائے ہوئے اقدار رائج ہوتے ہیں اور ان میں انسانی ضروریات شامل نہیں ہوتیں محبتوں اور اخوت کے وہ مظاہرے نہیں ہوتے جو چھوٹی بستیوں میں ہوتے ہیں کہ ایک سمت سے کراہ کی آواز ابھری اور مصروف ہاتھ رک گئے آنکھیں نگران ہو گئیں کہ کراہنے والے کو کیا تکلیف

ہے یہ چھوٹی بستیوں کی اقدار ہیں ایسی کوٹھیوں میں اور ایسے علاقوں کے رہنے والے اپنے مسائل سے خود نمٹتے ہیں اور پڑوسی کو یہ بتانا پسند نہیں کرتے کہ انہیں کیا تکلیف ہے پڑوسی اپنے برابر والے کو اپنے بارے میں نہیں بتاتا اور جب انسانوں کو انسانوں کی ضرورت نہ ہو تو پھر وہاں عام انسانوں کو نظر آنا ممکن نہیں ہوتا۔ سب سے بڑی پریشانی یہ تھی کہ وہ نمبر تلاش کرنے کے لئے خود ہی پٹرول خرچ کرنا تھا جس کے بارے میں شہریار کو بتایا گیا تھا لیکن کچھ خوش بختی نے ساتھ دیا اندازہ ہو گیا کہ کیا صورتحال ہے ایک کوٹھی کے سامنے کچھ غیر معمولی چہل پہل نظر آئی' پولیس کی وردیاں بھی دکھائی دیں اور دو سرکاری گاڑیاں بھی' چنانچہ میں نے اسی جانب کا رخ کیا تھا قریب پہنچ کر اندازہ ہو گیا کہ ایس ایس پی ابراہیم شاہ بھی موجود ہیں اپنی گاڑی پارک کی جو لوگ یہاں ڈیوٹی پر تعینات تھے وہ شاید مجھے پہچانتے نہیں تھے میں کار سے اتری تو مجھے اجنبی نگاہوں سے دیکھا گیا' تاہم میں نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا "مجھے ایس ایس پی شاہ صاحب یا شہریار کے پاس پہنچا دیا جائے۔"

دقت نہیں ہوئی تھی وسیع و عریض کوٹھی کے پورچ میں تین گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں دو پولیس کانسٹیبل سامنے موجود تھے اور اندر بھی شاید خاصے افراد تھے ایک کانسٹیبل مجھے لیکر ایک بڑے سے کمرے میں داخل ہو گیا۔ جو خواب گاہ کی حیثیت رکھتا تھا اور اس نے کچھ کہنا چاہا لیکن شاہ صاحب نے مجھے دیکھتے ہی "آخاہ" کا نعرہ لگایا تھا۔ اور کانسٹیبل کچھ کہنے سے باز رہا تھا۔ شہریار بھی موجود تھا اور اندر کافی افراد نظر آرہے تھے اس کا مطلب تھا کہ کوئی بڑی بات ہو گئی ہے شاہ صاحب نے میرے قریب پہنچ کر میرے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"بہت دنوں کے بعد نظر آئی ہو لبنٰی کہو خیریت سے تو ہو؟"

"جی سر آپ کی دعائیں ہیں" میں نے جواب دیا۔

"آئیں کیسے' اوہو میں سمجھ گیا شہریار کی طرف سے ہدایت ملی ہو گی" شاہ صاحب نے مجھے آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یہاں ایک حادثہ ہو گیا ہے اچھا ہوا تم آگئیں بالآخر تم کو اطلاع تو پہنچنی ہی تھی۔ ذرا لاش وغیرہ کا جائزہ لے لو اور اپنے طور پر سارے ماحول کو ذہن میں رکھو' ابھی کوئی خاص تبدیلی رونما نہیں ہوئی ہے اور یہ اچھا ہی ہوا ورنہ تھوڑی دیر کے بعد لاش اٹھوا دی جاتی۔"

میں نے لوگوں کو کام میں مصروف دیکھا ان میں فنگر پرنٹس کے ماہرین تھے' فوٹوگرافرز تھے جو جائے واردات کے مختلف زاویوں سے فوٹو لے رہے تھے اس کے علاوہ اور بھی چند افراد تھے جو ضابطہ فوجداری کے مطابق کام میں مصروف تھے۔ مشیرنامہ بنایا جا رہا تھا اور سارے کام ہو رہے تھے غالباً یہاں پولیس کو آئے ہوئے کافی دیر گزر چکی تھی شہریار بھی مجھ سے بے تعلق ان لوگوں کے ساتھ کام میں مصروف تھا اور جانتی تھی کہ اس کی مجبوری ہے شاہ صاحب نے اپنی نگرانی میں سارے کاموں کی تکمیل کرائی اور اس کے بعد فارغ ہو گئے۔ پھر میری طرف رخ کر

کے بولے۔

"اگر تمہیں کوئی اور کاروائی کرنی ہے تو ٹھیک ہے ورنہ پھر میں لاش اٹھوا دوں۔"

"جی سر اور کوئی کاروائی مجھے نہیں کرنی.........."

"لاش پر زخم وغیرہ کا کوئی نشان نہیں ہے اس کا مطلب ہے کہ حادثہ کسی اور طریقے سے ہوا ہے گردن وغیرہ بھی نہیں دبائی گئی اب اس کے بعد زہر خورانی کا معاملہ ہی رہ جاتا ہے اس کے بارے میں پوسٹ مارٹم رپورٹ سے تفصیلات معلوم ہوں گی ویسے تم لوگ اگر یہاں پوری ذمہ داری سے کام کرو تو میں چلا جاؤں کچھ مصروفیات ہیں مجھے شہریار کو تو میں نے بلا ہی لیا تھا امید تھی کہ تم بھی آجاؤ گی' اب تم بھی آگئی ہو تو میرا خیال ہے کہ سارے کام بخوبی ہو جائیں گے۔"

"جی سر اطمینان رکھئے.........."

"اچھا تو میں چلتا ہوں شہریار ان سارے کاموں کی تکمیل کے بعد مجھے رپورٹ دینا۔"

"جی سر" شہریار نے سیلوٹ کر کے کہا۔ شاہ صاحب نے میری طرف دیکھا مسکرائے اور بولے "تم سے تو ایک باقاعدہ میٹنگ رہے گی کسی وقت میں تمہیں تکلیف دوں گا۔"

"سر جب آپ مناسب سمجھیں۔" میں نے جواب دیا اور شاہ صاحب مزید کچھ لوگوں کو ہدایت کر کے چلے گئے علاقے کا انچارج بھی تھا جو شاہ صاحب کے جانے کے بعد شہریار سے مکمل تعاون کر رہا تھا اور ایک اچھا آدمی معلوم ہوتا تھا۔ فرصت ملتے ہی شہریار نے مجھے ایک سمت بلایا اور کہنے لگا۔ "یہ شخص جو مردہ حالت میں پایا گیا ہے ایک بہت بڑا ریٹائرڈ سرکاری افسر تھا۔ اس کا نام اقتدار عالم خان ہے اور اپنے زمانے میں بڑی مشہور شخصیت رہ چکا ہے۔"

"یہاں یہ اکیلا تو نہ رہتا ہو گا" میں نے سوال کیا۔

"اکیلا ہی رہتا تھا بس ایک چوکیدار ہے جو باہر موجود ہے۔"

"چوکیدار سے کچھ بیانات وغیرہ لئے گئے۔"

"سرسری طور پر' یہ ذمہ داری میرے ہی سپرد کر دی گئی ہے دراصل معاملہ ایک بڑے سرکاری افسر کا ہے ریٹائرڈ ہی سہی لیکن بہرطور ایک حیثیت کا حامل ہے اور پھر شاہ صاحب کو فوری طور پر اطلاع مل گئی تھی انہوں نے مجھے تلاش کیا اور اب حیران کن بات یہ ہے کہ ہمارا وہ دفتر مشہور زمانہ ہوتا جا رہا ہے شاہ صاحب نے براہ راست دفتر ٹیلیفون کیا تھا اور اتفاق سے فون ریسیو بھی میں نے ہی کیا۔ کہنے لگے کہ فوراً اس پتے پر آجاؤ ویسے جب میں یہاں پہنچا اسی وقت وہ بھی یہاں پہنچے تھے" میں ہنسنے لگی پھر میں نے کہا۔

"تو اس میں حرج کیا ہے لوگوں کو ہماری تلاش میں کہیں اور نہیں جانا پڑتا۔ بلکہ وہ جانتے ہیں کہ ہم کہاں ملیں گے۔"

"آج ہم کا یہ صیغہ کتنا دلکش محسوس ہو رہا ہے۔" شہریار نے کہا اور میں غصیلی نگاہوں

سے اسے دیکھنے لگی۔ پھر بولی..........

"تم کوئی بھی لمحہ خالی نہیں جانے دیتے۔"

"کیسے جانے دے سکتا ہوں' یہی لمحات تو حاصل زندگی ہوتے ہیں۔"

"کام کی بات کرو۔"

"کام کی بات ابھی تک صرف یہی ہے کہ اقتدار عالم خان بے چارے اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں اور خاص بات یہ ہے کہ لاش کو تم نے جس پوزیشن میں دیکھا ہے یہاں تنہا نہیں تھی۔"

"کیا مطلب..........؟" میں حیرانی سے بولی۔

"ایک معزز خاتون بھی اس بستر پر تشریف فرما تھیں شکل و صورت بھی بہت اچھی تھی کچھ عجیب سی سکرات کی سی کیفیت کا شکار تھیں زبان بند تھی آنکھیں نیم وا تھیں سانس پوری طرح چل رہا تھا بس انداز کچھ ایسا تھا کہ اگر کچھ دیر اور اس عالم میں رہتیں تو اس دارفانی سے کوچ کر جاتیں۔"

"ارے کہاں گئیں وہ..........؟"

"ہم نے سوچا کہ اچھا ہے زندہ بچ جائیں اور کچھ نہ سہی کم از کم اس سلسلے میں ہماری کچھ رہنمائی ہی کر ڈالیں گی چنانچہ انہیں فوری طور پر ایمبولینس منگوا کر ہسپتال روانہ کر دیا گیا ہے۔"

"اقتدار عالم خان کی کون تھی" میں نے سوال کیا۔

"کوئی نہیں.........."

"اوہ اچھا اچھا.........." میں گردن ہلا کر خاموش ہو گئی پھر میں نے کہا۔ "چوکیدار کے علاوہ اور کوئی موجود نہیں ہے یہاں۔"

"چوکیدار سے مختصر بیان لیا گیا ہے ممکن ہے وہ کچھ اور لوگوں کی نشاندہی کرے اب یہ کام تو ہمیں کرنا ہے اور ایک بات میں نے خاص طور سے محسوس کی ہے۔"

"کیا.........." میں نے پوچھا۔

"اس سے پہلے شاہ صاحب ہر چیز میں گہری دلچسپی لے رہے تھے اور خود ساری باتیں معلوم کر رہے تھے لیکن تمہارے آنے کے بعد ایسا محسوس ہوا جیسے انہوں نے اپنی موجودگی ضروری نہ سمجھی ہو سمجھ رہی ہونا! اس بات کا مقصد؟"

"کیا مقصد ہوا اس بات کا۔"

"مطلب یہ کہ ہم گدھے ہیں اور اب کیا انسان یہاں پہنچ گیا ہے۔" مجھے ہنسی آگئی۔ شہریار کے یہ الفاظ کہنے کے انداز پر اور میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا "بس یہی کہہ سکتی ہوں کہ تم ان باتوں کے ماہر ہو' ذرا کمرے کا جائزہ لے لینے دو اس کے بعد لاش اٹھواؤ گے نہیں؟"

"بس آپ کے حکم کا انتظار تھا جائزہ لے لیجئے۔" شہریار نے کہا اور کہا ایک بار پھر میں اس کمرے میں جہاں لاش پڑی ہوئی تھی چاروں طرف نگاہ دوڑانے لگی۔

اقتدار عالم خان دراز قامت اور بہترین صحت کے مالک تھے، عمر پچاس یا باون کے لگ بھگ ہو گی لیکن محسوس نہیں ہوتی تھی اس وقت وہ ایک خوبصورت بستر پر اوندھے منہ پڑے ہوئے تھے چہرے پر نیلاہٹ تھی۔ اور منہ سے سفید جھاگ نکل رہا تھا شہریار نے مجھے بتایا کہ خاتون یہاں کس پوزیشن میں تھیں۔

"کمرہ قیمتی اشیاء سے آراستہ تھا اور اس سے محسوس ہوتا تھا کہ اقتدار عالم خان خوش ذوق آدمی تھے اور خوبصورت اشیاء جمع کرنے کے شائق.......... بہرحال کمرے کا ایک سرسری جائزہ لینے کے بعد میں نے شہریار سے کہا۔ "مجھے یہاں مزید کچھ نہیں دیکھنا۔"

"کوئی فون نمبر وغیرہ، گھوڑے کے بال یا گدھے کی دم، جس سے بعد میں تم پورا پورا فائدہ اٹھالیتی ہو" شہریار نے کہا اور میں ہنس پڑی پھر میں نے کہا "اب ہر شخص تو مجھ سے اتنی محبت نہیں رکھتا کہ میرے لئے کچھ نشانات چھوڑ ہی جائے۔ ویسے فنگر پرنٹ کے ماہرین تقریباً ساری ہی جگہوں کے پرنٹ لے چکے ہیں بعد میں ساری صورتحال معلوم ہو جائے گی تم لاش اٹھوانے کا بندوبست کرو......... اور اس کے بعد ہم یہاں مزید کام کریں گے۔"

شہریار مصروف ہوگیا میں کمرے سے باہر نکل آئی اور اس عمارت کے مختلف گوشوں میں چکرانے لگی میں نے پولیس کانسٹیبلوں کے زیر حراست اس درمیانی عمر کے آدمی کو بھی دیکھا جو چوکیدار معلوم ہوتا تھا اور اس کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا بے چارہ بہت ہی نروس نظر آرہا تھا۔ میں نے ایک سرسری نگاہ اس پر ڈالی اور مجھے یہ اندازہ ہوگیا کہ وہ بے ضرر اور معصوم آدمی ہے اور صرف اپنی نوکری سے کام رکھتا ہے بہرصورت یہ ایک سرسری جائزہ تھا جو میں نے اسے دیکھ کر اپنے ذہن میں قائم کیا تھا باقی سب کچھ تو بعد میں ہونے والا تھا۔

شہریار کچھ دیر کے بعد اپنے کام سے فارغ ہوگیا اس نے کمرے کو لاک کر دیا ابھی اسے سیل نہیں کیا گیا تھا لاش ہسپتال بھجوا دی گئی تھی اور وسیع و عریض کوٹھی میں دو کانسٹیبلوں کی تعیناتی کر دی گئی تھی جب ان تمام کاموں سے فراغت ہو گئی تو ہم نے چوکیدار کی جانب توجہ دی اور اسے اپنے ساتھ لئے ہوئے ایک الگ حصہ میں پہنچ گئے۔ تھانہ کا انچارج واپس چلا گیا تھا اور شہریار نے اسے کچھ ہدایات دے دی تھیں۔ چوکیدار بے چارہ بری طرح سہما ہوا لگ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں خوف و ہراس کے آثار تھے میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا "اگر تم پریشان ہو تو پریشانی اپنے دل سے نکال دو ظاہر ہے جو کچھ ہو چکا ہے اس میں بھلا تم جیسے لوگوں کا کیا قصور ہو سکتا ہے۔ ہاں اب تم اپنے مالک کی موت کی تفتیش کے لئے پولیس کی پوری پوری مدد کرو ہوش و حواس کے ساتھ، دماغ کو حاضر کر کے تاکہ تمہارے مالک کے بارے میں یہ پتہ چل سکے کہ انہیں در حقیقت کسی نے ہلاک کیا ہے یا یہ کوئی اتفاقی حادثہ ہے یا پھر کیا ہوا ہے ۔"

معلوم ہونا بہت ضروری ہے اور یہ سب کچھ تمہاری مدد ہی سے ہو گا۔"

چوکیدار کی آنکھوں سے آنسو لڑھک آئے اس نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔ "ہم تو بے موت مارے گئے جی، نہ جانے پولیس ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے گی۔"

"اگر اس سے کچھ معلوم کرنا ہے تو چہرے کے یہ خوفناک تاثرات ختم کر دو ورنہ وہ کچھ بھی نہ بتا سکے گا۔"

"اس میں بھی میرا قصور ہے" شہریار بولا۔

"جی ہاں! پولیس کے لئے ضروری نہیں ہے کہ وہ زمانہ قدیم کے جلادوں کا سا حلیہ اختیار کرے اگر اس کی صورت بھی عام انسانوں جیسی ہی رہے تو کیا حرج ہے۔"

"اسے ایک عمدہ سی نظم سنا دوں" شہریار دانت نکال کر بولا اور میں مسکراہٹ ضبط کر کے چوکیدار کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"تم نے اپنا نام نہیں بتایا" میں نے اس سے کہا۔

"جی رب نواز ہے میرا نام' یہ تو آپ کو بتا ہی چکا ہوں کہ میانوالی کا رہنے والا ہوں۔"

"ہاں رب نواز کتنے عرصے سے تم یہاں کام کر رہے ہو؟"

"جی اڑھائی سال ہو گیا۔"

"اس سے پہلے کہاں تھے۔"

"بس جی بہت پہلے میں رانا صاحب کے ہاں نوکری کرتا تھا پھر اپنے شہر چلا گیا تھا وہاں میری بیوی بیمار ہو گئی تھی اس لئے ایک سال تک واپس نہیں آسکا۔ دکان کھولی تھی میں نے وہاں، دکان نہیں چل سکی لیکن پھر اللہ کا کرم ہوا بیوی ٹھیک ہو گئی تو میں واپس یہاں آگیا۔ رانا صاحب نے دوبارہ مجھے اپنی فیکٹری میں رکھ لیا اور اس کے بعد انہوں نے مجھے یہاں بھیج دیا یہ کوٹھی رانا صاحب ہی کی ہے اور ہمارے صاحب، رانا صاحب کے گہرے دوست تھے رانا صاحب نے یہ کوٹھی انہیں رہنے کے لئے دے دی تھی۔ صاحب ویسے بھی اکیلے تھے اور ان کا کوئی نہیں تھا یہاں میں ان کی دیکھ بھال کرتا تھا کوٹھی کی صفائی ستھرائی کی نگرانی کرتا تھا ایک مالی کام کرتا ہے یہاں ہفتے میں ایک بار آتا ہے اسی طرح صفائی کرنے والی ایک عورت بھی آتی ہے جو ہفتے میں ایک دن ہی کام کرتی ہے یعنی چھٹی کے دن جب میری چھٹی ہوتی ہے بس جی میں کھانے پینے کی دیکھ بھال کر لیتا ہوں دوپہر کو فیکٹری سے آتا ہوں تو صاحب کے لئے کھانا پکا لیتا ہوں ویسے بھی صاحب زیادہ گھر پر نہیں کھاتے بلکہ ہوٹلوں اور کلبوں وغیرہ میں کھا لیا کرتے ہیں عام طور سے ایک ایک دن پکایا ہوا کھانا تین تین دن تک چل جاتا ہے۔"

"خوب یہ رانا صاحب کون ہیں؟" میں سوال کیا۔

"جی بہت مشہور آدمی ہیں جمشید رانا' ان کی ایک بہت بڑی کاٹن فیکٹری ہے۔"

"ہوں! وہ کہاں رہتے ہیں؟" میں نے پوچھا اور رب نواز نے مجھے وہ پتہ بتا دیا۔

"تو تم ان کی فیکٹری میں بھی کام کرتے ہو۔" میں نے پوچھا۔

"جی صاحب میرا اصل کام تو وہی ہے صبح سات بجے نکل جاتا ہوں اور شام تین بجے واپس آجاتا ہوں واپس آنے کے بعد کھانا وانا کھایا پھر تھوڑا بہت گھر کا کام کر لیا اس کے بعد آرام کرتا ہوں یہ ہے میری ڈیوٹی۔"

"لیکن تم تو کہہ رہے تھے کہ اقتدار خان صاحب کے مرجانے سے تمہیں نقصان پہنچا۔"

"جی بی بی صاحب آج کل کے حالات تو آپ کو معلوم ہیں فیکٹری سے جو تنخواہ ملتی ہے وہ اتنی نہیں ہوتی کہ پورا پڑ سکے تھوڑا بہت یہاں کا خرچہ ہوتا ہے باقی گھر بھجواتا ہوں چار بچے ہیں میرے' بیوی ہے' ساس ہے' سسر ہے ان سب کو پالنا پڑتا ہے۔ خان صاحب مجھے بہت اچھی رقم دے دیا کرتے تھے جس سے میرا گزارہ چل رہا تھا خالی تنخواہ میں کچھ نہیں ہوتا۔"

"خان صاحب کے بیڈ روم میں ایک عورت بھی بے ہوشی کی کیفیت میں ملی ہے تم نے اسے دیکھا؟"

"جی بی بی صاحب۔"

"پہچانتے ہو اسے کہ وہ کون ہے۔"

"نہیں بی بی صاحب؟"

"کیا یہاں اس قسم کی میرا مطلب ہے خان صاحب کی دوست عورتیں آتی رہتی تھیں؟"

"مرد بھی آتے تھے اور عورتیں بھی آتی تھیں بی بی صاحب لیکن ملازم کو اپنے کام سے کام رکھنا چاہئے ویسے خان صاحب کی بھی یہی ہدایت تھی کہ میں کبھی ایسی باتوں کی کھوج نہ کروں۔"

"یہ تین گاڑیاں کس کی ہیں۔"

"ایک تو خان صاحب کی ہے دوسری رانا صاحب کی ہے عموماً یہیں کھڑی رہتی ہے تیسری گاڑی کو میں نہیں پہچانتا۔"

"اوہ' اس کا مطلب ہے کہ یہ گاڑی۔"

"جی بی بی صاحب میں اسے بالکل نہیں پہچانتا۔"

"اس سے پہلے یہ گاڑی کبھی یہاں نہیں آئی۔"

"جی اگر آئی ہوگی تو میں نے غور نہیں کیا اس پر.........."

"گڈ ویری گڈ" میں نے شہریار کی طرف دیکھا اس انکشاف سے شہریار بھی کسی حد تک چونکا تھا پھر میں نے اس سے پوچھا۔

"اقتدار خان صاحب کی موت کے بارے میں پولیس کو اطلاع کس نے دی؟"

"جی میں نے۔"

"پوری تفصیل سناؤ" میں نے چوکیدار سے کہا اور رب نواز خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے

لگا۔

"بس بی بی صاحب میں صبح سات بجے اپنی ڈیوٹی پر چلا گیا تھا تین بجے واپس آیا منہ ہاتھ دھو کر کچن میں چلا گیا میں نے دیکھا کہ صاحب کے لئے صبح کو جو میں چائے بنا کر تھرماس میں رکھ گیا تھا وہ ویسے ہی رکھی ہوئی ہے فریج سے کھانا بھی نہیں نکالا گیا تھا اس بات پر مجھے حیرت ہوئی کہ صاحب نے آج نہ چائے پی نہ کھانا کھایا صبح کو وہ ناشتہ نہیں کرتے تھے بس چائے پیتے تھے جو میں تھرماس میں بنا کر رکھ جاتا تھا یا پھر دوپہر کا کھانا کھاتے تھے جسے وہ خود ہی فریج سے نکال لیا کرتے تھے عموماً شام تک وہ گھر پر ہی رہا کرتے تھے اور پانچ بجے کے بعد ہی کہیں باہر نکلتے تھے میں یہ معلوم کرنے کے لئے صاحب کے کمرے کی طرف گیا کہ انہوں نے چائے کیوں نہیں پی کھانا کیوں نہیں کھایا۔ کمرے کا دروازہ بند تھا میں نے کھولا تو تو.........." رب نواز خاموش ہو گیا۔

"ہوں اس کے بعد۔"

"بس جی میں نے پولیس کو ٹیلیفون کر دیا۔"

"تمہیں تھانے کا نمبر کیسے معلوم تھا۔"

"بی بی صاحب میں چھ جماعت پڑھا ہوا ہوں ہسپتال' تھانہ اور ایسی جگہوں کے ٹیلیفون نمبر میرے پاس موجود ہوتے ہیں۔" رب نواز نے جواب دیا۔

"تم نے اس عورت کو دیکھا تو تمہیں کیا خیال آیا۔"

"کیا خیال آسکتا تھا جی میں تو یہ سمجھا تھا کہ دونوں ہی چل بسے۔" رب نواز بولا۔

رب نواز سے اس سے زیادہ معلومات حاصل کرنا ممکن نہیں تھا میں نے شہریار کی طرف دیکھا تو وہ گہری سانس لیکر بولا۔

"جی میرا خیال ہے کافی ہے اب۔"

"اٹھو.........." میں نے کہا اور شہریار کو وہاں سے لیکر آگے بڑھ گئے اس عورت کے بارے میں کچھ تفصیلات معلوم ہو سکیں میرا مطلب ہے کچھ نشانات وغیرہ ویسے ہو سکتا ہے یہ گاڑی اسی کی ہو۔"

"ہاں ویسے بھی وہ صاحب حیثیت معلوم ہوتی تھی لیکن کوئی ایسی چیز اس کے پاس موجود نہیں تھی جس سے اس کی شخصیت کی نشاندہی ہو سکتی۔"

"ہسپتال چلیں" میں نے پوچھا۔

"ٹھیک ہے چلو' ویسے بھی ذرا دیکھیں وہ کس حال میں ہے ظاہر ہے شاہ صاحب کو رپورٹ دینی ہے۔" شہریار تیار ہو گیا تھانہ انچارج سے کچھ دیر گفتگو کرنے کے بعد میں اور شہریار ہسپتال چل پڑے راستے میں کوئی خاص گفتگو نہیں ہوئی تھی۔ ہسپتال جاکر کچھ معلومات کرنی پڑیں پھر ہم میڈیکل وارڈ میں داخل ہو گئے جہاں سپاہی موجود تھا اس نے ہماری رہنمائی کی اور ہم اس بستر پر پہنچ گئے جہاں عورت موجود تھی اسے ڈرپ دی جا رہی تھی اور ناک وغیرہ میں

نلکیاں لگی ہوئی تھیں نوجوان اور خوبصورت عورت تھی لیکن اسے دیکھ کر میرے ذہن کو شدید جھٹکا لگا تھا میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی اور اس وقت انتہائی عجیب خیالات میرے ذہن میں آرہے تھے زندگی لاتعداد واقعات سے عبارت ہوتی ہے لیکن پچھلے کچھ عرصہ سے جتنے کیسز میرے سامنے آئے تھے وہ عجیب نوعیت کے تھے کہیں کا سر کہیں کا پیر لیکن بعد میں سارے ڈانڈے مل جاتے تھے اور اس طرح کہ حیرت ہوتی تھی اب یہ عورت مسز جامی تھی میں نے اس کی تصویر دیکھی تھی اور چونکہ خاص طور سے دیکھی تھی اس لئے فوراً پہچان لیا تھا اس دوران شہریار ایک ڈاکٹر سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کر رہا تھا وہ میری طرف رخ کر کے بولا "ڈاکٹر اس کی حالت خطرناک بتاتا ہے کوشش کی جارہی ہے۔"

"ہوں نگرانی سخت کردو۔"

"ظاہر ہے یہ بنیادی حیثیت رکھتی ہے" شہریار نے کہا پھر پرخیال لہجے میں بولا۔ "ہم سے ایک بڑی غلطی نہیں ہوگئی؟"

"کیا۔"

"یہ معلوم ہونے کے باوجود کہ وہ گاڑی اس عورت کی ہے ہم نے اس کی تلاشی نہیں لی .... اس میں موجود کاغذات سے اس عورت کے بارے میں تفصیلی پتہ چل جاتا ویسے خواب گاہ میں اس کا پرس وغیرہ بھی نہیں مل سکا گاڑی کی چابی بھی اس میں ہوگی یا پھر ممکن ہے کہ پرس وغیرہ گاڑی میں چھوڑ دیا گیا ہو"

"ہاں غلطی تو ہوئی ہے لیکن اس عورت کا پتہ چل گیا ہے"

میں نے کہا اور شہریار چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب؟" اس نے حیرانی سے کہا اور میں اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے ایک سمت چل پڑی پھر میں نے اس سے کہا۔ "بس اتفاق کہو میں افضال قریشی کے پاس بیٹھی ہوئی تھی افضال قریشی کو جانتے ہونا! انسپکٹر افضال قریشی"

"ہاں ہاں آگے کہو" شہریار نے سو سال کیا۔

"ایک صاحب وہاں اپنی بیوی کی گمشدگی کی رپورٹ درج کرانے آئے تھے نام ہے ان کا احمد صغیر جامی ایڈریس بھی شاید مجھے یاد ہے انہوں نے بتایا تھا کہ ان کی بیگم کل شام سے لاپتہ ہیں کچھ ایسے واقعات تھے جو بہرطور بہت زیادہ قابل توجہ نہیں تھے۔ لیکن ایک بات ذرا حیران کن تھی وہ یہ کہ ان کی بیوی عمر میں اس آدمی سے بھی کچھ کم تھی۔ خوبصورت تھی خوبرو تھی ان کا کہنا ہے کہ وہ دو بچوں کے باپ بھی ہیں اور افضال قریشی کے ابتدائی سوالات کے نتیجے میں یہ بات سامنے آئی تھی کہ بقول ان کے ان کی بیوی کو ان کی عمر کا کوئی احساس نہیں ہے اور مطمئن اور مسرور زندگی بسر کر رہے ہیں بیگم صاحبہ کار لیکر نکلی تھیں اور اس کے بعد واپس نہیں پہنچیں وہ تصویر جو انہوں نے بیگم صاحبہ کی افضال قریشی کو دکھائی تھی میری نگاہوں کے

سامنے بھی آئی اور اس سے میں نے پہچان لیا یہی خاتون ہیں"

"ارے" شہریار ایک بار پھر اچھل پڑا اور میں ہنستی ہوئی بولی۔

"تم اچھلتے بہت ہو"

"تم اچھالتی بھی تو بہت ہو کیا نام بتایا تم نے ان صاحب کا احمد صغیر جامی اور ایڈریس کیا ہے؟"

"میرا خیال ہے افضال قریشی کو فون کر کے پوچھ لیتے ہیں۔"

"گڈ اس کا مطلب ہے کہ یہ مسئلہ تو یہاں حل ہوگیا اب کیا کیا جائے"

"میرے خیال میں احمد صغیر جامی کو طلب کر کے ان کی بیگم کے بارے میں تفصیلات انہیں بتا دی جائے ویسے افضال قریشی سے رابطہ قائم کر لو اخلاقاً ضروری ہے"

"ہاں ہاں کیوں نہیں بلکہ افضال قریشی ہی کے سپرد یہ ذمہ داری کی جاتی ہے کہ وہ جامی صاحب کو لے کر یہاں پہنچ جائے اور اس دوران ہم ذرا ڈاکٹر وغیرہ پر رعب ڈالتے ہیں کیا خیال ہے" میں ہنسنے لگی شہریار کے ساتھ ہم آر ایم او کے پاس پہنچ گئے اور وہاں بیٹھ کر ہم نے افضال قریشی کو ٹیلی فون کیا۔ وہ تھانہ ہی میں مل گیا تھا شہریار نے اس سے گفتگو کرتے ہوئے اسے تفصیل بتائی اور پھر کہا کہ جہاں سے بھی دستیاب ہوسکیں جامی صاحب کو لیکر ہسپتال پہنچ جائے۔ افضال قریشی نے کہا کہ وہ فوری طور پر نکل رہا ہے اور جامی صاحب کو لیکر ہسپتال پہنچ رہا ہے۔

فون بند کرنے کے بعد ہم لوگ آپس میں گفتگو کرتے رہے آر ایم او نے درحقیقت ہمارے لئے چائے کا انتظام کیا تھا۔ ویسے بھی خوش اخلاق سا نوجوان تھا اور اس معاملے میں دلچسپی لے رہا تھا۔ بعد میں اس سے مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی کچھ ہسپتال سے متعلق کچھ جرائم کی زندگی سے متعلق اور اتنی دیر میں افضال قریشی احمد صغیر جامی کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ جامی صاحب کے بدن پر کپکپاہٹیں طاری تھیں اور وہ کافی متاثر نظر آرہے تھے لرزتے ہوئے لہجے میں بولے۔

"کک .... کک .... کیا یہ سچ ہے' وہ کہاں ہیں میں انہیں دیکھنا چاہتا ہوں"

"تشریف لائیے" شہریار بولا اور ہم سب اس کمرے کی جانب بڑھے عورت اب کافی حد تک پرسکون تھی اور غالباً بے ہوشی کے عالم میں تھی لیکن اس کے اندر کوئی اضطراب نہیں پایا جاتا تھا۔ جامی صاحب نے دروازے ہی سے اسے دیکھا اس کی طرف لپکے لیکن شہریار نے ان کا بازو پکڑ لیا اور سرد لہجے میں بولا۔

"خود پر قابو رکھئے جامی صاحب" جامی صاحب بستر کے کنارے جا کھڑے ہوئے ان کے چہرے پر دردناک آثار تھے آنکھیں آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی تھیں غالباً افضال قریشی نے انہیں تفصیل نہیں بتائی تھی اور ویسے بھی ہم نے افضال قریشی کو مکمل تفصیلات نہیں بتائی تھیں۔ جامی نے بالآخر بھرائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ "مگر انہیں ہوا کیا ہے کیا ہوگیا ہے یہ اور' اور ....

اور ...."

"آپ نے انہیں دیکھ لیا ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ ان کی حالت خطرے سے باہر ہے کوئی ایسی بات نہیں ہے جو باعث پریشان ہو آیئے میرا خیال ہے کہ اب آپ ہمیں تھوڑا سا وقت دیجئے یہاں کے بارے میں مطمئن رہئے کچھ دیر کے بعد آپ چاہیں تو یہاں ان کی تیمار داری کیلئے واپس آسکتے ہیں" شہریار نے کہا اور جامی صاحب کو لیکر وہاں سے ہٹ آیا۔ جامی صاحب نے میرے سامنے افضال قریشی کو جو کچھ بتایا تھا وہ میرے علم میں تھا لیکن اب صورت حال کچھ بدل گئی تھی بہرحال ہسپتال میں جامی صاحب کا کوئی خاص بیان نہیں لیا جاسکتا تھا تاہم میں نے نے شہریار کو اس کی کوششوں سے نہیں روکا' ہر معاملے میں مداخلت مناسب نہیں ہوتی شہریار نے ایک گوشے میں پہنچ کر کہا "آپ کو صورت حال کی سنگینی کا اندازہ ہوگیا ہے صغیر صاحب اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ ان حالات میں آپ کی عزت داؤ پر لگ گئی ہے آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں"

"میں کچھ بھی نہیں کہہ سکتا ابھی نہ ہی کوئی بیان دینا چاہتا ہوں اور آپ براہ کرم مجھے اس کے لئے مجبور بھی نہ کریں آپ میری ذہنی حالت دیکھ رہے ہیں میری بیوی زندگی اور موت کی کشمکش کا شکار ہے میرے بچے معصوم ہیں میرا گھر اجڑنے کی سی کیفیت میں ہے جو کچھ ہوا ہے اور جیسے بھی ہوا اگر بدنصیبی مجھے وہی سب کچھ بتانا چاہتی ہے تو میں خندہ پیشانی سے اسے برداشت کراوں گا۔ آپ سمجھ رہے ہیں نامیری بات۔ میں ہر رسوائی مول لینے کے لئے تیار ہوں معاشرہ سماج دنیا جو کچھ بھی کہے میں اسے صبر و سکون سے سنوں گا برداشت کروں گا لیکن لیکن رخ کو کوئی نقصان نہیں پہنچنے دوں گا یہ .... یہ میرا عزم ہے اور اور" جامی صاحب کی آواز بھر آئی۔ میں متاثر نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی شہریار نے کہا۔

"کچھ بنیادی چیزوں کے بارے میں آپ تھوڑی سی معلومات فراہم کر دیجئے آپ کی خواہش کا احترام کیا جائیگا ہم آپ کا بیان بعد میں لے لیں گے۔"

"جی فرمایئے کیا پوچھنا چاہتے ہیں آپ ....؟"

"کیا آپ اقتدار عالم صاحب کو جانتے تھے؟"

"جی ہاں اچھی طرح"

"کیسے"

"جس کلب میں میں اور میری بیوی جاتے تھے اقتدار عالم صاحب بھی اسی کلب کے ممبر تھے اور ہم سے ان کی اکثر ملاقاتیں ہوتی تھیں لیکن اتنی نہیں کہ ہم لوگوں کا ایک دوسرے کے گھر میں آنا جانا ہوتا۔"

"آپ کو اس بات کا اندازہ تھا کہ آپ سے زیادہ آپ کی بیگم صاحبہ کے ان لوگوں سے تعلقات ہیں"

"جی نہیں......... بالکل نہیں"

"کوئی بھی ایسا ذریعہ' کوئی بھی ایسی وجہ ہو سکتی ہے جس کی بناء پر آپ کی بیگم کو ان کے گھر جانا پڑا ہو۔"

"میرے خیال میں بظاہر کوئی نہیں۔"

"کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کی بیگم کو زبردستی وہاں لے جایا گیا ہوگا۔"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں' آپ خود بتایئے ان حالات میں یہ انسپکٹر صاحب موجود ہیں میں نے پریشان ہو کر ان کے پاس رپورٹ درج کرائی تھی اور انہیں تفصیلی بیان دیا تھا اور اب .... اب مجھے یہ سب کچھ معلوم ہوا ہے یہ جو کچھ ہے ان کا اندازہ آپ بھی لگا سکتے ہیں اور اس کے نتیجے میں میری ذہنی کیفیت کا بھی میں معافی چاہتا ہوں کہ کسی تفصیلی تفتیش مین آپ کا ساتھ ابھی نہیں دے سکوں گا' بعد میں' میں پولیس سے بھرپور تعاون کروں گا ابھی مجھے معاف فرما دیجئے۔"

احمد صغیر جامی رو پڑا اور میں نے شہریار سے کہا "جامی صاحب سب ٹھیک کہتے ہیں شہریار' جلد بازی نہ کرو' ہم بعد میں ان سے ملاقات کرلیں گے۔"

"میں تمام ضروریات پوری کرنے کے لئے حاضر ہوں خدا کے لئے اس وقت مجھے ذہنی طور پر آزاد چھوڑ دیجئے۔"

ہم نے اس کی بات مان لی اس کے بعد ڈاکٹر سے مزید گفتگو کی گئی ڈاکٹر نے اس تشویش کا اظہار کیا تھا کہ ہوسکتا ہے اس عورت کی قوت گویائی ختم ہو جائے کچھ ایسے ہی عوامل نظر آ رہے تھے بہرحال جو کچھ ہونا تھا وہ تو ہو بھی سکتا تھا چنانچہ اس سلسلے میں مزید کچھ گفتگو کئے بغیر ہم وہاں سے باہر آگئے' شہریار نے کہا "اب مجھے دو کام کرنے ہیں اس کار کو تحویل میں لینا ہے۔ جو جامی صاحب کی بیوی کی ہے اور اس کے بعد شاہ صاحب کو رپورٹ دینی ہے"

"ٹھیک ہے پھر آج کا کام ختم .... کل دوپہر کو میں دفتر میں تمہارا انتظار کروں گی۔"

"او کے" شہریار نے کہا پھر دوسرے دن ہی شہریار میرے پاس دفتر پہنچا تھا اور میرے سامنے آبیٹھا تھا۔

شہریار نے گہری سانس لی اور بولا۔ "کیا تمہارے خیال میں یہ ایک سیدھا سادا معاملہ نہیں ہے۔"

"ہو سکتا ہے"

"یعنی گنجائش ہے"

"کیا کہنا چاہتے ہو" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"ان دونوں کا درمیانی فرق' عمر' حسن و جوانی' ہم کسی بھی طرح اسے ایک مناسب جوڑا نہیں کہہ سکتے"

"بچپن میں شہریار گھر میں ایسے قصے کہانیاں سنتی رہتی تھی بزرگ خواتین بیٹیوں کی تقدیروں کی باتیں کرتی تھیں ان کے اچھے نصیبوں کی دعائیں دیتی تھی کچھ سمجھ میں آتا تھا کچھ نہیں آتا تھا لیکن یہاں واپس آکر کچھ بنیادی حالات کا تجزیہ ضرور کیا ہے قبل از اسلام بیٹیاں لعنت قرار دی جاتی تھیں انہیں زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔ اسلام نے عورت کو نئی زندگی دی اور اسے اس کا جائز مقام دیا مگر رفتہ رفتہ ہم پھر اسی جگہ واپس آگئے۔ مذہب کے عطیات کو قدم قدم پر نظر انداز کر دیا گیا اور من پسند روایات اپنالی گئیں ہندو معاشرے میں عورت بے بسی کی علامت قرار دی گئی ہے ہم اسے ان کی بے دینی کہہ سکتے ہیں وہاں عورت ہر دور میں ستی کی گئی ہے کبھی دھرم کی رسموں کے تحت کبھی سماج کے تحت جہیز کے نام پر کیا آج ہمارے مسلم معاشرے پر ہندو رسم و رواج حاوی نہیں ہوگئے کیا کسی بیٹی کی پیدائش پر ماں باپ کے چہرے پھیکے نہیں پڑ جاتے اس کے مستقبل کے خوف سے ہر گھر میں لڑکیاں بے بسی کی علامت بنی بیٹھی ہیں اور لڑکے والدین کے لئے بلینک چیک کسی اچھے بینک سے کیش کرانے کے لئے‘ یہ معاشرہ ایک پھوڑا بن چکا ہے نہ جانے کتنے دکھے دلوں میں اس کی تکلیف ہے ماں باپ بعض اوقات آنکھیں بند کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور نتیجے میں .... نتیجے میں" میں ٹھنڈی سانس بھر کر خاموشی ہوگئی۔

"مغربی عورت کے بارے میں کیا کہتی ہو"

"اس سے بھی بدتر‘ وہاں وہ یہاں سے بھی زیادہ حقیر ہے اس کی کوئی قدر و قیمت ہی نہیں۔ وہ اپنے وجود کا مذاق ہے مگر ہم ان کی بات کیوں کریں۔ رب جلیل نے ہمیں اپنی کروڑوں نعمتوں سے نوازا ہے بقائے انسانیت کے اصول آسمانی ہدایت بنا کر سرور کائنات کے ذریعے ہم تک پہنچائے گئے۔ ہمارے ہر دکھ کا مداوا دیا ہے ہمیں۔ ہماری ہر رات ہمارے ہر دن کا تعین کیا ہے کیوں نہیں سنتے ہم کیوں نہیں مانتے کتنے بدنصیب ہیں پھر سکھ چین کا سمندر ہمارے سامنے موجزن ہے ہم ادھر رخ نہیں کرتے اس سے بہرآور نہیں ہوتے۔"

شہریار نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے کچھ دیر سوچتا رہا تھا پھر وہ بھاری لہجے میں بولا۔ "اس کے باوجود میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب عورت کو زیب نہیں دیتا"

"خدا سے ڈرو شہریار یوم حساب سے ڈرو‘ میں تجزیہ نہیں کرنا چاہتی‘ جذباتی الفاظ نہیں کہنا چاہتی‘ عورت ازل سے مقدس ہے اس کی تخلیق میں نیک نفسی اور صبر ہے ان کی خمیر میں بے زبانی ہے وہ تم جیسی ہو کر تمہارا حتی الامکان احترام کرتی ہے اور آج بھی تمہاری عزت کے لئے خود کو قربان کر دیتی ہے۔ ہزاروں میں نہیں لاکھوں میں نہیں کروڑوں میں ایک ہوتی ہے جو ہوش و حواس کھو بیٹھتی ہے ورنہ جس گھر میں جھانکو عورت تمہیں مغلوب ملے گی ہوش کی آنکھوں سے دیکھو نہ جانے کتنے دور سمیٹے مسکرا رہی ہوگی۔"

خاموش ہو جاؤ میرے آنسو نکلنے والے ہیں۔"

"عورت کو نہ چھیڑا کرو کبھی۔" میں مسکرا دی۔

"تو پھر اس بارے میں۔"

"سیدھے سیدھے کام کرتے ہیں ہمارے سامنے چند نام ہیں احمد صغیر جامی جمشید رانا‘ اقتدار عالم خان کا بھائی‘ معاملہ زہر خورانی سے موت کا ہے قتل بھی ہو سکتا ہے خودکشی بھی ایک ایسے گھر کی عزت بھی داؤ پر لگی ہے جس میں دو معصوم بچے بھی رہتے ہیں بلکہ اس میں اس خاتون کو بھی شریک تفتیش کرنا ہوگا جو بقول جامی صاحب کے رخسار کی دوست ہے۔"

"فدوی کو کب انکار ہے۔"

"پہلے جامی صاحب کا بیان لینا ہے انہوں نے اس نوخیز لڑکی سے شادی کن حالات میں کی۔"

"آہ کاش یہ نوخیز لڑکی ہی زبان کھول لے۔"

"مشکل سے بچنا چاہتے ہو مگر مجبوری ہے ڈاکٹر کہتے ہیں کہ اس کی گویائی متاثر ہو سکتی ہے۔"

"خدا کرے نہ ہو"

"آؤ چلیں" میں نے کہا اور شہریار اٹھ گیا ہم کار میں بیٹھ کر چل پڑے میں نے ہسپتال کا رخ کیا تھا مجھے یقین تھا کہ جامی صاحب ہسپتال میں ہی ہوں گے چنانچہ ہم پہنچ گئے جامی صاحب موجود تھے "ہوش آیا" میں نے سوال کیا تو وہ سسکتی ہوئی آواز میں بولے۔

"آنکھیں کھولی تھیں لیکن منہ سے کچھ نہیں بولی شاید مجھے پہچان بھی نہیں سکی تھی ڈاکٹر رشید کہہ رہے ہیں کہ اب صورت حال بہتر ہے۔"

"آپ سے کچھ سوالات بے حد ضروری ہے جامی صاحب"

"جی فرمائیے"

"آپ نے شاید غور نہ کیا ہو لیکن ہم نے صرف آپ کا احترام کرتے ہوئے خاتون کے طبی معائنے سے گریز کیا ہے دراصل یہ تمام تفصیلات اصولی طور پر پریس کو بھی پہنچیں گی ابھی تک خصوصی ذرائع سے کام لیکر پریس کو یہ خبر نہیں دی گئی ہے اور ایسا صرف آپ کی وجہ سے کیا گیا ہے آپ کی وجہ سے بھی نہیں آپ کے ان دو بچوں کی وجہ سے جن کا مستقبل اس حادثے سے تاریک ہو سکتا ہے آپ کے دونوں بچے بیٹے یا بیٹیاں ہیں کون ہیں؟"

"ایک بیٹا ہے اور ایک بیٹی ہے"

"دونوں یکساں اثرات کا شکار ہو سکتے ہیں"

"میں جانتا ہوں"

"خیر چھوڑیئے ان باتوں کو جامی صاحب آپ سب سے پہلے یہ بتائیے کہ آپ کی شادی کن حالات میں ہوئی۔"

"جی بس یوں سمجھ لیجئے کہ میری زندگی میں بھی کچھ عجیب و غریب واقعات گزرے ہیں جن کی تفصیل میں آپ کو نہیں بتا سکوں گا کاروباری آدمی ہوں اور کاروباری دنیا میں رہا ہوں زندگی میں کچھ ایسے واقعات بھی پیش آئے ہیں جن کا تعلق میری اپنی ذات سے ہے پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ ان کی تفصیلات نہیں بتا سکوں گا بس یوں سمجھ لیجئے کہ میں نے ایک تقریب میں رخسار کو دیکھا اور وہ مجھے بے پناہ پسند آئی- مجھے اپنی اور اس کی عمر کا مکمل طور سے اندازہ تھا لیکن کچھ ایسی بھائی میرے جی کو وہ کہ سب کچھ بھول بیٹھا اور اس کے بعد میں نے اس کے لئے کوششیں شروع کر دیں درمیانے گھرانے کی لڑکی تھی شریف لوگ تھے اور کسی بھی طور لالچی نہیں تھے یہ بات میں دعویٰ سے کہتا ہوں- بہرطور میں نے اس سلسلے میں کوششیں شروع کر دیں اور میری خوش بختی تھی کہ میں نے ان لوگوں کو راضی کر لیا وہ ایک اور شہر میں رہتے ہیں بہرطور میں نے ان کی ہر شرط مان لی تھی اور اس کے بعد رخسار میری زندگی میں داخل ہو گئی وہ حسن و جمال کا ایک ایسا پیکر تھی کہ کوئی بھی اسے دیکھ کر ساکت رہ جاتا تھا میں نے جب اسے اپنی تحویل میں لے لیا تو بارہا مجھے اس بات کا احساس ہوا کہ میری اپنی خوشی تو پوری ہو گئی ہے- لیکن میں خود رخسار کے قابل نہیں ہوں جب میں نے اس سے اس کا اظہار کیا تو وہ برا مان گئی اور اس نے کہا کہ عورت کی زندگی میں مرد تمام تر محبتوں اور خوبیوں کا حامل ہوتا ہے میں کسی بھی طور آپ سے شادی کر کے دل برداشتہ نہیں ہوں اور اس طرح میری زندگی میں گلاب ہی گلاب کھل گئے میں نے اس سے بھرپور تعاون کیا اپنی عمر سے پیچھے ہٹ کر اس کے ساتھ ہر طرح کی تفریحات بھی کیں اور اسے خوش رکھنے کے لئے اپنی ذات کو مٹا دیا خدا نے ہمیں دو بچے دیئے میں نے اس دوران کبھی بھی رخسار کے چہرے پر بے بسی یا کسی کمی کے آثار نہیں پائے اس نے میری عمر کو بھلا دیا تھا اور مجھ سے بے پناہ محبت کرتی تھی- یوں سمجھ لیجئے کہ اس نے اس تصور ہی کو اپنے ذہن سے نکال پھینکا تھا کہ میں عمر میں اس سے اس قدر بڑا ہوں اکثر میں کاروباری دوروں پر بھی اسے اپنے ساتھ لے گیا اور اسے ہر قسم کی تفریحات کرائیں بہت خوش تھی وہ میرے ساتھ اور ہر طرح سے میری دلجوئی کرتی تھی میں نے اسے مکمل آزادی دی تھی اور وہ میرے بغیر بھی کلب چلی جایا کرتی تھی میں نے اسے بھرپور اعتماد دیا تھا اور کبھی یہ احساس نہیں ہونے دیا تھا کہ اس کی نوجوانی اور خوبصورتی پر مجھے کسی قسم کا شک ہو سکتا ہے بہرطور آپ یوں سمجھ لیجئے کہ ہم ہر طرح سے ایک دوسرے سے تعاون کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ ان سارے واقعات نے میرا دل ہلا کر رکھ دیا ہے بچوں کے لئے بھی پریشان ہوں بار بار مجھ سے سوال کر رہے ہیں کہ ممی کہاں ہیں کوئی جواب نہیں دیا ہے میں نے انہیں یہاں تو مسئلہ ہی الٹ ہو گیا ہے گھر بھی اجڑنے کو ہے اور عزت بھی داؤ پر لگ گئی ہے میں کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتا' بس رخسار کی زندگی بچ جائے مجھے اور کچھ نہیں چاہئے-"

"آپ جب کاروباری دوروں پر ہوا کرتے تھے تو گھر میں کون ہوتا تھا"

"کوئی نہیں' میری بیوی اور بچے اور مجھے کسی قسم کا کوئی تردد نہیں ہوتا جب میں کاروباری دوروں سے واپس آتا تھا تو وہ والہانہ میرا استقبال کرتی تھی میرے لئے چشم براہ رہتی تھیں-" ہم نے سوالات کا سلسلہ یہیں چھوڑ دیا- اور اس کے بعد دوسرا پروگرام طے کر کے جامی صاحب سے فرخندہ کا پتہ پوچھنے لگے- فرخندہ کا پتہ معلوم کر کے ہم فرخندہ کی طرف چل پڑے وہ ایک فلیٹ میں رہتی تھی اور دروازہ اس نے ہی کھولا تھا لیکن شہریار اسے دیکھ کر چونک پڑا تھا-

"تم" اس کے منہ سے بے اختیار نکلا-

"آپ ایس آئی شہریار ہیں نا" وہ مسکرا کر بولی پھر میری طرف دیکھنے لگی دلکش اور پرکشش عورت تھی پھر اس نے کہا "چشم ما روشن دل ما شاد" اندر آیئے" ہم دونوں اندر داخل ہو گئے-

"تم فرخندہ کب سے ہو گئیں" شہریار نے سوال کیا-

"سوا سال سے ایک آدھ ہفتہ اوپر ہو گیا ہو گا-" اس نے بے تکلفی سے کہا- عجیب سی عورت تھی اور میں اسے غور سے دیکھ کر اس کے بارے میں اندازہ لگا رہی تھی-

"یہ حادثہ کیسے ہوا"

"میرے فرخندہ ہونے کا"

"ہاں"

"ایس آئی صاحب' ابھی کچے ہو ایسی باتیں پوچھتے نہیں ہیں سمجھ لیتے ہیں- ہم اپنے لئے کہاں ہوتے ہیں ہم تو دوسروں کی میراث ہیں آپ بازار سے گلاب خریدتے ہو اس کا نام موتیا رکھ دو کون روکے گا آپ کو"

"اب کلبوں میں رقص نہیں کرتیں"

"کلب چھوڑے ہی کہاں آپ لوگوں نے بدن قید کر دیتے ہو روح پر غور ہی نہیں کرتے اچھے ہو تم سب"

"یہاں کب سے رہتی ہو"

"سوا سال سے ایک آدھ ہفتہ اوپر ہو گیا ہو گا-" اس نے پرانا جملہ دہرایا اور ہنس پڑی-

"رخسار کو جانتی ہو" میں نے پہلی بار زبان کھولی-

"مل گئی ہے" اس نے بے اختیار پوچھا-

"تمہیں اس گمشدگی کا علم ہے-"

"ہاں جامی صاحب کئی بار فون کر چکے ہیں"

"کیا وہ تمہارے پاس آئی تھی"

"نہیں جامی صاحب کو بتا چکی ہوں ویسے کیا تم بھی پولیس والی ہو"

"ہاں یہی سمجھ لو' وہ تم سے کب ملی تھی-"

"تین دن پہلے کلب میں" اس نے جواب دیا۔

"تمہارے گھر آتی رہتی ہے۔"

"اکثر"

"رک بھی جاتی ہے کبھی"

"بس ایک دو بار وہ بھی اس وقت جب جامی صاحب وطن میں نہیں ہوتے۔"

"تم اس کلب میں اکثر جاتی ہو جہاں وہ جاتی تھی"

"ہاں عموماً جاتی ہوں مگر ایک بات بتاؤ تم لوگ اس کی گمشدگی کی تفتیش کر رہے ہو یا .... یا اسے کوئی حادثہ پیش آگیا ہے خدانخواستہ' ایسی تو کوئی بات نہیں ہے نا۔" اس کے چہرے پر تشویش اور خوف کے آثار ابھر آئے اور میں اس کی آنکھوں کی گہرائیوں میں جھانکنے لگی ایک عجیب اور الجھا ہوا کردار تھا۔

"تمہارے خیال میں اسے کوئی حادثہ پیش آسکتا ہے۔"

"دیکھو پولیس والے ہو مگر انسان بھی ہو' نہیں ہو تو تھوڑی دیر کے لئے بن جاؤ مجھے بتاؤ وہ خیریت سے تو ہے نا۔" اس کے اندر ایک اضطراب ایک پریشانی پیدا ہوگئی تھی اور میں بدستور اس کی گہرائیوں میں اتر رہی تھی۔

فرخندہ پُر اضطراب نگاہوں سے شہریار کو دیکھ رہی تھی اور میں گہری نظروں سے اس کا جائزہ لے رہی تھی شہریار نے کہا۔ "مس نگینہ تمہارے ہر سوال کا جواب دیا جائے گا لیکن اس سے پہلے تمہیں ہمارے سوالات کا جواب دینا ہوگا۔"

"ضرور دوں گی بس اتنا بتادو' وہ زندہ ہے سلامت ہے" فرخندہ نے کہا۔ شہریار نے اسے نگینہ کہہ کر مخاطب کیا تھا جس سے مجھے اندازہ ہوگیا تھا کہ پہلے اس کا نام نگینہ رہا ہوگا اس کے علاوہ اس نے شہریار سے جو الفاظ کہے تھے ان سے اس کے کردار کا اندازہ بھی ہوتا تھا۔

"ہاں وہ ٹھیک ہے" شہریار نے جواب دیا۔

"واہ"۔ فرخندہ نے آنکھیں بند کرلیں وہ دیر تک جذبات میں ڈوبی رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔ "پھر یہ تفتیش کس سلسلے میں ہو رہی ہے؟"۔

"کیا تم یہ پسند کروگی کہ میں تمہیں پولیس ہیڈ کوارٹر لے جاؤں اور وہاں تم سے معلومات حاصل کروں" شہریار بگڑ گیا۔

"ارے۔ میں نے ایسا کیا کہہ دیا؟" وہ حیرت سے بولی۔

"فضول بکواس کئے جارہی ہو' جو میں پوچھ رہا ہوں وہ بتاؤ"

"تو پوچھونا" وہ ناز بھرے انداز میں بولی۔

"رخسانہ کو کب سے جانتی ہو؟"

"بچپن سے"

"کیا مطلب؟"

"بچپن سے جانتی ہوں اس کے اور میرے والدین ایک شہر ایک محلے میں رہتے تھے۔ ہم نے ساتھ گڑیاں کھیلی ہیں پھر وقت نے مجھے نگینہ بنادیا اور اسے رخ۔"

"وہ کیسے؟" شہریار نے کہا۔

"یہ بتانا ضروری نہیں ہے اور نہ تم پوچھنے کا حق رکھتے ہو۔"

"تم یہاں کب آئی تھیں"

"کئی سال پہلے"

"تمہارے والدین کہاں ہیں؟"

"مرگئے" اس نے سرد لہجے میں کہا۔

"رخسانہ شروع سے تمہارے پاس آتی تھی۔ میرا مطلب ہے اس وقت سے جب تم نگینہ تھیں۔"

"نہیں' اس سے میری ملاقات کلب میں ہوئی تھی۔"

"تمہارا موجودہ ذریعہ آمدنی کیا ہے؟"

"بینکوں میں ڈاکے ڈالتی ہوں" اس نے جواب دیا اور شہریار اسے گھورنے لگا۔ "کبھی رنگے ہاتھوں پکڑلینا" وہ ہنس پڑی"۔

"سوری فرخندہ - تمہارے خیال میں رخسانہ کی ازدواجی زندگی کیسی ہے؟" میں نے مداخلت کی۔

"میرے خیال میں ٹھیک ہے۔"

"جامی صاحب اس سے عمر میں بہت بڑے ہیں۔ رخسانہ کی گہری اور بچپن کی دوست ہونے کی وجہ سے تم سے یہ سوال کر رہی ہوں۔ کیا وہ دونوں ایک دوسرے سے خوش تھے؟"

"بظاہر مطمئن تھے اگر کوئی اور بات ہے تو مجھے نہیں معلوم۔"

"اقتدار عالم خان کو جانتی ہو" شہریار نے اچانک سوال کیا اور فرخندہ بری طرح چونکی - اس نے حیران لہجے میں کہا۔ "ہاں"

"رخسانہ کے اور ان کے تعلقات کیسے تھے۔"

"دیکھو پولیس افسر' میں کوئی شریف عورت نہیں ہوں' ہر طرح کے حالات کا شکار رہی ہوں میں - زیادہ سے زیادہ تم میرا کیا بگاڑ لوگے۔ حوالات میں بند کردوگے کوئی الزام لگا کر سزا کرادوگے - اس سے زیادہ بھی کچھ کراسکتے ہو' کسی کی ذاتی زندگی کے بارے میں' میں کسی سوال کا جواب دینا پسند نہیں کرتی سمجھے۔"

شہریار نے گہری سانس لی اور بولا۔ "اقتدار عالم خان کو زہر دے کر ہلاک کردیا گیا ہے اور

رخسانہ ان کے کمرے میں نیم مردہ حالت میں ملی ہے وہ ہسپتال میں زندگی اور موت کی کشمکش کا شکار ہے۔ ان حالات پر غور کرلینا اور اگر مناسب سمجھو تو پولیس سے رجوع کرلینا۔"

فرخندہ کی چیخ نکل گئی تھی۔ شہریار نے مجھے اشارہ کیا اور اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ اس کے بعد ہم وہاں نہیں رکے تھے۔ میں شہریار کے اس اقدام سے غیر مطمئن نہیں تھی .... شہریار کچھ تھکا تھکا سا نظر آ رہا تھا۔ ہم ایک ہوٹل میں جا بیٹھے‘ میں نے شہریار کو مسکراتی نگاہوں سے دیکھا اور پوچھا.........

"خیریت شہریار کیا بات ہے ایسا تو کوئی مشقت کا کام بھی نہیں کیا تم نے تھکے تھکے سے کیوں نظر آ رہے ہو؟"

"بعض معاملات ذہنی طور پر اتنا تھکا دیتے ہیں لبنیٰ کہ جسمانی طور پر اتنی تھکن کوئی حیثیت نہیں رکھتی" شہریار نے جواب دیا۔

"اس وقت کیا ہوگیا؟" میں نے سوال کیا۔

"نجانے کیوں میں مضمحل ہوگیا ہوں۔"

"نگینہ کی کیا کہانی ہے؟"

"کچھ عرصے قبل کی بات ہے اس وقت جب میں ایس آئی تھا‘ نگینہ ایک کیس میں گرفتار ہوئی تھی‘ ہوٹلوں اور کلبوں میں ڈانس کرتی تھی اور مجرموں سے اس کا تعلق تھا‘ ایک شخص نے جرم کیا جس سے نگینہ کا حوالہ بھی ملا تھا اور میں نے اسے گرفتار کیا تھا اس وقت سے اسے جانتا ہوں‘ کیس حل ہوگیا اور اس کے بعد اس سے کوئی رابطہ نہ رہا اور اب میں نے اسے فرخندہ کی شکل میں دیکھا ہے۔"

"تو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے؟" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"نہیں کوئی ایسی خاص بات نہیں‘ پتہ نہیں اس کی کیا کہانی ہے بس اس احساس نے مضمحل کر دیا تھا‘ کیسے کیسے عجیب واقعات ہوتے ہیں ہوسکتا ہے کسی اچھے ہی گھرانے کی چشم و چراغ ہو‘ نجانے کیسے حالات کا شکار ہو کر ان برے راستوں پر آگئی........."

"ہاں شہریار ایک کہانی تو نہیں ہے ایسی کہانیاں تو جگہ جگہ بکھری ہوئی ہیں لیکن تھوڑی سی الجھنوں کی بات ہے مثلاً یہ کہ رخسانہ کے اس سے گہرے تعلقات تھے اور لازمی بات ہے کہ اس کی بے راہ روی رخسانہ سے چھپی ہوئی نہ ہوگی دراصل اس کیس میں ابھی تک کوئی ایسا کردار سامنے نہیں آیا ہے جو اصل حالات کی سمت رہنمائی کرسکے" شہریار نے جواب نہیں دیا۔

کافی دیر تک یہاں بیٹھ کر ہم اس موضوع پر بات کرتے رہے لیکن کوئی نکتہ ہاتھ نہیں آیا تھا۔ پھر ہم اٹھ گئے میں نے شہریار کو ہدایت کی کہ کسی بھی خاص واقعہ سے مجھے مطلع کرے‘ خاص طور سے پوسٹ مارٹم کی رپورٹ مجھے ضرور دے۔ شہریار نے وعدہ کرلیا تھا اور پھر دوسرے دن اس نے پوسٹ مارٹم کی رپورٹ مجھے فراہم کر دی۔ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ اقتدار

عالم خان زہر خورانی کا شکار ہوئے تھے اور یہ زہر کچھ اس قسم کا تھا کہ دوا کی شکل میں بازار سے دستیاب ہو جاتا تھا اس کی ذرا زیادہ مقدار اگر کسی چیز میں شامل کر کے دے دی جائے تو موت کا سبب بن سکتی تھی۔ ادھر رخسانہ کو بھی وہی زہر دیا گیا تھا یا ان لوگوں نے یہ زہر خود استعمال کیا تھا۔ رخسانہ کی حالت بقول شہریار کے اعتدال پر آتی جا رہی تھی لیکن ابھی ڈاکٹروں نے اسے بیان دینے کے قابل قرار نہیں دیا تھا چنانچہ اس کے لئے انتظار کرنا تھا‘ میں اپنے معمولات میں مصروف ہوگئی تھی‘ کوئی ایسا اہم مسئلہ سامنے نہیں آیا تھا جس میں‘ میں براہ راست ملوث ہو جاتی۔ شہریار اس کیس پر کام کر رہا تھا اور اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ کسی بھی خاص بات کی مجھے اطلاع دے گا میں دوسرے کاموں میں مصروف ہوگئی۔

پھر تیسرے دن کی بات ہے کہ دوپہر کو فراغت حاصل کرنے کے بعد شہریار سے رابطہ قائم کیا‘ پتہ چلا کہ وہ مصروف ہے چنانچہ میں سوچنے لگی کہ مجھے اب کیا کرنا چاہئے اور پھر دل میں رخسانہ کا خیال آیا ذرا دیکھوں تو سہی کیا صورتحال ہے‘ چنانچہ ہسپتال کی جانب چل پڑی اور کچھ دیر کے بعد ہسپتال پہنچ گئی‘ احمد صغیر جامی صاحب باہر ہی مل گئے تھے‘ مجھے پہچان لیا اور خاصے احترام سے مجھ سے ملاقات کی۔

"کہئے جامی صاحب‘ رخسانہ کی حالت کیسی ہے؟"

"بہتر ہے‘ انداز کھویا کھویا سا ہے ابھی تک منہ سے ایک لفظ بھی ادا نہیں کیا۔ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ قوت گویائی جانے کا خطرہ ٹل گیا ہے لیکن حالت اعتدال پر آتے آتے ابھی وقت لگے گا۔"

میں نے پولیس کے جوانوں کو بھی دیکھا تھا جو اپنی ڈیوٹی پر تعینات تھے۔ پھر میں جامی صاحب کے ساتھ اس کمرے میں داخل ہوگئی جہاں رخسانہ کا بستر تھا‘ لیکن اندر فرخندہ کو دیکھ کر میں بری طرح چونک پڑی تھی۔ فرخندہ‘ رخسانہ کے سرہانے بیٹھی پیار بھرے انداز میں اس کے بالوں میں انگلیوں سے کنگھی کر رہی تھی‘ مجھے دیکھ کر وہ چونکی اور پھر اس کے ہونٹوں پر ایک طنزیہ سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہیلو میڈم" اس نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"ہیلو فرخندہ کہو کیسے مزاج ہیں تمہارے؟"

"میں تو ٹھیک ہوں آپ اپنی سنایئے‘ وہ افسر اعلیٰ یقیناً آپ کے ساتھ آئے ہوں گے؟"

فرخندہ نے طنزیہ انداز میں کہا اور میں اس کے سوال کو نظرانداز کر کے رخسانہ کے قریب پہنچ گئی۔ اس کے بازو پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے میں نے اس سے اس کی خیریت پوچھی لیکن رخسانہ کی نگاہوں کے زاویئے میں کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی پھر میں جامی صاحب سے بات کرنے لگی اور جامی صاحب ڈاکٹروں کے بارے میں بتانے لگے کہ انہوں نے رخسانہ کے لئے کیا

کیاہدایات کی ہیں' پھرانہوں نے کہا۔

"مجھے صرف ایک بات کی پریشانی ہے' پولیس والے خاصی سختی کرتے ہیں اور میرے لئے کافی مشکلات پیدا ہوگئی ہیں آپ نے مجھے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا خاتون اس دن آپ وہاں تھانے میں موجود تھیں جب میں رپورٹ درج کرانے گیا تھا اور اس کے بعد' اس کے بعد آپ' آپ ان انسپکٹر صاحب کے ساتھ مجھے ملیں آپ اپنے بارے میں کچھ بتانا پسند کریں گی۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی میں نے کہا۔

"چھوڑیئے جامی صاحب میرے بارے میں جان کر کیا کریں گے آپ کا مسئلہ حل ہو جائے بس یہی بہت بڑی بات ہے آپ کے بچے کیسے ہیں؟"

"بہت پریشان ہیں میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان حالات کا نتیجہ کیا ہوگا۔"

میں چند لمحات خاموشی سے جامی صاحب کو دیکھتی رہی اور پھر میں نے کہا "بہت سے معاملات ایسے ہوتے ہیں جامی صاحب جن سے آسانی سے چھٹکارا حاصل کرنا ممکن نہیں ہوتا ہاں اگر ان الجھنوں کو خودبخود ختم کر دیا جائے جو اپنی پیدا کی ہوئی ہوتی ہیں تو پھر معاملات بہتر ہو جاتے ہیں' میرا آپ کو یہی مشورہ ہے کہ اس سلسلے میں آپ جو کچھ بھی جانتے ہیں اور جس انداز میں بھی جانتے ہیں' پولیس کو اس کی تفصیلات بتا دیں اس طرح یہ معمہ حل ہوسکتا ہے ورنہ مشکلات بڑھتی ہی چلی جائیں گی اور آپ جانتے ہیں کہ اگر کوئی کیس پولیس کے ہاتھوں میں چلا جائے تو اس کے نتائج کیا ہوتے ہیں' معاملہ لمبا کھنچ جاتا ہے اور جتنا لمبا کھنچتا ہے اتنی ہی مشکلات میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔"

"میں آپ کی بات سمجھا نہیں خاتون" جامی صاحب نے کہا۔

"میں اس پورے واقعہ کے بارے میں آپ کی رائے جاننا چاہتی ہوں"

"میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ یہ سب میرے لئے حیران کن ہے۔ اقتدار عالم خان سے ہماری سرسری ملاقاتیں تھیں اور میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کبھی یہ سب بھی دیکھنا پڑے گا"

"رخسانہ ٹھیک ہو جائے اسے کوئی مشکل بھی پیش نہ آئے تو کیا آپ اس حادثے اس واقعہ کو نظرانداز کر دیں گے؟"

"ہاں مجھے اپنے بچوں کا مستقبل عزیز ہے" جامی صاحب نے گردن خم کر کے کہا۔

"فرخندہ کیسی عورت ہے؟" میں نے اچانک سوال کیا۔

"کیا مطلب؟"

"آپ کو اس کے بارے میں کیا معلوم ہے؟"

"بس اتنا کہ وہ رخسانہ کی دوست ہے"

"کیا وہ آپ سے بے تکلف نہیں تھی؟"

"بس اتنی جتنی بیوی کی دوست ہوسکتی ہے"

"رخسانہ نے آپ کو فرخندہ کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ میرا مطلب ہے کہ وہ کب سے اس کی دوست ہے اور اس کے حالات کیا ہیں؟"

"بس اتنا کہ پہلے اس کا نام جمال سلطانہ تھا بعد میں اس نے نام تبدیل کرلیا اور وہ ان کی بچپن کی دوست ہے"

"فرخندہ کا ذریعہ معاش کیا ہے؟"

"میں نہیں جانتا"

"آپ کبھی تنہائی میں اس سے ملے ہیں؟"

"کیا مطلب" جامی صاحب چونک پڑے۔

"کیا رخسانہ آپ کی پہلی بیوی ہے؟" میں نے فوراً سوال کر دیا۔

"اس بارے میں' میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ میں ماضی کی کوئی بات کرنا پسند نہیں کروں گا۔"

"ایک موت ہوئی ہے جامی صاحب' ایک حادثہ ہوا ہے سوال آپ کی پسند یا ناپسند کا نہیں ہمیں حقیقت معلوم کرنی ہے"

"اس حادثے کا میرے ماضی سے کوئی تعلق نہیں ہے"

"جامی صاحب نے کہا اور میں معنی خیز نظروں سے انہیں دیکھنے لگی پھر میں نے کہا "اس کا حتمی تعین آپ نے کیسے کرلیا؟"

جامی صاحب میرے الفاظ پر غور کرنے لگے' پھر ایک دم گھبرا گئے۔

"آپ .... آپ بہت خطرناک خاتون ہیں۔ آپ ہیں کون پہلے مجھ سے اپنا تعارف کرائیں اس کے بعد میں آپ سے بات کروں گا۔ آخر آپ کون ہیں؟"

"آپ کی ہمدرد آپ سے تعاون کرنا چاہتی تھی' بہتر یہ ہوگا کہ آپ مجھے سب کچھ بتا دیں حالات سنبھالے جاسکتے ہیں اور یہ سب کچھ میں دو بچوں کے مستقبل کے لئے کرنا چاہتی ہوں۔"

"میں آپ سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا' سمجھیں آپ' میری آبرو لٹ چکی ہے زیادہ سے زیادہ کیا ہو جائے گا جو دل چاہے کریں آپ لوگ۔ بس میں آپ سے مزید کوئی بات نہیں کروں گا۔"

اس کے بعد میں نے صغیر جامی سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ ہسپتال سے واپس پلٹی اور ایک پبلک پلیس سے اپنے دفتر فون کیا تو شہریار وہاں موجود تھا۔

"کہاں غائب ہو لڑکی؟"

"آ رہی ہوں"

"فوراً آ جاؤ" اس نے کہا اور میں نے فون بند کر دیا۔ کچھ دیر کے بعد میں دفتر پہنچ گئی لیکن شہریار یہاں تنہا نہیں تھا۔ ایک اور شخص اس کے پاس موجود تھا اور ادھیڑ عمر شریف سی

صورت کا آدمی تھا جو نروس نظر آ رہا تھا شہریار نے تعارف کرایا۔ "یہ جمشید رانا ہیں۔"

"اوہ" میں نے ہونٹ سکوڑ کر کہا اور پھر رانا صاحب سے ان کی خیریت پوچھی۔

شہریار نے کہا "رانا صاحب بھی میرے پرانے شناسا ہیں۔ بلاشبہ نیک اور شریف انسان، اقتدار عالم کے پرانے دوست۔ اپنے دوست کی موت کے سلسلے میں بے حد پریشان ہیں، میں نے اس خیال کے تحت انہیں یہاں بلایا ہے کہ پولیس ہیڈ آفس آکر انہیں پریشانی نہ ہو"

"رانا صاحب نے اس سلسلے میں کچھ بتایا؟"

"تمہارا انتظار تھا۔ میں نے کچھ پوچھا نہیں"

"رانا صاحب اس بارے میں کیا جانتے ہیں۔"

"کچھ نہیں جانتا خاتون، بس اتنا جانتا ہوں کہ وہ ایک سرکاری آفیسر تھا اور بہت اچھا انسان تھا اس کا دل ٹوٹا ہوا تھا۔"

"اوہ .... وہ کیسے؟"

"اس نے ایک برٹش عورت سے شادی کی تھی اور اپنا سب کچھ اس پر لٹا دیا تھا۔ دو بچے تھے اس کے، اس عورت نے برٹش حکومت کے تعاون سے اس سے طلاق حاصل کی۔ دونوں بچے بھی لے لئے اور لاکھوں روپے بھی وہ اسے قلاش کر کے چلی گئی اور اقتدار اس کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ اپنے دور افسری میں اس نے میرے ساتھ بڑے اچھے سلوک کئے تھے چنانچہ مجھ سے جو کچھ بن پڑا اس کے لئے کیا۔"

"رانا صاحب، کیا وہ اوباش طبع تھے؟" میں نے سوال کیا۔

"کیا جواب دوں اس کا، وہ مر چکا ہے"

"پولیس کی رہنمائی آپ کا فرض ہے۔"

"ہاں .... تھوڑی بہت برائیاں اس کی فطرت بن گئی تھیں"

"آپ مسٹر احمد صغیر جامی سے واقف ہیں؟"

"نہیں"

"رخسانہ جامی کو جانتے ہیں؟"

"نہیں........."

"کسی ایسی خاتون کو جن کا ان سے خصوصی تعلق ہو؟"

"میری اس سے بہت کم ملاقات ہوئی تھی، ایک آدھ بار اس کے ساتھ ایک خاتون کو دیکھا تھا شاید کوئی کلب ڈانسر تھی"۔

"نگینہ" میں نے بے اختیار پوچھا۔

"نام نہیں جانتا"

"تصویر سے پہچان سکتے ہیں؟"

"مشکل ہے مجھے شکل یاد نہیں رہتی، یا شاید پہچان لوں"

"رب نواز کیسا آدمی ہے؟" میں نے اچانک پوچھا۔

"بہت نیک بہت اچھا، وفادار"

"بے حد شکریہ .... ہوسکتا ہے ایک آدھ بار آپ کو اور تکلیف دی جائے آپ مطمئن رہیں آپ کا مکمل احترام کیا جائے گا۔"

"میں جاسکتا ہوں"

"چائے پیئیں آپ ہمارے ساتھ ہمیں خوشی ہوگی" میں نے کہا اور رانا معذرت کر کے اٹھ گیا۔ اس کے جانے کے بعد شہریار نے کہا۔

"تمہارے سوالات بے حد عجیب تھے۔ میں تو حیران رہ گیا۔ لگتا ہے تم کسی نتیجے پر پہنچ رہی ہو۔"

دلچسپ بات یہ ہے کہ میں درحقیقت ابھی تک کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکی تھی اور یہ بات میں نے شہریار سے غلط نہیں کہی تھی کوئی صحیح کام ہی نہیں ہو پا رہا تھا بس مختلف واقعات اور کردار سامنے آئے تھے لیکن صحیح صورتحال کا اندازہ نہیں ہوسکا تھا اور بعض اوقات کچھ معاملات اتنے غیر متوقع ہو جاتے ہیں کہ انسان سوچ بھی نہیں سکتا اس کیس کے سلسلے میں ہم ابھی تک کسی فیصلے پر نہیں پہنچ پائے تھے کہ اس کا فیصلہ خود بخود ہوگیا۔ یہ اس ملاقات کے دوسرے دن کی بات ہے کہ اچانک ہی شہریار نے مجھے میرے دفتر ٹیلی فون کیا اور بولا۔ "کیا کر رہی ہو لیڈی؟"

"دفتروں میں کیا کیا جاتا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"سب کچھ چھوڑ دو اور فوری طور پر ہسپتال پہنچ جاؤ، میرا مطلب ہے جہاں رخسانہ زیر علاج ہے میں وہیں سے فون کر رہا ہوں تمہیں"

"ارے خیریت؟" میں نے سوال کیا۔

"بس فوراً آ جاؤ" شہریار بولا اور میں سب کچھ چھوڑ کر اٹھ گئی اور تھوڑی دیر کے بعد میری کار برق رفتار سے ہسپتال کی جانب دوڑنے لگی۔

تیز رفتاری کے ریکارڈ قائم کرتے ہوئے میں ہسپتال پہنچ گئی یہاں پولیس کی گاڑی موجود تھی اور اس جگہ کئی پولیس والے بھی جہاں رخسانہ زیر علاج تھی احمد صغیر جامی صاحب بھی تھے اور کافی بے چین نظر آ رہے تھے انہیں باہر ہی روک کے رکھا گیا تھا، شہریار وغیرہ اندر تھے مجھے اس بارے میں معلومات حاصل ہوگئیں چنانچہ میں بھی اندر داخل ہوگئی۔ ایک گوشے میں فرخندہ کرسی پر سر جھکائے بیٹھی ہوئی تھی دو پولیس والے اس کے اردگرد تھے اندر دو ڈاکٹر اور دو تین نرسیں بھی موجود تھیں۔ بستر پر رخسانہ آنکھیں بند کئے دراز تھی اور شہریار ایک نرس سے گفتگو کر رہا تھا۔ میں شہریار کے قریب پہنچ گئی۔ اس نے گردن ہلاتے ہوئے مجھے خوش آمدید کہا اور پھر نرس

سے گفتگو ادھوری چھوڑ کر میری جانب متوجہ ہوگیا۔

"ایک دلچسپ واقعہ ہوا ہے اور ابھی ابھی تھوڑی دیر پہلے یہاں ٹھیک ٹھاک قسم کا ہنگامہ ہوچکا ہے' اس کے بعد مجھے اطلاع دی گئی تو میں فوراً ہی یہاں پہنچ گیا۔"

"کیا ہوا؟" میں نے ایک نگاہ فرخندہ کو اور دوسری نگاہ رخسانہ کو دیکھتے ہوئے کہا' شہریار مسکرانے لگا پھر بولا۔

"ان محترمہ تیمادار کو دیکھ رہی ہیں آپ جن کا نام پہلے جمال سلطانہ اس کے بعد نگینہ اور بعد میں فرخندہ ہوگیا۔ یہ اپنی جگری دوست اور بچپن کی سہیلی رخسانہ کی تیمار داری کے لئے اپنے آپ کو وقف کرچکی تھیں اور دن رات یہاں رہ رہی تھیں۔ غالباً انہیں موقع کا انتظار تھا کیونکہ یہ رخسانہ کو قتل کرنے میں ناکام رہی تھی چنانچہ اپنی اس کوشش کو دہرانا چاہتی تھی۔ ہوسکتا ہے انہیں دوسری بار استعمال کے لئے وہ زہر نہ ملا ہو جسے انہوں نے پہلی بار اقتدار عالم خان اور رخسانہ کو دے کر انہیں ہلاک کرنا چاہا تھا۔"

میرا چہرہ تصویر حیرت بن گیا میں نے شہریار سے کہا۔ "کیا ڈرامہ کر رہے ہو تفصیل بتاؤ؟"

"تفصیل یہ ہے کہ یہ محترمہ یہاں رخسانہ کے پاس ان کی تیمار داری کر رہی تھیں تھوڑی بہت دیر کے لئے اپنے گھر وغیرہ بھی چلی جاتی تھیں اور اس کے بعد دوبارہ واپس آجاتی تھیں۔ ظاہر ہے نرسیں جامی صاحب کی اجازت کی وجہ سے انہیں یہاں رہنے سے روک نہیں سکتی تھیں۔ لیکن شاید رخسانہ کی زندگی ابھی کافی طویل ہے چنانچہ خدا نے اس کی مدد کی۔ بالاخر یہ وہ زہر حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئیں اور اس وقت یعنی اب سے کچھ دیر قبل وہ یہ زہر رخسانہ کو دینے کے لئے بالکل تیار کرچکی تھیں کہ نرس اچانک ہی یہاں پہنچ گئی اس نے انہیں خوف کے عالم میں اچھلتے دیکھا اور ان کے ہاتھ سے زہر کی وہ شیشی گر پڑی جس کے بارے میں نرس سے بہتر بھلا اور کون جان سکتا تھا۔ نرس کو فوراً شک ہوگیا اس نے اس گلاس پر جھپٹا مارا جس میں تھوڑا سا پانی بھرا ہوا تھا اور اس پانی میں یہ زہر شامل تھا چنانچہ انہوں نے نرس سے مقابلہ کیا۔ بیچاری نرس بھی زخمی ہوگئی لیکن خوش بختی سے ایک ڈاکٹر صاحب جب ہی اندر آگئے اور انہوں نے نرس کی مدد کی اور ان خاتون کو پکڑ لیا گیا جو یہاں بڑی چالاکی سے ایک اور قتل کرنے کے لئے تشریف لائی تھیں' زہر تھوڑا سا گر پڑا ہے' باقی گلاس میں موجود ہے' شیشی ہماری تحویل میں ہے جس پر ان کے ہاتھوں کے نشانات بھی ہیں اور یقینی طور پر اسے جہاں سے حاصل کیا گیا ہے اس کے بارے میں بھی یہ خاتون ہمیں کافی تفصیلات فراہم کریں گی۔" میں نے حیران نگاہوں سے فرخندہ کو دیکھا تھا' اس نے آنکھیں بند کی ہوئی تھیں اور اس کا چہرہ ہلدی کی طرح زرد ہو رہا تھا میں نے آہستہ سے شہریار سے پوچھا۔ "کیا یہ اقتدار عالم خان کے قتل کا اعتراف بھی کرچکی ہے؟"

"ابھی دیر ہی کتنی ہوئی ہے یہاں آنے کے بعد میں نے جب صورتحال معلوم کی تو تمہیں

ٹیلی فون کیا جب ڈاکٹر کی اور ان کی جدوجہد بڑھی تو ڈاکٹر نے فوراً ہی باہر تعینات پولیس والوں کو طلب کرلیا اور انہوں نے ان پر قابو پالیا ویسے تو ڈاکٹر ہی سب کچھ کرچکا تھا کیونکہ یہ خاتون مارشل آرٹس کی ماہر نہیں ہیں اور ڈاکٹر کو کوئی نقصان نہیں پہنچاسکی تھیں بہرحال پولیس والوں نے فوراً ہی مجھے اطلاع دی اور میں یہاں پہنچ گیا یہاں آکر جب صورتحال معلوم ہوئی تو میں نے فوراً تمہیں اطلاع دی اس کے بعد سے نرس اور ڈاکٹر نے حتمی طور پر یہ بات کہی ہے کہ اگر چند لمحات کی دیر ہو جاتی تو گلاس میں جس قدر زہر ڈالا گیا ہے وہ بہت تیزی سے رخسانہ کا کام تمام کر دیتا اور ان خاتون کو کامیابی حاصل ہو جاتی۔"

"ہوں کیا وہ اپنی یہ کاروائی تسلیم کرلے گی؟" میں نے شہریار سے پوچھا اور شہریار ہنسنے لگا پھر بولا۔ "تم خود دیکھ لو تم نے صاحب خان سے انحراف کیا تھا اور ہمارے طریقہ کار پر ابتدا میں بڑی نکتہ چینیاں کی تھیں لیکن پیر و مرشد صاحب خان اور ان کا عظیم ڈنڈا' میرا مطلب ہے تمہیں اندازہ ہوگیا ہوگا کہ صاحب خان کے طریقہ کار سے کیا کیا آسانیاں حاصل ہو جاتی ہیں" میں ہنسنے لگی پھر میں نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"تعجب ہے شہریار واقعی تعجب ہے ویسے شبہ تو ہوگیا تھا مجھے اس پر لیکن صورتحال میری نگاہوں میں اس قدر واضح نہیں ہوسکی تھیں۔ یہ تو سارا مسئلہ خود بخود حل ہوگیا بس اب یہ ثابت کرنا ہوگا کہ اقتدار عالم کو بھی اسی نے زہر دیا تھا ویسے ظاہر ہے اب اس میں کوئی شک تو نہیں رہا ہے کیونکہ یہ اس زہر کے استعمال سے بھی واقف ہے اور اور ...." میں جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہوگئی ڈاکٹر ہمارے پاس پہنچ کر ہم سے اس بارے میں تفصیلات معلوم کرنے لگا تھا وہ یہ جاننا چاہتا تھا کہ یہ تیمار دار خاتون اچانک ہی ان بیمار خاتون کی دشمن کیسے بن گئیں۔

"یہ بات ابھی آپ کی سمجھ میں نہیں آسکے گی ڈاکٹر" شہریار نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہم تو مشکل کا شکار ہوسکتے تھے جناب۔ اگر یہ خاتون اپنی کوشش میں کامیاب ہو جاتیں تو پھر ان محترمہ کا بچنا محال تھا۔"

"وقت کو اسی طرح اپنا فیصلہ کرنا تھا۔ لیکن اب ایک مشکل مرحلہ ہے" شہریار نے کہا۔

"وہ کیا" ڈاکٹر نے سوال کیا۔

"زہر خورانی کی شکار ان خاتون کو ہسپتال سے لے جایا جاسکتا ہے۔"

"ابھی مناسب نہ ہوگا ویسے ان کی حالت اب بہت بہتر ہے ہم سارے ٹیسٹ کرچکے ہیں زہر خطرناک تھا لیکن یہ اسے برداشت کرگئی ہیں۔ چند روز اور یہاں گزر جائیں تو اچھا ہے۔"

"جیسا آپ پسند کریں۔"

"لیکن جناب ایک درخواست ہے وہ یہ کہ ان کی حفاظت کا مناسب بندوبست پولیس کی طرف سے کر دیا جائے تو بہتر ہے۔ ہمارے لئے یہ کام مشکل ہوگا ہماری ایک نرس زخمی ہوگئی ہے۔ دوسری نرسیں خوفزدہ ہو جائیں گی۔"

"اس کا انتظام ہو جائے گا" شہریار نے کہا- اس نے وہاں ابتدائی کاروائی کی زخمی نرس کا بیان لیا- زہر کی شیشی اور زہر آلود پانی ایک بوتل میں محفوظ کر کے رکھ لیا- پھر اس نے فرخندہ کو اپنی تحویل میں لے کر ماتحتوں کے حوالے کر دیا یہ کاروائی اندر ہو رہی تھی جب ہم اس کام سے فارغ ہو کر باہر نکلے تو جامی صاحب نے ہم پر جھپٹا مارا تھا-

"کیسے انسان ہیں آپ لوگ انسانیت آپ کو چھو کر نہیں گزری- میرا سکون برباد ہے میرے بچے ماں کی جدائی سے بیمار ہو گئے ہیں- میں' میں اتنا پریشان ہوا کہ' کہ-" جامی صاحب رو پڑے-

"حوصلہ رکھیں جامی صاحب- بس اب پلکوں کی سوئیاں رہ گئی ہیں وہ بھی نکل جائیں گی"

"رخ کیسی ہے؟"

"تقریباً بالکل صحت مند- دو چار روز میں ڈاکٹر انہیں گھر جانے کی اجازت دیدیں گے البتہ آپ کو اب کچھ مصروف ہونا پڑے گا"

"کیا فرخندہ کو گرفتار کیا گیا ہے؟"

"ہاں!"

"کیوں؟"

"اس نے اقتدار عالم کو قتل کیا ہے اور رخسانہ صاحبہ کو دوبارہ ہلاک کرنے کی کوشش کی ہے" شہریار نے جواب دیا اور احمد صغیر ہکا بکا رہ گیا-

○---------☆---------○

خدا جانے پولیس نے فرخندہ سے اقبال جرم کرانے کے لئے کیا طریق کار اختیار کیا لیکن اصل کہانی سامنے آگئی اور وہ کوئی گھڑی ہوئی کہانی نہیں تھی جرم معاشرے کا المیہ ہوتا ہے اور عموماً اس سے بہت سی دکھ بھری داستانیں وابستہ ہوتی ہیں- اس کے پورے واقعات کی گھٹن سے اگتے ہیں اور پھر وہ سب کچھ ہوتا ہے جو ایک کہانی بن جاتا ہے یہ سچ تھا کہ جمال سلطانہ' نگینہ یا فرخندہ کے والدین رخسانہ کے قدیم پڑوسی تھے دونوں خاندانوں میں دوستی تھی اور رخسانہ اور جمال کا بچپن ساتھ گزرا تھا- دونوں میں بچپن کا پیار تھا دونوں ساتھ جوان ہوئی تھیں جمال کا کوئی بھائی وغیرہ نہیں تھا باپ ایک معمولی ملازمت کرتا تھا- اس نے جمال کے مستقبل کے لئے کچھ سامان کچھ رقم جمع کی تھی اور اس کی دلی خواہش تھی کہ وہ جمال کو کسی نیک انسان سے منسوب کر دے- اچانک جمال کی ماں بیمار ہو گئی اور اس کے علاج کا معاملہ آ پڑا- تنگی بندھی آمدنی والے باپ کے پاس کوئی پونجی نہیں تھی جو وہ بیوی کا علاج کراتا لیکن مجبوری تھی کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا چنانچہ وہی رقم استعمال کی گئی جو جمال کے لئے جمع کی گئی تھی پہلے نقدی خرچ ہوئی پھر کئی اشیاء فروخت ہوئیں اور کچھ باقی نہ رہا- سارے منصوبے دھرے رہ گئے ماں کی بیماری ختم ہونے کو نہ آتی تھی' گھر کے حالات بد سے بدتر ہوتے چلے گئے تھے- جمال نے بحالت

مجبوری فیصلہ کیا کہ وہ کہیں نوکری کر لے' اس سے پہلے بھی اس نے باپ کو یہ پیشکش کی تھی لیکن غیور باپ نے یہ پیشکش قبول نہیں کی اور کہا کہ اس کی دلی آرزو ہے کہ جمال کے ہاتھ پیلے کر دے- لیکن اب جبکہ صورتحال اس قدر خراب ہو گئی کہ سنبھالے نہ سنبھلی تھی- تو وہ بھی خاموش ہو گیا اور اس نے جمال کو نوکری کی اجازت دے دی- جمال نوکری کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئی اور اسے ملازمت مل بھی گئی' اس نے دیانتداری سے اپنے کام کا آغاز کر دیا- باپ کو اچھا خاصا سہارا مل گیا تھا' ماں کی کیفیت بھی کچھ بہتر ہونے لگی تھی- جمال ان دونوں سے مخلص اپنے کام میں مصروف رہی اسے باہر کی دنیا میں بہت سے اژدہے ملے' جن سے اپنے آپ کو بچانا بھی ایک اہم مسئلہ تھا بعض جگہ وہ خاصی پریشانیوں کا شکار ہوئی' اس نے دو جگہ سے ملازمت چھوڑی' تیسری جگہ ملازمت کچھ اچھی تھی چنانچہ وہ اسے کرتی رہی- اس دوران اس کے لئے ایک بہت اچھا رشتہ آیا' اور اسے بے پناہ خوشی ہوئی' کیونکہ جو رشتہ اس کے لئے آیا تھا وہ خود اس کے اپنے ذہن میں بھی تھا' گو اس نوجوان سے اس کے کوئی خاص تعلقات نہیں تھے' لیکن وہ اسے پسند کرتی تھی' پھر یہ بات سن کر اسے حیرت ہوئی کہ اس کے والد نے اس رشتے سے انکار کر دیا- وجہ تو وہ نہ پوچھ سکی' لیکن اسے بے پناہ دکھ ہوا' تاہم وہ صبر و سکون سے اپنا کام جاری رکھے رہی- پھر ایک دوسرا رشتہ آیا اسے بھی ٹھکرا دیا گیا اس کے بعد تیسرا رشتہ بھی ٹھکرایا گیا تو وہ چونکی اور پھر اس نے ماں باپ کے درمیان ہونے والی گفتگو سنی- اس کا باپ کہہ رہا تھا کہ اگر یہ سہارا ہاتھ سے نکل گیا اور جمال کی شادی کر دی گئی تو ان کا بڑھاپا کس طرح گزرے گا جمال نے یہ اجنبی الفاظ سنے' جو اس کے خیال میں اس کے ماں باپ کے الفاظ ہی نہیں ہو سکتے تھے' لیکن جو سچائیاں سامنے آئیں وہ مختلف نہیں تھیں- وہ لوگ اس انداز فکر میں مبتلا ہو گئے تھے اور انہوں نے جمال کو اپنے بڑھاپے کا سہارا سمجھ لیا تھا وہ دولت چاہتے تھے' وہ رقم چاہتے تھے' جو جمال کے ذریعے انہیں حاصل ہوتی تھی' باپ کی نوکری بھی چھوٹ گئی اور اس کے بعد گھر کا سارا بوجھ صرف جمال پر آ پڑا-

جمال دل برداشتہ ہو گئی- یہ کیسے والدین ہیں جو اس کی زندگی سے کھیل رہے ہیں اور اسے کائنات کا وہ حق نہیں دینا چاہتے' جو ہر لڑکی کو حاصل ہوتا ہے اس کے دل میں بددلی پیدا ہوتی چلی گئی- ادھر ماں باپ تھے کہ آنکھیں بند کئے بیٹھے تھے' وہ کب کہاں جاتی ہے' کیا کرتی ہے' کب واپس آتی ہے' اس سے انہیں کوئی غرض نہیں رہی تھی' باپ اکثر اس سے تنخواہ کے علاوہ بھی پیسے مانگتا رہتا تھا اور جمال کے ذہن میں زہر بھرتا جا رہا تھا- وہ آہستہ آہستہ اپنے ماحول سے باغی ہوتی جا رہی تھی اور اس کے بعد اس نے پہلی بار برائی کی جانب قدم آگے بڑھایا' یہ اندازہ تو اسے ہو چکا تھا کہ اب اس کے مستقبل میں تاریکیوں کے سوا اور کچھ نہیں ہے' ان دو بوڑھے گدھوں کو پالنا اس کی ذمہ داری ہے اور وہ اس ذمہ داری سے گردن بچانا چاہتی تھی- اب اسے ان دونوں سے نفرت ہو گئی تھی جو اس کی جوانی کو بڑھاپے کی طرف تیزی سے لا رہے

تھے' چنانچہ اس نے گناہ کی جانب پہلا قدم اٹھایا اور جب وہ اس راستے پر آگے بڑھی تو اس کے دل میں گندگی کے انبار لگنے لگے' یہاں تک کہ ماں پر دل کا دورہ پڑا اور وہ جاں بحق ہوگئی' باپ اسی طرح اس سے چمٹے رہنا چاہتا تھا اس نے اب بھی اس بات پر غور نہیں کیا تھا کہ جمال اپنی زندگی کس طرح گزار رہی ہے' اسے اس گھناؤنے انسان سے نفرت ہوگئی' جو تھوڑی بہت محبت اس کے دل میں تھی وہ اب بالکل ہی ختم ہوگئی تھی' چنانچہ اس نے باپ کے ساتھ بدسلوکی کرنا شروع کر دی- وہ ہر وقت اس سے پیسے مانگتا رہتا تھا اور جمال اسے بری بری باتیں سناتی تھی یہاں تک کہ ایک دن باپ نے نیلا تھوتھا کھا کر خودکشی کرلی اور جمال کو اس دنیا سے نجات حاصل ہوگئی جو اس پر مسلط ہوگئی تھی تب اس نے وہ جگہ چھوڑ دی' لوگوں کے اشارے بھی کچھ زیادہ ہی بڑھ گئے تھے- پھر وہ یہاں آگئی' زندگی کے صحیح راستے تو کھو بیٹھی تھی اور برائیوں کے راستے پر چل پڑی تھی- چنانچہ اس نے فیصلہ کیا کہ جب گناہ کی زندگی میں قدم رکھا ہی ہے تو پھر اقدار کیا حیثیت رکھتے ہیں اور اس کے بعد وہ نگینہ بن گئی- کلبوں میں رقص کرتی رہی' زندگی کے ہر پہلو سے روشناس ہوتی رہی' پتہ نہیں اپنی زندگی سے وہ مطمئن تھی یا نہیں- لیکن بہرطور گزر بسر ہو رہی تھی کہ اچانک اسے رخسانہ مل گئی' اس کے بچپن کی سہیلی سرراہ اس سے ملاقات ہوئی تھی اور رخسانہ اسے اپنی کار میں تنہا ملی تھی' رخسانہ کی پر رشک زندگی دیکھ کر جمال سلطانہ کے دل میں حسد کے جذبے ابھر آئے' رخسانہ بے شک اس کے بچپن کی دوست تھی' لیکن جب سے اس نے برائیوں کی جانب قدم اٹھائے تھے' وہ پاکباز دوست اس کی نگاہوں سے اوجھل ہوگئے تھے جو معصوم زندگی کے ہمسفر تھے بہت عرصے کے بعد رخسانہ سے ملاقات ہوئی تھی' اس کے دل میں پیار بھی ابھرا اور حسد کا جذبہ بھی کہ رخسانہ اس طرح ایک حسین زندگی بسر کر رہی ہے- دونوں سہیلیوں نے کافی وقت ساتھ گزارا' رخسانہ نے اسے اپنی زندگی کی تفصیلات بتائیں' اسی زندگی کے خواب تو جمال نے بھی دیکھے تھے- بہرطور اس نے رخسانہ سے ملاقاتیں جاری رکھیں' پھر وہ احمد صغیر جامی سے ملی اور اسے دیکھ کر حیران رہ گئی' رخسانہ نے ابھی تک اسے یہ نہیں بتایا تھا کہ اس کے شوہر کی عمر کیا ہے' لیکن بعد میں اس نے رخسانہ سے یہ سوال کیا تو رخسانہ ایک سرد آہ بھر کے خاموش ہوگئی- جمال نے جب اسے ٹٹولا تو رخسانہ نے اسے پوری تفصیلات بتاتے ہوئے کہا کہ اس کے والدین نے صرف دولت کے لالچ میں اسے اس بوڑھے شخص کے پلے باندھ دیا ہے' رخسانہ نے یہ بھی کہا کہ احمد صغیر جامی بہت اچھا انسان ہے اور وہ اس سے بھرپور تعاون کرتی ہے' لیکن بے قصور ہونے کے باوجود اسے ایک عجیب ذہنی اذیت سے گزرنا پڑتا ہے گو اس کے دو بچے بھی ہو چکے ہیں اور اسے اپنے گھر اپنی زندگی سے پیار ہے' لیکن اس کا شوہر اپنی عمر کو نہیں بھول سکا وہ اس سے پوری طرح مخلص اور وفادار ہے لیکن احمد صغیر جامی اس پر ہمیشہ شک کرتا ہے ایک ایک لمحہ شک و شبہے میں گزارتا ہے وہ' اگر وہ کسی نوجوان سے بات کرلیتی ہے تو وہ پاگل ہو جاتا ہے' ایسی ایسی حرکتیں

کرتا ہے کہ رخسانہ کا دل خون خون ہو جاتا ہے اس نے جان بوجھ کر رخسانہ کو ہر قسم کی آزادی دی ہے لیکن اکثر اس کی کار رخسانہ کی کار کے تعاقب میں لگی رہتی ہے' اس نے رخسانہ کو کلب جانے کی اجازت دی ہے' لیکن خفیہ طور پر وہ کلب آتا ہے اور دور دور سے رخسانہ کی نگرانی کرتا ہے' رخسانہ نے کئی بار اسے یہ بات بتائی کہ وہ ایک وفادار اور پاکیزہ فطرت عورت ہے لیکن احمد صغیر جامی کے دل سے خدشات دور نہیں ہوتے' وہ ایک بہت اچھا انسان ہے' بہت اچھا شوہر ہے اس سے پیار بھی کرتا ہے لیکن نجانے کیوں اس کے دل سے یہ خوف کبھی نہیں نکلتا کہ رخسانہ اس سے غداری کرے گی رخسانہ اس بات پر بہت بددل تھی اور اکثر جمال سلطانہ یا فرخندہ کو اپنے اس دکھ کے بارے میں بتاتی رہتی تھی- پھر ایک دن فرخندہ جب رخسانہ کے گھر پہنچی تو رخسانہ موجود نہیں تھی اس کی ملاقات احمد صغیر جامی سے ہوگئی وہ جامی سے کافی دیر باتیں کرتی رہی- تب ہی چالاک اور زیرک فرخندہ کو اندازہ ہوا کہ اگر جامی پر جال ڈالنے کی کوشش کی جائے تو اس میں کامیابی ہوسکتی ہے وہ جامی پر آہستہ آہستہ اثرات جمانے لگی' گو بظاہر کوئی ایسی خاص بات نہیں تھی جو رخسانہ پر اثر انداز ہوتی وہ اپنی دوست سے ملتی رہتی تھی- دونوں ایک ہی کلب میں جاتی تھیں اور وہاں ان کی مختلف لوگوں سے شناسائی بھی تھی' اس دوران فرخندہ کی دوستی اقتدار عالم خان سے ہوگئی' اقتدار عالم کو تھوڑی ہی دیر میں اندازہ ہوگیا کہ فرخندہ قابل حصول ہے اور اس نے فرخندہ سے گہری دوستی گانٹھ لی- تب ایک دن اقتدار عالم نے فرمائش کی کہ اس کی دوستی رخسانہ سے کرا دے اس کے عوض اقتدار عالم خان نے اسے کچھ تحائف بھی دیئے تھے' فرخندہ نے اس سے وعدہ کرلیا کہ وہ ایسا ہی کرے گی- لیکن اس کے شاطرانہ ذہن میں ایک اور منصوبہ پروان چڑھنے لگا تھا-

اقتدار عالم خان کے بارے میں وہ جانتی تھی کہ قلاش آدمی ہے اور اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے' لیکن اگر احمد صغیر جامی اس کے جال میں پھنس جائے اور رخسانہ راستے سے ہٹ جائے تو اسے زندگی کے وہ ناکام خواب پورے کرنے کا موقع مل جائے گا جو اس نے بچپن سے دیکھے تھے' چنانچہ اس نے منصوبہ بنالیا' ایک ایسا منصوبہ جس میں جرم شامل تھا- وہ بہت دیر تک اس منصوبے پر غور کرتی رہی تھی اور بالآخر اس نے اسے پایہ تکمیل پہنچانے کا فیصلہ کرلیا- اس نے احمد صغیر جامی کی شکی فطرت کو سامنے رکھ کر یہ منصوبہ بنایا تھا اور پھر وہ رخسانہ کو ساتھ لے کر اقتدار کے گھر پہنچ گئی زہریلی دوا کی شیشی اس کے پاس تھی رخسانہ کو وہ بہانے سے ساتھ لائی تھی اور رخسانہ پریشان ہوگئی تھی لیکن بہرحال آگئی تھی تو اخلاقاً کچھ وقت گزارنا بھی ضروری تھا غالباً کچھ خاطر مدارت کا سلسلہ بھی ہوا اور فرخندہ یا جمال اس میں پیش پیش رہی کیونکہ یہاں ملازم وغیرہ نہیں تھے مگر اس طرح فرخندہ کو کام کرنے کا موقع مل گیا اور اس نے کی شراب میں وہ زہر شامل کر دیا تو دونوں نے سادگی سے زہر پی لیا اور فرخندہ نے تمام برتن وغیرہ یہاں سے صاف کر دیئے پھر ایک جائزہ لینے کے بعد وہ خاموشی سے یہاں سے نکل گئی سارا

کھیل مکمل ہوگیا تھا رخسانہ کی کار وہاں موجود تھی کوئی دیکھنے والا نہیں تھا رخسانہ اقتدار عالم کے بیڈ روم میں تھی سمجھنے والے اس کے علاوہ کیا سمجھتے جو فرخندہ انہیں سمجھانا چاہتی تھی اس کے بعد دوسرا کام اس وقت شروع ہوتا جب احمد صغیر جامی کو اس واردات کا علم ہو جاتا لیکن تھوڑی سی گڑبڑ ہوگئی اقتدار عالم زہر کی گرفت میں آگیا لیکن رخسانہ ہلاک نہ ہو سکی جبکہ فرخندہ دونوں کی ہلاکت کی خبر سننا چاہتی تھی اور جب اسے معلوم ہوا کہ رخسانہ زندہ رہ گئی ہے تو اس کے اوسان خطا ہوگئے وہ اس کی ہمدرد کی حیثیت سے ہسپتال میں اس کی تیمار داری کرنے لگی تاہم موقع پاکر اس کا کام تمام کر دے لیکن تقدیر کو یہ منظور نہیں تھا۔

کیس ختم ہوگیا اس کے بعد زندگی کے وہی شب و روز لیکن اخباری زندگی اور پولیس کی ملازمت دونوں شعبے ایسے ہیں جن میں یکسانیت کا کہیں وجود نہیں ہے نت نئی خبروں کا حصول ان کی تراش خراش اور کرم فرماؤں کی ہنگامہ خیزیاں ایک دن شہریار کا فون موصول ہوا تھا۔

"ہوں' کہو کیا بات ہے.........؟" میں نے اس کی آواز پہچان کر کہا۔

"کیا کر رہی ہو.........؟"

"نوکری........."

"چھوڑ دو........" شہریار نے کہا.........

"کیا کھایا تھا صبح ناشتے میں؟" میں نے سوال کیا.........

"سچے موتی۔" شہریار بولا

"بہت زیادہ موڈ میں ہو' کیا بات ہے' خیریت تو ہے.........؟"

"جو کچھ کہہ رہاہوں وہ کرو۔ نوکری چھوڑ دو۔" شہریار بولا۔

"فرصت ہے شاید دفتر میں بیٹھے ہوئے ہو اور کوئی موجود نہیں ہے" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"آخر نوکری چھوڑنا ہی ہے' کب تک انتظار کروں گا تمہارا کب تک صبر کروں گا' اب تمہیں نوکری چھوڑنے کے بعد ہی دفتر سے اٹھنا ہے' استعفیٰ لکھو اور اپنے چیف ایڈیٹر صاحب کو پیش کر دو........."

"شہریار کیوں بور کر رہے ہو........."

"سیاں کوتوال ہوگئے ہیں اچانک اور جب سیاں کوتوال ہو جائیں تو پھر تم سمجھتی ہو کہ کیا ہونا چاہئے۔"

"میں فون بند کر دوں گی۔"

"بھئی کئی دن سے یہ اطلاع مجھ تک پہنچ رہی تھی لیکن یقین نہیں آ رہا تھا ان سادہ دلوں پر جو مجھ جیسے ناکارہ آدمی کو جاننے کے باوجود مجھے ترقی دینے کے لئے بے چین تھے......... میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ سب ہی کو معلوم ہے کہ میری اپنی اوقات کیا ہے لیکن نجانے کیوں لوگ یہ

نہیں سوچتے' بس یہی کہا جاسکتا ہے کہ وقت مہربان تو سب کچھ مہربان.........!"

"جلدی سے بولو شہریار......... تمہارے الفاظ مجھے پریشان کر رہے ہیں" میں نے بے چین لہجے میں کہا۔

"فدوی کو ڈی ایس پی بنا دیا گیا ہے اور یہ خصوصی ترقی مجھے حامد فخری صاحب نے دی ہے' پچھلے کئی کیسوں کی رپورٹ اجتماعی طور پر ان کے پاس پہنچی تو انہوں نے فوراً مجھے ترقی دینے کا فیصلہ کرلیا تمہیں معلوم ہے بلکہ تمہارے اخبار میں بھی خبر چھپی تھی کہ کچھ نئے ڈی ایس پی بنائے جا رہے ہیں اور سینئر انسپکٹر کو اس کا چانس دیا جا رہا ہے۔" میں سکتے کے سے عالم میں بیٹھی رہ گئی تھی' یہ میرے خوابوں کی تعبیر تھی میں شہریار کو ترقی کی ان منزلوں تک دیکھنا چاہتی تھی جو نجانے کہاں ختم ہوتی ہیں یا ختم ہوتی بھی ہیں یا نہیں........."

"ہیلو........" شہریار نے پھر مجھے پکارا.........!

"آفس پہنچ جاؤ۔"

"جی نہیں اس نئے عہدے کی تقرری کے ساتھ ساتھ ہی ایس ایس پی شاہ صاحب نے میرے سپرد ایک اور ذمہ داری کر دی ہے چنانچہ محترمہ آپ اب میری اس نئی ذمہ داری کو اپنے شانوں کا سہارا دینے کے لئے ایسٹرن کارپٹ انڈسٹری پہنچ جایئے' میں بھی روانہ ہونے والا ہوں وہاں ہم دونوں کی ملاقات ہوگی۔"

"یہ ایسٹرن کارپٹ انڈسٹری کہاں ہے.........؟"

"ایک معروف شاہراہ پر۔" شہریار نے مجھے اس جگہ کا مکمل پتہ بتایا اور میں نے گہری سانس لے کر کہا

"کیا چکر ہے.........؟"

"بس وہاں پہنچے پہلے سارے چکر آپ کو بتاؤں گا اور اس کے بعد کسی کام کا آغاز کروں گا۔"

"میں خوشی سے پھولی نہیں سما رہی تھی چنانچہ سارے کام چھوڑ چھاڑ کر تیار ہوگئی' شہریار نے بڑی بے ایمانی سے کام لیا تھا اگر یہ سلسلہ کچھ دن سے چل رہا تھا تو اسے مجھے بتانا چاہئے تھا۔ بہرحال اس سلسلے میں اس کے بعد میں نمٹ لوں گی۔ میں نے دل میں سوچا' اپنی کار اسٹارٹ کی اور اس طرف چل پڑی جہاں ایسٹرن کارپٹ انڈسٹری واقع تھی راستہ جس طرح طے ہوا میرا دل جانتا تھا میں اور شہریار ایک ساتھ ہی وہاں پہنچے تھے شہریار انسپکٹر ہی کی وردی میں تھا۔

"ہیلو مس لیلیٰ.........!"

"جو کچھ تم نے کہا سچ کہا ہے۔"

"ایسا جھوٹ بول سکتا ہوں آپ سے.........! تقرری کا اعلان ہوگیا ہے اور مجھے آج ہی اطلاع دی گئی ہے۔"

"یہاں کیا ہوا ہے؟" میں نے پوچھا۔
"قتل!" شہریار نے جواب دیا اور میرے ہونٹ سکڑ گئے اور شہریار ہنس پڑا پھر بولا
"عہدے بڑھواتی رہئے میرے' میں آپ کو لاشوں کے تحفے پیش کرتا رہوں گا۔ شاہ صاحب نے نئے عہدے کی خوشی میں یہ غیر حل شدہ کیس مجھے پیش کیا ہے۔"
"کوئی قتل ہوا ہے' کوئی قاتل ہے' مظلوم کی دادرسی ہونی چاہئے' شہریار اور ظالم کو اس کے کئے کی سزا ملنی چاہئے یہ تمہارا منصب بھی ہے اور عبادت بھی.........!" میں نے کہا
"تشریف لایئے عبادت کریں.........!" شہریار نے کہا
"کون قتل ہوا ہے.........؟"
"پروفیسر احمد درانی ایسٹرن کارپٹ انڈسٹری کا مالک۔"
"اوہ یہ تو شاید پرانی بات ہے اخبار میں یہ نام میری نگاہ سے گزرا تھا۔" میں نے کہا۔
"ہاں اور یہ معمہ ابھی تک حل نہیں ہوسکا چنانچہ شاہ صاحب نے یہ کیس میرے سپرد کیا ہے۔" شہریار نے کہا اور ہم دونوں اس خوبصورت شو روم میں داخل ہوگئے جو باہر سے ہی شاندار نظر آ رہا تھا۔"

شوروم میں قالینوں کے خوبصورت ڈیزائن سجے ہوئے تھے۔ پورا شوروم ایئرکنڈیشنڈ تھا۔ شیشے لگے ہوئے بڑے دروازے کے علاوہ ایک ذیلی دروازہ بھی تھا لیکن میں اور شہریار بڑے دروازے سے اندر داخل ہوئے تھے۔ ایک بڑی میز کے گرد تین افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ گنجے سر والے ایک شخص نے پہلے پریشان نظروں سے ہمیں دیکھا اس کے بعد مصنوعی انداز سے مسکرا کر ہمارا خیرمقدم کیا پھر بولا۔
"فرمایئے آفیسر' کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"
"پرویز احمد درانی کے قتل کا کیس مجھے دیا گیا ہے آپ لوگ اس سلسلے میں مجھ سے تعاون کریں۔" شہریار نے کہا۔
"حاضر ہیں جناب۔" گنجے سر والے نے کہا۔ پھر بولا۔
"میرا نام افتخار ہے اور میں پرویز کارپٹس کا منیجر ہوں۔"
"اور یہ دونوں.........؟"
"کلرک ہیں۔"
"یہاں آپ تین حضرات ہوتے ہیں۔"
"نہیں دو اٹینڈنٹ اور ہوتے تھے۔ انہیں چھٹی دیدی گئی کیونکہ سیل تو بند ہے۔"
"میں پرویز صاحب کے آفس کا جائزہ لینا چاہتا ہوں۔"
"آفس تو سیل ہے جناب۔"
"چابی ہے میرے پاس۔" شہریار نے کہا۔

"بہتر.........!" منیجر نے کہا پھر بولا۔ "آپ کو باہر والے دروازے سے جانا ہوگا کیونکہ اندر کا دروازہ تو دوسری طرف سے بند ہے۔"
"اندر کا دروازہ.........؟" شہریار نے سوال کیا۔
"میری مراد اس دروازے سے ہے۔" منیجر نے اپنی جگہ سے ہٹ کر دیوار کے پردوں میں سے ایک پردہ سرکایا اور ایک دروازہ نظر آنے لگا جس میں بڑا شیشہ لگا ہوا تھا لیکن شیشے کے دوسری طرف بھی پردہ لگا ہوا تھا۔ شہریار نے گردن ہلا دی۔ منیجر ہمارے ساتھ دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ "مقصود تم چائے کا بندوبست کرو۔" مخاطب ایک کلرک تھا۔
"نہیں افتخار صاحب' چائے نہیں' شکریہ۔"
"جناب یہ تو ایک چھوٹی سی خدمت ہے۔"
"بے حد شکریہ' اس وقت حاجت نہیں ہے......... آیئے۔" شہریار نے کھردرے لہجے میں کہا۔ پولیس سیل توڑ کر ہم اندر داخل ہوگئے۔ آفس نہایت نفاست سے سجا ہوا تھا۔ ہر چیز قیمتی اور فینسی تھی جس سے مقتول کی اعلیٰ ذوقی کا اندازہ ہوتا تھا۔ بڑی میز کے علاوہ ایک اور میز بھی وہاں لگی ہوئی تھی جس کے گرد فائل کیبنٹ اور دوسری چیزیں نظر آرہی تھیں۔
"یہاں کون بیٹھتا ہے.........؟"
"مس ناظمہ بیٹھتی تھیں صاحب کی سیکرٹری۔"
"اوہ......... وہ جن کی شادی ہوگئی.........؟"
"جی ہاں۔"
"اس کے بعد کوئی اور سیکرٹری نہیں رکھی پرویز صاحب نے.........؟"
"جی نہیں۔" منیجر نے جواب دیا۔ اس کے بعد ہم اپنے کاموں میں مصروف ہوگئے۔ منیجر سے پوری تفصیل معلوم کی اور دفتر کی چھان بین شروع ہوگئی۔ درودیوار الماریاں کیبنٹ' درازیں۔ شہریار نے یہ نکتہ پکڑ لیا تھا کہ جائے واردات کی ایک ایک انچ کی تلاشی لی جانی چاہئے چنانچہ وہ ایسا ہی کر رہا تھا۔ میز کی درازیں کھول کر اس نے اس میں موجود تمام کاغذات دیکھے۔ پھر ایک بزنس کارڈ فائل نکال لیا اور اسے دیکھتا رہا تمام کارڈ خوبصورتی سے جمے ہوئے تھے لیکن ایک کارڈ اوپر ہی رکھا ہوا تھا جیسے جلدی میں رکھ دیا گیا ہو۔ فائل کھولتے ہوئے وہ کارڈ نیچے گر پڑا اور شہریار نے اسے اٹھالیا۔ الٹ پلٹ کر دیکھا۔ میں دوسری چیزوں کا جائزہ لے رہی تھی لیکن ظاہر ہے کوئی عمل نہیں کر سکتی تھی کیونکہ مجھے کچھ معلوم ہی نہیں تھا' شہریار نے یہاں کافی وقت صرف کیا تھا۔ پھر وہ آفس سے نکل آیا۔ کارڈ فائل اس نے اپنے پاس رکھ لیا تھا۔
"آپ لوگ یہاں کیا کر رہے ہیں آجکل.........؟"
"اسٹاک رپورٹ تیار کر رہے ہیں۔ اشتیاق صاحب نے اس کی ہدایت کی ہے۔"
"یہ کام کب تک مکمل ہو جائے گا۔"

"مکمل ہو چکا ہے بس آخری مراحل ہیں۔"

"مجھے آپ کے پتے چاہئیں تاکہ آپ کی ضرورت پیش آجائے تو آپ کو تکلیف دی جاسکے......!" شہریار نے کہا۔

"پولیس فائل میں میرا پتہ موجود ہے جناب تاہم آپ کے حکم کی تعمیل میں یہ کارڈ پیش کرتا ہوں اس پر میرا رہائشی پتہ درج ہے۔" افتخار احمد نے اپنی جیب سے ایک کارڈ نکال کر شہریار کو دیا اور شہریار ایک سرسری نگاہ ڈال کر اسے جیب میں رکھتا ہوا بولا۔ "بہت شکریہ افتخار صاحب' اب اجازت دیجئے ہو سکتا ہے آپ کو دوبارہ زحمت دی جائے۔"

افتخار احمد نے کوئی جواب نہیں دیا' شہریار باہر نکل آیا۔

پولیس جیب لے کر آیا تھا' اپنی گاڑی کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

"دفتر چلنا ہے' میرے پیچھے پیچھے آجاؤ۔" میں نے گھور کر اسے دیکھا تو وہ جلدی سے بولا۔

"بھئی ڈی۔ ایس۔ پی کا حکم ماننا ہر شریف شہری کا فرض ہے۔"

میں اپنی کار کی جانب بڑھ گئی' اور تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں ساتھ ساتھ آفس میں داخل ہو گئے۔

"موڈ کچھ زیادہ خوشگوار نہیں نظر آرہا میرا خیال ہے میری ترقی خاتون کو پسند نہیں آئی۔"

"تمہارا تو میں اچھی طرح حساب کتاب کروں گی بیٹھو اور مجھے یہ بتاؤ کہ اگر یہ بات کچھ عرصے سے چل رہی ہے تو مجھے اس بارے میں کیوں نہیں بتایا گیا......؟"

"کمال کرتی ہوئی بھئی' اب اتنا تو حق دو کم از کم ہمیں' کہ تھوڑا بہت حیران کر دیا کریں تمہیں' کچھ شعری کی سی کیفیت پیدا ہو گئی ان الفاظ میں کیا خیال ہے......؟"

"پہلے اس کی تفصیل بتاؤ۔" میں نے کہا۔

"کوئی خاص تفصیل نہیں ہے جو فون پر بتایا تھا بس وہی ہے' اطلاع مل گئی ہے اور اب باقاعدہ سارے معاملات ہو جائیں گے پھر یہ دیکھنا پڑے گا کہ کہاں تعیناتی ہوتی ہے' ویسے بات بالکل درست ہے اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں رہا۔"

"میری طرف سے پرخلوص مبارکباد قبول کرو۔" میں نے کہا۔

"قبول کی میں نے۔" شہریار شرارت آمیز لہجے میں بولا اور میں مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔ اس وقت اس بات پر منہ بنانے کو دل نہیں چاہ رہا تھا کہ اس نے پہلے سے مجھے اس سلسلے میں نہیں بتایا۔ کچھ دیر تک ہم اس موضوع پر بات کرتے رہے' شہریار نے بتایا کہ یہ کیس کچھ عرصے پرانا ہے اور اس سلسلے میں کوئی ایسی موثر کاروائی نہیں ہو سکی جو پرویز احمد درانی کے قاتل کی نشاندہی کر سکتی' کیس ایک طرح سے داخل دفتر ہی ہے لیکن شاہ صاحب نے اب اسے اس کے حوالے کر دیا ہے۔

"ہوں' پولیس کی ابتدائی تفتیشی رپورٹ تمہارے پاس موجود ہو گی......؟"

"سب کچھ ہے' دراصل شاہ صاحب نے اچانک ہی حکم دیا تھا کہ میں ایسٹرن کارپٹ انڈسٹریز چلا جاؤں اور وہاں جاکر کام کروں' ظاہر ہے ان کا حکم تھا چنانچہ مجھے فوراً آنا پڑا اور میں نے تمہیں سیدھا یہاں بلا لیا۔ میں جانتا ہوں کہ ناواقفیت کی بناء پر تم وہاں کا موثر جائزہ نہیں لے پائی ہو گی لیکن ابھی کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے چنانچہ اگر ہمیں ضرورت پڑی تو بعد میں بھی ہم اس جگہ کا جائزہ لے سکیں گے۔

"تفصیل بتاؤ۔" میں نے کہا اور شہریار جو اپنے ساتھ پولیس جیپ سے ایک چھوٹا سا بریف کیس لے کر آیا تھا اسے کھول کر بیٹھ گیا۔ بریف کیس سے اس نے ایک فائل نکالا اور اسے اپنے سامنے پھیلا لیا۔ میں گردن اٹھا کر فائل دیکھنے لگی تو اس نے کہا۔

"میں تفصیل بتا رہا ہوں تم اسے نوٹ کرتی جاؤ۔" میں نے خاموشی سے ایک پیڈ اور قلم اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا' شہریار کہنے لگا۔

"پرویز احمد درانی ایسٹرن کارپٹ انڈسٹریز کا مالک تھا' عمر تھی تقریباً" چونتیس سال۔ غیرشادی شدہ ایک بھائی ہے اس کا اشتیاق احمد درانی لیکن وہ سوتیلا بھائی ہے اور پرویز احمد درانی سے تقریباً" دس سال بڑا۔ اس کے بارے میں تفصیلات بعد میں بتاؤں گا جو ضروری امور ہیں ان کی تفصیلات سن لو' پرویز احمد درانی اپنے دفتر میں بیٹھا ہوا تھا باہر ملازمین کام میں مصروف تھے کہ اچانک ہی گولی چلنے کی آواز سنائی دی اور شوروم میں کام کرنے والے لوگ چونک پڑے' یہ اندازہ نہیں لگایا جاسکتا تھا کہ گولی کہاں سے چلی ہے لیکن انہوں نے ایک مدھم سی چیخ کی آواز سنی جو پرویز احمد کے دفتر سے آئی تھی' انہوں نے اندرونی دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گئے اندر داخل ہونے والے مینجر صاحب تھے اور ان کے ساتھ ایک دو افراد اور بھی تب انہوں نے وہاں پرویزاحمد کو فرش پر گرتے ہوئے دیکھا۔ وہ چند قدم آگے بڑھا تھا اور پھر اوندھے منہ فرش پر گر پڑا تھا یعنی اس وقت وہ اپنی میز کے عقب میں اپنی سیٹ پر موجود نہیں تھا۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے ایک شلوار قمیض میں ملبوس لڑکی کو دروازے سے باہر بھاگتے ہوئے دیکھا۔ میرا مطلب ہے اس دوسرے دروازے سے جو بیرونی ہے اور وہاں سے پرویز احمد کے دفتر کا براہ راست راستہ ہے۔ وہ لوگ ایک لمحے کے لئے تو کچھ سمجھ نہیں پائے تھے لیکن جب انہیں یہ اندازہ ہوا کہ پرویز احمد درانی کو کوئی حادثہ پیش آگیا ہے تو تمام کے تمام سڑک کی جانب بھاگے لیکن وہاں اس لڑکی کا کوئی وجود نہیں ملا تھا۔ انہوں نے اس کی صورت بھی ڈھنگ سے نہیں دیکھی تھی' بس یہ اندازہ قائم کیا تھا انہوں نے کہ وہ کوئی نوجوان لڑکی ہے وہ کہاں فرار ہو گئی اس کا بعد میں بھی کسی کو علم نہیں ہو سکا۔ یہ تھی پرویز احمد درانی کے قتل کی داستان اس کے بعد کی تفصیلات' میرا مطلب ہے پوسٹ مارٹم رپورٹ' اس کے شانے میں عقبی سمت سے گولی لگی تھی اور سینے کے پار ہو گئی تھی' یعنی ترچھی دل کے مقام تک جا پہنچی تھی جس کی وجہ سے اس کی موت فوری طور پر واقع ہو گئی' نمبر دو پرویزاحمد درانی غیرشادی شدہ تھا انتہائی شوقین

مزاج اور خوش پوش انسان ' اس کا ایک حلقہ دوستاں تھا جو سب کے سب اچھی حیثیت کے مالک ہیں اس کے علاوہ جیسا کہ میں نے اس کے بڑے بھائی کا تذکرہ کیا تو بڑے بھائی کا نام ہے اشتیاق احمد درانی اور یہ اشتیاق احمد ' اشتیاق ٹیکسٹائل انڈسٹریز کے مالک ہیں بہت دولت مند ' بہت ہی صاحب حیثیت اور صاحب اختیار بھی ' بڑے بڑے اعلیٰ افسران سے ان کے تعلقات ہیں پولیس انسپکٹر نے ان سے ملاقات کی تو انہوں نے بتایا کہ پرویز ان کا سوتیلا بھائی ہے اور طویل عرصے سے ان کے درمیان کسی قسم کے تعلقات نہیں رہے ہیں اس لئے وہ پرویز کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتے ان کی کوئی خاص رپورٹ فائل میں درج نہیں ہے ' شادی شدہ ہیں ' بچے بھی ہیں ان کے بہت اعلیٰ زندگی گزار رہے ہیں ' پرویز پرویز احمد درانی کے ذرائع آمدنی اس کے علاوہ کیا تھے یا ماضی میں اس کی مالی حالت کیسی تھی اس کی بھی کوئی تفصیلی رپورٹ نہیں ہے ' ویسے اس کی یہ کارپٹ انڈسٹری بہت اچھی چل رہی تھی اس نے جگہ جگہ کارخانے بنا رکھے ہیں۔ ایسی غریب بستیوں میں جہاں لیبر باآسانی دستیاب ہو جاتا ہے۔ اس نے چھوٹے چھوٹے پلاٹ لے کر کارپٹ بنانے کی کھڈیاں لگا رکھی ہیں اور ان کے لئے باقاعدہ اسٹاف موجود ہے۔ بہترین بینک بیلنس اور کسی قسم کی کوئی پریشانی اسے لاحق نہیں تھی ' اب بات اس لڑکی کی آجاتی ہے جسے اس کے دفتر سے نکل کر بھاگتے ہوئے دیکھا گیا تھا تو اس کے بارے میں پولیس کو کوئی رپورٹ نہیں مل سکی ہے ' فنگر پرنٹس وغیرہ میں بھی کوئی ایسی اہم بات نہیں ہے جو قاتل کی نشاندہی کر سکے ' چنانچہ پولیس کافی دن تک الجھن میں گرفتار رہنے کے بعد اپنی ناکامی کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوگئی اور اسے داخل دفتر کر دیا گیا۔ لیکن شاہ صاحب تو سارے گڑے مردے اکھاڑنے کی فکر میں رہتے ہیں چنانچہ انہوں نے زبردستی اس کیس کو پھر سے زندہ کر دیا ' ویسے زیادہ پرانی بات نہیں ہے قتل کی یہ واردات تقریباً ڈیڑھ ماہ پہلے ہوئی تھی اور سارے معاملات اسی دوران ہوگئے تھے چنانچہ شاہ صاحب کا خیال ہے کہ ہمیں اس سلسلے میں کام کرنا چاہئے۔"

"کیا یہ پولیس رپورٹ نامکمل ہے شہریار.........؟"

"اجی بس جتنی ہے اتنی ہی کافی ہے اور کیا تکمیل ہوتی اس کی.........؟"

"بھئی پرویز احمد درانی کے دوستوں کے بیانات ' اشتیاق احمد کی اس کے بارے میں اپنی رائے یہ ساری چیزیں بھی تو ہونی چاہئے تھیں ' کارپٹ انڈسٹری کے مینیجر وغیرہ کے مکمل بیانات بھی ہونے چاہئے تھے میرا مطلب ہے پرویز احمد کے ماضی کے بارے میں۔"

"ہونے کو تو بہت کچھ ہونا چاہئے تھا لیکن میں نے عرض کیا ناں بس اتنا ہی کچھ ہے اور یہ سب کچھ آپ کے سامنے ہے۔" شہریار نے فائل میری جانب سرکا دیا اور میں نے اسے بند کر کے ایک طرف رکھ دیا ' پھر میں نے کہا۔

"سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کیس کے سلسلے میں تم سے گفتگو کروں ' یا اس کیس کے

سلسلے میں.........؟"

"کونسے.........؟" شہریار نے ایک دم چونک کر پوچھا۔

"تمہارے ڈی۔ ایس۔ پی ہو جانے کے کیس کے سلسلے میں۔"

"ارے اب اس پر کیا گفتگو کرنا بس یوں سمجھ لو کہ تم میرے شانوں کو وزنی کرتی چلی جا رہی ہو اور میں اپنا جائزہ لے رہا ہوں کہ کتنا بوجھ اٹھا سکوں گا ان شانوں پر۔"

"تمہیں خوشی نہیں.........؟"

"ہے مگر ذرا دوسری وجہ سے۔" شہریار کی شرارت بھری آواز ابھری۔

"چلو کسی وجہ سے سہی ہے تو۔ اب تمہیں اپنے اس نئے عہدے سے وفا کرنی ہے۔"

"جی بہتر......... صرف عہدوں سے وفا کراتی رہئے۔ ٹھیک ہے۔ آپ کی مرضی۔"

چند لمحات کیلئے خاموشی طاری ہوگئی تھی پھر میں نے کہا۔

"اچھا اب کام کی باتیں شروع کرو بیکار باتوں میں وقت ضائع کرنا تمہارا محبوب مشغلہ ہے۔"

"تو انکار کس نے کیا ہے۔" شہریار جھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔ میں سنجیدگی سے اسے دیکھتی رہی تھی پھر میں نے کہا۔

"تم نے اس بات پر غور نہیں کیا شہریار کے پولیس کی کاروائی کس قدر نامکمل ہے اس کیس کے سلسلے میں کوئی محنت ہی نہیں کی گئی نہ کوئی خاص بیان ' نہ کوئی خاص توجہ ' بس یوں لگتا ہے جیسے ایک فائل ترتیب دیا گیا ہو اور اس میں جو کچھ سما سکا وہ سمو دیا گیا کوئی محنت ہی نظر نہیں آتی۔"

"میں نہیں تھا وہ جو اس کیس کی تحقیق کر رہا تھا۔"

"ٹھیک ہے اب تو تم ہو۔"

"جی ہاں فرمائیے کیا خدمت کر سکتا ہوں میں۔" شہریار چڑچڑے لہجے میں بولا اور میں کوشش کے باوجود ہنسی نہ روک سکی چند لمحات کے بعد میں نے کہا۔

"شہریار سنجیدگی سے کچھ کر سکتے ہو تو کرو کیوں میرا وقت ضائع کر رہے ہو"۔

"ارے تو اور کیسے سنجیدہ ہو سکتا ہوں وہی بتا دو۔"

"تمہارا کیا خیال ہے اس سلسلے میں ہمیں کہاں سے تحقیق کا آغاز کرنا چاہئے۔ تمام بیانات نامکمل ہیں ' کسی کا کوئی خاص بیان ہی نہیں لیا گیا ' قتل کرنے کی وجوہات بھی نہیں معلوم ہو سکیں ' میرے خیال میں ہمیں مقتول کے بڑے بھائی اشتیاق احمد سے تحقیقات کا آغاز کرنا چاہئے ہاں تم نے وہاں سے ایک فائل بھی تو اٹھایا تھا جس میں کارڈ وغیرہ لگے ہوئے تھے"

"جی ' حاضر خدمت ہے۔" شہریار نے کہا اور وہ خوبصورت بزنس کارڈ فائل نکال کر میرے سامنے رکھ دیا ' میں اس فائل کی ورق گردانی کرنے لگی خوبصورت کور میں حسین حسین

وزیٹنگ کارڈز لگے ہوئے تھے اور ان پر مختلف نام اور پتے نظر آرہے تھے ان کی تعداد بہت زیادہ تھی اور ان میں بڑے بڑے نام نظر آرہے تھے' ظاہر ہے ان سب سے ملاقات تو کسی طور ممکن نہیں تھی' نہ ہی کسی ایک خاص آدمی کا تعین کیا جاسکتا تھا' بات ذرا الجھن آمیز تھی اور میں یہ سوچ رہی تھی کہ کیا کرنا چاہئے' تب شہریار کے ہونٹوں پر مدھم سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اس نے وہ فائل اچانک ہاتھ بڑھا کر بند کر دیا میں چونک کر اسے دیکھنے لگی تو اس نے کہا۔

"اس فائل میں سر کھپانے کی بجائے میرا خیال ہے آپ اس کارڈ کو ملاحظہ فرمالیجئے گا جو اس فائل میں الگ سے رکھا ہوا تھا۔" اس نے ایک کارڈ نکال کر میرے سامنے رکھا اور میں تعجب سے اسے دیکھنے لگی کسی باقر رضوی کا کارڈ تھا جو گرین ڈول اسکول کے مالک تھے' میں سوالیہ نگاہوں سے شہریار کو دیکھنے لگی تو اس نے اس کارڈ کو پلٹ کر میرے سامنے کر دیا' کارڈ کے نچلے حصے میں ایک چھوٹی سی تحریر اردو میں لکھی ہوئی تھی۔

"ڈیئر پرویز ان خاتون کو بھیج رہا ہوں' ہر طرح سے تمہارے معیار پر پوری اتریں گی۔ میری خواہش ہے کہ تم انہیں اپنی سیکرٹری کا عہدہ دے دو تمام ذمہ داریاں میں قبول کرتا ہوں' شکریہ' باقر رضوی۔" میری آنکھیں متحیرانہ انداز میں پھیل گئیں اور میں شہریار کا چہرہ دیکھنے لگی' شہریار نے آنکھیں بند کر کے کہا۔

"اب آپ اس پر درج تاریخ کا جائزہ لے لیجئے محترمہ لبنیٰ صاحبہ۔" میں نے تاریخ دیکھی۔ سترہ جولائی' لیکن اس کا مجھے کوئی اندازہ نہیں ہوسکا' تب شہریار نے کہا۔

"قتل ہوا ہے اٹھارہ جولائی کو سمجھ رہی ہیں ناں آپ؟"

"ہوں۔" میں پرخیال نظروں سے اسے دیکھتی رہی اور پھر ایک دم چونک پڑی' اندازہ ہوگیا تھا کہ شہریار کا اشارہ کس سمت ہے' میں نے سنسنی خیز نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تو کیا تمہارا خیال ہے یہ لڑکی یہ لڑکی........"

"جی نہیں میرا کوئی خیال نہیں ہے آپ اس کارڈ کو اپنے ذہن میں رکھ سکتی ہیں۔ ہو سکتا ہے یہ آپ کی رہنمائی کرے' دراصل آپ کے احکامات کی تعمیل کرنے کی کوشش کرتا ہوں اور آپ سے بہت کچھ سیکھ رہا ہوں' میں نے تمام تر جائزے کے بعد بس اس کارڈ ہی کو قابل توجہ سمجھا تھا ہو سکتا ہے آپ وہاں اس کمرے میں اور کچھ اور تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئی ہوں۔"

"خاک ' مجھے تو کچھ معلوم ہی نہیں تھا کہ سارا قصہ کیا ہے' اب تم نے بتایا ہے تو تفصیلات معلوم ہوئی ہیں خیر ایک بات ضرور ہے کہ یہ کارڈ واقعی اہمیت کا حامل ہے' باقر رضوی' گرین ڈول اسکول پتہ بھی درج ہے' میں سمجھتی ہوں کہ اس سے ہمیں کم از کم قدم آگے بڑھانے میں آسانی ہو جائے گی۔"

"جی۔" شہریار نے سرد لہجے میں کہا۔

"اچھا شہریار تم یہ بتاؤ کہ نیا عہدہ سنبھالنے کے ساتھ ساتھ تمہیں مزید کیا کاروائیاں کرنی ہیں' یہ سب کچھ میں اس لئے پوچھ رہی ہوں کہ اس سلسلے میں کام شروع کرنے سے پہلے تم اپنے اس معاملے سے نمٹ لو۔"

"جی نہیں' کوئی خاص مسئلہ نہیں ہے ابھی مجھے ہدایت ملے گی کہ کب مجھے اپنا چارج لینا ہے اس کے بعد سب کچھ شروع ہوگا' آپ کو اطلاع دے دی جائے گی کام کا آغاز کر دیجئے گا۔"

"تو پھر ٹھیک ہے ہم ظاہر ہے گرین ڈول اسکول ہی سے اپنا کام شروع کر سکتے ہیں۔"

"پھر کیا حکم ہے اس سلسلے میں۔"

"وقت ضائع کرنے کی کیا ضرورت ہے چلتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"بھوکے پیاسے؟" شہریار ناک چڑھا کر بولا اور میں ہنسنے لگی۔

"تم تو پیٹ کے مریض ہو ہر وقت تمہیں بھوک لگتی رہتی ہے۔"

"جی درست فرمایا آپ نے محترمہ' ذرا اپنے رویے پر بھی نظر ثانی فرمالیجئے' کیا فائدہ ایک غریب بد دل ہو کر خودکشی پر آمادہ ہو جائے"۔

بہرطور کھانے کا انتظام کرنے کیلئے گل بدر کو ہدایت کردی گئی اور اس کے بعد ہمیں اس وقت تک انتظار کرنا پڑا جب تک گل بدر کھانا لیکر نہ آگیا۔ کھانے سے فراغت کے بعد میں نے شہریار کو ساتھ لیا اور کارڈ پر درج شدہ پتے کی جانب چل پڑی۔

درمیانے درجے کا ایک علاقہ تھا' گرین ڈول اسکول تلاش کرنے میں تھوڑی سی دقت پیش آئی تھی' ایک چھوٹے سے پلاٹ پر دو منزلہ عمارت بنی ہوئی تھی' نچلے حصے میں دفتر تھا' شام کی شفٹ بھی چل رہی تھی اور بچوں کی آوازیں ابھر رہی تھیں۔ یہاں باقر رضوی کو تلاش کرنا کوئی مشکل مسئلہ ثابت نہ ہوا' دبلے پتلے بدن کے تقریباً پچاس سالہ آدمی تھے۔ ہمیں دیکھ کر کسی قدر متحیر ہوگئے تھے خاص طور پر شہریار کی وردی ان کیلئے باعث پریشانی تھی' کسی قدر نروس لہجے میں کہا۔

"فرمائیے جناب خیریت تو ہے؟"

"باقر رضوی صاحب آپ سے کچھ گفتگو کرنی ہے لیکن براہ کرم تنہائی درکار ہوگی۔"

"جی ہاں ہاں' تم باہر جاؤ۔" انہوں نے کمرے میں کام کرنے والے دو کلرکوں سے کہا اور وہ دونوں باہر نکل گئے' ہمیں بیٹھنے کیلئے کرسیاں پیش کر دی گئی تھیں' شہریار نے سیدھا سیدھا کام کیا۔ وہ کارڈ نکال کر سامنے رکھ دیا جس کی پشت پر باقر رضوی صاحب نے تحریر لکھی تھی' باقر رضوی صاحب نے چشمہ درست کر کے کارڈ دیکھا اور بولے۔

"جی۔"

"اب اس کو ادھر سے دیکھ لیجئے۔" شہریار نے کارڈ پلٹ دیا اور باقر رضوی صاحب اس تحریر کو دیکھنے لگے پھر چونک کر بولے۔ "فریدہ' خیریت' یہ کارڈ تو میں نے فریدہ کو دیا تھا کوئی گڑ بڑ

ہوگئی کیا۔ اوہو وہ ملی بھی نہیں ہے اتنے عرصے سے مجھ سے' کیا ہوگیا خیریت تو ہے کیا بات ہے؟"

"براہ کرم ہمیں اس لڑکی کے بارے میں کچھ اور تفصیلات بتایئے رضوی صاحب"۔

"تفصیلات' بس یہ سمجھ لیجئے اس کا نام فریدہ ہے' میرے ہاں ملازمت کر چکی ہے' بہت اچھی لڑکی ہے' کئی سال پہلے بنگلہ دیش سے یہاں آئی تھی وہاں اس کے والدین ہلاک ہوگئے تھے ایک بہن کے ساتھ یہاں پہنچی تھی' بہن بھی بیوہ تھی' یہاں اس نے ایک عمارت میں رہائش اختیار کرلی' بیوہ بہن بیمار تھی چنانچہ اس کی تیمارداری کرتی رہی پھر نوکری کی تلاش میں نکلی لیکن آپ کو پتہ ہے کہ نوکریاں ملنا کس قدر مشکل ہوتا ہے۔ نجانے کب سے بیچاری پریشان ہورہی تھی' کوئی چھ سات مہینے پہلے میرے پاس آئی میں نے اسے ملازمت دے دی۔ یہ پرائیویٹ اسکول ہے اور ہمارے وسائل اس قدر محدود ہیں کہ ہم اپنی ٹیچروں کو بہت زیادہ تنخواہ نہیں دے سکتے اسے بھی ایک معمولی سی تنخواہ کی آفر کی گئی جسے اس نے قبول کرلیا' کام کرتی رہی اور اس کے بعد جب مسائل بے پناہ بڑھ گئے تو اس نے دوسری ملازمت کی تلاش بھی شروع کردی' کئی بار مجھ سے بھی اس کا تذکرہ کیا تھا اور میں نے اسے دو تین ٹیوشن دلوادی تھیں۔ پھر کچھ عرصے پہلے اس کی بیوہ بہن کا بھی انتقال ہوگیا اور کافی دن تک وہ شدید پریشانی کا شکار رہی کیونکہ تنہا رہ گئی تھی' مجھ سے اکثر اپنا دکھ بیان کرتی رہتی تھی' مجموعی طور پر میں نے اسے نیک اور سادہ لڑکی پایا تھا' ڈھائی تین مہینے پہلے اس نے مجھے بتایا کہ بہن کی بیماری کے سلسلے میں بہت سا قرض بھی ہوگیا ہے اس پر اور اب حالات اس قدر پریشان کن ہوگئے ہیں کہ وہ اپنی یہ نوکری جاری نہیں رکھ سکتی کیونکہ ملازمت کی تلاش کے سلسلے میں اسے نجانے کہاں کہاں مارا مارا پھرنا پڑے گا۔ کچھ بھی ہو جائے اب دوسری ملازمت ناگزیر ہوگئی ہے' میں نے اسے بخوشی یہ اجازت دے دی کہ وہ ملازمت تلاش کرے یہ بھی پیشکش کردی تھی میں نے کہ اگر کوئی کام نہ بن سکے تو وہ دوبارہ اسکول میں آسکتی ہے۔ وہ نوکری کی تلاش میں مصروف ہوگئی پھر میرے ایک شناسا پرویز احمد درانی نے مجھ سے تذکرہ کیا کہ انہیں ایک سیکرٹری کی ضرورت ہے اور فریدہ میرے ذہن میں آگئی۔ میں نے ایک ٹیچر کے ذریعہ اسے بلایا اور یہ کارڈ دے کر اسے ایسٹرن کارپس بھیج دیا۔ اسکول کا یہ پلاٹ میں نے درانی صاحب سے ہی خریدا تھا تب ہی سے ان سے میری ملاقات ہے بڑے آدمی ہیں اور بڑا کاروبار ہے ان کا مگر فریدہ دوبارہ میرے پاس نہیں آئی۔"

"درانی صاحب کے بارے میں آپ اور کیا جانتے ہیں۔"

"زیادہ نہیں جانتا۔ یہاں دو اور پلاٹ ہیں ان کے میں اسکول کی توسیع کے لئے ایک اور پلاٹ خریدنا چاہتا تھا ان سے اس سلسلے میں دو تین ملاقاتیں اور ہوئی تھیں۔"

"فریدہ کہاں رہتی ہے۔"

"تھوڑے فاصلے پر اس کا فلیٹ ہے"

"پتہ بتادیں۔" میں نے کہا اور رضوی صاحب پتہ بتانے لگے۔ پھر انہوں نے کہا "کیا یہ پوچھنے کی جسارت کرسکتا ہوں کہ یہ تفتیش کس سلسلے میں ہو رہی ہے؟"

"پرویز احمد کو قتل کردیا گیا ہے۔" شہریار نے جواب دیا اور رضوی صاحب ہکا بکا رہ گئے۔ اس کے بعد ان کی آواز نہیں نکل سکی تھی۔ ہم نے کارڈ ان سے واپس لیا اور انہیں تسلیاں دینے لگے۔

"میں تو کسی مصیبت میں نہیں پھنس جاؤں گا؟" انہوں نے بمشکل کہا۔

"بالکل نہیں۔ اطمینان رکھیں۔ ہاں ایک زحمت کریں۔"

"کیا؟"

"فریدہ کی کوئی تصویر چاہیے۔"

"ریکارڈ میں موجود ہے" رضوی صاحب نے کہا اور کلرک کو بلا کر فریدہ کی فائل منگوالی۔ تصویر مل گئی اور ہم نے رضوی صاحب سے اجازت مانگ لی۔ اس کے بعد ہماری منزل وہ عمارت تھی جہاں فریدہ رہتی تھی۔ بہت معمولی سی بلڈنگ تھی جہاں چھوٹے چھوٹے تین فلیٹ بنے ہوئے تھے۔ دوسری منزل کے اس فلیٹ میں تالا پڑا ہوا تھا۔ پاس پڑوس کے گھروں سے معلومات حاصل کرنے پر پتہ چلا کہ فریدہ ڈیڑھ مہینے سے واپس نہیں آئی اور فلیٹ اسی طرح بند پڑا ہے۔ اس کے بارے میں وہی کہانی سننے کو ملی تھی جو رضوری صاحب سنا چکے تھے۔ اس فلیٹ کا تالا باقاعدہ اجازت لئے بغیر نہیں توڑا جاسکتا تھا۔ شہریار نے کہا اگر ضرورت ہو تو وہ اس کے لئے اجازت لے سکتا ہے اس کے بغیر یہ مناسب نہ ہوگا۔ میں نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ یہاں کام ختم ہوگیا تھا چنانچہ ہم وہاں سے چل پڑے میں نے شہریار سے کہا۔

"کیا خیال ہے کیوں نہ اشتیاق صاحب سے بھی مل لیا جائے۔"

"میرا خیال ہے تم رات کو قاتل گرفتار کرنے کے بعد ہی گھر جاؤگی۔" شہریار نے طنز کیا۔

"ناراض ہو جاؤں گی شہریار کہہ رہی ہوں"

"کیوں؟"

"کام دلچسپی سے کرو یہ کیا بیزاری خود پر سوار کئے ہوئے ہو۔"

"منع کون کر رہا ہے" شہریار نے کہا۔ اشتیاق احمد کا پتہ فائل سے حاصل کرلیا گیا تھا ان کی عالیشان کوٹھی کے ڈرائنگ روم میں ہمیں کافی دیر انتظار کرنا پڑا تھا۔ اشتیاق احمد بھی اتنے ہی شاندار تھے۔ بلند وبالا قد بہترین صحت آنکھوں پر قیمتی چشمہ دانتوں میں قیمتی پائپ ایک خوبصورت گون میں ملبوس اندر آئے تھے۔

"کہئے آفیسر کیسے مزاج ہیں؟ انہوں نے سلام کے جواب کے بعد کہا۔

"شکریہ جناب۔ پرویز احمد درانی کے قتل کے سلسلے میں آپ سے کچھ معلومات کے لئے

حاضر ہوا تھا۔"

"جی فرمایئے۔"

"پولیس نے اس سلسلے میں آپ سے رجوع کیا ہو گا؟"

"جی ہاں۔"

"یہ کیس اب مجھے دیا گیا ہے"

"یقیناً" دیا گیا ہو گا میں کیا خدمت کر سکتا ہوں"

"پرویز احمد آپ کے بھائی تھے؟"

"سوتیلے۔" اشتیاق احمد کے لہجے میں کسی قدر نفرت پائی جاتی تھی۔

"کیا آپ کے تعلقات ان سے بہتر نہیں تھے؟"

"تھے ہی نہیں بہتر اور بد کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔"

"اختلاف تھا آپ دونوں میں؟"

"شدید لیکن میں اسے قتل بھی کرنا پسند نہیں کرتا تھا۔ اس لئے اگر آپ واقعی قاتل کو تلاش کرنا چاہتے ہیں تو مجھے ذہن سے نکال کر کام کریں۔ باقی آپ کی مرضی۔"

"اس اختلاف کی وجہ جان سکتا ہوں اشتیاق صاحب" شہریار نے کہا اور اشتیاق احمد اسے گھورنے لگے' چند لمحات اسی طرح گھورتے رہے پھر بولے۔ "ذاتی معاملات کریدنے کا آپ لوگوں کو بے حد شوق ہوتا ہے ٹھیک ہے کیا اختلاف کے لئے یہ بات کافی نہیں ہے کہ وہ میرا سوتیلا بھائی ہو سکتا ہے آپ کچھ جذباتی کہانیاں لے کر بیٹھ جائیں' انسانیت کی بات کریں' انسانوں کا حوالہ دیں' لیکن میں چاہتا ہوں کہ آپ ایسا نہ کریں' سنیئے میری ایک بہن ہے جسے میں نے یورپ بھجوا دیا ہے' ایک میں تھا' ہم دونوں کی ماں کی موت کے بعد ہمارے والد صاحب نے دوسری شادی کرلی اور اس دوسری شادی کے بعد ہم دونوں بہن بھائیوں نے جو زندگی گزاری اس کی کہانی آپ کو نہیں سنائی جا سکتی' سوائے اس کے کہ ہم ایک دولتمند باپ کے بچے ہونے کے باوجود اس کسمپرسی کا شکار ہو گئے تھے کہ ہمارا دل جانتا ہے' یہاں سے نفرتیں وجود میں آئیں اور اس کے بعد یہ نفرتیں ختم نہ ہو سکیں' کہانیاں ختم ہو گئیں' ظلم کرنے والی خاتون بھی بالآخر اس دنیا سے رخصت ہو گئیں اور پرویز انہی کا بیٹا تھا۔ ابتدا ہی سے انہوں نے یہ بات اپنی نگاہوں کے سامنے رکھی تھی کہ ہمارے اور اس کے درمیان نمایاں فرق رہے' چنانچہ یہ فرق قائم رہا' پھر ہمارے باپ کا ورثہ اس کی زندگی میں ہی ہمیں مل گیا اور یہاں بھی ناانصافیوں سے کام لیا گیا اسے اتنا دیا گیا جس کا وہ اہل نہیں تھا اور یہ سمجھ لیجئے کہ اس کی جو حیثیت یا جو معیار تھا وہ اس کی دولت کی وجہ سے تھا' یعنی اس نے جو کاروبار کیا وہ اپنی ایک الگ حیثیت رکھتا ہے' لیکن جو کچھ اسے ملا تھا وہ اتنا تھا کہ اپنی پسند کے مطابق اڑاتے ہوئے اس میں اتنی کمی واقع نہ ہوئی کہ اس کی مالی حیثیت خراب ہو جاتی جبکہ مجھے بہت کم حصہ ملا تھا اور میں نے اس سے اپنے آپ کو

ترقی دی۔ جہاں جذبے اور محنت ہوتی ہے وہاں بہت کچھ ہوتا ہے' اپنے جذبے اور اپنی محنت سے میں نے پرویز احمد سے کہیں زیادہ اچھی حیثیت بنالی۔ آپ خود اس کا جائزہ لے سکتے ہیں پولیس آفیسر صاحب بہن کی شادی بھی میں نے کی اور اسے وہ سب کچھ دیا جو اس کا حق بنتا تھا۔ پرویز احمد نے شروع ہی سے ہم سے کوئی رابطہ نہیں رکھا تھا یہ بس زبردستی کا معاملہ ہے کہ اسے اس کی موت کے بعد میرے بھائی کی حیثیت سے مخاطب کیا جا رہا ہے اور تفتیش میں مجھے بھی شامل کر لیا گیا ہے' مجھے اس بات سے شدید نفرت ہے اور اگر بات اس سے زیادہ آگے بڑھائی گئی تو میں سخت موقف اختیار کرلوں گا' اس سے زیادہ آپ کو اور کیا بتاؤں آفیسر۔"

میں نے شہریار کی جانب دیکھا اور شہریار نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے تب میں نے کہا۔

"بے حد شکریہ اشتیاق صاحب البتہ ایک سوال میں بھی آپ سے کرنا چاہتی ہوں۔"

"جی۔" اشتیاق احمد نے بدستور خشک لہجے میں کہا۔

"آپ کی پرویز احمد سے کبھی کوئی ملاقات نہیں ہوئی تھی؟"

"نہیں۔ کبھی بھی نہیں' نہ اس نے ایسی کوئی کوشش کی اور نہ میں نے ہم کافی سالوں سے نہیں ملے' بس یوں سمجھ لیجئے کہ جب والد صاحب کی موت کے بعد معاملات ورثے کی تقسیم کے ہوئے تو میری اس سے چند ملاقاتیں ہوئیں اسے چونکہ والد صاحب نے اپنی وصیت میں بہت کچھ لکھ دیا تھا اس لئے اسے مزید کوئی حاجت نہیں ہوئی' اور نا ہی مجھے' کیونکہ میں اپنی زندگی کا آغاز والد صاحب کی زندگی میں ہی کر چکا تھا"

"بے حد شکریہ' ظاہر ہے اب اس سلسلے میں آپ سے مزید کیا معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں" اشتیاق احمد نے کوئی جواب نہیں دیا اور ہم وہاں سے اٹھ گئے۔ راستے میں شہریار نے کہا۔"بڑی ٹیڑھی کھیر تھی یہ؟"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں' عجیب سا آدمی تھا یہ"

"صاحب حیثیت آدمی ہے ظاہر ہے یہ اس کا احسان ہی رہا ہے ہم پر کہ اس نے ہم سے کم از کم اتنی گفتگو ہی کرلی۔ ورنہ لڑکی تمہیں اندازہ نہیں ہے جہاں دولت ہوتی ہے وہاں کتنے اختیارات خود بخود ہی ہاتھ میں آجاتے ہیں۔" اس کے بعد میرا اور شہریار کا رابطہ ختم ہو گیا تھا۔ میں اپنے گھر آگئی تھی اور شہریار واپس چلا گیا تھا۔

○---------☆---------○

آج فرصت کے لمحات گہری سوچوں کے لمحات تھے اور سوچوں کا ساتھ ہو' تو خود بخود لطف آنے لگتا ہے۔

شہریار ڈی ایس پی بن گیا تھا۔ بہت مختصر وقت میں اسے کتنی بڑی ترقی ملی تھی مجھ سے زیادہ خوش ہونے والا کون تھا۔ پھر ذہن اس کیس کی طرف چلا گیا پرویز احمد کا قاتل کون ہو سکتا ہے؟ کیا وہ لڑکی' وہی عام کہانی' مگر کچھ اوہام تھے۔ پرویز احمد کو گولی مار کر ہلاک کیا گیا تھا ملازمت

کی متلاشی ایک تباہ حال لڑکی پستول تو نہ رکھتی ہوگی- وہ نوکری کی تلاش میں بھی گئی تھی اگر اسے کچھ ناخوشگوار حالات کا سامنا بھی کرنا پڑا تو اس کا نتیجہ قتل تو نہیں ہوسکتا تھا- لیکن....... حالات بتاتے تھے کہ لڑکی کا کوئی کردار ضروری ہے- ہو سکتا ہے اس نے قاتل کو دیکھ لیا ہو- جس وقت ایسٹرن کارپٹس کے ملازم پرویز احمد کے کمرے میں داخل ہوئے تو لڑکی کو بھاگتے ہوئے دیکھا گیا- اس سے یہی اندازہ ہوتا ہے- لیکن وہ غائب کہاں ہوگئی؟ کیا قاتل نے اسے ہلاک کر دیا؟ عینی گواہ ہونے کی وجہ سے- بعد میں' میں نے فیصلہ کیا کہ لڑکی کے بارے میں مزید معلومات ضروری ہیں اور اس کا ذریعہ دو جگہیں ہوسکتی تھیں- ایک تو اس کا پڑوسی ' دوسری گرین ڈول کی استانیاں-

دوسرے دن میں نے یہ کام شروع کردیا- پہلے میں اس عمارت کی طرف گئی تھی جہاں فریدہ رہتی تھی- کل بھی ہم نے یہاں معلومات حاصل کی تھیں لیکن کوئی خاص پتہ نہیں چل سکا تھا- جس وقت میں وہاں داخل ہوئی تو دو فلیٹوں کی عورتوں میں جھگڑا ہو رہا تھا- بہت سی عورتیں اور بچے یہ تماشا دیکھ رہے تھے کہ ایک بڑی بڑی مونچھوں والا جوان آدمی وہاں پہنچ گیا-

"کیا ہو رہا ہے یہ........؟" وہ کڑک کر بولا- اور مجمع کھسکنے لگا- تماشہ دیکھنے والی عورتیں منتشر ہونے لگیں- لڑنے والی عورتوں میں سے ایک نے کہا-

"دیکھو تو دلاور بھائی یہ کمبخت ماری میرے بچے کے پیچھے پڑ گئی ہے- نہ جانے اسے اس سے کیا بیر ہے کوئی نہ کوئی دکھڑا لے کر آجاتی ہے-" دوسری بولی-

"تم خود اپنے بھتیجے کی پیٹھ دیکھ لو دلاور بھائی اس کا بیٹا روز اسے مارتا ہے ایک دن کی ہو دو دن کی ہو- ربڑ کا ٹکڑا مارا ہے میرے بچے کے بلبلا کر رہ گیا ہے کوئی کتنا برداشت کرے گا-"

"لڑو مرو- قتل کرو ایک دوسرے کو' میں کہتا ہوں تمہیں اس کے علاوہ اور کوئی کام ہے- روٹی ہنڈیا الٹی سیدھی پکائی اور فرصت مل گئی لڑنے کے لئے' گھر میں کوئی اور کام کاج ہو تو یہ لڑائی نہ ہو' تمہارے مردوں نے ہی تمہیں خراب کرکے رکھ دیا ہے' قتل کراؤ گی اس بلڈنگ میں کسی نہ کسی دن- آج تم لڑ رہی ہو' کل تمہارے مرد لڑیں گے' دیکھو کان کھول کر سن لو اس کے بعد اگر چیں چپس میں میں ہوئی تو مجھ سے برا اور کوئی نہ ہوگا قسم اللہ کی اس کے بعد کوئی جھگڑا نہ ہو اور کہاں ہے تمہارا بیٹا کیوں مارا ہے اس نے اس کے بیٹے کو........؟"

"دلاور بھائی ' تم خود سوچو' بچے لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں اس کے بیٹے نے بھی کئی بار میرے بچے کو مارا ہے' میں نے کبھی کوئی شکایت کی' ارے بچے ہیں' لڑیں گے' پھر مل جائیں گے' بڑوں کو تو اس معاملے میں بولنا ہی نہیں چاہئے' مگر یہ ہے کہ........ میں سب سمجھتی ہوں' دلاور بھائی جس دن سے میرے گھر میں ٹیلی ویژن آیا ہے اس کے پتنگے لگ گئے ہیں' کسی نہ کسی بہانے لڑائی نکالتی رہتی ہے-"

"تیرے ٹیلی ویژن کو میں نے آگ لگائی ہے' جیسے میں تو کسی فقیر کی بیوی ہوں' کیوں بھیا

بات ہے نا........" دوسری نے کہا-

"اری تو منگوالے نا اپنے میاں سے ٹیلی ویژن ' دوسروں کے گھروں میں کاہے کو گھستی پھرتی ہے-"

"تجھے کیا' منگوالوں گی میرے میاں کے پاس حرام کی کمائی نہیں آئی-"

"دیکھ لو دلاور بھائی' دیکھ لو کیا کہہ رہی ہے' میرا میاں حرام کی کماتا ہے' اب یہ میں اس سے کہوں گی تو کیا وہ برداشت کر سکے گا-"

"کہہ کر دیکھنا بڑی آپا' تمہارا جو حشر کروں گا وہ دیکھنے والے دیکھیں گے' سمجھ گئیں' چلو اپنے اپنے گھروں میں اندر جاؤ اور خبردار اگر اس کے بعد کوئی جھگڑا ہوا تو پھر سمجھ لو' بات میرے ہاتھ میں آجائے گی اور جب بات دلاور کے ہاتھ میں آجاتی ہے تو کسی کے سنبھالے نہیں سنبھلتی-" اس شخص نے اکڑ کر کہا- دونوں عورتیں اپنے اپنے گھروں کے دروازے سے اندر گھس گئیں اور دروازے زور دار آواز کے ساتھ بند ہوگئے- مجمع ویسے ہی چھٹ گیا تھا' لیکن یہ دلاور بھائی میرے لئے باعث دلچسپی بن گئے تھے-

وہ چند قدم آگے بڑھے تو میں بھی ان کے پیچھے پیچھے لگ گئی اور میں نے آہستہ سے انہیں آواز دی- "دلاور بھائی-"

وہ چونک کر رکا اور مجھے دیکھنے لگا- میں اس کے بالکل قریب پہنچ گئی-

"دلاور بھائی مجھے آپ سے ایک بہت ضروری کام ہے" میں نے کہا-

"کیا بات ہے بی بی' ہم تمہیں بالکل نہیں پہنچانتے کس سے ملنے آئی ہو یہاں-؟"

"یہاں ایک فلیٹ میں فریدہ نامی لڑکی رہتی تھی-"

"ہاں ہاں رہتی تھی- مگر اب کوئی ایک مہینے سے وہ یہاں سے غائب ہے-"

"مجھے اس کے بارے میں آپ سے کچھ بات کرنی ہے-"

"ہوں آؤ نیچے آؤ" یہاں کھڑی ہوگی تو یہ کم بخت عورتیں پچاس باتیں بنانا شروع کردیں گی- آؤ نیچے آؤ-" اس نے کہا اور میں اس کے ساتھ نیچے اتر آئی' اپنی کار کے قریب پہنچ کر میں نے کہا- "آپ کا بہت بہت شکریہ دلاور بھائی ذرا اس کے سلسلے میں مدد کردیں-"

"تم کون ہو اس کی........؟"

"دوست ہوں' میری جاننے والی تھی' کچھ کام تھا اس سے مجھے ' مگر کئی بار یہاں آچکی ہوں' ملتی ہی نہیں-"

"اب اس کی اڑان بہت اونچی ہوگئی ہے' سمجھی ' بگڑ گئی ہے وہ اس بار نظر آجائے تو بس یوں سمجھ لو پنچائیت بیٹھ جائیں گی اس کے سلسلے میں' میں دلاور ہوں اس محلے کی ساری ذمہ داری میرے کندھوں پر ہے' کہاں برا ہوتا ہے کہاں اچھا ہوتا ہے' یہ سب کام میری اپنی ذمہ داری ہے' ارے میں کہتا ہوں کوئی مجھ سے پوچھے گا تو کیا جواب دوں گا آخر' کون ہے وہ کمینہ

جس کی کار میں وہ یہاں دو مرتبہ دیکھی جا چکی ہے۔ تمہاری دوست ہوگی' برا مت ماننا میری بات کا' بہت اچھی تھی کسی زمانے میں لیکن اب اس کے لچھن اچھے نہیں رہے اور اب' اب تو غائب ہی ہوگئی ہے۔ نجانے کہاں چلی گئی' ہو سکتا ہے کبھی یہاں واپس ہی نہ آئے' سامان لے کے گئی تھی اس دن اپنا۔"

"اچھا' کب کی بات ہے؟"

"ارے ہو گیا کوئی مہینہ بھر۔ ہم سب پر نگاہ رکھتے ہیں' بڑی بہن تھی بے چاری' بیماری سے مرگئی' نہ اس کا ڈھنگ سے علاج ہوا اور نہ ہی کوئی اور کام۔ جب تک اسکول میں کام کرتی تھی' اچھی خاصی تھی' باہر نکلی' نئی دنیا دیکھنے کو نکلی ہوگی اور اب نئی دنیا مل گئی ہوگی کسی نہ کسی دن کسی کوٹھے پر نظر آجائے گی' ایسے معاملوں میں ایسا ہی انجام ہوتا ہے' وہ فلم دیکھی تھی تم نے 'کون سی' نام یاد نہیں آرہا' چلو ٹھیک ہے' مقصد یہی ہے کہ جب برائیوں کے راستے اپنائے جاتے ہیں تو ان کا خاتمہ کوٹھوں پر ہی ہوتا ہے' یا پھر کسی اسپتال میں خون تھوکتے ہوئے۔"

"آپ بالکل سچ کہتے ہیں دلاور بھائی' مگر وہ ایسی تو نہیں تھی.........؟"

"ہم کب کہہ رہے ہیں کہ ایسی تھی۔ مگر بگڑتے ہوئے بھی کیا دیر لگتی ہے۔"

"پورا قصہ کیا ہے' ذرا بتائیے مجھے.........؟"

"ارے بی بی ہم ٹھہرے مصروف آدمی' ہمیں اتنی فرصت کہاں ملتی ہے کہ پورے قصے معلوم کرتے پھریں' بس وہ یہاں اپنی بہن کے ساتھ رہتی تھی اور بہت عرصے سے رہتی تھی' ہم نے بھی یہاں اسے بہت بار دیکھا تھا بہن مرگئی' اس کے بعد اس نے نوکری چھوڑ دی اسکول سے' اور نئی نوکری کی تلاش میں پھر رہی تھی' پتہ نہیں نوکری ملی یا نہیں۔ ایک بار یہاں ایک کار میں آئی تھی' اپنے گھر گئی' واپس پلٹ گئی' دوسری بار پھر اسی کار میں آئی اور تھوڑا بہت سامان لے کر چلی گئی اب بھلا اس سے کون پوچھتا کہ بی بی کیا دھندہ اختیار کرلیا ہے تو نے ہاں البتہ اب اگر وہ یہاں آئی تو اس بلڈنگ میں نہیں رہنے کی' یہ دلاور بھائی کا فیصلہ ہے' سمجھیں تم.........؟"

"ٹھیک ہے' مگر دلاور بھائی وہ کار کس کی تھی' کوئی اتہ پتہ مل سکتا ہے اس کا.........؟"

"پڑھے لکھے ہیں کوئی جاہل نہیں ہیں۔ نمبر نوٹ کرلیا تھا ہم نے اس کا' سفید رنگ کی کار ہے' وہ جو کہتے ہیں نا کون سی والی' نام یاد نہیں آرہا۔ خیر بڑی شاندار کار تھی' ایئر کنڈیشنڈ تھی اس میں سے اتریں صاحب زادی بڑے ٹھاٹ کے ساتھ اور ٹھک ٹھک کرتی اپنے فلیٹ میں چلی گئیں' پھر ایک سوٹ کیس لے کر آئیں۔ کار کی ڈگی میں رکھا اور کار میں بیٹھ کر چلی گئیں۔"

"آپ نے کار کا پیچھا نہیں کیا۔"

"ہمارے جوتے کو غرض پڑی تھی کہ کار کا پیچھا کرتے حالانکہ ہمارے پاس بھی

موجود ہے۔"

"ظاہر ہے دلاور بھائی کسی کو اتنی فرصت کہاں ہے۔ مگر آپ واقعی بے حد ذہین آدمی ہیں آپ نے کار کا نمبر بھی نوٹ کرلیا۔ یہ کسی عام آدمی کا تو کام نہیں ہوتا کون غور کرتا ہے ان باتوں پر۔"

"بنکاک کے شعلے دیکھی ہے۔" دلاور بھائی نے اچانک پوچھا۔

"جی.........؟" میں حیران رہ گئی۔

"نہیں دیکھی تو دیکھ لینا' پھر شکل ملا لینا اپنے دلاور بھائی سے اس فلم کے ہیرو کی۔ وہی اپنا استاد ہے۔ اپن نے اسی سے جاسوسی سیکھی ہے۔ دلاور بھائی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"وہ نمبر یاد ہے آپ کو؟"

"لکھ لیا تھا بی بی۔ اے یہ دیکھو" دلاور بھائی نے جیب سے ایک نوٹ بک نکالی اور اس کے صفحات الٹنے لگے۔ پھر بولے۔ "بیس روپے عظیم اللہ خان کے' ایک سو پندرہ روپے بنے بھائی پرچون والا کے۔ کٹیں گے اس میں سے ساٹھ روپے۔ اے یہ رہا نمبر۔" انہوں نے ایک نمبر میرے سامنے کردیا اور میں اس نمبر کو دیکھنے لگی۔ میں نے اسے ذہن نشین کرلیا تھا۔

"بہت بہت شکریہ دلاور بھائی۔"

"سنو بی بی۔ وہ مل جائے تو اس سے کہہ دینا اب اس محلے میں نہ آئے یہاں بگڑی ہوئی چھوکریوں کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے دلاور کے غصے کو آواز نہ دے سمجھیں؟"

"بالکل سمجھ گئی دلاور بھائی۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا اور کار میں جا بیٹھی۔ پھر کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھادی۔ دلاور بھائی پر ہنسی بھی آرہی تھی لیکن یہ اعتراف بھی کرنا پڑ رہا تھا کہ ہیں کام کے آدمی۔ اگر ان کی اطلاع درست ہے تو بڑا کام بن گیا تھا۔ کار کے نمبر سے کافی مدد مل سکتی تھی۔ یہ کام اسی وقت کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ وہیکل رجسٹریشن آفس ایک شناسا افسر کے علاقے میں تھا اور یہ دکھ بھرا احساس دل میں تھا کہ میں خود یہ کام کسی طرح نہیں کرسکتی کوئی تعاون نہیں دے گا چنانچہ اس علاقے کے تھانے کا رخ کیا تھا۔ احسان اللہ صدیقی تھانے کا ایس ایچ او تھا۔ اس نے میرا پرتپاک خیرمقدم کیا تھا۔ "میرا ایک کام کردیں صدیقی صاحب۔"

"ضرور......... فرمائیے' اس نے کہا۔

"یہ ایک نمبر ہے رجسٹریشن آفس سے یہ معلوم کرادیں کہ یہ کار کس کے نام پر رجسٹرڈ ہے۔" احسان اللہ نے پورا اتفاق کیا۔ ایک ایس آئی کو اس نے نمبر دے کر فوراً روانہ کردیا' اور میرے لئے چائے منگوادی۔ پھر وہ مجھ سے شہریار کے بارے میں باتیں کرنے لگا جو ڈی ایس پی بن گیا تھا۔

"ہم سے جونیئر تھے شہریار بھائی مگر اللہ کے فضل سے بڑی ترقی کرلی انہوں نے۔" میں خاموشی سے چائے پیتی رہی۔ ایس آئی واپس آگیا تھا۔ کار کسی عدنان شیخ کے نام پر رجسٹرڈ تھی۔

عدنان شیخ کے گھر کا پتہ بھی ایس آئی نے نوٹ کرلایا تھا۔

"اس تعاون کے لئے شکر گزار ہوں صدیقی صاحب۔" میں نے کہا۔ کچھ دیر کے بعد میں وہاں سے اٹھ گئی تھی۔ اخبار کے دفتر میں کچھ وقت صرف کرنے کے بعد میں اپنے دفتر پہنچ گئی۔ شہریار دو بجے پہنچا تھا۔

"کھانا منگوایا۔"

"نہیں......... کھاؤ گے؟"

"جانا ہے فوراً۔ کچھ اسنیک منگوالو۔" اس نے کہا اور میں نے گل بدر کو بھیج دیا۔ پھر میں نے اس سے کہا۔ "کسی عدنان شیخ کو جانتے ہو؟"

"عدنان شیخ۔" شہریار کچھ سوچنے لگا پھر چونک پڑا۔ اور چند لمحات کے بعد۔ "بولا جانتا تو نہیں۔ مگر......... اس کا نام کا کارڈ پرویز احمد کے بزنس کے کارڈ فائل میں موجود ہے۔"

میں اس انکشاف پر اچھل پڑی تھی۔ شہریار مجھے گہری نظروں سے دیکھنے لگا پھر بولا

"خیریت.........؟"

"تمہیں یقین ہے کہ عدنان شیخ کا کارڈ اس فائل میں موجود ہے.........؟"

"ہاں پورے اعتماد سے کہہ رہا ہوں۔ میں نے فائل میں لگے سارے کارڈ بغور دیکھے تھے اسی لئے یہ نام مجھے یاد رہ گیا مگر تم نے یہ نام کیسے لیا.........؟"

"کہاں جانا ہے تمہیں.........؟" میں نے سوال کیا۔

"چھوٹے چھوٹے کئی سرکاری کام ہیں۔" وہ بولا۔

"تب بعد میں اس موضوع پر بات کریں گے۔" میں نے کہا اور شہریار متجسس نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا پھر بولا "جانتا ہوں لگی ہوئی ہو چکر میں۔ ویسے ایک سچائی ناقابل تردید ہے یعنی وہ یہ کہ تم نے مجھ پر جتنی محنت کی ہے شاید ہی کسی نے کسی پر کی ہو۔" شہریار کا لہجہ سنجیدہ تھا۔

"میں اپنے حال سے مستقبل تعمیر کر رہی ہوں شہریار' میری باقی زندگی اس محنت سے منسلک ہے۔" میں نے کہا اور شہریار میرے ان الفاظ پر غور کرنے لگا پھر اچھل پڑا۔

"ایں.........؟ ارے کیا کہہ گئیں خاتون۔ کیا واقعی آپ نے وہی کہا ہے جو میں نے سنا ہے۔"

"ہاں شہریار' ہم اپنا گھر تعمیر کرنے کے لئے ایک ایک اینٹ سنوار کر چن رہے ہیں ایک مضبوط اور صاف ستھرا گھر تعمیر کرنے کے لئے۔ اس گھر کی تعمیر میں' میں تمہیں بھی اتنا ہی سنجیدہ اور مستعد دیکھنا چاہتی ہوں۔" شہریار خلاف عادت سنجیدہ ہوگیا دیر تک خاموش رہا اسی دوران گل بدر واپس آگیا اور میں چائے وغیرہ تیار کرنے لگی۔ شہریار نے اس کے بعد کوئی بات نہیں کی پھر اٹھتا ہوا بولا۔

"تو مجھے اجازت.........؟" اور میں نے اسے خدا حافظ کہا۔ وہ چلا گیا اس کی خاموشی مجھے عجیب لگی تھی۔ کچھ دیر میں اس کے بارے میں سوچتی رہی پھر اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ کام کرنا تھا۔ میں نے وہ پتہ ساتھ لیا جو مجھے رجسٹریشن آفس سے معلوم ہوا تھا اور اس کے بعد کار اسٹارٹ کرکے چل پڑی۔ عدنان شیخ کی رہائش گاہ معلوم کرنے میں زیادہ دقت پیش نہیں آئی۔ خاصی بڑی کوٹھی تھی بلند وبالا گیٹ لگا ہوا تھا جس کی ذیلی کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ میں کار سے اتری اور کھڑکی کے قریب پہنچ گئی۔ قرب وجوار میں کوئی نہیں نظر آرہا تھا کافی فاصلے پر دو رنگین لباس دکھائی دے رہے تھے۔ میں لان کی طرف بڑھ گئی اور ان دونوں نے مجھے دیکھ لیا' ایک نوجوان لڑکی تھی اور دوسری کوئی چار سالہ بچی۔ دونوں خاموش کھڑی ہو کر مجھے دیکھنے لگیں......... لیکن چند قدم آگے بڑھنے کے بعد اچانک میرے قدم رک گئے۔ نوجوان لڑکی کو میں نے فوراً پہچان لیا۔ یہ فریدہ کے علاوہ اور کوئی نہیں تھی۔ گرین ڈول کے مالک رضوی صاحب نے مجھے جو تصویر دی تھی وہ سوفیصد اسی لڑکی کی تھی۔ میں آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھنے لگی۔ دفعتاً کسی طرف سے لمبی چوڑی جسامت کا ایک شخص دوڑتا ہوا میرے پاس آگیا۔ یہ چوڑے چہرے کا مالک ایک خونخوار سا آدمی تھا۔ معمولی سا لباس پہنے ہوئے تھا۔ اس کی آنکھوں میں بڑی تیزی تھی۔ فریدہ سے میرا فاصلہ اب صرف چند فٹ رہ گیا تھا لیکن وہ میرے راستے میں حائل ہوگیا۔

"کیا بات ہے.........؟" اس نے کرخت لہجے میں کہا۔ فریدہ بچی کا ہاتھ پکڑے ہمارے قریب آگئی تھی۔ وہ اس کی طرف گھوما اور غرایا......... "اندر جاؤ۔" فریدہ ٹھٹھکی تو وہ پہلے سے زیادہ خوفناک آواز میں بولا .... "اندر جاؤ بہری ہوگئی ہو کیا.........؟" فریدہ سہمے ہوئے انداز میں بچی کو ساتھ لے کر تیزی سے عمارت کی طرف چل پڑی میں بغور ان حالات کا جائزہ لے رہی تھی......... "تمہاری آواز بند کیوں ہوگئی۔ کون ہو تم اور اندر کیوں گھس آئی ہو۔" اس شخص نے کہا۔

"کیا تم جانوروں کے ساتھ بندھتے ہو۔ کبھی انسانوں سے بات نہیں کی تم نے.........؟" میں نے پھنکارتے ہوئے کہا۔ وہ سرد نظروں سے مجھے دیکھتا رہا اور پھر بولا۔

"یہ ایک معزز آدمی کی رہائش گاہ ہے خاتون کوئی سرکاری پارک نہیں ہے کہ آپ اطمینان سے اندر گھس آئیں۔ آج کل خواتین مردوں کے اس قدر شانہ بشانہ چل رہی ہیں کہ انہوں نے مردوں والے سارے کام شروع کر دیئے ہیں۔ راکٹ میں سیاروں تک جانے سے لے کر چوری اور ڈاکہ زنی تک۔ آپ کا شعبہ کیا ہے.........؟" اس کا لہجہ طنزیہ تھا۔ اپنی جاہلانہ شکل وصورت اور طرز گفتگو کے باوجود مجھے پڑھا لکھا محسوس ہوا۔

"عدنان شیخ سے ملنا ہے۔ اپنے اخبار کے لئے ان سے انٹرویو کرنا تھا۔ اگر تم چوکیدار ہو تو کیا گیٹ پر موجود تھے.........؟"

"اوہو' گیٹ پر نہ ہونے کی معافی چاہتا ہوں' لیکن کونسا اخبار ہے آپ کا.........؟"

"عدنان شیخ موجود ہیں.........؟"

"میں نے آپ سے آپ کے اخبار کے بارے میں پوچھا تھا۔"

"تم جیسے بدتمیز آدمی کو میں اس کا جواب دینا پسند نہیں کرتی۔ اگر عدنان صاحب موجود ہیں تو انہیں میرے بارے میں اطلاع دو۔"

وہ موجود نہیں ہیں اور ان کی غیر موجودگی میں' میں اس عمارت کا نگراں ہوتا ہوں۔ قانون پسند آدمی ہوں اور غیر قانونی حرکتوں سے گریز کرتا ہوں لیکن صرف اس حد تک کہ خود کو احمق نہ سمجھنا پڑے۔ آپ اس عمارت میں غیر قانونی اور غیر اخلاقی طریقے سے داخل ہوئی ہیں اور اپنے بارے میں صحیح جواب دینے کے بجائے میری توہین کر رہی ہیں۔ اس کے نتیجے میں اگر مجھ سے کوئی بدتمیزی ہو جائے تو اسے غیر قانونی نہ قرار دیجئے گا۔"

"ٹھیک ہے آؤ تم مجھ سے بدتمیزی کرو۔" میں نے پیروں سے جوتے اتار کر ایک طرف سرکا دیئے اور اپنا پرس ان پر رکھ دیا پھر اس سے چند قدم ہٹ کر کھڑی ہو گئی بس کچھ جنون ابھر آیا تھا۔ لیکن وہ کسی قدر نروس ہو گیا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا پھر گردن جھٹک کر بولا۔

"آپ شیخ صاحب سے ملنے آئی تھیں' وہ موجود نہیں ہیں آپ کو اطلاع مل گئی اب اور کیا چاہتی ہیں آپ.........؟"

"یہ کہ تم مجھ سے بدتمیزی کرو۔" میں نے غرا کر کہا۔

"معافی چاہتا ہوں۔ آپ جائیے۔" اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر ماتھے سے لگاتے ہوئے کہا اور مجھے ہنسی آگئی۔ چند لمحات اسے حقارت سے گھورنے کے بعد میں نے جوتے پہنے' پرس اٹھایا اور بولی۔

"خواتین نے راکٹ اور ڈکیتی کے علاوہ اور بھی بہت سے شعبے اپنائے ہیں۔ اس لئے تمیز کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا کرو سمجھے۔ یہ دیکھو میرا کارڈ۔ اگر اسے پڑھ سکتے ہو تو۔" میں نے اپنا پرس کارڈ نکال کر اس کے سامنے کر دیا اور وہ جھک کر اسے دیکھنے لگا پھر مسکرا کر بولا۔

"اب خلوص دل سے معافی مانگ رہا ہوں۔ آپ بھی ذرا خلوص دل سے حالات پر نگاہ ڈال لیجئے۔ میرا قصور کافی حد تک کم ہو جائے گا ویسے آپ سے ملاقات کے یہ چند لمحے میری زندگی کا ایک سنسنی خیز تجربہ ہیں۔"

"عدنان شیخ کہاں ہیں اور ان سے کب ملاقات ہو سکتی ہے.........؟"

"زمیندار آدمی ہیں۔ زمینوں پر گئے ہیں۔ دو تین دن میں واپس آجائیں گے۔" اس نے کہا اور میں واپس پلٹ پڑی۔ وہ اپنی جگہ کھڑا مجھے دیکھتا رہا تھا۔ کار کے قریب پہنچ کر میں نے دروازہ کھولا ہی تھا کہ کوئی چیز کھٹاک سے دروازے سے ٹکرائی اور میں اچھل پڑی۔ وہ ننھا سا پتھر میں نے دیکھ لیا تھا جس سے کاغذ کا ایک پرزہ لپٹا ہوا تھا۔ پلک جھپکتے میں نے وہ پتھر اٹھا لیا اور اچھا ہی کیا کیونکہ دوسرے لمحے وہ گیٹ کے پاس نظر آیا تھا۔ وہ میری کار کو بغور دیکھ رہا تھا۔ میں

نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی اور پہلے ہی گیئر میں اسے کافی تیزی سے دور تک لے گئی پھر گیئر بدل دیا۔ بہت دور نکل آنے کے بعد میں نے پتھر کا وہ ٹکڑا نکالا اور کار ایک جانب کر کے روک لی پھر اس پر مضبوطی سے لپٹا کاغذ کھولا اور اس پر ایک تحریر دیکھ کر گہری سانس لی۔ لکھا تھا۔

"میرا نام فریدہ ہے۔ میں اس عمارت میں قیدی ہوں۔ خدا کے لئے میری مدد کرو۔"

میں دم بخود رہ گئی۔ صورت حال کا اندازہ ہو رہا تھا۔ اس شخص نے جس قسم کا سلوک فریدہ سے کیا تھا اس سے اس تحریر کی تصدیق ہوتی تھی۔ عمارت کا میں نے اچھی طرح جائزہ نہیں لیا تھا۔ یقیناً پتھر کا یہ ٹکڑا اوپری منزل سے پھینکا گیا ہو گا۔ اس خطرناک آدمی نے فوراً اسے اندر بھیج دیا تھا۔ اندر داخل ہو کر فریدہ کو موقع مل گیا اور اس نے جلدی سے یہ تحریر گھسیٹ دی اور اوپر میرے باہر آنے کا انتظار کرنے لگی۔ اب ذرا الجھن پیدا ہو گئی تھی۔ کیا کرنا چاہئے۔ فوری کاروائی ضروری تھی۔ فریدہ اگر پرویز احمد کی قاتل نہیں تھی تو اس سلسلے میں کوئی اہم کردار ضرور تھی اگر اسے غائب کر دیا گیا تو ایک اہم گواہ ہاتھ سے نکل جائے گا......... مگر کیا کیا جا سکتا ہے' شہریار کا بھی پتہ نہیں تھا اس سے مشورہ کیا جا سکتا۔ یوں تو اس سلسلے میں حامد فخری یا ابراہیم شاہ صاحب کا سہارا بھی لیا جا سکتا تھا لیکن اس طرح بات بگڑ جاتی ویسے ہی بہت سے لوگ شہریار کی پشت پر مجھے سمجھتے تھے۔ بہرحال پولیس ہیڈ آفس کی طرف چل پڑی۔ بعض اوقات ایسے لمحات بھی آتے ہیں جب پے در پے مصروفیات آپڑتی ہیں اور ایک کے بعد دوسرا کام نکلتا چلا آتا ہے۔ آج کا دن بھی ایسا ہی طوفانی دن تھا۔ اس بات کی تو میں دل سے قائل تھی کہ ایسے معاملات میں ہمیشہ میری غیبی مدد ہوتی ہے اور غیر متوقع طور پر وہ ہو جاتا ہے جو میرے تصور میں بھی نہیں ہوتا۔ پولیس ہیڈ آفس کی عمارت میں گاڑی روک کر نیچے اتری۔ دفتروں کی قطار میں ایک دفتر کے سامنے سے شہریار گزر رہا تھا۔ میں خوشی سے اچھل پڑی اور پھر تیز رفتاری سے آگے بڑھ کر شہریار کے پاس پہنچ گئی جو ایک اور انسپکٹر سے گفتگو کرنے رک گیا تھا۔ وہ مجھے دیکھ کر چونکا دوسرا انسپکٹر بھی میری طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

"خیریت لیئی۔ ان سے ملو یہ انسپکٹر رضا شیخ ہیں۔ اور یہ مس لیئی ہیں رضا۔" اس نے تعارف کرایا۔

"اخاہ......... یہ ہیں مس لیئی۔ بڑا تہلکہ مچا رکھا ہے آپ نے لیئی صاحبہ۔ بڑی خوشی ہوئی۔ آئیے پولیس کی چائے پیجئے مجھے بڑی خوشی ہوگی۔"

"ادھار رہی رضا صاحب کسی وقت ضرور پیوں گی پولیس کی چائے۔ چند منٹ کے لئے شہریار درکار ہیں۔"

"ہماری طرف سے ہمیشہ کے لئے لے جائیے۔ آپ بھی کیا یاد کریں گی کہ کوئی فراخ دل انسپکٹر ملا تھا۔" رضا شیخ کافی حاضر جواب معلوم ہوتا تھا۔ شہریار آگے بڑھ آیا۔ پھر بولا۔

"خیریت لیئی......؟"

"تمہاری مصروفیات کیا ہیں......؟"

"اب کچھ نہیں ہیں جو کام تھا اسے ملتوی کر دیا گیا ہے۔ یہاں آکر معلوم ہوسکا مجھے خود تمہاری پاس سے چلے آنے کا افسوس ہو رہا تھا۔"

"مجھے تم سے کچھ مشورہ کرنا ہے۔"

"میری تلاش میں یہاں آئی تھیں؟"

"یہی سمجھو۔"

"چلیں یہاں سے۔ آوء گرین فاؤنٹین میں بیٹھیں گے۔ بہت عرصہ ہوگیا وہاں گئے ہوئے۔"

"نہیں۔ ابھی یہیں رکنا ہے۔" میں نے کہا۔

"آؤ۔" شہریار اور دفتروں کی قطار میں سے ایک دفتر کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگیا۔ کمرہ خالی تھا البتہ فرنیچر وغیرہ نظر آرہا تھا۔ "یہ کمرہ ڈی ایس پی شہریار کے لئے مخصوص کیا گیا ہے۔ بہت جلد اس کے دروازے پر خادم لیئی کے نام کی تختی لگادی جائے گی۔"

"اوہ۔ واقعی' بہت خوبصورت ہے۔"

"مزید ہوگا کیونکہ اس کا افتتاح اسی وقت ہوگیا ہے۔ بیٹھو تمہارے چہرے پر کوئی خاص بات دیکھ رہا ہوں۔"

"خاص بات ہے۔"

"تو جلدی سے بتادو......؟" شہریار نے کہا اور میں نے اسے شروع سے اب تک کی ساری تفصیل بتادی۔ فریدہ کی دریافت' دلاور بھائی کا انکشاف اور اس طرح سے عدنان شیخ کے نام کا سامنے آنا بعد میں عدنان شیخ کی کوٹھی میں فریدہ کا نظر آنا اور آخر میں کاغذ کی وہ گولی جس میں لپٹا ہوا پرزہ میں نے شہریار کے سامنے کردیا۔ شہریار سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"ہمیشہ ہی کمال کرتی ہو' اس بارے میں کیا کہوں اب کیا کرنا ہے؟"

"فریدہ کا فوری حصول ضروری ہے۔ اسے غائب نہیں ہونا چاہئے۔"

"ہوں۔" شہریار بھاری لہجے میں بولا۔ پھر اس نے کہا "اس پرزے کو ابھی سامنے نہیں لاتے اسے گرفتار کرنا ہوگا' یہیں رکھنا پڑے گا میرے خیال میں مشکل کام نہیں ہے ابھی کئے لیتے ہیں ہو بچی کون تھی؟"

"پتہ نہیں چل سکا۔"

"اس محافظ کے سلسلے میں کیا کیا جائے۔"

"اس وقت صرف فریدہ ضروری ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"چلو ٹھیک ہے دھاکہ کرتے ہیں نتائج بعد میں دیکھے جائیں گے۔"

"بہت مشکل نہیں ہوگی۔ یہ پرزہ بھی کارآمد ہوسکتا ہے اور پھر فریدہ کے انکشافات معمولی نہیں ہوں گے۔"

"عدنان شیخ ہوشیار ہو کر نکل نہ بھاگے۔"

"جو ہوگا دیکھا جائے گا۔"

"اوکے چیف۔ اگر ایسی بات ہے تو پھر شہریار کو کیا پرواہ ہوسکتی ہے۔ چائے منگواؤں؟"

"ہاں منگواؤ......!"

"بیٹھو ابھی آتا ہوں۔" شہریار باہر نکل گیا میں اس دفتر کے در و دیوار دیکھ رہی تھی شہریار یہاں ڈی ایس پی کی حیثیت سے بیٹھے گا' مجھے ایک سرور آمیز خوشی کا احساس ہو رہا تھا۔ ایک کانسٹیبل بڑے اہتمام سے چائے لایا تھا اس نے کہا۔

"صاحب کو کچھ دیر لگ جائے گی۔ انہوں نے کہا ہے کہ آپ چائے پئیں!"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور چائے بنانے لگی۔ شہریار کوئی بیس منٹ کے بعد آیا تھا۔

"چائے پی چیف؟"

"ہاں۔ تمہارے لئے بناؤں......؟ میں نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے رہنے دو' باہر میں نے سب کچھ تیار کرلیا ہے پہلے چل کر یہ کام کرلیں۔"

میں اٹھ کھڑی ہوئی شہریار نے دس کانسٹیبل اور ایک ایس آئی کو ساتھ لیا تھا۔ وہ خود میرے ساتھ کار میں آبیٹھا تھا اور میں ہی پولیس کی رہنمائی کر رہی تھی۔ مطلوبہ جگہ پہنچ کر بڑی برق رفتاری سے کاروائی کی گئی پولیس کے مسلح جوان کوٹھی کے چاروں طرف پھیل گئے اور پھر چار جوانوں اور ایس آئی کے ساتھ شہریار اور میں کوٹھی کے گیٹ کی ذیلی کھڑکی سے اندر داخل ہوگئے۔ شہریار نے یہاں بھی کافی مستعدی کا مظاہرہ کیا تھا۔ وہ قوی ہیکل شخص ہمیں نظر آگیا جس سے میری یہاں ملاقات ہوئی تھی۔ پولیس کو دیکھ کر ہی اس کی حالت خراب ہوگئی تھی بعد میں اس نے مجھے دیکھا تھا۔ شہریار نے اس پر پستول تان لیا۔

"عدنان شیخ کہاں ہے......؟" اس نے کڑک کر پوچھا۔

"وہ زمینوں پر گئے ہیں۔"

"تمہارا کیا نام ہے......؟"

"مختار خان۔"

"اور کون ہے کوٹھی میں۔"

"تین نوکر ہیں' میں ہوں بے بی ہے اور اس کی گورنس۔"

"تم یہاں کیا کرتے ہو......؟"

"نوکری کرتا ہوں جی۔"

"گورنس کہاں ہے......؟"

"اندر بے بی کے کمرے میں ہے۔"

"بے بی کون ہے.........؟"

"مالک کی بیٹی۔"

"اور بیگم صاحبہ.........؟"

"وہ مرچکی ہیں۔"

"ہوں آؤ گورنس کا کمرہ بتاؤ۔" شہریار نے کہا۔ اور ہم اندر چل پڑے ایک کمرے میں فریدہ اور بچی مل گئے تھے۔ فریدہ مجھے دیکھ کر حیران رہ گئی۔ شہریار نے مجھے دیکھا اور میں نے گردن ہلا دی۔ وہ بولا۔ "مس فریدہ آپ کو ہمارے ساتھ چلنا ہوگا.........!" فریدہ کے منہ سے الفاظ نہ نکل سکے تھے۔ بچی سہم گئی تھی میں نے اس سے کہا۔

"تم فکر نہ کرنا بیٹی، تمہاری گورنس کچھ دیر کے بعد واپس آجائیں گی۔ آیئے مس فریدہ۔" شہریار نے کہا۔ اور پھر وہ مختار خان کو دیکھ کر بولا۔ "اور تم جانور سے آدمی بنو ورنہ تمہیں انسٹیٹیوٹ میں داخل کرنا پڑے گا جہاں گدھے آدمی بنتے ہیں۔"

"صاحب مالک سے کیا کہوں.........؟"

"یہی کہ گورنس کو پولیس گرفتار کرکے لے گئی ہے۔"

شہریار نے کہا اور ہم فریدہ کو لے کر باہر نکل آئے۔ پولیس کے جوان سمٹ گئے تھے۔ فریدہ کو میں نے اپنے ساتھ کار میں بٹھایا اور ہم اسے لے کر چل پڑے راستے میں فریدہ نے کہا۔

"خدا کی قسم......... نہ جانے کیوں آج دل کو بڑی ڈھارس ہوگئی تھی۔ دل کہہ رہا تھا کہ یہ میری رہائی کا دن ہے۔ میں آپ کا کس دل سے شکریہ ادا کروں خاتون۔" میں نے یا شہریار نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ فریدہ خود ہماری نگاہوں میں سخت مشکوک تھی۔ پولیس ہیڈ آفس میں فریدہ کو ایک خاص کمرے میں لے جایا گیا تھا۔

"مس فریدہ کاغذ کا یہ پرزہ آپ نے لکھا تھا.........؟" شہریار نے پرزہ اس کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں۔"

"کیا عدنان شیخ نے آپ کو حبس بے جا میں رکھا تھا.........؟"

"جی ہاں۔ مختار خان جلاد صفت انسان ہے اگر میں اس کی مرضی کے خلاف کوئی جنبش کرتی تو شاید وہ مجھے مارنے سے بھی نہ چوکتا۔"

"آپ ہمیں تفصیلی شکایت لکھ کردے سکتی ہیں۔"

"کیوں نہیں جناب۔ اس گرفتاری کے بعد آپ کو میری زندگی کی حفاظت بھی کرنی ہوگی مجھے کسی بھی لمحے قتل کیا جاسکتا ہے۔ میری زندگی سخت خطرے میں ہے۔"

"اس کی وجہ.........؟"

"میں ایک قتل کی عینی گواہ ہوں۔" اس نے کہا۔ پھر بولی۔ "آپ فوراً مجھ سے پوری کہانی سن لیجئے کسی بھی وقت کچھ ہوسکتا ہے۔" شہریار اپنی جگہ سے اٹھ گیا اور پھر باہر نکل گیا۔ فریدہ مجھے شکر گزار نظروں سے دیکھتی ہوئی بولی۔ "اگر زندہ رہی تو آپ کا یہ احسان ضرور چکاؤں گی آپ نے جس طرح میری مدد کی ہے اسے میں کبھی نہیں بھول سکتی۔ آپ کا تعلق پولیس سے ہے۔"

"تقریباً.........!" میں نے جواب دیا۔

"پھر بھی آپ نے میری بڑی مدد کی ہے۔" وہ بولی اسی وقت شہریار واپس آگیا تھا۔ وہ ایک ٹیپ ریکارڈر اور ایک سادہ لباس والے کو ساتھ لایا تھا جس کے پاس قلم اور کاغذ تھا۔ اس نے کہا۔

"میں نے آپ کے تحفظ کا مکمل بندوبست کرویا ہے۔ آپ یوں سمجھ لیں آپ کی زندگی کی حفاظت اب ہماری ذمے داری ہے چنانچہ آپ بالکل مطمئن ہوجایئے اور بے دھڑک ہو کر گفتگو کیجئے۔"

"میرا نام فریدہ حسن ہے۔ سابقہ مشرقی پاکستان میں رہتے تھے بنگلہ دیش بننے کے بعد ہمیں کافی عرصہ وہاں رکنا پڑا کیونکہ ہمارے والدین ہنگاموں میں ہلاک ہوچکے تھے میری بڑی بہن اپنے شوہر کے ساتھ یہاں آنے کی تیاریاں کر رہی تھیں ہم انتظامات کرچکے تھے کہ میرے بہنوئی بھی بیمار ہو کر چل بسے ہم دونوں بہنیں بے یارومددگار رہ گئے تھے پھر ہم یہاں آگئے میری بہن پے درپے صدموں سے بیمار ہوگئیں اور ہم نہایت بے کسی کی زندگی گزارنے لگے۔ ہمارے پاس کچھ نہیں تھا قرض پر گزر بسر ہونے لگی میں نوکری تلاش کرنے لگی اور مجھے ایک اسکول میں نوکری مل گئی۔ باقر رضوی صاحب بہت نیک انسان تھے انہوں نے میری بڑی مدد کی لیکن میری بہن جانبر نہ ہوسکی اس کے انتقال کے بعد مجھ پر مزید مصیبتیں ٹوٹ پڑیں۔ اسکول کی تنخواہ بہت کم تھی میں نے ملازمت چھوڑ کر دوسری نوکری کی تلاش شروع کردی کیونکہ ملازمت کرتے ہوئے یہ ممکن نہیں تھا وقت نہیں ملتا تھا۔ میں کامیاب نہیں ہوسکی پھر باقر رضوی صاحب نے ہی مجھے ایک نوکری بتائی جو ایسٹرن کارپٹ انڈسٹریز میں تھی۔ میں ایسٹرن کارپٹ کے مالک پرویز احمد درانی کے پاس گئی اور وہ مجھ سے میرے کوائف معلوم کرنے لگے۔ ابھی ہم باتیں ہی کررہے تھے کہ ایک شخص دیوانوں کی طرح اندر داخل ہوگیا اس کے ہاتھ میں پستول تھا۔ اس نے ایک نگاہ مجھے دیکھا پھر خونخوار لہجے میں بولا۔

"پانی سر سے اونچا ہوگیا ہے پرویز اور اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ تمہیں اس دنیا سے ہی رخصت کردیا جائے۔" پرویز صاحب کھڑے ہو کر میز کے پیچھے سے نکل آئے۔ انہوں نے کچھ کہنا چاہا مگر اس شخص نے فائر کردیا۔ میں وحشت زدہ ہو کر وہاں سے بھاگی اور اپنے فلیٹ پر آکر دم لیا میری حالت اتنی خراب ہوگئی کہ دو دن بخار میں پھنکتی رہی۔ میں

نے اپنی آنکھوں سے قتل ہوتے دیکھا تھا۔ دو دن کے بعد بخار خود ہی اتر گیا۔ مگر نقاہت مزید دو تین دن تک رہی۔ میں بری طرح دہشت زدہ تھی۔ پھر ایک دو دن کے بعد کی بات ہے کہ ایک شخص میرے پاس آیا اور اس نے مجھ سے کہا کہ پولیس میرے بارے میں کھوج کررہی ہے۔ اس فرم کے ملازموں نے مجھے دیکھ لیا ہے جہاں میں ملازمت کے لئے گئی تھی اور اب کچھ ہی وقت جارہا ہے کہ مجھے گرفتار کرلیا جائے گا۔ اس نے کہا کہ بیرسٹر عدنان شیخ اس کی مدد کرنا چاہتے ہیں کیونکہ وہ اصل حالت سے واقف ہیں اس لئے میں فوراً ان سے مل لوں۔ میں بدحواس ہوگئی۔ اس شخص نے بتایا کہ وہ بیرسٹر صاحب کا ڈرائیور ہے بیرسٹر صاحب نے بمشکل میرا پتہ لگا کر اسے یہاں بھیجا کہ مجھے ساتھ لے آئے۔ میں اس کے ساتھ چل پڑی اور وہ مجھے عدنان شیخ کی کوٹھی میں لے گیا یہاں کے ایک کمرے میں مجھے مختار خان ملا اس نے بتایا کہ وہ بیرسٹر شیخ کا پی۔اے ہے۔ پھر اس نے مجھے ایک سادہ کاغذ اور قلم دے کر ایک تحریر لکھنے کے لئے کہا جو اس کے کہنے کے مطابق مجھے محفوظ رکھنے کے لئے تھی۔ لیکن میں اس وقت دہشت زدہ رہ گئی جب اس نے مجھ سے یہ الفاظ لکھنے کے لئے کہا۔

"میں پرویز احمد درانی کے قتل کا اعتراف کرتی ہوں۔ میں اس کے پاس ملازمت کے لئے گئی تھی مگر اس نے مجھ پر دست درازی کرنا چاہی جس کی وجہ سے مجبور ہو کر میں نے اسی کے پستول سے اسے گولی ماردی۔"

"مگر یہ تو........" میں نے کہا۔

"جو کہا جارہا ہے صرف وہ کرو ورنہ۔ مختار خان نے چاقو کی نوک میری گردن پر رکھ دی۔ آپ اسے دیکھ چکی ہیں وہ وحشی آدمی ہے مجھے یہ لکھنا پڑا جو وہ چاہتا تھا۔ پھر اس نے مجھ سے میری تحریر پر دستخط کرائے اور وہ کاغذ لے کر باہر نکل گیا۔ کچھ دیر کے بعد دروازے پر پھر آہٹ سنائی دی اس بار ایک اور شخص اندر آیا تھا اور اسے دیکھ کر میرا دم ہی نکل گیا۔ یہ وہی آدمی تھا جس نے میرے سامنے پرویز احمد درانی کو قتل کیا تھا۔ اب میں اتنی بے وقوف بھی نہیں تھی صورت حال میری سمجھ میں آگئی۔ میں قاتلوں کے جال میں پھنس گئی تھی۔

"میرا نام عدنام شیخ ہے۔" اس نے کہا۔

"آپ بیرسٹر ہیں........؟"

"خاموشی........ زبان بند........! مجھے پہچانتی ہو........؟" اس نے کہا۔

"ہاں........" میں نے جواب دیا۔

"تمہارے سچ سے مجھے خوشی ہوئی' بات یہ ہے بے بی کہ بعض اوقات انسان جو کچھ دیکھتا ہے اس میں بھی اسے دھوکہ ہو جاتا ہے' تمہارے خیال میں میں پرویز احمد درانی کا قاتل ہوں' لیکن یہ حقیقت نہیں ہے' میں نے اسے قتل نہیں کیا۔ میں نہیں جانتا کہ اسے کس نے قتل کیا' لیکن تم پولیس کو یہی بیان دیتیں کہ تم نے اپنی آنکھوں کے سامنے مجھے قتل کرتے ہوئے دیکھا

ہے' میں اس کی وجہ سے بہت پریشان تھا' بڑی مشکل سے میں نے تمہارا پتہ معلوم کیا ہے اور اس کے بعد مجھے تمہارے ساتھ یہ سب کچھ کرنا پڑا ہے' میں نہیں چاہتا تھا کہ تم میرے بارے میں کسی کو کچھ بتاؤ۔"

"لیکن جناب میں بھلا پولیس کے پاس کیوں جاتی' مجھے کیا غرض تھی۔ میں تو نوکری کی تلاش میں گئی تھی اور........ اور........ وہاں جو کچھ ہوا اس نے میرے حواس خراب کردیئے تھے' میرا دماغ تو خراب نہیں ہے کہ میں جان بوجھ کر پولیس کے پاس پہنچتی اور مصیبت میں پھنس جاتی نہیں جناب میرے لئے ایسا کرنا بہت مشکل تھا۔"

"پھر بھی میرے لئے یہ بڑی خوفناک بات تھی کہ تم نے میری صورت دیکھ لی تھی بحالت مجبوری میں نے یہ قدم اٹھایا ہے اور اب........ اب اگر تم پولیس کے پاس پہنچ بھی جاتی ہو تو تمہارا یہ اعتراف نامہ میرے پاس موجود ہے۔ مجھے یہ ثابت کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوگی کہ تم نے اسے قتل کیا' یوں سمجھ لو کہ اب تم میرے رحم و کرم پر ہو........ تمہیں ملازمت کی ضرورت ہے نا' میرے پاس ایک اچھی ملازمت ہے' بہتر ہے کہ تم یہ ملازمت قبول کرلو اور اپنا وقت یہیں پر گزار دو........ اس عمارت میں تمہاری شخصیت کا مکمل احترام کیا جائے گا اور تمہیں ہر سہولت دی جائے گی میری بچی ہے اس کی ماں موجود نہیں ہے' مرچکی ہے' تم اس کی دیکھ بھال کرو' اس کی تربیت اور پرورش کرو' تمہیں اس کے لئے معقول ترین معاوضہ دیا جائے گا' تین چار سال ہمارے ساتھ گزار لو' اس کے بعد جب یہ معاملہ رفع دفع ہو جائے تو اس کے بعد تم اپنی مرضی کی مالک ہوگی' جہاں جانا چاہوگی جاسکوگی اس دوران تمہیں تین ہزار روپے ماہوار ادا کئے جائیں گے اور یہ رقم تمہاری صرف بینک ہی میں رہے گی کیونکہ یہاں تمہارے تمام اخراجات پورے ہوں گے اور تمہیں ہر سہولت دی جائے گی' میرا خیال ہے اس سے اچھی پیشکش تمہیں کہیں سے بھی نہیں ہوسکتی آرام وہ پرسکون زندگی' بس صرف اتنا کرنا پڑے گا تمہیں کہ باہر کی دنیا سے تمہارا رابطہ اس وقت تک ٹوٹا رہے گا جب تک میں اسے ضروری سمجھوں گا۔ یہیں تک محدود رہو اور پوری محنت اور دیانت کے ساتھ یہ وقت گزار دو۔ دوسری صورت میں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تمہیں کسی تہہ خانے میں قید کردیا جائے' اور وہاں تم بے سکونی کی زندگی گزارو........!"

مجھے یہ اندازہ ہوچکا تھا کہ میں گردن گردن تک دلدل میں غرق ہوچکی ہوں' اور اب میرے پاس فرار کا کوئی راستہ نہیں چنانچہ میں نے اس کی یہ پیشکش قبول کرلی اور اس نے میرا شکریہ ادا کیا اس کی بچی بہت پیاری اور معصوم ہے' ماں مرچکی ہے اس بچی کی' عدنان شیخ زمیندار ہے اور زمینوں کی آمدنی بہت کافی ہے اس کے لئے میں اس کے ڈرائیور کے ساتھ جا کر اپنے فلیٹ سے اپنا مختصر سا سامان لے آئی مجھے اندازہ ہوچکا تھا کہ میری تقدیر پر سیاہی پھر چکی ہے اور اب میرے پاس کوئی راہ فرار نہیں ہے' چنانچہ میں عدنان شیخ کی کوٹھی میں پہنچ کر وقت

گزارنے لگی' عدنان شیخ کا رویہ میرے ساتھ برا نہیں تھا' اس نے جو کچھ کیا تھا وہ اس کا ذاتی مسئلہ تھا' لیکن اس کے بعد اس نے مجھے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں دی' ہاں میرے اوپر سخت پابندی تھی اور میں آزاد ہونے کے باوجود وہاں قید تھی۔ مختار خان میرے ساتھ بہت بدسلوکی کرتا تھا' کڑی نگاہ رکھتا تھا وہ مجھ پر اور ذرا بھی جنبش نہیں کرنے دیتا تھا' میں عمارت میں رہتی تھی وہاں سے لان میں بھی آ جایا کرتی تھی' لیکن مختار خان کسی خونخوار چیتے کی مانند میرے گرد چکراتا رہتا تھا' اس زندگی سے مجھے اتنی اذیت ہو رہی تھی کہ ناقابل بیان ہے' میرا دل پھڑپھڑاتا رہتا تھا۔ میں ٹیلی فون بھی استعمال نہیں کر سکتی تھی' اس کے سلسلے میں بھی مجھ پر گہری نگاہ رکھی جاتی تھی اور ایک بار میں نے اتفاق سے ٹیلی فون کو ہاتھ لگایا ہی تھا کہ مختار خان نے میرے سر کے بال پکڑ لئے تھے اور کہا تھا کہ عدنان شیخ کی طرف سے جو رعائتیں دی گئی ہیں۔ وہ ان کی جانب سے ہیں' لیکن وہ اپنی ذمہ داری پوری کرنے کے لئے میرے ساتھ کسی قسم کی کوئی رعایت نہیں کرے گا' اتنا خونخوار آدمی ہے وہ کہ مجھے اس کی شکل ہی سے خوف آتا ہے' یوں زندگی گزر رہی تھی جناب کہ یہ خاتون مجھے نظر آئیں اور میں نے فوری طور پر یہ فیصلہ کر لیا کہ باہر کی دنیا تک اپنا پیغام پہنچا دوں۔ آہ میں بیان نہیں کر سکتی کہ مجھے یہ باہر کی دنیا کیسی لگ رہی ہے' میں نہیں جانتی کہ مستقبل میرے لئے کیا فیصلہ کرے گا' میری لکھی ہوئی تحریر عدنان شیخ کے پاس موجود ہے' ہوسکتا ہے اس کی بنیاد پر مجھے اس قتل کا محرک قرار دیا جائے۔ لیکن ایسی بے مقصد زندگی سے مرجانا بہت بہتر ہوگا۔ میں مرنا چاہتی ہوں' یا آزادی چاہتی ہوں۔ اب میں اس عمارت میں واپس نہیں جاؤں گی جناب' آپ یہ بات ذہن نشین کرلیں' اگر مجھے وہاں بھیجنے کی کوشش کی گئی تو پھر میں پرویز احمد درانی کے قتل کا اعتراف کرلوں گی آپ کے سامنے اور موت کی سزا قبول کرلوں گی۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

میں اور شہریار سنسنی خیز نگاہوں سے اسے دیکھ رہے تھے بڑی عجیب کہانی تھی۔ بڑا عجیب قصہ تھا' وہ جو کچھ کہہ رہی تھی اس میں سچائیاں نظر آ رہی تھیں۔ یوں بھی فریدہ کے بارے میں اب تک جو معلومات حاصل ہوئی تھیں ان کے تحت وہ ایک بے ضرر لڑکی ثابت ہوئی تھی۔

میں نے کہا۔ "آپ کافی دن تک اس عمارت میں رہی ہیں مس فریدہ۔"

"جی!"

"کوئی اور ایسی بات جس سے یہ اندازہ ہوسکے کہ عدنان شیخ نے پرویز احمد درانی کو کیوں قتل کیا۔"

"خدا کی قسم......... میں سخت ذہنی عذاب کا شکار رہتی تھی مجھے ہر لمحہ اپنے خوفناک مستقبل کا خیال آتا رہتا تھا۔ اخبارات دیکھتی رہتی تھی کہ اس میں کوئی خبر تو نہیں ہے۔ مجھے ایسی کوئی بات نہیں معلوم۔"

"عدنان شیخ نے بھی کبھی دوبارہ اس موضوع پر بات نہیں کی.........؟"

"کبھی نہیں......... وہ عجیب سا آدمی ہے اس نے مختار خان کو مجھ پر سختی کرتے ہوئے دیکھ کر کبھی اسے کچھ نہ کہا لیکن اس کا رویہ میرے ساتھ کبھی برا نہ رہا۔

"ہوں' آپ اس منظر کو یاد کریں مس فریدہ اور ہمیں ایک بار پھر تفصیل بتائیں۔" میں نے کہا اور فریدہ نے وہی الفاظ دوبارہ دہرائے جو وہ پہلے بتا چکی تھی۔ میں نے پوچھا۔

"آپ دہشت کے عالم میں نکل بھاگی تھیں کیا عدنان شیخ بھی آپ کے پیچھے ہی دوڑا تھا.........؟"

"مجھے اندازہ نہیں۔"

"باہر نکل کر آپ نے کیا کیا.........؟" میں نے پوچھا۔

"میرا جدھر منہ اٹھا ادھر ہی نکل گئی' سڑک پر آنے کے بجائے میں اس گلی میں داخل ہوگئی جہاں موٹر میکینکوں کی دکانیں ہیں اس گلی کے دوسرے کونے سے مجھے رکشا مل گیا تھا اور میں اپنے فلیٹ آ گئی تھی۔"

"ٹھیک ہے مس فریدہ آپ نے ان کے بارے میں کیا سوچا ہے مسٹر شہریار.........؟" میں نے شہریار سے پوچھا۔

"اگر مس فریدہ پسند کریں تو انہیں یہاں رکھا جاسکتا ہے زنانہ لاک اپ میں انہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی اور ان کے آرام کا پورا خیال رکھا جائے گا۔"

"میں کال کوٹھری میں بھی رہ سکتی ہوں جناب۔ بس مجھے یہاں سے باہر نہ جانے دیں۔"

"ٹھیک ہے آپ مطمئن رہیں۔" فریدہ کو زنانہ لاک اپ میں پہنچا کر شہریار نے کچھ دیر قانونی کاروائیاں کیں پھر مجھے دیکھ کر مسکراتا ہوا بولا۔

"آج تمہیں بہت دیر ہوگئی۔"

"کوئی خاص بات نہیں۔ یہاں رکو گے یا.........؟"

"نہیں باہر چلتے ہیں۔" ہم لوگ گرین فاؤنٹین میں آ بیٹھے۔ چائے پیتے ہوئے شہریار نے کہا

"کیا عدنان شیخ قاتل ہے.........؟"

"کیا کہا جاسکتا ہے۔"

"تمہیں فریدہ کے بیان پر یقین ہے.........؟"

"کافی حد تک.........!"

"حالات بھی اس بیان کی تصدیق کرتے ہیں۔ کیا خیال ہے صرف فریدہ کے بیان پر عدنان شیخ کو گرفتار کر لیا جائے۔"

"کیا تو جاسکتا ہے صورت حال مکمل طور پر عدنان کے خلاف جاتی ہے۔ مثلاً فریدہ کو حبس بے جا میں رکھنا۔ اس بنیاد پر کہ اس نے اسے قتل کرتے ہوئے دیکھ لیا تھا' عدنان شیخ اگر وہ کاغذ پیش کرتا ہے' جس میں فریدہ نے اس قتل کا اعتراف کیا تھا' تو میرے خیال میں یہ بھی اس کے

خلاف ہی جاتا ہے' کیونکہ بھلا فریدہ کو کیا پڑی کہ عدنان شیخ کو اپنے اعتراف کے بارے میں لکھ کردے' ظاہر ہے یہ بات ثابت کی جاسکتی ہے کہ اس کے لئے عدنان شیخ نے مجرمانہ طور پر اسے آمادہ کیا اس کے علاوہ عدنان شیخ کی وہ بیٹی جس کے ساتھ فریدہ اتنے عرصے سے تھی اس بات کی تصدیق کردے گی کہ فریدہ وہاں تھی- تاہم شہریار میری خواہش ہے کہ ابھی عدنان شیخ پر ہاتھ نہ ڈالا جائے' بلکہ اس قتل کا پس منظر معلوم کیا جائے' تاکہ مضبوط بنیادوں پر ہم اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈالیں-"

شہریار نے مجھ سے اتفاق کیا تھا- پھر اس نے کہا- "تو پھر اس سلسلے میں مجھے مشورہ دو کہ عدنان شیخ اور احمد درانی کے درمیانی رابطے کا پتہ کیسے چلایا جائے.........؟"

"کچھ موقع دو' پہلے یہ دیکھو کہ عدنان شیخ کی جانب سے اس سلسلے میں کیا کاروائی ہوتی ہے' وہ ظاہر ہے اصولی طور پر ہم سے ضروری رجوع کرے گا اور اس کے بعد جو بھی صورت حال ہوگی اس کے مطابق عمل کیا جائے گا-" شہریار پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا تھا اس کے بعد ہم گرین فاؤنٹین سے اٹھ گئے اور میں شہریار کو اس کی مطلوبہ جگہ چھوڑ کر اپنے گھر واپس چل پڑی- میرا ذہن خود بھی سوچوں میں گم تھا- رات کو اپنی خواب گاہ میں اپنے مخصوص انداز میں سوچتے ہوئے میں ان حالات پر نگاہ دوڑا رہی تھی پرویز احمد اور عدنان شیخ کے درمیان کیا جھگڑا چل رہا ہے' کم از کم اس کی وجوہات معلوم ہونا بے حد ضروری ہے' اطراف میں بکھرے ہوئے کردار اس مسئلے کی عقدہ کشائی کرسکتے ہیں- مگر اطراف میں بکھرے ہوئے کردار کون ہیں- پرویز احمد درانی کا بھائی اشتیاق احمد درانی' جو پرویز سے شدید اختلاف رکھتا ہے' بے شک وہ ایک بڑا آدمی ہے اور اس سلسلے میں پرویز کی دولت کو نظرانداز کیا جاسکتا ہے لیکن اور بھی تو عوامل ہوسکتے ہیں جو بالآخر قتل تک جاسکتے یہ بھی ذرا دیکھنا تھا' ہرچند کہ وہ پڑھا لکھا آدمی تھا لیکن اسے صرف اس لئے تو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا تھا کہ وہ ایک دولتمند اور صاحب اختیار شخص ہے' ادھر عدنان شیخ کے بیک گراؤنڈ پر بھی نگاہ دوڑانی پڑے گی- میں بہت دیر تک ان خیالات میں ڈوبی رہی اس کے بعد نیند آنے لگی تو اپنے بستر پر جالیٹی-

○---------☆---------○

پھر دوسری صبح دفتر جانے کو جی نہیں چاہا تھا ایک تجسس ذہن میں یہ بھی تھا کہ شہریار ڈی ایس پی کی حیثیت سے اپنے آفس میں کب پہنچتا ہے' چنانچہ سیدھی پولیس ہیڈ آفس کی جانب چل پڑی تھی اور شہریار کو تلاش کرنے لگی تھی- شہریار موجود نہیں تھا البتہ ایس ایس پی ابراہیم شاہ صاحب نظر آئے' اور مجھے دیکھتے ہی میری جانب متوجہ ہوگئے-

"اخاہ......... محترمہ لبنیٰ تشریف لائی ہیں' بھئی آپ کو براہ راست مبارکباد دینا تھی' آپ کے دوست کی ترقی پر- درحقیقت یہ بھی ایک بہت بڑا اعزاز ہے آپ نے شدید محنت کرکے بالآخر اس شاعر کو بھی ڈی ایس پی بنوا ہی دیا-"

"نہیں شاہ صاحب' میں تو صرف ایک پریس رپورٹر ہوں- یہ دوسری بات ہے کہ میرے اور شہریار کے درمیان ہمیشہ تعاون رہا ہے- لیکن ایک حیران کن بات کہی آپ نے......... آپ کو کیسے معلوم کہ وہ شاعر بھی ہے.........؟"

شاہ صاحب ہنسنے لگے' پھر بولے- "آؤ میرے ساتھ ایک پیالی چائے پیو' بیٹھ کر باتیں کریں گے-" میں شاہ صاحب کے ساتھ ان کے دفتر کی جانب چل پڑی تھی-

شاہ صاحب کے دفتر میں بیٹھ کر میں نے ان کے ساتھ چائے پی- شاہ صاحب نے بتایا کہ شہریار کے بارے میں انہیں مختلف ذرائع سے معلومات حاصل ہوئی ہیں' خصوصاً یوں کہ شہریار کو جو کیس بھی ملا' اسے اس میں ناکامی کا سامنا نہیں کرنا پڑا جبکہ یہ شاندار ریکارڈ کسی اور کا نہیں ہے' صرف شاہ صاحب ہی نہیں بلکہ محکمہ پولیس کے اور بھی اعلیٰ افسران شہریار کی اس اعلیٰ کارکردگی کے معترف ہیں اور اس تجسس کا شکار ہیں کہ اس کا پس منظر کیا ہے- ہم یہ گفتگو کر رہے تھے کہ شاہ صاحب کے اردلی نے دو کارڈ شاہ صاحب کے سامنے رکھتے ہوئے کہا-

"سر یہ صاحب اس حوالے سے آپ سے ملنا چاہتے ہیں"- شاہ صاحب نے دونوں کارڈ اٹھا کر دیکھے اور بولے-

"عدنان شیخ......... بلاؤ" میں شاہ صاحب کے الفاظ سن کر سنبھل گئی تھی- آنے والا گٹھے ہوئے جسم کا ایک خوش شکل انسان تھا- عمدہ سوٹ زیب تن کئے ہوئے تھا- تو یہ ہے عدنان شیخ میں نے سوچا- اس نے کہا-

"سر میں ایک مشکل میں گرفتار ہوں- کفیل واحدی صاحب میرے کرمفرما ہیں اور کوئی دس سال سے میرے اور ان کے تعلقات ہیں- وہ میرے مکمل کوائف سے واقف ہیں' میں کافی دنوں سے ایک ذہنی عذاب میں گرفتار ہوں اور اب بحالت مجبوری کفیل واحدی صاحب کے ذریعے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں-"

"جی فرمائیے.........؟" شاہ صاحب نے کہا-

"سر کچھ پرائیویٹ گفتگو ہے.........؟" عدنان شیخ نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا-

"آپ بے تکلفی سے سب کچھ کہہ سکتے ہیں-"

"جی........." عدنان شیخ نے خشک ہونٹ زبان سے تر کرتے ہوئے کہا- اور پھر گلا صاف کرکے بولا- "ایک نہایت الجھا ہوا معاملہ ہے سر' اسپیشل ڈیپارٹمنٹ کے ایک افسر نے میری بچی کی گورنس کو گرفتار کرلیا ہے' اس کی وجہ سے مجھے مشکل کا سامنا ہے- میری بیوی مرچکی ہے اور بچی بہت مشکل سے کسی سے مانوس ہوئی ہے' گورنس بہت نیک فطرت ہے' اور اس نے مختصر عرصے میں' میری بچی کو ذہنی طور پر بہت متاثر کرلیا ہے' میری زمینیں ہیں اور مجھے وہاں بے حد مصروف رہنا پڑتا ہے' ان حالات میں گورنس میرے گھر کے لئے نہایت اہم حیثیت رکھتی ہے- لیکن سر' پولیس اسے بغیر کسی خاص وجہ کہ پکڑ لائی ہے اور میرے لئے جس قدر

پریشانیاں ہوں گی ہیں ' میں جانتا ہوں۔"

"اوہو ' مگر آپ کی گورنس کو پولیس نے کس چکر میں اٹھایا ہے ' مسٹرعدنان شیخ۔" ایس پی شاہ صاحب ہمدردی سے بولے اور عدنان شیخ نے ایک بار پھر میری طرف دیکھا' لیکن اسے یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ ایس ایس پی شاہ صاحب مجھ سے کوئی بات چھپا نہیں رہے۔ تو اس نے کہا

"آپ کے پاس وقت ہوگا جناب' میں اسی سلسلے میں آپ کو مکمل تفصیلات بتانا چاہتا ہوں۔"

"آپ بے فکر ہو کر جو کہنا چاہیں کہیں۔ آپ سے پہلے بھی عرض کرچکا ہوں کہ یہ خاتون جو یہاں بیٹھی ہیں' میری انتہائی معتمد ہیں ان کی موجودگی کو آپ بالکل محسوس نہ کریں۔"

"جی' بے حد شکریہ......... دراصل کچھ عرصہ قبل ایک شخص قتل کردیا گیا تھا' اس کا نام پرویزاحمد درانی تھا۔" ابراہیم شاہ صاحب نے چونک کر مجھے دیکھا اور پھر عدنان شیخ کو دیکھتے ہوئے بولے۔

"جی ہاں یہ قتل ہوا تھا' غالباً" ایسٹرن کارپٹ انڈسٹری میں.........؟"

"جی......... پرویز احمد درانی اسی کے مالک تھے۔ میرے بھی ان سے خاصے پرانے تعلقات تھے اور ہمارے درمیان بہت عرصے پہلے کافی دوستی بھی تھی۔ پرویز احمد درانی درحقیقت تھوڑی سی انوکھی فطرت کے مالک تھے۔ دولت انہیں ورثے میں ملی تھی اور وہ اس دولت کو بہت ہی ناجائز طریقے سے استعمال کر رہے تھے' میں نے اپنی زمینوں کے کچھ ٹکڑے فروخت کئے تو پرویزاحمد درانی نے مجھ سے کہا کہ میں اپنا یہ سرمایہ ان کے کاروبار میں لگادوں۔ اور بہتر منافع حاصل کروں۔ میں خود بھی کچھ کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ پرویز پر بھروسہ کرکے میں نے یہ رقم اس کے حوالے کردی اور اس انتظار میں مصروف رہا کہ ہوسکتا ہے پرویزاحمد درانی اپنے وعدے کی پابندی کرے۔ کیونکہ سارے کام قانونی طور پر طے پائے تھے اور ان کی کوئی غیر قانونی شکل نہیں تھی' لیکن سر مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ پرویزاحمد درانی مجھ سے کوئی فریب کر رہا ہے' اس نے نہایت ذہانت سے وہ پیسے ہضم کرلئے اور اس سلسلے میں جو کاغذات تیار کرائے تھے انہیں بھی اس نے غائب کردیا۔ میرے اس سے مذاکرات چلتے رہے۔ میں نے اس سے کہا کہ وہ اگر مجھے منافع دینا نہیں چاہتا تو نہ سہی لیکن میری اصل رقم تو مجھے واپس کردے۔ وہ اس سے گریز کرتا رہا وعدے کرتا رہا' میں نے اسے ہر طرح کی آسانیاں فراہم کیں کہ وہ چاہے تو یہ رقم قسطوں میں بھی ادا کرسکتا ہے۔ لیکن اس نے میری اس بات پر بھی عمل نہیں کیا بلکہ ایک طرح سے مجھے بے وقوف بناتا رہا۔ پھر مجھ پر جھلاہٹ سوار ہوگئی۔ جس دن وہ قتل ہوا اس دن میں غصے کے عالم میں اس کے دفتر پہنچا تھا اور میری اس سے تلخ کلامی ہوئی جس پر میں نے پستول تان لیا۔ ایک لڑکی اس وقت اس کے پاس موجود تھی۔ اچانک گولی چلی اور پرویز ہلاک ہوگیا لیکن یہ گولی میں نے نہیں چلائی تھی کوئی اور ہی تھا جس نے یہ فائر کیا تھا میں بدحواسی سے وہاں سے نکل آیا' مجھ پر دہشت سوار ہوگئی تھی میں اس خوف کا شکار ہوگیا تھا کہ کہیں اس کے قتل کا الزام مجھ پر

عائد نہ ہو جائے۔ وہ لڑکی اس قتل کی گواہ ہوسکتی تھی۔ میری عقل ساتھ چھوڑ چکی تھی۔ اس خوف نے مجھے دیوانہ کر دیا تھا اور میں مزید مجرمانہ کاروائی کرتا رہا اس لڑکی کو میں نے تلاش کرکے اسے اپنے پاس بلوایا اور اسے اپنی بیٹی کی گورنس کی نوکری دیدی۔ ساتھ ہی میں نے اسے یقین دلایا کہ میں نے وہ قتل نہیں کیا۔ البتہ میں نے اسے اپنی کوٹھی سے باہر جانے کی ممانعت کردی تھی اور اس سلسلے میں اس کے ساتھ کچھ سختیاں بھی کی تھیں۔ پولیس میرے گھر جاکر اس لڑکی کو گرفتار کرلائی ہے اور میں جانتا ہوں وہ کیا بیان دے گی۔ اس کا بیان میری گردن پھنسا سکتا ہے۔ میں اپنا تحفظ چاہتا ہوں۔ کیونکہ یہ قتل میں نے نہیں کیا ہے۔"

شاہ صاحب کا چہرہ سنجیدہ ہوگیا تھا۔ پھر انہوں نے کہا۔

"آپ اپنی گورنس کی واپسی چاہتے ہیں.........؟"

"جی ہاں!"

"تاکہ اسے اپنے گھر لے جاکر قید کردیں۔"

"نہیں سر......... وہ پولیس کے پاس پہنچ چکی ہے اپنا بیان دے چکی ہوگی میری خواہش ہے کہ اسے میری بیٹی کے پاس بھیج دیا جائے۔ پولیس تحقیقات کرلے۔ میں اس سے پورا تعاون کروں گا۔"

"آپ کے خیال میں پولیس مجرموں کے تعاون سے مجرموں کا سراغ لگاتی ہے۔"

"سر میں مجرم نہیں ہوں۔"

"آپ کچھ پڑھے لکھے ہیں عدنان صاحب؟"

"جی سر' ایم - اے فرسٹ ڈویژن۔"

"مگر آپ کی باتیں نہایت جاہلانہ ہیں۔ یقیناً" واحدی صاحب کو پوری تفصیل معلوم نہ ہوگی ورنہ وہ ایک مجرم کی سفارش کبھی نہ کرتے۔ آپ کا پہلا جرم یہ ہے کہ آپ پستول لے کر کسی کے دفتر میں داخل ہوئے۔ کیا ارادہ تھا آپ کا.........؟"

"سر میں اسے صرف دھمکانا چاہتا تھا۔"

"آپ کا دوسرا جرم یہ ہے کہ آپ نے اس قتل کی اطلاع فوراً" پولیس کو نہ دی۔"

"میں خوفزدہ تھا سر.........!"

"اور تیسرا جرم یہ ہے کہ آپ ایک نوجوان لڑکی کو حبس بے جا میں رکھے ہوئے تھے۔ قتل آپ نے کیا یا نہیں لیکن یہ تین جرم آپ کے لئے کافی ہیں مسٹرعدنان شیخ۔ اور آپ اپنے ان جرائم کے لئے مجھے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔"

"مجھ سے غلطیاں ہوئی ہیں سر مجھے اعتراف ہے لیکن یہ سب .... یہ سب۔" عدنان شیخ گھبرائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"آپ خود کو زیر حراست تصور کریں عدنان شیخ صاحب۔ میں فون پر واحدی صاحب سے

بات کئے لیتا ہوں۔" شاہ صاحب نے کہا اور عدنان شیخ کا چہرہ پیلا پڑ گیا۔
اسی وقت شہریار اندر داخل ہوا۔

شہریار نے شاہ صاحب کو سیلوٹ کیا تھا شاہ صاحب عدنان شیخ کے انکشاف سے کافی برافروختہ تھے۔ انہوں نے شہریار سے کہا "یہ عدنان شیخ ہیں تم نے ان کی کوٹھی سے ان کی بیٹی کی گورنس کو گرفتار کیا ہے........"

"گرفتار نہیں سر میں نے اس کی درخواست پر اسے حبس بے جا سے نکالا ہے اور جو بیان اس نے دیا ہے اس کی روشنی میں انہیں گرفتار کرنا چاہتا تھا۔" شہریار نے بے خوفی سے کہا۔

"انہیں گرفتار کرکے لاک اپ میں پہنچا دو یہ جو بیان میرے سامنے دے چکے ہیں وہ لیڈی تمہیں بتادیں گی یہ تم سے ملنے آئی تھیں۔ تم خود بھی ان کا باقاعدہ بیان لے سکتے ہو۔" شاہ صاحب بولے۔

"سر یہ میرے ساتھ زیادتی ہے میں یہاں آپ کی مدد حاصل کرنے آیا تھا گرفتار ہونے نہیں آپ براہ کرام واحدی صاحب سے ہی فون پر میری بات کرادیں۔" عدنان شیخ نے کہا۔

"واحدی صاحب کو فون کرکے تمام واقعات کی اطلاع میں خود دیدوں گا۔"

"تب پھر مجھے میرے وکیل احمد اللہ خان کو فون کرنے کی اجازت دیں یہ ایک سچ ہے جناب کہ پرویز احمد درانی کو میں نے قتل نہیں کیا' پولیس کی تحقیقات بالآخر اسے ثابت کردے گی۔"

"مسٹر عدنان شیخ تین جرائم کا اعتراف آپ نے خود میرے سامنے کیا ہے اس کے باوجود اگر آپ پرویز احمد کے قاتل نہ نکلے تو پولیس زبردستی آپ کو قاتل ثابت کرنے کی کوشش نہیں کرے گی یہ میرا وعدہ ہے" شاہ صاحب نے کہا اور عدنان شیخ کی آنکھوں میں آنسو آگئے وہ رندھی ہوئی آواز میں بولا........

"میری بچی بہت چھوٹی ہے جناب اور گھر میں نوکروں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے وہ تنہائی میں دہشت سے مرجائے گی۔"

"اس کا کچھ انتظام ضرور کیا جائے گا' مسٹر شہریار آپ انہیں لاک اپ کردیں اور ضروری کاروائی کرنے کے بعد مجھے رپورٹ دیں۔"

"میری بچی کے لئے جو انتظام کیا جائے اس کی اطلاع مجھے دیجئے یہ آپ کا اخلاقی اور قانونی فرض ہے........ ورنہ........ ورنہ"

"آیئے شیخ صاحب' مس لیڈی آپ کو میری مدد کرنا ہوگی" شہریار نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا اور میں اٹھ گئی۔ سب سے پہلے عدنان شیخ کو عارضی حوالات میں بند کیا گیا اس کے بعد شہریار میرے ساتھ اپنے دفتر میں آگیا۔ "اس طرف کیسے نکل آئیں؟" اس نے پوچھا۔

"بس تمہارے پاس آئی تھی کوئی خاص بات نہیں تھی۔" میں نے شہریار کو مختصراً تفصیل بتائی۔ عدنان شیخ جس طرح آیا تھا اور اس نے جو کچھ کہا تھا اس کی تفصیل بتائی۔ شہریار پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا تھا پھر اس نے کہا۔

"اب تمہارا کیا خیال ہے لیڈی........"

"کوئی فیصلہ نہیں کرسکی ہوں........ معاملہ واقعی الجھا ہوا ہے خاص طور پر میں فریدہ کے بارے میں سوچ رہی ہوں لڑکی معصوم لگتی ہے اس کا بیان اور انداز بھی غلط نہیں معلوم ہوتا لیکن........"

"ایک اور بات تمہیں بتانا چاہتا ہوں۔"

"کیا........؟"

"میں نے خصوصی طور پر پوسٹ مارٹم رپورٹ کا مطالعہ کیا ہے اس میں ایک اہم نکتہ ہے وہ یہ کہ گولی پشت پر چلائی گئی ہے اور کمر کی ہڈی توڑتی ہوئی دل تک پہنچی ہے نیز یہ کہ وہ کوئی بارہ گز کے فاصلے سے چلائی گئی ہے۔ پوسٹ مارٹم رپورٹ واضح ہے۔"

"او مائی گاڈ........" میں نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ دیں۔ ایک عجیب سی سنسنی بدن میں پیدا ہوگئی تھی۔ میں نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے سوچتی رہی' شہریار نے کہا۔

"میرا خیال ہے میں عدنان شیخ کا بیان رجسٹر کرالوں شاہ صاحب انتظار کررہے ہوں گے ان سے ڈسکس بھی کرنا ہے۔"

"میرے لئے کیا حکم ہے؟"

"آؤنا........ کہاں جانا ہے" شہریار نے کہا رجسٹرار کے ساتھ ہم عدنان شیخ کے پاس پہنچ گئے وہ بری طرح نڈھال تھا اور شاید روتا رہا تھا۔

"ایک انسان کی حیثیت سے آپ لوگ ایک معصوم بچی کے لئے تو کچھ کیجئے مجھ پر قتل ثابت ہو جائے تو بے شک مجھے سزائے موت دلوادیں لیکن میری زندگی میں تو اس بے گناہ کو بے موت نہ ماریں آخر وہ تنہا کیسے رہے گی' کسی بھی ملازم سے اتنی ہلی ہوئی نہیں ہے کہ اس کے پاس بہل جائے' آپ اسے ایک نگاہ دیکھ لیجئے اگر وہ بھی آپ کو قاتل نظر آئے تو اسے بھی میرے ساتھ موت کی کرسی پر بٹھا دیجئے گا۔اگر بے گناہ ہو تو کم ازکم اس کی معصومیت کا تو خیال کرلیں........"

"آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں عدنان صاحب' ہمیں آپ کو کوئی نقصان پہنچا کر خوشی تو نہیں ہوگی اس سلسلے میں شاہ صاحب نے پہلے ہی آپ کو اطمینان دلایا ہے کہ کچھ نہ کچھ کردیا جائے گا اور آپ کو یقیناً" اس کی اطلاع دی جائے گی اس کا وعدہ میں آپ سے کررہا ہوں' آپ براہ کرام اپنا تفصیلی بیان رجسٹر کرادیں دیکھئے جو حالات جو واقعات ہیں ان کے بارے میں کوئی جھوٹ نہ بولئے گا ورنہ آپ ہی کے حق میں نقصان ہوگا۔" عدنان شیخ آنکھیں خشک کرنے لگا پھر

بولا.........

"شاہ صاحب کو میں نے جو کچھ بتایا ہے اس میں ذرا برابر جھوٹ نہیں ہے وہی بیان آپ کو دوبارہ دے سکتا ہوں........"

"ہاں اسی کی بات کر رہا ہوں........"

پھر عدنان شیخ نے تفصیلی بیان لکھوایا یہی بیان وہ شاہ صاحب کو دے چکا تھا اس نئے بیان میں اس نے کوئی ترمیم نہیں کی تھی' البتہ میں نے اس سے بیان کے آخر میں پوچھا.........

"وہ پستول جو آپ نے پرویز احمد درانی پر تان آنا تھا وہ کہاں ہے........؟"

"میرے سونے کے کمرے میں مسہری کے نیچے یعنی گدے کے نیچے" عدنان شیخ نے جواب دیا.........

"اور وہ کاغذ جو آپ نے فریدہ سے لکھوایا تھا........" میں نے سوال کیا اور عدنان شیخ کھوئی کھوئی آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگا' پھر بولا.........

"ہاں وہ کاغذ بھی محفوظ ہے' میرے بیڈروم میں سیاہ رنگ کی ایک الماری ہے' اس میں ایک چور خانہ ہے جس میں وہ کاغذ رکھا ہوا ہے آپ کو اس خانے کے کھولنے کی ترکیب بتائے دیتا ہوں آپ لوگوں نے درحقیقت مجھے جال میں جکڑ لیا ہے مجھے خود بھی محسوس ہو رہا ہے کہ میرے پاس کوئی راہ فرار نہیں ہے۔"

"اس کے باوجود عدنان شیخ صاحب اگر آپ بے گناہ ہیں تو میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں کہ آپ کی بے گناہی ثابت کر کے رہوں گی' آپ حوصلہ رکھئے........"

یہاں سے ہم دونوں ایس ایس پی شاہ صاحب کے پاس پہنچے تھے اور پھر شہریار نے شاہ صاحب کو تفصیلی رپورٹ پیش کی' جس میں اس لڑکی کی گرفتاری کے بارے میں تفصیل بھی شامل تھی' شاہ صاحب پرخیال نگاہوں سے شہریار کو دیکھ رہے تھے پھر انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا.........

"یہ دونوں جاسوس اس بارے میں کیا کہتے ہیں عدنان شیخ قاتل ہے؟ خاص طور سے مس لبنیٰ میں آپ سے سوال کر رہا ہوں۔""

"آخری جواب ابھی نہیں دیا جاسکتا شاہ صاحب ہمیں تھوڑا سا کام کر لینے دیجئے۔" میں نے کہا.........

"ضرور ضرور........ اب یہ بتاؤ اس بچی کے لئے کیا کیا جائے........؟"

"آپ ہمیں فوری طور پر عدنان شیخ کی کوٹھی کی تلاشی کا اجازت نامہ فراہم کریں اور اس کے ساتھ ساتھ ہی اس کے ملازم مختار خان کی گرفتاری کا حکم بھی عطا کردیں' مختار خان کو گرفتار کر کے ہم لاک اپ میں بند کئے دیتے ہیں۔ اس کے بعد جو ملازم وہاں رہ جاتے ہیں وہ بے ضرر ہیں ہیں میری رائے ہے کہ فریدہ کو گورنس کی حیثیت سے وہاں قیام کرنے پر مجبور کیا

جائے اور وہاں اسے پولیس کا پورا پورا تحفظ فراہم کیا جائے۔ تاکہ اسے بھی اطمینان ہو اس کام کے لئے میرا خیال ہے میں اسے تیار کرلوں گی۔" میں نے کہا اور شاہ صاحب خوشی سے مسکرا دیئے۔

"بہترین مشورہ ہے' میں یہ اجازت نامہ فوراً تمہیں دے دیتا ہوں' کیا خیال ہے شہریار کارآمد رہے گانا........؟"

"بالکل سر' بہترین رہے گا' لیکن مس لبنیٰ اگر فریدہ کو تیار نہ کرسکیں تو........؟ وہ وہاں سے بہت خوفزدہ ہے........"

"فریدہ کو عدنان شیخ اور مختار خان کی گرفتاری کی اطلاع دے دی جائے گی' بلکہ ضرورت ہوئی تو اسے ان دونوں کو لاک اپ میں دکھا بھی دیا جائے گا' اس کے بعد وہ کافی حد تک مطمئن ہو جائے گی تاہم اس کی نگرانی بھی ضروری ہوگی۔"

یہ بات طے پاگئی اور اس کے بعد اس سلسلے میں ضروری امور طے ہونے لگے' میں نے لاک اپ میں فریدہ سے ملاقات کی' وہ بہت مطمئن نظر آرہی تھی مجھے اور شہریار کو دیکھ کر اس نے شکرگزاری کے انداز میں گردن ہلائی اور پھر میں نے اس سے تمام تفصیلات بیان کردیں' یہ سن کو وہ نہایت خوش ہوئی تھی کہ عدنان شیخ گرفتار ہوگیا ہے پھر میں نے اسے اپنے مقصد سے آگاہ کیا تو وہ بھونچکی ہو کر مجھے دیکھنے لگی۔

"لل لیکن وہاں........ وہاں........ کیا اب میرا وہاں رہنا خطرناک نہیں ہوگا........؟"

"پولیس تمہاری بھرپور حفاظت کرے گی' وہ بچی کیا نام ہے اس کا........؟"

"نیلم!"

"وہ بچی اپنے باپ کی غیر موجودگی میں کسی حادثے کا شکار بھی ہوسکتی ہے اس' وقت یہ تمہاری انسانی ذمہ داری ہے کہ تم اس کی نگہداشت کرو ہم تمہیں پورے تحفظ کا یقین دلاتے ہیں........"

فریدہ ہمارے کہنے سے تیار ہوگئی تھی اور اس کے بعد یہ اطلاع عدنان شیخ کو بھی دے دی گئی اس اطلاع کو سن کو وہ مضمحل سے انداز میں مسکرا دیا تھا پھر اس نے کہا.........

"اگر آپ سچ کہہ رہے ہیں تو یقینی طور پر یہ ایک معقول بندوبست ہے' یقینی طور پر میری بچی فریدہ کی نگرانی میں بہتر رہے گی' میں آپ لوگوں کا بے حد شکرگزار ہوں' فریدہ کو میرے سامنے لایا جاسکتا ہے؟"

"اگر آپ کہیں تو........ ویسے وہ باہر موجود ہے........" ہم نے فریدہ کو اندر بلایا اور وہ عدنان شیخ کو دیکھ کر سہم گئی۔ عدنان شیخ مضمحل لہجے میں بولا.........

"فریدہ تم نے مجھے قتل کرتے ہوئے دیکھا ہے اور تمہارا بیان مجھے پھانسی کے پھندے تک پہنچا سکتا ہے' مجھے سزا ملنی ہی چاہئے کیونکہ میں نے تمہیں اپنے مقصد کے لئے قید میں رکھا

تھا لیکن میرے لئے کتنی ہی بددعا چاہو کرلو نیلم تم سے مل گئی ہے اگر مجھے سزائے موت بھی ہو جائے تو میں ایک ایسا وصیت نامہ تیار کردوں گا جس کی رو سے فریدہ تمہیں وہ اختیارات مل جائیں گے جن کے ذریعے تم نیلم کی پرورش کرسکتی ہو میں تمہیں اس کا اتنا معقول معاوضہ دوں گا کہ تمہیں اپنی زندگی میں کوئی مشکل نہیں رہے گی بولو مجھ پر احسان کرسکتی ہو.........؟"

فریدہ نے کوئی جواب نہیں دیا' وہ بدستور سہمی ہوئی نگاہوں سے عدنان شیخ کو دیکھتی رہی' میں نے عدنان شیخ سے کہا.........

"یہ سب بعد کی باتیں ہیں اور آپ بھی بددل نہ ہوں' قانون آپ کے ساتھ مکمل انصاف کرے گا بشرطیکہ پرویز احمد درانی کے قاتل نہ ثابت ہوئے۔"

"سنو تم جو کوئی بھی ہو میری اس بات کو اچھی طرح سن لو میں نے اسے قتل نہیں کیا' خدا کی قسم میں نے اسے قتل نہیں کیا' میں بے شک اپنا پستول لے کر بڑے جنون کے عالم میں وہاں پہنچا تھا لیکن اگر بات بہت زیادہ بگڑ جاتی تب بھی شاید میں اس پر گولی نہ چلا سکتا بس ایک دھمکی دینا تھی اسے لیکن تقدیر مجھ پر ہنس رہی تھی۔ بہرحال یہ بعد کی باتیں ہیں' میں تقدیر کے فیصلے کا منتظر ہوں........."

ہم لوگ فریدہ کو وہاں سے لے آئے' تقریباً تمام ہی انتظام ہوچکے تھے' شاہ صاحب کی طرف سے مختار خان کو حراست میں لینے کا اجازت نامہ مل گیا تھا۔

پولیس کی تھوڑی سی نفری کے ساتھ ہم فریدہ کو لے کر چل پڑے' فریدہ کو راستے میں بہت اطمینان دلایا گیا تھا اس کے باوجود وہ خوف زدہ تھی' بہرحال اس سے زیادہ اور کچھ کیا بھی نہیں جاسکتا تھا۔ البتہ میں نے فریدہ سے یہ ضرور کہا کہ دیکھو فریدہ تم اس سلسلے میں بالکل ہی بری الذمہ نہیں ہو' پولیس تم پر بھی شک کرسکتی ہے حالات کو جب تک ہمارے سامنے نہیں لایا جائے ہم کوئی فیصلہ کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکتے میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ پولیس تمہارے ساتھ یہ رعایت برت رہی ہے کہ تمہیں حراست میں نہیں رکھا جارہا لیکن اگر تم نے عدنان شیخ کی کوٹھی سے فرار ہونے کی کوشش کی تو پھر صورت حال بالکل تبدیل ہو جائے گی اور تمہاری طرف بھی اس قتل کا شبہ کیا جاسکتا ہے تم یہ سمجھ لو کہ یہ سب کچھ جو ہو رہا ہے اس میں پولیس کا تمہارے ساتھ تعاون بھی شامل ہے تم اس کام کو ایک ذمہ داری سمجھ کر پورا کروگی۔"

"جی......... میں سمجھ رہی ہوں' آپ اطمینان کرلیں اور پھر ویسے بھی وہاں پولیس کا پہرہ ہوگا میں کہاں جاسکتی ہوں" فریدہ نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"حالات بُرے نہیں ہیں دیکھیں گے آگے کیا ہوتا ہے" ہم فریدہ کو لے کر عدنان شیخ کی کوٹھی میں پہنچ گئے یہ خدشہ بھی لاحق تھا کہ کہیں مختار خان وہاں سے غائب نہ ہوچکا ہو ظاہر ہے عدنان شیخ کو اطلاع دینے والا وہی ہوگا لیکن شکر تھا کہ دروازے سے دوسری طرف نگاہ ڈالتے ہی مختار خان نظر آگیا۔ فریدہ کو دیکھ کر وہ ششدر رہ گیا تھا۔ پھر وہ ہمارے قریب پہنچ گیا اور شہریار

نے اپنے ساتھ آنے والے سپاہیوں کو اشارہ کیا......... انہوں نے فوراً ہی مختار خان کے ہاتھوں میں ہتھکڑی ڈال دی تھی.........

"میں میں کیوں مم میرا کیا قصور ہے؟" مختار خان گھبرائے ہوئے انداز میں بولا.........

"تمہارا قصور یہ کم ہے مختار خان کے عدنان شیخ کے کہنے سے تم فریدہ کو قید میں رکھے رہے ہو........."

"میں ملازم تھا صاحب' جو حکم ملا کرتا رہا' کیا عدنان شیخ صاحب نے میری شکایت کی ہے میرا مطلب ہے........."

"تمام باتیں تمہیں پولیس اسٹیشن چل کر معلوم ہو جائیں گی......... چلو........."

"یہ زیادتی ہے مگر آپ لوگ زیادتی کرسکتے ہیں آپ کو اس کا لائسنس ملا ہوا ہے چلئے........." مختار خان نے کہا اور شہریار کے اشارے پر پولیس کے کانسٹیبل اسے باہر لے گئے اور اسے پولیس کی گاڑی میں بٹھا دیا گیا۔ یہاں ہمیں کچھ کام کرنا تھا چنانچہ کانسٹیبلوں کو ہدایت کر دی گئی تھی کہ وہ مختار خان کی طرف سے ہوشیار رہیں۔ اس کے بعد ہم کوٹھی میں داخل ہوگئے تھے فریدہ ہماری مددگار تھی عدنان شیخ کا کہنا درست نکلا پستول اس کی خواب گاہ میں بیڈ کے گدے کے نیچے سے مل گیا تھا اس کے وہ کاغذ بھی جس کے بارے میں اس نے تفصیلات بتائی تھیں فریدہ کو وہ کاغذ دکھاتے ہوئے میں نے کہا.........

"تمہاری اس تحریر کو اب پولیس کی تحویل میں رکھا جائے گا فریدہ......... لیکن اس بات سے خوفزدہ نہ ہونا ہمیں یہ بات معلوم ہے کہ یہ تحریر تم سے زبردستی لکھوائی گئی ہے۔" فریدہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گئی تھی......... خوبصورت سی معصوم سی لڑکی فریدہ کے پاس پہنچ کر اس سے لپٹ گئی تھی اور اس سے سوالات کر رہی تھی کہ آنٹی آپ کہاں گئی تھیں۔ فریدہ نے اسے تسلیاں دیں' اور اس کے بعد میں نے فریدہ کو بتایا کہ سادہ لباس میں چار پولیس والے اس پاس موجود ہوں گے اور ہر خطرے سے نمٹنے کے لئے تیار......... جب کہ اب اسے کوئی خطرہ نہیں ہے کیونکہ مختار خان کو اس کے سامنے گرفتار کرلیا گیا ہے اور عدنان شیخ کو ویسے ہی لاک اپ میں دیکھ چکی ہے۔ ان دونوں باتوں سے فریدہ کافی حد تک مطمئن ہوئی تھیں اور اس نے کہا تھا.........

"آپ اطمینان رکھیں' میں اپنا فرض سمجھ کر اسے انجام دوں گی' پولیس کی مدد کرنا میرا فرض ہے کیونکہ میری گردن بھی اس معاملے میں پھنسی ہوئی ہے........."

ہم وہاں سے واپس آئے' مختار خان کو بھی لاک اپ میں بند کر دیا گیا۔ طے یہ کیا گیا تھا کہ بعد میں ان دونوں کو علاقے کے لاک اپ میں منتقل کر دیا جائے گا اور ابتدائی تحقیق کے بعد جو بھی فیصلہ ہوا اس کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ شہریار نے مجھ سے کہا.........

"جی محترمہ اب کیا حکم ہے.........؟"

"چلو پھر جب کام کر ہی رہے ہو اس سلسلے میں تو اور بھی بہت سے کام کرنے ہیں۔"

"جی بہتر پولیس گاڑی لے چلوں یا آپ اس نیک کام کے لئے اپنی ہی گاڑی استعمال کریں گی میرا مطلب ہے کانسٹیبلوں وغیرہ کی ضرورت تو نہیں ہے........"

"نہیں میری گاڑی میں چلو......." میں نے کہا اور شہریار میرے ساتھ باہر نکل آیا' اجازت تو مل ہی چکی تھی اور اب کوئی اور مسئلہ نہیں تھا چنانچہ میں نے کار اسٹارٹ کی اور وہاں سے چل پڑی' راستے میں شہریار نے کہا.......

"پوچھ سکتا ہوں خاتون کہ اب کہاں تشریف لے جارہی ہے.......؟"

"ایسٹرن کارپٹ انڈسٹری......." میں نے جواب دیا.......

"مگر یہ خدشہ ہے کہ وہ بند ملے......."

"کیوں.......؟"

"بھئی اسٹاک ٹیکنگ ہو رہی تھی اور میرا خیال ہے وہ کام ختم ہو چکا ہوگا"

"ہاں بات واقعی قابل غور ہے اور مجھے خوشی ہے اس بات کی کہ اب تم چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی غور کرنے لگے ہو......."

"جی ہاں بالغ ہوتا جارہا ہوں" شہریار نے جواب دیا ہم لوگ مطلوبہ جگہ پہنچ گئے اور یہ دیکھ کر ہمیں خوشی ہوئی کہ ایسٹرن کارپٹ انڈسٹری کے شٹر کھلے ہوئے تھے۔ ہم کار سے اتر کر اندر داخل ہوئے تو گنجے سروالے افتخار صاحب پر نگاہ پڑی' جو دو کلرکوں کے ساتھ وہاں موجود تھے ہمیں دیکھ کر انہوں نے ٹھنڈی ٹھنڈی سانسیں بھری تھیں۔

"کہئے افتخار احمد صاحب کیسے مزاج ہیں آپ کے.......؟"

"جی بہتر ہوں....... آپ لوگ کیسے ہیں.......؟"

"بس ٹھیک ہیں آج تھوڑا سا کام اور تھا ہمیں یہاں لیکن آپ ابھی تک یہاں کیسے نظر آرہے ہیں کیا آپ کا کام ختم نہیں ہوا ابھی تک؟"

"نہیں کام تو ختم ہوگیا لیکن اشتیاق احمد صاحب کا حکم ہے کہ ہم ابھی یہاں بیٹھیں اور ان لوگوں کا انتظار کریں جن کے پرویز صاحب پر کچھ حسابات وغیرہ ہوں ان سب کی ادائیگی کے لئے اشتیاق صاحب نے ہمیں رقم دی ہے ایسے کچھ نام تھے میرے علم میں جن کے بارے میں میں نے اشتیاق صاحب کو بتادیا تھا چنانچہ اس سلسلے میں یہاں بیٹھنا پڑ رہا ہے ویسے بھی پولیس کی جانب سے ہمیں کوئی ممانعت نہیں کی گئی ہے......."

"ٹھیک ہے ذرا ایک بار پھر ہم دفتر کا جائزہ لینا چاہتے ہیں......."

"جی ضرور....... تشریف لائیے میری ضرورت ہے۔" افتخار احمد صاحب نے پوچھا.......

"ہاں ہاں آئیے" ہم نے کہا....... اندرونی دروازہ بدستور اندر کی سمت سے بند تھا چنانچہ ہمیں بیرونی سمت سے اندر داخل ہونا پڑا۔ میرے ذہن میں ایک خیال تھا جس کی میں تصدیق کرنا

چاہتی تھی اور اس مقصد کے تحت یہاں آئی تھی کمرے میں داخل ہوتے ہی میری نگاہ اس بڑی سی میز کے عقب میں پہنچی اور دوسرے لمحے میری آنکھیں چمکنے لگیں....... میز کے عقب میں ایک بڑی سے کھڑکی موجود تھی جس پر پردہ پڑا ہوا تھا میں نے حیران نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا کمرہ بہترین اشیاء سے آراستہ تھا لیکن ایئرکنڈیشنڈ نہیں تھا یہ ایک حیران کن بات تھی تاہم میں نے ابھی اس سلسلے میں افتخار احمد سے سوال نہیں کیا اور میز کے عقب میں پہنچ کر کھڑکی کا پردہ سرکا دیا۔ اس کے بعد میں نے کھڑکی کے دونوں پٹ کھول دیئے۔ دوسری جانب دور تک کا منظر نظر آرہا تھا۔ مکانات بنے ہوئے تھے لیکن مکانات کے اور اس دفتر کے درمیان کافی فاصلہ تھا' یہ ایک اچھی خاصی گزرگاہ تھی جو نجانے کہاں سے آتی تھی اور کہاں جاتی تھی لیکن یہاں بالکل خاموشی اور سناٹا پھیلا ہوا تھا کبھی کبھی اکادکا افراد آتے جاتے نظر آجاتے تھے شہریار بھی شاید میرا مقصد سمجھ گیا تھا کیونکہ وہ بھی برق رفتاری سے میرے نزدیک پہنچ کر باہر جھانکنے لگا تھا۔ کچھ دیر تک باہر کا جائزہ لینے کے بعد میں نے کھڑکی بند کردی اور افتخار احمد صاحب کی طرف مڑی.......

"افتخار احمد صاحب کیا یہ بات تعجب خیز نہیں ہے کہ پورا شوروم ایئرکنڈیشنڈ ہونے کے باوجود یہ کمرہ ایئرکنڈیشنڈ نہیں ہے.......؟"

"جی میڈم....... دراصل پرویز احمد درانی صاحب دائمی نزلے کا شکار تھے اور ایئرکنڈیشنڈ میں بیٹھ کر ان کی طبیعت مزید خراب ہو جایا کرتی تھی....... چنانچہ اس کمرے کو انہوں نے ایئرکنڈیشنڈ نہیں کرایا......."

"جب وہ یہاں اس کمرے میں بیٹھتے تھے تو کیا یہ کھڑکی کھول لیا کرتے تھے......."

"جی' جب انہیں گھٹن محسوس ہوا کرتی تھی تو وہ کھڑکی کھول لیا کرتے تھے۔"

"ذرا یاد کرکے بتایئے کہ جب انہیں قتل کیا گیا تو کیا یہ کھڑکی کھلی ہوئی تھی.......؟"

افتخار احمد صاحب سوچ میں ڈوب گئے' پھر گردن ہلا کر بولے "جی ہاں بعد میں پولیس نے ہی یہ کھڑکی بند کی تھی اور اسے اندر سے بولٹ کر دیا تھا......."

"جی بہت بہت شکریہ افتخار احمد صاحب' معاف کیجئے گا آپ کو زحمت دی گئی......." میں نے کہا اور اس کے بعد میں شوروم میں واپس چل پڑی شہریار میرے پاس آکر بیٹھ گیا تھا اس نے بڑے پرجوش لہجے میں کہا....... "خدا کی قسم لیڈی مذاق کی باتیں اپنی جگہ تمہاری ذہانت بے مثال ہے' پتہ نہیں تم نے یہ ذہانت کہاں سے پائی' ایسا گہرا نکتہ سوچتی ہو کہ دوسرے کی عقل کام ہی نہ کرے......."

"بس جناب مائل صاحب' یہ سب کچھ آپ کی نظر کرم ہے آپ کو کچھ اندازہ ہوا.......؟"

"ہاں میں تو واقعی بہت بری طرح الجھ گیا ہوں' ہوں اس کا مقصد ہے کہ وہ تقریباً درست

ہی کہتا ہے۔"

"عدنان شیخ......؟"

"ہاں...... اس بات کے مکمل امکانات ہیں کہ وہ پرویز احمد درانی کا قاتل نہ ہو' کیونکہ گولی عقب سے چلائی گئی ہے اور جس جگہ سے چلائی گئی ہے وہ اب ہمارے علم میں آچکی ہے......"

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پرویز درانی کا قاتل کون ہے؟"

"لیٹی ایک شخص کو ہم مکمل طور پر نظرانداز کرچکے ہیں...... اور غالباً اس سے مرعوب ہوگئے ہیں......"

"اشتیاق احمد......" میں نے مسکراتے ہوئے کہا......

"سوفیصد"

"ہاں نظرانداز تو اسے بھی نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن اس کے لئے ذرا تھوڑی سی کاروائی کرنا ہوگی میرا خیال ہے شاہ صاحب کو ہم اس سلسلے میں اپنا معاون کار بناتے ہیں......"

"یقیناً" اشتیاق احمد چیز کیا ہیں اچھے اچھے ایسے مسئلوں میں ناکوں چنے چباتے نظر آتے ہیں میرا خیال ہے شاہ صاحب کو اشتیاق احمد کے بارے میں شبہے سے آگاہ کر دیا جائے' ویسے بھی حالات یہی کہتے ہیں کہ اشتیاق احمد اس قتل کے ذمہ دار ہوسکتے ہیں' ان کی نفرت' ان کا سوتیلاپن' ان کا ماضی' دولت ہی کے لئے تو سب کچھ نہیں کیا جاسکتا اور بھی بہت سے عوامل ہوسکتے ہیں نہیں لیٹی نہیں اشتیاق احمد کو بھی نظرانداز نہیں کیا جاسکتا اب کہاں چل رہی ہو......؟"

"واپس عدنان شیخ صاحب کی کوٹھی پر......" میں نے جواب دیا اور شہریار چونک کر میری صورت دیکھنے لگا' پھر اس نے اس بارے میں سوال نہیں کیا تھا ایک بار پھر ہم فریدہ سے ملے...... وہ یہاں اب کافی مطمئن نظر آرہی تھی مسکراتے ہوئے اس نے ہمارا خیرمقدم کیا اور کہنے لگی......

"پتہ نہیں کیا ہوگا میں ایک کھلونا بن کر رہ گئی ہوں اس بچی میں اتنا دل لگ گیا ہے میرا کہ بتا نہیں سکتی' ویسے آپ لوگوں کی فوری واپسی میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"ایک سوال باقی رہ گیا تھا فریدہ' جواب دینا پسند کروگی......؟"

"ہاں ہاں کیوں نہیں...... میں تو آپ لوگوں کو اپنا محسن سمجھتی ہوں بتایئے دل و جان سے جواب دوں گی......"

"تم جس وقت وہاں داخل ہوئی تھیں تو وہ شخص وہاں موجود تھا......؟"

"عدنان شیخ......"

"ہاں ہماری مراد اسی سے ہے......؟"

"نہیں میں نے عرض کیا تھا نہ کہ میں باتیں کررہی تھی پرویز احمد صاحب سے کہ وہ غصے میں ڈوبا ہوا اندر آیا اور اس نے وہ جملہ ادا کیا جو میں نے آپ کو بتایا تھا اس کے بعد اس نے پستول نکال لیا...... پرویز احمد اپنے میز کے عقب سے نکل کر اس کے سامنے آگئے تھے۔"

"اور اس کے بعد اس نے فوراً ہی فائر کر دیا......؟"

"جی بالکل......" فریدہ نے جواب دیا......

"اس وقت وہ یقینی طور پر پرویز احمد کے بالکل سامنے ہوگا......"

"جی بالکل سامنے......"

"فاصلہ کتنا تھا ان دونوں کے درمیان......" میں نے سوال کیا اور فریدہ کچھ سوچنے لگی...... پھر بولی......

"زیادہ سے زیادہ تین یا چار فٹ کا......" اس نے جواب دیا......

"اور اس نے ان کے سینے پر گولی ماری تھی......"

"جی ہاں......"

"وہ ان کے عقب میں تو نہیں گیا تھا میرا مطلب ہے عدنان شیخ پرویز احمد کے عقب میں تو نہیں گیا تھا......؟"

"جی نہیں' اس کا موقع ہی نہیں دیا تھا اس نے......!"

"بس فریدہ یہی معلوم کرنا تھا تم سے...... اب ہمیں اجازت دو۔"

میں نے کہا اور فریدہ ہمارے ساتھ ہی باہر نکل آئی' بچی نیلم بھی اس کے ساتھ تھی ہم اندر سے باہر پہنچے تو سادہ لباس والے ایک آدمی کو پکڑے ہوئے تھے اور اسے دھکیلتے ہوئے کوٹھی سے باہر نکالنے کی کوشش کر رہے تھے وہ چیخ چیخ کر کچھ کہہ رہا تھا شہریار نے گرج کر ان لوگوں سے کہا اس آدمی کو چھوڑدیں اور سادہ لباس والوں نے جلدی سے اسے چھوڑدیا وہ کئی قدم آگے بڑھ آیا تھا' اچھے خاصے تن و توش کا اور بگڑی ہوئی سی شکل کا آدمی تھا کہنے لگا......

"دیکھئے افسر صاحب یہ زیادتی ہو رہی ہے میرے ساتھ میں اپنے بہنوئی کے گھر میں آیا ہوں کسی غیر کے گھر نہیں آیا اندر میرا بہنوئی موجود ہے اس سے بس اتنا کہلوادیں کہ ریحانہ کا بھائی شہزاد اس سے ملنے آیا ہے میری بھانجی ہے یہاں۔" اس نے کہا اور دوسرے لمحے اس کی نگاہیں نیلم کی جانب اٹھ گئیں...... وہ ایک دم ساکت رہ گیا اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آئے اور پھر اس کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔

"یہ ریحانہ کی بیٹی ہے نا...... یہی ہے نا ریحانہ کی بیٹی میری بھانجی' میری بچی میری لخت جگر......" وہ جلدی سے آگے بڑھا اور اس نے نیلم کو اٹھا کر سینے سے بھینچ لیا۔ میں حیران رہ گئی تھی شہریار کڑی نگاہوں سے اسے گھور رہا تھا سادہ لباس والے بھی ہوشیار تھے کہ اگر کوئی گڑبڑ ہو تو فوری طور پر مداخلت کریں۔ وہ شخص بلک بلک کر رو رہا تھا اور نیلم کو بری طرح چوم

رہا تھا بے چاری بچی بری طرح گھبرا گئی تھی غالباً" وہ شخص اس کے لئے اجنبی تھا چنانچہ وہ بھی رونے لگی وہ اس شخص کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کر رہی تھی شہریار نے آگے بڑھ کر بچی کو اس کی گرفت سے آزاد کرایا اور بولا۔

"کون ہو تم ڈرامہ کرنے کی بجائے اپنے بارے میں تفصیل بتاؤ تمہیں اندازہ ہے کہ تم پولیس کے سامنے ہو۔"

"میری بھانجی ہے یہ بالکل میری بہن کی ہمشکل ہے اسے دیکھ کر بے اختیار ہو گیا تھا اس کا باپ عدنان شیخ میرا بہنوئی ہے آپ اسے میرے بارے میں بتا دیجئے۔ میری مرحوم بہن نے ضرور اسے میرے بارے میں بتایا ہو گا وہ میری کہانی جانتا ہے۔"

"عدنان شیخ پولیس کی حراست میں ہے" شہریار بولا۔

"کیوں.........؟" وہ حیرت سے اچھل پڑا۔

"قتل کیا ہے اس نے ایک شخص کو وہ پرویز احمد درانی کا قاتل ہے۔"

"میرے خیال میں اندر چل کر بات کر لی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔"

"آیئے مسٹر شہزاد آپ اندر آیئے۔" میں نے مداخلت کرنا ضروری سمجھا پرویز احمد کا نام سن کر اس شخص کے چہرے پر جو تاریکی پھیل گئی تھی وہ میری نظروں سے اوجھل نہیں تھی۔ وہ لڑکھڑاتے قدموں سے اندر آیا تھا ہم نے اسے بٹھایا اس نے کمزور لہجے میں کہا۔

"پانی مجھے ایک گلاس پانی مل جائے گا۔" اس کے لئے پانی منگوایا گیا پانی پینے کے بعد اس نے کہا "عدنان کس کے قتل کے الزام میں گرفتار ہے۔"

"پرویز احمد درانی۔"

"ایسٹرن کارپٹ انڈسٹری کا مالک.........؟" اس نے پوچھا

"ہاں! تم اسے جانتے ہو؟"

"کیا مجھے اس قتل کی تفصیلات بتائی جا سکتی ہیں........."

"تم اپنے بارے میں ہمیں بتاؤ گے یا الٹے ہم سے سوالات کر رہے ہو؟" شہریار بگڑ کر بولا۔

"کوئی حرج نہیں ہے مسٹر شہریار اگر شہزاد صاحب اس سلسلے میں معلومات کرنا چاہتے ہیں تو انہیں بتا دیا جائے۔" میں نے مداخلت کی تو شہریار سنبھل گیا اس کے کچھ بولنے سے پہلے وہ شخص بول اٹھا.........

"ایسٹرن کارپٹ انڈسٹری کا مالک پرویز احمد درانی تو کافی دن پہلے قتل ہوا تھا.........؟"

"ہاں پرویز احمد درانی کو اس کے دفتر میں گولی مار کر قتل کر دیا گیا اور اس کا قاتل عدنان شیخ تھا۔ پولیس نے تحقیقات کی اور اب سے ایک دن قبل عدنان شیخ کو گرفتار کر لیا گیا........."

"صرف ایک دن قبل۔" شہزاد نے حیرت زدہ لہجے میں پوچھا' اس کے چہرے پر شدید کشمکش نظر آ رہی تھی اور وہ ذہنی ہیجان کا شکار معلوم ہوتا تھا میں نے ایک بار پھر مداخلت کی۔

"شہزاد صاحب اگر آپ اس سلسلے میں کچھ جانتے ہیں تو براہ مہربانی پولیس کی مدد کیجئے ویسے حالات عدنان شیخ کے خلاف گواہی دے رہے ہیں اور اس بات کے یقینی امکانات ہیں کہ پرویز احمد درانی کے قتل کے سلسلے میں عدنان شیخ کو سزائے موت ہو جائے.........

"نہیں پولیس کی تحقیقات غلط ہیں' یہ نہیں ہونا چاہئے واہ مالک بہت بڑی قیمت وصول کر رہا ہے لیکن دیں گے ہم قیمت دیں گے مالک تو نے جو تقدیر میں لکھ دیا ہے وہی ہونا چاہئے جی کر بھی کیا کریں گے اس بیکار دنیا میں واہ مالک واہ۔" شہزاد عجیب سے انداز میں بولا شہریار اور میں گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لے رہے تھے پھر اس نے کہا.........

"یہ بھی تقدیر ہی کی بات ہے' اتنے عرصے کے بعد بہنوئی اور بھانجی کا پتہ لگا' مگر کون جانتا تھا کہ تقدیر اس طرح گھیر کر کہاں لا رہی ہے ٹھیک ہے مالک کی یہی مرضی ہے تو یہی سہی' انسپکٹر صاحب آپ نے غلط تحقیقات کی ہیں پرویز احمد درانی کا قاتل عدنان شیخ نہیں ہے میں ہوں۔ اس کا قاتل آپ کے سامنے موجود ہے یہ پستول ہے میرے پاس جس سے میں نے اسے قتل کیا ہے آپ کی تحقیقات بالکل غلط ہیں' پتہ نہیں پولیس بے گناہوں کو کیوں ایسے الزامات میں پھانس لیتی ہے صورت حال میری سمجھ میں آ رہی ہے وہ شخص وہ شخص ہاں وہ یقینی طور پر عدنان شیخ ہی ہو گا واہ مالک واہ۔" وہ غمزدہ انداز میں آہستہ سے ہنس' پھر اس نے اپنے نیفے سے ایک پستول نکال کر شہریار کے سامنے رکھ دیا۔

"پوری کہانی سن لو پولیس افسر صاحب' اچھا ہی ہوا جو عین وقت پر آ گئے ہم' اگر دیر لگتی تو پھر زندگی بھر افسوس ہی کرتے رہتے' ہماری بھانجی ہے باپ کے سائے میں پلے گی تو زیادہ اچھا ہے' ہمیں وہ بے چاری کیا جانے خون کو خون کبھی پہچانتا ہو گا اب نہیں پہچانتا۔ اگر پہچانتا تو ہمارے قریب آ کر وہ اس طرح نہ روتی......... نہیں اس کے سر پر اس کے باپ کا سایہ ہی رہنا چاہئے اور پھر اس نیک آدمی کو بے گناہ نہیں پھنسنا چاہئے نہیں پولیس افسر صاحب' ہم ہر جگہ اعتراف جرم کریں گے آپ کے سامنے بھی کر رہے ہیں عدالت میں بھی کریں گے اب جب جانا ہی ہے اس دنیا سے تو جائیں گے چلے جائیں گے کوئی بات نہیں ہے آپ ہمارا بیان لو گے یا پولیس اسٹیشن جا کر لو گے؟"

ہم دونوں بڑی سنسنی محسوس کر رہے تھے شہریار نے رومال جیب سے نکالا اور پستول لے لیا' پستول اپنی تحویل میں لے کر اس نے کہا.........

"تم مجھے تفصیل بتاؤ مسٹر شہزاد' یہ کیا قصہ ہے........."

"ایسی بہت سی کہانیاں سنی ہوں گی آپ نے اپنی زندگی میں انسپکٹر ہم ایک آوارہ مزاج آدمی تھے ماں باپ کا سایہ سر سے اٹھ چکا تھا بہن تھی بس ایک ہماری نام اس کا ریحانہ تھا کچھ بھی نہیں کیا تھا ہم نے زندگی میں بہن سے بہت محبت کرتے تھے ہمارے پڑوس میں مولوی اعتماد احمد رہتے تھے بہت ہی اچھے انسان تھے بے چارے ان کی بیٹی رئیسہ ہماری بہن کے ساتھ بچپن

سے پروان چڑھی تھی دونوں میں بڑی دوستی تھی مولوی صاحب ہمارا بے حد خیال رکھتے تھے ہمیشہ اچھی باتیں سمجھاتے تھے لیکن یہاں ماننے والا کون تھا بس آوارہ دوستوں کی صحبت تھی اور ہماری بہن بڑی ہوتی جارہی تھی مولوی صاحب ہمارے لئے بہت فکر مند رہا کرتے تھے مگر ہمیں کسی کی کوئی پرواہ نہیں تھی بس کبھی بہن کا خیال آجاتا تھا تو سوچتے تھے کہ کوئی داؤ لگالیں گے اور اس کی شادی کردیں گے بس اسی داؤ کا چکر چل رہا تھا کہ ہم نے پرویز احمد درانی کو دیکھا مولوی صاحب کا کوئی رشتے دار تھا کبھی کبھی ان کے پاس آتا رہتا تھا لیکن مولوی صاحب مولوی صاحب اس سے مل کر خوش نہیں ہوتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ وہ ایک برا آدمی ہے بتایا تھا انہوں نے ایک بار ہمیں اس کے بارے میں کہ وہ دولت مند خاندان کا بیٹا ہے بہت دور کا رشتہ' ہے اور مولوی صاحب کے پاس بس یونہی کبھی کبھی چلا آتا ہے لیکن آدمی ٹھیک نہیں ہے پھر اس برے آدمی سے ہماری بھی دوستی ہوگئی اور یہ دوستی اس نے خود آگے بڑھ کر ہم سے کی تھی ہمیں اس وقت یہ اندازہ نہیں تھا کہ وہ کمینہ ہم سے یہ دوستی کیوں بڑھا رہا ہے اس نے ہماری بہن ریحانہ کو دیکھ لیا تھا اور وہ اس کے لئے ہم پر جال ڈال رہا تھا اور ہم اس کے جال میں پھنس گئے ' بڑی گہری دوستی ہوگئی اس سے ہماری اور اس نے ہم سے کہا کہ ہم دولت کمانے کے لئے اس کا سہارا لے سکتے ہیں۔ ہمیں اور کیا چاہئے تھا اس کے خرچ پر ہم دوبار سنگاپور گئے ایک بار ہانگ کانگ گئے مال لائے وہاں اس نے اپنا قالینوں کا کارخانہ کھولا ہوا تھا ہم سے یہ کام کرا رہا تھا کافی پیسے خرچ کئے اس نے ہم پر اور پھر ایک بار اس نے ہمیں کچھ سامان دے کر لندن بھیجا اور ہم لندن ایئرپورٹ پر گرفتار ہوگئے ہمارے سامان میں ہیروئن موجود تھی۔ چنانچہ وہاں ہم پر مقدمہ چلا اور اس کے بعد ہمیں ایک لمبی سزا ہوگئی بعد میں یہ بھی پتہ چلا کہ پرویز احمد درانی نے جان بوجھ کر ہماری مخبری کی تھی اور ہمیں گرفتار کرایا تھا مگر ساری کہانی ہمیں معلوم نہیں تھی وہاں سے کوئی رابطہ قائم نہیں ہوسکا اور ہم جیل میں بے بسی کے دن اور بے بسی کی راتیں گزارنے لگے۔ پھر رہائی ملی وہاں اور ہمیں یہاں بھیج دیا گیا گھر پہنچے تو سب کچھ اجڑ چکا تھا گھر بک چکا تھا ہمارا' مولوی اعتماد احمد مرچکے تھے۔ ان کی بیٹی رئیسہ کی شادی ہوچکی تھی لیکن پڑوسیوں نے ایک اور کہانی بھی ہمیں سنائی تھی اور یہ کہانی ہماری بہن کی تھی۔ انہوں نے بتایا کہ پرویز احمد درانی ہماری بہن کو اپنے ساتھ لے گیا تھا اور اس کے بعد طویل عرصے تک ہماری بہن کا کوئی پتہ نہ چل سکا پرویز احمد درانی کی یہ حرکت ہمارے لئے بڑی حیران کن تھی لیکن بعد میں ہمیں ساری تفصیل پتہ چل گئی۔ پرویز احمد درانی نے ہماری بہن کے ساتھ بڑا ظلم کیا تھا وہ ایک بار پھر واپس آئی تھی یعنی اپنے گھر پھر اس نے گھر وغیرہ بیچ دیا تھا اور وہاں سے چلی گئی تھی کچھ جاننے والوں کو اس نے بتایا کہ پرویز احمد درانی نے اس کے ساتھ بہت ہی کمینگی کا سلوک کیا ہے اس نے اس سے شادی کا وعدہ کیا تھا لیکن پھر دھکے دے کر گھر سے نکال دیا پرویز احمد درانی کے لئے ہمارے دل میں نفرت اور انتقام کی آگ روشن ہوگئی اس سے ملنا بے کار تھا'

چالاک اور شاطر آدمی تھا ہم جانتے تھے کہ اس کا مقابلہ نہیں کرسکتے بس انتقام کے لئے پیاسے ہو رہے تھے ہم اور ہمیں اپنی بہن کی بھی تلاش تھی یہ جاننا چاہتے تھے کہ وہ کہاں گئی بڑی پریشانی کا شکار تھے کوئی بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی تب پھر ہم نے پرویز احمد درانی سے مل کر یہ معلوم کرنے کا فیصلہ کیا کہ ہماری بہن کہاں ہے اس سے ملے تو وہ حیران رہ گیا اور اس نے ہمیں جھوٹی کہانیاں سنائیں اس نے کہا کہ ابتدا ہی سے اسے ہماری بہن کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے وہ تو از راہ کرم ہماری گرفتاری کے بعد اسے اپنے ساتھ لے آیا تھا چند روز وہ اس کے ساتھ رہی اور اس کے بعد یہ کہہ کر واپس چلی گئی کہ وہ مولوی اعتماد کے گھر جارہی ہے بس اس کے بعد اس کا پتہ نہیں چلا۔

ہمیں رئیسہ کی بھی تلاش تھی اس کا بھی کوئی پتہ نہیں چل سکا تھا بہرطور ہمیں یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے اور فیصلہ ہم نے یہی کیا کہ پرویز احمد درانی سے اپنا اور اپنی بہن کا بدلہ لیں۔ چنانچہ پولیس افسر صاحب اس پستول سے ہم نے پرویز احمد درانی کا کام تمام کردیا ہم نے بڑی سوچ سمجھ کے ساتھ یہ قدم اٹھایا تھا اور پرویز احمد درانی کے دفتر کا جائزہ لے کر یہ فیصلہ کیا تھا کہ عقب سے اس پر فائر کرکے اسے ہلاک کردیں کئی بار ہم یہ کوشش کرچکے تھے مگر ناکام رہے تھے کیونکہ عموماً" کھڑکی بند ملتی تھی' سامنے سے ہماری ہمت نہیں پڑتی تھی۔ اس دن کھڑکی کھلی مل گئی اور سناٹا بھی ملا چنانچہ ہم نے فیصلہ کرلیا کہ آج اس کا کام تمام کردیا جائے اس وقت ہم کھڑکی کے قریب موجود تھے جب ایک لڑکی پرویز احمد درانی کے پاس بیٹھی ہوئی تھی ہم اس کے جانے کا انتظار کر رہے تھے۔ لڑکی تو بیٹھی رہی اس دوران ایک اور شخص اندر آگیا اور پھر نجانے کیا باتیں ہوئیں ان کے درمیان ہمیں کچھ نہیں معلوم پرویز احمد درانی کھڑا ہوا تو ہم نے سوچا کہ آج بھی ہم اپنے کام میں ناکام رہے تو ہوسکتا ہے کہ آئندہ ہمیں موقع ہی نہ مل سکے گا چنانچہ ہم نے اس پر گولی داغ دی۔ یہ ہے ہماری کہانی' بعد میں ہمیں اتفاقیہ طور پر رئیسہ مل گئی اور رئیسہ نے ہمیں بعد کی کہانی سنائی رئیسہ مولوی اعتماد کی لڑکی تھی ہم آپ کو بتا چکے ہیں رئیسہ نے بتایا کہ ہماری بہن پرویز احمد درانی کے ہاتھوں برباد ہونے کے بعد کئی بار خودکشی کی کوشش کرچکی تھی اور اسی دوران عدنان شیخ نامی ایک شخص مل گیا عدنان شیخ نے اس کی پوری کہانی سننے کے بعد اسے اپنی زندگی میں شامل کرنے کا فیصلہ کرلیا اس نیک آدمی نے ہماری ہماری بہن سے شادی کرلی اور اس کے بعد بڑی محبت سے اسے رکھا۔ اس نے کبھی ہماری بہن کے ساتھ بدسلوکی نہیں کی' رئیسہ نے ہمیں یہ بھی بتایا کہ ہماری بہن کی ایک بیٹی ہے اور اب وہ کافی بڑی ہوگئی ہوگی' لیکن ہماری بہن شروع ہی سے بیمار رہتی تھی' اور اس نے خودکشی کرنے کے لئے ایک خاص قسم کی بوٹی کھائی تھی جس نے اسے بہت نقصان پہنچایا چنانچہ ہماری بھانجی کو جنم دینے کے بعد وہ اس دنیا میں نہ رہ سکی اور اس کا انتقال ہوگیا۔ رئیسہ ہی کے ذریعے ہمیں عدنان شیخ کا پتہ معلوم ہوا تھا ہم اس فرشتہ صفت آدمی سے ملنے آئے تھے اپنی بھانجی کو

دیکھنے آئے تھے اور ہم نے یہ سوچا تھا کہ اس کا شکریہ ادا کریں گے اس کے قدموں پر سر رکھ کر کہیں گے کہ اس نے ہمارے اوپر بہت بڑا احسان کیا ہے مگر...... مگر آپ آپ نے ہمیں یہ انوکھی کہانی سنائی ہے سوال ہی نہیں پیدا ہوتا انسپکٹر صاحب جس شخص نے ہماری بہن کو برا جاننے کے باوجود اس کے ساتھ یہ اچھا سلوک کیا بھلا اسے ہم ایک غلط الزام میں پھنسنے دیں گے ہم آپ سے حلف اٹھا کر یہ بات کہہ رہے ہیں کہ پرویز احمد درانی کو ہم نے قتل کیا تھا اور قتل کی وجہ بھی آپ کے علم میں آچکی ہے عدنان شیخ بالکل بے گناہ ہے اس کا کوئی قصور نہیں ہے کون کہتا ہے کہ اس نے پرویز احمد درانی کو قتل کیا ہے یہ ہمارے ہاتھ حاضر ہیں ہتھکڑیاں لگائیے اور ہمیں اس شخص کے قتل کے الزام میں گرفتار کر لیجئے' عدنان شیخ کو آپ کو چھوڑنا ہی ہو گا......"

میں اور شہریار سر پکڑ کر بیٹھ گئے تھے یہاں تو کہانی ہی بالکل بدل گئی تھی لیکن ایسا بھی ہوتا ہے پولیس یا جرم کا سراغ لگانے والے درویش نہیں ہوتے کہ بس ہمیشہ ہی سیدھے راستوں کی طرف دوڑ پڑیں- بعض اوقات غلط فہمیاں نجانے کیا کیا کہانیاں بنا دیتی ہیں اور ایسی ہی کہانی یہ بھی تھی- لیکن اس میں کوئی جھوٹ نہیں تھا شہزاد نے اس قتل کا اعتراف کر کے آلہ قتل پیش کر دیا تھا وہ جذبہ احسانمندی سے سرشار تھا ادھر بے چارے اشتیاق احمد درانی بھی اپنے بیان میں سچے تھے اس کیس نے ایک اور احساس دلایا تھا وہ یہ کہ بعض اوقات معاملات اس بری طرح الجھے ہوتے ہیں کہ حقیقت بے پناہ گہرائیوں میں چھپ جاتی ہے فریدہ اس قتل کی عینی گواہ تھی عدنان شیخ کے سلسلے میں قتل کا جواز بھی تھا لیکن یہ بے چارہ قاتل نہیں تھا تقدیر اگر اس کا ساتھ نہ دیتی تو اس وقت یہ سب کچھ نہ ہوتا حالانکہ پوسٹ مارٹم رپورٹ عقب سے گولی چلنے کی کہانی سناتی تھی لیکن شہزاد کے کردار کو روشنی میں لانا مشکل ترین عمل ہوتا-

اس کے بعد صورتحال میں کوئی الجھاؤ نہیں آیا شہزاد کو عدنان شیخ سے ملایا گیا دونوں ایک دوسرے کے صورت آشنا بھی نہیں تھے عدنان شیخ کو غیر متوقع طور پر رہائی نصیب ہوئی تھی وہ بہت جذباتی ہو گیا اور اس نے شہزاد کو تسلی دیتے ہوئے کہا-

"تم فکر نہ کرنا بھائی میں تمہیں بے گناہ ثابت کروں گا اپنا سب کچھ تم پر خرچ کر دوں گا تمہیں بچانا میری زندگی کا سب سے اہم فریضہ ہو گا-" ہمارا کام ختم ہو گیا تھا باقی معاملہ قانون کا تھا اور اب ہمیں اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی شہریار کے جسم پر ڈی ایس پی کی وردی سجی تو میری خوشیوں کا ٹھکانہ نہ رہا لیکن اس کے فوراً بعد ہی اسے ایک اہم ترین کیس بھی سونپا گیا تھا-

O---------☆---------O

ہوا یوں کہ حیات حسین شاہ کے ہاں ان کی بیٹی کی سالگرہ کی تقریب منعقد ہوئی میں صرف اتنا جانتی تھی کہ حیات حسین شاہ صاحب بہت بڑے بزنس میں تھے کسی زمانے میں صوبائی وزیر بھی رہ چکے تھے نیک نام انسان تھے- ہر شعبہ ہائے زندگی کے لوگوں سے ان کے تعلقات

تھے اس لئے ان کے ہاں کی تقاریب خصوصی ہوا کرتی تھیں- فوجی افسران' پولیس کے تمام عہدیداران ' حکومت کے اعلیٰ ترین ارکان مدعو ہوتے تھے جس علاقے میں ان کی کوٹھی تھی وہاں یوں تو دن رات سیکیورٹی رہتی تھی کیونکہ بہت سے وزراء بہت سے ممالک کے سفراء وہاں رہا کرتے تھے لیکن تقریب کے دوران تو وہاں راستے ہی بند ہو جاتے تھے باقاعدہ چیک پوسٹ قائم ہو جاتی تھیں اور اس طرح تقریب کی شان ہی کچھ اور ہو جاتی تھی- ویسے بھی اس انداز کی تقاریب کے مقاصد وسیع تر ہوتے ہیں یہ سبھی جانتے ہیں- مجھے بھی میرے چیف ایڈیٹر صاحب نے اس تقریب کی کوریج کا خصوصی حکم دیا تھا- شام کے پونے چھ بجے میں وہاں پہنچی تھی- پارکنگ کافی فاصلے پر رکھی گئی تھی اور پندرہ منٹ اس تقریب گاہ میں پہنچنے میں صرف ہو گئے تھے- بیگمات اور صاحبان کا جم غفیر تھا جن کے بارے میں بس یہ کہہ دینا کافی ہے حشر داماں بن کر آئے تھے- اخبارات کے نمائندے اپنے نمبر بنا رہے تھے اور اصل کام ضروری نہیں رہ گیا تھا- اس ذخیرہ گاہ میں سب نے اپنے نشانے تاک لئے تھے چنانچہ بہت سے سرکاری' سیاسی' فنی اور کاروباری انکشاف ہو رہے تھے- دو افراد کو دیکھ کر مجھے چونکنا پڑا تھا- ایک تھے میرے ڈیڈی خان غضنفر علی خان روہیلہ اور دوسرا شہریار جو وردی میں نہیں تھا- مجھے دیکھ کر میری طرف لپکا تھا-

"یہ کیا حلیہ بنایا ہے؟"

"کیوں......؟"

"یہ تقریب میں آنے کا لباس ہے......؟"

"آن ڈیوٹی ہوں-" میں نے کہا-

"اوہ-" شہریار نے طویل سانس لی- "میرا پیغام ملا تھا......؟"

"کہاں سے......؟"

"گلبدر نے کچھ نہیں کہا......؟"

"دفتر ہی نہیں گئی- تم نے کل کہا تھا نا کہ مصروف ہو' کوئی ٹیلیفون بھی نہیں ملا تمہارا- دفتر میں کئی کام تھے سوچا نمٹا لوں- پھر چیف ایڈیٹر صاحب نے یہ ذمے داری سونپ دی-"

"مسٹر اینڈ مسز شہریار کا کارڈ ملا تھا- اور پرائیویٹ تھا یعنی ڈی ایس پی شہریار کے لئے گلبدر کو دے کر کہا تھا کہ اس کا جواب چاہئے جو تقریب گاہ پہنچ کر بھی دیا جا سکتا ہے-"

"چلو آ تو گئی کسی بھی حیثیت سے سہی' ویسے جناب کو پرائیویٹ دعوت نامہ ملا ہے- مٹھائی ڈیو ہو گئی-"

"یہاں ڈی ایس پی کے رینک کے لوگ صرف ڈیوٹی پر ہیں' مجھے میری خصوصی حیثیت کی بناء پر بلایا گیا ہے اور بڑے تعریفی الفاظ کے ساتھ میرا استقبال کیا گیا ہے- ایک اور بات بتاؤں سنو گی تو خوش ہو جاؤ گی-"

"ضرور سناؤ......!"

"ان کلمات کی ادائیگی کے وقت جناب غضنفر علی خان صاحب بھی موجود تھے جنہوں نے مجھے ایک تحفہ عطا کیا ہے۔"

"تحفہ......؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"ہاں فرمایا کہ ایسے ہونہار نوجوان ملک وقوم کی آبرو ہوتے ہیں۔ مزید کہا کہ شہریار کا نام سن کر انہوں نے سوچا تھا کہ کوئی مقابلہ مونچھ کا انعام یافتہ خونخوار چہرے والا افسر ہو گا جس کے چہرہ دیکھ کر ہی جرائم پیشہ لوگ اعتراف جرم کر لیتے ہوں گے۔ پھر انہوں نے کہا کہ میں کبھی ان سے ملنے آؤں۔"

"مجھے خوشی ہوئی......!" میں نے کہا۔

"مجھے بہت خوشی ہوئی ان کے گھر کی آبرو قوم میں شامل ہو جائے گی تو شاید انہیں اعتراض نہ ہو۔ مگر تمہارا یہ لباس......؟"

"دماغ خراب ہوا ہے تمہارا۔" میں نے آنکھیں نکال کر کہا۔

"بھئی میرے اسٹیٹس کا بھی تو سوال ہے۔"

"تمہارا اسٹیٹس ہمیشہ یہی رہے گا۔ میں اپنے گھر میں رشوت کا داخلہ نہیں ہونے دوں گی سمجھے۔" میں نے کہا اور آگے بڑھ گئی۔ نیرہ نظر آ گئی تھی جو میرے دفتر سے ہی تعلق رکھتی تھی۔ وہ مجھے یہاں کے لوگوں کے بارے میں بتانے لگی۔ تقریب کار نگارنگ آغاز ہوا۔ میں بھی مصروف تھی۔ اس وقت حیات حسین شاہ اور ڈیڈی ساتھ کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے اپنے فوٹوگرافر کو اشارہ کیا اور وہ ان دونوں کی تصاویر بنانے لگا۔ ڈیڈی نے مجھے دیکھ لیا تھا۔ انہوں نے زور سے آواز دی۔

"پریس...... اے میڈم آپ کو آواز دے رہا ہوں۔" انہوں نے براہ راست مجھے اشارہ کیا اور میں مسکراتی ان کے سامنے پہنچ گئی۔ "تمہارے پاس یہاں داخل ہونے کا اجازت نامہ ہے......؟"

"یس سر......" میں نے جلدی سے اپنا پریس کارڈ نکال کر ان کے سامنے کر دیا۔

"ہوں۔ ایسی تقریب میں معیاری رپورٹ کی ضرورت ہوتی ہے تم جیسی کل کی لڑکیاں کیا رپورٹنگ کرتی ہوں گی۔" حیات حسین شاہ ایک دم سنجیدہ ہو گئے۔ انہوں نے جلدی سے کہا۔

"نہیں غضنفر خان یہ شعبہ ہی نوجوانوں کا ہے۔ بوڑھے جغادری مصلحتوں کے لبادوں میں لپٹے ہوتے ہیں اور حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں جبکہ نوجوان صحافی بیباک ترجمانی کرتے ہیں۔ میں تم سے اختلاف کرتا ہوں۔ محسوس نہ کرنا بے بی' روہیلہ صاحب خالص پٹھان ہیں۔"

"محسوس کرے گی تو سر نہیں توڑ دوں گا اس کا۔ کیا سمجھتی ہے یہ خود کو' کیوں لڑکی میں تیرا سر توڑ سکتا ہوں یا نہیں......؟"

"حاضر ہے سر۔" میں نے سر جھکاتے ہوئے کہا۔

"غضنفر کیا ہو گیا تمہیں......؟" حیات حسین صاحب نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کیسے چچا ہو یار بھتیجی کو نہیں پہچانتے۔" ڈیڈی نے میرا تعارف کرایا تو شاہ صاحب بھونچکے رہ گئے۔

"اور یہ ملازمت کر رہی ہے۔" شاہ صاحب نے کہا۔

"یہ فتور نہ ہو ہماری کھوپڑی میں تو پھر بات ہی کیا ہے۔" ڈیڈی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"مجھے اجازت سر......؟" میں نے کہا اور اجازت ملنے پر وہاں سے آگے بڑھ گئی۔ بہت اعلیٰ پائے کی تقریب تھی۔ میں اس میں بڑے اونچے درجے کے لوگوں کو دیکھ رہی تھی۔ پریس کے افراد اپنے الگ گروہ بنائے ہوئے تھے۔ حیات حسین شاہ صاحب کی لڑکی کو دیکھا جو بہت خوبصورت تھی لیکن عمر پختگی کی حد میں داخل ہو چکی تھی اٹھائیس انتیس سے کسی طرح کم نہ ہو گی۔ اسے دیکھ کر ایک صحافی لڑکی نے کہا۔

"خونی ملکہ پہلے سے زیادہ حسین نظر آ رہی ہے۔"

"خونی ملکہ نہیں موت کی شہزادی کہو۔" ایک نوجوان صحافی بولا۔

"دیکھیں آج قرعہ فال کس کے نام نکلتا ہے۔" تیسرے صحافی نے کہا۔

میں بھی ان کی گفتگو میں دلچسپی لئے بغیر نہ رہ سکی یہ تمام لوگ شناسا تھے۔ میں نے کہا۔

"آپ لوگ شاید اس کے حسن پر جدید شاعری کر رہے ہیں۔"

"وہ کیسے مس لبنیٰ۔" انیلا ریاض نے کہا۔

"خونی ملکہ' موت کی شہزادی۔ اور کسی کشتہ ناز کی کہانی جسے آج کا مقتول کہا جا رہا ہے۔"

"اوہ نہیں مس لبنیٰ یہ شاعری نہیں حقیقت ہے۔ یہ لوگ صحیح تشریح نہیں کر پا رہے ہے یہ کسی خونی ملکہ یا موت کی شہزادی کا معاملہ نہیں بلکہ اس کا بہتر نام موت کی سالگرہ یا خونی سالگرہ ہو سکتا ہے۔" ایک اور صحافی نے کہا جس کا تعلق میرے اخبار سے تھا۔

"وہ کیوں......؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"نادیہ حیات' ممالک غیر میں تعلیم حاصل کر رہی تھیں۔ یہ قدرتی کنواری ہیں کسی قیمت پر شادی کرنے پر آمادہ نہیں ہیں۔ تین سال یا اس سے کچھ زیادہ دن ہوئے جب یہ بیرونی ممالک سے واپس آئی تھیں کوئی خاص بات نہیں تھی لیکن پھر ان کی برتھ ڈے ہوئی اور ایک قتل کی وجہ سے یادگار ہو گئی۔"

"وہ کیسے......؟"

"انہیں کسی مشروب میں زہر دیدیا گیا تھا۔ کیا نام تھا ان کا۔"

"اعتماد عالم صدیقی۔"

"خاتون کی دوسری سالگرہ پر بھی ایک قربانی ہوئی بالکل پہلے کے سے انداز میں۔ وہی زہر وہی انداز یہ ناظم سعید تھے ایک بڑے صنعت کار۔ انہیں بھی اسی طرح قتل کیا گیا تھا۔"

"حیرت انگیز۔" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"اور یہ تیسری سالگرہ ہے۔ اب سمجھ میں آگیا ہو گا اس شاعری کا مطلب.........؟"

میں پھیکی سی ہنسی ہنسنے لگی۔ پھر میں نے کہا۔ "ان دونوں وارداتوں کا سراغ نہیں لگا.........؟"

"اس وقت ہمارے ہاں آپ جیسی کوئی سراغ رساں خاتون نہیں تھیں۔" ایک معمر صحافی نے طنز کیا۔ میں نے ہنس کر بات ٹال دی تھی ایسے لوگوں کی تعداد بہت زیادہ تھی جو اپنی ناکامیوں کی منہ بولتی تصویر تھے اور ایسی ہی باتوں سے دل کے پھپھولے پھوڑ لیتے تھے۔ ان لوگوں کے درمیان میں نے اس موضوع پر اور کوئی گفتگو نہیں کی لیکن اس انوکھی کہانی نے مجھے متاثر کیا تھا اور دوران تقریب میری نگاہیں بڑے مشکوک انداز میں چاروں طرف اٹھتی رہی تھیں۔ حیران بھی تھی اور بہت سے خیالات ذہن میں آئے تھے۔ پوری تقریب شاندار رہی۔ تمام امور خوش اسلوبی سے طے پاگئے۔ شہریار کو چونکہ علم تھا کہ میرے ڈیڈی بھی تقریب میں موجود ہیں اس لئے وہ محتاط رہا تھا۔ ڈنر کے لئے گانگ بجا اور مائیک پر معزز مہمانوں سے کھانے کی درخواست کی گئی۔ لوگ اٹھ اٹھ کر جانے لگے وسیع و عریض جگہ انتظام کیا گیا تھا۔ پھر وہ ہو گیا جس کا انتظار نہ جانے کون کون کر رہا تھا۔ اچانک ایک طرف سے کچھ نسوانی چیخیں سنائی دیں اور لوگ ٹھٹھک ٹھٹھک کر رکنے لگے۔ یقیناً ان میں بیشتر ایسے ہوں گے جو پچھلی دو وارداتوں کے بارے میں جانتے ہوں گے اور ان کے ذہنوں میں بھی وہ خیال ہو گا۔ جہاں چیخیں سنائی دی تھیں۔ وہاں مجمع جمع ہونے لگا۔ میں بھی اسی سمت دوڑی تھی۔ چند خدائی فوجداروں نے ایک میز کے گرد گھیرا ڈال کر دوسرے لوگوں کو ہٹانا شروع کر دیا مگر پھر پولیس اور انتظامیہ کے لوگ دوڑے اور خدائی فوجدار وہاں سے ہٹا دیئے گئے۔ میں نے اس بھیڑ سے دور رہنا ہی مناسب سمجھا۔ اور ایک گوشے میں جا کھڑی ہوئی۔ ڈنر شروع بھی نہیں ہوا تھا کہ ختم ہو گیا۔ جو لوگ ڈنر کی میزوں پر پہنچ گئے تھے وہ بھی پلٹ آئے پھر کچھ لوگوں نے واپسی شروع کر دی۔ انہیں روکا نہیں جاسکتا تھا کیونکہ وہ معمولی لوگ نہیں تھے۔ شہریار خود ہی مجھے تلاش کر کے میرے پاس آگیا۔ اور میں اسے دیکھ کر مسکرا دی۔

"ڈیوٹی شروع ہو گئی۔" اس نے بامعنی خیز لہجے میں کہا۔

"اس بار مقتول کون ہے.........؟" میں نے سوال کیا۔

"اوہ تو تمہیں معلوم ہے.........؟"

"ہاں کیوں نہیں.........؟"

"کیسے.........؟"

"بیشمار لوگ انتظار کر رہے تھے۔ پچھلے دو قتل بھی کیا ڈنر سے پہلے ہوئے تھے.........؟" میں نے پوچھا۔

"مجھے تفصیل نہیں معلوم۔ مقتول ایک معروف سیاستدان ہے۔ کوئی عہدیدار نہیں ہے لیکن بڑی پوزیشن کا مالک ہے۔"

"زہر خورانی کا شکار ہوا ہے.........؟"

"سو فیصد۔ ایسے ماحول میں اس سے بہتر طریقہ اور کیا ہو سکتا ہے؟"

"مر چکا ہے.........؟"

"ہاں ڈاکٹروں نے تصدیق کر دی ہے۔"

"کیا نام ہے.........؟"

"تیمور علی۔"

"اوہ معروف نام ہے۔"

"بڑی گڑبڑ کا اندیشہ ہے۔" شہریار ہونٹ سکوڑ کر بولا۔

"معروف ہو تو جاؤ' ویسے بڑے محتاط پھر رہے ہو۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"سسر محترم کا احترام کر رہا ہوں۔ ورنہ مابدولت کسی سے ڈرنے والے نہیں ہیں البتہ مصروفیت کوئی نہیں ہے جو لوگ ڈیوٹی پر ہیں وہ کام کر رہے ہیں۔"

"تفصیل کیا ہے.........؟"

"ابھی تک مختصراً معلوم ہو سکی ہے۔ مسٹر اینڈ مسز تیمور اس تقریب میں شریک ہوئے تھے اور پوری طرح لطف اندوز ہو رہے تھے۔ بیگم صاحبہ کی الگ کمپنی تھی اور صاحب اپنے دوستوں میں گھرے ہوئے تھے۔ ڈنر کے لئے بیگم صاحبہ شوہر کے پاس آئیں وہ خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ مسز تیمور نے ان سے ڈنر کے لئے اٹھنے کو کہا اور جواب نہ پا کر ان کا بازو پکڑ لیا۔ بس وہ میز پر اوندھے ہو گئے۔"

"زہر کی تصدیق ہو گئی.........؟"

"ہاں یقیناً" کوئی سائنائٹ قسم کا زہر ہے۔ جس نے تڑپنے یا رخ بدلنے کی مہلت بھی نہ دی۔"

"حیات حسین شاہ کا کیا حال ہے.........؟"

"پتہ ہی نہیں چل رہا۔"

"کیا پروگرام ہے؟"

"کھانا تو اب کوئی نہیں کھائے گا دیکھو لوگ واپس جا رہے نہیں کل کا کیا پروگرام ہے.........؟"

"صبح اخبار کے دفتر فون کرنا.........!"

"کس وقت.........؟"

"دس بجے۔"

"اوکے۔" شہریار نے کہا اور پھر مجھ سے اجازت لے کر آگے بڑھ گیا۔ انتظامیہ کی کاروائیاں جاری تھیں۔ میں ڈیڈی کو تلاش کرنے لگی اور کچھ دیر کے بعد وہ نظر آگئے۔ اس وقت کوئی ان کے ساتھ نہیں تھا۔

"رکوگی......؟" انہوں نے پوچھا۔

"نہیں ڈیڈی۔ ضروری نہیں ہے۔"

"رپورٹنگ نہیں کروگی......؟"

"یہاں اتنے لوگ موجود ہیں کہ سب کچھ کر چکے ہوں گے۔ میں سنسنی خیز کہانیاں نہیں لکھتی میرا کام حقائق سے شروع ہوگا اور حقائق اتنی جلدی سامنے نہیں آتے۔" میں نے کہا۔ میرا جواب ڈیڈی کو شاید پسند آیا تھا وہ مسکرائے۔ پھر بولے۔ "گھر چلیں......؟"

"جی چلئے۔" میں نے کہا۔ ڈیڈی نے اپنی کار ڈرائیور کے ہاتھ واپس کردی اور میرے ساتھ آبیٹھے اور آتے ہی انہوں نے کہا۔

"مجھے خطرہ ہے کہ اس بار حیات شاہ کافی مشکلات کا شکار ہو جائے گا پہلے ہی اس کے بارے میں کافی شکوک وشبہات ہیں اس کی بیٹی کی پچھلی دو سالگرہوں پر بھی اسی طرح دو قتل ہو چکے ہیں۔"

"وہ سالگرہ مناتے ہوئے خوفزدہ نہیں تھے......؟"

"بہت الجھا ہوا تھا مگر نادیہ اس پر حد سے زیادہ حاوی ہے۔ وہ نہ مانی اور اسے مجبور کردیا ویسے بھی ناقابل یقین سی بات ہے۔ ایک بار ہوا' دوسری بار ہوگیا مگر تیسری بار بالکل اسی انداز میں ایسی ہی واردات کیا معنی رکھتی ہے۔ بڑا سنسنی خیز واقعہ ہے اور اس بار حالات کچھ زیادہ ہی بگڑے ہوئے ہیں۔ دیکھو کیا ہوتا ہے......؟"

"اس وقت ان کا کیا حال ہے......؟"

"زبردست شاک لگا ہے۔ اندر کوٹھی میں چلا گیا پھر پتہ نہیں کیا ہوا؟ کھانا گھر پر کھایا گیا مجھے عجیب سا احساس ہو رہا تھا۔ خان صاحب دیر تک ساتھ رہے اور تبصرہ آرائی کرتے رہے اس کے بعد میں اپنے گوشہ تنہائی میں آگئی۔ خیالات کا ایک انبار تھا بے چارے حیات شاہ صاحب کے ہاں تقریب کا کیا برا حال ہوا تھا ہزاروں افراد کے لئے کھانا پکوایا گیا تھا۔ لاکھوں روپے خرچ ہوئے ہوں گے مگر یہ سب ہے کیا......؟ مجھے اندازہ تھا کہ کسی نہ کسی شکل میں مجھے اور شہریار کو بھی ان معاملات میں ملوث ہونا پڑے گا۔ اس لئے کام شروع ہو جانا چاہئے......! اپنی رائٹنگ ٹیبل پر میں نے چند سوالات اور دیگر ضروری پوائنٹس ترتیب دیئے۔ پہلا سوال تھا۔"

حیات حسین شاہ کیا ہے۔ سابق وزیر' بزنس مین' صاحب اثر شخصیت' لیکن اس کا مستقبل کا پروگرام کیا ہے۔ یہ معلوم ہونا ضروری ہے۔ نمبر دو...... مقتولین اعتماد عالم صدیقی' ناظم سعید اور تازہ تیمور علی میں کونسی قدر مشترک ہے۔ ان کے درمیان کوئی ربط ہے یا نہیں۔

نمبر تین...... ان دونوں کے قتل کی تفصیلی رپورٹ کیا ہے......؟ ان کے درمیان کوئی ایسی شخصیت جس کا تعلق تینوں سے ہو۔ ان کے حیات حسین شاہ سے تعلقات کس نوعیت کے تھے......؟ اس وقت تیمور علی کے قریب کون کون رہا تھا۔ نمبر چار...... محترمہ نادیہ حیات کیا شے ہیں۔ اس عمر کے باوجود انہوں نے شادی کیوں نہیں کی۔ ان کی شخصیت بھی خاصی پراسرار تھی کیونکہ یہ سلسلہ ان کی سالگرہ کے موقع پر شروع ہوا تھا۔ بیرون ملک وہ کہاں کہاں رہیں اور ان کے مشاغل کیا کیا تھے۔ نیز یہ کہ ان مقتولوں سے ان کے براہ راست کچھ تعلقات تھے یا نہیں۔ یہ تمام پوائنٹس میں نے تحریر کئے اور اس کے بعد آرام کرنے لیٹ گئی۔

○---------☆---------○

دوسرے دن صبح کے اخبارات کا جائزہ لیا۔ زبردست سرخیاں جمائی گئی تھیں۔ بڑے بڑے لوگوں نے بیانات دیئے تھے۔ قیاس آرائیاں تھیں۔ مطالبے تھے دھمکیاں تھیں۔ خاص بات یہ محسوس کی تھی میں نے کہ حیات حسین کو کسی نے نشانہ نہیں بنایا تھا بلکہ اس قتل کو سازش قرار دیا گیا تھا۔ اس نکتے پر میں نے بھی سوچا اور ذرا مختلف انداز میں سوچا اور اس پوائنٹ کو محفوظ کرلیا۔ دس بجے شہریار کا فون ملا۔

"کہو...... کیا پوزیشن ہے......؟"

"میں خیریت سے ہوں۔"

"بڑی خوشی ہوئی۔ مگر سمجھی نہیں۔"

"سب مصروف ہیں...... معاملہ اتنے اونچے پیمانے پر ہے کہ عام لوگوں کے بس کی بات نہیں سمجھ گئی اس لئے الحمدللہ میں آزاد ہوں۔"

"ہرگز نہیں...... یہ کیس میں تمہیں دیتی ہوں ڈی ایس پی شہریار۔" میں نے کہا۔

"ارے باپ رے چیف کوئی ناراضگی ہے کیا۔"

"کمال ہے شہریار' اتنا عجیب معاملہ ہے اور تم پہلو بچا رہے ہو......؟"

"آرام کر لینے دو چیف' بڑا تھکا ہوا ہوں۔"

"دوپہر کو دفتر آرہے ہو......؟"

"ضرور آرہا ہوں مگر......؟"

"اس بارے میں جس قدر معلومات حاصل ہو سکیں مجھے مہیا کرو' گلبدر سے کھانا منگوالوں گی وقت پر پہنچ جانا۔" میں نے کہا اور فون بند کردیا۔ شہریار ڈیڑھ بجے دفتر پہنچا تھا کہنے لگا۔

"بڑے پیارے لگ رہے ہیں اس وقت مجھے یہ افسران بے چارے خود کام کر رہے ہیں اور نچلے عملے کو آرام کے لئے چھوڑ دیا ہے کھانا آگیا......؟"

"ہاں ہاں کیوں نہیں......؟" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ کھانے کے دوران اس نے بتایا۔

"اسے ایک بہت سریع الاثر زہر سے ہلاک کیا گیا ہے۔ اہم نکتہ یہ ہے کہ تینوں بار زہر کی

اقسام مختلف تھیں۔ اعتماد عالم صدیقی کو جو زہر دیا گیا تھا وہ عام زہر تھا جو اکثر ادویات میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کی بڑی مقدار نے مشکل حل کی اور وہ زہر اسے ایک خاص مشروب میں دیا گیا۔ ناظم سعید کو اس سے خطرناک زہر دیا گیا جو لیبارٹریز میں تجربات کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ تیسرا زہر بہت فائن قسم کا تھا جس کے صرف دو قطرے فوری طور پر دل پر گرفت کرکے اسے جکڑ لیتے ہیں اور کام ایک لمحے میں ہو جاتا ہے۔"

"اور کوئی خاص بات.........؟"

"بس ہر شخص اسے اپنی پسند کا قتل قرار دے رہا ہے۔ کوئی تیمور علی کے بارے میں کہہ رہا ہے کہ اس کے تابناک مستقبل کے خوف نے اس کے دشمنوں کو پریشان کر رکھا تھا اور وہ مستقبل میں نہ جانے کیا بننے والا تھا۔ کچھ نشاندہیاں بھی کی گئی ہیں۔"

"لوگوں نے حیات حسین کے سلسلے میں بڑے صبر سے کام لیا ہے۔"

"لوگوں نے نہیں بلکہ اخبارات نے ورنہ بہت سے سربرآوردہ لوگوں نے تو حیات حسین کی گرفتاری کا مطالبہ بھی کیا ہے۔ مگر اخبار جانتے ہیں کہ جس شخص کے گھر میں اس پائے کے مہمان جمع ہوسکتے ہیں اس کے بارے میں کیا لکھنا چاہئے۔"

"یہ پوائنٹس ذہن نشین کرو.........!" میں نے اسے کاغذ دیتے ہوئے کہا۔

"ہک کیا ہے.........؟" شہریار نے اداکاری کی۔ اور پھر کاغذ لے کر اسے بغور دیکھنے لگا۔ اس کے چہرے پر دلچسپی کا اظہار ہونے لگا تھا۔ پھر اس نے تحسین آمیز لہجے میں کہا۔

"نہایت باریک بینی سے تجزیہ کیا ہے تم نے واقعی ان سوالات سے بہت سے عقدے کھل سکتے ہیں۔ مگر میرا اندازہ ہے کہ یہ معاملہ اونچے پیمانے پر جائے گا۔ بات بہت بڑی ہے۔"

"اس کے باوجود ہمیں بھی کام کرنا ہے شہریار معاملہ اتنا دلچسپ ہے کہ نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔" شہریار میرے دیئے ہوئے نوٹس پر غور کر رہا تھا پھر اس نے کہا۔

"تو پھر اب مجھے کیا کرنا چاہئے.........؟"

"حیات حسین شاہ کے بارے میں معلومات' اس کا مستقبل کا سیاسی پروگرام کیا تھا اور تینوں قتل ہونے والوں میں کوئی قدر مشترک۔ تم پہلے دو مقتولوں کی فائل نکلوالو اور پھر مجھ سے رجوع کرو۔"

"ہوں......... ٹھیک ہے یہ کاغذ رکھ لوں.........؟"

"رکھ لو۔"

"جاؤں.........؟"

"جاؤ........." میں ہنس پڑی۔ کچھ دیر کے بعد وہ چلا گیا۔ شام سات بجے میں گھر پہنچی تو ڈیڈی اتفاق سے سامنے نظر آئے مجھے ہیلو کیا پھر بولے۔

"تمہارا محکمہ جاسوسی کیسا چل رہا ہے آجکل.........؟"

"میرا محکمہ جاسوسی.........؟" میں نے ہنس کر کہا۔

"ہاں تم یہ سب کچھ بھی تو کرتی ہو رپورٹنگ کیلئے۔"

"جی ہاں کبھی کبھی۔"

"حیات حسین شاہ کے سلسلے میں بھی اپنے طور پر کام کرونا۔"

"آپ حکم دیں گے تو ضرور کروں گی۔"

"بڑا انوکھا کیس ہے جاؤ ضروریات سے فارغ ہو جاؤ تو باتیں کریں گے اس موضوع پر۔"

میں نے جلدی جلدی لباس وغیرہ تبدیل کیا اور پھر ڈیڈی کو جا پکڑا۔ کہنے لگے۔ "میں گیا تھا وہاں......... وہ بہت پریشان ہے اب تو اس کا خیال ہے کہ اس کے خلاف کوئی گہری سازش ہو رہی ہے۔"

"یہ سازش تین سالوں پر محیط ہے ڈیڈی سازش کرنے والے پورا ایک سال گزرنے کا انتظار کرتے ہیں۔ درمیان میں کہاں چلے جاتے ہیں وہ۔"

"ایں......... ہاں یہ تو ہے۔ پھر تمہارا کیا خیال ہے.........؟"

"جو کچھ بھی ہے دلچسپ ہے۔ ویسے حیات حسین شاہ کو آپ کب سے جانتے ہیں.........؟"

"سالہا سال سے خاندانی بزنس ہے الیکشن لڑکر کامیاب بھی ہو چکا ہے۔ پھر وزیر بنا اور اسے جو محکمہ دیا گیا اسے خوش اسلوبی سے چلایا بنیادی طور پر بزنس مین ہے' خاندانی بزنس مین اور اپنا بزنس اس نے نہایت کامیابی سے برقرار رکھا ہے اور خاصی ترقی کی ہے۔"

"ایک اور سوال ڈیڈی۔ معاف کیجئے گا' قطع کلامی کی معافی چاہتی ہوں اپنے دور وزارت میں اس نے یقینی طور پر مفادات کا خیال رکھا ہوگا میں چونکہ ملک میں نہیں تھی اور مجھے یہاں کے حالات سے بہت کم واقفیت ہے لیکن آپ اس سوال کا جواب نہایت منصفانہ دیں۔" ڈیڈی صاحب ہنسنے لگے بولے۔

"یہ سوال تقریباً بے کار ہی ہے لبنٰی فی زمانہ انداز فکر اتنا بدل گیا ہے کہ وہ تمام اچھی باتیں یوں سمجھو' شوکیسوں میں جا بجی جن کا تعلق اخلاقیات اور شرافت سے ہوتا تھا ہر شخص اپنے مفادات کے لئے ہر کام کرنے پر تیار ہو جاتا ہے بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ بعض اوقات کچھ کوشیش صرف اس لئے کی جاتی ہیں کہ ان کے پس پردہ کوئی بہت بڑا مفاد چھپا ہوتا ہے۔ تمہارا یہ سوال بے کار ہے اور میں اس کا کوئی تفصیلی جواب نہیں دے سکوں گا۔"

"جواب تو آپ نے دے دیا ہے ڈیڈی۔ ہوسکتا ہے اس کے دور وزارت میں یا کاروباری مسئلے میں کسی کی اس سے ایسی مخاصمت ہوگئی ہو جس کا انتقام اس طرح لیا جا رہا ہو اور انتقام لینے والا اپنے آپ کو منظر عام پر بھی نہ لانا چاہتا ہو۔ میرا مطلب ہے ایسی ہی کوئی بات ہوسکتی ہے۔"

"بہرطور کچھ نہ کچھ تو ہے۔ ورنہ ایسا کیوں ہوتا۔"

"ڈیڈی مسٹر حیات حسین شاہ کا آئندہ پروگرام کیا ہے کیا وہ الیکشن میں حصہ لینے کا اظہار کر چکے ہیں۔"

"نہیں میں حتمی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا' لیکن بظاہر یوں لگتا ہے کہ وہ الیکشن وغیرہ میں حصہ لینے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔" میں خاموشی سے انہیں دیکھتی رہی پھر میں نے کہا۔

"آپ کی ان سے ملاقات ہوئی تھی۔ تو کوئی خاص بات ہوئی۔"

"نہیں بس اتنی ہی بات ہوئی وہ پریشان ہے اور یہ سوچ رہا ہے کہ آخر اپنے تعلقات کی بناء پر کب تک اپنے اوپر سے شبہات ٹال سکتا ہے کوئی بھی یہ سوچ سکتا ہے کہ تین سال سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے آخر کیوں اور پھر میری ہی کوٹھی میں کیوں۔ ایک عجیب سا انداز ہے بہرحال اس بارہ وہ بہت زیادہ خوفزدہ ہے۔"

"ڈیڈی میں ان کے گھر جا سکتی ہوں۔" میں نے سوال کیا۔

"کیا مطلب........"

"میرا مطلب ہے آپ کی طرف سے کوئی ایسی سفارش وغیرہ ہو جائے ان سے کہ اگر میں کچھ معلومات حاصل کرنا چاہوں تو وہ مجھے اپنا سمجھ کر اس بارے میں تفصیلات بتائیں۔"

"میں ٹیلیفون کروں گا اور ویسے بھی تمہارا تعارف ہو چکا ہے۔ مجموعی طور پر وہ برا انسان نہیں ہے۔"

"آپ ٹیلیفون ضرور کر دیں۔ کل دن میں یا شام تک میں کسی وقت ان کے پاس جاؤں گی ویسے ان کی بیٹی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے........؟"

"نادیہ حیات........" ڈیڈی نے سوال کیا؟

"جی........"

"میں اس کے بارے میں زیادہ نہیں جانتا ویسے بھی میری اور اس کی ملاقاتیں سرسری سی رہی ہیں تاہم اگر کچھ کر سکتی ہو تو ضرور کرو۔ بہرحال کسی نہ کسی طور تو سامنے آ ہی جائے گی کیونکہ معاملہ اتنی آسانی سے ٹلنے والا نہیں ہے مجھے بھی اندازہ ہو رہا ہے۔"

ڈیڈی سے کافی دیر تک گفتگو کرنے کے بعد میں واپس اپنے کمرے میں پہنچی ہی تھی کہ ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی یہ میری ڈائریکٹ لائن تھی اور اس پر صرف میرے ہی ٹیلیفون آتے تھے۔ میں نے جلدی سے ریسیور اٹھا لیا ذہن میں صرف اور صرف شہریار ہی کا خیال آیا تھا اور وہی تھا........

"لبنیٰ صاحبہ سے بات کرنی ہے کیا وہ تشریف رکھتی ہیں؟"

"جی ہاں رکھتی ہیں فرمایئے۔" میں نے کہا۔

"اوہو لبنیٰ' ایک اہم کام کے سلسلے میں آپ کو ٹھیک ساڑھے دس بجے حامد فخری صاحب کی کوٹھی تک پہنچنا ہے۔ انہوں نے یہ درخواست کی ہے آپ سے اور وہ آپ کا انتظار کریں

گے۔"

"حامد فخری صاحب۔" میں نے تعجب سے کہا۔

"جی........ بہت بڑا رتبہ ہے آپ کا بہت بڑا درجہ ہے فخری صاحب براہ راست آپ سے ملاقات کریں گے مجھے بتا دیجئے گا کہ آپ وہاں پہنچ سکیں گی یا نہیں۔" شہریار اس لئے اتنے مہذبانہ انداز میں گفتگو کر رہا تھا کہ خدشہ تھا کہ کوئی اور نہ ٹیلیفون سن رہا ہو۔ میں نے ایک لمحے کے لئے سوچا پھر میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے میں پہنچ رہی ہوں کیا تم بھی وہاں موجود ہو گے۔"

"جی ہاں فدوی کو بھی طلب کیا گیا ہے۔"

"میں پہنچ جاؤں گی اطمینان رکھو۔" میں نے کہا اور شہریار نے ٹیلیفون بند کر دیا اس سے زیادہ اس نے اور کوئی بات نہیں کی تھی میرے ذہن میں چند لمحات کے لئے مختلف خیالات ابھرے اور اس کے بعد میں نے گھڑی میں وقت دیکھا اور تیاریاں کرنے لگی۔ ٹھیک ساڑھے دس بجے میں حامد فخری صاحب کی کوٹھی میں پہنچ گئی۔ ویسے یہ بہت بڑا اعزاز تھا حامد فخری صاحب مجھ پر ہمیشہ ہی عنایات کرتے رہے تھے۔

کمپاؤنڈ میں پولیس گاڑی نظر آ رہی تھی اس کا مطلب ہے کہ شہریار وہاں پہنچ چکا ہے میری گاڑی بآسانی اندر داخل ہو گئی غالباً اس کے سلسلے میں ہدایات دے دی گئی تھیں اور پھر میں کار سے اتری ہی تھی کہ شہریار حامد صاحب اور ان کے ساتھ ساتھ ہی ایس ایس پی ابراہم شاہ صاحب بھی باہر برآمدے میں نکل آئے۔ تینوں نے میرا پرجوش خیرمقدم کیا۔

"آؤ بیٹے' ہر چند کہ تم سے بہت کم ملاقاتیں ہوئی ہیں لیکن ہمیشہ یہ محسوس ہوتا رہا ہے کہ تم مجھ سے بہت زیادہ قریب ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے ان کا شکریہ ادا کیا۔ وہ مجھے ڈرائنگ روم میں لے گئے۔ ہم تین افراد کے علاوہ انہوں نے کسی اور کو دعوت نہیں دی تھی۔ ہم صوفے پر بیٹھ گئے تو انہوں نے کہا۔

"اور اس بات سے تم تینوں کو یہ اندازہ ہو گیا ہو گا کہ یہ نشست خالص ذاتی ہے اور میں نے صرف انفرادی طور پر تم تینوں کو اپنے پاس طلب کیا ہے۔ دراصل میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ میرا ایک خفیہ سیل بھی موجود ہے جس میں بے شک دو افراد سرکاری حیثیت رکھتے ہیں لیکن تیسرا بھی اس سے مختلف نہیں ہے۔ ایس ایس پی ابراہیم شاہ صاحب کو گو کہ زیادہ عرصہ نہیں ہوا انہیں ہمارے درمیان آئے ہوئے لیکن انہوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ بھی ہمارے دیرینہ آدمی ہیں اس وقت جن حالات کا سامنا ہمیں کرنا پڑ رہا ہے اس سے آپ تینوں واقف ہیں بے چارے حیات حسین شاہ صاحب سخت پریشانی کا شکار ہیں۔ پہلی بار جب ان کی کوٹھی میں سالگرہ کی تقریب میں یہ حادثہ ہوا تھا وہ سخت ذہنی انتشار کا شکار ہو گئے تھے کسی کو گمان بھی نہیں تھا کہ دوسری بار ٹھیک ایک سال کے بعد بالکل ویسا ہی حادثہ ان کی کوٹھی میں ہو گا تاہم اس دوسرے

حادثے پر کافی لے دے کی گئی اور اب اس تیسرے حادثے نے سب ہی کے ذہن خراب کر دیئے ہیں اور ذمہ دار حضرات یہ سوچنے پر مجبور ہیں کہ حیات حسین شاہ صاحب انتظامیہ کی مشینری کو بے وقوف بنانے پر تلے ہوئے ہیں کوئی بھی جرم کسی بھی انداز میں کیا جائے اس کے پس پردہ ایک زبردست پلاننگ ہوتی ہے اور ہم سامری جادوگر نہیں کہ جادو کا ڈنڈا گھما کر کسی کے ذہن تک رسائی حاصل کرسکیں اس کے لئے جو کچھ کرنا پڑتا ہے ہر شخص ہی جانتا ہے میں ان افسران میں سے نہیں ہوں جو براہ راست ایک حیثیت حاصل کر لیتے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ تفتیشی مراحل کیا ہوتے ہیں بلکہ میں بھی بتدریج ترقیاں کرکے اس عہدے تک پہنچا ہوں اور ابتدائی منازل سے گزرا ہوں- میں سمجھتا ہوں کہ جرم کی تفتیش گڑیا گڈے کا کھیل نہیں ہوتی کہ ہاتھ ڈالا اور معاملہ ختم ہوگیا اس میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے چنانچہ جہاں تک مجھ سے ممکن ہوتا ہے میں اپنے ماتحتوں کو خود بھی مدد دیتا ہوں اس بار چونکہ جو شخص قتل ہوا ہے وہ ایک طرح سے بڑی سیاسی حیثیت کا حامل ہے اور اس سلسلے میں حکومت کو بھی ملوث کیا جاسکتا ہے بیانات دینے والے ایسے ہی موقعوں پر اپنے نمبر بناتے ہیں حکومت پر لے دے کرنا ہر شخص ہی اپنا فرض سمجھتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ہی ظاہر ہے زد میں ہم بھی آجاتے ہیں- چنانچہ معمول کے مطابق مجھے جو ہدایات ملیں ان کے تحت میں نے کئی بڑے پینل بنائے اور ان میں ذہین ترین اور اعلیٰ عہدیداران افسران کو تفتیش کے لئے شامل کرلیا گیا- ایس ایس پی ابراہیم شاہ صاحب' ڈی ایس پی شہریار خان جو بلاشبہ آفاقی شہرت کے حامل ہیں اس مسئلے پر براہ راست شریک کئے گئے ہیں لیکن میں نے اپنے طور پر بھی سوچا کہ ایک خفیہ رابطہ میں آپ تینوں سے قائم کروں' اور اس میں لبنیٰ کو بھی شریک کروں کیونکہ وہ انتہائی ذہین صحافی خاتون ہیں اور انہوں نے بے شمار معاملات میں پولیس کی بہترین مدد کی ہے میں آپ تینوں کا ذہنی رابطہ بھی سمجھتا ہوں اور اسی لئے میں نے ذاتی طور پر آپ کو یہاں زحمت دی اور یہ ظاہر کرنا چاہا ہے کہ یہ پینل تین افراد پر مشتمل نہیں بلکہ چار افراد پر مشتمل ہے جس میں' میں بھی شامل ہوں- بہت بڑے بڑے نام اب اس سلسلے میں کام کررہے ہیں اور یقینی طور پر میں ان سے مایوس نہیں ہوں' یقیناً" وہ کچھ نہ کچھ کرکے دکھائیں گے لیکن یہ پینل میری نگاہوں میں بلکہ میرے ذہن میں مجھ سے زیادہ قریب ہے اسی لئے میں اس سے براہ راست خفیہ رابطہ قائم کرکے اس سلسلے میں کام لینا چاہتا ہوں آپ تینوں کو میرے اس فیصلے پر کوئی اعتراض تو نہیں........"

"نہیں سر اس کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے........؟"

"تو پھر یہ سمجھ لیں کہ خصوصی طور پر میں یہ کیس ڈی ایس پی شہریار کے سپرد کرتا ہوں اور اس سلسلے میں تمام تر سرکاری کاروائیاں بھی ہوں گی' ایس ایس پی ابراہیم شاہ صاحب اپنی سرپرستی رکھیں گے- لبنیٰ شہریار کی معاونت کریں گی اور آپ لوگوں کی تمام رپوٹوں کا واسطہ براہ راست مجھ سے رہے گا' مجھے خوشی ہوگی اگر آپ لوگ مجھ سے تعاون کریں گے-"

"دل و جان سے سر- بس آپ کا حکم کافی ہے-" شہریار نے کہا- وہ بہت خوش نظر آرہا تھا' میری آنکھوں میں بھی خوشی کے تاثرات تھے- ظاہر ہے شہریار کو یہ اعزاز بخشا گیا تھا اس طرح ڈی ایس پی بنتے ہی شہریار کو ایک اہم کیس مل گیا تھا حامد فخری صاحب کچھ دیر خاموش رہے' پھر انہوں نے کہا........

"میرا خیال ہے آپ تینوں ہی اس تقریب میں شریک تھے- آپ لوگوں نے خود بھی وہاں کا جائزہ لیا ہوگا' البتہ ایک سوال میں آپ سے ضرور کروں گا' کیا پچھلے سال بھی اس تقریب میں آپ میں سے کوئی شریک ہوا تھا........؟"

"نہیں جناب........ اتفاق سے میں تو اس شہر ہی میں نہیں تھا' لبنیٰ کے بارے میں بھی جہاں تک میرا علم ہے یہ بیرون ملک تھیں' اور شہریار اپنی ترقی کے مدارج طے کررہے تھے-"

"ہوں لیکن اس بار آپ تینوں حضرات وہاں موجود تھے ہوسکتا ہے آپ کے علم میں پچھلے سال کا یہ واقعہ آچکا ہو اور اگر نہیں بھی آیا تو جانے دیجئے- مسٹر شہریار اگر میں آپ سے یہ سوال کروں کہ اس واقعہ کے بعد' یقینی طور پر آپ ایک ذمہ دار' ذہین اور بہترین خداداد صلاحیتوں کے مالک' پولیس آفیسر کی حیثیت سے آپ نے ان معاملات کے بارے میں سوچا ہوگا آپ کے ذہن میں اس سے متعلق کوئی ایسا تصور آیا جو ان حادثات پر روشنی ڈال سکے-"

"جی سر کیوں نہیں........" شہریار نے ایک نگاہ مجھے دیکھا اور میں اس نگاہ کا مفہوم سمجھ گئی تھی' چنانچہ میں نے آنکھیں بند کرکے اپنے چہرے پر وہ تاثر پیدا کیا' جس سے شہریار کو ان پوائنٹ کے بارے میں گفتگو کرنے کی اجازت دی گئی تھی اور شہریار آہستہ سے بولا........

"سر میرے ذہن میں کچھ سوالات پیدا ہوئے ہیں اور اگر مجھے اس سلسلے میں کام کرنے کی ہدایت کی جاتی' جیسا کہ اب کی گئی ہے تو میں سب سے پہلے انہی چند سوالات پر غور کرتا........"

"ہاں ہاں میرے لئے یہ گفتگو بہت زیادہ دلچسپی کا باعث ہوگی-" حامد فخری صاحب نے متوجہ ہوتے ہوئے کہا-

"سر پہلی تقریب میں ایک شخص اعتماد عالم صدیقی قتل ہوا........ دوسرے سال ناظم سعید اور اس بار تیمور علی سب سے پہلے تو میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ ان تینوں کے درمیان وہ کون سا مشترکہ رابطہ ہے' جس کی بناء پر یہ تینوں ایک ہی جگہ اور ایک ہی طریقے سے قتل کئے گئے یہ معلوم کرنا ضروری ہے- یہ پتہ بھی ضرور چلنا چاہئے کہ حیات حسین شاہ کے ماضی اور اس کے بعد اب مستقبل میں یہ لوگ کہیں کسی جگہ اس کے آڑے تو نہیں آتے' حیات حسین شاہ صاحب سابق وزیر رہ چکے ہیں' ان کے دور وزارت میں یا اس سے پہلے یہ لوگ کہیں ان کے سامنے تو نہیں آئے کوئی پرانی دشمنی یا مستقبل میں کوئی ایسا معاملہ جو حیات حسین شاہ کے راستے کی رکاوٹ بنتا ہو' اس کے علاوہ سر اور بھی چند ایسی باتیں ہیں' جن کی تفتیش لازمی ہے' مثلاً حیات حسین شاہ کی صاحبزادی' جو عمر رسیدہ ہونے کے باوجود ابھی تک غیر شادی شدہ ہیں-

کوئی وجہ تو اس کی بھی ضرور ہوگی- بیرون ملک وہ کہاں کہاں رہیں اور ایک بار سالگرہ میں ہونے والے حادثے کے بعد وہ خوفزدہ نہ ہوئیں' یہ سالگرہ دوسرے سال بھی منائی گئی اور پھر حادثہ ہوا اور اس کے بعد تیسرے سال بھی- انہی کی ضد پر سالگرہ کی تقریب کی گئی' بڑے دل گردے کا کام ہے' ماضی کے دو واقعات نظرانداز کر دیئے گئے نیز یہ کہ ان پہلے دو حادثوں کے سلسلے میں جو تحقیقات ہوئیں ان کے نتائج کیوں نہ برآمد ہوئے- اس کے علاوہ سر کچھ اور مشکوک باتیں ہیں مثلاً" تینوں کیس زہرخورانی کے تھے......... لیکن تینوں میں الگ الگ زہروں کا استعمال ہوا......... یہ چند پوائنٹس ایسے تھے' جنہیں میں نے اپنے ذہن میں ترتیب دیا تھا اور یہ سوچا تھا کہ اگر تفتیش ہو تو ان پوائنٹس کو خصوصی طور پر مدنظر رکھا جائے........" ناصرف ڈی آئی جی حامد فخری صاحب بلکہ ایس ایس پی شاہ صاہ کے چہرے پر بھی تحسین کے آثار پھیل گئے- شاہ صاحب نے بے اختیار کہا.........

"یقیناً" شہریار بہت گہرائیوں میں نگاہ ڈالی ہے تم نے بلاشبہ یہ ذہانت کا کمال ہے-" حامد فخری صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا-

"تو بھائی بلاوجہ ہی تو میں نے کل سے اب تک کی مصروفیات کے باوجود اس خصوصی ٹیم کو زحمت نہیں دی ہے' مجھے یقین ہے کہ آپ لوگ سب پر سبقت لے جائیں گے اور کچھ کرکے دکھائیں گے- اب اس سلسلے میں جہاں بھی میرے تعاون کی ضرورت پیش آئے' میں موجود ہوں' تفصیل تو آپ لوگ سمجھ ہی گئے ہیں' خاص طور پر مس لبنیٰ آپ کی شخصیت میرے لئے بڑی اہمیت کی باعث ہے' آپ نے کبھی مجھ سے کوئی کام نہیں لیا' جبکہ میں آپ کو دیکھئے کس اعتماد کے ساتھ زحمت دے رہا ہوں-"

"سر مجھے خوشی ہے اور میں فخر کرتی ہوں اس بات پر کہ آپ مجھے اس قابل سمجھتے ہیں-"

مزید کچھ دیر رسمی گفتگو ہوتی رہی' اس کے بعد ہمیں واپسی کی اجازت مل گئی' شاہ صاحب بھی ہمارے ساتھ ہی باہر آئے تھے' انہوں نے کہا.........

"پھر شہریار کل دن میں تم سے اس موضوع پر گفتگو ہوگی اور ہم ایک طریقہ کار متعین کریں گے کہ ہمیں کس طرح تفتیش کا آغاز کرنا چاہئے' مس لبنیٰ کو بھی اس سلسلے میں جہاں زحمت دی جاسکتی ہے ضروری زحمت دی جائے گی- میں چلتا ہوں' ملاقات تو کل ہونی ہی ہے-"

ہم نے انہیں احترام کے ساتھ رخصت کیا اور پھر شہریار میرے ساتھ میری کار میں آبیٹھا' پولیس گاڑی ایس ایس پی شاہ صاحب لے گئے تھے' غالباً" شہریار بھی ان کے ساتھ ہی حامد فخری صاحب کی کوٹھی پر پہنچا تھا- میں نے کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھائی اور شہریار کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھتا ہوا بولا.........

"اگر اتنی دیر نہ ہوگئی ہوتی تو میں تمہیں ایک پیالی چائے کی پیشکش کرتا گرین فاؤنٹین میں........." میں نے مسکراتے ہوئے کہا.........

"تو پیشکش کردو اب اتنی دیر بھی نہیں ہوئی ہے-" گرین فاؤنٹین میں اس نے مجھے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا.........

"تمہارے ڈیڈی نے تمہیں واقعی ضرورت سے زیادہ آزادی دے دی ہے لبنیٰ- اعتراض تو نہیں کرتے کبھی تمہاری ان مصروفیات پر.........!"

"ڈیڈی نے اپنے رویے میں جو تبدیلی پیدا کی ہے' یقین کرو' مجھے دنیا کی ہر شے سے زیادہ حیرت انگیز محسوس ہوتی ہے........."

"واقعی ان کی سخت مزاجی اور اقتدارپسندی کو دیکھتے ہوئے یہ سب کچھ بہت حیران کن ہے لیکن وہ خود تمہاری ذہانت سے متاثر ہیں- ویسے تمہارا ٹیپ ریکارڈر درست چلا.........؟"

"کیا.........؟" میں اس کے الفاظ سمجھ نہ سکی تھی-

"میں نے حامد فخری کے سامنے بروقت پوائنٹس پیش کئے نا.........!" میں نے غصیلی نظروں سے شہریار کو دیکھا تو وہ ہنسنے لگا پھر بولا........." وہ لوگ مجھے اداکاری کرتے نظر آتے ہیں-"

"کون.........؟"

"فخری صاحب' شاہ صاحب' محکمہ پولیس کی ایک نہایت خفیہ اور ذاتی میٹنگ میں ایک رپورٹر خاتون کو مدعو کیا جانا قطعی غیرفطری بات ہے اور پھر انہیں ایک ایس ایس پی اور ایک ڈی ایس پی کے ساتھ ٹیم میں شامل کر دینا ناقابل یقین اور غیرذمہ داری کی بات ہے لیکن وہ جانتے ہیں کہ شہریار کی گاڑی کیسے چلتی ہے-"

"جانے دو' کسی اور کی گاڑی وہ ایسے چلواکر دیکھیں-"

"ہاں جادو کا چراغ سب کے پاس تو نہیں ہوتا-"

"صرف یہ باتیں کرنے یہاں آئے تھے.........؟"

"ارے نہیں برانہ مانو' بس یونہی شرم آرہی تھی- اب آپ کے ڈی ایس پی صاحب کو یہ کیس باقاعدہ مل گیا ہے چنانچہ اب کیا ارادہ ہے؟"

"ایک ترتیب بنانی ہے- سب سے پہلے مجھے ان دونوں مقتولوں کے بارے میں پوری تفتیشی رپورٹ درکار ہے ان کے پورے کیس فائل مجھے مہیا کرو- وہ فائل دیکھ کر اندازہ لگاؤں گی کہ پولیس نے کیا کیا- ان کے لواحقین کے بیانات کیا ہیں حیات حسین شاہ صاحب نے اس بارے میں کیا موقف اختیار کیا ہے ویسے حیرت ہے کہ ایک اور دو سال کے اندر اندر پولیس نے ایسے دو بڑے آدمیوں کے کیس نظرانداز کردیئے-"

"بڑے بڑے کام کرلیتے ہیں ہم لوگ اس کی بات نہ کرو- ارے ہاں ایک بات یاد آئی- تمہارے ڈیڈی کے حیات حسین شاہ سے کافی گہرے تعلقات ہیں تم تو وہاں اس حوالے سے بھی جاسکتی ہو.........!"

"کیا مجھے وہاں جانا چاہئے.........؟" میں نے پوچھا۔

"کیوں.........؟ کوئی حرج ہے.........؟"

"اوہ نہیں۔ کبھی کبھی مجھے ہدایات بھی تو دیا کرو۔ کیسے ڈی ایس پی ہو۔"

"ڈیل ڈاکٹرواٹسن۔ تم وہاں ضرور جاؤ اور صورت حال کا جائزہ لو.........!" شہریار نے منہ ٹیڑھا کر کے کہا۔

"پھر تم نے مجھے اس مکروہ نام کا حوالہ دیا جس کے تصور سے ہی متلی ہونے لگتی ہے۔ وہ خشک ویران چہرے نگاہ میں آجاتے ہیں اور سر میں درد ہونے لگتا ہے۔" شہریار ہنسنے لگا پھر بولا.........

"میں تمہیں اپنا نظریہ بتاؤں اس سلسلے میں۔"

"ضرور.........!" میں نے کہا۔

"صرف حیات حسین شاہ کی معمر کنواری صاحبزادی کے بارے میں تفتیش کر ڈالو معمہ حل ہو جائے گا!"

"کیسے.........؟ میں نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہر سال سالگرہ۔ اور ہر سالگرہ میں ایک خون۔ حسن و جوانی کا صدقہ۔ وہ یقیناً غسل خونی مناتی ہے ایک انسانی جان کی بلی لے کر۔ تمہیں ہیگرڈ کی شی یاد ہوگی جو غسل آتش کرتی تھی۔"

"اٹھو۔ وقت زیادہ ہوگیا ہے تمہیں یقیناً نیند آرہی ہے۔" میں نے کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

○---------☆---------○

شہریار نے مذاق میں یہ الفاظ کہے تھے لیکن رات کو میں نے اس پر بھی غور کیا تھا۔ سوچا پہلے بھی تھا مگر اس انداز میں نہیں۔ یہ خیال ضرور آیا تھا کہ دو مرتبہ سالگرہ کی تقریب میں ایک ہی انداز کے حادثے ہوئے تھے لیکن تیسری مرتبہ بھی تقریب اسی شان سے منائی گئی حالانکہ لوگ خوفزدہ ہو جاتے ہیں اور انہیں احساس رہتا ہے۔ یہ بڑی ہمت کی بات ہے کہ ایسے حادثات کو نظرانداز کر دیا جائے نادیہ سے ملنا بہت ضروری ہے۔ دوسرے دن دفتر گئی۔ گیارہ بجے تک وہاں رہی۔ شہریار سے کوئی رابطہ نہیں ہوا تھا۔ پھر دفتر سے نکل آئی کچھ دیر کے بعد میری کار حیات حسین شاہ کی کوٹھی میں داخل ہو کر پورچ میں رک گئی۔ ایک ملازم نے بڑے ادب سے مجھ سے پوچھا کہ میں کس سے ملنا چاہتی ہوں تو میں نے حیات حسین شاہ کا نام لے دیا۔

"آپ کا کارڈ۔"

"بس یہ کہہ دیں کہ غضنفر علی خان کی بیٹی لبنیٰ ملنا چاہتی ہے۔" ملازم چلا گیا پھر نادیہ حیات ملازم کے ساتھ آگئی تھی۔ اس کے انداز میں بڑی خوش اخلاقی تھی اس وقت بہت دلکش نظر آرہی تھی کیونکہ بغیر میک اپ، کے تھی۔

"ہیلو لبنیٰ کیسی ہو میں تم سے ملنا چاہتی تھی/" اس نے مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"میں حاضر ہوگئی۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"انکل غضنفر کا فون آیا تھا میں بھی ڈیڈی کے پاس ہی موجود تھی۔ تب ڈیڈی نے تمہارا مکمل تعارف کرایا تمہارا کردار مجھے بہت دلکش محسوس ہوا' میری سالگرہ میں تم پریس رپورٹر کی حیثیت سے شریک ہوئی تھیں۔ مجھے سالگرہ کی مبارکباد بھی نہیں دی۔"

"اخبار کے ذریعہ دی تھی۔" میں نے جواب دیا وہ مجھے ساتھ لے کر اندر داخل ہوگئی۔ ڈرائنگ روم کے بجائے وہ مجھے نجی نشست گاہ میں لے گئی تھی جہاں حیات حسین شاہ بھی موجود تھے۔ انہوں نے بزرگانہ انداز میں میرا خیر مقدم کیا اور بولے۔

"غضنفر خان میرے بہت عزیز دوست ہیں لبنیٰ بیٹی' مجھے تمہارے بیرون ملک جانے کا علم تھا بعد میں تمہارے بارے میں تفصیلی بات چیت ہوئی میں نے نادیہ کو بتایا تھا-"

"ہاں لبنیٰ جرأت کا پیکر ہیں انہوں نے بڑی دلیری سے اپنی پسند کی زندگی حاصل کی ہے- تم پولیس کے ساتھ بھی کام کرتی ہو لبنیٰ؟"

"مغربی ممالک میں نادیہ آپ نے اگر کبھی تجزیہ کیا تو انتظامی محکمے پریس سے بہت قریب ہوتے ہیں یہاں ماحول تھوڑا سا مختلف ہے لیکن میں نے وہ ماحول حاصل کیا ہے-"

"ہماری مشکل میں ہمارا ساتھ دو لبنیٰ- میری ہمت جواب دینے لگی ہے میں نے غضنفر خان سے بھی کہا تھا-" حیات حسین شاہ نے وقت ضائع نہ ہونے دیا- جس سے مجھے خوشی ہوئی تھی-

"جس قابل ہوں حاضر ہوں انکل حکم دیجئے-"

"اس بار تیمور علی کو ہلاک کر دیا گیا-" بالکل اسی ٹنداز میں آخر یہ سب کیا ہے کون لوگ ہیں اور کیا چاہتے ہیں کچھ پتہ تو چلے تم انتظامی محکموں کو جانتی ہو اگر میں ذرا بھی کمزور ہوتا تو اس وقت پولیس کی کسٹڈی میں ہوتا بغیر ثبوت کے وہ مجھ پر ہاتھ ڈالنے میں ہچکچا رہے ہیں ورنہ شبہے میں ہی پکڑ لے جاتے لیکن وہ جو کچھ کر رہے ہیں مجھے اس کا علم ہے-"

"آپ کا کیا نظریہ ہے انکل-"

"کچھ بھی نہیں دن رات غور کرتا ہوں تمہارا کیا خیال ہے کیا پہلے چھان بین نہ ہوئی ہوگی- پولیس نے بال کی کھال نکالی تھی- اس وقت میں نے خاصا سخت رویہ رکھا تھا مگر دوسرے سال بھی میں تشویش کا شکار ہوگیا تھا اور اس بار بہت سوچنا پڑا تھا مجھے لیکن-"

"آپ کو خطرہ تھا انکل-"

"ایک مذاق ہی ہے لبنیٰ بیٹی تم خود سوچو پہلا مقتول اعتماد عالم صدیقی تھا ایک معزز کاروباری جرمنی میں میری اس سے ملاقات ہوئی کبھی کوئی کاروباری رابطہ بھی نہ رہا سرسری ملاقاتوں کے علاوہ اور کوئی مسئلہ بھی نہیں تھا اس کے بعد میرے کاروبار میں کوئی مماثلت بھی نہ تھی- اسے زہر دیدیا گیا بھلا اس میں میرا کیا قصور تھا- پھر دوسرے سال اسی موقع پر ناظم سعید کو بھی قتل کر دیا گیا ایک ایسے شخص کو جس سے چیمبر آف کامرس کی کچھ میٹنگوں میں ملاقات ہوئی تھی اور اسے صرف معززین کی فہرست کی بنیاد پر دعوت نامہ دیا گیا تھا- اس سالگرہ پر مجھے خوف ضرور محسوس ہوا تھا یقین نہیں تھا- میں نے حامد فخری صاحب سے اس کا اظہار کیا تو وہ بولے کہ اس طرح کیا آپ اپنے گھریلو مشاغل ترک کریں گے بات درست تھی مگر پھر ایسا ہوگیا- تیمور علی تو صورت آشنا بھی نہیں تھا' بس سیکرٹری نے معمول کے مطابق فہرست ترتیب دے کر اسے دعوت نامہ جاری کیا تھا-"

"تنہا آیا تھا-" میں نے سوال کیا؟"

"ہاں شاید- حالانکہ ہم نے سارے دعوت نامے مسٹر اینڈ مسز کی نام جاری کئے تھے' لیکن

وہ تنہا ہی آیا تھا' مجھ سے اس کا تعارف غیاث غوری نے کرایا تھا' جو میرے پاس موجود تھے-"

"غیاث غور صاحب کون ہیں؟" میں نے سوال کیا؟"

"وہ بھی ایک بڑے ایکسپورٹر ہیں اور اچھے خاصے نامور آدمی ہیں' تم چاہو تو ان سے مل سکتی ہو اگر ضرورت محسوس کرو-"

"جی جی یہ سب بعد کی باتیں ہیں' آپ مجھے کچھ اور باتیں بتایئے-"

"ضرور پوچھو' میں اس وقت شدید پریشانی کا شکار ہوں اچھی طرح جانتا ہوں کہ میرے خلاف بہت سی باتیں کی جارہی ہیں' محکمہ پولیس کے ذمہ دار ارکان مجھے اچھی طرح جانتے ہیں' وزارت میں رہ چکا ہوں اور کافی حد تک نیک نام رہا ہوں' یہ دوسری بات ہے کہ نئی سیاست کسی بھی مشکل میں نیک نام نہیں رہنے دیتی' مخالف پارٹی ' حکمران طبقے پر اور حکمران طبقہ مخالف پارٹی پر ہر طرح کا کیچڑ اچھالنا سیاست کا ایک حصہ سمجھتا ہے' چنانچہ مجھے بھلا کیوں چھوڑا جاتا' لیکن کوئی ایسی بات سامنے نہیں آسکی' جس سے مجھے باقاعدہ ملوث کرلیا جاتا' تاہم جو یہ سب کچھ ہو رہا ہے اس کے نتائج میں جانتا ہوں کہ اچھے نہیں نکلیں گے' جس کا جو دل چاہے گا کہے گا اور یہ مہم شروع بھی ہوچکی ہے' ایک اخبار نے اس سالگرہ کو خونی سالگرہ کا نام بھی دیدیا ہے اور نجانے کیا کیا ہوگا- میں اس بے چینی کو بھی سمجھتا ہوں جو ذہنوں میں پیدا ہوگئی ہے' لیکن مجھے بتاؤ ' میرا کیا قصور ہے کیا کرسکتا ہوں' پولیس دوبار اس سلسلے میں تحقیقات کرچکی ہے اس بار بھی میں نے افسران سے کہا ہے کہ وہ میرے بھرپور تعاون کے ساتھ تحقیقات کریں اور اگر میں بے گناہ ثابت ہو جاؤں تو اس سلسلے میں باقاعدہ اشاعت کی جائے- لیکن خوف تو بہرحال مجھے ہے آخر یہ سب کیا ہے؟"

"معاف کیجئے گا' بعض اوقات ہماری اڑان کسی بھی مسئلے میں اتنی اونچی ہو جاتی ہے کہ ہم نچلی سطح کی چیزوں کو نہیں دیکھ پاتے- تیمور علی اور اس سے پہلے قتل ہونے والے دونوں افراد جس پائے کے لوگ تھے ' یقینی طور پر ان کے سلسلے میں اسی سطح کی تحقیقات بھی کی گئی ہوگی اور ایسے مجرموں کو تلاش کیا جاتا رہا ہوگا' جو سیاسی یا کاروباری مقاصد رکھتے ہوں' بہت ہی نچلی سطح پر اس سلسلے میں شاید تحقیقات نہیں کی گئی ہوگی' کیا ضروری ہے کہ وہ دونوں قتل اور یہ قتل کسی بہت بڑے مسئلے سے متعلق ہو کوئی چھوٹی سی بات بھی تو ہوسکتی ہے-" میں نے کہا اور حیات حسین شاہ کے چہرے پر ایک دم عجیب سے تاثرات پھیل گئے/ انہوں نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے نادیہ کو دیکھا اور نادیہ نے بھی آنکھیں پھاڑ کر گردن ہلاتے ہوئے کہا-

"ہاں ڈیڈی ' بڑے پوائنٹ کی بات ہے' واقعی بہت بڑا پوائنٹ ہے یہ ' پولیس کو تو سارے ہی رخ دیکھنے چاہئے تھے' میرا خیال ہے یہ بالکل درست کہہ رہی ہیں' بات سمجھ میں آتی ہے ڈیڈی' کوئی چھوٹی سی بات بھی تو ہوسکتی ہے' جس کی بناء پر یہ سب کچھ ہو رہا ہے-" نادیہ نے کہا-

"غضنفر علی خان نے غلط نہیں کہا تھا' بہت بڑی بات کہہ دی ہے اس چھوٹی سی بچی نے
بالکل' میرا خیال ہے میں حامد فخری صاحب کو اس بارے میں ضروری بتاؤں گا۔"

"نہیں انکل میں درخواست کرتی ہوں آپ سے اور میری آپ سے آئندہ گفتگو کا انحصار
بھی اسی پر ہوگا کہ جو بات چیت میرے اور آپ کے درمیان ہوگی وہ صیغہ راز میں رہے گی'
کسی بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی شخصیت کو آپ اس بارے میں کچھ نہیں بتائیں گے'
اگر آپ یہ وعدہ کرتے ہیں تو میں آپ سے آگے گفتگو کروں' ورنہ میری گفتگو کا یہ سلسلہ یہیں
ختم ہو جانا چاہئے۔"

"نہیں نہیں بھئی' میرا یہ مقصد نہیں تھا۔ وہی ہوگا جو تم چاہوگی میں تو ذرا جذباتی ہوگیا
تھا۔ بیٹے تم اپنے ڈیڈی سے بات کرنا' میرے ان سے بہت ہی اچھے تعلقات ہیں اور دیکھو تم سے
بھی یہ بات کہتا ہوں کہ ان تعلقات کی وجہ سے رعایت نہ کرنا میرے ساتھ' اگر کسی طرح
میرے اوپر جرم ثابت ہو جائے تو میں تمہیں ایک بزرگ کی حیثیت سے حکم دیتا ہوں کہ پولیس
کو اطلاع دینا اور مجھے گرفتار کرادینا۔ لیکن اگر ایسا نہ ہو تو میری تم سے درخواست ہے کہ اس
وقت میری بھرپور مدد کرو' بڑی مشکل کا شکار ہوگیا ہوں میں۔ ساری زندگی کی نیک نامی داؤ پر
لگ گئی ہے' خاص طور پر اس تیسری واردات کے بعد تو میں نے ان لوگوں کی نگاہوں میں بھی
شبہات کے آثار دیکھے ہیں' جو اس سے پہلے ہمیشہ میری طرفداری کرتے رہے ہیں' وہ میں دیکھ
رہا ہوں' پتہ نہیں یہ میری غلطی ہے کہ ان دو حادثوں کے بعد بھی میں نے یہ سالگرہ منائی' یا پھر
تم یہ سمجھ لو کہ یہ ایک تجربہ بھی تھا اور میں اس بار لوگوں کے خیالات کو غلط ثابت کرنا چاہتا تھا
بس میں تمہیں اپنی ذہنی کیفیت کی تفصیل نہیں بتا سکتا۔ نادیہ مجھے بہت عزیز ہے اس کی ماں
موجود نہیں ہے اور میں نے اسے ماں بن کر ہی پرورش کیا ہے' حالانکہ مجھ جیسے کاروباری آدمی
کیلئے یہ کام کتنا مشکل تھا۔ تم شاید خود بھی اندازہ لگا سکتی ہو۔ لیکن نادیہ کو میں نے کوئی دکھ نہیں
دیا۔ بس میں اسے اپنی تقدیر ہی سمجھتا ہوں اگر کبھی یہ دکھ کا شکار ہوئی تو خیر یہ بالکل الگ بات
ہے' میرا مطلب یہ تھا کہ اس بار اس واقعہ کے بعد میں بہت نروس ہوگیا ہوں' اور میری دلی
خواہش ہے کہ یہ سب کچھ منظرعام پر آجائے کہ آخر یہ ہے کیا۔ میری کوٹھی میں یہ تین
وارداتیں کیوں ہوئی ہیں' ان کا پس منظر کیا ہے۔"

"انکل آپ کے اہل خاندان' میں کون کون ہے۔" میں نے سوال کیا؟"

"میں نے پوری فہرست تیار کی ہے' میں یہ فہرست تمہیں دیئے دیتا ہوں' ہر چھوٹے سے
چھوٹے اور بڑے سے بڑے رشتے دار کے بارے میں' میں نے مکمل تفصیلات ایک کاغذ میں
درج کی ہیں' اس دوران میں خود بھی کام کرتا اور سوچتا رہا ہوں۔ اس کے علاوہ بیٹی یہ سمجھ لو کہ
میں نے بہت ہی غور کیا ہے ان معاملات کے بارے میں' بلیک میلنگ کے بارے میں بھی سوچتا
رہا ہوں' اگر کوئی بلیک میلر ہوتا تو پہلے قتل کے بعد مجھ سے رابطہ کرتا' کسی اور وقت پر ایسا ہی

کوئی واقعہ میرے نام سے منسوب کرنے کی دھمکی دیتا' مجھ سے کچھ وصول کرتا' اپنے
دوروزارت میں بھی میں نے جو کچھ کیا ہے اس کا بھرپور جائزہ لیا ہے۔ کوئی ایسی شخصیت جو
میرے ہاتھوں نقصان اٹھا کر مجھے زک دینے پر تل گئی ہو' کچھ نہیں ملتا' کچھ ملے تو کاروائی بھی
کروں' یہاں تو کچھ بھی پتہ نہیں چلتا' چاروں طرف خلاء ہے' کس کو ان واقعات کیلئے نامزد
کروں۔"

میں نے وہ فہرست طلب کی تو حیات حسین شاہ صاحب نے وہ فہرست میرے حوالے
کردی۔ فہرست پر ایک نظر ڈالنے کے بعد میں نے شے اپنے پاس رکھ لیا اور کافی دیر تک ان
سے اس موضوع پر گفتگو کرتی رہی تھی۔ پھر نادیہ نے کہا۔

"ڈیڈی میں تھوڑی دیر انہیں اپنے ساتھ رکھ سکتی ہوں؟"

"ہاں ضرور ان کی خاطرمدارت کرو۔" حیات حسین شاہ نے کہا۔

نادیہ سے میری تنہائی میں ملاقات ہوئی اور میں نے پرتکلف چائے پر موجود لوازمات سے
شغل کرتے ہوئے کہا۔

"ایک بہت ہی اہم سوال آپ سے کرنا چاہتی ہوں؟"

"میں سمجھ رہی ہوں تاہم تم پوچھ لو.........؟"

"نہیں آپ سمجھ رہی ہیں تو خود ہی مجھے بتا دیجئے۔"

"تم میری عمر اور میرے غیرشادی شدہ ہونے کے بارے میں سیال کروگی۔"

"آپ بہت ذہین ہیں۔" میں نے کہا لیکن نادیہ کے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری ہوگئی اس
نے کہا۔

"نوعمری کے زمانے میں' میں نے ایک نوجوان سے محبت کی تھی وہ غریب گھر کا انسان تھا
اور ابتدا میں جب میں نے اپنے ڈیڈی سے اس کے بارے میں کہا تو ڈیڈی نے اس سے شدید
اختلاف کیا۔ ان کے ہاں سے ہمارے ہاں رشتہ بھی آیا اور ڈیڈی نے ان لوگوں سے کہہ دیا کہ
دونوں کے خاندانوں میں یکسانیت نہیں' اس لئے وہ مجبور ہیں نتیجے میں اس نوجوان نے خودکشی
کرلی اور اس کے بعد ڈیڈی کی ہمت نہ ہوئی کہ وہ مجھ سے شادی کیلئے کہیں۔ میں نے ان سے
صاف صاف کہہ دیا تھا' کہ میں اسی شرط پر جی سکتی ہوں کہ مجھ سے شادی کیلئے نہ کہا جائے' بس
ایسے ہی معاملات تھے پھر ڈیڈی نے مجھے بیرون ممالک بھیج دیا۔ ہاں ایک بات اور بتادوں اگر تم یہ
سوچو کہ اس نوجوان کے اہل خاندان نے کسی قسم کی انتقامی کاروائی کے تحت یہ کھیل شروع کیا
ہے تو اس بات کو ذہن سے نکال دو۔ اس بے چارے کی ایک ماں اور صرف ایک بہن تھی'
ایک بیوہ بہن جو اس کے ساتھ ہی رہتی تھی' اس کی خودکشی کے بعد اس کی ماں کا انتقال ہوگیا'
اس کے دل کی حرکت بند ہوگئی تھی۔ بیوہ بہن جو پہلے سے بیمار تھی ہسپتال میں خون تھوک
تھوک کر مرگئی اور یہ بات میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ ناصر کا ان دونوں کے علاوہ اس دنیا میں

کوئی نہیں تھا۔ یہ ہے صورت حال' میرا خیال ہے تمہاری تسلی ہوگئی ہوگی۔" میں ہکابکا نادیہ کا چہرہ دیکھ رہی تھی ایک لمحے کیلئے اس کی آنکھیں میں اداسی تیرنے لگی تھی۔ پھر اس نے گردن جھٹک کر میری طرف ایک پلیٹ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اور اب میں وہ سارے واقعات ذہن سے نکال چکی ہوں' سنو کوئی ایسی بات بالکل نہ سوچنا جو میرے خلاف ہو' میں دنیا میں کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی' میں تو خود نقصان اٹھانے کی اہلیت رکھتی ہوں' میں جانتی ہوں کہ لوگ طرح طرح کی باتیں کریں گے میرے خلاف اور کررہے ہیں۔ لیکن خدارا تم ایسی بات مت سوچنا' وقت ضائع کروگی' ڈیڈی جتنے پریشان ہیں میں جانتی ہوں' اب میں زندگی میں کبھی سالگرہ نہیں مناؤں گی یہ میرا عہد ہے لیکن اس وقت تم اپنی ذہانت سے صرف ان لوگوں کو تلاش کرو جو ہمیں نقصان پہنچانا چاہتے ہیں باقی تم خودمختار ہو' اگر کہیں سے ہم باپ بیٹی کسی سلسلے میں تمہارے لئے شبہ کا باعث بن جائیں تو جیسا ڈیڈی نے کہا وہی میں بھی کہہ رہی ہوں کہ اس وقت تکلف مت کرنا' باقی تمہاری مرضی ہے۔ ہاں اگر تم چاہو تو میں تمہیں اس شخص کے بارے میں مزید تفصیلات بتا سکتی ہوں یعنی یہ کہ وہ کہاں رہتا تھا' کیا کرتا تھا' اس کا ماضی کیا تھا' میری مراد اس شخص سے ہے جسے میں چاہتی تھی اور جس کا میں نے ابھی تمہیں حوالہ دیا ہے۔"

"نہیں نادیہ صاحبہ' مجھے اس پتے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے کہا اور اس کے بعد میں نے ان لوگوں سے اجازت طلب کرلی ایک کام میں نے اور کیا تھا' بڑے سرسری انداز میں حیات حسین شاہ سے غیاث غوری کا پتہ معلوم کرلیا تھا اور پھر اس طرح اسے ٹال دیا تھا جیسے اس بات کو میں نے کوئی اہمیت نہ دی ہو۔ وہاں سے اٹھی تو ذہن بڑی پراگندگی کا شکار تھا۔ نادیہ کے کردار پر غور کر رہی تھی اور دل اندر سے یہ گواہی دے رہا تھا کہ وہ ایک صاف ستھرے کردار کی لڑکی ہے بظاہر جو نظر آتی ہے اس سے بالکل مختلف اور شخصیت کا یہ تضاد بھی اس کے اندر کے دکھ سے تعلق رکھتا تھا۔ دل کی گواہی ایسے معاملات میں بے اثر رہتی ہے۔ ٹھوس حقائق ہی صحیح راستے متعین کرتے ہیں۔ شہریار دوپہر کو دفتر نہیں آیا تھا۔ گل بدر نے بتایا کہ اس کا فون بھی نہیں آیا میں نے بھی اسے آزاد چھوڑ دیا دفتر کا کچھ کام بھی تھا ایک سیاسی جلسے کی کوریج کرنی تھی پانچ بجے وہاں پہنچ گئی نو بجے تک مصروف رہی تھی اس کے بعد گھر کا رخ کیا تھا۔ ساڑھے دس بجے شہریار کا فون ملا۔

"خیریت؟"

"ہاں تم سناؤ کہاں رہے۔"

"عہدے بڑھواتی رہو۔ خود سے دور رکھنے کا راستہ دریافت کرلیا ہے تم نے۔ پانچ تھانے دیئے گئے ہیں اور ان کا چارج لینے کی ہدایت کی گئی ہے۔"

"مبارک۔ کام کرو کام یہ دور رکھنے کا نہیں قریب لانے کا راستہ ہے کیا سمجھے؟"

"کام کتنا بڑھ گیا ہے ویسے ایک کام خراب ہوگیا ہے۔"

"کیا؟"

"صاحب خان بھی میرے ہی علاقے میں آگیا ہے بڑا خوش ہو رہا تھا مگر مجھے شرمندگی ہوئی۔"

"اس کا احترام کرو۔ یہ سب کچھ ہوتا ہے۔"

"ادھر کی کچھ سنی۔"

"کیا۔"

"آٹھ افراد گرفتار کرلئے گئے ہیں مزید گرفتاریوں کیلئے وارنٹ مانگے گئے ہیں۔ ہو سکتا ہے نوبت حیات حسین شاہ تک پہنچ جائے ان سے ملاقات تو نہیں ہوئی؟"

"ہوئی تھی۔"

"اوہ' کوئی خاص بات.........؟"

"قابل ذکر نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"الجھنیں بڑھتی جارہی ہیں' اچھا ایک بات بتاؤ اگر حیات حسین شاہ گڑبڑ نکلے تو کیا کروگی؟"

"کیا مطلب ہے اس سوال کا؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"وہ بس' سسر صاحب سے دوستی کا معاملہ ہے' سمجھ رہی ہونا۔"

"سنجیدہ رہو۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

"بھئی غضنفر خان صاحب کے گہرے دوست ہیں وہ۔ کمال ہے۔"

"ڈی ایس پی بن کر بہک رہے ہو شہریار' قانون کیا کہتا ہے۔" میں نے کہا۔

"وہ تو ٹھیک ہے مگر بعض اوقات قانون بہت مشکل کا شکار ہوجاتا ہے۔ ذرا مجھے حیات حسین شاہ کے بارے میں اپنے تاثرات تو بتاؤ۔"

"ابھی تک میرے ذہن میں ان کے خلاف کوئی بات نہیں آئی لیکن اگر کوئی معاملہ نکلا تو ظاہر ہے اسے تم اور میں کیسے تبدیل کرسکتے ہیں۔"

"ایک کام تو کرہی ڈالو' میرے خیال میں کوئی نقصان نہیں ہوگا۔"

"وہ کیا؟"

"مل چکی ہو ان سے رابطہ ہو چکا ہے فون کرکے کہہ دو کہ کل ضمانت قبل ازگرفتاری کروالیں۔ اسی طرح تمہاری ان سے تھوڑی سی قربت اور بڑھ جائے گی اور تمہیں تحقیقات کرنے میں آسانی ہوگی اور وہ تمہیں اپنا ہمدرد تصور کریں گے۔"

"کیا ان کی گرفتاری کے آرڈر ہو چکے ہیں؟"

"ہو جائیں گے۔"

"کس بنیاد پر؟"

"شبہے کی بنیاد پر معاملہ غلط رخ اختیار کرتا جارہا ہے۔ تیمور علی کی سیاسی حیثیت بھی تھی ایک سیاسی پارٹی اس حوالے سے شورش کرنا چاہتی ہے حکومت کو کچھ فوری اقدامات کرنے ہوں گے۔ آج جو گرفتاریاں ہوئی ہیں وہ بھی انہی حالات کی بنا پر ہوئی ہیں خاصا سخت رویہ اختیار کیا جارہا ہے سختی سے تحقیقات کرنے کی ہدایات ملی ہیں اور مزید اقدامات کئے جارہے ہیں۔"

"کس قسم کے لوگوں کو گرفتار کیا گیا ہے؟"

"مختلف اقسام ہیں۔ سیاسی اور کاروباری چپقلش کو مدنگاہ رکھا جارہا ہے۔ ہر پہلو پر نگاہ ڈالی جارہی ہے دراصل حکومت خراب حالات سے بچنا چاہتی ہے اور کچھ کرکے دکھانا چاہتی ہے۔"

"حیات شاہ کا فون نمبر معلوم ہے؟" میں نے کہا اور شہریار نے مجھے نمبر بتایا پھر بولا۔

"تم یہ کام کرلو اس طرح تمہارے ڈیڈی کی دوستی کا بھرم بھی رہ جائے گا بعد میں ظاہر ہے معاملہ قانون کا ہوگا اور اس طرح ممکن ہے تمہیں مدد حاصل ہو جائے۔"

"کل کیا پروگرام ہے؟"

"اخبار کے دفتر فون کرکے بتاؤں گا۔" شہریار نے کہا۔ کچھ چند رسمی جملوں کے بعد میں نے اسے الوداع کہا اور سوچ میں ڈوب گئی۔ شہریار کا مشورہ برا نہیں تھا کچھ دیر کے بعد میں نے وہاں فون کیا فون نادیہ نے ریسیو کیا تھا۔

"سوری نادیہ صاحبہ۔ کیا آپ آرام کرنے لیٹ گئی تھیں۔"

"آواز نہیں پہچان رہی۔" نادیہ نے کہا۔

"لبنیٰ بول رہی ہوں۔"

"اوہ لبنیٰ ڈیئر' اپنے گھر سے بول رہی ہو؟"

"ہاں۔ کیا کر رہی تھیں؟"

"ڈیڈی سے باتیں ہو رہی تھیں وہ میرے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔"

"معافی چاہتی ہوں' پریشان کیا۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہو لبنیٰ' ہم باپ بیٹی تمہارے بارے میں بہت سی باتیں کرتے رہے ہیں۔ ڈیڈی نے مجھے غضنفر صاحب کی سخت مزاجی کے قصے سنائے ہیں اور وہ حیران ہو رہے تھے کہ تم نے کس طرح شیر کو پنجرے میں بند کرلیا۔ تم آخر اپنا اخبار کیوں نہیں نکالتیں۔"

"مالک بن کر کام کرنا مشکل ہو جاتا ہے مس نادیہ۔ اس موضوع پر اطمینان سے باتیں کریں گے۔ ذرا فون حیات صاحب کو دو۔"

"اوہ اچھا۔ ڈیڈی بات کیجئے۔" ریسیور میں ہلکی آواز سنائی دی پھر حیات صاحب بولے۔

"جی لبنیٰ بیٹی۔ خیریت۔"

"انکل ایک درخواست کرنا چاہتی ہوں۔"

"ہاں کہو.........؟"

"کل آپ پہلا کام یہ کریں کہ اپنی اور نادیہ کی ضمانت قبل از گرفتاری کرالیں۔" میں نے کہا اور دوسری طرف خاموشی چھاگئی۔ پھر چند لمحات کے بعد حیات حسین کی آواز ابھری۔

"اس مشورے کی کوئی خاص وجہ؟"

"جی انکل آپ کو علم ہے کہ ہمارا رابطہ پولیس سے رہتا ہے؟"

"تمہیں اشارہ ملا ہے۔"

"جی!"

"ہوں' میرا خیال ہے اب مجھے خاموش نہیں بیٹھنا چاہئے' میں بھی موم کا بنا نہیں ہوں۔ ٹھیک ہے بیٹی مشورہ بروقت اور مناسب ہے ابھی انتظام کئے لیتا ہوں تمہاری اس محبت کو ہمیشہ یاد رکھوں گا بے شک میں نے یہ نہیں سوچا تھا۔"

"میرا فرض ہے انکل۔ آپ نے مجھے جو ڈیوٹی سونپی ہے اس پر مجھے الرٹ پائیں گے۔"

دوسرے دن دفتر میں شہریار کا فون ملا۔ لبنیٰ آج پورا دن مصروف رہوں گا۔ انتظار نہ کرنا۔"

"اوکے - کام کرو۔ خدا حافظ۔" میں بولی اور فون بند کردیا۔ دفتری کام نمٹا کر میں کاغذ پر آڑی ترچھی لکیریں بنانے لگی۔ بہت دیر تک سوچتی رہی پھر کسی خیال سے چونک پڑی۔ سالگرہ کا تازہ ترین مقتول تیمور علی تھا۔ دوسرے معاملات ایک اور دو سال پرانے ہوگئے تھے انہیں بعد میں دیکھا جاسکتا ہے اگر تیمور علی کے گھر کا چکر لگا لیا جائے تو کیا حرج ہے۔ اس کے گھر کا پتہ حاصل کرنا کوئی مشکل کام نہیں تھا دفتر ہی سے مل گیا میں تیار ہوکر اس پتے پر چل پڑی۔ خوبصورت کوٹھی تھی پولیس یہاں موجود تھی گیٹ پر ہی روک لیا گیا۔

"اخباری رپورٹر ہوں۔ یہ میرا کارڈ ہے۔"

"ایس پی صاحب اندر موجود ہیں اخبار والوں کو منادی کردی گئی ہے۔"

"کونسے ایس پی ہیں۔"

"راٹھور صاحب۔"

"اوہ"۔ میں نے ہونٹ سکوڑے پھر بولی۔ جاؤ ان سے کہو لبنیٰ اندر آنا چاہتی ہے۔"

"کوئی اندر نہیں جاسکتا۔" سپاہی نے کہا اور میں نے کاغذ نکال کر اس کا نمبر نوٹ کرلیا۔ دوسرے سپاہی نے کہا۔

"اپنا کارڈ دے دو بی بی۔ اس بیچارے کا نمبر نوٹ کرنے سے کیا فائدہ ہم تو ڈیوٹی کررہے ہیں آپ اپنا کارڈ دیدو' میں چلا جاتا ہوں۔" میں نے اسے اپنا کارڈ دیدیا تھا۔ وہ اندر چلا گیا اور اسے واپس آنے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ اس نے سامنے اشارہ کرکے کہا۔

"ایس پی صاحب نے بلایا ہے۔" راٹھور صاحب کوٹھی کے سامنے والے حصے میں نظر آرہے تھے کچھ اور افسران بھی ان کے ساتھ تھے۔ یہ وہ ایس پی صاحب تھے جن سے ایک بار

میری چل گئی تھی اور بعد میں فخری صاحب نے انہیں طلب کرلیا تھا۔ ان کی آنکھوں میں کینہ توزی کے آثار تھے۔

"ہیلو راٹھور صاحب"

"جی فرمایئے۔" راٹھور صاحب نے خشک لہجے میں کہا۔

"تھوڑا سے کام کرنے کی اجازت دیں گے۔"

"جی نہیں میرا خیال ہے اس بار آپ وزیر داخلہ صاحب سے مل لیں۔"

"اوہو کیوں کیا آپ نے فخری صاحب کی ملازمت ختم کرادی ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"دیکھو لڑکی، ہم پولیس والے تمہاری ہی جیسی شخصیتوں کی وجہ سے بدنام ہوتے ہیں۔ پتہ سختی کر ڈالیں گے تو تم اخباروں کے کالم سیاہ کردوگی ہر کام کی ایک نوعیت ہوتی ہے اس سلسلے میں اخباروں کو خبریں نہیں دی جارہی ہیں تمہیں تمہارے دفتر سے اطلاع نہیں ملی۔"

"میں کبھی دفتر سے ہدایت نہیں لیتی۔"

"بہت بڑے آدمی کی بیٹی جو ہو، لیکن تھوڑی سی نصیحت مان لو تو کام آئے گی۔"

"ارشاد۔"

"پولیس سے اڑنا حماقت کی معراج نہیں ہے کسی جال میں پھنس گئی تو کوئی کام نہیں آسکے گا قانون ہم جانتے ہیں تم نہیں۔" میں نے ایک نگاہ ایس پی صاحب پر ڈالی اور ہنس پڑی۔

"ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں، قانون تو آپ جانتے ہیں لیکن میں قانون کے ساتھ آپ کا بھی احترام کرنا چاہتی ہوں۔ تاہم آپ کے یہ الفاظ قرض ہیں مجھ پر راٹھور صاحب۔"

"جاسکتی ہو۔" راٹھور صاحب بولے......... اور میں خاموشی سے پلٹ آئی۔ ہر محکمے میں ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں اور راٹھور صاحب کے ذہن میں میرے لئے غصہ تھا لیکن یہ ثانوی باتیں تھیں اور ان پر زیادہ توجہ نہیں دی جاسکتی تھی۔ گیٹ سے باہر نکلی تھی کہ ایک اور پولیس جیپ آتی نظر آئی اس میں انسپکٹر فیاض بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے زور سے سلام کیا اور میں رک گئی۔ فیاض نیچے اتر آیا تھا۔ "ہیلو مس لبنیٰ، کیسے مزاج ہیں.........؟"

"بہت خراب۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"اوہو، خیریت.........؟"

"اندر سے آرہی ہوں معلومات حاصل کرنے آئی تھی، لیکن اندر ایس پی راٹھور صاحب موجود ہیں، بہت سی دھمکیاں دے کر باہر نکال دیا ہے۔" میں نے کہا اور انسپکٹر فیاض کے ہونٹ سکڑ گئے پھر وہ ایک دم ہنس پڑا۔

"ایس پی راٹھور صاحب، بالکل ٹھیک ہے مس لبنیٰ، ایس پی راٹھور کے ساتھ آپ کے سلسلے میں جو واقعہ پیش آیا ہے وہ تقریباً سارے ہی محکمے کو معلوم ہوگیا ہے اور بعض لوگوں نے راٹھور صاحب سے بڑے بڑے سنگین مذاق کئے ہیں۔ اس سلسلے میں چنانچہ ان کا غصہ برحق،

لیکن جانے دیں مس لبنیٰ ہمارے اور آپ کے درمیان تو یہ مذاق چلتا ہی رہتا ہے، ویسے آپ تیمور علی کے گھر آنے والی پہلی صحافی خاتون ہیں شاید......... صحافیوں نے ادھر کا رخ نہیں کیا بلکہ دوسری سمتوں ہی کے چکر لگاتے رہے ہیں۔ کوئی خاص بات تھی.........؟"

"نہیں انسپکٹر......... تم یہاں کیسے.........؟"

"راٹھور صاحب کی ماتحتی میں کام کر رہا ہوں۔" انسپکٹر فیاض نے کہا۔

"یہاں کے بارے میں کوئی خاص بات.........؟"

"جی کوئی خاص بات نہیں ہے، بس چھان بین ہو رہی ہے۔ ویسے بیچاری تہمینہ علی اسپتال میں داخل ہیں اور ان کی حالت بہت تشویشناک ہے سکتہ سا طاری ہے ان پر، آنکھوں سے آنسو بہتے رہتے ہیں۔"

"یہ تہمینہ علی کون ہے.........؟" میں نے سوال کیا۔

"مسز تیمور علی۔"

"اوہ اچھا......... اچھا......... وہ ہسپتال میں داخل ہوگئی ہیں.........؟"

"جی ہاں مس لبنیٰ، شدید صدمے کا شکار ہے بیچاری، اس دن سے ہسپتال میں داخل ہیں جس دن سے تیمور علی کا قتل ہوا تھا۔"

"اور اس کوٹھی میں کون کون رہتا ہے انسپکٹر فیاض۔" میں نے سوال کیا۔

"بس ملازمین ہیں، اہل خاندان ہیں۔ میرا خیال ہے سارے کے سارے بے کار لوگ ہیں، اور ان لوگوں سے کوئی خاص بات معلوم نہ ہو پائے گی۔ میں بھی کوشش کر چکا ہوں۔"

"اوکے بہت بہت شکریہ......... ویسے تہمینہ علی کون سے ہسپتال میں ہیں.........؟" میں نے انسپکٹر فیاض سے پوچھا اور اس نے مجھے ہسپتال کا نام بتادیا میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور گاڑی میں جا بیٹھی۔ ایس پی راٹھور کے لئے دل میں شدید غصہ بھرا ہوا تھا۔ لیکن پھر میں نے اپنے آپ کو معتدل کیا، وہی بات تھی کہ یہ لوگ اس قسم کی کوشش کرنے سے باز نہیں آتے تھے، کہاں تک ان کے خلاف عمل کیا جاتا، بہتر تھا کہ خاموشی اختیار کرلی جائے، خودبخود ٹھیک ہوجائیں گے۔ میں نے کار ڈرائیو کرتے ہوئے سوچا اور پھر اچانک ہی ذہن میں ایک اور خیال آیا تھا۔ چنانچہ میں اس پتے کو ذہن میں دہرانے لگی، جو مجھے حیات حسین شاہ سے معلوم ہوا تھا یعنی غیاث غوری کا پتہ......... یہ نام ابھی تک منظرعام پر نہیں آیا تھا اور نہ ہی اس کے بارے میں میں نے کوئی کہانی سنی تھی، حیات حسین شاہ صاحب نے بس اتنا بتایا تھا کہ وہ تیمور علی کے صورت آشنا نہیں تھے اور صرف ایک معزز آدمی کی حیثیت سے انہوں نے اسے اس تقریب کا دعوت نامہ بھیج دیا تھا اور جب وہ آیا تو غیاث غوری صاحب نے اس کا تعارف حیات حسین شاہ سے کرایا تھا۔ ہو سکتا ہے غیاب غوری سے کوئی خاص بات معلوم ہو جائے ویسے اس کردار کے بارے میں بھی، میں نے زیادہ چھان بین نہیں کی تھی البتہ پتہ ضرور معلوم کرلیا تھا۔

غیاث غوری کی رہائش گاہ تلاش کرنے میں تھوڑی سی دقت ضرور پیش آئی تھی- بہرحال میں ایک درمیانہ درجے کی کوٹھی کے سامنے پہنچ گئی- اس قسم کے لوگ کوٹھیوں میں ہی رہا کرتے ہیں- گیٹ پر کوئی چوکیدار وغیرہ نہیں تھا- ذیلی کھڑکی کھلی ہوئی تھی' کوئی بیل وغیرہ بھی نظر نہیں آرہی تھی- باہر کا لان اجاڑ سا پڑا ہوا تھا- میں ٹھٹھکتے انداز میں عمارت کے صدر دروازے تک پہنچ گئی- پھر میں نے ادھر ادھر دیکھا اور صدر دروازے کو زور سے بجایا-

عجیب جگہ تھی نہ کوئی ملازم نہ اہل خاندان' مگر چند لمحات کے بعد دروازہ کھلا وہ ایک نوجوان لڑکی تھی خاصی خوش شکل تھی اس نے سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھا-

"غیاث صاحب سے ملنا چاہتی ہوں-"

"کیا کام ہے.........؟"

"اخباری نمائندہ ہوں اور ان سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں-"

"کونسے اخبار سے تعلق ہے.........؟"

"یہ میرا کارڈ ہے-" میں نے اسے کارڈ دیتے ہوئے کہا' اور وہ کارڈ کا جائزہ لینے لگی' پھر اچھل پڑی-

"لبنیٰ ہیں آپ-"

"جی.........!"

"آپ تو بہت مشہور شخصیت ہیں آیئے- بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر' لیکن ڈیڈی سے کیا کام ہے- آیئے نا-" اس نے کہا اور میں اس کے ساتھ آگے بڑھ گئی- اسی وقت اندر کے کسی کمرے سے دبلے پتلے بدن کا ایک سفید بالوں والا شخص باہر نکل آیا جو صرف سفید بالوں کی وجہ سے عمر رسیدہ نظر آتا تھا ورنہ اچھی صحت کا مالک تھا-

"کون ہے کوثر.........؟"

"ڈیڈی یہ مشہور صحافی خاتون لبنیٰ ہیں' آپ سے ملنا چاہتی ہیں-"

"صحافی خاتون-" معمر شخص نے کہا پھر بولا-" آیئے خاتون افسوس آپ کو اس وقت یہ گھر بھوت گھر معلوم ہو رہا ہوگا دراصل ہم مکان شفٹ کر رہے ہیں بہت دن سے کام ہو رہا ہے اور اس وقت تقریباً" پورا مکان خالی ہوچکا ہے ہم باپ بیٹی لائبریری کی چھان بین کر رہے تھے- آیئے لائبریری میں آجایئے معاف کیجئے گا میرا نام ہی غیاث غوری ہے-"

"جی غیاث صاحب میں نے اندازہ لگا لیا تھا-"

"یہ میری بیٹی کوثر ہے- آیئے-" وہ مجھے لائبریری میں لے گیا کوثر بھی ساتھ آئی تھی-

"آپ نہیں جانتے ہیں ڈیڈی.........؟" کوثر نے پوچھا-

"ہاں......... صحافی کی حیثیت سے بھی اور ایک دولتمند آدمی کی بیٹی کی حیثیت سے بھی-

غضنفر علی خان صاحب میرے دوست ہیں- مگر بیٹی ہم سے کیا کام آپڑا تمہیں.........؟"

"تیمور علی کے قتل کے بارے میں کچھ معلوم کرنا چاہتی ہوں-" میں نے جواب دیا اور غیاث صاحب کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آنے لگے- وہ لائبریری میں داخل ہوگئے- فرش پر جگہ جگہ کتابوں کے انبار لگے ہوئے تھے- الماریوں میں بھی کتابیں سجی ہوئی تھی غالباً" یہ لوگ ان کی فہرست بنا رہے تھے-

"بیٹھو........." غوری صاحب نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کرکے کہا' اور پھر کوثر سے بولے-" چائے کا انتظام ہو سکتا ہے کوثر.........؟"

"تھرمس میں مل جائے تو ممکن ہے' ڈیڈی- بلکہ نہیں ہوگی-" کوثر نے کہا-

"شکریہ غوری صاحب' ان حالات میں تکلف نہ کریں- آپ کے نئے گھر میں آپ کے ساتھ چائے ضرور پیوں گی-"

"ڈیڈی مجھے بتایئے میں کیا کروں- ڈرائیور صاحب تو کہیں لمبے نکل گئے مجھے دیر ہو رہی ہے-"

"ایں ہاں......... تم جانا چاہو تو چلی جاؤ ٹیکسی یا رکشہ مل جائے گا- جاؤ تم چلی جاؤ-"

"اوکے ڈیڈی تھینک یو' اوکے ڈیئر لبنیٰ مجھے ایک ضروری کام ہے ورنہ تمہارے ساتھ ضرور بیٹھتی تمہیں اپنے نئے گھر کی دعوت ضرور دوں گی' خداحافظ-" کوثر باہر نکل گئی- میں غوری صاحب کی طرف متوجہ ہوگئی اور میں نے کہا-

"معذرت خواہ ہوں کہ آپ کو اس طرح تکلیف دی-"

"نہیں کوئی بات نہیں ہے مگر مجھے حیرت ہے تیمور علی کے قتل کے سلسلے میں' میں کیا بتا سکتا ہوں-"

"آپ کے تعلقات تھے تیمور علی صاحب سے.........؟"

"ہاں وہ کوئی غیرمعروف شخصیت تو نہیں تھی- تقریباً" تمام لوگ ایک دوسرے کے شناسا ہیں-"

"کوئی ایسی بات جو ان کے قتل پر روشنی ڈال سکے.........؟"

"بھلا کیا ہو سکتی ہے-" غیاث صاحب نے کہا-

"حیات حسین شاہ صاحب کی تقریب میں آپ بھی شریک تھے.........؟"

"ہاں.........بالکل.........!"

"آپ کو کوئی اندازہ ہے کہ وہاں تقریب میں کون تیمور علی کے قریب رہا تھا.........؟"

جواب میں غیاث غوری صاحب آہستہ سے ہنسے اور بولے........."بڑا عجیب سوال ہے' بھائی تقریبات میں یہ خیال کیسے رکھا جاسکتا ہے اور خیال رکھنے کی بھلا کیا وجہ ہو سکتی ہے' سب

ایک دوسرے سے ملتے ہیں کسی ایک آدمی پر غور کرنا تو ناممکن ہے اور پھر بھلا کسے اس بات کا شبہ ہو سکتا ہے کہ اس کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آنے والا ہے' ظاہر ہے یہ بات کوئی نہیں جانتا کہ آنے والے لمحوں میں کیا ہونے والا ہے.........؟"

"جی ہاں میں جانتی ہوں......... میں نے بس اس تصور کے تحت یہ سوال کیا ہے کہ بعد میں کوئی ایسی شخصیت آپ کے ذہن میں آئی ہو' جس پر آپ کو شبہ ہوا ہو.........؟"

"نہیں بھئی' ایسی کوئی بات نہیں ہے........." غیاث غوری نے کہا.........

"معاف کیجئے گا غیاث صاحب' ایک اور سوال کر رہی ہوں آپ سے' برا نہ محسوس کریں۔ حیات حسین شاہ صاحب کی کوٹھی میں اس قسم کے تین قتل ہو چکے ہیں' آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے.........؟"

"مطلب.........؟" غوری صاحب نے مجھے دیکھتے ہوئے پوچھا.........!"

"حیات حسین شاہ صاحب بڑی ذہانت سے یہ ڈرامہ تو نہیں کر رہے' اپنے دشمنوں کو یا اپنے راستے کی کسی بھی رکاوٹ کو وہ اس طرح ہٹا رہے ہوں.........؟"

"ناسمجھی کی بات ہے بے بی' ذرا غور کرو کون اپنے گھر میں قتل وغارت گری پسند کرتا ہے اور پھر کوئی اتنا بے وقوف نہیں ہوتا کہ دشمن کو گھر بلا کر مارے' تقاریب ہی میں سہی اور اگر حیات حسین شاہ یہ کام کرتے تو اس کے لئے اپنا گھر اور ایک تقریب منعقد کرنے کی ہی کیا ضرورت تھی۔ آخر کب تک وہ پولیس یا عوام کی نگاہوں سے پوشیدہ رہ سکتے تھے۔ اب بھی بے چارے کی پوزیشن اچھی خاصی خراب ہو گئی ہے' پتہ نہیں کیسے اس مشکل سے نکلے گا' اور پھر جہاں تک میرے علم کی بات ہے وہ دونوں تو ایک دوسرے کے صورت آشنا بھی نہیں تھے بلکہ میں نے ہی ان دونوں کا تعارف کرایا تھا تب حیات حسین شاہ نے اسے پہچانا تھا۔"

"جی آپ کا کہنا بالکل درست ہے لیکن بعض جرائم میں مجرم نے ذرا مختلف انداز سے عمل کیا ہوتا ہے وہ دنیا کو بھٹکانے کے لئے ایسا کوئی قدم اٹھاتا ہے جس سے شبہ اس کی طرف جائے اور یہی شبہ اس کی بے گناہی کا باعث بن جاتا ہے اور منطقی طور پر یہ طے کر لیا جاتا ہے کہ بھلا کون اپنے آپ کو بدنام کرنے کی کوشش کرے گا........."

"دیکھو بے بی تم جو کچھ بھی چاہو کہہ سکتی ہو۔ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے' حیات حسین شاہ اس قسم کا آدمی نہیں ہے۔ وہ بے داغ کردار کا مالک رہا ہے' اپنے دور وزارت میں بھی اس کے نام کے ساتھ کوئی ایسی بات موسوم نہیں ہوئی' میرے خیال میں اگر پولیس یا پریس کا یہ اندازہ ہے' تو غلط ہے۔ حیات حسین شاہ بہت اچھا آدمی ہے' دوست نواز' امن پسند میں اس خیال کی سختی سے تردید کرتا ہوں اور ایک گزارش اور ہے میری تم سے......... آتو گئی ہو تم میرے پاس......... لیکن اخبارات میں کہیں سب کچھ میرے نام سے ہی منسوب مت کر دینا۔ میں تمہارا شکر گزار رہوں گا۔ میں ایک چھوٹا موٹا کاروباری آدمی ہوں اور خاموشی سے

زندگی کی گاڑی گھسیٹ رہا ہوں۔ حالات اس قدر سنگین ہیں اس کا اندازہ اس عمر میں تو تمہیں نہیں ہو گا لیکن ہم لوگ بڑے مشکل حالات میں گزارہ کر رہے ہیں براہ کرم تم میرا نام اخبارات سے دور رکھنا......... اور پھر بھلا میرا ان حالات سے کیا واسطہ' بس شناسائیاں ہیں جو ہم لوگوں کے درمیان ہوتی ہیں اور اسے ہی دوستی کا نام دے دیا جاتا ہے۔ ورنہ سب ہی اپنے آپ میں مگن رہتے ہیں........."

"تو آپ کے خیال میں کوئی ایسی شخصیت نہیں ہے جسے شبہ کی نگاہ سے دیکھا جائے.........!"

"توبہ کرو بے بی' میں بھلا ایسی شخصیتوں پر نگاہ رکھنے کی پوزیشن میں کہاں ہوں......... میں تو خود بری طرح سراسیمہ ہو گیا ہوں اور یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا ہوں کہ اس قسم کی تقاریب بعض اوقات ایسے حادثوں کا سبب بھی بن جاتی ہیں۔"

میں گہری نگاہوں سے غیاث صاحب کا جائزہ لیتی رہی تھی بڑے محتاط آدمی تھے ہر طرح سے پہلو بچا رہے تھے۔ مجھے اندازہ ہو گیا کہ ان سے کچھ نہیں معلوم ہو سکے گا۔ چنانچہ میں نے کہا۔

"بے حد شکریہ غوری صاحب' ایک بار پھر معذرت خواہ ہوں کہ آپ کو زحمت دی۔"

"کوئی بات نہیں ہے' میں خود بڑا عجیب محسوس کر رہا ہوں۔ کوئی خدمت نہ کر سکا تمہاری ہاں ایک درخواست دوبارہ دہراؤں گا۔ میرے بارے میں کچھ نہ لکھو تو مجھ پر احسان ہو گا میں کمزور اعصاب کا انسان ہوں ساری زندگی محتاط رہ کر گزاری ہے یہ آخری لمحات ہیں۔"

"آپ مطمئن رہیں۔ ایسا کچھ نہ ہو گا.........!" اچھا خدا حافظ.........!" غیاث صاحب مجھے باہر تک چھوڑنے آئے اور میں کار میں بیٹھ کر چل پڑی۔ کوئی کام نہیں بنا تھا دن ہی شاید خراب تھا راٹھور صاحب نے بدشگونی کر دی تھی ایک بار پھر وہ ذہن میں آ گئے۔ شہریار سے تذکرہ مناسب نہیں تھا جذباتی آدمی تھا اس کے علاوہ اس مسئلے کو نظر انداز کیا جا سکتا تھا سب چلتا ہے میں نے اس خیال کو ذہن سے نکال دیا۔ غیاث غوری کی رہائش گاہ ایسی جگہ تھی کہ کئی پر پیچ راستے عبور کر کے چوڑی سڑک پر آنا پڑتا تھا۔ میں سست رفتاری سے ڈرائیو کرتی سڑک کے کنارے پہنچی ہی تھی کہ کسی طرف سے ایک لڑکی دوڑ کر کار کے سامنے آ گئی۔ میں نے اسے پہچان لیا اور کار روک دی۔ تھی کوثر تھی وہ ڈرائیونگ سائیڈ کے دوسری سمت کے دروازے پر زور آزمائی کرنے لگی اور پھر بے چینی سے بولی۔

"ارے کھولو' جلدی کھولو۔ وہ آ رہا ہے۔ جلدی پلیز........." اس نے سڑک پر دیکھتے ہوئے کہا اور میں نے دروازے کا لاک اندر سے کھول دیا۔ وہ پھرتی سے اندر داخل ہو گئی تھی۔ "چلو پلیز......... تیزی سے چلو.........!" اس نے التجا کی اور میں نے کار آگے بڑھا دی۔ عقب سے ایک کار چلی آ رہی تھی۔

"کون ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ڈرائیور' میرے لئے گاڑی لے کر آرہا ہے۔"

"تو اس میں پریشانی کی کیا بات تھی.........؟"

"مجھے دیکھ لیتا تو مجھے اس کے ساتھ جانا پڑتا۔ نہ جاتی تو ڈیڈی کو بتادیتا' جبکہ میں صرف تمہاری وجہ سے وہاں سے بھاگی تھی.........!"

"میری وجہ سے.........؟"

"ہاں تنہائی میں تم سے باتیں کرنا چاہتی تھی جس کی اجازت ڈیڈی کبھی نہ دیتے.........!"

"اوہ.........تب میرے خیال میں کسی ہوٹل میں چلیں!"

"جہاں دل چاہے چلو اب کوئی فکر نہیں ہے۔" اس نے گہری سانس لے کر کہا اور مطمئن ہو کر بیٹھ گئی۔

"غیاث صاحب تمہیں تنہائی میں مجھ سے باتیں کرنے سے کیوں روکتے۔" کچھ دیر کے بعد میں نے سوال کیا۔

"اس لئے کہ وہ بزدل ہیں۔"

"کیا مطلب.........؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"تم نے ان سے تیمور علی کے بارے میں سوالات کئے.........؟"

"ہاں.........!"

"کچھ بتایا انہوں نے تمہیں.........؟"

"بالکل نہیں۔ بس پہلو بچاتے رہے۔"

"میں جانتی تھی۔ قیامت تک زبان نہیں کھولیں گے وہ۔ لیکن میں تمہیں بتاؤں گی کہ تیمور علی کا قاتل کون ہے۔" اس نے پر اعتماد لہجے میں کہا۔

میں نے گردن گھما کر کوثر کو دیکھا اور پھر سامنے نگاہیں جمادیں۔ اس پر غور کیا جو کچھ اس نے کہا تھا۔ وہ سنجیدہ بات نہیں تھی اور سنجیدگی سے کہی گئی بھی نہیں لگتی تھی۔ لیکن چہرے اور انداز سے وہ بے وقوف جذباتی یا غیر سنجیدہ بھی نہیں لگتی تھی۔ اس نے اتنے اہم انکشاف پر میری لاپرواہی کو محسوس کیا اور بولی۔

"تم شاید مجھے پاگل یا بے وقوف سمجھ رہی ہو' لیکن کچھ دیر کے بعد ایسا نہیں ہوگا۔"

"اوہ' نہیں ڈیئر ایسی بات نہیں ہے۔ یقیناً تم نے اتنے اہم الفاظ مذاق میں نہیں کہے ہوں گے۔" اس نے میری بات کا جواب نہیں دیا اور خاموشی سے سامنے دیکھتی رہی۔ ایک چھوٹے سے پرسکون ریستوران کے سامنے میں نے کار روک دی اور ہم دونوں ریستوران کے اوپری حصے میں جا بیٹھے۔ ویٹر سے چائے کے لئے کہہ کر میں نے اسے دیکھا وہ بولی۔

"تمہاری شہرت میں نے بہت سنی ہے خود بھی تمہارے کالم شوق سے پڑھتی ہوں۔"

سوچتی ہوں کہ ایک خاتون اتنی بصیرت کی حامل کیسے ہوسکتی ہے جبکہ تمہاری عمر بھی زیادہ نہیں ہے خیر غیر ضروری باتوں سے پرہیز کر کے میں تمہیں جو کچھ بتانا چاہتی ہوں اسے توجہ سے سنو اور مجھے بے وقوف نہ سمجھو۔"

"پتہ نہیں تمہیں یہ احساس کیوں ہوا ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بس میں تمہارے اعتماد پر حیرت زدہ تھی تم نے تیمور علی کے قاتل کے بارے میں بڑے اعتماد سے بات کی تھی۔"

"ہاں اس لئے کہ مجھے اس قتل کا پس منظر معلوم ہے۔ اخبارات باقاعدگی سے پڑھتی ہوں۔ تیمور علی کے قتل کے سلسلے میں جو قیاس آرائیاں اور ہنگامہ آرائیاں ہورہی ہیں وہ سب بے معنی ہیں لیکن یہ دور ہی عجیب ہے۔ ڈاکہ زنی کی کوئی واردات ہو ذاتی دشمنی کا معاملہ ہو ہر واقعہ پر سیاسی رنگ چڑھا دیا جاتا ہے۔ انتظامیہ اصل کام بھول کر ان ہنگاموں کو فروغ کرنے میں لگ جاتی ہے اور مجرم کو بہترین مدد حاصل ہو جاتی ہے۔ میرا دعویٰ ہے کہ اب ذاتی قسم کے جرائم بھی اس پلاننگ کے تحت کئے جارہے ہیں اور جرم کرنے والے کامیابی سے بچ جاتے ہیں۔"

"عمدہ تجزیہ ہے۔ یقیناً کچھ واقعات ایسے ضرور ہوئے ہوں گے۔" میں نے اعتراف کیا۔

"یہ واقعہ بھی ایسا ہے۔" کوثر نے کہا۔

"میں تمہارے نظریات معلوم کرنا چاہتی ہوں۔"

"نظریات نہیں۔ ٹھوس معلومات کہو۔" وہ پر زور لہجے میں بولی۔ میں نے چہرے پر مصنوعی سنسنی کے آثار پیدا کرلئے وہ یہی چاہتی تھی اسی دوران چائے آگئی۔ اس نے خود چائے تیار کر کے ایک پیالی میری طرف سرکائی دوسری سے چند گرم گرم گھونٹ لے کر بولی۔

"تین سال میں تین قتل ہوئے ہیں۔ تینوں زہرخورانی کے کیس ہیں تینوں ایک ہی جگہ ایک ہی تقریب میں ہوئے ہیں لیکن میرا دعویٰ ہے کہ تینوں کیس الگ الگ ہیں اور ان کا آپس میں کوئی ربط نہیں ہے۔ بدنصیب خاندان کو حالات کا نشانہ بنایا گیا ہے ورنہ حیات حسین شاہ کا ان معاملات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ خود سوچو یعنی کون اس طرح خود کو بدنام کرسکتا ہے اس گھر کو بس قتل گاہ بنایا گیا ہے' پہلی کاروائی ممکن ہے صرف اتفاقیہ ہو' کسی نے اس تقریب میں اپنا کام کر دکھایا ہو' دوسرا قتل بھی ممکن ہے اسی تصور کا حامل ہو اور قاتل نے پہلی سالگرہ میں ہونے والے قتل کے بارے میں سوچا ہو اور اسے وہ جگہ سہولت کی جگہ محسوس ہوئی ہو وہاں اسے کامیابی ہوئی لیکن یہ تیسرا معاملہ' یہ تو سوفیصد سوچی سمجھی کاروائی ہے۔"

"تمہارے دلائل بہت وزنی ہیں۔" میں نے تعریفی لہجے میں کہا۔

"اور اب میں تمہیں اس قتل کا پس منظر بتاتی ہوں۔ تم قاتل کی نشاندہی چاہتی ہو نا.........؟"

"یقیناً.........!"

"یہ قتل دو افراد نے مل کر کیا ہے۔"

"کون کون.........؟"

"تہمینہ علی، تیمور علی کی بیوی، اور انجم جمال، اس کا منگیتر، اس کا محبوب۔" کوثر نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔

"انجم جمال.........؟" میں نے سوالیہ نگاہوں سے کوثر کو دیکھا۔

"سنتی رہو، جو کچھ بتاؤں گی پورے دلائل کے ساتھ بتاؤں گی، تم تسلیم نہ کرلو تو نام نہیں........." کوثر نے کہا اور بقیہ چائے بھی حلق میں انڈیل لی۔ "تم پلیز، میرے لئے چائے کی ایک پیالی اور بنادو۔"

"ضرور۔" میں نے کہا اور چائے کے برتن اپنے نزدیک کرلئے۔ وہ بولی۔

"تہمینہ علی ایک نچلے درجے کے گھرانے سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کا باپ کسی سرکاری محکمے میں ملازم تھا اب ریٹائر ہوچکا ہے اور اس کے دو بھائی معمولی سی ملازمتیں کرتے ہیں اور درمیانے درجے کے ایک گھر میں رہتے ہیں جبکہ تیمور علی ایک سیاسی شہرت رکھنے والا دولت مند اور کاروباری آدمی ہے، اس کے بارے میں سب ہی جانتے ہیں تہمینہ علی ابتدا ہی سے اپنی حیثیت سے زیادہ سوچنے کی عادی تھی، اس نے ہمیشہ بلندیوں کے خواب دیکھے تھے جن کا اظہار بارہا اس کی زبان سے ہوچکا تھا۔ اپنی حیثیت سے زیادہ بہتر حالت میں رہتی تھی اور یونیورسٹی میں وہ اونچی اونچی باتیں کرنے والی مشہور تھی، عموماً لڑکیاں اس کا مذاق اڑایا کرتی تھیں، خاص طور سے وہ جنہیں اس کی اصل حیثیت معلوم تھی۔ انجم جمال میرے بہت دور کے ایک عزیز کا بیٹا تھا اور ابتداء ہی سے ذہین اور ہونہار تھا، کسی زمانے میں میرے والد غیاث احمد اور اس کے مرحوم باپ کی بڑی گہری دوستی تھی، چنانچہ ابتدا ہی سے میرے والد نے اس پر نظر عنایت رکھی اور اس کی ذہانت کو مدنگاہ رکھتے ہوئے بڑی محبت سے اس کے تعلیمی اخراجات پورے کرتے رہے، اور ایک طرح سے یوں سمجھ لو کہ اس کے باپ کی موت کے بعد ان ماں بیٹوں کی پرورش کی انہوں نے۔ میں بھی یونیورسٹی میں انجی جمال کے ساتھ تھی اور میرے گھر میں یہ تذکرے ہوا کرتے تھے کہ انجم جمال کی تعلیم مکمل ہونے کے بعد اسے میری زندگی میں شامل کر دیا جائے گا۔ یہ بات انجم جمال بھی اچھی طرح جانتا تھا، کچھ عرصے کے بعد اس کی والدہ کا بھی انتقال ہوگیا، کوئی بہن بھائی نہیں تھا۔ بہرحال غیاث احمد صاحب نے اس کی مدد جاری رکھی، کیونکہ ان کے ذہن میں اپنی بیٹی کا مستقبل تھا، ہمارے درمیان، میرا مطلب ہے میرے اور انجم جمال کے درمیان کبھی عشق و محبت کا کوئی سلسلہ نہیں ہوسکا، لیکن ہم دونوں کو اچھی طرح معلوم تھا کہ ہمیں ایک دوسرے سے منسوب کر دیا گیا ہے اور ہمارا مستقبل ساتھ ہی گزرے گا، پھر وہ اسپیشلائزیشن کے لئے مغربی جرمنی چلا گیا اور پانچ سال وہاں رہا۔ یہ بات میں بالکل نہیں جانتی تھی کہ اس کے اور تہمینہ علی کے درمیان عشق و محبت کے معاملات پڑوان چڑھ

رہے ہیں، بہت محتاط رہتے تھے وہ یونیورسٹی میں، جب انجم جمال باہر سے واپس آیا تو اس نے اپنے ان جذبات کا کھل کر اظہار کردیا۔ تعلیم کے درمیان اس نے والد صاحب کی مالی اعانت قبول نہیں کی تھی، اور شکریہ کے ساتھ خط لکھ بھیجا تھا کہ مغربی جرمنی میں اس نے ایک چھوٹا موٹا کام ایسا کرلیا ہے جس کی بناء پر وہ اپنے تعلیمی اخراجات پورے کرسکتا ہے، چنانچہ اس کا بے حد شکریہ اب اسے انکی مالی امداد کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تو اسی وقت چونکی تھی، لیکن پھر میں نے یہ سوچا کہ ہوسکتا ہے ایک غیرت مند انسان کی حیثیت سے اب وہ مسلسل اپنے ہونے والے سسر کی مالی مدد قبول کرنا نہیں چاہتا۔ اور یہ سوچ کر مجھے خوشی ہی ہوئی تھی۔ پھر وہ واپس آگیا، اور ہمیں حیرت اس وقت ہوئی جب یہاں آنے کے تقریباً ایک ماہ بعد اس نے ہم سے ملاقات کی۔ وہ بالکل بدلا ہوا تھا، اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اس نے اپنے ٹپ کو ہم سے الگ کرنے کا فیصلہ کرلیا ہو، بحالت مجبوری میں نے اس سے بات کی اور اس سے اس کے رویہ کی شکایت کی، تو اس نے بڑے اجنبی انداز میں مجھے بتایا کہ وہ اپنے مستقبل کے لئے ایک لائحہ عمل رکھتا ہے، اس کی آرزو ہے کہ وہ اپنا ہسپتال بنائے۔ میں نے صاف الفاظ میں اس سے کہا کہ میری زندگی میں شامل ہونے کے بعد یہ سب کچھ ہو جائے گا، تو اس نے صاف گوئی سے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ اس کی زندگی کا محور تو تہمینہ علی ہے اور اس کے بعد میری کیفیت جو کچھ ہوئی ہوگی، ایک عورت کی حیثیت سے تم اس کا اندازہ لگا سکتی ہو۔ میں نے زندگی میں کبھی کسی چھچھورے پن کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ نہ ہی اپنے طور پر میں نے اس تصور کا آغاز کیا تھا بلکہ جو بات بچپن ہی سے میرے ذہن میں ڈالی گئی تھی میں نے اسی پر سوچا تھا۔ اس کی ان باتوں سے میں نے اپنی سخت توہین محسوس کی، میں نے ڈیڈی سے بھی اس کا تذکرہ کیا اور انہوں نے اس معاملے کو بہت سادگی سے لیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ فیصلہ کرنا اس کا حق ہے۔ میں نے ڈیڈی سے اپنی ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ابتدا ہی میں انہوں نے اس سے اس موضوع پر گفتگو کیوں نہیں کی تھی۔ بہرحال ہمارے معاشرے میں لڑکیوں کیلئے زبان بندی ضروری ہے۔ سو میں خاموش ہوگئی، درحقیقت ڈیڈی کو بھی یہ بات سخت ناگوار گزری تھی لیکن اس کا اظہار انہوں نے میرے سامنے نہیں کیا تھا۔

تہمینہ علی اور اس کے معاملات چلتے رہے، ڈیڈی نے اب قطعی طور پر اس سے قطع تعلق کرلیا تھا اور اس کی طرف توجہ بھی نہیں دی تھی۔ میں بھی سخت ذہنی گھٹن کا شکار ہوکر اس سے نفرت کرنے لگی تھی، اس دوران اس نے کیا کیا کچھ کیا، مجھے نہیں معلوم، تازہ ترین رپورٹ یہ ہے کہ آج کل وہ ایک پرائیویٹ ہسپتال میں پریکٹس کر رہا ہے اور وہاں کا میڈیکل انچارج بھی ہے۔ ظاہر ہے اسکے پاس اور کچھ وسائل نہیں تھے اس کے بارے میں مختلف طریقوں سے رپورٹیں ملتی رہا کرتی تھیں میں اس بات کا انتظار کر رہی تھی کہ اس کی اور تہمینہ علی کی شادی ہو جائے کچھ شناسا لڑکیاں تھیں جو اس کے بارے میں تفصیلات جانتی تھیں، یہ بات تقریباً بالکل

طے تھی کہ وہ تہمینہ سے شادی کرے گا' کیونکہ تہمینہ جس سطح کی عورت تھی اس یہ سے بات بالکل مشکل نہیں لگتی تھی' کہ اس کے اہل خاندان اس شادی کے لئے خوشی سے راضی نہ ہو جائیں......... لیکن پھر ایک اور ہی خبر سننے کو ملی اور وہ خبر یہ تھی کہ تہمینہ علی نے تیمور علی سے شادی کرلی........ یہ شادی کس طرح ہوئی' کسی کو نہیں معلوم- تیمور علی تک ان لوگوں کی پہنچ کیسے ہوئی' شاید کوئی بھی نہیں جانتا- لیکن تہمینہ بہت تیز طرار عورت ہے اور یقینی طور پر اس نے اس کے لئے زبردست کوششیں کی ہوں گی' مجھے حیرت تھی انتہائی حیرت اور میں اکثر یہ سوچتی تھی کہ آخر یہ سب کچھ کیسے ہوا' انجم جمال نے البتہ اس کے بعد ہماری جانب رخ نہیں کیا- اور اپنی مصروفیتوں میں لگا رہا- یہ بات اس کے تمام شناسا جانتے تھے کہ وہ اپنا ہسپتال بنانا چاہتا ہے' لیکن اس بات پر ہنسنے کے سوا اور کچھ نہیں کیا جاسکتا تھا' کیونکہ اس کی یہ آرزو شاید بڑھاپے تک پوری نہ ہوتی' بات اس وقت سمجھ میں آئی تھی- لیکن اب سب کچھ سمجھ میں آگیا' آپ بھی سمجھ رہی ہوں گی' تہمینہ نے بہت بڑی قربانی دی ہے انجم جمال کے لئے ' اس نے تیمور علی سے شادی صرف اس لئے کی کہ انجم جمال کے خواب پورے ہو جائیں' لیکن میں نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ ان خوابوں کی تکمیل کے لئے وہ ایسا مجرمانہ انداز اختیار کریں گے- بات بالکل صاف ہے' ان دونوں نے آپس میں طے کرلیا تھا کہ اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے انہیں کیا کرنا ہے بلکہ یقیناً" تہمینہ نے اس سلسلے میں انجم جمال کو پیشکش کی ہوگی اور اپنی قربانی پیش کی ہوگی اور انجم جمال نے یہ قربانی قبول کرلی ہوگی' بس اتنا سا ہی تو کام تھا کہ تیمور علی سے شادی کرلی جائے- اگر آپ تیمور علی کے بارے میں معلومات حاصل کریں تو آپ کو یہ علم بخوبی ہو جائے گا کہ اس کے اطراف میں بھی کوئی نہیں ہے' جو اس کی دولت کا حصہ دار ہو' سوائے اس کی بیوہ تہمینہ علی کے......... سارا منصوبہ بہت سوچ سمجھ کر طے کیا گیا- تہمینہ علی نے تیمور علی سے شادی کرلی کچھ عرصہ اس کے ساتھ وقت گزارا......... اور بالآخر اس نے ڈاکٹر انجم جمال کے فراہم کردہ زہر کے ذریعے تیمور علی کو ہلاک کردیا اور اس کے لئے بھی وہی قتل گاہ متعین کی گئی جہاں دو قتل پہلے بھی ہو چکے تھے اور ان کی تفتیش نامکمل رہی تھی کوئی مجرم نہیں پکڑا گیا تھا- اس قتل گاہ میں بالآخر تیمور علی کو بھی قتل کر دیا گیا اور اب تہمینہ بلاشرکت غیرے اس دولت کی مالک ہے' بھلا کون ہے جو اب ان دونوں کو شادی کرنے سے روکے گا' کچھ عرصہ انتظار کرنا چاہو تو کرلو' میرے بیان کی تصدیق ہو جائے گی اور میرے ان پرزور دلائل کی وجہ تمہیں معلوم ہو جائے گی- میں یہ بات کہنے میں بالکل جھجک محسوس نہیں کر رہی کہ میرے دل میں آج بھی رقابت کا جذبہ موجود ہے' دونوں کے خلاف نفرت ہے میرے دل میں اور اس نفرت نے مجھے مجبور کیا کہ میں وہ حقائق سامنے لے آؤں......... میں اس کے لئے بے چین تھی' لیکن میرے والد غیاث احمد صاحب بہت نرم طبیعت کے مالک ہیں میں اگر ان سے اس کا تذکرہ کرتی تو میری زبان بند کر دی جاتی اور وہ کبھی مجھے ان حقائق کو سامنے لانے کی اجازت نہ دیتے'

بلکہ شاید مجھ پر سختی بھی شروع ہو جاتی' مگر میں کم از کم دنیا کو قاتلوں کا چہرہ دکھانا چاہتی ہوں- لوگ یہ تو جان لیں کہ جرم کتنے بھیانک اور گھناؤنے انداز میں کیا جاتا ہے' اب یہ تم پر منحصر ہے کہ کس طرح ان حقیقتوں کی تصدیق کرو اور انہیں منظرعام پر لاؤ' کیا خیال ہے تمہارا.........؟ میں اپنے اندرونی جذبوں سے متاثر ہو کر قاتلوں کو کیفرکردار تک پہنچانا چاہتی ہوں اور یہ بھی سمجھتی ہوں کہ یہ شہری فرض کی ادائیگی بھی ہے کوئی بری بات تو نہیں ہے اس میں......... اگر ثبوت مل جائیں اور ان واقعات کی روشنی میں کام کیا جائے تو کیا حرج ہے کہ مجرمانہ ذہنیت رکھنے والے اور ایک انسان کو زندگی سے محروم کرنے والے کو سزا نہ ملے-"

"سو فیصد......... تمہارا کہنا بالکل درست ہے- نور میں تم سے بالکل متفق ہوں- یہ بھی اطمینان رکھو کہ ان واقعات کی روشنی میں تفتیش کی جائے گی اور یقیناً" مجرموں کو گرفتار کرکے سزادی جائے گی- ویسے یونیورسٹی کی ساتھی ہونے کی حیثیت سے تہمینہ سے تمہارے تعلقات بھی تو ہوں گے.........؟"

"ہاں کیوں نہیں......... لیکن اس انکشاف کے بعد میرے اور اس کے درمیان کوئی واسطہ نہیں رہا-"

"اور انجم جمال سے.........؟"

"انجم جمال سے کبھی کبھی ملاقات ہوجاتی تھی......... لیکن زیادہ نہیں' تہمینہ پوری طرح سے اس معاملے میں ملوث ہے اور شاید تمہیں یہ بات معلوم نہ ہو کہ قتل کے فوراً" بعد خاتون نے ڈرامہ شروع کر دیا اور ہسپتال میں داخل ہوگئیں اس سے بہترپناہ گاہ اور کون سی ہو سکتی ہے' شبہے کرنے والوں کی نگاہوں سے چھپنے اور بچنے کے لئے بدترین بحران کا مظاہرہ کیا جائے اور جب جرم کا خوف کم ہو جائے اور دل پرسکون ہو جائے تو اس کے بعد ایک مظلوم بیوہ کی حیثیت سے کچھ عرصہ کے لئے منظرعام پر رہا جائے- بعد میں باقی معاملات کی تکمیل کرلی جائے- یہ کیا بہترین کہانی ہے' کیا ہی عمدہ طریقہ جرم ہے' لیکن مجھے بھول گئے- میرے خیال میں انہیں ایک نہیں دو قتل کرنا چاہئے تھے' جس طرح بھی بن پڑتا وہ مجھے بھی زہر دے دیتے تو زیادہ کامیاب رہ سکتے تھے' کیونکہ ان حقیقتوں کی گہرائیوں کا انکشاف صرف میں کرسکتی تھی اور کوئی نہیں- مگر احمق غلطی کرگئے' مجھے زندہ چھوڑ دیا اور اپنے لئے موت کا سامان مہیا کرلیا- میں فرشتہ صفت نہیں ہوں' میرے دل میں انتقام کا جذبہ ہے اور میں ان دونوں کے لئے سزائے موت چاہتی ہوں اور یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جس میں برائی کا کوئی پہلو پوشیدہ ہو' بہرحال وہ معاشرے کے بھی مجرم ہیں اور قانون کے بھی......... معاشرتی جرم انہوں نے یہ کیا ہے کہ ایک بیوی نے اپنے شوہر کو قتل کیا اور اس کا محبوب اس کا معاون تھا- زہر کے حصول کی آسانی ڈاکٹر انجم جمال سے زیادہ اور کون فراہم کر سکتا تھا اور اس کے بعد اس کی مدد سے تیمور علی کا قتل ہوگیا- قانونی جرم تو بہرطور ہے ہی......... میں نے اگر جوش رقابت سے مجبور ہو کر یہ عمل کیا

ہے تو کوئی انہونی بات نہیں ہے اور نہ ہی میں اس سلسلے میں قابل مذمت ہوں۔ تمہارا کیا خیال ہے مس لبنیٰ.........؟"

"قطعی نہیں کوثر......... بلکہ تم نے قانون کی مدد کا نیک فریضہ بھی انجام دیا ہے۔ باقی معاملات تو ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔"

"تو اب تم یہ بتاؤ کہ کیا کرو گی اس سلسلے میں تمہارے تو یقیناً پولیس سے بھی تعلقات ہوں گے۔ ایک کرائم رپورٹر صحافی اور پولیس کا چولی دامن کا ساتھ ہوتا ہے' کیا تمہیں میری سنائی ہوئی یہ کہانی آگے بڑھانے میں کوئی دقت ہوگی.........؟"

"میرا خیال ہے نہیں........."

"تو بس پھر تم کاروائی کا آغاز کرو اور سنو' صرف میری ہی سنائی ہوئی کہانی پر یقین مت کر لینا۔ ان لائنوں پر اگر تحقیقات کی جائے گی تو بالآخر مجرم سامنے آجائیں گے' بس صحیح راستہ میں نے دکھا دیا ہے۔"

"بلاشبہ۔"

"تو اب اٹھ جائیں۔ ڈیڈی بڑے ذہین آدمی ہیں' خیر میں نے انہیں ہوا بھی نہیں لگنے دی کہ میرے ذہن میں کیا کھچڑی پک رہی ہے لیکن میرا گھر پہنچنا ضروری ہے چنانچہ چلتی ہوں۔"

اس نے پرس کھولنا چاہا لیکن میں نے اس سے پہلے بل کی رقم نکال کر میز پر رکھ دی اور ویٹر کو اشارے کرکے باہر نکل آئی۔ میں نے اس سے پوچھا کہ وہ کہاں جانا چاہتی ہے میں اسے ڈراپ کردوں۔ تو اس نے مسکراتے ہوئے کہا میں اس کا نیا گھر بھی دیکھ لوں۔ تاکہ دوبارہ ملاقات میں کوئی دقت نہ ہو.........

غیاث احمد کا نیا مکان ایک بہت خوبصورت علاقے میں واقع تھا اس کی دعوت پر بھی میں اندر نہ گئی اور میں نے اس سے کہا کہ دوبارہ اس سے ملاقات کروں گی اور پھر میں وہاں سے چل پڑی۔

بلاشبہ بڑا سنسنی خیز انکشاف تھا' خصوصاً ایسے حالات میں جب کہ تیمور علی کے قتل کے سلسلے میں بڑے لے دے ہو رہی تھی پولیس اور انتظامیہ خاصے پریشان تھے۔ اگر صورت حال یہ رخ اختیار کرلیتی تو بڑے خوشگوار اثرات مرتب ہوسکتے تھے۔ ایک پبلک کال بوتھ کے پاس پہنچ کر میں نے گل بدر کو ٹیلیفون کیا اور دوسری طرف سے فون شہریار نے ریسیو کیا۔ میں نے اس کی آواز سن کر ایک ٹھنڈی سانس لی تھی۔

"کون ہے بھئی بولتے کیوں نہیں۔" دوسری طرف سے شہریار نے کہا۔

"اب بولنے کی کیا ضرورت ہے' تمہاری آواز سن لی' آرہی ہوں۔"

"فوراً آجاؤ' پتہ نہیں کہاں کہاں آوارہ گردی کرتی رہتی ہو۔" شہریار نے کہا اور میں نے

ہنس کر فون بند کردیا۔ اس کے بعد میری کار اپنے دفتر کے سامنے ہی رکی تھی۔ شہریار کافی فرصت سے تھا' بڑے اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا' مجھے بغور دیکھتا ہوا بولا۔ "دفتر میں بھی حاضری نہیں ہوتی' کہیں اور بھی پتہ نہیں چلتا' کہاں کہاں گھومتی پھرتی ہو آجکل؟"

"اے اے' لہجہ سنبھالو اپنا' یہ کس لہجے میں بات کر رہے ہو۔"

"پریکٹس کر رہا ہوں بھئی' کچھ تو کرنے دو اس دنیا میں۔" شہریار نے کہا اور میں پاؤں پھیلا کر بیٹھ گئی۔

"کھانا منگواؤں۔"

"منگوالو' تم بھی کیا یاد کرو گے۔" میں نے جواب دیا' گل بدر کھانا لانے چلا گیا میں نے شہریار کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"بڑی فرصت میں نظر آرہے ہو۔"

"ہاں' فرصت ہے۔"

"اتنا اہم کیس تمہارے سپرد کیا گیا ہے اور تم فرصت سے بیٹھے ہوئے ہو۔"

"بڑے بڑے تیس مار خان' تیس مار خانی کررہے ہیں ہمارا بھلا کیا گزر ہے' بلاوجہ تم نے بانس پر چڑھا دیا ہے' بانس ہلتا ہے تو ڈر لگتا ہے۔"

"فضول باتیں کرنے میں تو تم ماہر ہو۔ کھانا آنے سے پہلے ایک تفصیل سن لو' بہت ضروری ہے۔"

"کھانے کے بعد سنی جائے تو کیا حرج ہے۔ مجھے تو شبہ تھا کہ تم سے ملاقات نہیں ہوگی' میرا خیال ہے کہ محبت کے بعد پیٹ کا مسئلہ سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔"

"جی نہیں' بعض اوقات پیٹ کے سامنے محبت بھی پس پشت جا پڑتی ہے۔"

"خیر اس موضوع پر پھر کبھی گفتگو کریں گے' ہاں تو کیا انکشاف تھا؟"

"تم کہاں مصروف رہے۔"

"یقین کرو کوئی خاص کام نہیں تھا' بس بہت سے معاملات ہوتے ہیں۔ تھانوں میں گردش کرتا رہا' کچھ ایسے چھوٹے موٹے امور نمٹائے جو موجودہ واقعہ سے منسلک نہیں تھے اور پھر تمہارے پاس آگیا' کوئی خاص بات نہیں ہے۔ ویسے تم نے وعدہ کیا تھا کہ حیات حسین شاہ صاحب سے رابطہ قائم کروگی کیا ہوا گئی تھیں وہاں؟"

"ہاں ہاں گئی تھی"۔

"ملاقات ہوئی؟"

"دونوں باپ بیٹی سے"۔

"گڈ......... کوئی کام کی بات"۔ شہریار نے سوال کیا۔

"کوئی خاص بات نہیں معلوم ہوسکی' سوائے اس کے کہ حیات حسین شاہ اور ان کی بیٹی

بہت پریشان تھے"۔

"وہ بھی پریشان تھی۔ میرا مطلب ہے انگلش کی وہ"۔ شہریار نے پوچھا۔

"نہیں شہریار........ وہ تو بہت خوش مزاج اور نفیس طبیعت کی لڑکی ہے' تمہارا نظریہ اس کے سلسلے میں غلط ہے"۔

"بھئی میرا تجربہ تو یہی کہتا ہے کہ نادیہ صاف ستھری طبیعت کی مالک ہے اور حیات حسین شاہ بھی برے انسان نہیں ہیں' لیکن درپردہ کچھ نکل آئیں تو نہیں کہا جاسکتا۔ نادیہ سے بہت سی باتیں ہوئیں حیات حسین شاہ سے بھی اس مسئلے پر کافی گفتگو ہوئی۔ وہ واقعی پریشان ہیں' نادیہ کی شادی کا پس منظر بھی معلوم ہوا وہ ایک حادثے کا شکار ہوگئی تھی۔ یہی عشق و محبت کا معاملہ تھا اور اس کے بعد اس نے شادی نہ کرنے کا فیصلہ کرلیا اور شاہ صاحب بھی اسے مجبور نہیں کرسکے' یہ ایک ایسی بات ہے جس کا ان واقعات سے کوئی تعلق نہیں ہے' لیکن ایک اور نام میرے علم میں آیا تھا شہریار' اور میں اس سلسلے میں مصروف ہوئی تو بڑی کام کی باتیں معلوم ہوئیں"۔ شہریار سنبھل کر بیٹھ گیا اور بولا۔ "کونسا نام"۔

"غیاث احمد"۔

"یہ نام میرے لئے تو اجنبی ہے' کہیں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے"۔

"ہاں یقیناً۔ تمہارے لئے اجنبی ہے' حیات حسین شاہ صاحب نے تیمور علی کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ وہ اس کے صورت آشنا بھی نہیں تھے' ایک اور صاحب جان کا نام غیاث احمد تھا ان کے درمیان تعارف کا ذریعہ بنے تھے' بات کوئی خاص نہیں تھی' میں نے صرف اس تصور کے تحت کے ہو سکتا ہے غیاث احمد' تیمور علی کے بارے میں کچھ اور تفصیلات بتا سکیں' غیاث احمد کی جانب رخ کیا اور وہاں ایک اور کردار سے ملاقات ہوگئی"۔

"اچھا کیسا کردار تھا۔ یونہی سا' بھرتی کا یا پھر جاندار"۔ شہریار نے سوال کیا اور میں اسے ابتدا سے ساری تفصیلات بتانے لگی' یہ ضروری تھا کیونکہ اس سلسلے میں شہریار سے کام لیا جاسکتا تھا' جوں جوں میں تفصیلات بتاتی جارہی تھی' شہریار کا چہرہ سرخ ہوتا جارہا تھا۔ میں نے بڑی احتیاط سے تیمور علی کی کوٹھی پر جانے کا واقعہ گول کردیا تھا اور ایس پی راٹھور کے ذکر کو بالکل ہی نظرانداز کرگئی تھی کیونکہ شہریار جذباتی نوجوان تھا اور یہ جذباتیت اس کے راستے میں رکاوٹ ڈال سکتی تھی۔ جب میں نے ساری کہانی سنادی تو شہریار کی دونوں مٹھیاں بھنچ گئیں۔

"خدا کی قسم........ خدا کی قسم۔ ہنگامہ ہو جائے گا اس انکشاف پر' تم تو قاتل بلکہ قاتلوں کو گردن سے پکڑ لائیں"۔

"ہنگامہ کیسے ہو جائے گا"۔

"نقص امن کا خطرہ تھا تیمور علی کے قتل کے معاملے میں' بات اتنی بڑھ گئی کہ ہوم منسٹر نے میٹنگ طلب کرلی"۔

"پھر........"

"جغادریوں کا پینل بنا دیا گیا ہے۔ اختیارات بڑھا دیئے گئے ہیں اور اپنی پسند کے لوگوں کو گرفتار کرتے پھر رہے ہیں"۔

"اپنی پسند کے لوگوں کو"۔ میں ہنس پڑی۔

"بالکل نہ جانے کیا کیا ہو رہا ہے ان حالات میں اگر ہم ایک نئی اور ٹھوس کہانی لے آئیں تو کیا ہوگا۔ اس پر غور کرو"

"ہوں........ اس قدر پرجوش ہونے کے بجائے اس کہانی پر غور کرو"۔

"تم صرف غور کرنے کی بات کررہی ہو' میرا بس نہیں چلتا کہ ان دونوں کو فوراً گرفتار کرلوں"۔

"انجم جمال اور تمینہ علی کو"۔

"سوفیصد' پوری کہانی سمجھ میں آتی ہے۔ اور پھر گواہ بھی موجود ہے"۔

"ثبوت" میں نے کہا۔

"اللہ مالک ہے"۔ شہریار نے کہا۔

"نہیں شہریار خود سوچو مشکل ہو جائے گا' بہت ٹھوس ثبوت درکار ہونگے اگر کہیں ہلکے پڑے تو جانتے ہو کیا ہوگا"۔

"کیا ہوگا"۔

"اپوزیشن پورا الزام حکومت پر رکھ دے گی۔ کہہ دیا جائے گا کہ اصل قاتلوں کو چھپانے کیلئے حکومت نے دو قاتل تلاش کئے ہیں سارا الزام حکومت پر تھوپ دیا جائے گا"۔

"ایں........ ہاں یہ تو ہے"۔ شہریار کے چہرے پر بوکھلاہٹ کے آثار پھیل گئے۔ اسی وقت گل بدر ہوٹل سے کھانا لے آیا تھا۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کھانا کھاؤ بھولے ڈی ایس پی۔ معدہ وزنی ہوگا تو عقل بھی ساتھ دینا شروع کردے گی"۔ شہریار نے معصوم لہجے میں کہا۔

"خدا کی قسم ظلم کی انتہا ہے جو دماغ خوبصورت خیالات کو لفظوں میں تراشنے کا فن جانتا تھا اسے وحشیانہ جرائم کی گتھیو کو سلجھانے میں الجھا دیا گیا ہے کیا ستم ہے غور کرو"۔

"کھانا کھاؤ۔ خوبصورت لفظ کچھ نہیں دیتے عمل زندگی کا ساتھی ہوتا ہے چلو شروع ہو جاؤ"۔ کھانے کے دوران ہم خاموش رہے تھے شہریار بھی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ میں نے بھی اسے پریشان نہیں کیا۔ کھانے کے بعد بھی وہ کچھ دیر سوچتا رہا تھا۔

پھر اس نے کہا۔ "لفنی گڑ بڑ ہے' بہت بڑی گڑ بڑ ہو' لفنی ضرور گڑ بڑ ہے" میں گہری نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی اس نے کہا۔ "چند باتیں نوٹ کرو"۔

"ہوں"

"کیا نام ہے اس لڑکی کا' میرا مطلب ہے غیاث احمد کی بیٹی کا؟"

"کوثر"۔

"عمر کیا ہوگی"۔

"میرے خیال میں پچیس چھبیس سال تھی"۔

"شاندار' چہرے کی بناوٹ سے کیسی لگتی ہے"۔

"مطلب؟"

"بعض چہرے اپنی کہانی خود سناتے ہیں' کیا وہ سفاک مزاج لگتی ہے کیا یہ کہانی سناتے ہوئے اس کے چہرے کے تاثرات کچھ کہتے تھے۔ کیا وہ پرجوش تھی کیا اس کی آنکھوں میں انتقام کی پرچھائیاں تھیں"۔ شہریار نے کہا اور میں اچھل پڑی۔ میرا ذہن چیخنے لگا۔ شہریار نے بالکل نئے انداز میں سوچا تھا اور اس کی یہ سوچ بے وزن نہیں تھی۔ وہ پھر بولا۔ ہم ان واقعات کو دوسرے رنگ میں بھی تو دیکھ سکتے ہیں لیکن۔ اور میرے پاس اس کیلئے دلائل ہیں"۔

"کیا"۔ میں نے سرسراتے لہجے میں کہا۔

"انجم جمال۔ غیاث احمد کے دوست کا بیٹا' اس کی بیٹی کا یونیورسٹی کا ساتھی جس کی کفالت غیاث احمد نے کی تھی اس تصور کے ساتھ کہ وہ اس کی بیٹی کا مستقبل ہے لیکن غیاث احمد نے کبھی انجم کو یہ سمجھایا نہیں تھا کیوں سچ ہے نا"۔

"بالکل"۔

"یعنی تم میرے خیالات سے انحراف کرکے مجھ سے بحث کرو پلیز"۔ شہریار نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ شہریار بولا۔ اور کوثر کہتی ہے کہ ہم دونوں یہ بات جانتے تھے کہ ہم دونوں کی شادی ہوگی حالانکہ وہ یہ بھی کہتی ہے کہ ہمارے درمیان عشق و محبت کے راستے استوار نہیں ہوئے تھے۔ تضاد ہے نا ان دونوں باتوں میں"۔

"ہاں ہے"۔ میں نے اعتراف کیا۔

"کوثر انجم جمال کو اپنی میراث سمجھتی تھی وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ انجم زندگی میں کسی اور طرف متوجہ ہوسکتا ہے۔ تہمینہ بھی یونیورسٹی میں ان کے ساتھ تھی' اگر جمال تہمینہ سے متاثر تھا تو یہ بات ایک ایسی لڑکی سے چھپی رہ سکتی ہے جو اسے اپنی جاگیر سمجھتی تھی' سوچو ہم نے بھی یونیورسٹی دیکھی ہے"۔

"آگے بڑھو" میں نے کہا۔

"جرمنی جاکر بھی نوکری کرتا ہے اور غیاث احمد کی مالی اعانت سے معذرت کرلیتا ہے۔ آخر کیوں وہ مسلسل یہ فائدہ حاصل کرسکتا تھا کیونکہ وہ کسی بندھن میں نہیں جکڑا ہوا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ اس کے اندر کہیں غیرت اور عزت نفس چھپی ہوئی تھی"۔

"ہوں"۔ میں نے گردن ہلائی۔

"وہ واپس آگیا۔ ایک ماہ تک ان لوگوں سے نہیں ملا' اسے تہمینہ سے عشق تھا۔ وہ ایک ہسپتال بنانا چاہتا تھا' حالانکہ یہ کام وہ غیاث احمد سے لے سکتا تھا۔ غیاث احمد اسے بیٹی کے جہیز میں ہسپتال دے سکتے تھے۔ اگر اسے تہمینہ سے اس حد تک عشق تھا کہ اس نے اس کیلئے غیاث احمد کی دولت ٹھکرا دی تو وہ تہمینہ سے قربانی لے کر ہسپتال بنانے کے بجائے عارضی طور پر اپنی قربانی دے سکتا تھا"۔

"عارضی طور پر"۔ میں نے سوال کیا۔

"ہاں' کوثر سے شادی کرلیتا' ہسپتال بن جاتا' وہ تہمینہ کی مدد سے کوثر کو قتل کردیتا ان دونوں میں قتل کرنے کی صلاحیت ہے کام تو بس یہی تھا کہ ہسپتال بن جائے ایسا ہوجاتا اور بعد میں وہ تہمینہ سے شادی کرلیتا"۔

"مگر کوثر کی موت کے بعد ہسپتال اس کی ملکیت تو نہ رہتا"۔

"کیوں۔ ہسپتال کا تعلق تو صرف جمال سے ہوتا کوثر ڈاکٹر تو نہیں تھی اور پھر جمال غیاث احمد کے دوست کا بیٹا تھا یہ قتل سر پر کلہاڑی مار کر تو نہ کیا جاتا کوئی بھی پلاننگ ہوسکتی تھی"۔

"چلو ٹھیک ہے آگے کہو"۔ میں نے کہا۔

"ایک غیور انسان جو اپنی محبت کو سنبھالنے کیلئے اپنا کام مکمل کرنے کیلئے کسی کی مدد سے انکار کردیتا ہے ایک ایسا گھناؤنا قدم اٹھا سکتا ہے کہ اپنی محبوب کو دوسروں کے حوالے کردے جبکہ اس کے پاس دوسرا ذریعہ تھا"۔

"یہ قربانی عورت کی ہوسکتی ہے"۔ میں نے کہا۔

"یعنی تہمینہ کی"۔

"ہاں"۔

"اس پر ہاتھ رکھو' کانوں پر ہاتھ رکھو' تم مشرق کی عورت کی بات کررہی ہو' مغرب کی نہیں مشرق میں عورت ہے صرف عورت' مشرق میں مرد ہے مکمل مرد' وہ خود قربان ہوتا ہے عورت سے قربانی نہیں مانگتا"۔ شہریار نے ملامت آمیز لہجے میں کہا۔

"سوری"۔ میں پھیکے انداز میں مسکرا دی۔

"آؤ کچھ اور آگے بڑھیں۔ وہ ایک گھریلو لڑکی ہے سراغ رساں نہیں لیکن اس نے کس طرح قتل کے تانے بانے بنے ہیں یہ پہلو تحفظ' مکمل ترین ہے اس نے خود کو رقیب ظاہر کیا ہے گڑبڑ ہے لیکن ضرور گڑبڑ ہے"۔

"تمہارے خیال میں کوثر قاتل ہوسکتی ہے"۔

"تہمینہ اور جمال ہوسکتے ہیں تو کوثر بھی قاتل ہوسکتی ہے۔ میری اس بکواس سے تم نے کیا اندازہ لگایا"۔

"صرف یہ سوچ رہی ہوں کہ اب تمہیں ایس پی بننے میں دیر نہیں لگے گی"۔ میں نے

مسکراتے ہوئے کہا۔ اظہار نہیں کیا تھا میں نے لیکن دل میں تسلیم کیا تھا کہ شہریار نے کمال کی ذہانت کا ثبوت دیا ہے اس نے واقعات کا پانسہ ہی پلٹ دیا تھا۔

"اس کے بعد کیا ہوگا"۔ شہریار نے آنکھیں بند کر کے پوچھا۔

"کس کے بعد"۔

"ایس پی بننے کے بعد"۔

"ڈی آئی جی ہوں گے"۔

"پھر"۔

"آئی جی"۔

"پھر؟"

"بوڑھے ہو جاؤ گے ریٹائر ہو جاؤ گے"۔ میں نے کہا اور شہریار نے جلدی سے آنکھیں کھول دیں وہ غصیلے انداز میں مجھے گھور رہا تھا۔ میں نے کہا "اب ایک لفظ بھی فضول نہیں اب ہمیں کام بانٹ لینے چاہئیں"۔

"تم ہسپتال میں تہمینہ علی سے ملو گے میں ڈاکٹر انجم جمال کو تلاش کروں گی ہم غیاث احمد سے بھی تنہائی میں مل کر معلومات حاصل کریں گے یہ سارے کام خاموشی سے ہوں گے دوسرے لوگ جو کر رہے ہیں انہیں کرنے دو"۔

"معمولی سی ترمیم چاہتا ہوں"۔ شہریار نے کہا۔

"وہ کیا"۔

"یہ سارے کام ہم دونوں ساتھ مل کر کریں گے' پلیز' میں سنجیدہ ہوں اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ ہم سارے کرداروں کا اپنے طور پر جائزہ لیں گے کچھ میری نگاہ سے چوک سکتا ہے کچھ تمہاری نگاہ سے۔ دونوں اپنا اپنا کام کریں گے تو زیادہ موثر رہے گا"۔ میں نے ایک لمحے سوچا اور راضی ہوگئی کوئی حرج نہیں تھا بس راٹھور صاحب کا خیال تھا وہ راستہ نہ روکیں لیکن ہمیں فخری صاحب کی مدد حاصل تھی زیادہ گڑ بڑ ہوئی تو دیکھا جائے گا! میں نے کہا۔

"چلو پھر دیر کیسی تمہیں معلوم ہے کہ تہمینہ کونسے ہسپتال میں ہے"۔

"ابھی معلوم ہو جائے گا"۔ شہریار بولا' پھر اس نے فون اٹھا کر کسی کے نمبر ڈائل کئے اور بات کرنے لگا۔ اس کے بعد اس نے مجھے ہسپتال کا نام بتایا اور ہم دونوں باہر نکل آئے کچھ دیر کے بعد کار ہسپتال کے سامنے رکی۔ تہمینہ کے کمرے کے دروازے پر دو پولیس کانسٹیبل موجود تھے جنہوں نے شہریار کو زوردار سلوٹ کیا اور شہریار میرے ساتھ اندر داخل ہوگیا۔ میز پر تہمینہ علی موجود تھی ایک نوجوان بھی اس کے قریب کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ تہمینہ علی کا چہرہ ہلدی کی طرح زرد ہو رہا تھا وہ بہت نقاہت کا شکار تھی۔

"آپ"۔ شہریار نے نوجوان سے پوچھا۔

"میں ڈاکٹر انجم جمال ہوں۔ ایک دوسرے ہسپتال میں کام کرتا ہوں' مسز علی کا دوست بھی ہوں اپنی ڈیوٹی کے بعد یہاں کے ڈاکٹروں کی اجازت سے ان کی دیکھ بھال کرتا ہوں"

"آپ کیسی ہیں مسز علی"۔ میں نے فوراً کہا۔

"ٹھیک ہوں"۔ وہ کمزور آواز میں بولی۔ انجم جمال پہلی نظر میں ایک شریف النفس انسان محسوس ہوا تھا پاکیزہ چہرے والا وہ مجرم نہیں ہو سکتا' میرا فیصلہ تھا۔

"ہمیں اس حادثے کا دکھ ہے مسز علی۔ لیکن یہ ہونا تھا آپ خود کو سنبھالئے آپ کے اہل خاندان والدین وغیرہ تو ہوں گے"۔

"ہاں ہیں۔ مگر میری درخواست ہے کہ انہیں پریشان نہ کیا جائے میرے والد دل کے عارضے میں مبتلا ہیں ان پر اٹیک ہو چکا ہے"۔

"نہیں پولیس انہیں کیوں پریشان کرے گی۔ آپ بالکل اطمینان رکھیں ڈاکٹر انجم آپ ہمیں کچھ وقت دے سکیں گے"۔ اس نے کہا۔

"ضرور آفیسر' یہ میرا فرض ہے"۔ انجم جمال نے کہا پھر تہمینہ سے بولا۔

"او کے تہمینہ کل صبح آؤں گا تمہارے پاس۔" تہمینہ نے اسے خدا حافظ کہا اور ہم بھی اس سے رسمی باتیں کر کے باہر آگئے۔

"آپ کے پاس کچھ وقت ہے۔ ڈاکٹر جمال؟"

"جی بے شک' میری ڈیوٹی' اب شام چھ بجے سے شروع ہوگی۔" اس نے کہا ہم اسے لے کر اپنے آفس چل پڑے تھے اس کے پاس کار بھی نہیں تھی چنانچہ وہ ہمارے ساتھ ہی بیٹھ گیا تھا۔ کچھ پریشان بھی ہوگیا تھا پھر ہم اسے اپنے دفتر میں لے آئے۔ گل بدر سے چائے کیلئے کہا پھر اس سے سلسلہ گفتگو شروع کیا۔ "آپ کو تیمور علی کے قتل کے کیس میں ہی تکلیف دی گئی ہے جمال صاحب!"

"میں حاضر ہوں"۔

"معاف کیجئے گا کچھ ایسے سوالات بھی ہوں گے جو آپ کو ناگوار گزریں"۔

"آپ لوگ میرے دشمن نہیں ہے۔ اگر آپ کا فرض آپ کو ایسے سوالات کیلئے مجبور کرتا ہے تو میں بھی ان کے جواب دے کر اپنا فرض پورا کروں گا"۔

"بے حد شکریہ۔ آپ کے والدین؟"

"مر چکے ہیں"۔

"کوئی بہن بھائی؟"

"محروم ہوں۔" اس نے پھیکی سی مسکراہٹ سے کہا۔

"آپ نے اپنی تعلیم کیسے مکمل کی؟"

"ایک مہربان کے کرم سے۔ ان کا نام غیاث احمد ہے۔ میرے والد کے دوست تھے۔ والد

صاحب کی موت کے بعد انہوں نے ہمیں سہارا دیا ورنہ میں یہ سب کچھ نہ ہوتا"۔

"کیا یہ سچ ہے کہ آپ یونیورسٹی میں ان کی بیٹی کے کلاس فیلو تھے"۔

"جی ہاں۔" وہ کسی قدر حیرت سے بولا۔

"جی بالکل!" وہ اب پریشان ہوگیا تھا۔ میں اور شہریار بغور اس کا جائزہ لے رہے تھے۔

"ڈاکٹر انجم کیا آپ کو یہ بات معلوم تھی کہ غیاث احمد اپنی بیٹی سے آپ کی شادی کرنا چاہتے تھے؟" میں نے سوال کیا ڈاکٹر انجم کے چہرے پر کرب کے تاثرات نمایاں تھے اور اس نے رندھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"خدا کیلئے مجھے اتنا تو بتا دیجئے یہ تفتیش کیسی ہے۔ کیوں ایسے سوالات کر رہے ہیں آپ۔ سب کچھ معلوم کرلیا ہے آپ نے مجھ سے یہ کیوں پوچھ رہے ہیں۔ ان باتوں کا اس قتل کی تفتیش سے کیا تعلق ہے۔"

"ڈاکٹر انجم آپ نے اپنا فرض پورا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ وہ چند لمحات خود پر قابو پانے کی کوشش کرتا رہا پھر خود کو سنبھال کر بولا۔

"نہیں، مجھے یہ نہیں معلوم تھا!"

"کوثر آپ سے محبت کرتی تھی؟" میں نے سوال کیا اور پھر وہ اچھل پڑا لیکن اس بار اس نے کوئی سوال نہیں کیا اور چند لمحات خاموش رہنے کے بعد کہا۔

"میں نہیں جانتا تھا؟"

"بعد میں آپ کو علم ہوا؟"

"ہاں۔"

"عجیب بات ہے جمال صاحب، آپ لوگوں کا اتنا ساتھ رہا، لیکن آپ کو یہ بات نہیں معلوم ہوسکی۔ کوثر کا رویہ کیسا تھا آپ کے ساتھ؟"

"یہ بتانا ضروری ہے آفیسر؟"

"بے حد ضروری جمال صاحب، آپ پولیس کی مدد کا وعدہ کر چکے ہیں۔ یہ ایک انسانی مسئلہ ہے براہ کرم جو کچھ آپ کو معلوم ہے وہ سب سچ بتا دیجئے۔" شہریار نے کہا اور اس نے گردن جھکالی پھر وہ افسردہ لہجے میں بولا۔

"میرے والد ایک غریب آدمی تھے لیکن ہم اپنی خاندانی شرافت پر ناز کرتے تھے۔ ہمیں اپنی خاندانی روایات عزیز تھیں۔ غیاث احمد نے میرے والد کی موت کے بعد دوستی نبھائی اور ہم ماں بیٹوں کی پرورش کی۔ انہوں نے مجھے کبھی کسی مشکل کا شکار نہیں ہونے دیا۔ کوثر کو میں بچپن سے جانتا تھا۔ میرے دل میں اس کیلئے کبھی ایسا کوئی تاثر نہیں ابھرا۔ میں نے اسے سگی بہن کی مانند سمجھا۔ وہ کچھ مغرور فطرت کی مالک تھی۔ اسے یہ احساس تھا کہ میرا مستقبل اس کے باپ کی کرم فرمائیوں کا مرہون منت ہے اور اس کا رویہ اسی احساس کا شکار رہا۔ غیاث احمد نے کبھی

ایسی بات منہ سے نہیں نکالی جس سے مجھے ان کے اس خیال کا علم ہوتا۔ کوثر نے بھی کبھی مجھ سے محبت کا اظہار نہیں کیا بلکہ اس کا انداز میرے ساتھ ہمیشہ تحکمانہ ہوتا تھا۔ میں صرف یہ جانتا تھا کہ وہ احساس برتری کا شکار ہے اور مجھ پر حکم چلانا اپنا حق سمجھتی ہے۔ یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ مجھے اپنی میراث سمجھتی ہے۔ پھر غیاث احمد نے مجھے جرمنی بھیج دیا۔ وہ مجھ پر بہت خرچ کر چکے تھے۔ میں ان کے احسانات کے بوجھ سے دبا ہوا تھا۔ وہاں مجھے ایک نوکری بھی مل گئی اور میں نے اپنے تعلیمی اخراجات خود سنبھال لئے۔ غیاث احمد کو میں نے ساری تفصیل لکھ بھیجی اور آئندہ رقم نہ بھیجنے کی درخواست کی جسے انہوں نے خوشدلی سے منظور کرلیا۔ میری تعلیم پوری ہونے لگی لیکن پھر مجھے کوثر کے کچھ ایسے خطوط ملے جن میں اس کی کیفیت کا اظہار ہوتا تھا اس نے انداز وہی رکھا تھا لیکن اسکی تحریر بتاتی تھی کہ وہ کیا سوچ رہی ہے میں حیرت سے پاگل ہوگیا تھا۔ میرا دل چاہا تھا کہ میں اسے جواب دوں اس کی یہ غلط فہمی دور کروں، اسے بتاؤں کہ میں اسے کس نگاہ سے دیکھتا ہوں لیکن خوفزدہ تھا کہ میرے خط غیاث احمد صاحب کو نہ مل جائیں کوثر کو نقصان نہ پہنچے، اس لئے خاموش رہا پھر میں تعلیم مکمل کر کے واپس آگیا لیکن غیاث احمد کے ہاں نہیں۔ میں نے اپنا الگ بندوبست کیا تھا........"۔

"قطع کلامی کی معافی انجم صاحب۔ ایک اور تکلیف دہ سوال کرنا چاہتی ہوں۔" میں نے اسے درمیان میں ٹوکا۔

"جی........!"

"آپ تہمینہ سے محبت کرتے تھے۔ آپ دونوں آپس میں........؟" میں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔ انجم جمال کا چہرہ دھواں ہوگیا تھا۔ پھر اس نے جنونی لہجے میں کہا۔

"آپ لوگوں کا میں کچھ نہیں بگاڑ سکتا، لیکن خدا کی قسم یہ بات منظرعام پر آئی تو میں خودکشی کرلوں گا اور میرا خون آپ کی گردن پر ہوگا۔ آپ لوگ، آپ لوگ........ آخر آپ لوگ یہ تمام معلومات کیوں کر رہے ہیں۔"

"کچھ بے گناہ زندگیاں بچانے کیلئے ڈاکٹر جمال۔ جواب دیجئے۔"

"ہاں ہمارے دلوں میں کچھ پاکیزہ جذبے تھے۔ ہم ایک دوسرے کے ساتھ جینا چاہتے تھے۔"

"یہ بات کوثر کو معلوم تھی........؟"

"اس وقت نہیں۔"

"گویا بعد میں معلوم ہوگئی؟"

"ہاں........!"

"خیر۔ گفتگو کا سلسلہ وہاں سے ٹوٹا تھا کہ آپ واپس آگئے۔ آپ نے کہاں قیام کیا؟"

"کرائے کے ایک فلیٹ میں، اب بھی وہیں رہتا ہوں۔"

"جی پھر کیا ہوا؟"

"سب سے پہلے میں نے ملازمت تلاش کی اور مجھے ملازمت مل گئی کیونکہ یہ بنیادی مسئلہ تھا۔ پھر میں پہلے تمینہ سے ملا' اور مجھ پر انکشاف ہوا کہ تمینہ کی شادی ہو رہی ہے اس کے والدین سارے معاملات طے کر چکے ہیں۔ تمینہ غمزدہ تھی مگر یہ والدین کی عزت کا معاملہ تھا وہ اپنے اور میرے لئے کچھ نہ کر سکی تھی۔ اسے میری خاموشی سے بھی گلہ تھا۔ اس نے کہا کہ اب کچھ نہیں ہو سکتا' ہمیں تقدیر پر شاکر ہونا پڑے گا۔ میں بجھ گیا۔ مگر مجھے جینا تھا پھر میں غیاث احمد سے ملا اور میں نے کھل کر دل کی بات ان سے کہہ دی۔ میں نے انہیں اپنے جذبات سے آگاہ کیا اور وہ خاموش ہو گئے مگر کوثر ناراض ہو گئی اور اس نے سخت برہمی کا اظہار کیا۔ وہ کھوج میں لگ گئی۔ تمینہ شادی سے پہلے آخری بار مجھ سے ملنے میرے فلیٹ پر آئی تو ہم جذباتی ہو گئے اس وقت کھلے دروازے سے کوثر بھی اندر آ گئی اور اس نے......... اس نے........."

اچانک ڈاکٹر جمال خاموش ہو گیا۔ اس کی کیفیت بدلنے لگی۔ اس کے چہرے پر ہیجان نمودار ہو گیا۔ وہ کسی سوچ میں گم ہو گیا۔ ہم دونوں اس کے بدلتے ہوئے مزاج کا تجزیہ کر رہے تھے۔ رفتہ رفتہ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا آنکھیں آگ اگلنے لگیں۔ عجیب وحشت طاری ہو گئی تھی اس پر۔ پھر وہ بے اختیار کھڑا ہو گیا۔

"اس کے بعد......... اس کے بعد اگر تم دونوں نے ایک لفظ بھی مجھ سے کہا تو......... تو.........تو........." اس کی آواز چیخوں میں بدل گئی اور گل بدر گھبرا کر اندر آ گیا۔ ڈاکٹر جمال دروازے کی طرف بڑھا اور گل بدر کو دھکا دے کر باہر نکل گیا۔

ڈاکٹر جمال پر اچانک یہ ردعمل ہوا تھا اس لئے ہم بھی اسے نہ روک سکے اور احمقوں کی طرح ایک دوسرے کی شکلیں دیکھتے رہ گئے پھر مجھے ہنسی آ گئی۔

"کیا ہوا۔" میں نے شہریار سے پوچھا۔

"پتہ نہیں" وہ بدستور احمقانہ انداز میں بولا اور میرے حلق سے قہقہہ نکل گیا۔

"واہ ڈی ایس پی صاحب' اس طرح تو کوئی مجرم بھی آپ کی تحویل سے نکل کر بھاگ سکتا ہے۔"

"مجرم۔" شہریار نے گہری سانس لی پھر بولا۔ "نہیں لبنیٰ صاحبہ مجرم نہیں بھاگ سکتا وہ اسی لئے بھاگ گیا کہ مجرم نہیں تھا۔ شدید ترین ذہنی ہیجان کا شکار ہو گیا تھا ورنہ یہ جرات نہ کر پاتا۔ اسے تو قبرستان سے بھی پکڑ کر بلوایا جا سکتا ہے مگر تمہارا کیا خیال ہے وہ مجرم ہے؟"

"نہیں۔ نہ وہ مجرم ہے نہ مجرم کا شریک کار۔" میں نے جواب دیا۔

"پھر کوثر ہی رہ جاتی ہے۔"

"ہو سکتا ہے تیمور علی کا قتل اس سلسلے میں ہوا ہی نہ ہو۔"

"اب ایسی باتیں نہ کرو' میں نے تو چشم تصور سے نہ جانے کیا دیکھ لیا ہے۔" شہریار بولا۔

"کیا۔ کیا؟" میں نے پوچھا۔

"اس وقت تیمور علی کے قتل کی تفتیش جس نہج پر ہو رہی ہے اس کے بارے میں تم سوچ بھی نہیں سکتیں ملکی اور غیر ملکی تنظیموں کی کاروائی بھی سمجھی جا رہی ہے۔ انٹرپول سے رابطہ قائم کیا گیا ہے۔ حکومت ہر قیمت پر ہنگامے روکنا چاہتی ہے۔ ایسے حالات میں ہم اگر بغل سے لڑکا نکال لائیں تو بڑا کارنامہ ہو گا۔"

"یہ کارنامہ تم سرانجام دو گے شہریار۔" میں نے کہا۔

"خدا کرے پہلی بار یہ خواہش دل میں پیدا ہوئی ہے۔" شہریار نے کہا پھر بولا۔ "انجم جمال اس سے آگے کیا کہنا چاہتا تھا۔"

"ہاں قابل غور بات ہے میرا خیال ہے کوثر نے ان دونوں پر مذموم الزامات لگائے ہوں گے۔" شہریار نے مجھ سے متفق ہو کر گردن ہلائی۔

"سو فیصدی اور اسی بات نے اسے ہیجان میں مبتلا کر دیا تھا مگر چیف اس سے آگے کے معاملات کیا بہت مشکل نہیں ہیں۔"

"ہیں تو۔"

"اگر ہم کوثر کو مجرم تصور کر لیتے ہیں تو اس کے خلاف ثبوت کہاں سے لائیں گے۔" میں بھی سوچنے لگی تھی شہریار بولا۔ "ڈاکٹر انجم کو اس کے ہسپتال میں 'گھر پر یا تمینہ علی کے پاس دوبارہ پکڑا جا سکتا ہے۔"

"میرا خیال ہے ابھی اسے نہ چھیڑو۔"

"تو پھر کسے چھیڑوں۔"

"سوچیں گے بھئی کہ آگے کیا کرنا ہے۔" شہریار سے کوئی تسلی بخش بات نہ کہہ سکی البتہ میں نے اس رات بہت کچھ سوچا تھا۔ دوسرے دن میں نے دفتر سے حیات حسین کے گھر فون کیا تھا۔ حیات حسین موجود نہیں تھے نادیہ فون پر آ گئی۔

"نادیہ میں لبنیٰ بول رہی ہوں۔"

"اوہ لبنیٰ ڈیئر میں اور ڈیڈی تمہارے احسان مند ہیں تم نے بروقت ہماری مدد کی اور صحیح مشورہ دیا ورنہ ہماری عزت دو کوڑی کی ہو جاتی۔"

"کچھ ہوا تھا۔"

"ہاں ہماری گرفتاری کے وارنٹ ایشو ہوئے تھے مگر ہم ضمانت کرا چکے تھے۔ ویسے مشکل میں گرفتار ہو گئے ہیں عزت داؤ پر لگ گئی ہے ہمارے لئے دعا کرو ڈیڈی وزیر صنعت سے ملنے گئے ہیں۔"

"کیوں؟"

"ان سے ہمارے گہرے تعلقات ہیں ڈیڈی اب کافی پریشان نظر آرہے ہیں ہمارے گھر پر پولیس کا پہرہ لگا دیا گیا ہے اس وقت بھی چار پولیس والے موجود ہیں۔"

"کوئی پابندی لگائی گئی ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم۔ کہا یہ گیا ہے کہ کچھ سرپھرے لوگ یہاں حملہ بھی کرسکتے ہیں۔"

"ہاں یہ ممکن ہے لیکن فکرمند نہ ہو بہتر یہی ہے۔ ہاں نادیہ پتہ نہیں میں نے تم سے پوچھا تھا یا نہیں۔ اس دن تقریب میں مسز تیمور علی بھی شریک تھیں۔"

"نہیں۔ ڈیڈی نے شاید تمہیں یہ بات بتائی تھی۔"

"ایک اور نام لیا تھا تم نے غالباً" غیاث احمد۔"

"ہاں ان سے تعارف ہوا تھا میرا۔"

"وہ تنہا تھے۔"

"نہیں ان کے ساتھ ان کی بیٹی بھی تھیں۔"

"ان کا کیا نام تھا۔"

"نام۔ شاید کوثر تھا بالکل یہی نام تھا" نادیہ نے جواب دیا۔

"تمہارا پہلے تعارف نہیں تھا۔"

"نہیں بالکل نہیں۔"

"بس یہی معلوم کرنا تھا بے حد شکریہ۔"

"میں خوفزدہ ہوں لئنی بڑا ڈر لگ رہا ہے نہ جانے کیوں یہ محسوس ہو رہا ہے جیسے ہم لوگ کسی بڑی مصیبت کا شکار ہونے والے ہیں یہ منحوس سالگرہ ہمارے لئے مصیبتوں کا پیغام لائی ہے خدا کی قسم اگر زندہ رہ گئی تو آئندہ کبھی سالگرہ نہیں مناؤں گی" میں نے نادیہ کو تسلیاں دیں پھر فون بند کر دیا۔

ذہن گرداب میں پھنسا ہوا تھا۔ انجم جمال تہمینہ علی اور کوثر کے بارے میں مسلسل سوچ رہی تھی۔ شہریار کو فون کیا نہیں ملا کوئی مناسب فیصلہ کرنا تھا۔ پھر غیبی مدد حاصل ہوگئی۔ دفتر میں ہی تھی کہ فون کی گھنٹی بجی۔

"آپ مس لئنی بول رہی ہیں؟" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"جی آپ کون ہیں؟"

"میرا نام کوثر ہے؟" میں اچھل پڑی خود کو سنبھال کر کہا۔

"اوہ کوثر ڈیئر کہو کیسے مزاج ہیں۔ تمہاری شفٹنگ مکمل ہوگئی۔"

"وہ تو پہلے ہی ہوگئی تھی بس لائبریری کا کام رہ گیا تھا اب بھی باقی ہے وہ کام اتنا آسان نہیں ہے۔"

"ہاں یقیناً۔"

"لئنی میرے کام کے سلسلے میں تم نے کچھ کیا۔"

"مثلاً"؟ میں نے پوچھا۔

"لئنی میرا تو خیال تھا کہ تم میری کہانی اخبار میں چھاپوگی یا کچھ ایسے اشارے ضرور دوگی جس سے پولیس کو یہ نکتہ مل جائے مگر کچھ بھی نہیں ہوا کسی پولیس افسر سے بھی رجوع کیا تم نے۔"

"اوہ۔ نہیں کوثر۔ اخبار میں اگر کچھ چھپتا ہے تو اس کا ایک طریقہ کار ہوتا ہے برا نہ ماننا تم نے مجھے ایک کہانی سنائی جو ایک بڑے اہم قتل میں رہنمائی کرتی ہے لیکن یہ کہانی زبانی ہے بات آگے بڑھتی ہے اور تمہارے والد صاحب تم سے بازپرس کرتے ہیں اور تم انکار کر دیتی ہو کہ یہ کہانی من گھڑت اور رپورٹر کے ذہن کی تخلیق ہے تو میری نوکری بھی گئی اور عزت بھی تمہارے والد مجھ پر دعویٰ کرسکتے ہیں۔

"مگر میں انکار کیوں کروں گی بلکہ تمہارے اخبار میں کچھ نہ پاکر تو میں نے اور کچھ بھی سوچا تھا۔"

"کیا۔"

"میں نے سوچا تھا کہ یہ ساری تفصیل پولیس کو بتانی چاہئے لیکن پولیس سے ڈر لگتا ہے وہ پیچھے پڑ جاتی ہے۔"

"یہ تو بعد میں ہوگا۔" میں نے کہا۔

"مگر بات کھلنی چاہئے۔"

"پھر بتاؤ کیا کیا جائے"

"تم ہی کچھ کرو۔ تمہارے پاس وسائل ہیں۔"

"ایک ترکیب ہوسکتی ہے۔"

"کیا۔"

"تم مجھے یہ تمام واقعات لکھ کر دے دو۔ میں انہیں اپنے پاس محفوظ رکھوں گی اور پھر تمہارے بارے میں پولیس کو بتا دوں گی اپنے طور پر۔ اگر کوئی مشکل ہوئی تو تمہاری تحریر سامنے کردوں گی۔" دوسری طرف سے کوئی جواب نہیں ملا' پھر کچھ توقف کے بعد وہ بولی۔

"نہیں یہ خطرناک ہو جائے گا میرے لئے کچھ اور سوچوں گی۔"

"جیسی تمہاری مرضی۔ لیکن ایک بات میری سمجھ میں نہیں آرہی اگر یہ بات منظرعام پر آئے گی تب بھی تو پولیس تم سے رجوع کرے گی اس کہانی کی تصدیق وہ تم سے کرے گی۔"

"اس میں کوئی قباحت نہیں ہوگی۔"

"کیوں۔"

"میں نے تمہیں والد صاحب کے بارے میں بتایا ہے نا۔ وہ اس سلسلے میں خاموشی چاہتے

ہیں اگر کسی اور طریقے سے بات کھل جائے تو کوئی حرج نہیں ہے میں تو وہی کہوں گی جو سچ ہے لیکن والد صاحب یہ نہ کہہ سکیں گے کہ میں نے ان کی مرضی کے خلاف کیا ہے۔"

"اس طرح مشکل ہو جائیگا کوثر کیونکہ پولیس کے لئے یہ ایک نئی کہانی ہوگی پولیس نے تو اس طرف غور بھی نہیں کیا ہے اور وہ دونوں ہی باآسانی نکل رہے ہیں تمہیں یقیناً" معلوم نہیں ہوگا۔" اچانک ہی ذہن میں آیا تھا اور میں نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر تکا لگا لیا تھا۔

"کون دونوں؟" کوثر چونک کر بولی۔

"تہمینہ علی اور انجم جمال۔"

"کیا مطلب میں سمجھی نہیں۔" کوثر کے لہجے میں ناگن کی سی پھنکار تھی۔

"تمہاری اطلاع کے بعد میں اس ہسپتال گئی تھی جہاں تہمینہ علی داخل ہے وہاں انجم جمال سے بھی ملاقات ہوگئی۔ وہ تہمینہ کی دیکھ بھال ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے کر رہا ہے۔ اس نے درخواست کی ہے کہ تہمینہ کو علاج کی غرض سے یورپ جانے کی اجازت دی جائے اور اس کی یہ درخواست قبول کرلی گئی ہے۔ انہیں این او سی جاری کر دیا گیا ہے۔ البتہ اس میں دو ایک دن لگ جائیں گے کیونکہ تہمینہ کے معالج نے اسے ابھی سفر کے قابل قرار نہیں دیا ہے۔"

"دیکھا۔ دیکھ لیا۔ وہ۔ وہ۔ وہ شاطر صاف نکل رہے ہیں۔ دیکھا تم نے۔ غلط تو نہیں کہا تھا میں نے۔ وہ یورپ جائیں گے وہیں شادی کریں گے ہنی مون منائیں گے دنیا گھومیں گے اور پھر واپس آجائیں گے پھر ہسپتال کھلے گا اور۔ اور دو قاتل چین کی بنسی بجائیں گے۔ مگر۔ مگر خدا کی قسم۔ خدا کی قسم۔" بڑی خوفناک غراہٹ تھی کوثر کی۔ اس کے بعد وہ خاموش ہوگئی۔ کچھ دیر انتظار کے بعد میں نے کہا۔ "ہیلو۔"

"ہاں۔ سوچ رہی ہوں۔ تمہارا قانون کتنا بے بس ہے۔ بیکار ہے سب کچھ بے کار ہے جب قانون ہی بے بس ہے تو دوسرے کیا کرسکتے ہیں۔ سب کچھ جہنم میں جائے۔" اس نے مزید کچھ کہے بغیر فون بند کردیا۔ میں اس کی ذہنی کیفیت کا بخوبی جائزہ لے رہی تھی۔ قسمیں کھاتے وقت اس کی آواز سے جو سفاکی ٹپک رہی تھی مجھے اس سے بہت کچھ محسوس ہو رہا تھا۔ سچ سچ اچانک ہی سوجھی تھی مگر کیا غضب کی سوجھی تھی اور غضب ہونے سے پہلے اس کے لئے کچھ کرنا تھا اُس کے لئے شہریار ضروری تھا۔ ایک بار پھر شہریار کو ہیڈ آفس فون کیا۔ وہ موجود نہیں تھا چنانچہ ایک ایک کرکے اس کے ماتحت تھانوں میں اسے تلاش کرنے لگی اور وہ مل گیا۔

"ہیلو شہریار فوراً" دفتر پہنچو۔ میں اخبار کے دفتر سے وہیں جارہی ہوں۔"

"او کے؟" شہریار نے کوئی اور سوال نہیں کیا میں بھی فون بند کرکے فوراً" اٹھ گئی تھی کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتی تھی۔ ہوسکتا ہے کوئی اور کام پڑجائے۔ شہریار دفتر سے زیادہ قریب تھا کیونکہ مجھ سے پہلے پہنچ گیا تھا۔ میں نے پولیس جیپ دفتر کے سامنے دیکھی اس میں دو پولیس والے بیٹھے ہوئے تھے میں دفتر میں داخل ہوگئی۔

"شہریار' اندھیرے میں ایک تیر چلایا ہے میں نے اس کے نتائج شاندار بھی نکل سکتے ہیں۔"

"بتاؤ تمہارا لہجہ بڑا سنسنی خیز تھا" میں نے اسے کوثر کے بارے میں پوری تفصیل بتائی اور آخر میں بولی۔

"اس کے نتائج فوری بھی نکل سکتے ہیں اور ہمیں کوئی رسک نہیں لینا چاہے میری چھٹی حس کہتی ہے کہ کچھ ہوگا۔"

"بہترین لوگ درکار ہیں کوثر کی نگرانی ضروری ہے اس کے علاوہ تہمینہ علی کی نگرانی بھی ہوگی ہر لمحہ اہم ہے۔"

"کوثر کا پتہ۔" شہریار نے کہا۔

"تم انتظار کرلو۔ میں ساتھ چلوں گی۔"

"پتہ نہیں اس وقت کہاں ہوگی؟"

"آؤ چلتے ہیں' میں تمہیں ساتھ لے چلوں گی لیکن تم یہاں سے بندوبست کرلو اور جسے بھی بلانا ہے اسے لائن اسٹریٹ کے چوراہے پر بلالو۔" شہریار نے گردن ہلا کر ٹیلیفون اٹھالیا پھر اس نے دو تین فون کرکے ہدایات جاری کیں اور پھر فون بند کردیا۔ بدقسمتی سے مجھے کوثر کے نئے گھر کا فون نمبر معلوم نہیں تھا۔ ہم لائن اسٹریٹ پہنچے تو شہریار کے طلب کئے ہوئے لوگ موجود تھے۔ انہیں ساتھ آنے کا اشارہ کرکے ہم آگے بڑھ گئے پھر میں نے کوثر کا گھر شہریار کو دکھایا اور اسے اس کا حلیہ بتا کر بولی۔

"یہاں تم خود رکو' میں ہسپتال جارہی ہوں۔ لیکن خبردار اسے شک نہ ہونے پائے۔"

"اطمینان رکھو' میں نے اسی لئے سادہ لباس والوں کو طلب کیا ہے۔ لیکن میں وردی میں ہوں۔"

"بس فاصلہ رکھو اور محتاط رہو۔ کیا تمہیں مشکل ہوگی۔"

"نہیں ' تم جاؤ۔" شہریار نے کہا اور میں آندھی طوفان کی طرح چل پڑی۔ مجھے تہمینہ کی زندگی کا خطرہ لاحق تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی دل کے ایک گوشے میں یہ احساس بھی تھا کہ کہیں یہ سب کچھ مفروضہ ہی ثابت نہ ہو۔ اگر ایسا ہوا تو اور تو کوئی بات نہیں تھی بس شہریار سے شرمندگی اٹھانی پڑتی۔

تہمینہ تک رسائی حاصل کرنے میں وقت نہیں ہوئی۔ ایک نرس اس کے پاس موجود تھی۔ سلام دعا ہوئی اس نے کہا۔ "آپ پولیس ڈیپارٹمنٹ میں کام کرتی ہیں۔"

"نہیں اخبار میں۔"

"اوہ۔ اچھا جمال کے بارے میں کچھ بتا سکتی ہیں۔"

"کیا۔"

"وہ مجھے بہت پریشان نظر آئے۔ بہت زیادہ پریشان' کیا مرحوم تیمور کے سلسلے میں ان پر کوئی شک کیا جا رہا ہے۔"

"پولیس تفتیش کر رہی ہے۔ ہر اس شخص سے معلومات حاصل کرے گی جو اس سلسلے میں دور کا بھی مشکوک نظر آئے گا" میں نے بہت سوچ کر جواب دیا۔

"جمال کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے وہ معصوم تو صرف زخم کھانا جانتا ہے وہ کسی کو کیا نقصان پہنچا سکتا ہے۔" تمینہ نے معصوم مسکراہٹ سے کہا۔

"جمال صاحب سے کب ملاقات ہوئی۔"

"صبح آئے تھے۔ آپ کیا کیا نام ہے۔ شاید آپ نے مجھے بتایا تھا یاد نہیں رہا یا پھر آپ نے بتایا ہی نہیں تھا۔"

"آپ مجھے لبنیٰ کہیں۔"

"ایک درخواست کرنا چاہتی ہوں لبنیٰ اگر ممکن ہو سکے تو جمال کو پریشان نہ کیا جائے وہ سرتاپا زخم ہے اسے اس کائنات میں کچھ نہیں ملا۔ وہ بے حد مظلوم انسان ہے۔"

"ایک درخواست میں بھی کرنا چاہتی ہوں مسز علی۔ قبول کر لیں گی۔" میں نے کہا اور وہ سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔ "کہیے۔"

"جمال صاحب کے بارے میں' میں پورے اعتماد سے یہ کہنا چاہتی ہوں کہ انہیں نقصان نہ پہنچنے دینا میری ذمہ داری ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ میں ایسا نہ ہونے دوں گی بشرطیکہ آپ مجھ سے تعاون کریں۔"

"تعاون۔"

"ہاں جو کچھ میں پوچھوں مجھے بتا دیں۔"

"پولیس مجھ سے بیان لے چکی ہے۔"

"میں اس سے مختلف معلومات چاہتی ہوں۔"

"یہ شاید ممکن نہ ہو سکے۔

"کیوں۔"

"بس اور کچھ مجھے نہیں معلوم۔ میں نہیں جانتی کہ علی کا قاتل کون ہے اور میں کوئی ایسی ویسی بات نہیں کہنا چاہتی جو میرے لئے۔ اور۔ دوسروں کے لئے مشکل بن جائے۔ مجھے معاف کر دیں لبنیٰ۔"

"آپ نے جمال صاحب کے لئے مجھ سے جو کچھ کہا ہے اس کے جواب میں' میں نے آپ سے یہ درخواست کی ورنہ ظاہر ہے مجھے اس سے دلچسپی نہ ہوتی۔ البتہ چند باتیں میں خود آپ کو بتا دوں شاید آپ کے کام آئیں۔"

"کیا۔" اس نے پوچھا۔

"اس قتل کے سلسلے میں انجم جمال پولیس کی لسٹ میں ہیں کیونکہ معاف کیجئے پولیس صرف تھانے میں نہیں بیٹھی۔ کام ہو رہا ہے اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ آپ یونیورسٹی کے ساتھی تھے اور شاید آپ لوگ مستقبل کے ساتھی بھی بننا چاہتے تھے۔ لیکن آپ کی شادی تیمور علی سے کر دی گئی اور جمال صاحب محروم رہ گئے۔ پولیس کے خیال میں یہ قتل رقابت کا نتیجہ بھی ہو سکتا ہے۔"

تمینہ کا چہرہ ہلدی کی طرح زرد پڑ گیا۔ اس نے کئی بار ہونٹ کھولے لیکن اس کے حلق سے آواز نہ نکل سکی۔ نرس اس دوران باہر چلی گئی۔ پھر اچانک تمینہ کی آنکھوں سے آنسو ابل پڑے۔ وہ بری طرح سسکنے لگی تھی۔ "مسز علی۔ آنسو کسی مسئلے کا حل نہیں ہوتے۔ میں نے بڑے وثوق سے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ میں جمال صاحب کو بچا لوں گی مگر آپ نے مجھے ٹکا سا جواب دے دیا۔ یہ میرے خلوص کی توہین تھی۔" میں نے سرد اور موثر لہجے میں کہا۔

"آہ۔ نہیں۔ خدا کے لئے نہیں۔ جمال مجرم نہیں ہے۔ میں نے اسے زندگی تو نہیں دی لیکن میری وجہ سے اسے موت تو نہ ملے۔ آہ۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔ ایسا نہیں ہے خدا کی قسم ایسا نہیں ہے۔"

"آپ کے یہ کہہ دینے سے کچھ نہیں ہو گا تمینہ خود کو سنبھالئے اور میرے چند سوالات کے جواب دیجئے۔ مجھے جو معلومات حاصل ہیں ان کا ذریعہ پولیس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے لیکن اس سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ پولیس کہاں تک پہنچی ہے۔ ہاں یہ وعدہ میں ایک بار پھر کرتی ہوں کہ سزا مجرم کو ہی ملے گی کسی بے گناہ کو نہیں۔" وہ مسلسل روتی رہی۔ میں نے کہا۔

"آپ انجم جمال کو چاہتی تھیں۔"

"میں اب بھی اسے چاہتی ہوں اپنی زندگی سے زیادہ ساری کائنات سے زیادہ۔" اس نے روتے ہوئے جذباتی لہجے میں کہا۔

"آپ نے تیمور علی سے شادی سے انکار کیوں نہ کر دیا۔"

"بزدل تھی بالکل احمق' ناکارہ۔ اسے بے وقوف بنایا اور خاموشی سے والدین کی بھینٹ چڑھ گئی۔ وہ روایتی قسم کے لوگ تھے۔ بالکل روایتی۔ اولاد ان کی نگاہ میں صرف صرف۔" وہ خاموش ہو گئی۔

"تیمور علی سے آپ کے والدین کی پہلے سے شناسائی تھی۔"

"نہیں۔ والد صاحب دل کے مریض تھے دورہ پڑا' ہسپتال میں داخل ہو گئے علی سوشل ورکر تھے یا سیاستدان تھے۔ اسپتال آئے والد صاحب کی رسمی عیادت کی۔ وہیں مجھ سے ملاقات ہوئی اور ان کی عنایات اچانک بے پناہ بڑھ گئیں۔ انہوں نے ساری سہولتیں والد صاحب کیلئے مہیا کر دیں روز آنے لگے۔ تحائف کی بارش کر دی ڈاکٹروں کی لائنیں لگ گئیں غیر ملکی دواؤں کی ترسیل آسان تر ہو گئی۔ فضائی کمپنیوں کے پائلٹ دوائیں لانے لگے اور والد صاحب ٹھیک

ہوگئے۔ صلے میں نے انہوں نے مجھے مانگ لیا اور بالا بالا تمام باتیں طے ہوگئیں۔ والد صاحب نے جذبات احسان مندی سے مغلوب ہو کر خوشی سے مجھے ان کے حوالے کرنے کا وعدہ کرلیا۔ میری ایک نہ چلی سارے روایتی حوالے دیئے گئے۔ زندگی موت کے معاملے ہوئے۔ دل کے مریض تھے میرے انکار سے خطرہ ہوسکتا تھا مجھے خاموش ہونا پڑا۔ جمال واپس آگئے۔ میں نے انہیں پوری کہانی سنائی تو وہ بولے۔ "اب کیا ہوگا۔"

"بتاؤ کیا کروں جمال۔"

"والدین کی اطاعت کرو' شادی کرلو' انہوں نے جواب دیا بس یہ ہے ساری کہانی۔

"علی کیسے شوہر تھے؟"

"اچھے........ انہوں نے مجھے کوئی تکلیف نہیں دی۔ وہ بے قصور تھے الجھنیں ہم لوگوں کی تھیں انہیں کیا معلوم تھا۔"

"جمال سے آپ کے تعلقات رہے؟"

"مسلسل........ میں نے ان سے کہا وہ شادی کرلیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ ممکن نہیں ہے وہ صرف مجھے چاہتے ہیں اور کسی اور کو نہ چاہ سکیں گے کسی بے گناہ کو اپنی بھینٹ نہیں چڑھانا چاہتے یہ ظلم ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ میں ان کی زندگی کی مالک ہوں ان سے ان کی زندگی مانگ لوں کسی اور کو وہ قربان نہیں کریں گے اور میں خاموش ہوگئی۔ کیا جواب دیتی انہیں۔"

"کوثر کون ہے؟" میں نے سوال کیا اور تہمینہ حیرت سے منہ کھول کر رہ گئی........ پھر بولی۔

"میرے خدا' سب کچھ معلوم ہے تمہیں۔"

"ہاں........ میں نے جو دعویٰ کیا ہے وہ کسی ٹھوس بنیاد پر کیا ہے۔"

اب میں اسے تسلیم کرتی ہوں' کوثر کے بارے میں اس نے وہی سب کچھ بتایا تھا جو جمال اور خود کوثر نے۔ کافی وقت تہمینہ کے ساتھ گزارا۔ عام حالات میں ان دونوں کا کردار واقعی بے حد مشکوک قرار پاتا لیکن میرا دل دونوں کی طرف سے صاف تھا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ کم از کم تین دن تک تہمینہ کی سخت نگرانی کراؤں گی جمال کو اس قدر خطرہ نہیں تھا جتنا تہمینہ کو۔

شہریار باہر مل گیا۔ اس نے بتایا کہ کوئی ایسی بات نہیں ہوئی ہے جو قابل غور ہو کوثر کو عمارت میں دیکھ لیا گیا ہے وہ بولا۔

"تمہیں یقین ہے کہ کوثر ایسی کوئی کاروائی کرے گی۔"

"امکان ہے شہریار' جو جال میں نے بچھایا ہے اگر میرا اندازہ درست ہے تو شکار اس میں ضرور پھنسے گا بشرطیکہ ہمارا اندازہ درست نکلے۔"

"میں نے اس مسئلے کو تقدیر سے منسلک کرلیا ہے اگر بات ویسی نکلے جو ہم نے سوچی ہے تو یوں سمجھ لو محکمہ پولیس کی ناک بن جاؤں گا۔"

"میری دلی دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔" میں نے خلوص سے کہا اور شہریار مسکرادیا۔ پھر بولا۔ "اچھا مذاق کرلیتی ہو' سب کچھ کر رہی ہو اور بات صرف دعاؤں کی۔"

"میں تمہارے وجود کا ایک حصہ ہوں شہریار' اس لئے جو کچھ میں کرتی ہوں وہ تم کرتے ہو۔ آگے بولنے پر پابندی ہے۔" شہریار خاموش ہوگیا پھر ہم دونوں نے نہایت خاموشی سے انتظامات کئے شہریار نے کہا کہ وہ خود یہاں موجود رہے گا۔ میں نے ان انتظامات سے اطمینان کا اظہار کیا تھا۔ رات کو گھر کے معمولات میں مصروف ہوگئی۔ تقریباً ساڑھے بارہ بجے تھے ایک کتاب پڑھ رہی تھی۔ نیند کا آنکھوں میں شائبہ نہیں تھا۔ فون کی گھنٹی نے اعصاب توڑ کر رکھ دیئے۔ بدن اینٹھ کر رہ گیا جانتی تھی کہ اس وقت فون کون کرسکتا ہے۔ نہ جانے کس طرح ریسور اٹھایا تھا آواز بھی حلق میں پھنسی جارہی تھی۔

"لبنیٰ صاحبہ سے بات کرنی ہے۔" شہریار کی آواز میں نے صاف پہچان لی تھی۔

"بول رہی ہوں شہریار۔"

"ہم نے قاتل کو گرفتار کرلیا ہے مس لبنیٰ۔" شہریار نے کہا' میں خاموش رہی تو وہ بولا۔ وہ کوثر ہے"

"کہاں سے بول رہے ہو۔"

"ہسپتال سے' پورے آپریشن کے بارے میں میرے عملے کے پانچ افراد' دو ڈاکٹر اور دو نرسیں جانتی ہیں وہ ہماری تحویل میں ہے اور اقرار جرم کرچکی ہے۔ یہ بتاؤ آسکتی ہو۔"

"ہاں آرہی ہوں۔" میں نے کہا ان سارے معاملات کے ساتھ مجھے اخبار بھی عزیز تھا۔ فون بند کرکے میں نے اخبار کے دفتر فون کیا اور نائٹ انچارج صاحب سے بات کی "فرنٹ پیج کا ایک بڑا حصہ خبر کے لئے چھوڑنا ہے۔"

"اوہو کوئی بہت اہم خبر ہے مس لبنیٰ۔"

"بہت بڑی........ آپ انتظار کیجئے گا چاہے اخبار لیٹ چھپے۔"

"ٹھیک ہے۔" انچارج صاحب نے کہا اور میں کیل کانٹے سے لیس ہو کر چل پڑی۔

ہسپتال بالکل پرسکون تھا۔ ایک کانسٹیبل کو میرے انتظار کیلئے باہر چھوڑ دیا گیا تھا اس نے مجھے اس کمرے میں پہنچا دیا جس کے سامنے باقی پولیس والے موجود تھے اندر کئی ڈاکٹر' شہریار' کوثر اور تہمینہ موجود تھے۔ کوثر کو پوری طرح قابو میں کرلیا گیا تھا وہ نرس کے لباس میں ملبوس تھی۔

"تصویریں بنا لیجئے مس لبنیٰ' یہ تیمور علی کی قاتل مس کوثر ہیں۔" شہریار بولا اور میرا کیمرا کام کرنے لگا۔ شہریار کے اشارے پر میں نے ڈاکٹروں کی تصویر بھی بنائی پھر ایک زخمی نرس کو لایا گیا جس کے سر پر پٹی کسی ہوئی تھی۔ شہریار نے اس کی تصویر بنانے کیلئے بھی کہا تھا اس کام سے فارغ ہوئی تو شہریار بولا۔ اجازت ہو تو شاہ صاحب کو فون کردوں ان کا آنا ضروری ہے ظاہر انہیں کچھ وقت لگے گا۔ اس دوران میں تمہیں تفصیل بتادوں گا۔" میں نے گردن ہلادی اور شہریار

میرے ساتھ ڈیوٹی روم میں آگیا۔ ابراہیم شاہ صاحب کو ان کے گھر پر فون کیا گیا تھا۔ شہریار نے کہا۔

"اس وقت تکلیف کیلئے معافی چاہتا ہوں آپ کو زحمت کرنی ہوگی جی۔ تیمور علی کی قاتلہ کو میں نے گرفتار کرلیا ہے' جی ہاں اقبالی ہے.......... جی' میں بھی یہی چاہتا ہوں جی ہاں" پھر شہریار نے ہسپتال کے بارے میں تفصیل بتائی کچھ دیر دوسری طرف کی بات سناتا رہا پھر بولا۔ "جیسا آپ پسند کریں سر۔ جی پورے اعتماد کے ساتھ.......... جی سر میں ذمے دار ہوں۔ اوکے سر' اوکے سر.......... شکریہ۔" اس نے فون بند کردیا پھر بولا۔ "میرے خیال میں آئی جی' ڈی آئی جی صاحب اور دوسرے کچھ اہم لوگ آرہے ہیں تم رپورٹ تیار کرلو۔"

"ہاں بتاؤ۔"

"وہ رات گیارہ بجے گھر سے نکلی اور ٹیکسی میں ہسپتال آئی۔ میرے آدمی اس کے پیچھے چل پڑے انہوں نے وائرلیس پر مجھے اطلاع دیدی اور ہم لوگ یہاں مستعد ہوگئے میں فورس کا انتظار کرنے لگا اور میں نے پولیس پہرہ بھی لگادیا۔ وہ ہسپتال میں داخل ہوگئی اور پھر نہایت چالاکی سے دوسروں کی نظروں سے بچتی ہوئی اس کمرے کے سامنے آگئی نرس فردوس کی یہاں ڈیوٹی تھی اس نے اس سے سلام دعا کی نرس سے مریضہ کی خیریت پوچھی اس نے بتایا کہ وہ مریضہ کی یونیورسٹی کی دوست ہے ملک سے باہر تھی آج ہی آئی ہے اور اس وقت یہاں آگئی۔ فردوس نے اس سے معذرت کی کہ اس وقت وہ ملاقات نہیں کراسکتی تو اس نے کہا کہ وہ صبح کو آجائے گی پھر اس نے فردوس سے درخواست کی اسے باہر تک چھوڑ دے اور فردوس اس کے ساتھ اخلاقاً باہر آگئی اس نے کہا کہ ہسپتال سے ناواقفیت کی وجہ سے اس نے اپنی کار غلط جگہ پارک کردی ہے اس طرح وہ نرس کو باتوں میں لگاکر ہسپتال کے ایک تاریک گوشے میں لے گئی اور یہاں اس نے نرس پر حملہ کرکے اسے زخمی کردیا نرس کو بے ہوش کرکے اس نے نرس کا لباس اتار کر خود پہن لیا اور تیزی سے واپس آگئی۔ اس دوران ہم کمرے میں پوزیشن لے چکے تھے اور مختلف جگہوں پر چھپے ہوئے تھے۔ کمرے میں آکر اس نے ایک گلاس میں پانی لیا پھر اپنے لباس سے ایک شیشی نکال کر اس کا سیال پانی میں ٹپکا دیا اور پھر سوتی ہوئی تہمینہ کو جگا کر اس سے کہا کہ وہ یہ دوا پی لے۔ تہمینہ علی نے گلاس نیند کے عالم میں اس کے ہاتھ سے لے لیا اور پانی پینا ہی چاہتی تھی کہ ہم نے مداخلت کی اور پانی اس سے چھین لیا۔ ساتھ ہی اسے بھی گرفتار کرلیا وہ جنونی ہوگئی تھی اس نے کہا کہ وہ اسے ہلاک کرنا چاہتی ہے ہر قیمت پر ہلاک کرنا چاہتی ہے ہر قیمت پر.......... اس نے جدوجہد بھی کی اور اسی دوران اعتراف کیا کہ اس نے تیمور علی کو ہلاک کیا ہے اس کا پورا اعتراف ریکارڈ کرلیا گیا ہے اس کا کہنا ہے کہ وہ جان دینا چاہتی ہے دنیا اس کے لئے بیکار ہے۔ اس نے کہا کہ وہ ان دونوں کو یورپ نہیں جانے دے گی۔"

"گڈ.......... میرا خیال ہے کافی ہے.......... تمہیں کیا رپورٹ دینی ہے تم جانتے ہو۔" میں نے کہا۔

"ہاں جانتا ہوں۔"

"تو اب میں چلتی ہوں۔ ذرا ایک تصویر بنالوں۔" میں نے شہریار کی تصویر بنائی آئی جی صاحب ابھی نہیں آئے تھے چلتے ہوئے میں نے شہریار سے کہا اگر کوئی ضرورت پیش آجائے تو مجھے اخبار کے دفتر فون کرلے۔ میرا رواں رواں خوشی سے کانپ رہا تھا بالآخر ہمیں کامیابی حاصل ہوگئی تھی اور یہ عظیم کامیابی تھی۔ اخبار کے دفتر میں میرا انتظار ہو رہا تھا میری دی ہوئی اطلاع کو بلا اعتراض بڑی خبر تسلیم کیا گیا تھا۔ میں نے شہریار کے بارے میں الگ رپورٹ تیار کی تھی اور اس کے پچھلے کارناموں کا حوالہ بھی دیا تھا۔ کاپی پیسٹ کرانے کے بعد ہی میں نے گھر کا رخ کیا تھا۔

دوسری صبح میرا اخبار واحد اخبار تھا جس نے تہلکہ مچا دیا تھا اور بعد میں پتہ چلا کہ پرنٹ آرڈر سے کہیں زیادہ چھپوانے کے باوجود اس کی ایک کاپی نہیں مل رہی تھی۔

پورا دن شہریار کے انتظار میں گزرا۔ دوپہر کے اخبارات نے اپنے طور پر کام کیا تھا اور انہیں مزید تفصیلات معلوم ہوئی تھیں۔ رات کو بھی شہریار کے فون کا انتظار کیا مگر اندازہ تھا کہ وہ افسران میں گھرا ہوگا یہ میری خوش نصیبی تھی دوسرے دن کے اخبارات نے بھی کافی خبریں چھاپیں اور وہ باتیں سامنے آگئیں جو میں چاہتی تھی۔ شہریار کو پولیس کا ماسٹر برین قرار دیا گیا تھا اور اعتراف کیا گیا تھا کہ اس کی ذہانت نے بڑے بڑے تجربہ کاروں کے کان کتر دیئے۔ لوگ اسے سیاسی قتل قرار دے رہے تھے مگر معاملہ خالص گھریلو نکلا.......... البتہ اس شام آخری خبر شہریار نے دی تھی جو افسوس ناک بھی تھی۔ اس نے بتایا کہ کوثر نے تفصیلی بیان دیکر خودکشی کرلی۔

یہ سب کچھ معمول تھا۔ جرائم ہوتے ہیں' وجہ جرم ہوتی ہے مجرم جرم کرکے خود کو چھپاتا ہے اور ایسے الجھاوے پیدا کرتا ہے کہ اس کا سراغ نہ مل سکے یوں لگتا ہے جیسے یہ کبھی زندگی کا سب سے مشکل کیس ہے لیکن ایک طاقت رہنمائی کرتی ہے اور مشکلیں آسان ہوتی چلی جاتی ہیں یہ آسمانی طاقت ہوتی ہے جو بروں کو برائی کی سزا دیتی ہے کسی کو بھی ذریعہ منتخب کرکے۔ میرے والد صاحب نے کہا۔ "شہریار سے تمہاری شناسائی ہے۔"

"جی ڈیڈی۔" میری آواز لرز گئی مگر شکر ہے اسے محسوس نہیں کیا گیا وہ بولے۔

"میں اس سے ملا تھا عام پولیس افسران سے بہت ہٹ کر ہے بعض اوقات ذہانت طویل تجربے کی محتاج نہیں ہوتی اور اس نے یہ ثابت کیا ہے۔"

"جی؟"

"اسے بلاؤ کسی دن ڈنر پر۔"

"میرے پاس اس کے گھر کا فون نمبر ہے۔" میں نے ایک قدم آگے بڑھایا۔

"ٹھیک ہے مجھے دیدو میں خود بات کرلوں گا۔" ڈیڈی کے انداز میں کوئی ایسی بات نہیں تھی جو باعث تشویش ہو میں نے اچھی طرح اندازہ لگالیا تھا۔ میں نے انہیں نمبر دیدیا لیکن یہ رات بڑی سنسنی خیز گزری۔ بڑا دلکش تصور تھا شہریار میرے گھر آرہا تھا اس کے قدم مستقبل کی وہ دہلیز پار کرنے والے تھے جسے وہ اکثر عبور کرے گا خدا کرے اس آمد کا انجام خیر ہو۔ لیکن میں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ خود اسے نہیں بتاؤں گی کہ والد صاحب اسے دعوت دینے والے ہیں دوسرے دن معمول کے مطابق دوپہر کو میری اس سے ملاقات ہوئی اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ وہی آوارہ مزاج شاعر جس کی آنکھیں شعر کہتی تھیں وہ ذہنی طور پر پولیس افسر نہیں بن سکا تھا۔

"سوچ رہا ہوں ایک ماہ کی چھٹی لے لوں۔"

"کیوں؟"

"تمام پرانے دوستوں سے ملوں گا' مشاعرے کراؤں گا' شعروشاعری ہوگی ' ماضی بہت یاد آتا ہے۔"

"حال سے فرار کم ہمتی کی نشانی ہے۔ یہ وقت تو تیزی سے دوڑنے کا ہے تم دیکھو تھوڑی سی ہمت کی تو کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔"

"زندگی کے سفر میں اسٹیشن تو ضرور آنا چاہئے" وہ بولا۔

"اسپیڈ بریک ہو جائے گی' ابھی نہیں۔" میں نے کہا اور وہ کرسی پر نیم دراز ہو کر کچھ سوچنے لگا پھر چونک کر بولا۔

"ارے ہاں' وہ انور سعید کا واقعہ پڑھا۔"

"نہیں کیا واقعہ ہے' غور نہیں کیا۔"

"شام کے اخبارات نے تو بڑی تصویریں وغیرہ شائع کی ہیں۔"

"آج دفتر ہی نہیں گئی' گھر سے یہاں آئی ہوں اس لئے شام کے اخبارات نہیں دیکھے کیا واقعہ ہے۔"

"اصل بات ابھی اخبارات کو پتہ نہیں چل سکی کل شاید تفصیل آئے مگر وہ تمہارے راٹھور صاحب مصیبت میں پھنس گئے۔"

"ایس پی راٹھور۔"

"ہاں۔"

"قصہ کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔ راٹھور صاحب کا رویہ یاد آگیا تھا شکر تھا کہ بات شہریار کے کانوں تک نہیں پہنچی تھی۔

"راٹھور صاحب ایک کیس پر کام کر رہے تھے منشیات فروشوں کے درمیان فائرنگ ہوئی تھی اور دو آدمی شدید زخمی ہوگئے تھے۔ راٹھور صاحب تفتیش پر گئے اور اس بستی سے چار

آدمی پکڑ لائے جن میں انور سعید نامی ایک نوجوان بھی تھا۔ راٹھور صاحب نے معلومات حاصل کرتے ہوئے اسے مارا اور وہ مرگیا۔ بستی والوں نے ہنگامہ کردیا اور کوئی ساٹھ ستر آدمی تھانے پہنچ گئے۔ تشدد ہوا اور بات آگے بڑھ گئی لیکن اس دردناک واقعے کا ایک اور اہم پہلو برآمد ہوا وہ یہ کہ انور سعید اس بستی کا باشندہ نہیں تھا بلکہ ایک بڑے آدمی کا بیٹا تھا اور یہ بڑا آدمی ایک مرکزی وزیر کا رشتے دار ہے سمجھ لو کیا ہوگیا۔ اس کے علاوہ یہ کہ اس کا منشیات فروشوں سے کوئی تعلق نہیں ثابت ہوا کیونکہ فائرنگ کرنے والے دونوں گروہ پکڑ لئے گئے۔ جو چار آدمی راٹھور صاحب لائے تھے وہ بے گناہ تھے انور سعید نے راٹھور صاحب سے کہا تھا کہ وہ پکڑے جانے والے تین افراد کی ضمانت دیتا ہے کہ وہ نیک اور ایماندار آدمی ہیں۔ راٹھور صاحب کو تو تم جانتی ہو وہ بگڑ کر اسے بھی پکڑ لائے اور اسے ہی سب سے زیادہ مارا۔"

"اوہ......... کیا یہ درندگی نہیں ہے؟"

"راٹھور صاحب کا کہنا ہے کہ انہوں نے اسے اتنا نہیں مارا' بس دو چار بید مارے تھے جن کا نتیجہ یہ نہیں برآمد ہو سکتا۔ بات واقعی اس غریب بستی کے کسی آدمی کی ہوتی تو شاید اسے کھینچ کھانچ کر منشیات فروشوں کا ساتھی ثابت کردیا جاتا لیکن وہ نکل آیا مرکزی وزیر کا رشتے دار۔"

"بڑی دکھ بھری باتیں کر رہے ہو شہریار۔"

"سچائیاں ہیں کیا کروں۔"

"مگر وہ اس بستی میں کیا کررہا تھا۔"

"زیادہ تفصیل نہیں معلوم۔ معاملہ چونکہ راٹھور صاحب کا تھا اس لئے یاد رہ گیا اور تمہیں سنادیا۔"

"راٹھور صاحب کا کیا ہوا؟"

"آئی جی صاحب کے پاس بات پہنچ گئی ہے ابھی کوئی ایکشن نہیں ہوا۔"

"ہوگا۔"

"امکانات تو ہیں۔"

"تھانہ کونسا ہے؟"

"جاوید قریشی انچارج ہے۔"

"ارے اوہ وہ بھی پھنس گیا......... وہ تو اچھا آدمی ہے۔"

"کوئی اچھائی ہی کام آگئی۔ پولیس پارٹی کے ساتھ دوسرے شہر گیا ہوا تھا کوئی ملزم پکڑنے۔ اس کی غیر موجودگی میں واردات ہوئی۔"

"خدا کی پناہ! کیا جاوید واپس آگیا؟"

"پتہ نہیں" شہریار نے جواب دیا اور میں کسی سوچ میں گم ہوگئی پھر میں نے کہا۔ "معاملہ دلچسپ ہے دیکھو گے۔"

"کیا دیکھنا ہے بھلا اس میں بھی کوئی پیچیدگی ہے؟" شہریار نے کہا۔

"جاوید قریشی کے بارے میں معلوم کرو آگیا یا نہیں۔"

"تمہارے سامنے زبان کھولنا قیامت ہے۔ سوری میڈم بالکل فرصت نہیں ہے کھانا کھلاؤ اور اجازت دو۔"

"مسٹر شہریار۔" میں نے کرخت لہجے میں کہا۔

"قسم لے لو' جانا ہے میں تمہارے ساتھ کھانا کھانے آگیا تھا۔ ڈی آئی جی صاحب نے تین بجے میٹنگ کال کی ہے۔"

"فون کر کے معلوم کرو جاوید قریشی آگیا ہے یا نہیں۔" میں نے کہا اور شہریار فون کرنے لگا۔ گل بدر نے کھانا لگ جانے کی اطلاع دی تھی شہریار نے بتایا کہ جاوید آگیا ہے اور تھانے میں موجود ہے کھانے کے بعد ہم دونوں اٹھ گئے اور دو مختلف سمتوں میں چل پڑے راستے میں' راٹھور صاحب کے بارے میں سوچتی رہی بہت برا کیا تھا انہوں نے اختیارات کا اتنا فائدہ نہیں اٹھانا چاہئے آپ قانون کے ہاتھوں کسی گناہ گار کو سزائے موت دلوانے کے حقدار ہیں یہ سزا آپ اپنے ہاتھوں سے کیوں دیتے ہیں؟

جاوید قریشی تھانے میں موجود تھا اس نے گرمجوشی سے میرا خیر مقدم کیا۔ "کہئے مس لیلیٰ کیسی ہیں۔"

"آپ سنائیں جاوید صاحب۔"

"والدہ صاحبہ دو کالے بکرے صدقہ دے چکی ہیں بال بال بچا ہوں مگر تھانہ خطرے میں ہے سب پریشان ہیں۔"

"واقعہ تھوڑا بہت میرے علم میں آچکا ہے تمہارے ساتھ اور کون گیا تھا۔"

"ایس آئی حق نواز اور چار کانسٹیبل باقی سب یہاں تھے۔"

"وہ لوگ موجود ہیں جو یہاں تھے۔"

"باہر نظر نہیں آئے سب کے سب "ٹن" ہو رہے ہیں اسپیشل والے ابھی کچھ دیر پہلے گئے ہیں۔"

"تحقیقات ہو رہی ہے۔"

"بڑے زور و شور سے معاملہ دبے گا نہیں بات بھی بہت بڑی ہے بس یوں سمجھ لیں میں بچ گیا۔ ایس پی صاحب کے خلاف تو نہیں جا سکتا تھا وہ کہہ رہے ہیں کہ کوئی اور یہ الزام اپنے سر لے لے وہ اسے بچالیں گے مگر کوئی چھوٹی بات تو نہیں ہے۔"

"کچھ معلومات چاہتی ہوں۔" میں نے کہا

"ذاتی طور پر جو پوچھیں گی ضرور بتاؤں گا لیکن خدا کیلئے اخبار میں کچھ نہ لکھیں ورنہ لٹک جاؤں گا اوپر سے ہدایات آئی ہیں کہ کوئی بیان اخبار کو نہ دیا جائے!"

"ٹھیک ہے' اطمینان رکھو۔"

"اطمینان ہے۔" جاوید قریشی نے کہا۔

"پوری تفصیل بتاؤ۔"

"ہمارے علاقے کی بستی میں کچھ منشیات فروش پیدا ہوگئے تھے ان کے بارے میں خبریں مل رہی تھیں لیکن کسی گروہ کے آدمی نہیں تھے بلکہ گروہ بنا رہے تھے۔ پھر ان کے درمیان جھگڑا ہوگیا رپورٹ ملی اور راٹھور صاحب خود چلے گئے۔ وہ لوگ تو نہیں ملے مگر راٹھور صاحب کو کچھ کرنا تھا چار آدمی پکڑ لائے اور یہاں ڈرائنگ روم آباد ہوگیا مرنے والا بہت خوبصورت نوجوان تھا مجھے دلی افسوس ہے۔"

"وہ کسی بڑے آدمی کا بیٹا تھا۔"

"ہاں سعید نوری مشہور تاجر ہیں اور مرکزی وزیر شمشیر صاحب کے قریبی عزیز ہیں۔ انور سعید ان کا بیٹا تھا۔"

"اس بستی میں وہ کیا کرنے گیا تھا۔"

"وہیں رہتا تھا اس نے بستی کی ایک غریب لڑکی نسرین سلطانہ سے شادی کرلی تھی۔ والدین کی مرضی کے خلاف اور تخت و تاج ٹھکرا کر وہاں سسرال میں رہنے لگا تھا۔"

"اوہ......... وہ وہیں رہتا تھا۔"

"ہاں اور ایک مل میں اسٹور کیپر کی نوکری کرتا تھا۔"

"کتنے عرصے سے۔"

"یہ نہیں معلوم۔"

"سعید نوری سے اس کے تعلقات بالکل نہیں تھے۔"

"ہوتے تو اپنے گھر میں رہتا۔"

"اب اندر کی باتیں بتاؤ۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"خدا جانے۔ ویسے بتا چکا ہوں کہ میں یہاں نہیں تھا لیکن اللہ داد' تجمل خان اور اکبر شاہ قسمیں کھاتے ہیں کہ راٹھور صاحب نے کچھ بید ضرور مارے تھے مگر ایسے نہیں کہ وہ مرجاتا۔"

"یہ نام جو تم نے بتائے ہیں۔"

"دو کانسٹیبل ہیں اور ایک ہیڈ کانسٹیبل۔"

"موجود ہیں۔"

"ہاں انہیں تا حکم ثانی تھانے میں رہنے کا حکم ملا ہے وہ جا نہیں سکتے۔"

"بلا سکتے ہو۔" میں نے پوچھا۔

"نہ بلائیں تو بہتر ہے برے حال میں ہیں زبان نہیں کھولیں گے۔" جاوید قریشی نے ندامت بھرے لہجے میں کہا۔

"تم سے بات ہوئی۔"

"ہاں قسمیں کھا رہے ہیں کہ ایس پی صاحب نے خود ہی انہیں مارا تھا اور کسی دوسرے نے ہاتھ نہیں لگایا کہتے ہیں کہ اس کی موت اتفاقیہ ہے ورنہ ایس پی صاحب نے بھی اتنا نہیں مارا۔"

"تمہارا کیا تجزیہ ہے؟"

"ایس پی صاحب غصہ ور ضرور ہیں لیکن زیادہ مشقت نہیں کرتے کسی کانسٹیبل سے پٹواتے تو دوسری بات تھی لیکن ایک شبہ بھی ہے۔"

"کیا؟"

"سنا ہے گرفتاری کے وقت اس نے کچھ بدتمیزی بھی کی تھی ممکن ہے زیادہ مشتعل ہوگئے ہوں۔"

"پوسٹ مارٹم رپورٹ کیا کہتی ہے؟"

"ہمیں نہیں ملی۔" جاوید قریشی نے جواب دیا کچھ دیر اس کے پاس بیٹھی پھر اس کا شکریہ ادا کرکے اٹھ گئی۔ بہت سے خیالات ذہن میں آرہے تھے لیکن ظاہر ہے کوئی ایسا مسئلہ نہیں تھا جو قابل غور ہوتا بس ایک دکھ بھری کہانی تھی جس پر افسوس ہی کیا جاسکتا تھا میں اس پر کچھ نہیں لکھنا چاہتی تھی جانتی تھی بہت سے اخبارات لکھیں گے اور مجھ سے پہلے لکھ چکے ہوں گے۔ گھر سے نکل آئی تو سوچا کہ اخبار کے دفتر کا چکر بھی لگالوں۔ دفتر پہنچ کر اخبار دیکھے ان میں انور سعید کی تصویر بھی چھپی تھی۔ جاوید قریشی کا کہنا درست تھا بڑا خوش شکل نوجوان تھا۔ اس لڑکی کا خیال آیا جس سے اس نے شادی کی تھی ظاہر ہے محبت کی شادی ہوگی جلدی ہوئی ہوگی طبیعت پر اضمحلال طاری ہوگیا۔ دفتر کے دوسرے لوگوں سے باتیں کرتی رہی پھر رپورٹر جبار حسین سے ملاقات ہوئی اس نے بتایا کہ وہ اس بستی سے آرہا ہے بستی والے بہت مشتعل ہیں اور وہاں بڑی دھواں دھار تقریریں ہو رہی ہیں' پولیس کے خلاف' وہ لوگ ایس پی راٹھور کے خلاف سخت کاروائی کا مطالبہ کررہے ہیں۔ جبار نے بتایا کہ وہ تصویریں بھی لایا ہے۔ ان میں سوگوار نسرین سلطانہ کی تصویر بھی تھی پڑھی لکھی معلوم ہوتی تھی کافی خوبصورت تھی۔

ان تمام باتوں میں میری دلچسپی کیلئے کچھ نہیں تھا۔ شام کو سیدھی گھر آئی تھی۔ یہاں بھی طبیعت پر اضمحلال طاری رہا........ ہاں رات کو کچھ تبدیلی ہوئی شہریار کا فون ملا تھا۔

"ہیلو........" اس نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

"خیریت' تمہاری آواز کو کیا ہوا۔"

"لینی........ میرے حق میں دعائے خیر کرو' لینی بڑا مشکل وقت آپڑا ہے مجھ پر........ میرے لئے دعا کرو لینی۔" شہریار کے انداز پر میرا دل دھک سے رہ گیا تھا۔ بولنے کی کوشش کی لیکن آواز ساتھ نہ دے پارہی تھی۔ خدا جانے کیا ہوگیا تھا؟

ذہن میں لاتعداد وسوسے جاگ اٹھے۔ بمشکل تمام ہمت کرکے بولی۔ "کیا ہوگیا شہریار کچھ بتاؤ تو سہی۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا۔" میری آواز بری طرح بھرا گئی تھی۔

"خود میری سمجھ میں کچھ آجائے تو تمہیں بتاؤں۔ آہ لینی نہ جانے کیا ہونے والا ہے۔ خاں صاحب قبلہ بنفس نفیس مجھے ملے اور انہوں نے کل مجھے ڈنر پر بلایا ہے۔" شہریار نے کہا۔

"کیا؟" کون خاں صاحب۔"

"غضنفر حسین خان روہیلہ۔" شہریار نے اسی طرح پھنسی پھنسی آواز میں کہا اور میرا ذہن چکرانے لگا۔ شہریار کی آواز اور گفتگو کرنے کے انداز سے اتنی نروس ہوگئی تھی کہ کچھ سمجھ میں ہی نہیں آرہا تھا۔ سمجھنے کی کوشش کرنے لگی اور جب سمجھ میں آیا تو تن بدن میں آگ لگ گئی۔ ایسی جھلاہٹ طاری ہوئی کہ ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔ شرارت فرمائی تھی شہریار صاحب نے اور مجھے پریشان کرکے رکھ دیا تھا۔ خان صاحب نے اس کا تذکرہ مجھ سے بھی کیا تھا۔ وہ شہریار سے متاثر ہوئے تھے مجھے بھی خوشی ہوئی تھی لیکن یہ بے تکی شرارت۔ کچھ دیر کے بعد فون کی گھنٹی پھر بجی تھی۔ میں نے ریسیور اٹھالیا۔

"ایکسکیوزی۔ کیا یہاں مس لینی رہتی ہیں۔ براہ کرم ان سے کہئے شہریار بات کرنا چاہتا ہے۔"

"شہریار۔ کیا یہ درست ہے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"مجھے بتاؤ میں کیا کروں۔ کیا مجھے ایسی باتوں کا کوئی تجربہ ہے؟" اس نے احتجاجی لہجے میں کہا۔

"کیسی باتوں کا۔"

"یہی بردکھاوا وغیرہ۔ ارے باپ رے وہ بھی کسی روہیلہ فیملی میں۔"

"آپ کا دماغ خراب ہے' ڈیڈی حیات حسین شاہ والے کیس سے متاثر ہوئے ہیں بس اور کوئی بات نہیں ہے۔"

"ارے چھوڑو ہم پولیس والے ہیں اڑتے کوے کے پر گن سکتے ہیں خان صاحب کا لہجہ کچھ اور بتاتا تھا۔"

"مریض ہو تم' دیوانے ہو۔ اور کیا کہوں۔ میں اسے شرارت نہیں بدتمیزی سمجھتی ہوں۔ تم نے میرے پرسکون ذہن کو جھٹکا پہنچایا ہے۔"

"چڑیا کو کوا کہہ کر۔ یہ کیا بات ہوئی۔ ہمارے ہونے والے سسر ہیں چڑیا کہیں طوطا کہیں کوا کہیں' خدا کیلئے فون نہ بند کرنا۔ تمہارے صرف ذہن کو جھٹکا لگا ہے۔ یہاں اس دعوت کے موصول ہونے کے بعد پورے بدن کو جیسے الیکٹرک شاٹ لگ رہے ہیں۔ کیا اس رات کو سویا جاسکتا ہے' اکیلا کیسے جاگوں گا بس تمہیں فون کرتا رہوں گا۔"

"اوکے۔ میں ریسیور نیچے رکھ دیتی ہوں۔" میں نے سلسلہ منقطع کرکے ریسیور واقعی نیچے

رکھ دیا چند لمحات ذہن پر غصہ طاری رہا' پھر ہنسی آگئی- دیر تک اس کے بارے میں سوچتی رہی- عجیب انسان ہے کبھی بجید ذہین کبھی کھلنڈرا اور شوخ- بڑی غلط حرکت تھی اس نے یہ لہجہ اختیار کر کے- خواہ مخواہ پریشان کر دیا تھا- دیر ہوگئی- پھر نگاہ ریسیور پر پڑی- میں نے اسے اٹھایا اور یونہی کان سے لگایا مگر پھر چونکنا پڑا- دوسری طرف سے لائن بے جان نہیں تھی-

"ہیلو"- میں نے کہا-

"خدا حافظ-" دوسری طرف سے شہریار کی آواز سنائی دی اور فون بند ہوگیا- دوسرے دن میں پرسکون تھی- دفتر جانے کیلئے تیار ہو رہی تھی کہ والد صاحب آگئے اور میں مستعد ہوگئی-

"شام کو کوئی مصروفیت نہیں ہے-"

"نہیں ڈیڈی- کوئی خاص بات-"

"میں نے ڈی ایس پی شہریار کو ڈنر پر بلایا ہے- تمہاری اس سے کیسی ملاقات ہے؟"

"شاید یہ بات میں نے پہلے بھی آپ کو بتائی تھی ڈیڈی- وہ میرا کلاس فیلو تھا' بہت اچھا شاعر بجید نفیس انسان لاتعداد کیسوں میں' میں نے اس کے ساتھ کام کیا ہے اور اب بھی ایسا ہوتا ہے وہ ہر کیس میں مجھ سے ڈسکس کرتا ہے اور میں اس کیلئے کام کرتی ہوں- ہماری روزانہ ملاقات ہوتی ہے-"

"گڈ- تم نے اسے کبھی گھر نہیں بلایا-"

"جی ہاں ایسا اتفاق نہیں ہوا-"

"شام کو جلد آکر انتظامات کا جائزہ لے لینا-"

"اور لوگوں کو بھی مدعو کیا ہے ڈیڈی-"

"بالکل نہیں- صرف اسے بلایا ہے-" ڈیڈی نے جواب دیا-

یہ بات البتہ ذرا چونکانے والی تھی' ڈیڈی کی فطرت سے میں واقف تھی- کسی ایک شخص کو انہوں نے اس طرح اہمیت نہیں دی تھی' بلاشبہ حیات حسین شاہ والے کیس میں وہ شہریار سے بے حد متاثر ہوئے تھے لیکن بعد میں یہ دعوت اور وہ بھی تنہا' بہرطور ذہن زیادہ کھپانا مناسب نہیں سمجھا تھا- دفتر چلی گئی' اڑتے اڑتے خیالات ذہن سے ٹکراتے رہے' تقریباً ساڑھے دس بجے شہریار کے دفتر فون کیا' وہ اتفاق سے دفتر ہی میں مل گیا-

"ہیلو شہریار........"

"ہیلو' کہئے کیسے مزاج ہیں آپ کے........"

"ٹھیک ہوں' کیا کر رہے ہو........؟"

"کچھ مصروفیات ہیں' اس وقت تو دفتر میں ہی ہوں لیکن بارہ بجے نکل جانا ہے' آج شاید دوپہر کو دفتر نہیں پہنچ پاؤں گا-"

"کوئی حرج نہیں ہے' اس سلسلے میں کوئی نئی خبر سناؤ' اخبارات میں تو کوئی تفصیل نہیں

ہے........"

"انور سعید کے بارے میں........"

"ہاں........"

"آئی جی صاحب کے ہاں میٹنگ ہوئی تھی- آئی جی صاحب نے اپنا رویہ بہت سخت کیا ہے اور راٹھور صاحب کو گرفتار کر لیا گیا ہے" شہریار نے کہا اور میں چونک پڑی-

"اوہو' اخبارات کو یہ خبر نہیں دی گئی........" میں نے حیرانی سے پوچھا-

"دے دی جائے گی' کچھ ایسی باتیں تھیں جن کی بناء پر یہ خبر روکی گئی ہے-"

"کیا مصروفیت ہے-"

"میں نے کہا نا کچھ ایسی ہی دفتری مصروفیات ہیں اور کوئی خاص بات نہیں........"

"اوکے"........ میں نے فون بند کر دیا- شہریار کے انداز پر ایک بار پھر مسکرا پڑی تھی' غالباً ناراض ہوگیا تھا وہ میرے رات کے رویے سے لیکن بہت دیر تک شہریار ذہن میں نہ رہ سکا راٹھور صاحب کے بارے میں سن کر افسوس ہوا تھا' اس کا مطلب ہے کہ یہ معاملہ کافی گڑبڑ ہو جائے گا- معطل کر دیا جاتا تو اس قدر سوچنے کی بات نہیں تھی' لیکن راٹھور صاحب کی گرفتاری یہ بتاتی تھی کہ معاملہ اب نہایت سنگین حدود میں داخل ہوگا- بات تھی بھی بہت بڑی- میرا نظریہ پہلے بھی اس کے بارے میں یہی تھا' لیکن کچھ دلچسپی محسوس ہوئی' بظاہر ایسا کوئی معاملہ نہیں تھا' جس پر خصوصی توجہ دی جاتی' لیکن جاوید قریشی نے جو چھوٹی سی کہانی سنائی تھی وہ ذرا دلچسپ تھی اور میرا دل چاہا کہ میں اس سلسلے میں کچھ کروں- ویسے بھی خالی دن تھا اور کوئی خاص کام نہیں تھا' چنانچہ تھوڑی سی جدوجہد ہی سہی دفتر سے باہر نکلی' ایک بار پھر جاوید قریشی کی جانب رخ کیا اور وہاں پہنچ گئی-

جاوید قریشی فرض شناس افسر تھا' دفتری امور کو نمٹانا اس کی عادت تھی' اس کا اندازہ میں نے پہلے بھی لگایا تھا- اس وقت بھی دفتر ہی میں موجود تھا' مجھے دیکھ کر ہمیشہ کی طرح پرتپاک ہوگیا-

"آئیے مس لبنیٰ' دراصل آپ کی آمد بھی بڑی اہمیت کی حامل ہوتی ہے اور لوگ یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ ہم بھی بڑے آدمی ہیں-"

"کیا بات ہے' بہت اچھے موڈ میں ہو؟"

"نہیں ایسی بات تو نہیں ہے' راٹھور صاحب کے بارے میں کچھ سنا آپ نے-"

"ہاں' سنا ہے گرفتار ہوگئے-"

دوپہر کے اخبارات میں خبریں آجائیں گی- اخباری نمائندے بھلا کہاں چوکنے والے ہیں میں چند لمحات خاموش رہی پھر میں نے کہا-

"ذرا مجھے وہ پتہ بتا دو جہاں انور سعید رہتا تھا-"

"اس کے سسرال کا پتہ؟"

"ہاں سسرال کا بھی بتادو' اور باقی میرا خیال ہے سعید نوری صاحب کے بارے میں معلوم کرنا زیادہ مشکل کام نہیں ہوگا۔"

"دونوں پتے نوٹ کر لیجئے۔" جاوید قریشی نے کہا اور میں نے اپنی چھوٹی سی نوٹ بک میں اس کے بتائے ہوئے پتے درج کر لئے۔

"آئی جی صاحب کے سامنے میری بھی پیشی ہوئی تھی۔ تین کانسٹیبل بھی نظر بند کئے گئے ہیں۔" جاوید قریشی نے بتایا۔

"تمہارے تھانے کے۔"

"ہاں یہ سب اس وقت تفتیش میں شامل تھا' میرا بیان بھی لیا گیا۔"

"کیا؟........"

"بس یہی پوچھا گیا تھا کہ ملزموں کے ساتھ راٹھور صاحب کا رویہ کیسا ہوتا ہے کیا وہ بہت زیادہ تشدد کے عادی ہیں۔"

"کیا کہا تم نے؟"

"انکار کر دیا میں شکایت تو نہیں کر سکتا تھا وہ میرے افسر ہیں۔" جاوید قریشی نے کہا۔ کچھ دیر اس کے پاس بیٹھنے کے بعد میں اٹھ گئی اس کے بعد میں نے اس بستی کا رخ کیا تھا۔ اب میں اس ماحول سے اجنبی نہیں رہی تھی۔ میں نے انور سعید کے بارے میں پوچھا تو فوراً مجھے وہ گھر بتا دیا گیا۔ اس وقت بھی گھر کے باہر کچھ لوگ چارپائیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔

"میرا تعلق اخبار سے ہے کچھ معلوم کرنا چاہتی ہوں۔"

"اخبار والے ہمارا ساتھ دے رہے ہیں مگر کھل کر نہیں لکھ رہے ہمیں تم سے شکایت ہے بی بی۔" ایک صاحب بولے۔

"میں پہلی بار آئی ہوں۔ آپ مجھے حالات بتایئے میں کھل کر لکھوں گی۔" میں نے کہا۔

"حالات سب کے سامنے ہیں پولیس ہم لوگوں کو انسان نہیں سمجھتی' یہ سارے ظلم غریبوں پر ہی توڑے جاتے ہیں کسی دولت مند کے چھوکرے کو مارا ہے پولیس والوں نے۔" انہی صاحب نے کہا۔

"اس بار ہم خاموش نہیں رہیں گے۔ خون کی ندیاں بہہ جائیں گی۔" دوسرے صاحب بولے! اس وقت گھر کے اندر سے ایک جوان آدمی باہر نکل آیا۔ اس کی بغل میں بیساکھی دبی ہوئی تھی۔ اس نے مجھے گھور کر دیکھا اور پھر طنزیہ انداز میں بولا۔

"اخاں بڑے بڑے لوگ آگئے غریب خانے پر۔ کہئے بیگم صاحبہ کیسے آنا ہوا۔"

"آپ کون ہیں۔ کیا مجھے جانتے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"ارشاد علی یہ اخبار کی نمائندہ ھیں۔" باہر بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک نے کہا۔

"ہاں مگر ان کا اخبار ہمارا نمائندہ نہیں ہے۔ یہ بڑے لوگوں کی نمائندگی کرتی ہیں کیونکہ خود بھی ایک بہت بڑے آدمی کی بیٹی ہیں۔" لنگڑے ارشاد علی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ مجھے سخت حیرت ہوئی کہ جانے یہ شخص مجھے کیسے جانتا ہے اس کے طنز کو نظرانداز کر کے میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ مجھے کیسے جانتے ہیں ارشاد علی صاحب؟"

"ہیڈ کانسٹیبل تھے ہم بیگم صاحبہ ٹانگ کٹ گئی ریٹائر کر دیئے گئے تمام لوگوں سے یاداللہ ہے آپ کو بھی دو چار بار بڑے افسروں کے ساتھ دیکھا انہی سے آپ کے بارے میں معلوم ہوا۔"

"مگر آپ نے میرے بارے میں غلط نظریہ قائم کیا ہے میں ہمیشہ سچائیوں کا ساتھ دیتی ہوں۔"

"بڑے لوگ ایسا کم ہی کرتے ہیں۔"

"مجھے کچھ تفصیل بتانا پسند کریں گے آپ۔"

"کوئی تفصیل نہیں ہے۔ پولیس نے اسے مار دیا ایک اور بے گناہ پولیس کے ہاتھوں مارا گیا۔ کوئی نئی بات تو نہیں ہے جوان بہن بیوہ ہو گئی ایسی ہزاروں کہانیاں ہیں۔"

"آپ بھی تو پولیس والے ہیں۔"

"تھا اب نہیں ہوں اور لنگڑا ہو کر بھی خوش ہوں کہ بچ گیا ورنہ نہ جانے کتنے خون کرنا پڑتے۔"

"میں نسرین سلطانہ' سے ملنا چاہتی ہوں" میں نے کہا۔

"ممکن نہیں ہے بی بی۔ اس کی کائنات تاریک ہو گئی ہے وہ اپنے ہوش میں کہاں ہے" ارشاد علی نے کہا۔

"آپ مجھ سے تعاون نہیں کر رہے ارشاد علی صاحب اس کا مجھے دکھ ہے بہرحال آپ کی مرضی۔"

"بس رہنے دو بی بی۔ اب کیا ہوتا ہے ساری باتیں بیک آر ہیں۔" ارشاد علی نے کہا مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ مجھ سے تعاون نہیں کرے گا اکھڑ قسم کا آدمی تھا اور خواہ مخواہ اس کی بدتمیزی برداشت کرنی پڑے گی۔ چنانچہ وہاں سے واپس چل پڑی مگر کچھ کرنا چاہتی تھی اس سلسلے میں دل چاہتا تھا چنانچہ اس بارے سعید نوری کی رہائش گاہ پر چل پڑی۔ پتہ موجود تھا۔ بہترین کوٹھی تھی۔ بیل بجانے پر ایک ملازمہ آئی تھی۔

"نوری صاحب موجود ہیں؟"

"نہیں صاحب گئے ہوئے ہیں۔"

"بیگم صاحبہ ہیں؟"

"ہاں جی- آپ آیئے میں اطلاع دیدوں- آپ کون ہیں جی؟"

"بس اگر ممکن ہوسکے تو انہیں اطلاع دے دو کہ لبنیٰ ان سے ملنا چاہتی ہے-"

"آپ میرے ساتھ آجایئے' ڈرائنگ روم کھول دوں؟"

"نہیں برآمدے میں رک کر انتظار کرلیتی ہوں-" میں نے کہا اور کوٹھی کے برآمدے میں کھڑی ہوگئی' ملازمہ اندر چلی گئی تھی' کچھ دیر کے بعد وہ واپس آئی اور اس نے مجھے اندر آنے کا اشارہ کیا-

میں اندر داخل ہوگئی- بڑے سے دروازے کے بعد ایک ہال تھا' جس میں قالین بچھا ہوا تھا' کناروں پر صوفے پڑے ہوئے تھے- سامنے ہی ٹیلی وژن رکھا ہوا تھا' ڈرائنگ روم اس سے ملحق تھا- ملازمہ نے مجھے وہیں ہال میں صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور ابھی میں بیٹھی ہی تھی کہ ایک دراز قامت خاتون سفید رنگ کی ساڑھی میں ملبوس باہر آگئیں' بہت خوبصورت خدوخال تھے' چہرہ متین اور سنجیدہ تھا آنکھوں پر ورم تھا جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ روتی رہی ہیں ان کے پیچھے ہی پیچھے دو لڑکیاں بھی اندر آگئیں' جن میں سے ایک کی عمر تقریباً سولہ اور دوسری کی اٹھارہ کے قریب ہوگی' نقش ونگار سے اندازہ ہوتا تھا کہ انہی خاتون کی بیٹیاں ہیں' ویسے خاتون بہت اچھی صحت کی مالک تھیں اور بہت زیادہ عمررسیدہ بھی نہیں لگتی تھیں' یہ حیرت کی بات تھی کہ انور سعید ان کا بیٹا تھا-

انہوں نے مجھے دیکھ کر گردن خم کی اور میرے سلام کا جواب دے کر مجھ سے ہاتھ ملایا- دونوں لڑکیوں نے بھی کسی قدر متاثر انداز میں مجھ سے ہاتھ ملایا تھا- معمر خاتون نے مجھے بیٹھنے کی پیشکش کرتے ہوئے کہا-

"آپ بیٹھئے لبنیٰ اگر ہمارا اندازہ غلط نہیں ہے تو آپ خان غضنفر خان صاحب کی بیٹی ہیں نا.........؟"

"اوہو آنٹی آپ تو مجھے جانتی ہیں.........؟"

"ہاں بھئی......... دراصل ہم ماں بیٹیوں کا دلچسپ ترین مشغلہ پڑھنا پڑھانا ہے اور ہم لوگ خود بھی لکھنے سے دلچسپی رکھتے ہیں' خاص طور پر میری یہ بیٹی سیماب تو چھوٹے موٹے افسانے لکھ کر اخبارات اور رسائل کو بھیجتی رہتی ہے- آپ کے اخبار میں بھی اس کے آرٹیکل اکثر چھپتے رہتے ہیں- خاص طور سے آپ کا کالم میزان ہماری توجہ کا مرکز رہتا ہے- بس اطلاع ملی تو ہم سب کو ذہنی الجھنوں کے باوجود آپ سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوگیا-"

"چلیئے آنٹی یہ تو بڑی اچھی بات ہے کہ میرے کالم مجھے آپ جیسے لوگوں سے روشناس کرادیتے ہیں' آپ کی خدمت میں ایک خاص مسئلے کیلئے حاضر ہوئی تھی-"

"نوید چائے کیلئے کہہ دو-" معمر خاتون نے اپنی دوسری بیٹی سے کہا- ملازمہ قریب ہی موجود تھی اس لڑکی نے ملازمہ کو چائے کیلئے کہا اور پھر ہمارے سامنے آبیٹھی- معمر خاتون کہنے

لگیں-

"ہم نے تمہارے بارے میں کافی معلومات حاصل کی ہیں- خان صاحب سے تو ہمارا براہ راست تعلق نہیں ہے' لیکن نوری صاحب خان صاحب کو بہت اچھی طرح جانتے ہیں' ایک بزنس مین دوسرے بزنس میں سے تو واقف ہوتا ہی ہے' مگر تمہارا مشغلہ کافی دلچسپ ہے-" میں مسکراتی رہی- پھر میں نے کہا-

"آپ لوگ ایک المیے سے دوچار ہوگئے ہیں' اس کے اثرات آپ لوگوں کے چہرے سے نمایاں ہیں' میں آپ لوگوں سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتی ہوں اور ایک نوجوان بیٹے کی موت پر آپ سے تعزیت کرتی ہوں-" خاتون نے گردن ہلائی اور پھر گہری سانس لے کر بولیں-

"شاید تم یہ نہ کرتیں- اگر تمہیں یہ معلوم ہوتا کہ میں انورسعید کی سوتیلی ماں ہوں........."

"جی........." میں نے چونک کر پوچھا.........؟"

"ہاں اور یہ ایک سچ بھی ہے کہ شاید میں اس کی موت پر اس قدر افسردہ نہیں ہوں جتنا اس کی اصلی ماں ہوتی-" میں اس صاف گوئی پر حیران رہ گئی تھی- دونوں لڑکیوں کی گردنیں جھک گئی تھیں- چند لمحات میں ان الفاظ کی بازگشت اپنے ذہن میں محسوس کرتی رہی' یہ ایک انوکھا اعتراف تھا میری نگاہ میں- پھر میں نے کہا-

"واقعی' یہ ایک انوکھی بات ہے میرے لئے لیکن خاتون آپ کا لہجہ بتاتا ہے کہ آپ کو......... آپ کو ویسے بھی سوتیلی ماں ہی سمجھا گیا ہے-"

"تم جیسی ذہین لڑکی اگر یہ اندازہ لگالے تو کوئی حیرت کی بات نہیں ہے-" معمر خاتون نے کہا اور میں خاموش نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگی- چند لمحات کے بعد وہ چونک کر بولیں-

"تم یقیناً ہم سے اس کے بارے میں تفصیلات معلوم کرنے آئی ہوگی- میں خود بھی دل کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتی ہوں لیکن اگر میری سنائی ہوئی کہانی لکھنے کی کوشش کرو تو اس تحریر میں ان بچیوں کے مستقبل کا خیال رکھنا- نوری صاحب-" خاتون جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہوگئیں- پھر انہوں نے کہا- "میرا نام دردانہ ہے- نوری صاحب کی دوسری بیوی ہوں مگر ٹھہرو' میں جلدبازی سے کام تو نہیں لے رہی- تم اس سلسلے میں آئی بھی ہو یا نہیں-"

"یقیناً' آنٹی- اگر آپ مجھ سے اور میرے کالم سے واقف ہیں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ میں کیا کرتی ہوں-"

"ہاں میرا بھی یہی خیال تھا اور میں یہ چاہتی ہوں کہ کوئی مجھے سنے' مجھ پر تنقیش کرے میں بھی انسان ہوں' جذبات رکھتی ہوں اور......... اور........." خاتون کی آواز بھرا گئی-

"لوگ میری سنتے ہی نہیں ہیں- ارے سوتیلی ماں ہوں تو کیا انسان بھی تو ہوں- سوتیلی ماں کے نام کے ساتھ ڈائن کا تصور کیوں قائم کر دیا جاتا ہے اور اگر یہ نام اتنا ہی برا ہے تو ایک

عورت کو اس مقام تک لایا ہی کیوں جاتا ہے۔ یہ تو زیادتی ہے آپ اپنے اختیارات ' اپنے وسائل سے کام لے کر ان کنواریوں کے خواب چھینتے ہیں جن کے تصور میں ایک گھر ہوتا ہے ایک محبوب ہوتا ہے جو ان کا شوہر ہو' وہ اسے اپنے نام سے وابستہ سمجھیں' وہ خود کو اس کے نام سے وابستہ کرلیں۔ لیکن ' اسے آپ کی وابستگی نہیں ملتی کیونکہ آپ اس سے پہلے دوسرے نام سے وابستہ ہوچکے ہوتے ہیں آپ نشان زدہ ہوتے ہیں۔ وہ صبر بھی کرلے تو آپ اسے بتاتے ہیں کہ وہ دوسری بیوی ہے وہ سوتیلی ماں ہے آپ اس کا موازنہ پہلی بیوی سے کرتے ہیں اس پہلی بیوی کی خوبیاں اور اس کی خامیاں بتاتے ہیں بتاؤ لیتی اس میں اس عورت کیا کیا قصور جس کے نام پر یہ چھاپ لگادی جائے۔ وہ اپنی خوبیوں کو اپنا اور اپنی خامیوں کو اپنا کیوں نہ سمجھے۔ پہلی بیوی اس کا قصور کیوں قرار دی جاتی ہے یہ کیسا ظلم ہے کہ آپ اس سے اس کے خواب چھین لیتے ہیں اور پھر اسے احساس دلاتے ہیں کہ وہ اوریجنل نہیں ڈپلی کیٹ ہے۔ ڈپلی کیٹ کیا ہوتا ہے وہ اوریجنل کیوں نہیں ہوسکتا۔"

بڑی انوکھی فکر تھی بڑا جامع خیال تھا جس کا جواب مشکل تھا۔ اگر کچھ خصوصی عوامل جن میں اپنی مرضی اپنی کوشش کو نکال دیا جائے تو واقعی یہ ایک ظالمانہ عمل ہے کم ازکم ان احساسات کے ساتھ جن کا اظہار مسزنوری نے کیا تھا۔ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"آپ کا کہنا بالکل درست ہے آنٹی۔"

"مگر کیا کیا جائے۔ ساری دنیا ڈرامے پر چلی رہی ہے سارے اقدار کھیل بن گئے ہیں حقوق نسواں کا عالمی دن منایا جاتا ہے ادارے قائم کئے گئے ہیں ان اداروں کی سرپرست بیگمات بیوٹی پارلر سے میک اپ کراکے تصویریں بنوانے اور چھپوانے کے علاوہ بھی کچھ کرتی ہیں۔ کچھ ہوا ہے اس سلسلے میں' کہیں سے عورت کو تحفظ ملا ہے جہیز کا مسئلہ حل ہوا ہے۔ دوسرے حقوق حاصل ہوئے ہیں ابھی تو اس کی مشکلات کی تفصیل بھی منظرعام پر نہیں لائی گئی۔ سب بیکار تماشے ہیں۔ بالکل بیکار۔" وہ جوش میں بولے جارہی تھیں۔

ملازمہ چائے کی ٹرالی دھکیلتی ہوئی اندر آگئی اور سلسلہ گفتگو رک گیا مگر میں بہت متاثر تھی اور اندازے لگارہی تھی۔ ملازمہ نے سب کو چائے دی ساتھ نمکین کاجو اور کچھ دوسری چیزیں بھی تھیں۔ اس دوران مسزنوری خود کو نارمل کرنے میں مصروف رہی تھیں پھرانہوں نے کہا۔

"سوری میں کچھ زیادہ بول گئی۔"

"نہیں آنٹی' یقیناً اس کا کچھ پس منظر بھی ہوگا۔"

"ہاں پس منظر ہے۔ یہ بچیاں انور کیلئے روتی ہیں میرے دل سے آنسو نکلتے ہیں تو نوری صاحب ہمیں طنز بھری نظروں سے دیکھتے ہیں۔ ہم سے کہتے ہیں کہ ہم ڈرامہ نہ کریں یہ صرف ان کا غم ہے۔"

"اوہ۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"بیس سال قبل' میں اٹھارہ سال کی تھی' میں نے بی اے پاس کیا تھا۔ مجھے بتایا گیا کہ میری شادی طے کر دی گئی ہے۔ سعید نوری صاحب دولت مند آدمی ہیں۔ میں راج کروں گی۔ میں خوش ہوگئی میری نظروں میں ایک راج محل آگیا نوری صاحب کو میں نے دیکھا جوان تھے خوش شکل تھے مجھے اعتراض نہ ہوا اس لیے کہ میرا ذہن کسی کثافت سے پاک تھا۔ مگر پھر مجھے علم ہوا کہ اس راج محل کی رانی مجھ سے پہلے کوئی اور تھی۔ وہ اس دنیا سے چلی گئی اور مجھے اس کی جگہ دی جارہی ہے مجھے علم ہوا کہ نوری صاحب کا ایک چھ سالہ بچہ بھی ہے جو مجھ سے بارہ سال چھوٹا۔ یہ ساری باتیں انوکھی تھیں اور مجھے اس کا کوئی تجربہ نہیں تھا۔ لوگوں نے کہا ایسا ہوتا ہے اس سے کیا فرق پڑتا ہے میں نے بھی سوچا کہ اس سے کیا فرق پڑتا ہے' نوری صاحب نے مجھ سے کہا۔

"دردانہ۔ رخشندہ مجھے بہت پیاری تھی۔ ہماری لو میرج تھی وہ مجھے چھوڑ گئی۔ میں ویران ہوں' تمہیں یہ ویرانے آباد کرنے ہیں' دردانہ تم پر بہت سی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ انور' رخشندہ کی نشانی ہے' تمہیں اپنی زندگی سے زیادہ اسے چاہنا ہے۔ میں رخشندہ سے وعدہ کرچکا ہوں کہ انور کو اس کے بعد کوئی تکلیف نہیں ہوگی' اگر تم نے انور کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو تم یہ سمجھ لو کہ مجھے کبھی تم سے کوئی شکایت نہیں ہوگی........"

میں حیران ہوئی' مجھے دکھ بھی ہوا' شوہر کے تصور کے ساتھ تو سکھ اور پیار کا تصور بیدار ہوتا ہے۔ وہ زندگی کا اجنبی ایک ایسا دلکش احساس لئے ہوتا ہے جس میں ایک نئی چاہت کا تصور ہوتا ہے' وہ چاہت جو ماں باپ بہن بھائی سے مختلف ہوتی ہے' مگر میری زندگی کا ساتھی کہہ رہا تھا کہ اسے رخشندہ بہت پیاری تھی اور اس نے رخشندہ سے لومیرج کی تھی' پھر اس نے مجھ سے کیا کیا تھا اور یہ ذمہ داری کس حساب میں' میرے شانوں پر ڈال دی گئی تھی' مجھے یقین نہیں آرہا تھا اس بات پر کہ میرے ساتھ یہ سب کچھ ہوگیا ہے۔ نوری صاحب کا رویہ میرے ساتھ بہت اچھا تھا' لیکن اس کے بعد سے مجھے مستقل یہ احساس ہو رہا تھا کہ یہ شادی ہے یا ملازمت........ میں نے تو ملازمت نہیں کرنا چاہی تھی' پھر مجھے یہ نوکری کیوں دے دی گئی' پہلے ہی دن میرے سینے پر ایک ضرب لگی تھی اور مجھے یہ احساس ہوگیا تھا کہ میں ویرانوں کو آباد کرنے کیلئے آئی ہوں........ لیکن اس رات کے بعد نوری صاحب نے مجھ سے بہتر رویے کا اظہار کیا' میری آسائشوں اور ضروریات کا خیال رکھنے لگے' مجھے گھمانے پھرانے لگے اور میں نے سوچا کہ اب جبکہ یہ زندگی مجھ پر مسلط ہوگئی ہے تو میں اسے اپنے لئے دکھ کیوں بناؤں میں نہیں جانتی تھی کہ چھ سالہ انور کا دل کس طرح اپنی جانب راغب کیا جاسکتا ہے۔ نوری صاحب مجھے ہدایات دیتے تھے اور میں ان کی ہدایات پر عمل کرتی تھی' لیکن جب پہلی بار نوری صاحب نے انور سے کہا۔

"انور بیٹے یہ تمہاری "ممی" ہیں......... تو انور نے مجھے ایسی تمسخرانہ نگاہوں سے دیکھا کہ میں اس کی نگاہوں کی تاب نہ لا سکی۔ پھر اس نے گردن جھٹک کر کہا......... "یہ میری ممی کیسے ہوسکتی ہیں ڈیڈی.........؟"

"نہیں بیٹے یہ تمہاری ممی ہیں........."

"آپ ہمیشہ مذاق کرنے کے عادی ہیں ڈیڈی......... لیکن یہ مذاق بہت برا ہے' آئندہ نہ کریں۔ میں انہیں کبھی ممی نہیں کہوں گا......... نوری صاحب خود بھی غصہ ور آدمی ہیں۔ بگڑ گئے اور ایک تھپڑ مار دیا اس کے چہرے پر' اور اس کے انداز میں ایسی تلخی گھل گئی لبنیٰ کہ میں بیان نہیں کرسکتی' اس وقت تو میرا تجربہ کچھ نہیں تھا۔ لیکن آج اپنے تجربے کی بنا پر یہ بات کہہ سکتی ہوں کہ ایک چھ سالہ بچے کا چہرہ ایسا نہیں ہوسکتا تھا۔ بڑی انوکھی بات تھی اس کے چہرے پر......... اور یہ انوکھا پن میری زندگی کے ساتھ ساتھ سفر کرنے لگا۔ میں نے نوری صاحب کی خواہشوں کے سامنے سر جھکا دیا تھا۔ مجھے احساس ہوگیا تھا کہ میں ڈیلی کیٹ ہوں۔ لیکن مجھے یہ احساس بھی تھا کہ میں جو کچھ بھی ہوں مجھے زندگی اسی طرح گزارنی ہے' میں نے کوششیں شروع کردیں کہ اپنے اس بارہ سالہ چھوٹے لڑکے سے دوستی کروں۔ لیکن انور کے ذہن سے یہ تصور کبھی دور نہ ہوا کہ میں اس کی سوتیلی ماں ہوں۔ اس نے کبھی میری جانب بھرپور نگاہوں سے نہیں دیکھا......... میرے ہر طرز عمل کی وہ مخالفت کرتا رہا اور یہ چیز اس کی فطرت بن گئی' وہ بے حد سرکش تھا۔ پھر میری زندگی میں شادی کے دو سال بعد ہی سیماب آگئی اور میری ذمہ داریوں میں کچھ تبدیلی رونما ہوگئی۔ انور کو سیماب میں بھی کوئی دلچسپی نہیں تھی مزید دو سال کے بعد نوید پیدا ہوگئی اور میں کچھ اور مصروف ہوگئی۔ نوری صاحب کے انداز میں کبھی کوئی تبدیلی رونما نہ ہوئی وہ ہمیشہ یہی کہتے رہے کہ میں اپنا فرض پورا کرنے میں ناکام رہی ہوں اور انور کو وہ محبت نہیں دے سکی ہوں جو اس کا حق تھی' مجھ پر جھنجھلاہٹیں بھی سوار ہوتی تھیں' لیکن میں کیا کرسکتی تھی میرے بس میں کچھ نہیں تھا۔ یہ شخص جو میرے شوہر کی حیثیت سے میری زندگی میں داخل کیا گیا تھا روز اول سے سچا تھا اس نے مجھے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ رخشندہ اس کی محبت تھی اور میں صرف ویرانوں کو آباد کرنے والی' اس سے زیادہ میری کوئی حیثیت نہیں تھی۔ غرض یہ لبنیٰ کہ میں اس صورت حال میں گزرتی رہی' کوئی حل نہیں تھا میرے پاس اپنی اس مشکل کا۔ نوری صاحب بے شک میری بات نہیں مانتے تھے اور مجھے قصوروار ٹھہراتے تھے لیکن انہیں اپنے بیٹے کی سرکشی کا بھی احساس تھا۔ انور انہیں چٹکیوں میں اڑا دیا کرتا تھا اور کبھی ان کی بات نہیں مانتا تھا پھر یونیورسٹی میں اسے کسی لڑکی سے محبت ہوگئی' یہ لڑکی معمولی حیثیت کے کسی گھر سے تعلق رکھتی تھی انور نے اس سے شادی کا اعلان کر دیا' اور اپنے باپ سے کہا کہ وہ نسرین سلطانہ سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ نوری صاحب نے اس سے نسرین سلطانہ کا شجرہ پوچھا تو اسنے بتا دیا کہ وہ ایک ہیڈ کانسٹیبل کی بہن ہے اس کا باپ مر چکا ہے اور وہ ایک چھوٹی سی بستی میں

رہتی ہے سعید نوری صاحب کو یہ بات سخت ناگوار گزری اور انہوں نے انور سے کہہ دیا کہ وہ اس کا تصور بھی نہ کرے' کہ اس کی بیوی کسی ایسی جگہ سے اٹھ کر یہاں آسکتی ہے۔ باپ بیٹوں میں ٹھن گئی' اور بالآخر وہی ہوا انور نے اپنے باپ سے کہہ دیا کہ وہ اس جہنم کو اب اس سے زیادہ برداشت نہیں کرسکتا اور اسے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے چھوڑ رہا ہے۔ نوری صاحب بھی ضدی فطرت کے آدمی ہیں بیٹے سے تمام تر محبت کے باوجود انہوں نے اس کا مطالبہ تسلیم نہیں کیا۔ نتیجے میں انور چلا گیا اس نے اس لڑکی سے نکاح کیا اور اس کے ساتھ رہنے لگا۔ نوری صاحب کی کیفیت کا مجھے اندازہ تھا' اور یہاں بھی میری بدنصیبی نے میرا ساتھ نہیں چھوڑا۔ نوری صاحب مجھے ان تمام حالات کا ذمہ دار سمجھتے ہیں اور میری طرف بڑی تیکھی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ میں نے تو کبھی یہ نہیں چاہا تھا بلکہ اپنی تمام کوششیں نوری صاحب کے حکم کی تعمیل کیلئے صرف کردی تھیں۔ انور ہی مجھ پر توجہ نہیں دیتا تھا' اسے مجھ سے ہی بغض تھا' میری بیٹیوں نے بھی انور کو اپنے بھائی کی مانند ہی سمجھا لیکن انہیں بھی کبھی بھائی کا پیار نہ مل سکا اور بدنصیبی نے بالآخر یہ دن دکھا دیا۔ انور کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ ایک حادثہ ہے لبنیٰ لیکن نوری صاحب کے انداز سے یہی محسوس ہوتا ہے جیسے میں انور کی قاتل ہوں۔ یہ ہے میری کہانی' تمہیں دلچسپ لگی نا۔" دردانہ بیگم پھیکے سے انداز میں مسکرائیں اس مسکراہٹ میں بے پناہ غم گھلا ہوا تھا' دونوں لڑکیوں کے رخسار آنسوؤں سے تر تھے' دردانہ بیگم نے انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔ یہ پگلیاں مسلسل رو رہی ہیں' لیکن کوئی ان کے آنسوؤں پر بھی یقین نہیں کرے گا۔ خیر چھوڑو ان باتوں کو لبنیٰ میں تمہاری اور کیا خدمت کرسکتی ہوں؟" میں خاموشی سے دردانہ بیگم کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ اس کہانی نے مجھے ہلا کر رکھ دیا تھا۔

بڑی انوکھی داستان تھی دیر تک خاموشی طاری رہی۔ پھر میں نے پوچھا۔ "ان لوگوں کے بارے میں آپ کیا جانتی ہیں؟"

"کن لوگوں کے بارے میں؟"

"جہاں انور نے شادی کی تھی؟"

"میں کیا جان سکتی ہوں' تم خود اندازہ لگالو۔ نوری صاحب سے اگر کبھی کچھ معلوم کیا ہوگا تو مجھے نہیں بتایا۔ انہیں رخشندہ سے پیار تھا مجھ سے نہیں۔"

"سیماب اور نوید کے ساتھ ان کا کیا رویہ ہے؟"

"وہ ان کی بیٹیاں ہیں۔ خیال رکھتے ہیں ان کا لیکن اب میرے حوالے سے انہیں دیکھتے ہیں تو ان کا رویہ خشک ہو جاتا ہے۔"

"میں آپ کیلئے دکھی ہوگئی ہوں آنٹی۔" میں نے کہا۔

"سوچنا لبنیٰ میں نے تمہیں یہ کہانی بلاوجہ نہیں سنائی' تمہارے پاس قلم ہے میرا دکھ زمانے کو بتا دو شاید کسی کا بھلا ہو جائے۔"

وہاں سے چلی آئی' واقعی افسردہ ہوگئی تھی عجیب حالات تھے لیکن اس سلسلے میں کیا کیا جاسکتا ہے۔ کوئی ایسا معاملہ نہیں تھا جس پر کچھ کیا جاسکتا۔ شام کو گھر آگئی تھی۔ مہمان کے استقبال کی تیاریاں ہو رہی تھیں نہ جانے کیوں عجیب عجیب سالگا۔ لیکن خود کو سنبھالے رکھا۔ مقررہ وقت پر شہریار آگیا۔ خوبصورت سوٹ میں ملبوس۔ بالکل سنجیدہ اور بردبار میرا خیال اس سے مختلف تھا اس نے جن بوکھلاہٹوں کا اظہار کیا تھا ان سے میں خوفزدہ ہوگئی تھی لیکن........ وہ مائل تھا........ اور مائل کو میں جانتی تھی۔ ڈیڈی نے اس کا پرجوش خیر مقدم کیا تھا۔

"کیسے ہیں خان صاحب؟"

"تم جیسے فرض شناس افسروں کے بل پر جی رہے ہیں" ڈیڈی نے کہا۔

"اوہ۔ خوب آپ ٹھیک ہیں مس لبنیٰ" وہ مجھ سے بولا۔

"ہاں۔" ہم اسے اندر لے گئے۔ اور مجھے پھر حیران ہونا پڑا۔ سب لوگ موجود تھے پورے گھر والے ایسا کم ہوتا تھا خصوصی طور پر کسی اجنبی مہمان کے ساتھ۔ سب سے تعارف کرایا گیا۔ ڈیڈی بولے۔

"شہریار کے بارے میں پوری تفصیل معلوم کی ہے میں نے۔ یہ وہ شخص ہے جس نے اپنی ذہانت کے بل پر ترقی کی بلندیوں پر چھلانگیں لگائی ہیں۔ مجھے ایسے لوگوں سے بہت عقیدت ہے اور میں سمجھتا ہوں یہ سب کچھ بلاوجہ نہیں ہوتا۔ یقیناً تمہیں اپنے والدین سے رہنمائی ملتی ہوگی۔"

"تقدیر کی قوتوں کا قائل ہوں جناب۔ اللہ کو جو کچھ دینا ہوتا ہے اس کے وسائل مقرر کر دیتا ہے والد کے سائے سے بچپن سے محروم ہوں والدہ خالص گھریلو خاتون ہیں بس کچھ اور سہارا ہے جنہوں نے ایک راستہ بنادیا۔"

"محکمہ پولیس کا خیال کیوں آیا؟" خان صاحب نے پوچھا۔

"لبنیٰ صاحبہ کے ساتھ یونیورسٹی میں پڑھتا تھا' تصور میں بھی محکمہ پولیس نہیں تھا یہ جانتی ہیں۔ تعلق ایسے گھرانے سے ہے جس میں تعلیم کے بعد فوری ملازمت ضروری ہوتی ہے پہلی نوکری پولیس میں ملی' کرلی اور آج تک کر رہا ہوں۔"

"ایس آئی بھرتی ہوئے تھے۔"

"جی ہاں۔"

"اور اب ڈی ایس پی ہو۔" ڈیڈی مسکرا کر بولے۔ شہریار بھی مسکرانے لگا۔ ڈیڈی اسے بہت اہمیت دے رہے تھے پر تکلف ڈنر ہوا اور میں نے خصوصی یگانگت کا مظاہرہ کیا۔ شہریار پہلی بار میرے گھر آیا تھا اسے اس کا مقام ملنا چاہئے تھا میں نے کسی جھجک کا مظاہرہ کرکے اس کی توہین نہیں کی۔ خاصی رات گئے اسے واپسی کی اجازت ملی تھی۔ دوسرا دن معمول کے مطابق تھا۔ کسی معمول میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی' میں مقررہ وقت پر دفتر پہنچی تو شہریار کو انتظار کرتے

ہوئے پایا۔ سادہ لباس میں تھا۔ میں نے کار روکی تو جلدی سے دوسری طرف کا دروازہ کھول کر اندر آبیٹھا۔

"ارے۔ ارے کیا مطلب ہے اس کا؟"

"چلو۔" اس نے کہا۔

"کہاں؟"

"اپنے دفتر۔"

"جناب عالی' میں اس اخبار میں نوکری کرتی ہوں۔"

"آج چھٹی کرو۔"

"آخر کیوں؟"

"اس لئے کہ میں نے بھی کی ہے چلو بھئی کیوں بور کر رہی ہو" اس نے کہا اور میں نے بری سی شکل بنائی۔

"اچھا مذاق ہے۔" میں نے کار واپس موڑ دی۔ اور پھر دفتر کی طرف چلتے ہوئے کہا۔

"کل تم نے مجھے بڑی مشکل میں ڈال دیا۔"

"کیوں۔"

"یونیورسٹی میں ساتھ پڑھنے کی بات کیوں بتائی؟ مجھ سے پوچھا تھا؟"

"پہلے تم مائل کو احمق سمجھتی تھیں۔"

"کیا مطلب؟"

"تم نے ڈیڈی کو یہ بات نہیں بتائی تھی۔"

"اوہ کیا ان سے تمہاری یہ بات پہلے بھی ہوئی تھی۔" میں نے چونک کر پوچھا۔

"جی نہیں۔"

"پھر۔"

"مجھے یقین تھا کہ تم نے بتا دیا ہوگا۔ میں تمہیں جانتا ہوں۔" اس نے چٹانوں سے زیادہ ٹھوس لہجے میں کہا اور میں مسکرا پڑی۔

"کل تمہاری اداکاری بہت اچھی تھی۔" میں نے کہا۔

"واپس آکر دو گھنٹے سر پر ٹھنڈا پانی ڈالتا رہا تھا۔" اس نے جواب دیا۔ ہم دفتر پہنچ گئے۔ وہ بولا "کچھ اندازہ ہے۔"

"کس سلسلے میں؟"

"یہ ڈنر مشکوک تھا۔"

"خدا کی قسم بالکل کچھ نہیں معلوم۔ پتہ نہیں کیا ہے؟"

"پتہ چلا سکو گی؟"

"کوشش کروں گی۔" میں نے کہا۔ چائے پیتے رہے سوچتے رہے مگر کچھ سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ موضوع بدل دیا۔

"راٹھور صاحب کا کیا حال ہے؟"

"قسم کھا کر کہہ رہے تھے کہ انہوں نے اسے چند چھڑیاں تو ماری تھیں مگر ایسی کوئی ضرب نہیں ماری جس سے اس کی موت واقع ہو جائے۔ ویسے معاملہ بہت سنگین ہو گیا ہے۔ راٹھور صاحب سخت خطرے میں ہیں۔"

"تفتیش کون کر رہا ہے؟"

"اسپیشل والے اور پھر نادر علی انچارج ہیں۔ نادر علی صاحب کی راٹھور صاحب سے چلتی ہے میرے خیال میں بس وہ پوری کوشش کریں گے۔"

"زیادہ سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"تمہیں علم ہے کہ معاملہ ایک مرکزی وزیر کے رشتہ دار کا ہے' سعید نوری صاحب شمشیردارا کے گھر جا بیٹھے ہیں اور شمشیردارا صاحب آئی جی صاحب سے مسلسل رابطہ قائم کئے ہوئے ہیں۔ بات ضرورت سے کہیں زیادہ بگڑ سکتی ہے۔" میں تشویش زدہ نظروں سے شہریار کو دیکھنے لگی۔ پھر میں نے کہا۔

"تمہارا ذاتی خیال کیا ہے شہریار......ایس پی راٹھور صاحب بگڑے ہوئے آدمی تو ہیں' لیکن ایسے ناتجربہ کار بھی نہیں کہ ایسا کوئی کام کر بیٹھیں۔" شہریار کچھ سوچنے لگا پھر بولا......

"راٹھور صاحب قسمیں کھا رہے ہیں' خدا بہتر جانتا ہے کہ ان قسموں میں کس قدر سچائی ہے' لیکن معاملہ ذرا سا مشکوک ہے وہ یہ کہ انہیں اس بات کا علم نہیں تھا کہ انور سعید کسی بڑے آدمی کا بیٹا ہے اور پھر جو تفصیل علم میں آئی ہے وہ یہ کہ ایس پی صاحب منشیات فروشوں کی گرفتاری کے لئے گئے تھے اور کارکردگی دکھانے کے لئے جو بھی ان کے ہاتھ لگا اسے پکڑ لیا۔ انور سعید نے اس زعم میں ان کا سامنا کیا ہو گا کہ وہ ایک بڑے آدمی کا بیٹا ہے لیکن ایس پی صاحب کیا جانتے تھے' یہ بات انہیں ناگوار گزری' ہو سکتا ہے تھانے میں بھی اس نے کوئی تلخ کلامی کی ہو اور ایس پی صاحب برداشت نہ کر سکے ہوں۔"

"کیا خیال ہے شہریار' راٹھور صاحب سے ملاقات کی جائے......؟"

"تم کرو گی......؟"

"ہاں کیا حرج ہے......!"

"مگر اس سے فائدہ......؟"

"اگر راٹھور صاحب یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے ایسا نہیں کیا تو پھر تو کچھ کرنا پڑے گا۔ کم از کم یہ کھوج تو کی جائے کہ اگر انہوں نے ایسا نہیں کیا تو پھر یہ کیا ہوا......؟"

"یہ تو ٹھیک ہے' لیکن راٹھور صاحب سے تو تمہاری بھی رنجش ہے۔" شہریار بولا......

"یہ بات تم کہہ رہے ہو شہریار......" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا...... شہریار کو دوسرا واقعہ تو معلوم ہی نہیں ہو سکا تھا جس میں بات پہلے سے بھی کہیں زیادہ بگڑ گئی تھی' مجھے راٹھور صاحب کے وہ الفاظ یاد تھے جس میں انہوں نے کہا تھا کہ اگر کبھی میں ان کے جال میں پھنس گئی تو بچنا مشکل ہو جائے گا لیکن وقت نے راٹھور صاحب کو خود' ایک خوفناک جال میں پھنسا دیا تھا' مجھے ان کے الفاظ نظرانداز کرنے تھے...... ورنہ یہ خاموشی انتقام کے مترادف ہوتی۔ شہریار نے شانہ ہلاتے ہوئے کہا......

"اگر تمہاری خواہش ہے تو ان سے ملا جا سکتا ہے بس ذرا نادر علی صاحب کو ذہن میں رکھنا ہو گا......"

"تو پھر آؤ کوشش کرتے ہیں۔" شہریار نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولا......

"طے یہ کر لیا ہے تم نے کہ کبھی سکون سے نہ رہنے دو گی۔ آج کی چھٹی سارے ہنگاموں سے دور رہ کر اس لئے کی تھی کہ کچھ شعروشاعری ہو گی' مستقبل کے افسانے گھڑے جائیں گے' کچھ ایسی باتیں کریں گے جو ذہن و دل کے لئے ٹانک کی حیثیت رکھتی ہوں' یہ سوچیں گے کہ خان صاحب کی اس نظر عنایت میں کون سے رموز پوشیدہ ہیں لیکن تم نے کبھی وہ ہونے دیا ہم نے سوچا......؟"

"مائل کو میں نے ایک خوبصورت غلاف میں ملفوف کر کے مخمل کی ایک حسین ڈبیہ میں رکھ دیا ہے' اور اس ڈبیہ کو ایک ایسے نوادر خانے میں محفوظ کر دیا گیا ہے' جہاں کسی کی نگاہ نہ پہنچے اور اس وقت شہریار کی ذات کو اتنا ہی پتھریلا ہونا چاہئے کہ اس کی حیثیت برقرار رہے' مائل کی واپسی ہو گئی تو شہریار کی حیثیت کمزور پڑ جائے گی' اس لئے مستقبل کے افسانے اور مائل کی شعروشاعری کو ابھی شہریار سے دور رکھو چلو......" میں اٹھ کر باہر نکل آئی۔ وہ میرے ساتھ پھر کار میں واپس آ گیا اور تھوڑی دیر کے بعد کار پولیس ہیڈکوارٹر کی جانب چل پڑی۔ شہریار ڈی ایس پی تھا اور اتنا بے اختیار بھی نہیں تھا کہ راٹھور صاحب تک رسائی حاصل کرنے میں اسے کوئی دقت ہو سکتی۔ میں راٹھور صاحب کو دیکھ کر حیران رہ گئی' حلیہ ہی بدل گیا تھا' آنکھوں میں حلقے پڑے ہوئے تھے۔ ہونٹ سوکھے ہوئے تھے بال منتشر تھے آنکھوں میں خوف منجمد تھا۔ سفید لباس میں ملبوس تھے۔ ایک طرف جائے نماز بچھی ہوئی تھی۔ ہاتھ میں تسبیح تھی۔ مجھے ایسے دیکھا جیسے پہچان نہ سکے ہوں پھر شاید پہچان لیا۔ آنکھیں بند کرلی تھیں انہوں نے دل دھل گیا سب کچھ بھول گئی۔ شہریار نے سلوٹ کیا اور بولا۔

"سر مس لبنیٰ آپ سے ملنا چاہتی تھیں۔" راٹھور صاحب کے چہرے پر تبدیلیاں رونما ہوتی رہیں پھر انہوں نے آنکھیں کھول دیں۔

"آپ کیسی ہیں مس لبنیٰ؟"

"ٹھیک ہوں جناب۔ زحمت کی معافی چاہتی ہوں۔ میری آرزو ہے کہ آپ سے کچھ

معلومات حاصل کروں۔"

"فرمائیے.........؟"

"سر آپ مجھے اس کیس کے بارے میں کچھ بتانا پسند کریں گے.........؟"

"میں نے اسے ہلاک نہیں کیا مس لبنیٰ۔ وہ بے گناہ تھا یہ بات میں جانتا تھا بس اس نے ان لوگوں کو گرفتار کرتے ہوئے مجھ سے بدزبانی کی تھی جس پر مجھے غصہ آگیا اور میں اسے بھی پکڑ لایا۔ تھانے لاکر میں نے اسے چند بید مارے جو اس کی ٹانگوں بازوؤں اور کمر پر مارے گئے تھے وہ بالکل توانا تھا بعد میں اسے لاک اپ میں ڈال دیا گیا۔ بعد میں وہ مرگیا۔"

"آپ کو اس کی موت کی اطلاع کب ملی.........؟"

"اسی رات دو بجے۔"

"کس نے اطلاع دی؟"

"ہیڈ محرر انتظار علی نے۔"

"پھر آپ نے کیا کیا.........؟"

"اس تھانے کا انچارج باہر گیا ہوا تھا۔ میں فوراً تھانے گیا اور میں نے اسے دیکھا وہ مرچکا تھا۔ میں اس کی لاش سرکاری ہسپتال لے آیا۔"

"آپ نے وہاں موجود لوگوں سے معلومات حاصل کیں۔"

"ہاں......... مگر کوئی نہیں کہتا کہ میرے بعد بھی کسی نے اسے مارا۔ میں نے اس کی ہدایت بھی نہیں کی تھی۔ خود میں نہیں سمجھ سکا کہ آخر وہ کیسے مرگیا مگر........." راٹھور صاحب گہری سانس لے کے خاموش ہوگئے۔

"سر آپ کو یقین ہے کہ وہ آپ کے ہاتھوں موت کے گھاٹ نہیں اترا.........؟" میں نے راٹھور صاحب کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں مس لبنیٰ خدا کی قسم ایسا نہیں ہوا۔"

"تب سر' مجھے اور شہریار کو اجازت دیجئے کہ ہم اس کیس پر کام کریں۔ خدا کی قسم سر ہماری خواہش اس کے سوا کچھ نہیں ہوگی کہ ہم حقائق کو بے نقاب کریں اور اصل مجرم سامنے لے آئیں۔ آپ خدا کے بعد ہماری محنت پر یقین رکھیں ہم آپ کو انتہائی عزت کے ساتھ اس کیس سے نکالیں گے۔"

راٹھور صاحب نے گردن جھکالی آنسوؤں کے چند قطرے ان کی آنکھوں سے گر کر زمین پر پھیل گئے۔ "آپ ہمت سے کام لیں انکل۔ اگر ہم ساری سچائیاں سامنے نہ لاسکے تو یہ سارا کام چھوڑ دیں گے شہریار اس ملازمت سے استعفیٰ دے دیں گے اور میں۔" میں شدت جذبات سے جملہ پورا نہ کرسکی۔ بعد میں' میں نے صرف خدا حافظ کہا اور شہریار کے ساتھ واپس چل پڑی۔ کار میں بیٹھ کر میں نے شہریار سے کہا۔

"شہریار' مجھے پوسٹ مارٹم رپورٹ چاہئے۔ مکمل رپورٹ' زیادہ سے زیادہ کل تک.........!"

"میں حاصل کرلوں گا........." شہریار نے پُراعتماد لہجے میں کہا۔

شہریار نے پوسٹ مارٹم رپورٹ حاصل کرلی۔ دوسرے دن دوپہر بارہ بجے اس نے مجھے اخبار کے دفتر فون کیا۔ "لبنیٰ دوپہر کو کس وقت پہنچوگی.........؟"

"جس وقت تم کہو' کوئی خاص بات ہے.........؟"

"پوسٹ مارٹم مل گئی ہے۔"

"تم مصروف تو نہیں ہو.........؟"

"نہیں بتاؤ۔"

"ایک بجے آجاؤ' میں دفتر میں ملوں گی۔" میں نے کہا۔ ٹھیک ایک بجے شہریار آگیا تھا۔ مجھے بھی پانچ منٹ ہوئے تھے اور میں گل بدر سے باتیں کر رہی تھی۔ "ہاں دکھاؤ کیا رپورٹ ہے.........؟" میں نے دلچسپی سے کہا اور شہریار نے پوسٹ مارٹم رپورٹ کی نقل میرے سامنے رکھ دی میں اس پر جھک گئی تھی۔ تفصیل یوں تھی۔ مقتول جسمانی طور پر بالکل تندرست تھا اسے کوئی بیماری نہیں تھی اس کے جسم پر بید کے پانچ نشان تھے۔ دو کمر پر ایک شانے کے نزدیک بازو پر دو پنڈلیوں پر۔ موت دل پر ضرب پڑنے سے واقع ہوئی' سینے پر کوئی نشان نہیں تھا جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دل کے مقام پر گھونسہ مارا گیا اور اس تکنیک سے مارا گیا کہ گوشت نہ کچلے اور ضرب براہ راست ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور دل پھٹ گیا جس سے فوری موت واقع ہوگئی۔

"اومائی گاڈ۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"کیوں کیا بات ہے.........؟" شہریار نے پوچھا۔

"تم نے رپورٹ پڑھ لی؟"

"ہاں.........!"

"کیا نتیجہ اخذ کیا.........؟"

"قتل' سوچا سمجھا قتل۔" شہریار پُرسکون لہجے میں بولا۔ اور میں سنسنی خیز نظروں سے اسے دیکھنے لگی پھر میں نے کہا۔

"اپنے نظریات بیان کرو.........!"

"موت کا وقت ساڑھے گیارہ بجے ہے۔ راٹھور صاحب اس وقت تھانے میں موجود نہیں تھے۔ دل پر ضرب لگی تو دل پھٹ گیا۔ ایسا فوراً ہوا اس لئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ مقتول ضرب کے بعد کچھ گھنٹے زندہ رہا۔ پوسٹ مارٹم رپورٹ کے بعد یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ بیدوں کے

ان نشانات کا موت سے کوئی تعلق نہیں موت بعد میں اس گھونسے سے واقع ہوئی جو ساڑھے گیارہ بجے اس کے دل پر مارا گیا تھا۔ اور ساڑھے گیارہ بجے راٹھور صاحب تھانے میں نہیں تھے۔"

"مگر وہ تھانے میں تھا شہریار۔" میں نے کہا۔

"ہاں...... اس طرح پورا کھیل بدل گیا۔ بہت سی باتیں غور طلب ہیں پتہ نہیں صحیح تفتیش کیوں نہیں ہو رہی۔ بات پھر نادر علی تک پہنچ جاتی ہے اور حکام صرف اس لئے الجھے نظر آتے ہیں کہ معاملہ مرکزی وزیر کے عزیز کے بیٹے کا ہے اور اسے راٹھور صاحب نے پکڑا اور مارا تھا اس لئے وہ مجرم ہیں۔ اور نادر علی صاحب۔ راٹھور صاحب سے پرخاش رکھتے ہیں۔"

"یہ سب کچھ بہت الجھا ہوا ہے شہریار۔"

"لیکن اب ہم غیر متعلق نہیں رہ سکتے، تم راٹھور صاحب سے وعدہ کر چکی ہو۔"

"غیر متعلق رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میرے خیال میں تُس رپورٹ کی بنیاد پر ہی راٹھور صاحب کو آزادی مل سکتی ہے۔"

"مگر ایسا نہ کرنا۔"

"کیوں......؟"

"اس لئے کہ معاملہ مرکزی وزیر کے رشتہ دار کا ہے اگر ہم راٹھور صاحب کو رہا کرا لیتے ہیں تو فوری طور پر اصل مجرم درکار ہوگا اور خوامخواہ لے دے مچ جائے گی نادر علی ہمارے دشمن ہو جائیں گے اس طرح کم از کم نادر علی صاحب راٹھور صاحب کے گرد جال بننے میں مصروف رہیں گے اور دوسری طرف توجہ نہیں دیں گے ہم لوگوں کو کام کرنے کی آسانی رہے گی۔" مجھے ہنسی آ گئی۔

"اپنی برادری کو خوب سمجھ لیا ہے تم نے" میں نے کہا۔

"تمہارا کیا خیال ہے......؟" شہریار نے کہا۔

"اب تو بقیہ زندگی تمہاری ہر رائے پر اتفاق کرنا پڑے گا۔" میں ہنستی ہوئی بولی۔

"ایں......؟" شہریار اچھل پر بولا۔

"ہمیں کام کرنے کے لئے ایک لائحہ عمل بنانا ہے اور مخصوص لائنوں پر کام کرنا ہے۔ کم از کم یہ وضاحت ہو گئی کہ اس کی موت کے ذمے دار راٹھور صاحب نہیں ہیں۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"یعنی......!" شہریار نے سنجیدگی سے کہا۔ اور میں اسے شرارت سے دیکھنے لگی۔ "مجھے ڈنر پر کیوں بلایا گیا تھا۔" وہ اوپری ہونٹ بھینچ کر بولا اور میرے حلق سے قہقہہ نکل گیا۔

"تمہیں بتانا پڑے گا......!" شہریار نے کہا۔

"پتہ چل گیا تو ضرور بتادوں گی۔" میں نے بدستور ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"تمہیں پتہ ہے۔"

"بالکل نہیں اور اب تم واپس پٹری پر آجاؤ۔ میں فضول باتوں سے چڑتی ہوں۔"

"خدا کی قسم یعنی نیندیں حرام ہو گئی ہیں۔ راتوں کو جاگ رہا ہوں ایک سحر طاری ہے اس دن سے۔ آہ ان سب سے کتنی محبت محسوس ہو رہی تھی کیسے اپنے اپنے لگ رہے تھے سب۔ یعنی کوئی دن ایسا آئے گا......؟"

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے شہریار......" میں نے جان بوجھ کر جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"ہاں بولو...... کیا......؟" شہریار بے چینی سے بولا۔

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر راٹھور صاحب نے دیوانگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے نہیں مارا تو پھر وہ کیسے مرا......؟"

شہریار غصیلی نظروں سے مجھے دیکھتا رہا پھر گہری سانس لے کر بولا۔

"اس کے بعد اس موضوع پر گفتگو کروں تو شہریار کی سات پشتوں پر لعنت ہوگی۔ ہاں تو تم کہہ رہی تھیں کہ پھر وہ کیسے مرا......؟" شہریار کے انداز پر مجھے پھر ہنسی آ گئی تھی وہ بولا۔ "یہ قتل ہے کھلا قتل......!"

"لاک اپ میں قتل۔ پولیس کسٹڈی میں قتل......"

"بالکل نئی بات نہیں ہے۔"

"قاتل وہاں کیسے پہنچا......؟"

"تحقیق کرنا ہوگی۔"

"قاتل کون ہے اور قتل کیوں ہوا......؟"

"معلوم کرنا پڑے گا......؟"

"اس طرح تو یہ باقاعدہ کیس بن جاتا ہے۔"

"پہلے بھی تھا......!"

"نہیں پہلے اسے سوچا سمجھا قتل نہیں کہا جا سکتا تھا۔ واقعات بہت سادہ تھے۔ پولیس افسر نے منشیات فروشوں کے سلسلے میں چھاپہ مارا چند لوگوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ ایک شخص نے مداخلت کی تو اسے بھی گرفتار کر لیا گیا۔ مارپیٹ ہوئی اور وہ مرگیا۔ بعد میں بات اس لئے بڑھ گئی کہ وہ ایک بڑے آدمی کا بیٹا تھا۔ اب تک کوئی قابل تحقیق بات نہیں ہے سوائے اس کے کہ وہ ایک پولیس آفیسر کے تشدد کا شکار ہوا اور پولیس افسر اس تشدد سے انکار کرتا ہے۔"

"تو میں کیا کروں......؟" شہریار نے کہا۔

"بلاوجہ ناراض ہو رہے ہو، اس قتل کی تحقیقات کرو......!" وہ سعید نوری صاحب کی بیوی کا سوتیلا بیٹا تھا۔"

"تو یں کیا لروں۔" شہریار ےنے کہا پھر ایک دم اچھل پڑا۔ اس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر

مجھے دیکھا اور بولا۔

"تمہیں کیسے معلوم.........؟"

"نوری صاحب کی دو بیٹیاں اور ہیں۔ ان کی دوسری بیوی کی اولاد' انور سعید بچپن سے اپنی دوسری ماں سے نفرت کرتا تھا۔ بہنوں کے ساتھ بھی اس کا رویہ بہتر نہیں تھا۔ پھر یہ صورت حال پیش آئی۔"

"تمہاری پرانی عادت ہے۔" شہریار منہ بنا کر بولا۔

"دیکھو اب میں ناراض ہو جاؤں گی تم باز نہیں آ رہے۔" میں نے کہا۔

"بقیہ زندگی میری رائے سے اتفاق کرنے کی بات کس نے کی تھی۔" وہ مجھے گھور کر بیلا۔

"آئندہ نہیں کروں گی.........!" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"ارے واہ......... کیوں نہیں کرو گی فی الحال انہی باتوں پر تو جی رہا ہوں۔ اور کیا معلوم ہوا ان لوگوں سے.........؟" شہریار نے کہا۔

"پہلی بیوی کی موت کے بعد نوری صاحب نے دوسری شادی کی لیکن وہ دوسری بیوی سے مطمئن نہ رہے۔"

"اوہ اس کا مطلب ہے کہ کچھ مشکوک کردار ہیں۔"

"ظاہر ہے وہ قتل کیا گیا ہے۔ اس کے سسرال میں بیوی ہے اس کا بھائی ہے جو ہیڈ کانسٹیبل تھا۔ ٹانگ سے معذور ہونے کے بعد ریٹائرڈ ہو گیا۔"

"کیا نام ہے.........؟"

"ارشاد علی' میں اسے جانتا ہوں بدنام آدمی ہے......... خطرناک بھی۔"

"نسرین سلطانہ اس کی بہن تھی۔"

"وہ کیا کہتی ہے.........؟" شہریار نے پوچھا۔

"ارشاد علی نے مجھے اس سے ملنے نہیں دیا۔"

"کافی کام کر چکی ہو' بے چارے راٹھور صاحب' خیر اب بتاؤ کیا کریں؟۔"

"نادر صاحب کو راٹھور صاحب میں مصروف رہنے دو ہم اپنا کام جاری رکھیں گے۔ نوری صاحب کی بیگم سے میں مل چکی نوری صاحب سے ملنا ہے اس کے علاوہ انتظار علی' جس نے راٹھور صاحب کو موت کی اطلاع دی تھی وہ تینوں کانسٹیبل بھی قید میں ہیں کیا؟"

"نہیں انہیں چھوڑ دیا گیا ہے۔"

"اس کے علاوہ انور سعید کے سسرال والے۔ اس کی بیوی۔" میں نے کہا اور شہریار گردن ہلانے لگا۔ ہم لوگ جاوید قریشی کے تھانے پہنچ گئے۔ جاوید شہریار کے سامنے مودب ہو گیا تھا۔

"انتظار علی ہیڈ محرر کو بلاؤ۔" شہریار نے کہا۔ ہیڈ محرر ادھیڑ عمر آدمی تھا۔ اس نے سلوٹ کیا۔ "تمہاری ڈیوٹی کس وقت ہے۔"

"آج دن میں ہوں سرکار۔"

"جس دن انور سعید کی موت واقع ہوئی اس دن ڈیوٹی کب کی تھی؟"

"رات گیارہ بجے سے صبح تک"

"تم نے راٹھور صاحب کو اس کی موت کی اطلاع دی تھی؟"

"جی سر۔"

"کس وقت؟"

"رات بہت گزر چکی تھی۔ دو بجے ہوں گے۔"

"لاک اپ پر کس کی ڈیوٹی تھی؟"

"تجمل خان کی۔"

"تمہیں موت کا علم کیسے ہوا؟"

"میں نے اسے خود دیکھا تھا؟"

"کیا مطلب؟"

"تجمل خان سے سگریٹ مانگنے گیا تھا۔ میں نے لاک اپ کے قیدی کو دیکھا اس کے منہ سے خون بہہ رہا تھا اور وہ ایسے پڑا تھا جیسے زندہ نہ ہو۔"

"تجمل خان نے اسے نہیں دیکھا تھا۔"

"نہیں۔"

"کیوں؟" شہریار نے کڑک کر پوچھا۔

"وہ مال خانے پر اکبر شاہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔"

"ڈیوٹی پر نہیں تھا۔"

"نہیں جناب۔"

"پھر کیا ہوا؟"

"میں نے اللہ داد صاحب کو بتایا اور وہ میرے ساتھ دوڑ کر لاک اپ پر آئے۔ پھر تجمل خان بھی آ گیا اس سے چابی لیکر ہم نے ملزم کو چیک کیا۔ وہ مر چکا تھا سب کی حالت خراب ہو گئی۔ میں نے فوراً" ایس پی صاحب کو فون کیا۔ ایس پی صاحب آئے اور لاش لے گئے۔" انتظار علی نے تفصیل بتائی۔ شہریار نے میری طرف دیکھا تو میں نے پوچھا۔

"وہ لاک اپ میں اکیلا تھا؟"

"جی۔"

"باقی لوگ جو اس کے ساتھ پکڑے گئے تھے۔"

"انہیں تو ایس پی صاحب نے پہلے ہی چھوڑ دیا تھا۔"

"صرف اسے بند کیا تھا؟"

"جی۔"

"ایس پی صاحب کس وقت گئے تھے؟"

"کوئی ساڑھے نو بجے۔"

"تم نے اسے کس وقت تک زندہ دیکھا تھا؟"

"میں نے۔" انتظار علی نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "میں نے تو اسے دیکھا ہی نہیں تھا۔"

"ایس پی صاحب تمہارے سامنے ہی گئے تھے۔"

"جی۔"

"اور دوبارہ واپس نہیں آئے۔"

"بس اس وقت آئے تھے جب میں نے انہیں بلایا تھا۔"

"وہ تینوں آدمی اس وقت ڈیوٹی پر موجود ہیں۔ میرا مطلب ہے ہیڈ کانسٹیبل اللہ داد' تجمل خان اور اکبر خان۔"

"اللہ داد صاحب بیمار ہیں۔ باقی دونوں موجود ہیں۔" میں نے شہریار کو اشارہ کیا اور اس نے انتظار علی کو جانے کی اجازت دیدی۔ شہریار نے سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھا تو میں نے گردن ہلادی۔ اب یہاں رکنا بیکار تھا۔ تھانے سے میں نے سعید نوری صاحب کے گھر فون کیا ملازم نے بتایا کہ صاحب موجود نہیں ہیں اس کے بعد ہم باہر نکل آئے تھے۔ شہریار نے کہا۔

"راٹھور صاحب تو واقعی بے قصور پھنس گئے ہیں' میرے خیال میں ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا۔" میں نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے کہا۔

"سعید نوری کو کیسے پکڑا جائے؟"

"تلاش کرکے۔"

"کیسے؟" میں نے پوچھا۔

"پولیس ہیڈ آفس چلنا ہوگا۔" شہریار نے کہا اور ہم پولیس ہیڈ آفس چل پڑے۔ راستے میں اس سلسلے میں کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ ہیڈ آفس کے پارکنگ لاٹ پر ابراہیم شاہ صاحب نظر آئے۔ ایک اور شخص اس کے ساتھ تھا۔ سڈول جسم اور عمدہ صحت کا مالک لیکن ادھیڑ عمر' شاہ صاحب اسے شاید اس کی گاڑی تک چھوڑنے آئے تھے۔ ہمیں دیکھ کر رک گئے۔ میں نے انہیں دور سے سلام کیا تھا اور وہ جواب دیکر اپنے ساتھی سے کچھ کہنے لگے تھے۔ ظاہر ہے مجھے ان کے قریب جانا تھا۔ شہریار نے سلوٹ کیا اور مودب ہوگیا۔ شاہ صاحب بولے۔

"ہیلو لٹنی دی گریٹ' کیسے مزاج ہیں؟"

"ٹھیک ہوں سر۔"

"آپ کیسے ہیں مسٹر شہریار؟"

"تھینک یو سر۔"

"یہ سعید نوری ہیں' ان کے ساتھ بہت بڑی ٹریجڈی ہوگئی ہے تم نے انور سعید کے بارے میں سنا ہوگا۔" میں نے اور شہریار نے چونک کر اسے اور پھر ایک دوسرے کو دیکھا ہمیں شدید حیرت ہوئی تھی۔ "فخری صاحب کے دفتر میں' میں نے ان سے شہریار کا تذکرہ کیا تھا اور مشورہ دیا تھا کہ یہ ان سے مل لیں۔ اتفاق سے تم دونوں نظر آگئے۔"

"ہیلو سر۔" شہریار نے مصافحے کیلئے ہاتھ بڑھایا لیکن سعید نوری نے ہاتھ آگے نہیں بڑھایا اور بولا۔

"نہیں مسٹر' میں پولیس کا دشمن ہوں آپ لوگوں کے ہاتھ انسانی خون سے لتھڑے ہوئے ہیں اور مجھے ان ہاتھوں سے لہو ٹپکتا محسوس ہوتا ہے۔ آپ اپنا ہاتھ سونگھیئے اس سے آپ کو انسانی خون کی بو آئے گی۔" شہریار نے حیرت سے اپنا ہاتھ دیکھا اور پھر اسے ناک کی طرف بڑھاتے بڑھاتے رک گیا۔ ایس پی شاہ نے جلدی سے بات سنبھال لی۔

"آیئے نوری صاحب' تھوڑا وقت دیجئے۔ آؤ لٹنی۔" سعید نوری ناگواری کے انداز میں ہم سب کے ساتھ چل پڑا۔ شاہ صاحب ہمیں اپنے دفتر لے گئے تھے۔ انہوں نے سب کو بیٹھنے کی پیشکش کی اور دروازہ بند کرادیا۔ پھر وہ شہریار سے بولے۔

"نوری صاحب غمزدہ انسان ہیں شہریار' ان کی بات کو محسوس نہ کرنا۔ تمہیں انور سعید کی موت کے بارے میں معلوم ہے۔"

"جی سر' ایس پی راٹھور کا نام اس میں شامل ہے۔"

"پولیس بعض اوقات تشدد میں بے قابو ہو جاتی ہے لیکن اس کے کچھ خاص عوامل ہوتے ہیں جبکہ اس کیس میں یہ عوامل نہیں تھے راٹھور صاحب کا کہنا ہے کہ انہوں نے اسے صرف چھڑیاں ماری تھیں جن سے وہ مر نہیں سکتا۔"

"آہ کاش' آپ لوگ اپنے گھروں میں' اپنے بچوں کے ساتھ بھی یہی سلوک کرکے دیکھیں۔ نہ جانے آپ لوگوں کو یہ اجازت کونسے قانون نے دی ہے۔ تھانوں میں انسان کے ساتھ وحشیانہ عمل آخر آپ کونسے قانون کے تحت کرتے ہیں۔ دنیا کے اور کون کونسے ملک میں ایسا ہوتا ہے محکمہ پولیس جرائم کے خاتمے' قانون پر عمل کرانے کا ایک ادارہ ہے۔ دوسرے تمام سرکاری اداروں کی طرح مگر یہ صرف دہشت اور بربریت کا نشان بن کر رہ گیا ہے آپ لوگ بے تکان ہر صاحب عزت کو گالیاں دیتے ہیں۔ برسرعام تھپڑ مار دیتے ہیں۔ تھانوں میں لاکر انہیں مارتے ہیں۔ کیوں........ سزا دلوادیں یہ آپ کا کام ہے یہ سزائیں آپ خود کیوں دیتے ہیں۔ یہ قانون کہاں سے آیا ہے۔ ماں باپ خون جگر سے اپنے جگر گوشوں کو پالتے ہیں اور آپ آسانی سے انہیں چند چھڑیاں مار دیتے ہیں۔ چند چھڑیاں۔"

سب خاموش تھے۔ نوری صاحب نے کہا۔ "جی شاہ صاحب کیا کرنا ہے مجھے؟"

"تھوڑا سا تعاون کیجئے نوری صاحب۔" شہریار نے کہا۔

"جی۔ فرمائیے؟"

"راٹھور صاحب گرفتار کر لئے گئے ہیں۔ اگر وہ انور سعید کے قاتل ثابت ہوگئے تو قانون انہیں اپنے اختیارات سے تجاوز کرنے کی سزادے گا لیکن یہ بات آپ خود بھی جانتے ہیں کہ انہیں انور سعید سے کوئی دشمنی نہیں تھی۔ ہم پورے عوامل سے واقف ہو کر ان کے خلاف قانون کی مدد کریں گے۔ ہو سکتا ہے انور سعید کی موت راٹھور صاحب کے ہاتھوں نہ ہوئی ہو۔ اگر ایسا ہوا ہے تو پھر انور سعید کے قتل کے اسباب کیا ہوسکتے ہیں؟"

"دیکھا آپ نے شاہ صاحب میرے خدشات کی تصدیق ہوگئی۔ قاتل تو عام حالات میں بھی بچالیا جاتا ہے یہ تو ایک بڑے پولیس آفیسر کا معاملہ ہے مگر میں نے بھی یہ بات شمشیر بھائی کے کانوں میں ڈال دی ہے میں نے انہیں بتا دیا ہے کہ اس بار قاتل ایک پولیس افسر ہے۔ محکمہ پولیس اپنے افسر کو بچانے کی پوری کوشش کرے گا۔ زیادہ ہی مشکل پیش آئی تو پھانسی کا پھندہ کسی بے گناہ کی گردن میں فٹ کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ محترم ڈی ایس پی صاحب' ایس پی صاحب نے ایک بے گناہ کو صرف اس لئے گرفتار کیا کہ اس نے چند دوسرے بے گناہوں کی گرفتاری پر احتجاج کیا تھا۔ انہوں نے اسے لاک اپ میں بند کر دیا جہاں وہ مر گیا۔ یعنی اس کی موت لاک اپ میں پولیس کی تحویل میں ہوئی اور آپ اس کے قتل کے بیرونی اسباب تلاش کر رہے ہیں۔ خوب۔ بہت خوب۔" سعید نوری نے شدید طنزیہ لہجے میں کہا۔

"ایسے واقعات پہلے بھی ہو چکے ہیں جناب' کورٹ ایریا میں کمرہ عدالت میں' لاک اپ میں' جیل میں ہسپتال میں۔ قاتل پوری ذہانت سے پلاننگ کرتا ہے اور اپنا کام کر گزرتا ہے ہم قتل کا الزام کسی دوسرے پر نہیں ڈالنا چاہتے بلکہ اصل قاتل کو تلاش کرنا چاہتے ہیں" شہریار نے اس طنز کو برداشت کرتے ہوئے کہا۔

"تو میں کب انکار کر رہا ہوں۔ ضرور تلاش کیجئے آپ قاتل کو' مگر وہ میری جیب میں کہاں ہے۔ میں کیا تعاون کر سکتا ہوں۔ مجھ سے کیا چاہتے ہیں آپ کیا میں قاتل کو جانتا ہوں۔"

"اس کے لئے آپ کو کچھ سوالات کے جواب دینا ہوں گے۔"

"اور آپ ان جوابات سے قاتل تلاش کر لیں گے۔ تلاش کیجئے۔ آپ کے خیال میں قاتل کون ہو سکتا ہے؟"

"خود آپ بھی اپنے بیٹے کے قاتل ہو سکتے ہیں نوری صاحب' کیونکہ اس نے آپ سے بغاوت کی تھی آپ کے خاندانی وقار کا خیال کئے بغیر اس نے ایک پسماندہ گھرانے میں شادی کرلی تھی۔" شہریار بولا اور سعید نوری کھڑا ہوگیا۔

"دس از نو مچ شاہ صاحب۔ آپ کو میری اس توہین کی جوابدہی کرنی ہوگی۔"

"بیٹھ جائیے نوری صاحب' آپ اپنی مملکت میں یا اپنے وزیر رشتے دار کی کوٹھی میں نہیں ہیں۔ یہ پولیس ہیڈ آفس ہے اور یہاں کے کچھ آداب ہوتے ہیں ایک ادنے کانسٹیبل آپ

کو گردن سے پکڑ کر لاک اپ میں بند کر سکتا ہے اور پھر آپ کی زبان کھلوا سکتا ہے۔ بیٹھ جائیے اور پولیس کی توہین میں کوئی دوسرا لفظ منہ سے نہ نکالئے ورنہ آپ کو خمیازہ بھگتنا ہوگا۔" شہریار کی گرجدار آواز ابھری۔ ابراہیم شاہ صاحب نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبالیا وہ عجیب سی کیفیت کا شکار ہوگئے تھے۔ سعید نوری ایکدم نروس ہوگیا تھا اور پھر غیراختیاری انداز میں بیٹھ گیا تھا۔ مگر شہریار کا چہرہ لال بھبھوکا ہو رہا تھا آنکھیں سرخ ہوگئی تھیں اور ان میں بے پناہ چمک پیدا ہوگئی تھی۔ اس نے کہا۔ "اب آپ کو بہتر اندازہ ہوگیا ہوگا کہ پولیس کو بعض اوقات قانون کیوں ہاتھ میں لینا پڑتا ہے ہم قانون کے ملازم ہیں اور اس کی برتری جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں مگر آپ جیسے رشتے دار قانون کو بے بی کھلونا سمجھتے ہیں اور اس کی توہین ناکارہ کرنا چاہتے ہیں ہمیں یہ توہین گوارہ نہیں ہوتی۔ سمجھ رہے ہیں نا آپ۔ جواب دیں۔"

"جی۔" سعید نوری کے حلق سے بھرائی ہوئی آواز نکلی۔

"انور سعید آپ کا بیٹا تھا پھر وہ اس گندی سی بستی کے گندے سے مکان میں کیوں رہتا تھا۔"

"اس نے میری مرضی کے خلاف اس گھرانے کی لڑکی سے شادی کر لی تھی۔"

"کیا اس نے وہ شادی آپ کے ذریعے نہیں کرنا چاہی تھی؟"

"چاہی تھی۔"

"پھر؟"

"میں نے انکار کر دیا۔"

"اور اسے گھر سے نکال دیا۔"

"ہاں میں اپنے خاندان میں ایسی لڑکی کو نہیں برداشت کر سکتا تھا۔"

"اس کا قتل آپ کے اس غصے کا نتیجہ بھی ہو سکتا ہے نوری صاحب۔" شہریار نے کہا۔

"آپ نے......... آپ نے مجھے قاتل ثابت کرنے کیلئے روکا تھا شاہ صاحب' میں اس کا باپ' اپنے اکلوتے بیٹے کو قتل کر سکتا ہوں۔" سعید نوری نے پھر فریاد کی۔

"آپ کی بے پناہ محبت اس وقت نہیں جاگی جب وہ ایک معمولی سی نوکری کر کے گزر بسر کر رہا تھا۔ اس تھرڈ کلاس گھر میں گزارا کر رہا تھا۔ آپ کی محبت اس وقت نہیں جاگی جب آپ اس کے لئے سوتیلی ماں لائے تھے۔ اس نے بچپن سے جوانی تک کی عمر سخت گھٹن اور ذہنی کرب میں گزاری' کیا اس نے آپ کی دوسری بیوی کو ماں کی حیثیت سے قبول کیا۔ کیا اس نے آپ کی دوسری بیوی کی بیٹیوں کو بہن کی حیثیت سے قبول کیا۔ آپ نے اسے ساری زندگی کرب کا شکار رکھا اور اس کی آخری یا پہلی خوشی کو بھی پورا نہ کیا اور اسے گھر سے نکال دیا۔ کیا یہ قتل اس توہین کا نتیجہ نہیں ہو سکتا جو آپ نے محسوس کی۔ یا پھر یہ قتل ان تین شخصیتوں کے ایما پر بھی ہو سکتا ہے جنہوں نے اپنے اور آپ کے درمیان ہمیشہ انور سعید کو حائل سمجھا۔ آپ

نے ہمیشہ اپنی بیوی کو عدم اعتماد کو شکار رکھا اور اس کی وجہ انور تھا- کیا وہ یہ انتقامی کاروائی نہیں کرسکتی.........!"

شہریار نے ایسا دھماکہ کیا تھا کہ سعید نوری پتھرا گیا- اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹی رہ گئی تھیں- شاہ صاحب بھی منہ کھولے رہ گئے تھے- میں بہت مسرور تھی- شہریار نے ان معلومات کا بہترین فائدہ حاصل کیا تھا-

"آپ کو......... آپ کو یہ سب کیسے معلوم ہوا ہے-" نہ جانے کس طرح سعید نوری کے حلق سے آواز نکلی!"

"میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں نوری صاحب کہ تصویر کے ہر رخ کو سامنے رکھنا پڑتا ہے ہم آپ کے غم میں شریک ہیں لیکن ہمیں اس قتل کی صحیح تفتیش کرنی ہے اگر ایس پی راٹھور اس کے ذمہ دار ہوئے تو ان کے خلاف رپورٹ پیش کر دی جائیگی- اور عدالت فیصلہ کریگی لیکن صحیح رہنمائی کیلئے ہمیں معلومات تو فراہم کریں-" سعید نوری گردن جھکا کر سوچتا رہا پھر بولا-

"سوری آفیسر- میں آپ سے تعاون کرنا چاہتا ہوں-"

"شکریہ نوری صاحب' انور سعید کیسے مزاج کا مالک تھا؟"

"بہت تلخ......... بہت سخت-"

"کیا آپ کو یقین ہے کہ آپ کی دوسری بیگم کا رویہ اس کے ساتھ ہمیشہ سے خراب رہا؟" شہریار نے سوال کیا- سعید نوری نے چند لمحات سوچا اور پھر بولا-

"نہیں ڈی ایس پی صاحب ایسی بات نہیں میں نے لاکھ کوشش کے باوجود ایک لمحہ ایسا نہیں پایا جس میں اس نے انور کے ساتھ کوئی زیادتی کی ہو مگر نہ جانے کیوں- نہ جانے کیوں انور اس سے مانوس نہ ہو سکا-"

"اور آپ.........؟ شہریار نے سوال کیا-

"جی.........؟" نوری حیرانی سے بولا-

"آپ نے اپنی بیوی سے انصاف کیا-"

"وہ میری دو بیٹیوں کی ماں ہے-"

"میرا یہ مطلب نہیں ہے نوری صاحب میں صرف معلومات حاصل کر رہا ہوں-"

سعید نوری شہریار کے الفاظ سے مطمئن نہیں ہوا تھا جس کا اظہار اس کے چہرے سے ہو رہا تھا اس نے بے یقینی کے انداز میں کہا-

"آپ مجھے بتانا پسند کریں گے آفیسر کہ یہ خیال- یا ان معلومات کا ذریعہ کیا ہے؟"

"ہم اس قتل کے ہر رخ پر غور کر رہے ہیں نوری صاحب اور اصل مجرم کے بارے میں پوری چھان بین کر لینا چاہتے ہیں آپ کا جواب نامکمل رہ گیا-"

"اس کا جواب صرف یہی دے سکتا ہوں کہ میری بیوی سازشی ذہن نہیں رکھتی نہ ہی وہ انتقامی کاروائی کر سکتی ہے- ہاں بس ہمارے درمیان مکمل ذہنی ہم آہنگی نہیں ہو سکی اور یہ کمی بھی میری طرف سے رہی ہے دراصل میں اپنی پہلی بیوی کو کبھی نہیں بھول سکا-"

"نہایت اہم سوال کر رہا ہوں نوری صاحب' جواب دیں- آپ کو اندازہ تھا کہ آپ کا بیٹا سرکش ہے وہ سب کچھ کر گزر سکتا ہے آپ اسے پہلی بیوی کے حوالے سے بہت زیادہ چاہتے بھی تھے پھر آپ نے اس کی یہ خوشی پوری کیوں نہ کر دی اس کے لئے آپ اتنے سخت کیوں ہو گئے؟"

"میں بھی ذہنی گھٹن کا شکار تھا میں نے صرف اس کی وجہ سے دردانہ کو غیر مطمئن رکھا اس کے ساتھ سخت رہا لیکن انور نے کبھی مجھے وہ حیثیت نہیں دی جو اسے دینی چاہئے تھی اس نے اپنے سرکش رویے کو میرے ساتھ بھی جاری رکھا بس یہاں میں اس سے تعاون نہ کر سکا-"

"بعد میں آپ نے ان لوگوں کے بارے میں تفصیلات معلوم کیں جہاں اس نے شادی کی تھی؟"

"بعد میں نہیں بلکہ شادی سے پہلے میں نے ان لوگوں کے بارے میں معلومات حاصل کرائی تھیں' وہ لڑکی نسرین سلطانہ انور سعید کی کلاس فیلو تھی' دونوں کے درمیان کافی عرصے سے معاشقہ چل رہا تھا اور انور سعید' نسرین سلطانہ کے گھر جایا کرتا تھا' نسرین کے اہل خاندان کو اس بارے میں معلومات حاصل تھیں' نسرین کے ماں باپ نہیں ہیں' اور بھائی اور بھاوج ہیں' بھائی کے کچھ بچے بھی ہیں وہ محکمہ پولیس میں ہیڈ کانسٹیبل تھا' ایک حادثے میں اس کی ٹانگ کٹ گئی' جس کی بنا پر اسے ریٹائر کر دیا گیا' اس کے ذرائع آمدنی بہتر نہیں تھے اور ویسے بھی وہ کوئی نیک نام کانسٹیبل نہیں تھا' میں نے یہ بات بھی انور کو سمجھانے کی کوشش کی تھیں لیکن اس پر جنون سوار تھا اور ہر بات کا ایک جواز موجود تھا اس کے پاس' اس کے بعد جب اس نے شادی کرلی تو میں نے اس سے کوئی رابطہ ہی نہیں رکھا اور بعد میں میری اس سے کوئی ملاقات بھی نہیں ہوئی-"

"بیگم صاحبہ کا رویہ اس سلسلے میں کیا رہا تھا؟" شہریار نے سوال کیا.........؟"

"آپ کی مراد دردانہ سے ہے؟"

"جی- جی-"

"دردانہ نے اسی دوران مجھ سے گفتگو کی تھی اور کہا تھا کہ اگر انور اس طرح سے خوش رہ سکتا ہے تو مجھے اتنا سخت نہیں ہونا چاہئے' بچوں کی خوشی تو عزیز رکھنا ہوتی ہے اگر وہ درمیانے خاندان کی ہے تو کیا ہوا' پڑھی لکھی تو ہے' ہمارے گھر میں آجائے گی تو ہر طرح سے سنبھال لیں گے اسے اور اپنے معیار کا بنانے کی کوشش کریں گے- لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں نے دردانہ کے ساتھ کبھی بہتر سلوک ہی نہیں کیا......... اس کے اس مشورے سے مجھے چڑ پیدا

ہوگئی' میں نے اس سے کہا کہ وہ اس معاملے میں مداخلت نہ کرے' انور اس کا بیٹا نہیں ہے درحقیقت ڈی ایس پی صاحب' مجھے میری زیادتیوں کی سزا بھی ملی ہے- اپنے اکلوتے بیٹے کو کھو کر اور آپ سے گزارش ہے کہ آپ کسی بھی طور دردانہ پر شبہ نہ کریں' کم از کم اتنا میں جانتا ہوں کہ وہ انور کے لئے کوئی بری بات سوچ بھی نہیں سکتی تھی' زیادتی مجھ سے ہوئی تھی' آہ زیادتی مجھ سے ہی ہوئی تھی اور دل دکھانے کی سزا ضرور ملتی ہے آج میرا دل رو رہا ہے' میری آنکھیں اپنے لخت جگر کو تلاش کر رہی ہیں آہ وہ آخری بار جب میرے پاس سے گیا تو پھر مجھے نظر نہیں آیا اور اب-" سعید نوری صاحب بے اختیار ہو کر رونے لگے- ہم سب دکھی ہو گئے تھے' سعید نوری کچھ دیر روتا رہا- پھر اس نے شہریار سے کہا-

"اور کچھ پوچھنا چاہتے ہیں آپ؟"

"ایک دو باتیں اور.........."

"جی فرمایئے-" سعید نوری نے خود کو سنبھال کر کہا-

"انور اپنے ساتھ کچھ لے گیا تھا' یقینی طور پر اس کا کچھ بینک بیلنس بھی ہو گا اور دوسری ایسی چیزیں بھی' جن سے وہ اپنے لئے کچھ کر سکتا تھا؟"

"نہیں- وہ اپنی چیک بکیں میرے منہ پر مار گیا تھا اور سب سے معمولی لباس پہن کر گھر سے نکل گیا تھا- اس نے کہا کہ جو کچھ اب تک ہو چکا ہے وہ اس پر شرمسار ہے باقی زندگی وہ مجھے کوئی تکلیف نہیں دے گا' یہ کہہ کر وہ چلا گیا تھا-"

"ہوں بعد میں بھی کوئی ایسی بات نہیں ہوئی میرا مطلب ہے رقم وغیرہ کا مسئلہ؟"

"میں کہہ چکا ہوں ناکہ اس کے بعد میں نے کبھی اس کی صورت نہیں دیکھی- ہاں ایک بات میں آپ کو اور بتا دوں' کہ اس کا دس لاکھ روپے کا بیمہ تھا جو بہت پہلے کیا گیا تھا اور اب اس میں شاید چند ماہ ہی باقی رہ گئے ہیں- میں برابر اس کی پریمیم ادا کرتا رہا ہوں- یہ بات میں نے خصوصی طور پر آپ کے کانوں میں ڈال دی ہے-"

"یقیناً یہ کارآمد ہے-"

"براہ کرم اب مجھے اجازت دیں میری طبیعت کچھ خراب ہو رہی ہے- ویسے آپ جب بھی مجھ سے رابطہ قائم کرنا چاہیں میرے گھر آ جائیں میں- میں-" سعید نوری نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا اور اٹھ کھڑا ہوا ہم میں سے کسی نے اسے روکنے کی کوشش نہیں کی تھی- وہ شاہ صاحب کے دفتر سے نکل گیا- اور کچھ دیر تک ہم لوگ خاموشی سے ایک دوسرے کا چہرہ دیکھتے رہے پھر شاہ صاحب نے ایک گہری سانس لے کر گردن جھٹکی-

"کمال ہے بھئی کیا کیا کہانیاں بکھری ہوئی ہیں اس دنیا میں- کون غلط ہے کون درست اللہ ہی جانتا ہے- مگر شہریار کیا تم اس سلسلے میں کام کر رہے ہو؟"

"نہیں سر' میں یونہی- بات راٹھور صاحب پر آ رہی ہے اگر انہوں نے یہ نہیں کیا ہے تو

ان کی گلوخلاصی ہونی چاہئے-"

"لبنیٰ بھی اس معاملے میں ساتھ ہیں- یقیناً" ہوں گی- تمہارے ایک جملے نے سعید نوری کو چت کر دیا یہ معلومات کوشش کر کے ہی حاصل کی گئی ہوں گی-"

"جی سر-" شہریار نے جواب دیا-

"تم لوگ واقعی بڑے ہو' بہت بڑے ہو' غیرسرکاری طور پر ہی سہی' مگر کام کرو اس سلسلے میں- اچھے لوگوں کے لئے تو سب ہی سوچتے ہیں بروں کے ساتھ بھلائی کرنا بڑا کام ہے اور پھر یہ محکمے کی عزت کا سوال بھی ہے-"

شاہ صاحب کے پاس سے اٹھ کر باہر نکل آئے- شہریار نے کہا- "آؤ آفس میں کچھ دیر بیٹھیں جلدی تو نہیں ہے؟"

"نہیں-" میں نے جواب دیا-

"کوئی غلطی تو نہیں ہو گئی مجھ سے؟"

"کیا مطلب؟"

"تمہاری اجازت کے بغیر سنزوری کی بات چھیڑ بیٹھا تھا-"

"زیادہ بننے کی کوشش مت کیا کرو؟"

"کیوں؟"

"تم نے سوالات کئے تھے نوری سے کیا وہ ہو بھی میں نے ہی بتائے تھے؟"

"مطلب نہیں سمجھا؟"

"بہت عمدگی سے تم نے وہ سوالات کئے بڑی کام کی باتیں تھیں-"

"واقعی- یا طنز کر رہی ہو-" شہریار نے خوش ہو کر کہا مگر پھر فوراً" سنبھل گیا- اچانک سامنے سے ایس پی نادر علی آ گئے تھے- شہریار نے انہیں سلوٹ کیا- تو وہ رک گئے-

"ہیلو شہریار' ہیلو مس لبنیٰ کیسی ہیں آپ؟"

"سر آپ کی دعائیں ہیں-" میں نے خوش اخلاقی سے کہا-

"بھئی وہ تمہارے دشمن نمبر ایک تو کیفرکردار کو پہنچ گئے- جیسی کرنی ویسی بھرنی- میں راٹھور صاحب کی بات کر رہا ہوں-"

"اوہ نہیں سر' میری تو ان سے کوئی دشمنی نہیں ہے-" میں نے کہا

"فرشتہ بننے کی کوشش نہ کرو' اس لئے کہ تم فرشتہ نہیں ہو- مجھے انسپکٹر جاوید سے تمہاری جھڑپ کی تفصیل معلوم ہوئی تھی- راٹھور نے تمہیں چیلنج کیا تھا کہ وہ تمہیں کسی جال میں پھانسنے کی کوشش کریں گے-"

"نہیں سر' آپ سے غلط الفاظ کہے گئے ہیں-" میں نے کہا اور نادر علی ہنسنے لگے پھر شانے ہلا کر بولے- "نہ تسلیم کرو لیکن اس کا بچنا مشکل نظر آتا ہے- اوکے-" نادر آگے بڑھ گئے-

شہریار میرے ساتھ دفتر میں آگیا تھا۔ کرسی پر بیٹھ کر اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "کیا قصہ تھا؟"

"فضول باتوں سے گریز کرو۔"

"لبنیٰ۔" شہریار سرد لہجے میں بولا۔

"جی فرمایئے؟"

"یہ بے اعتمادی نہیں ہے؟"

"ان کے الفاظ یہ نہیں تھے۔"

"کب کی بات ہے۔" شہریار نے پوچھا اور میں نے اسے راٹھور صاحب کے ہسپتال میں ملنے کا مقصد سنا دیا۔

"مجھے کیوں نہیں بتایا گیا۔"

"ضروری نہیں سمجھا۔"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ جناب جوش میں آجاتے"

"راٹھور صاحب اس قابل تو نہیں ہیں کہ ان کی مدد کی جائے۔" شہریار نے ناک پھلاتے ہوئے کہا۔

"شہریار، گھٹیا بات کر رہے ہو۔ صرف اپنی انا کے لئے جینا پسند کرتے ہو تم۔" میں فاتح لہجے میں بولی۔

"نہیں خیر ہمیں جو کرنا ہے وہ تو کریں گے۔ مگر تم مختلف اوقات میں میرے ساتھ زیادتی کرتی رہتی ہو۔"

"ایک رجسٹر بنالو۔ بعد میں بدلے لے لینا مجھ سے۔"

"بہت شاطر ہو تم۔ یہ بعد کا تذکرہ کرکے میری کھوپڑی ہی الٹ دیتی ہو۔ آہ بعد کا تصور کتنا حسین ہے۔ لبنیٰ بعد میں اور کیا کیا ہوگا۔" اس نے اس انداز میں کہا کہ مجھے ہنسی آگئی۔

"اچھا اب یہ بتاؤ کہ نوری صاحب سے گفتگو کرکے تم نے کوئی اندازہ لگایا؟"

"اس سے پہلے کبھی لگایا ہے تم بتاؤ اب کیا کرنا ہے مجھے؟"

"نوری صاحب سے ایک اور ملاقات کرو ان سے بیمہ کمپنی کے تمام کوائف معلوم کرو۔ اور پھر بیمہ کمپنی سے معلوم کرو کہ بیمے کے کاغذات میں کوئی تبدیلی تو نہیں کرائی گئی ہے۔"

"اوہ تم نسرین سلطانہ پر شک کر رہی ہو۔"

"میں صرف معلومات حاصل کرنا چاہتی ہوں۔"

"سنو لبنیٰ ہم لوگ ارشاد علی سے کیوں نہ ملیں۔ نسرین سلطانہ سے بھی ملاقات کرکے تفصیلات معلوم کریں ہو سکتا ہے کچھ معلوم ہو جائے۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"میں بھی یہی چاہتی ہوں۔"

"پھر؟"

"حالات اس کے لئے سازگار نہیں ہیں۔"

"کیا مطلب پہیلیاں بجھا رہی ہو.........؟"

"بھئی میں گئی تھی وہاں۔ پولیس کے سلسلے میں وہاں بہت برے تاثرات پائے جاتے ہیں اور تم ایسی بستیوں کے بارے میں جانتے ہی ہو' قانون کو ہاتھ میں لے لینا ان لوگوں کے لئے کوئی مشکل کام نہیں ہوتا' بعد میں جو نتائج ہوتے ہیں وہ کسی کے لئے خوشگوار نہیں ہوتے۔"

"تم تو گئیں تھی وہاں؟"

"ہاں ہاں گئی تھی۔ میں نے ارشاد علی سے ملاقات بھی کی تھی حالانکہ خود بھی پولیس میں رہ چکا ہے' لیکن اب وہ باتیں نہیں کرتا۔ ویسے کافی شاطر آدمی معلوم ہوتا ہے۔ میں نے نسرین سلطانہ سے بھی ملاقات کرنے کی کوشش کی تھی' لیکن اس نے اس میں مجھے کامیاب نہیں ہونے دیا' اور مجھے وہاں سے نامراد واپس آنا پڑا.........."

"لبنیٰ ایک بات میری سمجھ میں نہیں آتی' تم چاہے مجھ سے کچھ بھی کہہ لو لیکن یہ چیز میں نے ہمیشہ سے محسوس کی ہے کہ ایسے معاملات میں تم خفیہ طور پر بھی کاروائیاں شروع کر دیتی ہو اور عموماً ایسا ہی ہوا ہے کہ بعد میں تم نے مجھ پر انکشافات کئے ہیں' اس سے تمہارا مقصد کیا ہوتا ہے؟" میں ہنس پڑی اور میں نے کہا۔ "تمہارے خیال میں یہ سب کچھ کیا ہو سکتا ہے؟"

"مجھ پر اپنی برتری ظاہر کرنے کی کوشش.........."

"تو اس سے فرق بھی کیا پڑتا ہے' ظاہر ہے مستقبل میں تم مجھ پر رعب نہیں جما سکو گے' اس کے لئے ابھی سے کاروائیاں کر رہی ہوں"

"بس بس اب میں اس جھانسے میں آنے والا نہیں ہوں' سارے کام کر لیتی ہو' اس کے بعد تاج میرے سر پر رکھ دیتی ہو احسان کے طور پر.........."

"لڑنے کے موڈ میں ہوں' جا رہی ہوں۔" میں نے کہا اور اپنی کرسی پیچھے کھسکالی۔

"بیٹھو' بیٹھو۔ میں بھی مستقبل میں تمہارا مجازی خدا ہوں سمجھیں۔ گڑبڑ کرنے کی کوشش کی تو۔ تو۔" شہریار خاموش ہوگیا۔

"تم باتیں ہی ایسی کر رہے ہو۔ بھئی ظاہر ہے اگر میں کسی معاملے میں معلومات حاصل کر لیتی ہوں تو ان سے تنہا فائدہ اٹھانے کی کوشش تو نہیں کرتی۔ ان معلومات سے تمہیں آگاہ کر دیتی ہوں۔ اب ہر مسئلے میں تمہیں ساتھ ساتھ لئے پھروں تو ظاہر ہے بہت سے دوسرے مسئلے پیدا ہو جاتے ہیں اس سے۔ خیر اب بے کار باتیں مت کرو۔ فضول باتیں بہت ہو گئیں میں نے جو تم سے کہا ہے وہ کرو۔ کل بیمہ کمپنی کی رپورٹ چاہئے مجھے.........؟"

"اور ارشاد علی کے بارے میں کیا ارادہ ہے.........؟"

"یہ بعد میں فیصلہ کریں گے' میرا خیال ہے ارے ہاں تم نے یہ بھی تو کہا تھا کہ تم ارشاد علی کے شناسا ہو؟"

"ہاں ظاہر ہے ہیڈ کانسٹیبل تھا' صاحب خان کے پاس بھی رہ چکا ہے۔ لیکن اب جب یہ صورت حال ہے تو وہ ہم سے تعاون نہیں کرے گا۔"

"میں سمجھ رہی ہوں' ہم اس سے تعاون نہیں چاہیں گے بلکہ کوئی اور ہی ترکیب کرنی پڑے گی۔ خیر کل کا دن نکال لیتے ہیں' تم ذرا بیمہ کمپنی کی رپورٹ لے لو اس کے بعد ارشاد علی کے بارے میں فیصلہ کریں گے۔"

"ٹھیک۔"

"اب واقعی میں چلتی ہوں۔" میں نے کہا اور شہریار کو وہیں چھوڑ کر باہر نکل آئی' راستے میں نجانے کیا کیا خیالات آتے رہے۔ راٹھور صاحب 'سعید نوری' ان کا گھرانہ ' ارشادہ علی' نسرین سلطانہ - نسرین سلطانہ سے ملنا واقعی بے حد ضروری ہے۔ مگر اس کے لئے کیا ترکیب کی جائے؟"

رات کو بہت دیر تک ذہن دوڑاتی رہی تھی کہیں کچھ پوشیدہ تھا' کہیں کچھ تھا جہاں تک ذہن نہیں جا رہا تھا۔ کیا ہو سکتا ہے اگر راٹھور صاحب نے وہ نہیں کیا جو ان سے منسوب ہے تو پھر پولیس لاک اپ میں یہ حرکت کون کر سکتا ہے اگر انور سعید کو قتل کرنا تھا تو۔ تو۔ تو! اور ذہن میں کچھ نکتے ابھر آئے یہ ہو سکتا ہے۔ یہ ہو سکتا ہے۔ دوسری صبح جلدی جلدی تیار ہوئی ناشتہ کیا اور کوٹھی سے نکل آئی جاوید قریشی کے تھانے کا رخ کیا تھا۔ جاوید قریشی موجود نہیں تھا۔ انتظار علی ہیڈ محرر مل گیا۔

"قریشی صاحب ابھی نہیں آئے؟"

"نہیں بی بی صاحب ابھی نہیں آئے۔"

"لاک اپ ڈیوٹی پر کون ہے؟"

"غلام رسول' شمیم خان۔"

"اکبر خان' تجمل خاں اور اللہ داد کی ڈیوٹی کب ہے؟"

"ڈبل شفٹ ہوگی۔"

"وہ موجود نہیں؟"

"نہیں۔"

"مجھے ان کا پتہ مل سکتا ہے؟"

"گھروں کا پتہ؟"

"جی"! میں نے کہا اور انتظار علی نے گردن ہلا دی پھر اس نے مجھے ان تینوں کے گھروں کے پتے بتا دیئے۔ اکبر خان اسی بستی میں رہتا تھا جس میں ارشاد علی کا قیام تھا۔ میں نے انتظار علی

کا شکریہ ادا کیا اور پھر پوچھا۔ "جاوید قریشی صاحب کب تک آئیں گے؟"

"وہ آ گئے" - انتظار علی نے کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے کہا اور میں اس کے پاس سے اٹھ گئی۔ جاوید قریشی مجھے دیکھ کر حیران رہ گیا۔

"اتنی صبح؟"

"کوئی کام ہے مجھ سے؟"

"ہاں جاوید - اہم اور ذاتی"

"خدا کی قسم مجھے خوشی ہوگی۔" جاوید قریشی نے خلوص سے کہا۔

"جاوید مجھے راٹھور صاحب کے بارے میں اپنے تاثرات بتاؤ۔ کیا یہ موت ان کے ہاتھوں ہوئی ہے۔"

"خدا کی قسم لبنیٰ صاحبہ مجھے اندازہ نہیں ہو سکا۔ راٹھور صاحب غصہ ور ہیں' سخت طیش میں آجاتے ہیں لیکن موت جس انداز میں ہوئی ہے اس میں وہ نہیں نظر آتے۔"

"ڈیوٹی کانسٹیبلوں میں سے کوئی ہو سکتا ہے۔"

"ہو سکتا ہے لیکن بلاوجہ نہیں۔ اور وجہ ابھی تک کچھ نہیں معلوم ہو سکی۔"

"میں نے انتظار علی سے اللہ داد' اکبر خاں اور تجمل خاں کے گھر کے پتے لئے ہیں۔ میں انہیں چیک کرنا چاہتی ہوں۔ تم انتظار علی کو سختی سے یہ ہدایت کر دو کہ انہیں یہ بات معلوم نہ ہونے پائے۔"

"ٹھیک ہے نہیں ہوگی مگر آپ ان میں سے کس پر شبہ کر رہی ہیں؟"

"صرف شبہ میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور جاوید قریشی سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر اس نے کہا۔ "آپ ایک نیک کام کر رہی ہیں۔ اگر راٹھور صاحب بے گناہ ثابت ہو جائیں تو مجھے خوشی ہوگی یہ وقت ہم میں سے کسی پر بھی آسکتا ہے۔ میرا پورا تعاون آپ کو حاصل رہے گا۔"

"شکریہ جاوید۔ میں چلتی ہوں۔" میں نے کہا اور تھانے سے باہر نکل آئی۔ یہاں سے دفتر کا رخ کیا اب سب سے اہم چیز بیمہ کمپنی سے حاصل شدہ رپورٹ تھی جو بہت سے اہم انکشافات کر سکتی تھی۔

شہریار نے بیمہ کمپنی سے رپورٹ حاصل کر لی اور ہم دونوں سنسنی کا شکار ہو گئے۔ دس لاکھ روپے کا بیمہ کوئی نو سال پہلے کرایا گیا تھا اور اب اس کی معیاد پوری ہونے میں بہت مختصر وقت رہ گیا تھا۔ بیمے کے پریمیم باقاعدگی سے ادا ہوتی رہی تھیں کیونکہ یہ ادائیگی سعید نوری کے دفتری بجٹ سے ہوتی تھی۔ بیمے کی شرائط میں پالیسی ہولڈر کی اچانک موت کے بعد رقم کی ادائیگی کے لئے کسی کو نامزد نہیں کیا گیا تھا اور یہ خانہ خصوصی طور پر خالی رکھا گیا تھا اور عارضی طور پر ایک لیٹر منسلک کیا گیا تھا جس میں درج تھا کہ اگر اس خانے کی تکمیل سے پہلے پالیسی ہولڈر کی موت واقع ہو جائے تو یہ رقم سعید نوری کی فرم کو ادا کر دی جائے گی ایک دو ماہ قبل

یہ لیٹر واپس لے لیا گیا تھا اور خانہ پر کر دیا گیا تھا۔ اس میں رقم کا حقدار پالیسی ہولڈر کی بیوی نسرین سلطانہ کو قرار دیا گیا تھا اور اس کے شناختی کارڈ کی فوٹو سٹیٹ وغیرہ جمع کرادی گئی تھیں۔

ہم دونوں ایک دوسرے کی شکلیں دیکھ رہے تھے۔ "میرا خیال ہے کہ پانسہ پلٹ گیا" شہریار نے کہا۔

"آسان نہیں ہوگا" میں نے متفکرانہ انداز میں کہا۔

"کیوں؟"

"ابھی تو صرف شبہ کیا جاسکتا ہے" سعید نوری اپنی بیوی اور بیٹیوں کو آخر کیا تاثر دینا چاہتا ہے"

"کیا مطلب؟ شہریار حیرت سے بولا۔

"ابتدا میں تحقیق پر مسز نوری میری نگاہ میں مشکوک ہوگئی تھیں کیونکہ انور سعید کی موت سے انہیں بے پناہ فائدہ حاصل ہوسکتا ہے سعید نوری نے اسے گھر سے نکال دیا تھا مگر اسے اپنے اثاثوں سے محروم نہیں کیا تھا اس کی موت کے بعد انور سعید کو کوئی بھی اس کے حق سے محروم نہیں کر سکتا تھا"

"یہ تم نے نئی بخ نکالی ہے"" شہریار جھلا کر بولا۔

"کیسی باتیں کرتے ہو کسی نکتے کو نظرانداز کرنا مناسب ہوتا ہے کیا؟"

"مناسب ہوتا تو نہیں ہے لیکن آپ صرف اپنے مطلب کے پہلوؤں کو نظرانداز نہیں کرتیں، حالانکہ دوسرے بہت سے پہلو بھی ہوتے ہیں۔"

"مثلاً" - میں نے سنجیدگی سے "سوال کیا۔

"مثلاً" میری زندگی۔ آپ نے میری زندگی کو کس طرح نظرانداز کر رکھا ہے، آپ کو اس کا احساس ہے محترمہ؟ شہریار نے کہا اور میں بے اختیار مسکرادی۔

"نہیں شہریار، ایسا تو میں نے کبھی نہیں کیا بلکہ اگر تم خلوص دل سے مجھ پر نگاہیں دوڑاؤ تو ہر لحہ تمہارے لئے پریشان رہی ہوں، ہمیشہ یہ سوچتی رہی ہوں کہ میرے اور تمہارے راستے کی تمام رکاوٹیں دور ہو جائیں انکار کرو گے اس بات سے؟"

"ارے ارے، خدا کی قسم تک گئیں، تک گئیں اس موضوع پر بھی حالانکہ اسے ہمیشہ فضول باتیں کہہ کر ٹال دیا جاتا ہے"

"جو باتیں وقت سے پہلے ہوں شہریار، انہیں بے مقصد ہی کہا جاتا ہے، ہمیں وقت کا انتظار کرنا چاہئے، وقت ہی ہمارے بارے میں صحیح فیصلہ کرے گا"

شہریار میٹھی نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا اور پھر بولا۔ یہاں وہی کیفیت ہے کہ دن گنا کرتے ہیں اس دن کے لئے"

"دن گننے کی بجائے آگے بڑھتے رہو تو کیا زیادہ بہتر نہیں ہوگا"

"ٹھیک کہا۔ یہاں کس کم بخت کو انکار ہے، بھلا پولیس کی نوکری بھی کوئی نوکری ہوتی ہے، لیکن آپ دیکھ لیجئے ایک ذمہ دار ٹٹو کی طرح سارے وزن لادے ہوئے گاڑی کھینچ رہے ہیں کبھی انکار کیا۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ چابک گاڑی بان کے ہاتھ میں ہے جدھر دیتا ہے چل پڑتے ہیں کبھی انکار نہیں کرتے۔ سمجھ لو یہ سب کچھ جس مقصد کے تحت ہو رہا ہے اس کا حصول ہی ہماری زندگی ہے"

"خدا تمہیں سلامت رکھے شہریار۔ میں تو ہمیشہ تمہاری زندگی کی دعائیں مانگتی رہتی ہوں"

"ناشتے میں کیا کھایا تھا آج" شہریار نے پوچھا۔

"مذاق نہیں، ہمیں سنجیدگی سے اس موضوع پر گفتگو کرنی چاہئے"

"جی بہتر۔ میں اس سنجیدگی کو برقرار رکھنے کے لئے جان کی بازی لگادوں گا۔ تو بات ہو رہی تھی مسز نوری کی کیا آپ کے ذہن میں اب بھی ان کے لئے کوئی شبہ باقی ہے؟"

"نہیں بالکل نہیں......... البتہ سعید نوری کے رویے پر میں نے خصوصی طور پر غور کیا تھا اس کی بیوی نے جیسا کہ اس کے بارے میں بتایا اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سعید نوری اپنی بیوی کی جانب سے غیر مطمئن تھا ہمیشہ ہی غیر مطمئن رہا، لیکن بات ذرا ناقابل یقین% ہے مسز نوری نے اتنے عرصے کے بعد اگر انور سعید کے بارے میں کوئی سازش کی تو یہ بات سمجھ میں آنے والی نہیں ہے اس کے لئے تو اسے طویل وقفہ مل چکا تھا اس دوران اس نے یہ سب کچھ کیوں نہیں کیا اور پھر اب تو حالات اور بھی مخدوش تھے، ویسے بھی سعید نوری کی گفتگو میں یہ اعتراف شامل تھا کہ اس نے اپنی بیوی کے ساتھ زیادتی کی ہے، حالانکہ اس وقت تو اسے اپنے مقتول بیٹے کے لئے شدید دکھ ہو رہا ہے اور وہ تمام باتیں یاد آرہی ہیں جو اس کی حق تلفی میں ہوئیں۔ خیر ہمیں نئے موضوع کی طرف نہیں جانا چاہئے۔ بات ہو رہی تھی اس بیمہ پالیسی کی جس کے تحت اب نسرین سلطانہ سوفیصد دس لاکھ روپے کی رقم کی حقدار ہے اور ظاہر ہے کہ یہ رقم اسے ملے گی، ضرور ملے گی، اس کا بھائی ارشاد علی.........." میں خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگی، پھر میں نے کہا۔

"وہ بڑی ٹیڑھی کھیر ہے شہریار، اس کے بارے میں بڑا سوچ سمجھ کر کام کرنا ہوگا" شہریار بھی گردن ہلانے لگا۔ پھر بولا۔

"بالکل درست کہا تم نے، معاملہ واقعی خاصا گڑبڑ ہے، کیا خیال ہے، ارشاد علی کے سلسلے میں کام شروع کیا جائے۔"

"وہاں صورت حال ذرا مختلف ہوگئی ہے، انور سعید کی موت سے وہ لوگ مشتعل ہیں اور موت جس انداز میں ہوئی ہے اس سے بہرطور انہیں غلط نہیں کہا جاسکتا، ایسے واقعات ایک دوبار پہلے بھی ہو چکے ہیں بعض اوقات پولیس تفتیش کے معاملے میں انتہا پسند ہو جاتی ہے اور اس کے خلاف اکثر احتجاج ہوئے ہیں، گر ارشاد علی کو باقاعدہ وہاں سے گرفتار کیا گیا تو صورت

حال زیادہ ہی خطرناک ہو جائے گی ان دنوں عوام بھی ذرا زیادہ ہی بیدار ہوگئے ہیں' ہر معاملے میں ٹانگ اڑا دیتے ہیں"

"یہی تو لبنیٰ' مسائل اتنے الجھے ہوئے ہیں کہ صحیح فیصلے کرنا مشکل ہو جاتا ہے' کہیں کوئی انتہا پسند ہوتا ہے اور کہیں کوئی اور......... اب پہلے ہی معاملات کو دیکھو' مثلاً" پچھلا ہی معاملہ لے لو' باقاعدہ سیاسی اسکینڈل بن گیا تھا' لیکن اصل معاملہ کچھ اور ہی نکلا"

"تو پھر ہمارا کام ہے کیا شہریار......... ان سارے مسئلوں کو مردانہ وار دیکھنا ہوتا ہے اور اپنا کام بھی کرنا ہوتا ہے' پولیس کا کام اتنا آسان تو نہیں ہوتا جتنا سمجھ لیا گیا ہے یا پھر بنا لیا گیا ہے"

"بنا لیا گیا ہے تمہاری مراد ہے" شہریار نے پوچھا.........؟"

"بھئی اپنے خان صاحب کو دیکھ لو......... اور بھی بہت سے ایسے آفیسر ہیں- اب نادر علی صاحب کا ہی مسئلہ لے لو' وہ صرف اس لئے محنت کر رہے ہیں بلکہ اس کام پر محنت کر رہے ہیں کہ کسی طرح راٹھور صاحب کو مجرم قرار دے دیں"

"ارے ہاں یاد آیا- راٹھور صاحب کا پیغام ملا ہے وہ ہم دونوں سے ملنا چاہتے ہیں"

"کس کے ذریعے ملا ہے یہ پیغام.........؟"

"شاہ صاحب نے بتایا ہے' راٹھور صاحب خصوصی طور پر ہم سے ملنا چاہتے ہیں.........؟"

"تو پھر مل لیں ان سے.........؟"

"ضرور ملیں گے' لیکن پہلے یہ طے کرو اس بارے میں کیا ہونا چاہئے' بیمہ کمپنی سے حاصل شدہ معلومات اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ معاملہ کچھ مختلف بھی ہو سکتا ہے- ویسے ایک بات میں تم سے کہوں لبنیٰ پہلے اس مسئلے کو بالکل ہی صفر سمجھ لیا گیا تھا' یعنی بات صرف اتنی سی قرار دی گئی تھی کہ ایک پولیس آفیسر نے چند افراد کو گرفتار کیا' ایک شخص نے اس کام میں مداخلت کی' اسے بھی مداخلت کے الزام میں گرفتار کرلیا گیا' بعد میں ذرا راٹھور صاحب کی جھلاہٹ نے دوسرا رنگ دکھایا- لیکن سچی بات یہ ہے کہ راٹھور صاحب اس حد تک نہیں جاسکتے تھے- اچھا اب ہم ان باتوں کو نظرانداز کرکے صرف یہ سوچیں گے کہ ارشاد علی کے سلسلے میں کیا کیا جائے"

"بہت سوچ سمجھ کر کام کرنا ہوگا' کوئی ایسا قدم نہیں اٹھایا جاسکتا' جس سے بات بگڑ جائے اور پھر یہ کیس تو تمہارے پاس ہے بھی نہیں' بس یوں سمجھو کہ ہم راٹھور صاحب کے لئے کام کر رہے ہیں........." شہریار مجھے دیکھنے لگا پھر اس نے تعریفی لہجے میں کہا-

"بہت بڑی ہو تم لبنیٰ' واقعی بہت بڑی ہو' نادر علی صرف اس لئے راٹھور صاحب کے خلاف ہیں کہ انہیں ان سے اختلاف ہے حالانکہ معاملہ راٹھور صاحب کی زندگی پر بن گیا ہے لیکن نادر علی صاحب کے دل میں کوئی رحم نہیں ہے جبکہ تم راٹھور صاحب کے ہاتھوں دوبار

ذہنی کوفت کا شکار ہو چکی ہو........." میں نے گردن جھٹکتے ہوئے کہا.........

"چھوڑو شہریار انسان سے محبت کرنا سیکھو' انسان کو چاہو' چھوٹی موٹی غلطیاں ہم میں سے کون نہیں کرتا لیکن اس کے لئے انتقام تو نہیں لیا جاسکتا' ہمارے دل میں اس وقت راٹھور صاحب کے لئے وہی جذبہ ہے جو کسی بھی بے گناہ کے لئے ہوتا ہے- راٹھور صاحب کیا حامد فخری صاحب ہوتے یا کوئی اور صاحب بھی ہوتے اور مجرم ہوتے تو ظاہر ہے کسی بھی قیمت پر ہم انہیں بچانے کی کوشش نہیں کرتے- یہ کیا بات ہوئی کہ ایک شخص جرم کرتا ہے تو اسے موت کی سزا مل جاتی ہے اور دوسرا جو ہمارا پسندیدہ دشمن ہوتا ہے زندگی کے راستوں پر بدستور چلتا رہتا ہے اپنے جرم کے باوجود-" کافی دیر تک ہم لوگ اس تاثر میں ڈوبے رہے پھر میں نے شہریار سے کہا-

"میں ایک بار پھر نسرین سلطانہ سے ملنے کی کوشش کرتی ہوں اس وقت تک تم ایک دوسرا کام کرو' وہ یہ کہ بڑی احتیاط کے ساتھ کسی ایسے اجنبی شخص کو ارشاد علی کے پیچھے لگا دو جسے ارشاد علی نہ جانتا ہو- پولیس کا آدمی ہے- ہر شخص سے واقفیت رکھتا ہوگا- کچھ ایسے لوگوں کو منتخب کرو اس کام کے لئے جن کے بارے میں ارشاد علی کچھ نہ جانتا ہو اور احتیاط بھی کرنا ہوگی ان لوگوں کو وہیں کے لوگوں کی حیثیت سے کام کرنا ہوگا......... اجنبی ہوئے تو ارشاد علی چوکنا ہو جائے گا-" شہریار پرخیال انداز میں گردن ہلاتا تھا- پھر اس نے کہا-

"ٹھیک ہے باس یہ کام میں کرلوں گا-

"اگر ممکن ہو سکا تو ہم شہریار' ارشاد علی کو اغوا کرلیں گے.........؟"

"اغوا.........؟"

"ہاں......... ظاہر ہے اس سے معلومات بھی حاصل کرنا ہوں گی اور اسے منظرعام سے ہٹا کر بھی کام کرنا ہوگا اور اس کے لئے ہمیں ایک تھوڑی سی مجرمانہ کاروائی کرنا ہوگی' ویسے بھی یہ کیس چونکہ ہمارے پاس' میرا مطلب ہے تمہارے پاس نہیں ہے اس لئے سارے کام پرائیویٹ ہی کرنا ہوں گے- راٹھور صاحب کی زندگی کے لئے اور' حقیقی مجرم کو منظرعام پر لانے کے لئے........."

"فرض کرو اگر ارشاد علی کو اغوا کیا جائے تو ہم اسے پولیس لاک اپ میں تو نہیں لے جاسکتے.........؟"

"تم ایسی کوئی جگہ نہیں بنا سکتے جہاں اسے عارضی طور پر رکھا جاسکے.........؟"

"لو مشکل ہی کیا ہے' باآسانی ہو سکتا ہے یہ کام' کئی ایسے شناسا ہیں جن کے پاس ایسی جگہیں موجود ہیں اب اتنا بھی بے حقیقت نہ سمجھو' اپنے اس ڈی ایس پی کو........." شہریار نے کہا-

"اچھا پھر اٹھو' چلو راٹھور صاحب سے مل لیتے ہیں اور اس کے بعد میں اس بستی کی

طرف روانہ ہو جاؤں گی تم اپنے کاموں میں مصروف ہو جانا۔" میں نے مشورہ دیا اور شہریار اس کے لئے تیار ہوگیا۔ ہم پولیس ہیڈ کوارٹر چل پڑے اور تھوڑی دیر کے بعد راٹھور صاحب تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے راٹھور صاحب کی حالت واقعی قابل رحم ہوگئی تھی' بہت زیادہ مضحل نظر آرہے تھے......... خون بھی کافی کم ہوگیا تھا......... آنکھیں حلقوں میں دھنس گئی تھیں' ہونٹ خشک تھے اور یقینی طور پر وہ مستقبل کے اندیشوں کا شکار تھے۔ انسان ہر حالت میں اپنی ایک الگ فطرت رکھتا ہے محکمہ پولیس میں وہ ایک خطرناک آدمی تسلیم کئے جاتے تھے اور یقینی طور پر انہوں نے ایسے جابرانہ کارنامے انجام دیئے ہوں گے جن کے تحت ان کی شخصیت سے خوف محسوس کیا جاتا ہوگا لیکن اس وقت وہ اپنے خوف کا شکار تھے' درحقیقت اس کا بھی ایک پس منظر ہوتا ہے انسان کو برے لمحات میں اپنی برائیاں یاد آتی ہیں ورنہ اچھے وقت میں وہ اپنی تمام برائیوں کو بھولے رہتا ہے۔ راٹھور صاحب نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ ہمارا خیرمقدم کیا' مجھ سے تو وہ آنکھیں ہی نہیں ملا رہے تھے کہنے لگے۔

"بات کچھ نہیں ہے' بس کبھی کبھی ان سہاروں کو دیکھنے کو جی چاہتا ہے جن سے زندگی کی امیدیں وابستہ ہو جاتی ہیں۔ نادر علی صاحب صرف ایک راستے پر کام کر رہے ہیں اور وہ یہ ہے کہ کسی طرح مجھے پھانسی کے پھندے تک پہنچائیں......... میں نے ان کی گفتگو سے ان کے الفاظ سے یہی اندازہ لگایا ہے' میرے اہل خاندان بھی بہت پریشان ہیں ہمارے گھر میں سوگ پڑا ہوا ہے' لوگ مجھ سے ملنے آتے ہیں تو مجھے ایسی نگاہوں سے دیکھتے ہیں جیسے میں ان سے ہمیشہ کے لئے بچھڑ جانے والا ہوں' لیلیٰ میں آپ سے یہ سوال کرتا ہوں' کیا میں اب اپنے اہل خاندان کے درمیان کبھی واپس نہ جا سکوں گا........." راٹھور صاحب کی آواز میں نمی آگئی میں نے ہاتھ آگے بڑھا کر ان کے بازو پر رکھتے ہوئے کہا۔

"راٹھور صاحب آپ میرے بزرگ ہیں' میرے اپنے ہیں آپ سمجھ لیجئے کہ ہم لوگ اپنی زندگی میں ایسا نہیں ہونے دیں گے آپ اگر بے گناہ ہیں تو آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا' آپ اطمینان رکھئے۔"

"اگر کالفظ تم نے واقعی صحیح استعمال کیا ہے' بعض اوقات انسان عالم ہوش میں بہت سی باتوں کو نظرانداز کر جاتا ہے کسی اور مسئلے پر تم اگر یہ "اگر" کا لفظ استعمال کرتیں تو میں غالباً اس پر توجہ بھی نہیں دیتا......... لیکن اس وقت صورت حال ایسی ہی ہے لیلیٰ میں تمہیں بیٹی کہوں تو غلط نہیں ہوگا' بہن کہوں تو غلط نہیں ہوگا' مجھے ایک سنگدل بھائی یا چچا سمجھ لینا' جس نے تمہارے ساتھ آج تک بدتمیزی ہی کی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم اگر مجھے زندگی کی جانب لے جاؤ تو میں ان زیادتیوں کا ازالہ کروں گا......... لیکن اتنا ضرور کہتا ہوں کہ میں ان ساری زیادتیوں پر شرمندہ ہوں........."

"اس وقت ان الفاظ کا کیا موقع ہے راٹھور صاحب.........؟"

"دراصل......... دراصل......... اب مجھے دلوں کو گداز کرنے کی ضرورت ہے اپنے لئے رحم کے جذبے حاصل کرنا اب میری زندگی کا مقصد بن گیا ہے کیونکہ زندگی کے تار کسی کے رحم کے جذبے ہی سے وابستہ ہوگئے ہیں میرے لئے کام کرو' میں بے گناہ ہوں' یقین کرو میں بے گناہ ہوں' میں نے اسے قتل نہیں کیا' میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کسی دباؤ کا شکار تو نہیں ہوگئے تم لوگ۔ میرے لئے کچھ کر رہے ہو نا.........؟"

"ہم آپ سے وعدہ کر کے گئے تھے راٹھور صاحب اور اس وعدے کی پابندی ہمارے خون سے وابستہ ہے' ہمارے خاندان' ہماری نسل اور ہمارے ایمان سے وابستہ ہے' آپ ان ساری چیزوں پر اطمینان رکھیں ہم کسی بھی طرح آپ کو نظرانداز نہیں کریں گے........."

"میں تو نہیں' خدا تمہیں اس کا اجر دے گا۔ بڑا اطمینان ہوا ہے تم سے ملاقات کر کے' سب لوگ مجھ سے تعاون کر رہے ہیں سوائے چند لوگوں کے' شاہ صاحب سے میں نے درخواست کی تھی کہ مجھے ایک بار تم لوگوں سے ملوادیا جائے' بہت سکون ہوا ہے' خدا مجھے معاف کرے اگر میں کم از کم اس مسئلے میں سچا ہوں تو میری مدد کرے وہ اور تمہیں روشن راستے دکھائے........." راٹھور صاحب کا لہجہ بڑا ٹوٹا ہوا تھا ہم وہاں سے واپس آئے تو ہمارے دلوں میں نیا عزم تھا ہرچند کہ ان کی باتوں سے ہم افسردہ ہوگئے تھے اور اس کے بعد پروگرام کے مطابق میں اس بستی کی جانب چل پڑی' شہریار کو میں نے پولیس ہیڈ کوارٹر ہی میں چھوڑ دیا تھا.........

بستی میں داخل ہو کر میں نے کار ایک مناسب جگہ چھوڑ دی اور پیدل چل پڑی امید نہیں تھی کہ کامیابی حاصل ہوگی لیکن کوشش تو کرنا ہی تھی۔ خوش قسمتی سے اس وقت آس پاس بھی کوئی موجود نہیں تھا لیکن دروازہ بند تھا میں نے دھڑکتے دل سے دروازے پر دستک دی۔ تیسری دستک پر اندر سے آواز سنائی دی۔

"ارے کون ہے' دروازے توڑ دو گے کیا دھائیں دھائیں کئے جا رہے ہو' کھولتی ہوں نا' تھوڑا سا صبر کرو" آواز نسوانی ہی تھی لیکن بڑی خوفناک اور پھر دروازہ کھولنے والی خاتون بھی درحقیقت بے حد خوفناک تھیں' غیر معمولی طور پر بے حد لمبی چوڑی' چہرے پر بے پناہ کرختگی' انہوں نے خونخوار نگاہوں سے مجھے گھورا اور تیکھے لہجے میں بولیں........."

"کیا بات ہے' کون ہو تم.........؟"

"ارشاد علی صاحب تشریف رکھتے ہیں گھر پر؟"

"نہیں رکھتے' گئے ہوئے ہیں......... عورت نے برا سا منہ بنا کر کہا اور دروازہ بند کرنے کی کوشش کی۔ میں نے ایک قدم آگے بڑھاتے ہوئے کہا "سنئے تو سہی' بات نہیں سنیں گی آپ"

"کیا بات ہے بی بی' گھر کے سارے کام پڑے ہوئے ہیں مصیبت ہی ہے' جلدی کہو کیا

بات ہے؟"

"میں نسرین سلطانہ سے ملنا چاہتی ہوں۔"

کیا کام ہے تمہیں اس سے اور کہاں سے آئی ہو اور کون ہو تم.........؟"

"جی میں اس کی یونیورسٹی کی دوست ہوں' اس کی بہت گہری سہیلی ہوں"

"معاف کرنا بی بی' اس کے ساتھ ایک حادثہ پیش آگیا ہے اور میرے مرد نے منع کر دیا ہے مجھے کہ کسی کو اس سے نہ ملنے دیا جائے۔ مجبوری ہے اس نے ایک بار پھر دروازہ بند کرنے کی کوشش کی تب میں دو قدم اور آگے بڑھی اور دروازے سے اندر داخل ہوگئی۔

"مگر میرا اس سے ملنا بہت ضروری ہے........" عورت مرداری پر اتر آئی میری طرف گھور کر دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر بولی۔

"اب ٹھنڈی ٹھنڈی نکل جاؤ یہاں سے' میں بہت بری عورت ہوں جب میں نے تم سے کہہ دیا کہ میرے مرد کی اجازت نہیں ہے تو پھر تم نے گھر کے اندر قدم کیسے رکھا' کیا سمجھتی ہو' ڈاکہ ڈالو گی گھر میں' چلو نکلو یہاں سے"

مجھے یقین ہوگیا تھا کہ اگر میں نے فوراً ہی قدم باہر نہ نکال دیئے تو وہ ہاتھاپائی پر اتر آئے گی۔ پہلے بھی خدشہ تھا اس بات کا' ارشاد علی ہی کون سا شریف آدمی تھا کہ اس شریف عورت سے اور ملاقات ہوگئی۔ ایک ٹھنڈی سانس لے کر دروازے سے باہر نکل آئی۔ یقین ہوگیا تھا کہ تیل سیدھی انگلیوں سے نہیں نکلے گا اور اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ اس ترکیب پر عمل کیا جائے جو میرے اور شہریار کے درمیان طے ہوگئی تھی پھر وہاں رکنا بے کار ہی سمجھا میں نے خوا مخواہ خود کو دوسروں کی نگاہوں میں لانا مناسب نہیں تھا اور پھر اس بستی میں خطرات ہی زیادہ ہوسکتے تھے چنانچہ میں لار میں بیٹھی اور واپس چل پڑی........ بہت دیر تک سوچتی رہی کہ اب کیا کرنا چاہئے........ اور اس کے بعد آج کا کام ختم ہی کر دیا تھا اب جو کچھ بھی کرنا ہے کل ہی کیا جائے گا لیکن اب اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ رات کو اپنے بیڈروم سے میں نے شہریار کو ٹیلیفون کیا پہلے تو انتظار کیا تھا کہ شاید اس کا ٹیلیفون آئے لیکن جب وقت گزر گیا تو میں نے خود ہی اسے فون کیا شہریار گھر پر موجود تھا' میری آواز پہچان کر بولا........

"اوہو خیریت' یہ الٹی گنگا کیسے بہنے لگی........؟"

"شہریار میں ارشاد علی کے گھر پر گئی تھی" میں نے اس وقت شہریار کو فضول باتیں کرنے کا موقع نہیں دیا........

"خوب پھر کیا ہوا........؟"

"بھئی وہ تو بڑی خطرناک جگہ ہے........ میاں صاحب تو جو کچھ ہوں گے وہ تو ہوں گے ہی لیکن بیگم صاحبہ ان سے بھی کچھ دوچار ہاتھ آگے ہیں' شہریار تم نے ارشاد علی کی نگرانی پر

لوگوں کو لگایا نہیں........؟"

"حضور کا حکم اور میں اس سے انحراف کرتا' اس کی نگرانی ہو رہی ہے........"

"کل اسے اغوا کرلو" میں نے حتمی لہجے میں کہا۔

"ہوں........"

"اس کے بعد باقی صورت حال بعد میں سنبھالی جائے گی کل کس وقت مل رہے ہو........؟"

"جب کہو........؟"

"تو پھر یوں کرلو کہ کل صبح دس بجے ملاقات کرلو........"

"میں دفتر پہنچ جاؤں گی........" میں نے کہا۔

"اپنے دفتر........؟"

"ہاں........"

"ٹھیک ہے میں وہیں ملوں گا" شہریار نے کہا اور اس کے بعد کچھ رسمی گفتگو ہوئی' شہریار نے حسب معمول کچھ بے وقوفی کی باتیں کیں اور پھر ٹیلیفون بند کر دیا۔ دوسرے دن دس بجے جب وہ مجھے دفتر میں ملا تو بالکل سنجیدہ تھا۔

"جی اب بتاؤ کیا کرنا ہے........؟"

"ارشاد علی کو اغوا کرکے صرف بند کر دینا ہے اسے دراصل گھر سے ہٹانا ہے اور اس کے بعد ہم اسے میرا مطلب ہے اس کی بیوی کو اطلاع دیں گے کہ اس کا حادثہ ہوگیا ہے۔ ایک ایمبولینس کسی ہسپتال سے اس کے گھر بھیج دی جائے گی اور اس کی بیوی کو تفصیلات بتائی جائیں گی اور اس کے بعد اس کی بیوی کو بھی وہاں سے ہٹالیا جائے گا........ میں اس کے گھر کے قریب رہوں گی اور اس وقت میں نسرین سلطانہ سے ملاقات کر لونگی"........ شہریار نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے' تو پھر آج کا دن تو تمہیں میرے ساتھ ہی رہنا ہوگا میرا مطلب ہے ان تمام کاروائیوں کے دوران........"

"جیسا تم کہو یا پھر یوں کر لو میں دفتر میں موجود رہتی ہوں' اس دوران جب تم یہ سارے کام کرلو میرا مطلب ہے ارشاد علی کو حاصل کرنے کا کام' تو پھر مجھے دفتر ٹیلیفون کر دینا' تم جہاں کہو گے وہاں پہنچ جاؤں گی"

"ٹھیک ہے........" شہریار ہر طرح سے تعاون پر آمادہ نظر آرہا تھا........

پھر یہی ہوا' میں اپنے دفتر میں ہی رہی' تقریباً ساڑھے بارہ بجے مجھے شہریار کا فون موصول ہوا اس نے کہا ارشاد علی کو مناسب جگہ پہنچا دیا گیا ہے اور اس وقت میدان خالی ہے' ایمبولینس کا بندوبست بھی ہوگیا جو ارشاد علی کے گھر جا کر اس کی بیوی کو ارشاد علی کے حادثے کی اطلاع

دے گی اس کے لئے مجھے اس کے گھر کے آس پاس ہی موجود رہنا چاہئے۔

"یوں کرتی ہوں کسی مناسب جگہ پہنچ جاتی ہوں' وہاں سے میں اور ایمبولینس ساتھ ساتھ چل پڑیں گے.........."

"او کے" شہریار نے کہا اور پھر مجھے ایک جگہ کا پتا بتا دیا۔ میں دفتر سے باہر نکل آئی تھی اور تھوڑی دیر کے بعد میں کار اسٹارٹ کر کے اس جگہ پہنچ گئی' جہاں کا پتہ مجھے شہریار نے دیا تھا۔ میرے پہنچنے کے چند ہی لمحات کے بعد ایمبولینس بھی وہاں پہنچ گئی اور اس کے ساتھ شہریار کی گاڑی بھی۔ شہریار میرے پاس آگیا اس نے مجھے بتایا۔

"ایمبولینس میں موجود افراد کو یہ ہدایت کر دی گئی ہے' ویسے اس کی بیوی کو بھی کہیں لے جانا ہے یا بس ایسے ہی کسی مناسب جگہ چھوڑ دینا ہے۔

"اگر وہ ایمبولینس میں ہسپتال جانے کے لئے تیار ہو جائے تو پھر اسے جس ہسپتال کا پتہ بتایا جائے کم از کم وہاں تک ضرور پہنچا دیا جائے.......... میرا خیال ہے مجھے اپنے کام کے لئے پندرہ منٹ درکار ہوں گے۔ میں صرف نسرین سلطانہ سے ملنا چاہتی ہوں وہاں پہنچ کر اسے کوئی الٹا سیدھا پتہ بتا دیا جائے اور پھر ایمبولینس والے غائب ہو جائیں' بس اتنا سا کام کرنا ہے۔"

"او کے.......... میں نے انہیں ہدایت کئے دیتا ہوں۔" شہریار نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد تمام تیاریاں مکمل ہو گئیں' شہریار خود بھی میرے ساتھ اس بستی تک گیا تھا لیکن بعد میں وہاں سے واپس پلٹ آیا تھا کیونکہ پولیس کی وردی میں تھا اور اس وقت بستی والے پولیس کو مشکوک نگاہوں سے دیکھتے تھے۔

ایمبولینس اس جگہ پہنچ گئی جہاں ارشاد علی کا مکان تھا اور پھر دو آدمی نیچے اتر کر ارشاد علی کے دروازے پر پہنچ گئے۔ میں کافی فاصلے سے یہ نظارہ دیکھ رہی تھی.......... کام مرضی کے مطابق ہی ہوا.......... چند ہی لمحات کے بعد ارشاد علی کی بیوی ہانپتی کانپتی ایمبولینس میں جا بیٹھی اور ایمبولینس اسٹارٹ ہو کر وہاں سے چل پڑی۔ یہ بھی شکر تھا کہ اس نے محلے والوں کو جمع نہیں کر لیا تھا۔ میں تیر کی طرح اس کے گھر کی جانب چل پڑی اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا اس وقت گھر میں نسرین سلطانہ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہونا چاہئے تھا۔

دروازہ کھلا ہی ہوا تھا' میں آہستہ سے دستک دے کر اندر داخل ہو گئی' چھوٹے سے صحن میں پہنچ کر میں نے آواز لگائی.......... "کوئی ہے..........؟" اور ایک کمرے سے خوب صورت سی لڑکی باہر نکل آئی.......... ایک نگاہ دیکھنے سے ہی مجھے یہ اندازہ ہو گیا کہ یہ نسرین سلطانہ ہے.......... بکھرے ہوئے بال' قابل رحم چہرہ' سوجی ہوئی آنکھیں' عجیب و غریب کیفیت ہو رہی تھی اس کی' جسم پر میلا کچیلا لباس تھا ہونٹ خشک تھے اور چہرے سے نقاہت ٹپکتی تھی' مجھے دیکھ کر وہ کچھ کہنے کی کوشش کرنے لگی لیکن شاید اس کی آواز نہیں نکل پا رہی تھی۔ میں ہمدردانہ انداز میں اس کے قریب پہنچ گئی' میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"میرا نام لیلیٰ ہے' دو بار تم سے ملنے کی کوشش کر چکی ہوں لیکن تمہارے بھائی ارشاد علی اور تمہاری بھاوج نے مجھے تم سے ملاقات نہیں کرنے دی۔ میرا تعلق ایک اخبار سے ہے' پولیس کے لئے بھی کام کرتی ہوں تم سے کچھ معلوم کرنا چاہتی تھی' تمہارا نام نسرین سلطانہ ہی ہے نا..........؟" اس نے دہشت بھری نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا' میرا بازو پکڑ لیا پھر اس کے حلق سے بھنچی بھنچی چیخیں نکلنے لگیں' اس کی حالت بے حد خراب ہو گئی تھی اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا دھارا بہہ رہا تھا اور وہ کچھ کہنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن چیخوں کے علاوہ منہ سے کوئی آواز نہیں نکل رہی تھی۔

میں نے پوری طرح اسے سنبھالا اور صحن میں بچھے ہوئے ایک پلنگ پر بٹھا دیا اس کے بعد تیزی سے واپس پلٹی' دروازہ اندر سے بند کیا اور اس کے قریب پہنچ گئی۔

"بالکل بے فکر رہو نسرین' میں تمہاری ہمدرد ہوں' تمہاری مددگار ہوں' مجھے جو احساس تھا' تمہارے اس انداز سے اس کی تصدیق ہو رہی ہے۔ براہ کرم خود کو سنبھالو میں تمہارے شوہر کے موت کے سلسلے میں تم سے معلومات حاصل کرنا چاہتی ہوں۔" اس نے طاقت سے میرا بازو بھینچ لیا اور بمشکل تمام اس کے حلق سے بھنچی بھنچی آواز نکلی۔

"مجھے لے چلو۔ خدا کے لئے مجھے یہاں سے لے چلو.......... خدا کے لئے مجھے یہاں سے لے چلو.......... یہاں میں مر جاؤں گی۔ میرا دم گھٹ رہا ہے لے چلو.......... مجھے یہاں سے لے چلو.........."

میں نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا' یہ ایک خطرناک کام تھا لیکن اس کی حالت کے پیش نگاہ میں سب کچھ کرنے کو تیار تھی۔ غالباً" اسے کسی کے آجانے کا خدشہ تھا' ویسے بھی بالغ اور شادی شدہ لڑکی تھی اور اپنی مرضی کے مطابق سب کچھ کر سکتی تھی.......... چنانچہ ایک لمحے سوچنے کے بعد میں نے اس سے کہا۔

"اگر ممکن ہو سکے تو لباس تبدیل کر لو.........."

"نہیں نہیں وہ لوگ آجائیں گے.......... وہ لوگ آجائیں گے.........."

"نہیں کوئی نہیں آئے گا' تم بالکل بے فکر رہو' جاؤ لباس تبدیل کر لو.......... اپنا حلیہ درست کر لو.........." میں اسے بمشکل تمام اس کام کے لئے آمادہ کر سکی۔ لڑکی کچھ اس طرح بدحواس اور بے چین نظر آ رہی تھی کہ اس نے یہ بھی نہیں سوچا کہ کہیں میں اسے دھوکا تو نہیں دے رہی۔ اس کی حالت حد سے زیادہ خراب تھی' میں نے ایک لمحے کے اندر چند فیصلے کر لئے تھے چنانچہ جب اس نے لباس تبدیل کر لیا تو میں نے اسے ساتھ لیا اور دروازے سے باہر نکل آئی.......... وہ کافی دہشت زدہ نظر آ رہی تھی اکا دکا لوگوں نے اگر ہمیں دیکھا ہو تو دیکھا ہو لیکن میں نے کسی کی پرواہ نہیں کی اور اسے اپنی کار میں بٹھایا اور اس کے بعد چل پڑی.......... میں نے پورے اعتماد کے ساتھ ڈاکٹر تانیا کے کلینک کا رخ کیا تھا۔

ان تمام لوگوں پر مجھے بھرپور اعتماد تھا' یہ میرے دست و بازو تھے' ویسے بھی اس وقت ڈاکٹر تانیا اپنے ہسپتال ہی میں موجود ہوں گے' مجھے اس بات کا یقین تھا اور اس یقین کی تصدیق ہسپتال پہنچ کر ہوگئی اسپتال کے عملے کے تمام افراد مجھے پہچانتے تھے چنانچہ فوری طور پر میری پذیرائی کی گئی اور مجھے ڈاکٹر تانیا کے پاس پہنچا دیا گیا' نسرین سلطانہ کو بھی میں نے اپنے ساتھ ہی رکھا تھا.........

ڈاکٹر تانیا میرا نام سن کر ہی سنبھل گئے تھے اور انہوں نے مجھ سے زیادہ گہری نگاہوں سے نسرین سلطانہ کو دیکھا تھا- پھر وہ اٹھتے ہوئے بولے- "آؤ ان کا یہاں بیٹھنا مناسب نہیں ہے' کمرے میں لے چلتے ہیں انہیں........." نسرین سلطانہ اب بھی وحشت زدہ نظر آرہی تھی' میں نے اسے دلاسہ دیتے ہوئے کہا" ذرہ برابر فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے نسرین سلطانہ' اگر تمہارے دل میں کوئی خوف ہے تو یوں سمجھ لو کہ اب تم اپنے دشمنوں سے دور ہو" اس نے کوئی جواب نہیں دیا- ڈاکٹر تانیا اسے ایک کمرے میں لے گئے' بستر پر لٹایا اور چند لمحات اس کا جائزہ لیتے رہے پھر انہوں نے وہیں سے انٹرکام پر کچھ ہدایات دیں- تھوڑی دیر کے بعد ایک نرس آگئی' اس نے ڈاکٹر تانیا کی ہدایت کے مطابق نسرین سلطانہ کو دو انجکشن دیئے اور پھر جوس کا ایک گلاس اسے پلایا گیا- نسرین سلطانہ خاموشی سے ہماری ہدایات پر عمل کر رہی تھی اس کی کوشش سے اسے واقعی سکون محسوس ہوا تھا جس کے آثار اس کے چہرے سے جھلک رہے تھے......... ڈاکٹر تانیا نے چند لمحات کے بعد دور ہٹ کر مجھ سے پوچھا........." کیا قصہ ہے.........؟"

"آپ نے بروقت اقدام کیا ہے ڈاکٹر تانیا اس لڑکی کے بارے میں آپ نے کوئی اندازہ لگایا.........؟"

"کافی خراب کیفیت کا شکار ہے' انتہائی کمزور ہے اندر سے اور یوں لگتا ہے جیسے کسی حادثے کا شکار ہوگئی ہے"

"ہاں ایسی ہی بات ہے-"

"کون ہے یہ.........؟"

"بس ایک کیس میں ملوث ہے' اس سے کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتی ہوں' اس سے ملاقات کرکے اسے اس کی حالت کے پیش نگاہ سیدھا یہاں لے آئی ہوں' آپ اب اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں.........؟"

"نہیں......... میں نے اس کا معائنہ کر لیا ہے کوئی ایسی خطرناک بات نہیں ہے' نقاہت کمزوری اور اگر کوئی حادثہ ہوا ہے تو اس کے اثرات- ویسے مجموعی طور پر ٹھیک ہے-"

"تو پھر میں اس سے کچھ معلومات حاصل کروں گی"

"اوکے بے بی" ڈاکٹر تانیا نے کہا اور وہاں سے نکل گئے-

میں عجیب سی نظروں سے دروازے کو دیکھتی رہ گئی تھی ان لوگوں نے مجھے کتنا اعتماد بخشا تھا کتنا بھروسہ کرتے ہیں یہ مجھ پر' حالانکہ مجھ سے انہیں کیا ملا تھا- سچ یہ تھا کہ ایسے ہی لوگوں نے نیکی اور بدی میں توازن قائم کر رکھا ہے ورنہ زمانہ بہت برا ہے نسرین سلطانہ آنکھیں بند کیے لیٹی تھی میں اس کے پاس جاکر بیٹھ گئی میں نے اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا-

"نسرین کیسی طبیعت ہے؟" اس نے آنکھیں کھول دیں اور سہمی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی "تم تعلیمیافتہ ہو نسرین حالات کے بارے میں سوچ سکتی ہو اس کا تجزیہ کر سکتی ہو- مجھے اندازہ ہو چکا ہے کہ وہاں اس گھر میں تم کس قدر مجبور تھیں کتنی خوفزدہ تھیں وہاں کے ماحول سے میرے بارے میں پوری طرح جانے بغیر تم میرے ساتھ چلی آئیں- اب جب تم نے مجھ پر اعتماد کیا ہے تو اسی اعتماد کو قائم رکھتے ہوئے مجھ سے مزید گفتگو کرو- میں ایک بار پھر تمہیں اپنے بارے میں تفصیل سے بتادوں- میرا نام لبنیٰ ہے ایک اخبار میں نوکری کرتی ہوں اور پولیس سے میرا براہ راست تعلق ہے- میں تمہارے شوہر کے قتل کے بارے میں تم سے بات کرنا چاہتی تھی لیکن تمہارے بھائی اور بھاوج نے مجھ سے بہت سخت رویہ اختیار کیا اور مجھے تم تک نہیں پہنچنے دیا مجبوراً مجھے چالاکی کرنا پڑی اور انہیں گھر سے ہٹا کر میں تمہارے پاس پہنچ گئی- میں تم سے تمہارے شوہر کی موت کے کچھ حقائق معلوم کرنا چاہتی ہوں کیا تم میری مدد کروگی.........!"

نسرین سلطانہ کی آنکھوں میں آنسو امنڈ آئے اس کے ہونٹ کپکپانے لگے نتھنے پھولنے پچکنے لگے پھر اس نے رندھی ہوئی آواز میں کہا-

"مار دیا انہوں نے مار دیا آخر میرے انور کو انہوں نے آہ! اسے مار دیا وہ......... وہ" اس کی ہچکیاں بندھ گئیں میں اسے سنبھالتی رہی خوب رونے سے شاید اس کے دل کا غبار کچھ ہلکا ہوا' تو میں نے اسے چمکارتے ہوئے کہا-

"میں جانتی ہوں تم دونوں یونیورسٹی کے ساتھی تھے مجھے علم ہے کہ اس نے تمہارے لئے اپنے باپ کی دولت ٹھکرا دی تھی- ایک معمولی سی نوکری کرکے وہ تمہارے ساتھ خوش تھا-

"وہ وفاشعار تھا' قول کا پکا تھا' اس کے باپ نے کہا تھا کہ نیچ ذات بہرحال نیچ ذات ہوتے ہیں وہ غلطی کر رہا ہے مگر سچ کہا تھا انہوں نے ہم نیچ ذاتوں نے اسے قتل کر دیا- دولت کے لئے صرف دولت کے لئے"

"مجھے تفصیل بتاؤ نسرین......... براہ کرم مجھے تفصیل بتاؤ"

"میں اسے کہتی تھی "انور مخمل میں ٹاٹ کا پیوند نہیں لگتا' تمہارے والد مجھے قبول نہیں کریں گے تو وہ ہنس کر کہتا کہ نہیں نسرین یہ فرسودہ محاورے ہیں نہ تم ٹاٹ پیوند میں مخمل تم نسرین ہو اور میں انور- باقی رہے سعید نوری صاحب تو انہوں نے اپنی وابستگی کا سامنا کیا ہوا ہے زیادہ سے زیادہ وہ ہمیں اپنے گھر میں جگہ نہیں دیں گے- شہر وسیع ہے کہیں بھی گھر بنالیں گے اس نے نوری صاحب سے بات کی وہ تیار نہیں ہوئے تو اس نے گھر چھوڑ دیا- میرے بھائی سے

اس نے مردانہ وار بات کی اور ارشاد علی تیار ہوگیا۔ اس نے انور کا شانہ تھپکا تھا اسے ایک جرات مند مرد قرار دیا تھا اور پھر بڑی خوشی سے اس نے ہم دونوں کا نکاح کیا۔ اس سے پہلے ہی اس نے کہہ دیا تھا کہ ہمیں کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے گھر موجود ہے ہم بہت خوش تھے اس نے نوکری تلاش کرلی تھی کہتا تھا کہ ایک دن مجھے وہ سب کچھ دے گا جو میرا حق ہے ابتدا میں بس سنبھالے کی ضرورت ہے کچھ وقت گزر گیا پھر........ پھر........" اس نے چند سسکیاں لیں اور پھر بولی "پھر میرے بھائی نے اصل رنگ دکھایا اس نے مجھ سے کہا"

"اس بے وقوف کا اپنا کوئی بینک بیلنس نہیں تھا........؟"

"تھا مگر وہ سب کچھ اپنے باپ کے منہ پر مار آیا" میں نے فخر سے جواب دیا۔

"دنیا کے بارے میں کچھ جانتی ہو شہزادی کچھ اندازہ ہے کہ ہم نے تمہاری تعلیم کا شوق کیسے پورا کیا ہے"

"میں سمجھی نہیں بھیا........!"

"میرے حالات کا اندازہ نہیں تمہیں' لنگڑا ہو چکا ہوں معذور ہوں کچھ کر بھی نہیں سکتا۔ پینشن میں گزارا کہاں ہو سکتا ہے مجھے رقم چاہئے اس سے کہو اپنے باپ سے اپنا حصہ وصول کرے سب کچھ اس کی سوتیلی بہنوں کو مل جائے گا تمہارے ہاتھ کیا آئے گا"

"ہمیں کچھ چاہئے بھی نہیں بھیا"

"ہوش درست ہیں یا کردوں"

"بھیا کیا ہوگیا آپ کو" میں حیرت سے بولی۔

"تو بے عقل ہے تجھے کیا ملا مجھے کیا ملا محض ایک کلرک وہ تو کہیں سے بھی مل جاتا ہمیں"

"بھیا میں تو خوش ہوں"

"مگر میں خوش نہیں ہوں میں خود اس سے بات کروں گا" پھر ارشاد علی نے اس سے کہا۔

"تمہاری سوتیلی ماں کو خوب موقع مل گیا اب وہ اور اس کی بیٹیاں اس دولت سے ہمیشہ گلچھرے اڑائیں گی میری بہن کو کیا ملا' کوئی مضبوطی ہے اس کے لئے کچھ دیا ہے تم نے اسے........؟"

"میں اس کے لئے دن رات محنت کروں گا ارشاد بھائی"

"محنت۔ اس دور میں محنت جو کچھ دیتی ہے تم بھی جانتے ہو۔ میں تمہیں کچھ مشورے دینا چاہتا ہوں"

"کیا ارشاد بھائی؟"

"اپنے باپ سے ملو۔ اس سے اپنا ترکہ مانگو۔ میں ہر طرح تمہاری مدد کروں گا میرے ہر جگہ تعلقات ہیں کوئی گڑ بڑ ہوئی تو میں سنبھال لوں گا"

"نہیں ارشاد بھائی۔ میں یہ نہیں کر سکتا۔ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا"

"پھر بہت مشکل پیش آئے گی تمہیں۔ سارے خواب چکنا چور ہو جائیں گے تمہارے۔ غور کر لو یہ ضروری ہے" انہوں نے مجھ سے کہا۔

"میں دفتر سے ایک ہفتے کی چھٹی لے رہا ہوں نسرین۔ ہمیں گھر تلاش کرنا ہے ارشاد بھائی نے مجھ سے کچھ عجیب سی باتیں کی ہیں میں خود ان باتوں کو سن چکی تھی۔ میں نے اس سے اتفاق کیا لیکن میری بھاوج بھی کن سوئے لے رہی تھی بھائی کو سب کچھ معلوم ہوگیا تھا۔ صبح کو وہ سخت لہجے میں بولے۔

"تم دوسرا گھر تلاش کر رہے ہو انور"

"جی ارشاد بھائی جو کچھ آپ نے کہا ہے وہ میں نہیں کر سکتا" نسرین نہیں جاسکے گی تمہارے ساتھ میں نے اور میری بیوی نے اسے ماں اور باپ کی طرح پالا ہے اسے اپنی حیثیت سے بڑھ کر تعلیم دلائی ہے صرف اس لئے کہ اس کا مستقبل بہتر ہو۔ میں نے تمہارے راستے نہیں روکے لیکن تم پر بھی فرض ہے کہ اس کے لئے سوچو"

"ارشاد بھائی میں........"

"کچھ نہیں انور میاں۔ مجھے سختی پر آمادہ نہ کرو تمہیں اپنے باپ سے ملنا ہوگا ورنہ تم نہ یہاں رہ سکو گے اور نہ نسرین کو پاسکو گے" وہ بے حد پریشان ہوگیا پھر اسے کچھ یاد آیا اور وہ کوشش کرنے لگا پھر اس نے دو دن کے بعد ارشاد علی سے کہا۔

"ارشاد بھائی۔ ڈیڈی نے میرا دس لاکھ کا بیمہ کرایا تھا نو سال پورے ہو چکے ہیں بس ایک سال کچھ ماہ باقی ہیں ہر چند کہ وہ رقم بھی میں کبھی نہ لیتا مگر آپ کا اصرار ہے تو میں اس کے لئے کوشش کئے لیتا ہوں۔ میں نے کچھ کام کیا ہے کل اس کا نتیجہ ظاہر ہو جائے گا" پھر اس نے بتایا۔ میں نے نسرین کو بیمے کی رقم کے لئے نامزد کر دیا ہے۔ اب وہ رقم ڈیڈی کو نہیں بلکہ نسرین کو ملے گی۔ آپ اطمینان رکھیں۔ بس ایک سال کی بات ہے"

"ایک سال" ارشاد علی نے کہا۔ وہ خاموش ہوگئے بظاہر سکون ہوگیا تھا۔ مگر ایک وقت میں نے اپنے بھائی اور بھابی کی باتیں سنیں وہ کہہ رہے تھے ٹانگ نے ساتھ چھوڑ دیا ورنہ لکھ پتی بن چکا تھا مگر دماغ ابھی ٹھیک ہے کچھ کرنا ہے جمیلہ۔ کچھ کرنا پڑے گا"

"کیا کرو گے؟"

"یہ سسرا انور اگر کسی حادثے کا شکار ہو جائے تو دس لاکھ روپے مل سکتے ہیں مگر حادثہ"

"ایکسیڈنٹ کرادو کسی ٹرک والے سے کہہ کر۔ تمہارے جاننے والے تو ہوں گے" میری بھابی نے کہا۔

"کچا کام نہیں' کچا کام نہیں ہونا چاہئے"

"پھر کیا کرو گے"

"سوچنا پڑے گا" ارشاد علی خاموش ہوگیا۔ میں کانپ گئی تھی میری نظروں میں تاریکی ہوگئی تھی میرا بھائی میرا سہاگ اجاڑنا چاہتا تھا اس کا دل سیاہ ہوگیا تھا۔ کیا کروں کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ میں جانتی تھی کہ اگر ارشاد علی کو یہ بتادیا کہ میں نے اس کی باتیں سن لی ہیں تو وہ خاموشی سے میری گردن مروڑ دے گا۔ میں اس کی سنگدلی سے واقف تھی۔ اس نے انتقام کے طور پر اسی بستی کے ایک نوسال کے لڑکے کو گٹر میں ڈال کر ہلاک کر دیا تھا۔ اس کے باپ سے دشمنی ہوگئی تھی اس کی۔ لڑکا غائب ہوگیا اور پھر کئی دن کے بعد گٹر سے اسکی لاش دستیاب ہوئی۔ کسی کو ارشاد علی کا نام بھی نہیں معلوم ہوسکا۔ اس نے خود ہی بہت دن کے بعد بھائی کو اپنا یہ کارنامہ سنایا تھا۔

"اوہ - میرے خدا۔ وہ انسان ہے یا درندہ۔" میرے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔

"آہ۔ میں نے بھی اس کے اس جرم کی پردہ پوشی کی تھی۔ میں نے بھی تو کسی کو کچھ نہیں بتایا تھا۔ آہ کاش - میں اپنا فرض پورا کر دیتی۔ ایک بھیڑیے کو منظرعام پر لے آتی۔ مگر وہ میرا بھائی تھا۔ آہ میں" نسرین ایک بار پھر زاروقطار رونے لگی۔ میں سہمی ہوئی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

نسرین نے ارشاد علی کے بارے میں جو کچھ بتایا تھا اس نے میرے رونگٹے کھڑے کر دیئے تھے وہ اتنا درندہ صفت تھا کہ اس نے دشمنی کی بناء پر کسی معصوم بچے کو ہلاک کر دیا تھا۔ یہ انکشاف اس کی سگی بہن نے کیا تھا پھر نسرین نے کہا۔ "اس وقت مجھے ارشاد علی کے دل کا حال نہیں معلوم تھا ہم دونوں کے بارے میں اسے معلوم ہوا تو اس نے کوئی واویلا نہیں کیا کوئی سختی نہیں کی اس نے انور سے ملاقات کی اس سے باتیں کیں اس کے تمام حالات پوچھے اس نے وہ رنگ دکھائے جو میں......... آہ میری بزدلی نے مجھ سے میرا انور چھین لیا۔ کاش میں اسی وقت انور کو اس خطرے سے خبردار کردیتی۔"

"ہاں میں یہ پوچھنا چاہتی تھی۔ نسرین......... تم نے ان لوگوں کی باتوں کا تذکرہ انور سے نہیں کیا؟" میں نے پوچھا۔

"خدا مجھے غارت کر دیتا۔ کاش خدا مجھے غارت کر دیتا۔ ہمت نہیں کر سکی تھی اس کی........." اس نے سسکتے ہوئے کہا۔

"کیوں؟"

"خوف تھا مجھے۔ میں سوچتی تھی کہ انور کیا سوچے گا کہیں اسے میرے بھائی کے اس کردار سے نفرت نہ ہو جائے اور یہ نفرت کہیں میری طرف منتقل نہ ہو جائے۔ وہ بہت جذباتی تھا۔ بچپن سے اس کا دل دکھا ہوا تھا۔ اسے سوتیلی ماں سے نفرت تھی اور اس کی وجہ وہ صرف یہ

بتاتا تھا کہ اس کا باپ اپنی بیوی کے ساتھ خوش رہتا تھا جبکہ وہ انور کی ماں نہیں تھی۔ بہت الجھا ہوا تھا وہ اور مجھے اس کے نازک احساسات کا خیال تھا۔ البتہ میں اس سے یہ اصرار ضرور کرتی تھی کہ وہ یہاں سے نکل چلے۔"

"وہ کیا کہتا تھا؟"

"کوشش کر رہا تھا مگر حالات ساتھ نہ دے پا رہے تھے۔ کہتا تھا انتہائی مجبور ہو کر اس نے صرف میرے بھائی کا منہ بند کرنے کے لئے یہ گندی کوشش کی ہے۔ ورنہ وہ اپنے باپ کا ایک پیسہ قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔"

"پھر کیا ہوا نسرین؟"

"قتل کر دیا انہوں نے میرے انور کو۔ مار دیا انہوں نے اسے' یہ صلہ ملا اسے میری محبت کا' میرے لئے سب کچھ چھوڑ دینے کا' ہم نیچ لوگ ایسا ہی کرتے ہیں ہمارے لئے جذباتی ہونا موت خریدنا ہوتا ہے اس نے موت خریدی تھی میری شکل میں۔" نسرین نے ہیجانی لہجے میں کہا۔

"نسرین تمہیں علم ہے کہ ایک پولیس آفیسرنے اسے قتل کیا ہے۔"

"ارشاد علی پولیس میں رہ چکا ہے اس نے اکبر خان سے اسے قتل کرادیا ہے۔ اکبر خان پولیس کانسٹیبل ہے ہمارے محلے میں ہی رہتا ہے یہاں فائرنگ ہوئی کچھ لوگ بے گناہ پکڑ لئے گئے انور نے ان کی حمایت میں کچھ کہا تو اسے بھی پکڑ لیا گیا۔ اکبر خان ہمارے گھر آیا اور......... اور۔"

"ہاں نسرین آگے بولو......... آگے کہو۔" میں نے شدید ہیجانی انداز میں کہا نسرین نے نہایت سادگی سے وہ انکشاف کر دیا جو میرے ذہن میں موجود تھا۔

اکبر خان نے کہا کہ انور کو اس معاملے میں نہیں بولنا چاہئے تھا وہ مشکل میں پڑ جائے گا تو ارشاد علی نے اس سے کہا اکبر خان اس سے اچھا موقع نہیں مل سکتا۔ وہ تمہارا ہی تھانہ ہے نا' اکبر خان نے اعتراف کیا اور کہا انور سعید کو اس کے تھانے میں لے جایا جائے گا تو ارشاد علی بولا "ادمیرے یار......... لگتا ہے دس لاکھ کا چیک کیش ہونے جا رہا ہے۔" اور وہ دونوں باہر نکل گئے۔ میں نے یہ گفتگو سنی تھی مگر سمجھ نہیں پائی تھی .... پھر مجھے انور کی موت کی خبر ملی آہ' اس کی موت کی خبر سن کر مجھ پر قیامت ٹوٹ پڑی تھی مگر ارشاد علی اور جمیلہ بیگم ' میری بھابی بہت خوش تھے ان کی آنکھیں خوشی سے چمک رہی تھیں۔ میں نے ارشاد علی کے الفاظ سنے تھے۔ "اری کمبخت دنیا دکھاوا تو کر" وہ میرا نندوئی تھا پھر اکبر خان کی بیوی ہمارے ہاں آئی اور اس نے مجھے لپٹاتے ہوئے کہا۔

"ہائے نسرین تیرے بھائی نے تجھے ڈس لیا" اس وقت جمیلہ بھابی آگئی اور اس نے

اکبر خان کی بیوی کے بال پکڑ کر اسے باہر نکال دیا- دونوں میں ہاتھاپائی ہوئی اور اکبر خان کی بیوی چلی گئی- وہ پھر نہیں آئی نہ جانے اسپر کیا گزری رات کو میرے بھائی نے بتایا کہ انور تو پولیس کے تشدد سے مارا گیا اس نے محلے والوں کو پولیس کے خلاف خوب بھڑکادیا- اس طرح لوگ اس کام میں مصروف ہوگئے- مجھ سے کسی کو نہیں ملنے دیا تھا' جمیلہ بھابی سخت نگرانی کرتی تھیں میری یونیورسٹی کی دوست لڑکیوں کو اس حادثے کا علم ہوا تو وہ بھی مجھ سے ملنے آئیں' مگر نہایت سختی کے ساتھ انہیں واپس کر دیا گیا' میرے بھائی اور بھابی میری طرف سے خوف زدہ ہوگئے تھے' میں دعویٰ سے کہتی ہوں کہ انور پولیس تشدد سے نہیں مارا گیا اسے پولیس لاک اپ میں قتل کرایا گیا ہے اور اس قتل میں پولیس کانسٹیبل اکبر خان کا ہاتھ ہے' میرے بھائی ارشاد کا ہاتھ ہے' اگر تحقیقات کی جائیں تو یہ بات کھل جائے گی' صاف پتہ چل جائے گا کہ کیا ہوا ہے' آہ انہوں نے میری بینائی چھین لی' انہوں نے میری آنکھوں کی روشنی چھین لی' انہوں نے میرے سر کا سایہ چھین لیا-"

کیا تم اپنا یہ بیان تحریر میں دے سکتی ہو؟"

"مجھے کسی چوراہے پر لے جا کر کھڑا کر دو میں چیخ چیخ کر یہ ساری تفصیلات ایک ایک فرد کو بتادوں گی- میرے بھائی اور بھاوج میرے ہمدرد نہیں ہیں' وہ میرے کوئی بھی نہیں ہیں- انہوں نے ڈاکہ ڈالا ہے ہمارے گھر میں......... میرے دس لاکھ روپے لوٹے ہیں' میرے انور کو قتل کر دیا ہے- ان ڈاکوؤں سے میرا کوئی واسطہ نہیں ہے ان کی زندگی سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے"

نسرین کے تیار ہونے پر میں نے فوری طور پر انتظامات کئے ڈاکٹر تانیا کو بھی اپنے پاس طلب کرلیا اور ان کی موجودگی میں نسرین نے اپنے ہاتھوں سے یہ بیان کاغذ پر لکھ کر مجھے دیا- گواہ کے طور پر ڈاکٹر تانیا کے دستخط ہوگئے تھے پھر میں نے اس سے کہا کہ وہ یہاں اس ہسپتال کے کمرے میں آرام کرے اگر وہ واپس اپنے گھر جائے گی تو اس کے ساتھ جو سلوک ہوگا وہ جانتی ہے جواب میں نسرین کہنے لگی-

"مجھے کسی سلوک کا کوئی خوف نہیں ہے' ارشاد علی زیادہ سے زیادہ مجھے قتل کردے گا نا' مرنا تو میں دل سے چاہتی ہوں- لیکن اپنے انور کے قاتلوں کو سزا دلوانے کے بعد' مجھے اب کوئی خوف نہیں ہے' تم مجھے بتاؤ' مجھے کیا کرنا چاہئے"

"اس اعتراف کے بعد تمہیں کچھ وقت یہاں گزارنا ہوگا' بے فکری سے اس ہسپتال میں رہو اور ہم سے پورا پورا تعاون کرو' ہم تمہارے ہمدرد ہیں-"

"میں تیار ہوں........." ڈاکٹر تانیا کو پہلی بار اس بیان کے دوران صورت حال کا علم ہوا تھا

بعد میں ان کے کمرے میں جاکر میں نے انہیں تفصیلات بتائیں-

"نسرین کو یہاں رکھنا ہوگا-" میں نے کہا-

"بالکل اس کی طرف سے بے فکر ہو جاؤ-" ڈاکٹر تانیا نے کہا اور میں بے فکر ہو کر وہاں سے نکل آئی-

شہریار اپنا کام کر رہا تھا ارشاد علی اس کے قبضے میں تھا- اس کی بیوی جمیلہ بالاخر پریشان ہو کر گھر واپس چلی گئی ہوگی اور اسے گھر جاکر نسرین کی گمشدگی کا علم ہوا ہوگا- ظاہر ہے کہ وہ ہنگامہ کر رہی ہوگی ارشاد علی کے بارے میں مجھے معلوم تھا کہ شہریار اسے میری اجازت کے بغیر نہیں چھوڑے گا- اس لئے اب مجھے دوسرا کام کرنا تھا- میں وہاں سے سیدھی جاوید قریشی کے پاس پہنچ گئی- یہ شخص بھی بیشتر معاملات میں میرا بڑا معاون رہا تھا- شکر تھا تھانے میں مل گیا-

"زہے نصیب ان دنوں ہمارے تھانے کی تقدیر عروج پر ہے" اس نے مسکراتے ہوئے کہا-

"اکبر خان کانسٹیبل کہاں ہے-" میں نے پوچھا-

"گارڈ ڈیوٹی پر ہے......... بلاؤں-"

"نہیں-" تم سے ایک کام ہے-

"بسرو چشم" اس نے گردن خم کرکے کہا-

"اس کی ڈیوٹی کب ختم ہوگی-"

"رات کو نو بجے-"

"اسے روکنا ہے' بلکہ اس کی نگرانی کرنی ہے فرار نہ ہونے پائے' اشد ضروری ہے-"

"ہو جائے گا فکر نہ کریں' کچھ اور پوچھ سکتا ہوں-"

"صرف اتنا بتا سکتی ہوں کہ راٹھور صاحب کیس ہے اور بہت جلد یہ مسئلہ حل ہو جائے گا"

"اس کا تو مجھے یقین تھا' خیر اس سے زیادہ کچھ نہیں پوچھوں گا خلاف آداب-"

"اکبر خان اب تمہاری ذمے داری ہے کسی اور کو بھی بھنک نہ ملنے پائے ورنہ بات بگڑ جائے گی-"

"یہ کام میں خود کرونگا اور جب بھی آپ کو اس کی ضرورت ہوگی اسے آپ کی خدمت میں پیش کر دونگا-"

"بے حد شکریہ' اب میں چلتی ہوں" میں نے مسکرا کر کہا اور پھر یہاں سے چل پڑی-

اکبر خان کے گھر کا پتہ جاوید سے پہلے ہی معلوم کر چکی تھی نسرین کے ایک جملے نے ہمت

بندھائی تھی یعنی اکبر خان کی بیوی نے اس سے کہا تھا کہ نسرین تجھے تیرے بھائی نے ڈس لیا۔ عورت کام کی ثابت ہو سکتی تھی چنانچہ اب اس سے ملنا ضروری تھا لیکن اس سے پہلے شہریار کو ارشاد علی کے سلسلے میں ہوشیار کرنا ضروری تھا۔ راستے میں ایک میڈیکل اسٹور سے اسے اس کے دفتر میں فون کیا اور وہ مل گیا۔

"کہاں غائب ہو بھئی' دوبار گلبدر کو فون کیا ہے' اخبار کے دفتر میں بھی پوچھا تھا۔"

"اور تم آفس میں گھسے ہوئے ہو آفیسر۔"

"سڑکوں پر گشت کروں گا تو تمہیں ہی ناگوار گزرے گا کہاں سے بول رہی ہو۔"

"ایک میڈیکل اسٹور سے' ارشاد علی کا کیا ہوا۔"

"ابھی تک تو کچھ نہیں ہوا۔ البتہ اسکی بیوی کے سلسلے میں میرے پاس رپورٹ موجود ہے اسے ہسپتال چھوڑ دیا گیا تھا وہ وہاں ایک گھنٹے تک ارشاد علی کو تلاش کرتی رہی پھر واپس چلی گئی۔ تمہارا کام ہو گیا۔"

"ہاں کافی حد تک' اب تمہیں ارشاد علی کو روکنا ہے۔"

"اوہ روکنے سے تمہاری کیا مراد ہے۔"

"اسے چھوڑنا نہیں ہے' جب تک ہمارا کام مکمل نہ ہو جائے۔"

"ٹھیک ہے کام کب تک مکمل ہو جائے گا؟"

"یہ خدا بہتر جانتا ہے ویسے تمہارا کیا پروگرام ہے؟"

"کوئی خاص نہیں ابھی دفتر میں ہوں یہاں سے اٹھا تو گلبدر کو فون کر کے بتادوں گا کہ کہاں ہوں۔"

"اوکے شہریار" میں نے فون بند کیا پیسے دیئے اور میڈیکل اسٹور سے باہر نکل آئی۔ میری کار ایک بار پھر بستی کی طرف چل پڑی۔ یہاں کافی احتیاط کی ضرورت تھی پتہ نہیں ارشاد علی کی بیوی نے نسرین کو نہ پا کر محلے میں کیا ہنگامہ برپا کیا ہو۔ کار بہت دور کھڑی کر کے پیدل چل پڑی۔ اکبر خان کے گھر کی تلاش میں چھوٹے چھوٹے بچوں سے رابطہ کیا تھا کسی بڑے کو مخاطب نہیں کیا تھا بالآخر پہنچ گئی۔ گھر کا دروازہ ایک نوجوان عورت نے کھولا تھا جس کی بائیں آنکھ کے نیچے رخسار پر ایک پتلا نشان نظر آ رہا تھا۔ تھوڑی پر ٹیپ چپکا ہوا تھا۔ پیشانی پر کھرنڈ جما ہوا تھا' کھردرے چہرے والی تیز و طرار عورت تھی میں نے مسکرا کر اسے سلام کیا تو وہ بولی میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔"

"میں بیگم اکبر خان سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"بیگم" اس نے کسی قدر حیران نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر بولی۔ "میں اکبر خان کی

بیوی ہوں۔"

"آپ ہی سے تو ملنے آئی تھی میں۔" میں نے مسکرا کر کہا لفظ بیگم نے شاید اسے خوش کر دیا تھا پھر اس نے پیچھے ہٹتے ہوئے مجھ سے کہا "آؤ اندر آجاؤ۔"

میں نے ارشاد علی کی بیوی کو دیکھا تھا' سخت خطرناک عورت معلوم ہوتی تھی اور دوسری خاتون یہ تھی کم یہ بھی نہیں لگتی تھیں' لیکن اس کے چہرے کے نشانات نے مجھے ذرا چونکا دیا تھا۔ یقیناً یہ مار پیٹ کے نشانات تھے میں اندر داخل ہو گئی۔ چھوٹا سا گھر تھا لیکن اسے سجانے اور سنوارنے کی کوشش کی گئی تھی اور خاصا سامان اس جگہ سمایا ہوا تھا۔ میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہاں آپ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے"

"اس کی فکر چھوڑو......... یہ بتاؤ کون ہو اور کیوں ملنا چاہتی تھیں مجھ سے؟"

"دیکھیں بیگم صاحبہ میرا تعلق ایک اخبار سے ہے اور میں اخبار میں رپورٹنگ کرتی ہوں آپ سے ایک خاص سلسلے میں تھوڑی سی معلومات حاصل کرنی تھیں۔"

"ارے کس نے کہہ دیا تم سے کہ ہم بیگم صاحبہ ہیں' نالی کے کیڑے ہیں نالی کے کیڑے......... ہم لوگ سمجھیں' اس گندی سی بستی میں بیگمات کہاں رہتی ہیں' بیگمات تو کوٹھیوں میں ہوتی ہیں۔ میرا نام رفعیہ ہے کہو اخبار کے لئے مجھ سے کیا معلوم کرنا چاہتی ہو۔"

"بیگم صاحبہ' معاف کیجئے گا رفعیہ بیگم آپ کے پڑوس میں ایک شخص رہتا تھا انور سعید' بے چارہ قتل ہو گیا اور آپ کے شوہر اکبر خان صاحب اسی تھانے میں تعینات ہیں جہاں یہ واقعہ پیش آیا ہے۔ شوہر بیویوں کو بہت کچھ بتادیتے ہیں' میں آپ کا انٹرویو کرنے آئی تھی اور یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ کیا آپ کے شوہر نے آپ کو اس قتل کے بارے میں کچھ بتایا ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ رفعیہ بیگم صاحبہ کہ شوہر بیویوں سے بہت محبت کرتے ہیں اور انہیں دفتروں میں ہونے والی باتیں بھی بتادیتے ہیں۔ ہمارے اخبار کو آپ کے ذریعے کچھ معلومات حاصل ہو گئیں تو ہماری نوکری بھی قائم رہے گی اور ہم آپ کو دعائیں دیتے رہیں گے' آپ چاہیں تو میں اپنے اخبار میں ایک فوٹو بھی چھاپ سکتی ہوں آپ کا۔"

"ارے گٹر میں ڈالو ہمارے فوٹو کو اور ہمارے انٹرویو کو......... ہماری مصیبت کی کہانی لکھنا چاہتی ہو تو ضرور لکھو۔ بلکہ مجھے تو ایسے کسی آدمی کی تلاش تھی جو میرے سینے کی لگی بجھادے' جہنم سلگ رہا ہے میرے سینے میں جہنم' میں بھی اب بدلے لینے پر اتر آئی ہوں' ساری زندگی گزر گئی اسی طرح مار کھاتے ہوئے' ستم سہتے ہوئے' ماں باپ کم بخت اندھے ہوتے ہیں' خدا انہیں غارت کرے' جہاں دل چاہا بے زبان لڑکیوں کو پکڑا اور کمر پہ لات مار دی کہ جاؤ جہنم میں جا گھسو' جلتے رہو' سلگتے رہو' تم ہی کمو کیا پیدا کرنے کے بعد یہ فرض نہیں ہے کہ اولاد کے

مستقبل کا بھی خیال رکھیں کم از کم کسی ایسے کے پلے تو باندھیں جو تھوڑا بہت انسان ہو- ارے جس دن سے اس گھر میں آئی ہوں' سکون کا ایک سانس نہیں لیا- میاں پولیس میں تھا' پولیس والوں کے لچھن ارے کوئی میرے دل سے پوچھے' زمانے بھر کا بدمعاش' ارے کیا کیا نہ برداشت کیا میں نے اس گھر میں رہ کر' میری آنکھوں کے سامنے برائیں ہوتی رہیں' جوئے کھیلے گئے' بری عورتیں گھر میں آتی رہیں اور کبھی زبان کھولی تو دیکھ رہی ہو یہ......... یہ نشان دیکھ رہی ہو تم' کب تک برداشت کروں' لوگ کہتے ہیں بیویوں کو صبروسکون کے ساتھ شوہر کا ساتھ دینا چاہئے' ارے انسان تو انسان ہی ہے- دل میں چھالے پڑ جائیں تو کب تک ان کی جلن برداشت کی جائے' ایک وقت پر تو زبان کھلتی ہے' بیٹھو بی بی بیٹھو بتاتی ہوں تمہیں ساری کہانی......... ذرا دروازہ بند کر آؤں......... کہیں وہ آ ہی نہ جائے-" خاتون آگے بڑھیں' دروازہ تھا ہی کتنے قدم پر' جا کر بند کر دیا- مگر میرے دل میں ٹھنڈک اتر رہی تھی-

تقدیر میرا ساتھ دے رہی تھی اور ہمیشہ ہی دیتی تھی ایسے راستے نکل آتے تھے کہ میرا کام بن جاتا تھا- خاتون دروازہ بند کر کے میرے سامنے آ بیٹھیں- پان کھانے کی شوقین تھیں بڑی سی پٹاری نکالی اور سامنے رکھ کر بولی- "پان کھاؤ گی؟"

"جی نہیں' بس چھالی کے دو دانے دے دیجئے" میں نے ان خاتون کو شیشے میں اتارنے کیلئے کہا حالانکہ زندگی میں کبھی چھالی نہیں کھائی تھی- مگر ان کی وجہ سے محبت اور قربت پیدا کرنے کی وجہ سے' چھالی منہ میں ڈالنا پڑی اور میں ان کی جانب متوجہ ہو گئی-

"میں سناتی ہوں تمہیں قصہ اور قصہ ہی نہیں سناؤں گی ثبوت بھی دوں گی- میاں جی بڑے پولیس والے بنتے ہیں' بڑے مجرموں کے سراغ لگاتے ہیں پتہ چلے گا انہیں کہ کیسے جال میں کوئی پھنستا ہے میں بتاتی ہوں' تمہیں سنو- بے چارہ انور' بے چاری نسرین' ارے ایسی بے زبان لڑکی' بھائی نے کالج میں تو پڑھا دیا لیکن مقصد دوسرا ہی تھا اس کا' ارے غلیظ بستی کا گندا آدمی تھا' ٹانگ ٹوٹا کم بخت' دل میں نجانے کیا کیا خیالات لئے بیٹھا تھا- وہ انور بے چارہ اس کی یونیورسٹی میں پڑھتا تھا- ارے وہیں سے چکر چل گیا' بڑے گھر کا تھا پر ساری دولت پر لات مار کر آ گیا' مگر یہ نہیں جانتا تھا کہ کن لوگوں میں آ رہا ہے' نسرین اپنی طبیعت سے بہت اچھی لڑکی ہے سارے محلے کے کام آنے والی- اتنی پڑھی لکھی ہے' میرے میکے کے سارے خط وہی لکھتی تھی بے چاری' کبھی پیشانی پر شکن جو ڈالی ہو' جو چاہو لکھوا لو اور جب چاہو لکھوا لو' بڑا دکھ ہے مجھے اس کے بیوہ ہو جانے کا' اور اس کا کم بخت بھائی' وہ لنگڑا مردود' وہی تو اس کے میاں کا قاتل ہے- بی بی ہم سے پوچھو ہم سے اتنا بڑا راز چھاتی میں چھپائے بیٹھے ہیں کیا کریں' وہ بھی پھنس رہا ہے اس میں' مگر مگر پھنسنے دو جی- برا ماں باپ نے کیا- میں نے تو نہیں کیا تھا' کب تک سہتی

رہوں یہ چارچوٹ کی مار' ارے جب دیکھو جوتی اٹھاتا ہے شروع ہو جاتا ہے کیسے نشان دکھاؤں تمہیں اپنے بدن کے' ربڑ کی چپل سے مارتا ہے اور ایک چپل جب بدن پر پڑتی ہے تو چوبیس گھنٹے اس جگہ جلن ہوتی رہتی ہے' ۳۶ نشان ہیں میرے بدن پر' ساری تقدیر ہی پھوٹی تھی کیا کرتی مگر اب صبر نہیں ہوتا- ارے لکھ دو اخبار والی بی بی میری کہانی- میرا میاں اکبر خان اس لنگڑے کا دوست ہے اور وہ کمبخت مارا' ٹانگ چلی گئی مگر کرتوت ختم نہ ہوئے- بری عادتیں نہ چھوٹیں اللہ کے غضب سے نہ ڈرا وہ- میرے میاں سے سارے مشورے کرتا تھا بہن کی شادی کا مشورہ بھی اس نے اکبر خان سے کیا تھا- کہنے لگا ابھی اس کے پاس پلے کچھ نہیں ہے مگر اکیلا لونڈا ہے اپنے باپ کا ماں سوتیلی ہے دو بہنیں ہیں اس کا حصہ بھلا کون چھینے گا' میرے میاں نے کہا فوراً" شادی کر لو آسامی ہاتھ سے نہ نکل جائے اور بی بی شادی ہو گئی- مگر اس لنگڑے کو جوا کھیلنے اور عیاشی کرنے کیلئے مال کہاں سے ملتا- کوئی بیمہ ویمہ تھا اس لونڈے کا' چکر چلتے رہے اکبر خان سے میں نے رو کر کہا اللہ سے ڈرو اکبر خان' تم ان چکروں میں نہ پڑو مگر اکبر کہاں مانتا یار کی یاری جو پیاری تھی- ارے نسرین کو بیوہ کر دیا دونوں نے مل کر-"

"دونوں نے" میں نے پوچھا-

"ہاں دونوں نے' میں بھی شیخ کلن کی لونڈیا ہوں کچی گولیاں نہیں کھیلیں میں نے' رکو تمہیں بتاتی ہوں-" رفیعہ بیگم اپنی جگہ سے اٹھیں اندر گئیں اور کچھ دیر کے بعد ایک ٹیپ ریکارڈ لئے واپس آ گئیں- اس میں غالباً" بیٹری پڑی ہوئی تھی انہوں نے ٹیپ ریکارڈر میں لگا کیسٹ ریوائنڈ کیا اور پھر اس کا پلے بٹن دبا دیا- اس سے آوازیں ابھرنے لگیں-

"کام ہو گیا بادشاہ-"

"ارے جیتا رہ میری جان' جلدی بتا میرا سانس پھول رہا ہے-" یہ آواز ارشاد علی کی تھی جسے میں نے پہچان لیا-

"ایس پی صاحب غصے میں آ گئے تھے' تینوں کو چھوڑ دیا اسے بند کر دیا-"

"پھر؟"

"گارڈ ڈیوٹی میری نہیں تھی تجمل خان ڈیوٹی پر تھا مگر وہ چائے پینے چلا گیا- بس کام بن گیا- میں تالا کھول کر اندر گیا اور پھر ایک ہی ہاتھ میں لمبا کر دیا بھوتنی والے کو-"

"کیسے؟"

"دل پر گھونسہ مارا تھا' نیں ہو گیا-" دوسری آواز نے کہا-

"پکا کام ہو گیا نا-"

"یار تجربہ بھی کوئی چیز ہوتی ہے-"

"پھر بھی تصدیق ہو گئی کیا؟"

"اب لاش بھی ہسپتال چلی گئی- کیس ایس پی صاحب پر بنے گا-"

"ارے زندہ باد اکبر خان تو نے یاری نبھادی ہے- تیرا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گا؟"

"اب کیا ارادہ ہے؟"

"تیرے ایک لاکھ روپے پکے اکبر خان ' بس کچھ وقت لگے گا-"

"کتنا وقت لگ جائے گا؟"

"دیکھ پیارے ابھی کیس اوپن ہوگا- ایس پی صاحب کی ٹنگڑی بنے گی اس کے باپ کو پتہ چلے گا پھر میری بہن کی فریاد اخباروں میں آئے گی ہو سکتا ہے کہ اس کے باپ سے بھی کچھ ہاتھ آجائے ورنہ دس لاکھ روپے کا بیمہ تو ہے ہی اس کی بیوہ کا- اور اس میں سے ایک لاکھ تیرے"

"وقت بہت لگ جائے گا-"

"رقم بھی تو تگڑی ہاتھ آئے گی-"

"یار کچھ ایڈوانس تو دے دو-"

"یہ پانچ سو روپے رکھ لے' حساب سے الگ مٹھائی کھانے کیلئے" پھر ہنسی کی آواز سنائی دی-

"اچھا چلتا ہوں-" آواز بند ہوگئی اور رفعیہ بیگم نے ٹیپ بھی بند کردیا- میری آنکھیں حیرت سے پھٹی ہوئی تھیں یہ تو پورا اعتراف نامہ تھا- ناقابل تردید ثبوت مگر- رفعیہ بیگم نے کہا-

"ایسے ایسے کیسٹ ہیں میرے پاس کہ سنوگی تو شرم سے منہ لال ہو جائے گا- یہ میرا دل گردہ ہے کہ ماں باپ کی عزت نبھائے جارہی ہوں-"

"مگر رفعیہ بیگم ' یہ باتیں آپ نے کیسے ریکارڈ کرلیں؟"

"پکی بیٹھی ہوں پھوڑے کی طرح- یہ سارے مردوے اپنی بیویوں کو الو سمجھیں ہیں کس سے دکھڑا روتی تو وہ میری چلنے دیتا- پار سا بن جاتا کوئی ثبوت تو ہوتا پولیس افسر صاحب کے خلاف- میں نے یہ ترکیب کرلی- یہ ٹیپ ریکارڈ چارپائی کے نیچے چھپادیا اس میں کیسٹ لگادی- ریکارڈ کرنے والے دونوں بٹن دبا دیئے اور ایک کھولنے اور بند کرنے والے مائیک کا تار لمبا کر کے ٹیپ ریکارڈ میں لگالیا پھر اسے نالی سے نکال کر اپنے پاس رکھ لیا جب بھی یہاں محفل جمی میں نے وہیں بیٹھے بیٹھے آگے سرکا لیا اور اندر کی باتیں کیسٹ پر ثبوت ہیں میرے پاس ان کی برائیوں کے کہ چھٹی کا دودھ یاد آجائے میاں جی کو- ایسے کیسٹوں کی تعداد تیس کے قریب

ہے-"

"آپ بہت عظیم ہیں رفعیہ بیگم' آپ جیسی عورت ہونا مشکل ہے- یہ سب کیسے برداشت کررہی ہیں آپ؟" میں نے اپنے کام کا آغاز کردیا-

"اب گھڑا بھر چکا ہے بی بی- بہت ہوگئی' بس اب بہت ہوگئی- میں بھی چھٹکارا چاہتی ہوں- بے اولاد ہوں کہیں بھی پڑی رہوں گی- اب یہ مار نہیں سہی جاتی-" رفعیہ بیگم نے کہا-

"کیسے ہیں اکبر خان صاحب' ارشاد علی تو اپنی بیوی کو ہاتھ بھی نہیں لگاتا" میں نے کہا-

"وہ ہاتھ لگائے گا' مجنوں تو ہے وہ' بیوی جو کہتی ہے وہی کرتا ہے مجال ہے اس کی آنکھ کے اشارے سے ہٹ جائے-"

"جمیلہ اپنے شوہر کو نہیں روکتی-"

"کیوں روکے گی- خوب کھاتی ہے خوب پہنتی ہے اچھے سے اچھا ملتا ہے- میاں بھاڑ میں جائے اس کا کام چلتا رہے-"

"اور ایک آپ ہیں یہ نشان بھی مار کے لگتے ہیں" میں نے کہا-

"تو اور کیا' نسرین کا میاں پکڑا گیا رات کو پولیس لے گئی اسے' ارشاد اور اکبر میں مسکوٹ ہوئی- صبح ہی صبح ارشاد اکبر کے پاس آیا اور اکبر نے اسے یہ رام کہانی سنائی- بعد میں مجھے پتہ چلا کہ نسرین کا میاں مرگیا ہے- ہائے کیسا پیارا جوان تھا میرا تو دل رودیا- نسرین کے پاس گئی اور میں نے تو صاف کہہ دیا کہ تجھے تیرے بھائی نے ڈس لیا ہے- مگر جمیلہ خود اپنے میاں کے ساتھ شریک تھی- مجھ سے لڑی کمبخت ماری' ہاتھا پائی پر اتر آئی اور مجھے گھر سے نکال دیا- پول جو کھول رہی تھی- کچا چٹھا جو سامنے آرہا تھا- مگر مجھے اس کا اتنا رنج نہ ہوا وہ تو غیر تھی مگر اس کے کہنے سے اکبر نے مجھے مارا- ہائے یہ برداشت نہیں ہوتا-"

"آپ کے دکھ پر میرا دل رو رہا ہے رفعیہ بیگم' کاش میں اکبر خان کو سمجھا سکتی"- میں نے درد بھرے لہجے میں کہا-

"اللہ سمجھائے گا اسے- اب تو اس سے اللہ ہی سمجھے گا- چھوڑوں گی نہیں اب اسے گھڑا بھر گیا ہے اس کا' ارشاد علی کے ہاں پہنچا دونوں میاں بیوی نے کان بھرے اور واپس آکر مجھ پر پل پڑا- کیا دکھاؤں تمہیں اپنے بدن کے نشان بی بی- یہ تو اوپری چوٹیں ہیں؟"

"آہ' میں آپ کیلئے کیا کروں سمجھ میں نہیں آتا-"

"میری یہ کہانی چھاپ دو اخبار میں' میری فریاد چھاپ دو' ٹھہرو میں تمہیں سارے کیسٹ دیتی ہوں- انہیں ثبوت کے طور پر رکھو سننا انہیں اور میری فریاد دنیا کو سنادینا-" وہ اٹھ گئی میں نے آنکھیں بند کرلیں- ایک ستم رسیدہ عورت بغاوت پر اتر آئی تھی- ایک خون سر

چڑھ کر بول رہا تھا' گنہگاروں کے لئے آسمان سے سزا تجویز ہو گئی تھی- ایک بے گناہ کی دادرسی ہو رہی تھی اور یہ سب عوامل تھے' ذرائع تھے یہی قانون قدرت ہے- اس اہم کیسٹ کے ساتھ میں نے دوسرے کیسٹ بھی اپنی تحویل میں لے لئے- پھر میں نے کہا-

"آپ کی اجازت سے یہ کہانی ضرور چھاپ دوں گی رفیعہ بیگم- آپ کو مالی تکلیف تو نہیں ہے"

"دوسرا دن ہے اناج کا کوئی دانہ پیٹ میں نہیں گیا ہے- بگڑا ہوا ہے مجھ سے خود تو باہر کھا لیتا ہے مجھے سزا دے رہا ہے تمہیں چائے تک نہیں پلا سکتی-" اس کی آواز گلوگیر ہو گئی-

"مجھے بہن مان لیں گی-" میں نے کہا-

"کیوں نہ مانوں گی-"

"یہ پانچ سو روپے رکھ لیں- خاموشی سے اپنا کام چلائیں- میں آپ کو اور بھی روپے دوں گی فکر نہ کریں آپ کا پورا ساتھ دوں گی-" رفیعہ بیگم کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے تھے- پانچ سو روپے اس نے فوراً قبول کر لئے تھے" اور ہاں بہن آپ کے پاس کوئی دوسرا خالی کیسٹ ہے-"

"خالی کیسٹ؟" اس نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا-

"ہاں جس پر آپ ان دونوں کی آئندہ گفتگو ٹیپ کر سکیں-"

"خالی کیسٹ تو نہیں ہے میرے پاس' گانوں کے بھرے ہوئے کیسٹ ہیں یہ سب ویسے ہی ہیں' دوبارہ ٹیپ کر لیتی ہوں ان پر" اس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی پھر بولی-

"کوئی اور اچھا سا کیسٹ اس ٹیپ ریکارڈ میں لگا لیجئے اور اب جب بھی وہ دونوں ملیں ان کی گفتگو بڑی احتیاط سے ٹیپ کر لیں-"

"وہ تو میں کروں گی' چھوڑنا نہیں ہے اس بار مجھے اکبر خان کو- غیر مرد تو غیر مرد ہے' مگر میرا یہ مرد کیسا ہے جو صرف غیروں ہی کی باتیں سنتا ہے اور میرے لئے کبھی کچھ نہیں سوچتا اب کیسے صبر کروں؟"

"تو آپ یہ تیاری ابھی کر لیجئے- میں آپ کی یہ کہانی اخبار میں چھاپنے کیلئے تیار کرتی ہوں آپ ان لوگوں کی نئی گفتگو ضرور ٹیپ کریں اور پوری احتیاط کے ساتھ- اور میری اور اپنی ملاقات کا تذکرہ کسی سے نہ کریں-"

"لو میں کوئی پاگل ہوں' جو ایسی باتیں کسی اور کو بتاؤں گی تمہارا بہت شکریہ' ارے ہاں مجھے تمہارا نام بھی نہیں معلوم........"

"بعد میں اپنا نام بتاؤں گی آپ کو بہن کہا ہے تو آپ کیلئے اور بھی بہت کچھ کرنا ہو گا' اچھا

بہن اب اجازت دیجئے گا-" میں نے کیسٹ سنبھال کر اپنے پاس محفوظ کئے اور پھر وہاں سے چل پڑی- میرے ہاتھ پاؤں کانپ رہے تھے جو ثبوت میں اپنے ساتھ لئے جا رہی تھی وہ ناقابل تردید تھے- اکبر خان انور سعید کا قاتل ہے' یہ بات اب ذرہ برابر شبہے میں نہیں رہی تھی اور یہ قتل ارشاد علی کے ایماء پر ہوا- دونوں ہی کی گردنیں پھنس جائیں گی اور دونوں ہی کو بدترین سزائیں ملیں گی- بے چارے راٹھور صاحب مصیبت سے نکل آئیں گے- کار تک پہنچتے پہنچتے میرے ذہن میں نجانے کیا کیا تصورات آئے تھے- یہ معصوم عورت جوش انتقام میں اتنی آگے بڑھ گئی کہ اس نے اپنا سہاگ بھی گنوا دیا- یہ میری نگاہوں میں مظلوم تھی جہاں تک ارشاد علی اور اس کی بیوی کا تعلق تھا تو وہ دونوں ذہنی طور پر بھی مجرم تھے مگر یہ صرف ستم رسیدہ عورت تھی- بہرحال اصل مجرم کو تو کسی طور پر بچایا ہی نہیں جا سکتا تھا- ہاں اس عورت کا خیال رکھنا پڑے گا' جہاں تک ممکن ہو سکا اسے مدد دینی ہو گی کہ کتنی معصوم اور آنے والے لمحات سے بے خبر ہے' نجانے کیا ہو گا اس بے چاری کا' لیکن ایسے المیے تو نجانے کتنے گھروں میں بکھرے پڑے ہیں لوگ انسانوں کے ساتھ بھی جانوروں جیسا سلوک کرتے ہیں وہ اگر بغاوت پر اتر آئی تو یہ کوئی ایسی بات نہیں تھی جس پر حیرانی ہوتی- سمجھدار ہوتی تو شاید شوہر کی زندگی بچانے کی کوشش کرتی لیکن وہ اپنے ہاتھ کاٹ بیٹھی تھی' اور ہو سکتا ہے حالات اس کیلئے اتنے ہی سنگین ہوں- طبیعت پر اضمحلال سا طاری ہو گیا تھا' ایک تو اصل ثبوت مل جانے کی خوشی تھی اور راٹھور صاحب کی گردن بچ جانے کی- مگر دوسرا دکھ اس عورت کے بے سہارا ہو جانے کا تھا جس نے وقتی طور پر جوش میں آ کر یہ سب کچھ کر ڈالا تھا' مستقبل سے بے خبر ہو کر' اس کے بعد شہریار تک پہنچنا ضروری تھا-

آج کا دن شدید محنت میں گزارا تھا اور اس وقت کافی تھکن محسوس ہو رہی تھی- میں نے اپنے دفتر ہی کا رخ کیا- وہاں جا کر شہریار کو تلاش کراؤں گی لیکن دفتر کے سامنے شہریار کی گاڑی دیکھ کر دل کو کچھ سکون سا ہوا- وہ دفتر میں آ چکا تھا میرا استقبال اس نے بڑے پرتپاک انداز میں کیا- آنکھوں میں وہی شرارت تھی' مجھے کرسی پر بٹھا کر اس نے گلبدر سے کہا کہ وہ چائے کا سامان لگا دے- چائے کے ساتھ اس نے کافی لوازمات بھی منگوائے تھے- پھر اس نے محبت بھرے انداز میں کہا-

بہت تھک گئی ہو' آج کا دن تو تم نے طوفانی انداز میں گزارا ہے-"

"ہاں مگر ایک کامیاب دن-" میں نے جواب دیا اور شہریار سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا- چند منٹ وہ میرے بولنے کا انتظار کرتا رہا پھر کہنے لگا-

"جہاں پناہ کچھ ارشاد ہو جائے-"

"چائے پینے دو بھئی' بور مت کرو۔" میں نے کہا اور چائے کے ساتھ آنے والی لوازمات پر ٹوٹ پڑی۔ شہریار نے واقعی بڑا تکلف کیا تھا۔ چائے کی دو پیالیاں پینے کے بعد طبیعت کچھ پرسکون ہوئی تو میں نے شہریار سے کہا "کام تقریباً مکمل ہو چکا ہے۔"

"تمام تو نہیں ہو چکا" شہریار نے پوچھا اور میں پھیکے سے انداز میں ہنس پڑی تب وہ تشویش سے بولا.........!"

"کیا بات ہے لبنیٰ' کچھ ضرورت سے زیادہ ہی مضمحل نظر آرہی ہو؟"

"ہاں شہریار بعض اوقات حالات اتنا دکھی کر دیتے ہیں کہ اس دنیا سے بڑی اکتاہٹ محسوس ہوتی ہے۔"

"سنو سنو اس لئے کہتا ہوں کہ اس شعبے کو چھوڑ دو' تم بھی اور میں بھی......... ہم نے ابھی اس دنیا میں دیکھا ہی کیا ہے۔ ظاہر ہے چند جگہیں ایسی ہوتی ہیں جہاں انسان کو صبح سے شام تک نجانے کیسے کیسے ذہنی حادثات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ ہسپتال' پولیس اسٹیشن اور کسی حد تک اخبار میں' عجیب عجیب کیس آتے ہیں' عجیب عجیب حالات سامنے آتے ہیں' ظاہر ہے انسان بے حس تو نہیں ہوتا۔"

"چھوڑو شہریار' آنکھیں بند کر لینے سے بلی تو نہیں بھاگ جاتی' واقعات تو ہوتے ہیں' ہوتے رہیں گے' ہمارے علم میں آجاتے ہیں تو ہم کون سا کسی کو کچھ کر لینے سے روک لیتے ہیں۔"

"اچھا اب بتاؤ ہوا کیا؟"

"ارشاد علی یہاں ہے؟"

"جہاں بھی ہے خیریت سے ہے' کافی تلملا رہا ہے اور خوب گالیاں بک رہا ہے۔ لیکن میں ابھی اس کے سامنے نہیں آیا۔"

"قاتل ارشاد علی ہے اور اکبر خان اس کا دست راست اکبر خان کانسٹیبل ہے اور وہ آج کل جاوید قریشی کے تھانے میں تعینات ہے" میں نے کہا۔

شہریار بھونچکا سا ہو کر مجھے دیکھنے لگا تھا۔ اس نے ایک لفظ بھی منہ سے نہیں نکالا اور میری صورت دیکھتا رہا۔ میں نے گلبدر کو آواز دی اور گلبدر اندر آگیا۔ "ٹیپ ریکارڈر اٹھا لاؤ۔" میں نے اسے حکم دیا اور گلبدر باہر چلا گیا۔

"موسیقی سے لطف اندوز ہونا چاہتی ہو۔" شہریار نے کہا' انداز جلا کٹا تھا مجھے ہنسی آگئی۔ گلبدر نے ٹیپ ریکارڈر لا کر رکھ دیا اور میں وہ کیسٹ ریوائنڈ کرنے لگی جو سن چکی تھی۔ اس کے بعد میں نے اسے پلے کر دیا۔ شہریار غصیلی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا لیکن پھر وہ چونک پڑا اور

کیسٹ کی گفتگو سننے لگا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئی تھیں۔ پھر جب کیسٹ ختم ہوئی تو وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا اس کے بعد خونی نظروں سے مجھے دیکھنے لگا پھر چیخ کر بولا۔ "کچھ اور نہیں بتاؤ گی؟"

"چیخ کر بات نہ کرو شہریار میں بہت دکھی ہوں۔"

"خدا کیلئے مجھے کچھ بتاؤ میرا دماغ پھٹ جائے گا" وہ بے بسی سے بولا اور میں اسے آج کے دن کی طوفانی کاروائی کی تفصیل بتانے لگی شہریار بغور سن رہا تھا اسے میں نے ایک ایک لفظ بتا دیا اور وہ گہری سانسیں لینے لگا۔ پھر رندھے ہوئے لہجے میں بولا۔

"اب کیا کرنا ہے۔"

"کام' طوفانی انداز میں کام۔"

"یہ سارا کام آج ہی نمٹا دینا ہے۔"

"تم چاہو تو کل پر ملتوی کر دیں۔"

"کیسے؟"

"اکبر خان کا اب کوئی خطرہ نہیں ہے ویسے بھی نو بجے تک وہ ڈیوٹی پر ہے نو بجے وہ گھر جائے گا اور کوئی خاص بات نہیں ہوگی۔ ارشاد علی کو چھوڑنے کے بعد اصل کھیل شروع ہوگا اسے آج نہیں کل چھوڑیں گے۔"

"نہیں لبنیٰ ہم رسک نہیں لیں گے ہو سکتا ہے کہ اکبر خان کی سادہ لوح بیوی کچھ بول جائے وہ ہاتھ سے نکل جائے گی۔"

"ہاں یہ تو ہے۔"

"مگر وقت بہت لگ جائے گا' شام ہو چکی ہے۔"

"کوئی فکر نہیں کام بھی بہت بڑا ہے میں گھر میں فون کر دوں گی۔"

"خدا کی قسم لبنیٰ' خدا نے تمہیں بہت بڑا دماغ دیا ہے۔ یہ کام آسان نہیں۔ تمہارے راٹھور صاحب تو صاف بچ گئے اور یہ سب کچھ۔ اس میں تمہارے عورت پن کا ہاتھ بھی ہے۔ بتاؤ کوئی مرد کسی عورت کی زبان اس طرح کیسے کھلوا سکتا تھا۔ ہو سکتا تھا کسی طرح یہ؟"

"نہیں شہریار' اللہ پر ایمان پختہ ہونا چاہئے۔ وہ سبیل پیدا کرتا ہے یہ دیکھو کتنے لوگ اس میں ملوث ہیں۔ راٹھور صاحب جن کی عزت' نوکری اور سب سے بڑھ کر زندگی داؤ پر لگ گئی تھی۔ مظلوم نسرین جس کے ساتھ بدترین سلوک کیا گیا ہے اور وہ مظلوم انسان جس سے زندگی چھین لی گئی۔ گنہگار اپنی ذہانت پر ناز کرتے ہیں خدا کی برتری بھول جاتے ہیں وہ خود کو اسی طرح یاد دلاتا ہے ہر کام اس طرح نہ ہوتا کسی اور طرح ہوتا کیونکہ خدا اسے کرانا چاہتا تھا۔"

"ہاں یہ سچ ہے۔" شہریار نے کہا پھر بولا "اب کیا پروگرام ہے؟"

"پروگرام ترتیب دینا ہوگا۔"

"اوکے" شہریار نے کہا اور پھر وہ ایک کاغذ قلم لیکر بیٹھ گیا۔ میں کچھ دیر بیٹھی رہی پھر میں نے کہا۔

"نمبر ایک، سب سے پہلے جاوید قریشی کو فون کرکے اس سے کہنا ہے کہ اکبر خان کو وقت پر چھٹی دے دیدی جائے۔"

"ٹھیک........ نمبر دو" شہریار نے پوچھا۔

"ساڑھے سات بجے ارشاد علی کو چھوڑ دیا جائے ہمیں کچھ مسلح افراد کے ساتھ اس کا تعاقب کرنا ہوگا نہایت ہوشیاری کے ساتھ۔ وہ گھر جائے گا وہاں جاکر اسے اپنی بیوی سے حالات معلوم ہوں گے نسرین کی گمشدگی کا پتہ چلے گا اس کے بعد دیکھا جائے کہ وہ کیا کرتا ہے۔ نو بجے اکبر خان گھر پہنچے گا اگر ارشاد علی اس کے پاس جاتا ہے تو سمجھ لو کام بن گیا۔ ہم انہیں تھوڑا سا موقع دیں گے تاکہ وہ گفتگو کریں اس کے بعد انہیں گرفتار کرلیں گے حالانکہ ہم یہ کام اس کے بغیر بھی کرسکتے ہیں لیکن بہتر ہے کہ ثبوتوں کو اور پختگی مل جائے۔"

"شاندار........ ایک اور اضافہ کرنا چاہتا ہوں اس میں"

"کیا۔"

"اگر شاہ صاحب کو بھی اس پروگرام میں شریک کرلیا جائے تو ہمیں فائدہ ہوسکتا ہے"

"تجویز منظور۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"تو یوں کرتے ہیں کہ پہلے جاوید قریشی کو فون کردیں، نمبر ملاؤں؟" شہریار نے پوچھا اور میں نے گردن ہلادی شہریار نے فون پاس سرکالیا تھا پھر دوسری طرف سے رابطہ قائم ہوگیا تو اس نے ریسیور مجھے دیدیا۔ فون جاوید قریشی نے ہی ریسیو کیا تھا۔

"قریشی صاحب میں لبنیٰ بول رہی ہوں۔"

"خیریت لبنیٰ صاحبہ۔"

"ہاں میں نے آپ سے ایک درخواست کی تھی اسے کینسل کرانا چاہتی ہوں۔ اسے وقت پر چھٹی دیدی جائے۔"

"جی بہت بہتر۔" جاوید قریشی نے کہا اور رسمی علیک سلیک کے بعد میں نے فون بند کردیا۔ پھر شہریار کے ایماء پر میں نے اپنے گھر فون کرکے بتایا کہ آج کچھ خصوصی مصروفیت ہیں جن کی وجہ سے دیر ہو جائے گی کوئی پریشان نہ ہو۔ اس کام سے فارغ ہو کر میں نے گھڑی دیکھی اور شہریار سے بولی۔

"پونے چھ بج رہے ہیں ہمیں شاہ صاحب سے مل لینا چاہئے کچھ وقت وہاں بھی لگے گا اور اس کے بعد دوسری تیاریاں بھی کرنا ہوں گی۔"

"اوکے!" شہریار سعادت مندی سے اٹھ کھڑا ہوا اور ہم دونوں پولیس ہیڈ آفس چل پڑے۔

پولیس ہیڈ آفس میں وہی سب کچھ تھا جو یہاں کے معمولات میں شامل ہے شاہ صاحب کے اردلی نے بتایا کہ وہ موجود نہیں ہیں کہاں گئے ہیں اس کے بارے میں بھی کچھ معلوم نہیں ہوسکا۔ شہریار کچھ پریشان ہوگیا تھا۔ اس نے کہا۔ "ویسے تو کوئی بات نہیں ہے لیکن کیس چونکہ ہمارے پاس نہیں ہے اور معاملہ کچھ رقابتوں کا ہے اس لئے بعد میں مشکلات پیش آسکتی ہیں۔" میں نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر سوچ میں گم ہوگئی۔ پھر میں نے کہا۔ "کیا مشکل پیش آسکتی ہے؟"

شہریار چند لمحات خاموشی سے کچھ سوچتا رہا، پھر بولا۔ "چونکہ معاملہ میرے سپرد نہیں ہے، شاہ صاحب نے ذاتی طور پر اس سلسلے میں کام کی اجازت دی ہے، لیکن اس قسم کے کام ٹھوس بنیادوں پر ہوتے ہیں، جن لوگوں کو میں اس کام میں مصروف کروں گا ان کے بارے میں روزنامچہ تیار کرنا پڑتا ہے اور اگر ناکامی ہوگی تو پھر جواب دینا پڑتا ہے، عام معاملات میں کسی ناکامی کی جوابدہی کرنا اتنا مشکل نہیں ہوتا، جتنا ایسے کسی معاملے میں، جس میں اپنا قدم بھی نہ الجھا ہوا ہو، شاہ صاحب اگر ہوتے تو یہ مشکل پیش نہ آتی، میں نے احتیاط" ہی ان کا نام شامل کر لیا تھا۔"

"کچھ اور نہیں ہوسکتا شہریار؟"

"کیا........؟" شہریار نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"اس کیس کو تم گول ہی کر جاؤ یا کسی ایسے شعبے کا حوالہ دے دینا، جس کی بناء پر تمہیں اس بستی میں کچھ لوگوں کی تلاش ہوسکتی ہے، جن لوگوں کو تم اس کام کے لئے مخصوص کرو وہ ایسے ہونے چاہئیں، جو تمہارے لئے قابل اعتماد ہوں۔"

"اوہ ادھر دیکھو، نادر صاحب دندناتے چلے آرہے ہیں۔ ہمیں دیکھ لیا گیا ہے۔ ایس پی نادر علی صاحب، درحقیقت نادر شاہ درانی ہی معلوم ہوتے تھے، ویسے تو محکمہ پولیس میں کام کرنے والوں کی شکلوں میں ایک نمایاں فرق ہوتا ہے، میں اس کی تفصیل میں نہیں جاؤں گی، کیونکہ

اس طرح شخصیتوں پر تبصرہ آرائی ہو سکتی ہے' بہرحال نادر علی صاحب بھی کسی طور کروفر میں ایس پی راٹھور صاحب سے کم نہیں تھے ہمیں گھورتے ہوئے وہ ہمارے نزدیک پہنچ گئے' چہرے پر خوشگوار تاثرات نہیں تھے' مجھ سے کہنے لگے۔

"خاتون آپ کے بارے میں محکمہ پولیس کے مختلف افراد کی زبانوں پر بہت سے کلمات آتے ہیں۔ میں یہ نہیں بتاؤں گا کہ وہ کلمات کیا ہوتے ہیں' لیکن ایک سوال ضرور کروں گا آپ سے' وہ یہ کہ پولیس ہیڈ آفس ایک اہم جگہ ہے' آپ کتنے ہی بڑے آدمی کی بیٹی کیوں نہ ہوں' ہر جگہ کے کچھ آداب ہوتے ہیں اور بہرحال آپ پریس رپورٹر ہیں' ہر وقت آپ کا پولیس والوں میں گھسے رہنا میرے خیال میں ایک ناپسندیدہ عمل ہے۔"

ایس پی راٹھور صاحب ہی کی زبان بولی جارہی تھی۔ حالانکہ وہ بے چارے اپنی تمام تر شخصیت کے باوجود اس وقت قابل رحم تھے بہرحال ایسے معاملات میں کوئی جذباتی کیفیت نامناسب ہوتی ہے' میں نے فوراً" ہی پسپائی اختیار کی اور کسی قدر شرمندہ لہجے میں نادر علی صاحب سے بولی۔

"سر کیا کیا جائے' یہ کم بخت فرائض اور ذمہ داریاں بعض اوقات انسان کو بڑا پست کر دیتی ہیں اور اسے دوسروں کے سامنے خوامخواہ شرمندہ ہونا پڑتا ہے' میں آپ سے معذرت خواہ ہوں بلاشبہ آپ کا فرمانا درست ہے' بس یوں سمجھ لیجئے کہ اپنے فرائض کو پورا کرنے کے سلسلے میں یہاں آجاتی ہوں' آپ مجھے واپس چلے جانے کا حکم دیں۔"

"نہیں۔ پولیس ہیڈ آفس میری ملکیت نہیں ہے' لیکن میں آپ کو یہ اطلاع دینا چاہتا ہوں کہ ہر جگہ کے کچھ آداب ہوتے ہیں شہریار تم ذرا میرے ساتھ آؤ۔ آؤ تم بھی آؤ۔" انہوں نے فوراً" ہی مجھ سے کہا۔ شہریار نے بے بسی سے مجھے دیکھا' اگر میں ہلکا سا اشارہ بھی کر دیتی تو وہ ایس پی صاحب کیا' آئی جی صاحب کا حکم بھی نہیں مانتا' لیکن میں ایسے اشارے کر کے اس کا مستقبل تباہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔ میں نے غیر محسوس انداز میں اسے حکم دیا کہ نادر علی کے ساتھ خاموشی سے چلا جائے گو اس بات کا احساس مجھے بھی تھا کہ جو عمل ہم کر رہے ہیں اس میں وقت کم ہے۔ لیکن ایسے مسائل سے نمٹنا ہوتا ہے۔ ہم نادر علی صاحب کے کمرے میں پہنچ گئے۔ نادر علی صاحب نے ہمیں بیٹھنے کی پیشکش کی اور پھر بولے۔ "اڑتی اڑتی یہ خبر میرے کانوں تک پہنچی ہے کہ ایس پی راٹھور صاحب نے تم لوگوں کو اپنے اس جرم کی پردہ پوشی کے لئے شامل کیا ہے۔ میں ایک ذمہ دار پولیس آفیسر اور ایک ذمہ دار صحافی خاتون سے یہ امید تو نہیں رکھتا

کہ کسی ایسے مسئلے میں وہ کسی جرم کرنے والے پر پردہ پوشی کریں گی۔ لیکن اس کے باوجود میں تم سے یہ ضرور پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا تم لوگ ایس پی راٹھور صاحب کو بے گناہ ثابت کرنے کے لئے کوشش کر رہے ہو؟"

میرے بجائے شہریار نے فوراً" ہی کہا.......... "نہیں ایس پی صاحب' ایسی کوئی بات نہیں ہے' یہ ایک اخلاقی جرم بھی ہے اور قانون کے معاملے میں مداخلت بے جا بھی' کسی جرم کی پردہ پوشی کرنے والے کو معاف کیا جاسکتا ہے۔ وہ تو برابر کا مجرم بن جاتا ہے۔" میں شہریار کے الفاظ پر مسرور ہوئی اس نے نہایت خوبصورتی سے جواب دیا تھا' اصل بات بھی گول ہو گئی تھی اور نادر علی صاحب کے چہرے پر نظر آنے والے تاثرات میں بھی نمایاں فرق پیدا ہوا تھا۔

"کیوں خاتون آپ کا کیا خیال ہے اس بارے میں؟"

"ایس پی صاحب اگر آپ مجھ سے واقف ہیں اور میرا کالم میزان پڑھتے رہتے ہیں' تو آپ نے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ میں تو جرم کی بدترین مخالف ہوں اور جہاں تک میری بساط ہے میں اس کے خلاف لکھتی رہتی ہوں۔ ایک مجرم کو واقعی قانون کی پناہ کبھی نہیں ملنی چاہیے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اگر راٹھور صاحب نے اس بے گناہ نوجوان کو اپنے جنون کا شکار بنادیا ہے تو یہ جرم بھی ہے اور ظلم بھی۔ اپنے اختیارات سے ناجائز فائدہ اٹھانے کے مترادف۔"

"بے شک بھئی' ہم لوگ بھی کبھی کبھی کسی غلط آدمی پر تشدد کرتے ہیں' لیکن انسانیت بھی کوئی چیز ہوتی ہے' انسانی قوت برداشت سے باہر کوئی کام کرنا تو ذاتی دشمنی کہلاتی ہے اور ہماری ذاتی دشمنی کسی سے نہیں ہوتی۔"

نادر علی صاحب غالباً" اس بات سے مطمئن ہو گئے تھے یقیناً" کہیں نہ کہیں سے یہ بات ان کے کانوں تک پہنچی ہوگی اور انہیں تشویش پیدا ہو گئی ہوگی' لیکن اس وقت ان کی یہ گفتگو بھی ہمارے لئے عذاب جان تھی۔ ہم جلد از جلد یہاں سے نکل بھاگنا چاہتے تھے ہماری خوش قسمتی نے ساتھ دیا۔ نادر علی صاحب کے سامنے رکھے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بجی تھی اور پھر انہوں نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگالیا تھا۔ پھر وہ ایک دم چونک کر سیدھے ہو گئے۔ غالباً" کسی بڑے پولیس آفیسر کا فون تھا' انہوں نے کہا "جی سر۔ جی سر۔ ابھی ابھی واپس آیا ہوں وہیں سے' جی ہاں کافی حد تک معاملات سمجھ میں آگئے ہیں۔ جی حکم' جی بہتر۔ آرہا ہوں۔ نہیں ابھی آرہا ہوں۔ جی سر جی۔ بہت بہتر۔" انہوں نے ٹیلی فون بند کردیا۔ پھر معذرت آمیز نظروں سے ہمیں دیکھتے ہوئے بولے۔

"بھئی سوچا تو یہ تھا کہ خاص طور سے لبنیٰ بی بی کے ساتھ ایک پیالی چائے پی جائے' لیکن ڈی آئی جی صاحب کا فون آیا ہے' ضروری کام ہے۔ لبنیٰ بی بی آپ کی چائے ادھار رہی آپ ضرور آئیے اور میرے ساتھ ایک چائے کی پیالی پیجئے۔"

"جب آپ حکم دیں گے سر' میں حاضر ہو جاؤں گی۔" میں نے موقع سے فائدہ اٹھا کر فوراً" اٹھتے ہوئے کہا۔ اور ایس پی نادر علی صاحب بھی ہم دونوں کے ساتھ فوراً" ہی باہر نکل آئے۔ جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہوگئے تو شہریار نے سکون کی گہری سانس لی۔ پھر بولا۔

"بعض اوقات ایسی ناگہانی بھی پیش آتی ہے۔ بہرحال لبنیٰ میرے لئے تمہیں بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے' میں جانتا ہوں۔"

"ادھر دیکھو - میرا خیال ہے اس تھوڑی سی مشکل کا جو نتیجہ سامنے آیا ہے وہ ہمارے لئے باعث خوشی ہے۔" شہریار نے میرے اشارے کی طرف دیکھا تو خوش ہوگیا۔ ایس ایس پی شاہ صاحب اپنے دفتر کے دروازے کی جانب بڑھ رہے تھے۔ ان کے ساتھ دو انسپکٹر اور ایک سب انسپکٹر بھی تھے۔ ہم دونوں تیزی سے ان کی جانب چل پڑے۔ اس وقت وہ کتنے ہی مصروف ہوں ان سے ملاقات کرنا بے حد ضروری تھا اور پھر ہم بلا تکلف ان کے دفتر میں داخل ہوگئے۔ شاہ صاحب ان تینوں افراد کو کچھ ہدایات دے رہے تھے اور ایک فائل ان کے ہاتھ میں تھا۔ ہمیں دیکھ کر انہوں نے گردن ہلائی' شہریار کے سلیوٹ کا گردن کے اشارے سے جواب دیا اور اس کے بعد فائل انسپکٹر کو دیتے ہوئے بولے۔

"تم لوگ چلے جاؤ' وقت کتنا ہی گزر جائے' میں اگر یہاں نہ ہوا تو گھر پر موجود ہوں گا' مجھے رپورٹ دینا' ویسے بھی بارہ ایک بج ہی جائے گا۔"

"جی سر۔" انسپکٹر نے فائل ادب سے شاہ صاحب کے ہاتھ سے لے لیا۔

"بس تم لوگ جاؤ" اور وہ تینوں سلام کر کے باہر نکل گئے تب شاہ صاحب نے آنکھیں بند کر کے گردن جھٹکی اور بولے۔

"بعض اوقات مصروفیات اتنی اکٹھی ہو جاتی ہیں کہ آدمی گھن چکر بن کر رہ جاتا ہے' ہاں بھئی تم لوگ بیٹھو' کھڑے کیوں ہو' کوئی خاص بات ہے کیا.........؟"

"جی سر اگر خاص بات نہ ہوتی تو آپ کی ان مصروفیات میں خلل اندازی نہ کی جاتی۔" شاہ صاحب مسکرادیئے اور پھر انہوں نے کہا۔

"نہیں لبنیٰ بیٹے تمہاری آمد تو مجھے ہمیشہ خوشی کا پیغام دیتی ہے بڑا فخر کرتا ہوں میں تم پر

اور شہریار پر' کہو کیا سلسلہ ہے؟"

"سر آپ جو حکم ہمیں دیتے ہیں وہ ہمارے لئے بڑی اہمیت اختیار کر جاتا ہے' راٹھور صاحب کے سلسلے میں آپ نے جو ہدایت دی ہے' ہمیں بھلا ہماری مجال کہ اس سے ایک لمحہ بھی روگردانی کر لیتے۔" میں نے کہا اور شاہ صاحب ہنس پڑے۔

"لگتا ہے کوئی بڑا ہی اہم معاملہ دریافت ہوگیا ہے۔ کہو بے تکلفی سے کہو' کچھ پیو گے؟"

"نہیں سر۔ وقت بے حد کم ہے اور ہم آپ سے بہت سی باتیں کرنا ہیں۔" ایس ایس پی شاہ صاحب مستعد ہوگئے اور انہوں نے مجھے اور شہریار کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"تو پھر فوراً" کہو' کیا بات ہے؟۔ میں نے شہریار کو اشارہ کیا اور شہریار سنبھل کر بولا۔ "سر راٹھور صاحب کی بے گناہی ثابت کرنے کے لئے ہمارے پاس بے شمار ثبوت تھے' جن کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ پوسٹ مارٹم رپورٹ میں موت کا وقت جو تعین کیا گیا ہے وہ یہ بتاتا ہے کہ موت اس وقت کے بہت دیر کے بعد ہوئی' جب راٹھور صاحب تھانے سے واپس چلے آئے تھے' ان کی مصروفیات کے ثبوت بھی مل سکتے ہیں اس کے علاوہ موت دل پھٹنے سے واقع ہوئی ہے اور دل کے مقام پر کوئی ایسی زور دار ضرب لگائی گئی ہے جو کسی ہتھیار یا کسی آلے سے نہیں لگائی جاسکتی' چونکہ اس کے نشانات سینے پر ہونے چاہئے تھے۔ پھر اس بات کے بھی بے شمار ثبوت مل گئے ہیں کہ راٹھور صاحب نے انور سعید کو صرف چند چھڑیاں ماری تھیں اور غصے میں آکر اسے بند کرا دیا گیا تھا۔ موت تو کافی دیر کے بعد واقع ہوئی اور کسی نئی ضرب سے ہوئی' یہ بات ثابت کر دینا بالکل مشکل کام نہیں تھا۔ مگر ہم لوگ۔ میرا مطلب ہے لبنیٰ صاحبہ کا بھی یہی خیال تھا کہ صرف ان چند ثبوتوں کی بنیاد پر بات ختم نہیں ہوسکتی بلکہ پولیس پر یہ الزام آئے گا کہ اس نے اپنے ایک ساتھی کو بچانے کے لئے من گھڑت کہانی گھڑلی' ہم یہ چاہتے تھے کہ اصل واقعہ بھی سامنے آئے اور سر اصل واقعہ کافی حد تک سامنے آچکا ہے بس یوں سمجھ لیجئے کہ ہمیں انور سعید کے قاتل پر آخری ضرب لگانی ہے۔"

ابراہم شاہ صاحب بہت زیادہ متجسس ہوگئے' ان کے چہرے پر دلچسپی کے آثار نظر آئے اور انہوں نے کہا۔

"بہت خوب' بہت ہی خوب۔ بھئی جلدی بتاؤ پورا قصہ کیا ہے؟"

"سر ایک جال پھینکا ہے ہم نے مجرم پر اور آپ کو ہمارے ساتھ زحمت کرنا ہوگی۔ مختصر تفصیل یہ ہے۔" شہریار نے میری طرف دیکھا غالباً" معلوم کرنا چاہتا تھا کہ شاہ صاحب کو پوری

تفصیل بتائی جائے یا نہیں میں نے فوراً اسے سنبھالا دیا۔

"شاہ صاحب کو ہر پہلو بتانا ضروری ہے مسٹر شہریار تاکہ ہماری رہنمائی ہو سکے۔" شہریار نے مطمئن ہو کر کہا۔

"سر اس کی ہلاکت لاک اپ میں ہوئی تھی اور ہمیں یقین ہو گیا تھا کہ یہ عمل راٹھور صاحب کا نہیں ہے چنانچہ ہم نے انہی لائنوں پر کام شروع کیا۔ اگر یہ کوشش بیرونی طور پر ہوتی تو لاک اپ کے اندر بند کسی شخص کو زیادہ سے زیادہ گولی مار کر ہلاک کیا جا سکتا تھا۔ اس سے زیادہ کوئی عمل ممکن نہیں تھا۔ ہم نے انور سعید کے اردگرد کی صورت حال کا جائزہ لیا۔ ان عوامل کا اندازہ لگایا جن کے تحت اس کا قتل ہو سکتا تھا۔ انور سعید کے والدین۔ اس کی ماں سوتیلی ہے، دو بہنیں ہیں وہ بھی سوتیلی ماں سے ہیں۔ ان کے اور انور سعید کے درمیان کبھی سمجھوتہ نہیں ہو سکا۔ سعید نوری اپنے اکلوتے بیٹے کو بہت چاہتے ہیں لیکن وہ بھی انتہاپسند آدمی ہیں اور ایک پسماندہ گھر کی لڑکی کو وہ بہو کی حیثیت سے قبول نہیں کر سکے۔ ان لوگوں کا جائزہ لے کر ہم اس گھر کی جانب متوجہ ہوئے جہاں انور سعید کی شادی کی تھی۔" شہریار ایک لمحے کے لئے رکا۔ شاہ صاحب کے چہرے پر انتہائی دلچسپی کے آثار نظر آ رہے تھے۔ انہوں نے کہا۔

"اب تو چائے بے حد ضروری ہو گئی ہے بھئی۔ میرا خیال ہے تم لوگ بھی موڈ بنا لو۔"

"منگوا لیجئے۔" میں نے کہا۔ اور شاہ صاحب نے گھنٹی بجا دی۔ اردلی سے انہوں نے چائے کے لئے کہا پھر بولے۔

"شہریار، واقعی تم دونوں پر ناز کرتا ہوں پیشہ ورانہ فرائض ادا کرنا ایک الگ کام ہوتا ہے۔ دیانتدار سے دیانت دار افسر اپنا کام واقعی مستعدی سے کرتا ہے لیکن تم جس انداز سے کام کرتے ہو اس میں ایک تڑپ ایک لگن پائی جاتی ہے حق کو حق، باطل کو باطل ثابت کرنے کی لگن، ہر قیمت پر، ہر حال میں میرے نزدیک یہ عبادت ہے۔ کوئی بھی اس انداز میں سوچنے کے لئے تیار نہیں ہے لوگ سرگوشیاں کر رہے ہیں۔ ہر قیمت پر راٹھور صاحب کو اس قتل کا ذمہ دار قرار دیا جا رہا ہے۔ اس کی کچھ وجوہات بھی ہیں۔ پیشہ کوئی بھی ہو انسانیت اچھا اخلاق اور رویے میں لچک بے حد ضروری ہے۔ راٹھور صاحب نے کبھی اس کا خیال نہیں رکھا وہ ہمیشہ پتھر کی طرح سخت رہے نتیجے میں دوسروں کی ہمدردیاں کھو بیٹھے۔ تم واحد شخص ہو جو میرے خیال میں صرف راٹھور صاحب کے لئے اس قدر جدوجہد کر رہے ہو جبکہ اس کیس سے تمہارا دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔" شاہ صاحب کے ان الفاظ سے شہریار جذباتی ہو گیا۔ اس نے فوراً کہا۔

"سر میں انسان ہوں۔ اس قدر بے غیرت بھی نہیں ہوں کہ کسی حقدار کے سامنے بیٹھ کر اس کے سارے حقوق اپنے قبضے میں کرتا رہوں۔ سر بیشمار کہانیاں ہیں ان کی تفصیل نہیں بتاؤں گا لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ یہ تحریک بھی مس لیئی کی تھی۔ اور اس لئے تھی کہ راٹھور صاحب نے مس لیئی کو دھمکیاں دی تھی۔"

پھر چائے آ گئی۔ اور میں نے چائے بنائی۔ شاہ صاحب چائے کے چند گھونٹ لینے کے بعد بولے۔ "بات ادھوری رہ گئی۔" شہریار نے کہا

"اس گھر کا جائزہ لیا گیا۔ ارشاد علی ایک ریٹائرڈ ہیڈ کانسٹیبل ہے ایک پاؤں سے محروم ہونے کے بعد سے پولیس کی نوکری سے سبکدوش کیا گیا۔ وہ ایک چالاک اور سفاک انسان ہے۔ اس نے اپنی بہن کی شادی بخوشی انور سعید کے ساتھ کر دی اور اس کے بعد انتظار کرتا رہا کہ کب سعید نوری اپنے بیٹے کو معاف کرتا ہے۔ پھر اکتا گیا اور اس نے دوسرے طریقے سوچنا شروع کر دیے۔" شہریار نے انتہائی احتیاط سے پوری تفصیل شاہ صاحب کو سنا دی۔ شاہ صاحب نے کہا۔

"تو گویا اب تمہاری رائے ہے کہ ارشاد علی نے اکبر خان کانسٹیبل کو اپنا آلہ کار بنایا ہے؟"

"جی سر۔ اس کا ثبوت وہ کیسٹ بھی ہیں جن کے بارے میں، میں نے آپ کو بتایا ہے۔"

"دوسرا بڑا ثبوت خود ارشاد علی کی بہن ہے۔"

"جی سر۔!"

"گڈ۔ اب کیا پروگرام ہے کیا کرنا ہے؟"

"سر ساڑھے سات بجے ارشاد علی کو چھوڑ دیا جائے گا۔ وہ اپنے گھر پہنچے گا۔ اسے معلوم ہو گا کہ اس کی بہن غائب ہے۔ پھر اسے اپنا اغواء اور اپنی بیوی کی جھوٹی اطلاع کے بارے میں معلوم ہو گا ہمارا خیال ہے کہ اس موقع پر وہ اکبر خان سے ضرور ملاقات کرے گا اور ہم اسے عین وقت پر گرفتار کریں گے۔"

"بہترین پلان ہے۔ میں اس سلسلے میں ہر تعاون کے لئے تیار ہوں۔ البتہ ایک نشاندہی کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا سر؟"

"وہ اسے پولیس کا جال سمجھ کر محتاط بھی ہو سکتا ہے کیونکہ سارے گر جانتا ہے؟" شاہ صاحب بولے۔

"یہ خطرہ تو مول لینا پڑے گا۔"

"کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر اس نے زیادہ گڑبڑ کی تو اسے سنبھالا بھی جاسکتا ہے ویسے میری ایک اور رائے ہے۔"

"کیا سر؟"

"اکبر خان ابھی ڈیوٹی پر ہوگا؟"

"جی سر!"

"اور ارشاد علی تمہارے قبضے میں ہے"

"بالکل"!

"اکبر خان کی بیوی تعاون کر رہی ہے تو پھر اس کمرے میں ایک ڈکٹا فون اور پہنچادو۔ حالانکہ اگر ایک ڈکٹا فون ارشاد علی کے گھر میں بھی لگا دیا جاتا تو اور آسانی ہو سکتی تھی۔ مگر یہ کر لیا جائے تو بہتر ہے اسطرح ہم اس کی بیوی کی کاروائی کے ساتھ براہ راست بھی وہاں ہونے والی گفتگو سن سکتے ہیں۔"

"سر یہ تو بہت شاندار رہے گا۔ لیڈی آپ یہ کام کر سکتی ہیں؟" شہریار نے مجھ سے پوچھا۔

"دیکھو شہریار' اکبر خان کی بیوی ایک غریب بستی کی وفاشعار عورت ہے وہ وقتی جنون کا شکار ہے کیونکہ اس کے شوہر نے اسے مارا پیٹا ہے۔ اگر اس کا یہ جنون فرو ہو گیا تو وہ پھر شوہر پرست بن جائے گی اور شوہر کے خلاف کسی سازش میں حصہ نہیں لے گی بلکہ اب بھی خطرہ ہے ممکن ہے میرے آنے کے بعد اسے ہوش آگیا ہو۔ ممکن ہے تعاون نہ کرے۔"

"لیڈی کا خیال درست ہے مگر ایک اور ترکیب کی جاسکتی ہے" شاہ صاحب نے کہا۔

"وہ کیا سر؟" میں نے پوچھا۔

"اس گھر میں اکبر خان اور اس کی بیوی کے علاوہ بھی کوئی رہتا ہے؟"

"نہیں سر؟"

"تو پھر ہمارا کوئی آدمی یہ کام کر سکتا ہے۔ تمہاری اس سے شناسائی ہو چکی ہے لیڈی۔ صرف اتنا کرنا کہ اسے کچھ دیر کے لئے باتوں میں لگا لینا۔ یا گھر سے باہر نکال لانا ہم اپنا کام کر لیں گے۔"

"یہ بہت موزوں ہے سر۔"

"وقت بہت کم رہ گیا ہے۔ ہمیں کام شروع کر دینا چاہئے۔" شاہ صاحب نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ پھر بولے۔ "ہمیں کیا کیا بندوبست کرنا ہے۔"

"کچھ لوگوں کی ضرورت ہوگی سر! ارشاد علی کو جب چھوڑا جائے گا تو اس کا تعاقب ہوگا۔ اور اس کے تمام اقدامات سے ہمیں وائرلیس پر آگاہ رکھا جائے گا۔ تاکہ ہم ہوشیار رہیں اور سر یہ ڈکٹا فون کا کام بھی کرنا ہے کچھ لوگوں کو اکبر خان کے گھر کے پاس بھی لگانا ہے تاکہ فوری ضرورت پر فوری علم ہو سکے۔"

"میں انتظامات کئے دیتا ہوں۔ شاہ صاحب نے کہا اور اٹھ کھڑے ہوئے پھر انہوں نے کہا۔

"شہریار تم بھی میرے ساتھ آؤ۔ سوری لیڈی بس دس منٹ درکار ہیں۔"

"کوئی بات نہیں ہے سر۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ دونوں باہر نکل گئے۔ پروگرام بڑا اطمینان بخش ہو گیا تھا۔ شاہ صاحب کی اس پروگرام میں شرکت سے ہمیں بڑا سہارا مل گیا تھا۔ کچھ دیر کے بعد بہت سے لوگ اندر آگئے شاہ صاحب اور شہریار بھی تھے۔ شاہ صاحب نے چار آدمیوں کو الگ کیا اور مجھ سے بولے۔

"لیڈی یہ چار افراد تمہارے ساتھ جائیں گے' تم اکبر خان کی بیوی کو باہر بلاؤ گی اور اسے صرف دس منٹ کے لئے باتوں میں لگالوگی۔ اس دوران کام ہو جائے گا۔ یہ تین آدمی اس گھر کے پاس رک جائیں گے اور یہ چوتھا آدمی تمہارے پاس رہے گا تاکہ ڈکٹا فون ریسیو آپریٹ کرے۔ ہم لوگ بھی کچھ دیر کے بعد پہنچ جائیں گے۔ کیا خیال ہے؟"

"بالکل ٹھیک جناب"

"تو پھر تم جاؤ۔ زاہد تم لیڈی کے ساتھ اس کی گاڑی میں جاؤ اور تم لوگ ٹیکسی کرلو!" میں ان چاروں کے ساتھ باہر نکل آئی اور کچھ دیر کے بعد اس بستی کی طرف چل پڑی۔ میرا ذہن سوچوں میں گم تھا اور میں ان تمام حالات پر غور کر رہی تھی۔ میرے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص نے کہا۔

"میڈم میرا نام زاہد ہے۔" میں خیالات سے چونک پڑی اور میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "ہاں مجھے معلوم ہے' شاہ صاحب نے تمہیں اس نام سے پکارا تھا۔"

"میڈم کیا آپ اس گھر کو دیکھ چکی ہیں جہاں مجھے یہ کام کرنا ہے؟"

"ہاں زاہد۔"

"کچھ سچویشن معلوم ہو سکے گی مجھے وہاں کی؟"

"میں نے دراصل اس نظریے سے غور نہیں کیا چھوٹی سی بستی ہے اور کچے پکے مکانات بنے ہوئے ہیں۔ یہ گھر پکا بنا ہوا ہے جہاں ہمیں یہ کام کرنا ہے' شائد دو کمرے ہیں وہاں ایک بڑا

ایک چھوٹا صحن ہے' وہی انداز ہے' جو عام گھروں کا ہوتا ہے۔"

"میڈم پچھلی گلی ہے وہاں.........؟"

"ہاں میرے خیال میں ہے........."

"بس تو پھر کوئی فکر ہی نہیں ہے' یہی معلوم کرنا چاہتا تھا میں آپ سے ' مجھے بتایا گیا ہے کہ اس گھر میں کوئی نہیں رہتا' صرف وہی ایک خاتون ہوں گی جنہیں آپ دروازے پر بلالیں گی۔"

"بالکل ایسا ہی ہے۔" میں نے جواب دیا اور زاہد خاموش ہوگیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم اس بستی میں داخل ہوگئے' گاڑی میں معمول کے مطابق کافی فاصلے پر ایسی جگہ کھڑی کی تھی جہاں سے اس پر شبہ نہ کیا جاسکے' تھوڑے ہی فاصلے پر ایک موٹر مکینک کی دوکان تھی جہاں کام ہو رہا تھا۔ رات تقریباً آہی گئی تھی اور اچھا خاصا اندھیرا پھیل گیا تھا۔

میں زاہد کو ساتھ لئے ہوئے آگے بڑھ گئی اس کے پاس کینوس کا ایک تھیلا تھا' جس میں یقینی طور پر وہ سارا سامان موجود ہوگا۔ ایسی اشیاء پولیس ہی کے پاس دستیاب ہو سکتی ہیں عام لوگوں کے لئے ان کا حصول ممکن نہیں ہے۔

اکبر خان کے گھر کے اطراف میں سناٹا طاری تھا۔ ویسے بھی ہمیں زیادہ لوگ نظر نہیں آرہے تھے۔ ایک بستی کے جو معمولات ہوسکتے ہیں وہی نظر آرہے تھے۔ چھوٹی موٹی دکانیں گھروں کے دروازوں پر کھلی ہوئی تھیں اور وہاں خریداری ہورہی تھی۔ میں نے زاہد کو اکبر خان کا گھر دکھایا اور زاہد نے صحیح طور پر اندازہ لگایا۔ اس کے بعد وہ آخری سرے سے گھوم کر عقبی گلی کی جانب چل پڑا اور میں اپنا کام سرانجام دینے کے لئے تیار ہوگئی۔ اکبر خان کی بیوی سے کی جانے والی گفتگو کے بارے میں' میں نے لائحہ عمل تیار کرلیا تھا۔ پھر میں نے دروازے پر دستک دی اور دوسری دستک پر ہی اکبر خان کی بیوی نے دروازہ کھول دیا میں نے اسے مودبانہ لہجے میں سلام کیا' وہ مجھے فوراً ہی پہچان گئی اور بولی۔ "خیریت کیسے آنا ہوا' آؤ اندر آجاؤ۔"

"ایک اور تکلیف دینے آئی ہوں آپ کو بہت شرمندہ ہوں' سوچ رہی تھی نجانے آپ کس کام میں مصروف ہوں؟"

"نہیں کوئی خاص کام نہیں ہے مجھے' اکبر خان تھوڑی دیر کے بعد ڈیوٹی سے آجائے گا میں نے کھانا وغیرہ کھالیا ہے اس کے لئے تم فکر مت کرو جو کچھ تم نے کہا ہے میں اس پر پورا پورا عمل کروں گی اسے بھی تو ذرا آنے والی کا بھاؤ معلوم ہو.........؟"

"ایک ذرا سی تکلیف دینی تھی آپ کو.........؟"

"ہاں ہاں کہو' بے تکلفی سے کہو۔" اس نے نرم لہجے میں کہا اور میں نے سکون کا گہرا سانس لیا اس کا مطلب تھا کہ معاملات ہموار تھے اور ایسی کوئی بات نہیں ہوئی تھی جس کے بارے میں ہم لوگوں کے درمیان گفتگو ہوئی تھی۔ غالباً یہ عورت بھی بہت زیادہ ستائی گئی تھی جس کی وجہ سے وہ اپنے شوہر سے بری طرح برگشتہ ہوگئی تھی۔ میں نے اس سے کہا۔

"ارشاد علی کا گھر آپ کے گھر سے کتنے فاصلے پر ہے؟"

"فاصلہ بہت زیادہ تو نہیں ہے' بس تھوڑا ہی فاصلہ ہے۔"

"ذرا آپ مجھے اس کے بارے میں یہیں سے بتادیں تھوڑا سا بس اشارے سے بتادیں کہ اس کا گھر کہاں ہے؟"

"چلو میں پہنچادوں تمہیں اس کے گھر۔" اکبر خان کی بیوی نے کہا۔

"نہیں نہیں میں جانا نہیں چاہتی۔ دیکھا تو تھا میں نے ارشاد علی کا گھر' لیکن اب بھول گئی۔ میں نے سوچا کہ آپ ہی سے معلوم کرلوں بس مجھے دور سے بتادیں۔"

"ایک منٹ چل رہی ہوں۔" اس نے کہا اور اندر کی جانب مڑگئی' میرا دل دھک سے رہ گیا تھا کہیں ایسا نہ ہوا ہو کہ زاہد نے فوراً ہی اپنا کام شروع کردیا ہو اور ابھی تھوڑی دیر کے بعد اندر سے چور چور کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ میں کان لگائے رہی لیکن ایسی کوئی آواز نہ آئی اور چند ہی لمحات کے بعد اکبر علی کی بیوی میرے ساتھ جانے کے لئے باہر نکل آئی۔

"آپ کو تکلیف دیتے ہوئے مجھے بے حد شرمندگی محسوس ہورہی ہے آپ بس تھوڑی دور چل کر مجھے بتادیجئے کہ وہ گھر کہاں ہے.........؟"

"ہاں ہاں میں تمہیں ایسی جگہ چھوڑ دیتی ہوں جہاں سے تم وہاں چلی جاؤ۔ ویسے بھی میرا وہاں جانا ابھی ٹھیک نہیں ہے۔ ورنہ میں تمہیں گھر کے دروازے تک چھوڑ کر آتی۔" یہ اندازہ مجھے اس کی گفتگو سے مزید ہوگیا کہ دن کے واقعات کا کم از کم اکبر خان کی بیوی کو کوئی علم نہیں ہے۔ یعنی نسرین سلطانہ کی گمشدگی اور ارشاد علی کا اغواء اور اس کی بیوی کے ساتھ ہونے والی دھوکہ دہی۔ تقریباً دو سو قدم چلنا پڑا تھا اور یہاں پہنچنے کے بعد رک گئی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

"دیکھو وہ جو روشنی نظر آرہی ہے نا' سیدھی وہاں چلی جاؤ' وہاں سے سیدھے ہاتھ کو مڑ جانا' بس وہاں سے چوتھا گھر ارشاد علی کا ہے' پہنچ جاؤ گی نا.........؟"

"جی جی بالکل۔ اس روشنی سے سیدھے ہاتھ پر........."

"ہاں۔"

"آپ کا بہت بہت شکریہ، میں نے آپ کو بہت تکلیف دی ہے۔"

"نہیں کوئی بات نہیں۔" اس نے کہا۔

"آپ نے وہ کام کر لیا ہے جس کا آپ نے وعدہ کیا تھا؟"

"ہاں بالکل کر لیا ہے اور مجھے اس پر کوئی شرمندگی نہیں ہے ارے ہاں ایسے جینے سے تو نہ جینا بہتر ہے، بار بار مر مر کر جیتی رہتی ہوں یہ بھی کوئی زندگی ہے۔ اچھا خیر چھوڑو۔ تم تو پہنچ جاؤ گی نا۔"

"ہاں۔ میں پہنچ جاؤں گی۔" میں نے جواب دیا۔

"تو میں جاؤں.........؟"

"جی بے حد شکریہ۔"

میں نے جواب دیا۔ پھر جلدی سے بولی۔ "اور کہئے میرے لائق بھی تو کوئی خدمت بتائیے میں آپ کو اتنا پریشان کر رہی ہوں آپ کے کسی کام آ کر مجھے دلی خوشی ہوگی۔" وہ مجھے دیکھتی ہوئی بولی۔

"لو بی بی۔ تم نے مجھے کیا پریشان کیا بس دعا کرنا میرے لئے کہ اللہ مجھے پار لگائے بڑی اکتا گئی ہوں اس زندگی سے۔"

"آپ کے رشتے دار وغیرہ نہیں ہیں۔"

"وقت بہت بدل گیا ہے بی بی۔ سارے رشتے مصلحتوں کے نیچے دب گئے ہیں اب سب سے بڑا رشتہ دولت کا ہے کتنے ہی دور کے رشتے ہوں اگر جیب گرم ہے تو پھر دیکھو دن رات سلام ہوں گے محبتیں پھٹ پڑیں گی اور اگر حال پتلا ہے تو سگے بہن بھائی بھی اس طرح ملیں گے جیسے خیریت پوچھ کر بھی احسان کر رہے ہیں۔"

"بالکل ٹھیک کہا آپ نے۔"

"بیٹھتیں تھوڑی دیر میرے پاس ایک پیالی چائے بھی پیش نہ ہو سکی تھیں!"

"پھر آؤں گی آپ کے پاس اور چائے ضرور پیوں گی۔ اچھا خدا حافظ۔" میں نے کہا دس منٹ ہو چکے تھے اور مجھے یقین تھا کہ زاہد اپنا کام کر چکا ہوگا۔ ویسے اکبر خان کی بیوی کی باتوں سے اندازہ ہوتا تھا کہ اس میں کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی یقیناً عوامل ایسے ہوں گے۔ کار کے قریب پہنچی تو دور سے ہی زاہد کو دیکھ لیا وہ کار کی چھت پر کہنی ٹکائے کھڑا ہوا تھا۔

"ہاں زاہد؟"

"کام ہو گیا میڈم۔ ایسے گھروں میں داخل ہونا مشکل نہیں ہوتا میں نے بڑے کمرے میں ڈکٹا فون لگا دیا ہے۔" میں نے کار کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"وہ لوگ نظر نہیں آ رہے؟"

"سب نے مورچے سنبھال لئے ہیں نظر آ جائیں تو پھر کام کیسے ہوگا؟ یہ ریسیور سیٹ ہے چاہیں تو چیک کر لیں۔" اس نے کینوس کے تھیلے سے انٹرکام جیسا ایک چوکور بکس نکالا اور اسے میری کار کے ڈیش بورڈ کے اوپر رکھ دیا۔ پھر اس کے دو بٹن آن کر دیئے اور اس پر سرخ بلب روشن ہو گیا۔ دوسری طرف خاموشی ہی تھی لیکن چند ہی لمحات کے بعد حساس آلے نے کام شروع کر دیا۔ وہ دور تک کی آوازیں پیش کر رہا تھا۔ دروازہ کھلنے کی آواز اور پھر برتنوں کی آوازیں وغیرہ۔

"اسے آن رکھنے میں کوئی حرج تو نہیں ہے۔"

"نہیں میڈم!"

"بیٹھ جاؤ زاہد۔"

"نہیں میڈم شکریہ۔ اس میں ریکارڈر بھی ہے یہ تیسرا بٹن دبا دیں تو اس میں سنائی دینے والی آوازیں ریکارڈ ہو جائیں گی!"

"اوہ، شاندار اگر یہ معلوم ہوتا تو پھر........ میں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔ کوئی بیس منٹ کے بعد دو آدمی ٹہلتے ہوئے اس طرف آتے نظر آئے۔ یہ شلوار قمیض میں ملبوس تھے قریب آئے تو میں حیران رہ گئی۔ شاہ صاحب اور شہریار تھے۔ میں نے کار سے اترنے کی کوشش کی تو شاہ صاحب جلدی سے بولے "بیٹھی رہو۔ بیٹھی رہو۔ کیا رپورٹ ہے؟"

"کام ہو گیا؟" میں نے جواب دیا۔

"گڈ۔ ارشاد علی گھر واپس آ گیا ہے۔" شاہ صاحب نے کہا۔

"سیدھا گھر آیا ہے؟"

"ہاں! کاش اس کے گھر پر انتظام ہو سکتا۔ چلو کوئی بات نہیں ہے۔ ادھر تو کام ہو رہا ہے۔"

"آپ تشریف رکھیے سر!"

"ایں۔ ہاں ٹھیک ہے۔ بیٹھو شہریار۔" تم بھی بیٹھ جاؤ زاہد شاہ صاحب نے کہا۔ پھر وہ خود میرے پاس بیٹھ گئے شہریار کے پاس شائد وائرلیس کا ریسیور تھا کیونکہ وہ بیٹھا ہی تھا کہ ایک سیٹی

سنائی دی- اور وہ مستعد ہو گیا-

"ہاں!" اس نے کہا-

"عورت گھر سے نکلی ہے- مرد گھر میں ہے عورت سامنے جا رہی ہے وہ مغربی سمت مڑی ہے اور اب وہ سامنے والی گلی میں داخل ہو رہی ہے-"

"ٹھیک ہے- کافی ہے-"

"پیچھا کیا جائے-"

"نہیں" شہریار نے کہا- اور آواز بند ہو گئی- ہم سب خاموش تھے- پھر میں نے اس عورت کو دیکھ لیا جس کے بارے میں بتایا گیا تھا ارشاد علی کی بیوی تھی اور میرے اندازے کے مطابق اکبر خان کے گھر جا رہی تھی میں نے شاہ صاحب کو اس کے بارے میں بتایا- وہ بولے-

"یقیناً" وہیں جا رہی ہوگی- ڈکٹافون دو سو فٹ کے دائرے میں کام کرتا ہے ان کی آوازیں سنائی دیں گی-" ہم انتظار کرتے رہے اور پھر دروازے کی دستک صاف سنائی دی تھی-

"اس کے بعد دروازہ کھلنے کی آواز- پھر ایک عورت کی آواز-

"اکبر بھائی آ گئے؟"

"نہیں"

"کب تک آئیں گے؟"

"پتہ نہیں"

"ارشاد نے پوچھا ہے"

"تو میں کیا کروں-" کھردری آواز سنائی دی-

"ارے تم تو لڑنے کو دوڑ رہی ہو' کیا ہو گیا ہے تمہیں؟"

"کوئی اور کام ہے-" یہ آواز یقیناً اکبر خان کی بیوی کی تھی-

"نہیں بس یہی معلوم کرنے آئی تھی-"

"تو پھر سن لیا تم نے' اکبر خان نہیں آیا اور مجھے نہیں معلوم کہ وہ کب تک آئے گا؟"

دروازہ زور سے بند ہونے کی آواز سنائی دی اور اس کے بعد پھر خاموشی ہو گئی- میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی شاہ صاحب بھی بڑی مسخری سی صورت بنائے ہوئے تھے- اس کے بعد ہم نے بھی کوئی تبصرہ نہیں کیا' کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی- اکبر خان کی بیوی نے ارشاد علی کی بیوی کے ساتھ وہی سلوک کیا تھا جو اسے کرنا چاہئے تھا- وقت گزرتا رہا یہ

لمحات بڑے صبر آزما تھے' پھر ہم نے اکبر خان کو دیکھا جو اپنے گھر کی جانب جا رہا تھا ابھی وہ گھر میں داخل نہیں ہوا تھا کہ واکی ٹاکی پر آواز سنائی دی-

"ہیلو"

"ہاں-" شہریار جلدی سے بولا-

"مرد گھر سے باہر نکلا ہے اور عورت کے واپس آجانے کی اطلاع دے دی گئی تھی-"

"ہوں ٹھیک ہے- ایک منٹ انتظار کرو-" شہریار نے کہا اور شاہ صاحب جلدی سے بولے-

"تعاقب جاری رکھا جائے-"

"یس سر-" آواز بلند ہو گئی اور اس کے بعد ہم لوگ بھی مستعد ہو گئے- ہم نے لنگڑے ارشاد علی کو اکبر خان کے گھر کی طرف جاتے ہوئے دیکھا تھا- اور اس سے کافی فاصلے پر دو آدمی بڑی احتیاط سے اس کا پیچھا کر رہے تھے ایس پی شاہ صاحب نے معنی خیز نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولے-

"سارے اندازے حرف بہ حرف درست ثابت ہو رہے ہیں-" میں خاموش رہی شہریار بھی خاموش ہی رہا تھا- زاہد گاڑی سے اتر کر ایک جانب چلا گیا تھا- پھر کچھ دیر کے بعد دستک سنائی دی اور پھر دروازہ کھلنے کی آواز-

"اکبر بھیا آ گئے؟" یہ ارشاد علی کی آواز تھی-

"ہاں ہاں ابھی ابھی آئے ہیں' پیچھا کرتے ہوئے آئے ہوگے تم تو اس کا- کوئی کام ہے کیا؟"

"ملنا ہے-" ارشاد علی کی آواز سنائی دی-

"رک جاؤ- خبر دے دوں-" اکبر خان کی بیوی نے کہا اور پھر اکبر خان کی آواز سنائی دی-

"ارے ارشاد آؤ اندر آؤ' خیریت تو ہے' آؤ اندر آؤ باہر کیوں کھڑے ہوئے ہو؟"

"تمہاری بیوی مجھے کتوں کی طرح باہر ہی دروازے سے دھتکار دیتی ہے-"

"اسے تو میں سمجھ لوں گا اچھی طرح' تم فکر مت کرو- اب اس عورت کا میرے گھر میں رہنا مشکل ہی ہو گیا ہے' اس سے چھٹکارہ پانے کی ترکیبیں سوچ رہا ہوں' کوئی نہ کوئی ترکیب نکال لوں گا-" اکبر خان کی آواز ابھری اور پھر گھر کا دروازہ بند ہونے کی آواز سنائی دی- پھر اکبر خان نے چیخ کر بیوی سے کہا- "چائے بنا دے"

"گھر میں چائے بنانے کا سامان نہیں ہے لاکر دیا تھا کیا تو نے؟-" اکبر خان کی بیوی نے جواب دیا-

"ٹھیک ہے' آجا' ارشاد اندر آجا-" اکبر خان کی آواز سنائی دی اور پھر دوسرا دروازہ کھلا اور یقینی طور پر وہ دونوں اندر داخل ہوگئے- ڈکٹافون شاندار طریقے سے اپنا کام سرانجام دے رہا تھا میں نے اس کا ٹیپ ریکارڈر بھی آن کر دیا-

"یار اکبر خان غضب ہوگیا ہے-" یہ ارشاد علی کی آواز تھی-

"کیا ہوگیا؟"

"نسرین کو اغواء کر لیا گیا ہے"

"کیا؟"

"ہاں لمبا جال بچھایا گیا ہے یار میری تو جان نکل رہی ہے- پہلے مجھے اٹھالیا گیا اور ایک نامعلوم جگہ بند کر دیا گیا- پھر تیری بھابھی کو خبر دی گئی کہ میرا ایکسیڈنٹ ہوگیا ہے ایک ایمبولینس آئی تھی اور وہ باؤلی اسی میں بیٹھ کر چل پڑی تھی اسے ایک ہسپتال کے احاطے میں اتار کر ایمبولنس چلی گئی اور وہ پورے ہسپتال میں مجھے تلاش کرتی پھری- پھر مایوس ہو کر واپس آئی تو نسرین گھر سے غائب تھی"

"کیا کہہ رہے ہو ارشاد؟"

"خدا کی قسم جان نکلی ہوئی ہے میری تو"

"ایمبولنس کونسے ہسپتال کی تھی؟"

"وہ جاہل کیا بتاسکتی ہے وہ تو ہسپتال کا نام بھی نہیں بتاسکتی وہاں سے رکشہ میں بیٹھ کر آگئی تھی-"

"مگر نسرین کو کیوں اغواء کرایا گیا-"

"یار خطرہ لگ رہا ہے"!

"کیا؟"

"وہ زبان نہ کھول دے اسے ہم پر شبہہ ہے-"

"تو کیا تمہارے خیال میں پولیس نے؟"

"تو اور کیا سوچا جاسکتا ہے-"

"اگر نسرین نے ہمارے خلاف بیان دے بھی دیا تو ثبوت کیسے دے گی- مگر ارشاد بھائی

تمہیں خیال رکھنا چاہئے تھا-"

"یار جو کچھ ہوا تجھے بتا چکا ہوں- میں کیا کرتا سالے دھوکے سے اٹھالے گئے تھے-"

"کسی تھانہ میں رکھا تھا؟"

"نہیں پرائیویٹ جگہ تھی؟"

"کسی کو پہچانتے نہیں؟"

"نہیں"!

"مگر ارشاد بھائی پولیس ہوتی تو کھل کر کام کرتی- وہ نسرین کو ایسے بھی تفتیش کے لئے لے جاسکتے تھے یہ لمبا چکر کیوں چلایا گیا؟"

"ہاں یہ بات بھی ہے-"

"ایک اور خیال آرہا ہے میرے دماغ میں-"

"کیا؟"

"یہ سعید نوری کی چال تو نہیں ہے بڑا آدمی ہے اور یہ بڑے آدمی کام کے چھوکرے پال کر رکھتے ہیں ممکن ہے سعید نوری کو شبہہ ہوا ہو اور اس نے نسرین کو اٹھوایا ہو-"

"سعید نوری-" ارشاد علی نے پرخیال لہجے میں کہا- اور کچھ دیر کے لئے خاموشی چھاگئی- ہماری سانسیں رکی ہوئی تھیں اعصاب تنے ہوئے تھے- اتنی شاندار کامیابی کی امید نہیں تھی لیکن وہی سب کچھ ہو رہا تھا جو ہمارے ذہنوں میں تھا- دوسری طرف سے پھر آواز ابھری تو ہم مستعد ہوگئے-

ہمارے کان ان آوازوں پر لگے ہوئے تھے اور ہم سانس تک احتیاط سے لے رہے تھے حالانکہ اس کی ضرورت نہیں تھی لیکن صورت حال ایسی ہی سنسنی خیز تھی اس بار ابھرنے والی آواز اکبر خان کی تھی-

"تم نے پورا بھروسہ دلایا تھا ارشاد بھائی اور اب معاملہ بھی تمہاری وجہ سے بگڑا ہے کوئی چھوٹی موٹی بات نہیں ہے ایس پی صاحب نہیں بچ سکے تو میں کیا میری بساط کیا-"

"ان باتوں سے کوئی فائدہ ہے اکبر خان میں بھی تو نہیں بچ سکوں گا ان باتوں کے بجائے یہ سوچنا ہے کہ کریں کیا-"

"بات تو ٹھیک ٹھاک ٹل گئی تھی ایس پی راٹھور صاحب پھنس گئے تھے پھر شبہ کیسے ہوا-" اکبر خان نے کہا-

"تیری وہ بات دل کو لگتی ہے ممکن ہے یہ کام پولیس کا نہ ہو بلکہ سعید نوری چکر چلا رہا ہو۔ ویسے اس وقت گارڈ ڈیوٹی پر تجمل خان کے علاوہ اور کوئی بھی تھا.........؟"

"نہیں بس تجمل خان تھا۔"

"وہ بھروسے کا آدمی ہے۔ اس نے تو زبان تو نہیں کھول دی۔"

"اس کے تو فرشتوں کو بھی شبہہ نہیں ہو سکا ہیڈ کانسٹیبل صاحب موجود تھے میں نے چالاکی سے سگریٹ سلگائی اور تجمل خان کو آنکھ سے اشارہ کیا وہ سگریٹ کا رسیا ہے ایک اشارے پر دوڑ کر آگیا۔ میں نے سگریٹ اسے تھمائی چابی اور رائفل خود لے لی اور وہ سگریٹ لے کر بیرک کے پیچھے چلا گیا۔ میں نے فوراً ہی لاک اپ کھول کر انور سعید کو آواز دی اور پھر تاک کر اس کے دل پر گھونسہ جڑ دیا ہائے بھی نہیں کر سکا تھا مگر پھر بھی میں نے اندر گھس کر اس کی ناک اور منہ بند کر دیا پھر اطمینان کرنے کے بعد اسے اندر لٹا دیا اور تالا لگا دیا واپس آکر تجمل خان نے رائفل اور چابی مجھ سے لے لی اسے کوئی شبہہ ہی نہیں ہوا۔"

"جاوید قریشی نے تو اس سے کچھ نہیں پوچھا؟"

"اگر پوچھتے تو تجمل خاں مجھے ضرور بتاتا ویسے بھی بزدل آدمی ہے جرم اس پر بھی لگتا کیونکہ اس نے ڈیوٹی چھوڑی تھی۔ نہیں ارشاد بھائی میرا دل کہتا ہے یہ کام پولیس کا نہیں ہے"

"تب پھر کیا کیا جائے۔"

"یہ تم سوچو.........!"

"میری عقل کام نہیں کر رہی' پریشان ہو گیا ہوں بری طرح میرا ساتھ دے اکبر خان اسی میں دونوں کا بھلا ہے۔"

"جان تو نکال دی ہے تم نے ارشاد بھائی دھیلا پائی ملی نہیں اور جان خطرے میں پڑ گئی بہن پر بھروسہ نہیں تھا تو اتنا بڑا کام کیوں کیا تھا۔ ارے تمہیں نسرین کو اعتماد میں لینا تھا۔"

"یہ کہتا اس سے کہ تیرے خصم کو مار رہا ہوں۔" ارشاد علی جھلا کر بولا۔

"کچھ تو کہنا ہی تھا اب اس نے زبان کھول دی تو کیا ہو گا۔"

"ثبوت کیا دے گی ہمارے خلاف"

"پولس والے ہو کر یہ بات کر رہے ہو ارشاد بھائی"

"یار تو اور میرا دماغ خراب کر رہا ہے بیکار آیا تیرے پاس گھر والی کیا کر رہی ہے تیری"

"کیوں.........؟"

"سن تو نہیں رہی ہماری باتیں؟"

"سن بھی لے گی تو کیا کرے گی۔ ایک لفظ منہ سے نکالا تو زبان باہر نکال کر رکھ دوں گا۔" اکبر خان نے کہا۔

"یار ایک خیال آیا ہے میرے دل میں چھنگا سے تیری دوستی ہے.........؟"

"چھنگا کباڑیئے سے.........؟"

"اسے صرف کباڑیہ کہہ رہا ہے پوڈر کا کام کرتا ہے اور کئی مسٹنڈے پال رکھے ہیں اس نے۔"

"ارے تمہیں کیسے معلوم.........؟"

"ٹانگ نے ساتھ چھوڑا ہے اکبر خان عقل نے نہیں' تیری اور اس کی یاری پتہ ہے مجھے اس وقت اس سے کام لے اکبر خان"

"کیا کروں.........؟"

"سعید نوری کے گھر چلا جا نسرین کو تلاش کر کے نکال لا بس اتنا کام کر دے باقی سنبھال لوں گا ارشاد علی خوشامدانہ لہجے میں بولا۔

"تمہارا مطلب ہے کہ میں چھنگا کے آدمیوں کو لے کر سعید نوری کے گھر حملہ کروں؟" اکبر خان نے کہا۔

"ہاں اکبر خان بس نسرین کو نکال لے اگر وہ اس کے قبضے میں ہے تو۔"

"کمال کرتے ہو ارشاد بھائی بالکل پاگل سمجھ لیا ہے تم نے مجھے پہلے تم نے میرے ہاتھوں انور سعید کو قتل کرایا اور اب سعید نوری کے گھر گھس جانے کو کہہ رہے ہو پکڑا گیا تو جانتے ہو کیا ہو گا پھر چھنگا یہ کام صرف دوستی میں کیوں کرے گا کچھ لینے دینے کی بات ہوتی تو شاید وہ تیار بھی ہو جاتا۔"

"بچے کے دس لاکھ اب ہم سے زیادہ دور نہیں ہیں میں نے تمہیں ایک لاکھ روپے کی پیشکش کی تھی دو لاکھ دوں گا اگر اکبر خاں کہو تو لکھ کر دیدوں جس طرح بھی بن پڑے یہ کام کر دو ورنہ جان بچانا مشکل ہو جائے گا دونوں مارے جائیں گے نہ تم بچو گے نہ میں"

"اور اگر یہ کام سعید نوری کا نہ ہوا تھا.........؟"

"تب میں اپنی بہن کے اغوا کا کیس بناؤں گا ایک لمبا چکر چلاؤں گا اغوا کا شبہ سعید نوری پر لگاؤں گا بلکہ ایک اور بھی کام سوچا ہے میں نے۔"

"کیا......؟"

"یہ بلا ٹل جائے پھر دیکھنا میرا کمال' انور سعید کے قتل کا کیس بھی سعید نوری پر ڈال دوں گا اس کی بیوی اور بیٹیوں کو جال میں پھانسوں گا رقم تو اسے اگلنی ہی پڑے گی بس نسرین ہاتھ لگ جائے یہ بڑی چوٹ ہوگئی ہے۔"

"بڑی مشکل میں ڈال دیا ہے تم نے ارشاد بھائی ٹھیک ہے نکلتا ہوں دیکھو کیا ہوتا ہے۔" اکبر خان راضی ہوگیا۔"

شاہ صاحب کا چہرہ ستا ہوا تھا انہوں نے آہستہ سے کہا۔ سارے مسئلے حل ہوگئے"

"چلیں سر۔" شہریار نے پوچھا۔

"ہاں احتیاط سے لبنٰی بیٹے تم یہیں رکو......!" شاہ صاحب بولے اور میں نے گردن ہلادی یہ لوگ آگے بڑھ گئے تھے اور میں تنہا اندھیرے میں آنکھیں پھاڑتی رہی تھی پھر کچھ افراتفری ہوئی کچھ آوازیں ابھریں اور پھر خاموشی چھاگئی غالباً انہیں بہت احتیاط اور خاموشی سے گرفتار کیا گیا تھا۔ پولیس کی دوسری گاڑیاں بھی آگئیں اور کچھ دیر کے بعد شہریار میرے پاس آگیا......!"

"چلیں۔" اس نے پوچھا۔

"ہاں...... کام ہوگیا......؟"

"ہاں" شہریار نے کہا اور اسٹیئرنگ سنبھال لیا۔

"تم ڈرائیو کرو گے......؟" میں نے پوچھا۔

"جی...... ہروقت مجھ پر حاوی نہ رہا کریں۔" شہریار نے کہا اور میں مسکرا پڑی۔ راستے میں' میں نے کہا۔ "سر ہم کہاں جارہے ہیں؟"

"ہیڈ آفس......؟"

"اندر سے ڈکٹافون وغیرہ ہٹالے گئے......؟"

"ہاں۔"

"اکبر خان کی بیوی نے کوئی مداخلت نہیں کی......؟"

"بالکل نہیں وہ سکتے کے عالم میں کھڑی رہ گئی تھی" میں ایک ٹھنڈی سانس لے کر رہ گئی تھی مگر میں نے ایک فیصلہ بھی کیا تھا اس مظلوم عورت کو تنہا اور بے سہارا نہیں چھوڑوں گی۔ شہریار نے کہا۔ "جلدی تو نہیں ہے لبنٰی۔"

"نہیں گھر فون کر دیا تھا لیکن اب کیا کرنا ہے......؟"

"پتہ نہیں شاہ صاحب نے یہی کہا ہے کہ ہیڈ آفس پہنچیں۔" شہریار نے جواب دیا۔

"اوکے شہریار' میرے پاس وہ کیسٹ بھی ہیں جن میں ان لوگوں کے دوسرے جرائم کی تفصیل موجود ہے اس کے علاوہ ارشاد علی نے دشمنی کی بنیاد پر ایک چھوٹے سے بچے کو بھی گٹر میں ڈال کر ہلاک کر دیا تھا۔"

"اوہ! میرے خدا اس بستی کا یہ کیس مجھے یاد ہے۔"

شہریار نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا میری کار پولیس ہیڈ آفس میں داخل ہوگئی شاہ صاحب بقیہ افراد کے ساتھ پہنچ چکے تھے ارشاد علی اور اکبر خان کو نیچے اتار کر اندر پہنچا دیا گیا اور پھر ارشاد صاحب بولے۔

"فخری صاحب سے رابطہ کرنا ہے میں انہیں فون کئے دیتا ہوں شہریار تم انہیں رپورٹ دو گے اس لئے رپورٹ تیار کرلو اپنے دفتر چلے جاؤ لیکن دس منٹ سے زیادہ مت صرف کرنا۔"

"اوکے سر......!"

"لبنٰی تم شہریار کی مدد کر سکتی ہو۔" شاہ صاحب نے کہا اور ہم دونوں آگے بڑھ گئے شہریار کے دفتر میں بیٹھ کر ہم کام میں مصروف ہوگئے۔ شہریار خود بھی ساری تفصیلات جانتا تھا اس کے باوجود مفصل رپورٹ کی تیاری میں اس نے میری مدد لی تھی۔ دس منٹ گزر گئے اور ہم نے بالآخر رپورٹ تیار کرلی شہریار نے کہا۔

"کیا ہم شاہ صاحب کے دفتر چلیں؟"

"انہوں نے کچھ کہا تو نہیں تھا۔"

"پھر بھی انہیں بتانا ہے۔"

"ٹھیک ہے چلو" میں نے جواب دیا اور ہم دونوں باہر آگئے شاہ صاحب ہمارا انتظار کر رہے تھے ہمیں بیٹھنے کا اشارہ کرکے بولے۔

"فخری صاحب خود آرہے ہیں فون پر میں نے مختصر الفاظ میں انہیں بتایا ہے وہ بھی حیران ہو رہے تھے" میں نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"سر میرا یہاں موجود ہونا مناسب ہوگا یا نہیں؟" شاہ صاحب نے چونک کر مجھے دیکھا اور پھر بے اختیار مسکرا دیئے کہنے لگے۔

"دیکھو بھئی اب تم دونوں کو الگ الگ نہیں سمجھا جاتا بے شک لبنٰی تمہارا محکمہ پولیس

سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن یہ بات سب ہی جانتے ہیں کہ اہم معاملات میں تم شہریار کی اسسٹنٹ ہوتی ہو اور اس کی ہدایات پر کام کرتی ہو' چنانچہ فخری صاحب بھی اس سے لاعلم نہیں ہیں وہ تمہیں پسند کرتے ہیں جس کا ثبوت وہ خصوصی اجازت نامہ ہے جس کے تحت تم پولیس کے معاملات میں براہ راست مداخلت کر کے کام کر سکتی ہو اس لئے اب یہ تکلف وغیرہ ختم کردو۔"

"نہیں سر اس کے باوجود قانون کے ضروری امور میں کسی بیرونی شخص کی مداخلت پسند تو نہیں کی جاتی۔"

"ہاں بشرطیکہ کوئی بیرونی مداخلت ہو' تم تو بھئی' ہم ہی میں سے ہو۔" میں خاموش ہوگئی' شاہ صاحب شہریار سے رپورٹ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگے اور تھوڑی ہی دیر کے بعد ہمیں فخری صاحب کی آمد کی اطلاع مل گئی' انہوں نے شاہ صاحب کو طلب کرلیا تھا۔ چنانچہ ہم تینوں فخری صاحب کے پاس چل پڑے۔ فخری صاحب خود بھی مجھ سے بہت اچھی طرح پیش آتے تھے اس وقت بھی انہوں نے مجھے دیکھ کر نہایت خوش اخلاقی سے کہا۔

"تو یہ معاملہ ہے۔" محترمہ لیئی بھی اس سلسلے میں براہ راست کام کر رہی ہیں گڈ تب تو یقینی طور پر بہت دور کی کوڑی لائی گئی ہوگی' ہاں بھئی مسٹر شہریار' شاہ صاحب نے مجھے بتایا ہے کہ تم نے راٹھور صاحب کو اس طرح اس کیس میں سے نکال لیا ہے جس طرح دودھ میں سے مکھی۔ بہرحال راٹھور صاحب ہمارے اہم کارکن ہیں اور بڑے آفیسر بھی' یہ بدنامی اچھی تو نہیں تھی۔ خدا کرے ساری صورت حال بہتر ہی ہو میں تفصیلی رپورٹ چاہتا ہوں اور بالکل فرصت میں ہوں تم مجھے ابتدا سے تمام حالات بتاؤ۔" شہریار مستعد ہوگیا اور پھر اس نے اپنی تیار کردہ رپورٹ سامنے کرلی۔

"جناب عالی ایک نواحی بستی میں چند منشیات کے اسمگلروں کے درمیان جھگڑا ہوا' فائرنگ کی گئی' اس کی رپورٹ متعلقہ تھانے کو کر دی گئی چونکہ تھانے کے انچارج جاوید قریشی اس وقت سرکاری ڈیوٹی سے شہر سے باہر گئے ہوئے تھے اس لئے براہ راست ایس پی راٹھور نے اس کیس کو دیکھا اور اس بستی میں پہنچ گئے یہاں انہوں نے معلومات حاصل کیں اور شبہ کی بنیاد پر چند افراد کو گرفتار کرلیا۔ انہی میں انور سعید بھی تھا' تھانے لانے کے بعد راٹھور صاحب نے ان لوگوں سے معلومات حاصل کیں۔ انور سعید نے کچھ گستاخیاں کیں' جن کی بناء پر راٹھور صاحب نے ناراض ہو کر اسے چند چھڑیاں ماریں اور پھر لاک اپ میں بند کر دیا

جبکہ باقی تین افراد کو چھوڑ دیا گیا...... راٹھور صاحب کا مقصد یہ نہیں تھا کہ انور سعید کو کوئی نقصان پہنچایا جائے' بلکہ ایک پولیس آفیسر کی توہین کے سلسلے میں انہوں نے اسے ایک رات کے لئے لاک اپ میں بند کردیا تھا وہ وہاں سے واپس آگئے اور انور سعید لاک اپ میں رہا لیکن پھر تقریباً" دو بجے راٹھور صاحب کو اطلاع دی گئی کہ انور سعید مرچکا ہے اور یہ موت تشدد کی بناء پر ہوئی تھی۔ راٹھور صاحب نے فوری طور پر ضروری کاروائیاں کیں اور اس کے بعد یہ الزام راٹھور صاحب پر عائد ہوگیا کہ ان کے تشدد سے انور سعید کی موت رونما ہوئی ہے راٹھور صاحب حیران تھے اور انہوں نے ہمیں تفصیلات بتائی تھیں چھڑیوں کے نشانات انور سعید کے جسم کے مختلف حصوں میں پائے گئے تھے اور ان میں سے کوئی بھی ضرب اتنی شدید نہیں تھی جس سے موت واقع ہو جائے۔ پوسٹ مارٹم رپورٹ بتاتی ہے کہ موت سینے پر دل کے مقام پر ایک زور دار ضرب لگنے سے واقع ہوئی جس سے دل پھٹ گیا اور فوری موت واقع ہوگئی سر موت کا وقت بھی پوسٹ مارٹم رپورٹ میں درج ہے اور یہ وہ وقت تھا جب راٹھور صاحب اپنے تمام معاملات سے فارغ ہو کر اپنے گھر پر آرام کر رہے تھے اور گہری نیند سو چکے تھے اس کی تصدیق تھانے کے تمام متعلقہ افراد سے ہوگئی ہے ہمیں راٹھور صاحب سے تفصیلات معلوم کرنے کے بعد شبہ ہوا کہ ان معاملات کا کچھ اور پس منظر ہے چنانچہ ہم نے اپنے طور پر کاوشیں شروع کردیں۔ ایک لائحہ عمل تیار کیا گیا اور یہ معلومات حاصل کرنے کی کوششیں شروع کردی گئیں کہ اس کا پس منظر کیا ہے اور اس کے لئے ہم نے اس بستی سے رجوع کیا جہاں انور سعید رہتا تھا اسی دوران یہ معلوم بھی ہوگیا کہ انور سعید درحقیقت اس بستی کا آدمی نہیں بلکہ وہ سعید نوری صاحب کا بیٹا تھا اور سعید نوری نے اسے ناراض ہو کر گھر سے نکال دیا تھا اور یہ ناراضگی اس لڑکی سے شادی کی بناء پر تھی۔ جو درحقیقت سعید نوری کے معیار کی نہیں تھی۔ ہم نے معلومات حاصل کرنا شروع کردیں تو ہمیں پتہ چلا کہ انور سعید کی بیوی ایک ایسے شخص سے تعلق رکھتی ہے جو ریٹائرڈ ہیڈ کانسٹیبل تھا اور ایک ٹانگ سے معذور ہونے کی وجہ سے اپنی ملازمت سے سبکدوش کر دیا گیا تھا اس شخص کا نام ارشاد علی تھا ارشاد کے بارے میں معلومات حاصل کرتے ہوئے جب اس بات کا انکشاف ہوا کہ یہ شخص بے حد سنگدل ہے اور اس نے دشمنی کی بنیاد پر اپنے پڑوس کے ایک بچے کو گٹر میں پھینک کر ہلاک کر دیا تھا یہ کیس' چونکہ کوئی ثبوت نہیں حاصل ہو سکا تھا اس لئے ختم ہوگیا تھا لیکن اس کی تصدیق بہت ہی باوثوق ذرائع سے ہوئی کہ اس کے پس پردہ ارشاد علی کا ہاتھ تھا ایک ایسے سنگدل شخص سے

ہر جرم کی توقع کی جاسکتی تھی چنانچہ ہمارے شبہے کو تقویت ملی اور ہم نے مزید کاروائیاں کیں
جن کی بناء پر یہ پتہ چلا کہ انور سعید اپنی انا سے مغلوب ہو کر اپنے باپ کی تمام دولت کو ٹھوکر
مار کر چلا آیا ہے لیکن چونکہ ارشاد علی یہ سمجھتا تھا کہ اس کی بہن ایک ایسے دولت مند شخص کی
بہو بنے گی، جو فوری طور پر نہ سہی، بعد میں اپنے بیٹے سے رجوع کرے گی اور بالآخر وہ بڑی
دولت اسے مل جائے گی لیکن بعد میں ارشاد علی کو احساس ہوا کہ اسکا یہ خیال غلط ہے، انور
سعید کے اپنے باپ سے تعلقات تقریباً" ختم ہو چکے ہیں اور اس کی ایک سوتیلی ماں اور دو بہنیں
اس کے باپ کے بعد اس دولت کی وارث ہیں چنانچہ وہ بگڑ گیا اور اس نے اس موضوع پر انور
سعید کو پریشان کرنا شروع کردیا بحالت مجبوری انور سعید نے اس بیمے کی رقم کو اپنی بیوی کے نام
منتقل کرایا جو اس کے باپ نے کرایا ہوا تھا اور اس پالیسی کی تکمیل میں مختصر مدت رہ گئی تھی۔
بیمے کی رقم کو حاصل کرنے کے لئے ارشاد علی نے سازشیں شروع کردیں اور اس کا ایک ہی
طریقہ کار اس کی سمجھ میں آیا کہ انور سعید کو ہلاک کردے لیکن یہ کام اسے خاصا مشکل نظر آیا
تھا۔ پھر اتفاق سے اسے موقع مل گیا۔ انور سعید کو گرفتار کرلیا گیا اور ارشاد علی کے سازشی ذہن
نے فوراً" ہی ایک منصوبہ بنایا اسی بستی میں ایک ایسا کانسٹیبل رہتا تھا جو اتفاق سے اسی تھانے میں
تعینات تھا جہاں انور سعید کو لے جایا گیا تھا۔ چنانچہ ارشاد علی نے فوری طور پر کانسٹیبل اکبر خان
سے رابطہ قائم کیا اور اسے اس بات پر آمادہ کرلیا کہ لاک اپ میں انور سعید کو ہلاک کردے
اکبر خان کو اس نے ایک لاکھ روپے کی رقم کی پیشکش کی تھی جو بیمہ کی رقم میں سے اسے ادا کی
جانے والی تھی ارشاد علی کا منصوبہ تھا کہ یہ ابتدائی ہنگامہ ختم ہو تو اس سلسلے میں حکومت سے
رابطہ قائم کرے گا اور اپنی مظلوم بہن کے لئے دس لاکھ روپے کے بیمے کی وہ رقم حاصل کرلے
گا اس کا منصوبہ بہت مکمل تھا اس کے تصور میں بھی یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ لاک اپ میں
ہونے والے قتل کا کوئی معاون تھا اور اکبر خان نے اس کی ہدایت کے مطابق نہایت خوبصورتی
سے اپنا یہ کام اس وقت انجام دے۔دیا جب وہ گارڈ ڈیوٹی پر موجود تھا شہریار نے اس وقت کی
تفصیلات بتائیں اور اس کے بعد کہا۔

اس منصوبے میں صرف دو افراد شریک تھے یعنی اکبر خان اور ارشاد علی......... لیکن اس
کے بارے میں ارشاد علی کی بیوی کو بھی تھوڑا بہت علم ہوچکا تھا اور وہ اپنے شوہر کی شریک کار
تھی، جبکہ انور سعید کی بیوی نسرین سلطانہ اس سے لاعلم تھی، البتہ ارشاد علی کی کچھ باتوں سے
اسے یہ خوف ضرور لاحق ہوگیا تھا کہ شاید اس کا بھائی اس کے شوہر کو قتل کرنے کی کوشش

کرے، سر ہم نے اسی بنیاد پر کام کیا اور کوشش کرکے اس بات کو منظر عام پر لے آئے کہ
ارشاد علی کی سازش سے یہ قتل ہوا ہے اور راٹھور صاحب بے قصور ہیں، نسرین سلطانہ سے
اس سلسلے میں بڑی چالاکی سے رجوع کیا گیا اور اس کے لئے اسے وہاں سے ہٹایا گیا کیونکہ ارشاد
علی اس سے کسی کو ملنے نہیں دیتا تھا۔ نسرین سلطانہ اپنے بھائی کو اپنے شوہر کا قاتل سمجھتی تھی
ہمارے پاس آنے کے بعد اس نے تفصیلی بیان دیا اور ہمارے شبہہ کی تصدیق ہوگئی، بعد میں ہم
نے اکبر خان کی بیوی سے رجوع کیا تو اس نے ہماری بہت مدد کی اور ہمیں کچھ ایسے کیسٹ فراہم
کئے جو اس نے اپنے شوہر کی آوارہ فطرت سے مجبور ہو کر ریکارڈ کئے تھے ان کیسٹوں میں
ارشاد علی اور اکبر خان کی گفتگو موجود ہے اور اس سے ان کے تمام منصوبے کی تفصیلات مل
جاتی ہیں بعد میں میں نے انہی لائنوں پر کام کیا اور عین اس وقت جب ارشاد علی پریشان ہو کر
اپنے دوست اکبر کے پاس پہنچا اور اس نے اسے بتایا کہ اس کی بہن نسرین سلطانہ غائب ہوگئی
ہے اور اسے شبہہ ہے کہ پولیس یا سعید نوری نے اسے اغوا کرکے اس کیس کی تفصیل معلوم
کی ہیں۔ ہم ان لوگوں کی نگرانی پر تھے اور شاہ صاحب کی ہدایت پر ہم نے اکبر خان کے گھر میں
کاروائی کرکے ڈکٹافون لگوا دیئے تھے تاکہ ان لوگوں کی گفتگو باآسانی سنی جاسکے اور اسے ریکارڈ
کیا جاسکے چنانچہ سر ہم نے وہ گفتگو ریکارڈ کرلی ہے اور ہماری خوش بختی اور تائید غیبی ہے کہ
اس وقت ان دونوں کے درمیان جو گفتگو ہوئی اس سے ہمارے تمام خیالات کی تصدیق ہوگئی
اور ان کا منصوبہ کھل کر سامنے آگیا۔ سر میں ٹیپ ریکارڈ اور کیسٹ لیکر آیا ہوں تاکہ آپ بھی
ان دونوں کے درمیان ہونے والی گفتگو سن لیں۔" فخری صاحب کے اشارے پر شہریار نے
کیسٹ نکالا اور اس چھوٹے سے پاکٹ ٹیپ ریکارڈر پر اسے لگا کر آن کر دیا گیا۔ حامد فخری
صاحب یہ پوری گفتگو سن رہے تھے اور ان کے چہرے پر عجیب وغریب تاثرات تھے۔ تمام گفتگو
سننے کے بعد انہوں نے گردن ہلائی اور پھر آہستہ سے بولے۔

"یقیناً" ان کا اعتراف اس میں موجود ہے۔ شاہ صاحب کیا دونوں ملزمان آپ کی تحویل میں
ہیں۔"

"جی سر۔" ایس ایس پی شاہ صاحب نے مودب لہجے میں کہا۔

"بلوایئے......... فخری صاحب نے حکم دیا اور تھوڑی دیر کے بعد لنگڑے ارشاد علی اور
اکبر خان کو حامد فخری صاحب کے سامنے پیش کر دیا گیا دونوں تھر تھر کانپ رہے تھے۔ دونوں ہی
ڈی آئی جی صاحب کو پہچانتے تھے حامد فخری نے اکبر خان اور ارشاد علی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمہارے تمام جرائم پولیس کے ریکارڈ میں آچکے ہیں بہتر طریقہ یہ ہے کہ ان کا اعتراف کرلو تاکہ قانون اس حیثیت سے تمہارے ساتھ کچھ رعایت کرسکے کہ تمہارا تعلق بھی محکمہ پولیس ہی سے ہے اگر ضد کی اور چالاک بننے کی کوشش کی تو شاید کوئی بھی تمہیں پھانسی سے نہ بچا سکے ریٹائرڈ ہیڈ کانسٹیبل ارشاد علی' تم نے اپنے بہنوئی انور سعید کو بچے کے دس لاکھ روپے کی رقم حاصل کرنے کیلئے اکبر خان کے ہاتھوں قتل کرایا کیا یہ غلط ہے؟"

ارشاد علی نے کچھ بولنے کی کوشش کی لیکن اس کے منہ سے کوئی آواز نہ نکل سکی حامد فخری صاحب نے کہا۔

"اس سلسلے میں تمہاری بہن نسرین سلطانہ گواہی دینے کو تیار ہے۔ لیکن ہمیں اس گواہی کی ضرورت نہیں' تمہارا اپنا اعتراف ہمارے پاس موجود ہے۔" ڈی آئی جی نے کیسٹ ریوائنڈ کرکے اسے آن کردیا اور کمرے میں ان دونوں کی آوازیں گونجنے لگیں۔ دونوں ہی ہونق بن کر رہ گئے تھے اور ایک دوسرے کی صورت دیکھ رہے تھے۔

"صرف یہی نہیں بلکہ اس کے علاوہ تمہاری پہلی گفتگو کے کیسٹ بھی ہمارے پاس موجود ہیں اور ان کے ذریعے تمہیں پھانسی تک پہنچنے میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔ اتنی رعایت میں صرف اس وقت دے رہا ہوں تمہیں کہ تمام سچائیاں میرے سامنے بیان کردو تاکہ میں تمہارے لئے اس کیس میں کوئی نرمی کراسکوں۔" ارشاد علی خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا۔

"نن نہیں سر...... میرا...... میرا اس میں کوئی قصور نہیں ہے اکبر خان...... اکبر خان خود ہی...... خود ہی......"

"شرم کرو...... کچھ ارشاد علی' شرم کرو...... میں نے تجھے ہمیشہ ارشاد بھائی کہا ہے' وقت پڑنے پر ہمیشہ تمہارا ساتھ دیا ہے اور اب تو مجھے اکیلا پھنسانا چاہتا ہے۔ نہیں صاحب جی میرا اس میں کوئی فائدہ نہیں تھا سوائے ایک لاکھ روپے کے لالچ کے...... میں نے یہ جرم کیا ہے اور ارشاد علی کے کہنے سے کیا ہے اس سے پہلے بھی میں اس کے ایک جرم کی پردہ پوشی کرچکا ہوں اس نے ایک معصوم بچے کو قتل کیا تھا۔ اور یہ بات پوری طرح میرے علم میں تھی صاحب گناہ میں نے کیا ہے' لیکن اس کم بخت کے کہنے سے' جو آج موت کو سامنے دیکھ کر سارے رشتے بھول گیا ہے۔" حامد فخری صاحب نے آنکھیں بند کرلی تھیں پھر انہوں نے شاہ صاحب کو حکم دیا۔

"ان دونوں کو علیحدہ علیحدہ بند رکھو' میں بعد میں دوسری کاروائی کا حکم دونگا۔"

شاہ صاحب نے فوری طور پر عمل کیا تھا حامد فخری صاحب نے کچھ دیر کے بعد کہا۔ "بے چارے راٹھور صاحب بلاوجہ مصیبت میں گرفتار ہوئے براہ کرم شاہ صاحب انہیں فوری طور پر رہا کردیں اور یہ پورا کیس تیار کریں میں اس سلسلے میں متعلقہ افراد کو ہدایات جاری کردوں گا۔" پھر وہ کافی دیر تک سوچ میں ڈوبے رہے اور اس کے بعد انہوں نے کہا۔

"دونوں ہی برابر کے مجرم ہیں' بھلا رعایت کا کیا تصور کیا جاسکتا ہے' راٹھور صاحب کو فوری طور پر چھوڑ دیا جائے میں بعد میں ان سے گفتگو کرلوں گا" پھر وہ مسکرا کر میری طرف دیکھنے لگے' اور بولے...... "شیرنی یقیناً" اس سلسلے میں ہماری شیرنی کا بھی بھرپور کردار ہوگا جیتی رہو لیلیٰ بہت مدد کرتی ہو تم پولیس کی۔"

"سر اس سلسلے میں آپ کی اجازت ہو تو میں تفصیلی رپورٹ تیار کرکے اپنے اخبار کو دے دوں تاکہ صبح کو صرف میرے اخبار میں اس بارے میں تفصیلات آجائیں۔"

"بالکل دے دو' مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے بلکہ یہ بہت ضروری ہے اس سے مجھے اپنی کاروائی میں مدد حاصل ہوگی۔"

"بے حد شکریہ سر...... میں اجازت چاہتی ہوں۔" ڈی آئی جی صاحب خود بھی اٹھ گئے تھے شاہ صاحب نے شہریار سے کہا۔

"شہریار تمہیں میری مدد کیلئے رکنا ہوگا۔"

"جی سر......" مین نے شہریار سے کہا۔ "میں چلتی ہوں' کل ملاقات ہوگی یہاں سے اخبار کے دفتر جاؤں گی' شہریار نے گردن ہلا دی تھی میں بے حد خوش تھی اور پولیس ہیڈ آفس کی عمارت سے سیدھی اپنے اخبار کے دفتر پہنچی تھی۔ بہت ہی گرم خبر تھی اور مجھے خوشی تھی کہ کل میرے اخبار میں اس بارے میں مفصل تفصیلات آئیں گی۔

نیوز ایڈیٹر صاحب موجود تھے' اخبار کا کام تیزرفتاری سے جاری تھا مجھے دیکھ کر مسکرائے اور بولے...... "اچانک لیلیٰ خیریت تو ہے کوئی گرم خبر ہے کیا؟ تمہارا اس وقت آنا اسی بات کی والالت کرتا ہے۔"

"جی ایڈیٹر صاحب آپ براہ کرم مجھ سے تفصیلات سن لیجئے۔ ایڈیٹر صاحب نے مجھ سے تفصیلات سنیں اور فوراً" ہی اس خبر کو بڑی خبر کے طور پر چھاپنے کیلئے تیار ہوگئے چنانچہ میں اپنے دفتر میں بیٹھ کر خبر تیار کرنے لگی اور پھر تمام چیزوں کی نگرانی کرتی رہی۔ کتابت کی پروف ریڈنگ بھی میں نے ہی کی اور تمام کاموں سے فارغ ہونے کے بعد گھر چل پڑی۔ نیند کا آنکھوں میں

دور دور تک شائبہ نہیں تھا ایک عجیب سی کیفیت دل و دماغ پر طاری تھی۔ بہرحال راٹھور صاحب بچ گئے اور یہ بات میرے لئے نہایت خوشی کا باعث تھی کہ ہم نے ان سے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کر دکھایا البتہ ذہن میں کچھ اور خیالات بھی تھے مثلاً" نسرین سلطانہ' جس بے چاری کا مستقبل تاریک ہوگیا تھا اور اس سے زیادہ اکبر خان کی بیوی' جس کی تقدیر میں کالی راتوں کے علاوہ کچھ نہیں آیا تھا اور اب اس کا پورا مستقبل تنہا ہوگیا تھا۔

اس کیلئے یقیناً" اعلیٰ پیمانے پر کچھ کرنا ہوگا باقی رہ گیا ارشاد علی کا مسئلہ تو اس کی بیوی اس کے لئے قابل رحم نہیں تھی کہ وہ اپنے شوہر کے جرم میں برابر کی شریک تھی اسے اپنے مسائل سے خود نمٹنا ہوگا' گھر میں میرے لئے کوئی پریشانی نہیں تھی اس لئے کہ میری طرف سے اطلاع آچکی تھی دوسرے دن البتہ میں دیر تک سوتی رہی اور دفتر جانے کا وقت بھی نکل گیا۔ میں نے سب سے پہلے اپنا اخبار طلب کیا تھا اور دیر تک اس میں اس خبر کی تفصیلات پڑھتی رہی تھی اس کے بعد میں دفتر جانے کی تیاریاں کرنے لگی۔ دفتر کے معمولات جاری تھے کوئی قابل ذکر واقعہ نہیں ہوا۔ پھر بارہ بجے کے قریب شہریار کا فون آیا۔

"لبنیٰ۔"

"ہاں شہریار کہو سب خیریت ہے۔"

"بالکل خیریت ہے سوائے اس کے کہ حامد فخری صاحب نے خصوصی طور پر یہ کیس میرے سپرد کردیا ہے۔"

"گڈ......... اچھی بات ہے" میں نے مسکرا کر کہا۔

"نادر علی صاحب سے باقاعدہ چل جائیگی۔"

"بے قاعدہ نہیں چلنی چاہئے باقاعدہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے" میں نے ہنس کر کہا۔

"اچھا تو نہیں ہوتا یہ سب کچھ۔"

"خدا کے بندے کیا نادر علی صاحب کی خوشنودی کیلئے ہم راٹھور صاحب کو سزا دلوادیتے۔"

"ہاں یہ تو نہیں ہوسکتا تھا خیر ہاں نسرین سلطانہ کہاں ہے اس کا تفصیلی بیان ضروری ہے۔"

"اوہ میرے خدا کتنی اہم بات بھول گئی اس کا تحریری بیان میرے پاس موجود ہے اگر دوبارہ بیان کی ضرورت پیش آئی تو وہ بیان دیدے گی میں نے اسے ابھی ڈاکٹر تانیا کے کلینک میں بھی رکھا ہے۔"

"اس سلسلے میں کوئی دقت تو نہیں ہے؟"

"جی نہیں جناب مجھ سے محبت کرنے والے ہمیشہ سچی اور پائیدار محبت کرتے ہیں کیا سمجھے آپ۔"

"اوہ......... شکریہ' بے حد شکریہ اس اعتماد کا' اس میں شک ہی کیا ہے۔" شہریار نے شرارت سے کہا۔

"واقعی کوئی شک نہیں اور کوئی خدمت۔"

"دوپہر کا کیا پروگرام ہے۔"

"فرصت ہے تمہیں۔"

"ہاں ایسے کیس مجھے پسند ہیں بس تفصیلی رپورٹ پیش کرنی ہے اس کے لئے اکبر خان کی بیوی سے بھی بیان لینا ہوگا۔"

"ہاں یقیناً"

"چلو گی وہاں"

"کیوں نہیں ویسے اس نے میری بڑی مدد کی ہے اس کیلئے کچھ کرنا ہے شہریار بالکل بے یارومددگار ہے۔"

"یقیناً" کریں گے تو پھر ڈیڑھ بجے تک آجاؤ"

"راٹھور صاحب سے ملاقات ہوئی"

"نہیں......... انہیں رات ہی کو چھوڑ دیا گیا تھا سیدھے گھر چلے گئے۔"

"اوکے شہریار میں ڈیڑھ بجے دفتر پہنچ جاؤں گی۔" میں نے کہا اور فون بند کردیا۔ ڈیڑھ بجے میں دفتر پہنچ گئی تھی شہریار ابھی نہیں آیا تھا۔ گل بدر سے باتیں کرتی رہی پھر شہریار آگیا لیکن میں اس کے ساتھ سعید نوری کو دیکھ کر حیران رہ گئی تھی سعید نوری کے چہرے پر غم کے تاثرات چھائے ہوئے تھے میں نے سعید نوری کو سلام کیا اور وہ ٹھنڈی سانس لیکر بیٹھ گیا۔

"تو آپ لوگوں نے میرے بیٹے کے قاتلوں کو پکڑلیا۔" اس نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کاش ہمارے پاس آپ کیلئے خوشی کی کوئی خبر ہوتی نوری صاحب" میں نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں مجھ جیسے بدنصیب خود اپنے لئے گڑھے کھودتے ہیں میں خود بھی اس کے قاتلوں میں شامل ہوں شہریار صاحب سے میں نے اس لڑکی کے بارے میں پوچھا تھا جو بیوہ ہو چکی ہے انہوں نے بتایا وہ آپ کے پاس ہے اس کے بارے میں معلوم کرنے آیا ہوں۔"

"قاتلوں کی نشاندہی اسی نے کی ہے آپ ذرا اس کا بیان دیکھئے" میں نے وہ کاغذ نکال کر نوری صاحب کو پیش کر دیا جس میں نسرین نے درد بھرے انداز میں اپنے شوہر کے قاتلوں کے خلاف بیان دیا تھا اس نے کہا تھا۔

انور سعید نے میرے لئے اپنا سب کچھ چھوڑ دیا تھا میرے بھائی نے اس سے زندگی چھین لی ارشاد علی میرا بھائی ہے لیکن انور میری کائنات تھا میں خود بھی سزا کی مستحق ہوں کہ انور کے قاتل کی بہن ہوں۔ سعید نوری پھوٹ پھوٹ کر رو پڑا اور ہم اسے سنبھالنے لگے اس نے روتے ہوئے کہا۔

"میں اپنے گناہ کا کفارہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ میرا بیٹا دنیا میں نہیں رہا لیکن اسکی بیوہ کو سہارا دے کر اس کی بے چین روح کو سکون دینا چاہتا ہوں میری آدھی دولت کی وارث وہ بچی ہوگی خدا کی قسم میں اسے بیٹوں سے زیادہ پیار دوں گا آپ لوگ خدا کے لئے اسے میرے حوالے کر دیں میں اس کی خدمت کر کے اپنے بیٹے کی روح کو خوش کرنا چاہتا ہوں۔"

"وہ آپ کی عزت ہے نوری صاحب آپ کا یہ فیصلہ بہت اچھا ہے ہم ابھی آپ کو اس کے پاس لے چلتے ہیں۔"

"مجھے بہت بڑا سبق ملا ہے بہت کچھ کھویا ہے میں نے اور اس میں میری فطرت کا دخل ہے تمام غلطیاں میری ہیں لبنیٰ صاحبہ میری بیوی اور بیٹیوں نے مجھے مجبور کیا ہے کہ میں نسرین کو گھر لے آؤں وہ......... درحقیقت انور سے پیار کرتی تھیں میں ہی نابینا تھا۔" سعید نوری نے سسکتے ہوئے کہا۔

"کیا خیال ہے شہریار صاحب چلیں!؟"

"نوری صاحب کو چائے پلوائیے لبنیٰ"

"نہیں اس وقت معذرت قبول کرو' میں تم لوگوں کا شکریہ ادا کروں گا ابھی میری ذہنی کیفیت خراب ہے۔" دفتر سے باہر آکر نوری نے کہا "ایک اور درخواست کرنا چاہتا ہوں۔"

"جی نوری صاحب فرمائیے۔"

"تمہیں تکلیف تو ہوگی میری گھر کی طرف سے نکل چلو میں اپنی بیوی اور بیٹیوں کو ساتھ

لینا چاہتا ہوں"

"ہاں کوئی حرج نہیں ہے" میں نے فراخدلی سے کہا اور پھر ہم اپنی کار میں اور نوری اپنی کار میں چل پڑے اس کی بیوی اور بیٹیوں نے مجھے پہچان لیا تھا اور بہت اچھی طرح ملی تھیں اور ہم تانیا کلینک پہنچ گئے ڈاکٹر تانیا سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے پوری تفصیل پوچھی میرا اخبار نسرین کے پاس موجود تھا مجھے دیکھ کر وہ سسک پڑی۔

"تمہاری شکر گزار ہوں میں لبنیٰ ڈاکٹر تانیا سے تمہارے بارے میں تفصیلی باتیں ہوئی تھیں ارشاد بھائی نے میرے انور کو بڑا بے قیمت سمجھ لیا تھا انہیں سزا ملنی چاہئے تھی وہ ظالم ہیں وحشی ہیں انہیں میری قیمت وصول کرنے کا کیا حق تھا۔"

"کچھ لوگ تم سے ملنا چاہتے ہیں نسرین۔"

"کون ہیں؟ اس نے پوچھا اور میں نے نوری صاحب وغیرہ کو اندر بلا لیا اس کے بعد بڑے رقت انگیز مناظر سامنے آئے تھے نسرین بے حال ہوگئی تھی اس نے روتے ہوئے کہا۔

"مجھے وہاں نہ لے جائیے جہاں انور مجھے لے جانا چاہتے تھے وہ تشنہ آرزو رہے تھے اور اب میں وہاں جا کر کیا کروں گی میرا تو آپ سے کوئی رشتہ نہ رہا"..........! جواب میں نوری صاحب نے بھی رورو کر بہت کچھ کہا ڈاکٹر تانیا نے بھی نسرین کو سمجھایا اور وہ تیار ہوگئی یہاں ہمارا کام ختم ہوگیا تھا میں نے اور شہریار نے اجازت طلب کرلی۔

ہسپتال سے باہر آکر شہریار نے کہا "اب تم بھی بیوہ ہونے کے لئے تیار ہو جاؤ لبنیٰ۔"

"کیا بکواس ہے.........؟"

"نہیں لبنیٰ یقین کرو وہ وقت آگیا ہے افسوس ہم بھی نامراد رہے خیر تقدیر کو یہی منظور تھا۔" شہریار ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"گھٹیا مذاق ہے مجھے پسند نہیں آیا۔" میں نے منہ بناتے ہوئے کہا اور وہ آنکھیں نکال کر پھٹ پڑا۔

"کمال کرتی ہو' گھڑی دیکھو کیا بج رہا ہے صبح کو ناشتے میں صرف دو سلائس کھائے تھے اور یہ وقت ہو رہا ہے اس کا نتیجہ میری موت کے علاوہ بھی اور کچھ ہو سکتا ہے۔"

"ارے توبہ......... ارے توبہ......... وہ دیکھو سامنے ریستوران ہے جلدی چلو" میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے کہا اور ہم دونوں ریستوران میں داخل ہوگئے شہریار نے ڈٹ کر کھانا کھایا تھا پھر وہ بھرائے ہوئے لہجے میں بولا "اب میں سونا چاہتا ہوں۔"

"ہوش میں ہو یا نہیں اکبرخان کی بیوی کے پاس جانا ہے۔" میں نے آنکھیں نکال کر کہا
کچھ دیر کے بعد ہم اکبرخان کے گھر کے سامنے تھے اجڑے ہوئے چہرے اور بے نور آنکھوں سے اس نے ہمیں دیکھا اور پھٹے پھٹے لہجے میں بولی۔

"پکڑے گئے دونوں' پولیس لے گئی دونوں کو اب یہ گھر خالی ہوگیا ہے کچھ نہیں رہا یہاں' کہتی تھی اکبرخان اللہ کو بھی یاد کرلیا کر دل نرم ہوتا ہے بھول گیا تھا سب کچھ ارے بری صحبت کا نتیجہ کبھی اچھا ہوتا ہے پھانسی چڑھے گا اب آنکھیں نکل پڑیں گی زبان باہر آجائے گی کوئی مدد نہیں کرے گا پوچھے سب سے ہے کوئی......... ارے کوئی ہے جو مدد کرے......... کوئی ہے......... کوئی ہے جو مدد کرے۔" وہ کان پر ہاتھ رکھ کر چیخنے لگی اور میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔"

"شہریار........." میں نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہاں وہ ذہنی توازن کھو بیٹھی ہے۔" شہریار نے بھاری لہجے میں کہا اکبرخان کی بیوی اندر چلی گئی تھی اور اس کی آوازیں گونج رہی تھیں کوئی ہے جو مدد کرے آس پاس کے گھر والے لوگ باہر نکل آئے تھے میں نے فوری فیصلہ کیا اور لوگوں کی مدد سے اکبرخان کی بیوی کو گاڑی میں بٹھا کر چل پڑی' شہریار نے اسے سنبھالا ہوا تھا میں نے ایک بار پھر ڈاکٹر تانیا کے کلینک کا رخ کیا تھا ایک لفظ پوچھے بغیر تانیا نے اکبرخان کی بیوی کی فوری خبرگیری کی اور بہت دیر تک اس میں مصروف رہا پھر اسے انجکشن دے کر سلا دیا گیا تب میں نے اس کے بارے میں فوری تفصیل ڈاکٹر تانیا کو بتائی اور اس کے چہرے پر تاسف کے آثار پھیل گئے میں نے کہا۔

"آپ بھی کیا سوچتے ہوں گے ڈاکٹر۔ میں نے ان تعلقات کی آڑ لے کر آپ کے کلینک کو تماشا گاہ بنا رکھا ہے۔"

"مس لبنیٰ' یہ کہہ کر اپنے اور میرے درمیان موجود اعتماد کو مجروح نہ کریں خدا جانتا ہے کہ یہ چند نیکیاں آپ کی وجہ سے کرنے کا موقع مل گیا ہے خدا کرے کسی نیکی کے بدلے میری قبر کی سختیاں کم ہو جائیں مجھے اس مختصر زندگی میں ایسی نیکیاں کرنے کا موقع عطا کرتی رہیں' میں شکر گزار رہوں گا۔ میں اس عورت کو زندگی بھر یہاں رکھنے کی پیشکش کرتا ہوں" آنسو نکل آئے تھے ڈاکٹر تانیا کی بات پر......... لیکن دل کو سکون بھی ملا تھا۔

"مس لبنیٰ" ہسپتال سے واپسی پر شہریار نے بھکاریوں کے انداز میں کہا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگی کوئی ایک آدھ نیکی کرنے کا موقع ہمیں بھی عطا فرمائیے جس کے عوض ہماری بھی

کوئی مراد پوری ہو جائے۔"

"مت ہنساؤ شہریار' بڑی اداس ہوگئی ہوں میں۔"

"کمال ہے ہماری کسی مشکل پر بھی آپ کو صرف ہنسی آتی ہے۔"

"خدا کی قسم شہریار بڑی بددل ہوگئی تھی ابتدا میں بڑا عجیب لگتا تھا سب کچھ' یوں لگتا تھا جیسے میرے وطن والے تمام انسانی اقدار بھول گئے ہوں۔ بہت برے لگتے تھے مجھے مگر سب کچھ بدل گیا۔ توازن ہے شہریار' توازن ہے یہاں تانیا' ابراہیم شاہ' حامد فخری جیسے لوگ بھی ہیں' سب کچھ ہے یہاں شہریار مجھے بڑا اطمینان ہوا ہے ان سب سے برے ہر جگہ ہوتے ہیں کہاں نہیں ہوتے جو اچھے ہیں وہ بہت اچھے ہیں۔

"میرے متعلق آپ کی کیا رائے ہے مس لبنیٰ؟" شہریار نے منہ ٹیڑھا کرکے پوچھا اور میں ہنسنے لگی۔

بڑا ہنگامی دن رہا تھا واقعات سے بھرپور۔ شام ڈھلے گھر پہنچی تھی اپنے کمرے میں داخل ہوئی تھی کہ ایک کزن آگئی۔

"لبنیٰ باجی تایا میاں بلا رہے ہیں۔"

"ڈیڈی.........؟"

"ہاں.........!"

"اپنے کمرے میں ہیں........."

"نہیں ڈرائنگ روم میں کوئی اور صاحب بھی ہیں۔"

"اوہ کون ہے" میں نے حیرانی سے کہا اور الٹے پاؤں باہر نکل آئی۔ ڈرائنگ روم میں داخل ہو کر ڈیڈی کے ساتھ جن صاحب کو دیکھا انہیں ایک لمحے تک پہچان بھی نہیں سکی لیکن پھر پہچان لیا راٹھور صاحب مدھم لہجے میں ڈیڈی سے بولے "آپ نے وعدہ کیا تھا کہ ہمیں تنہائی میں باتیں کرنے دیں گے"

"ضروری ایس پی صاحب' ضرور۔" ڈیڈی نے کہا اور ڈرائنگ روم سے باہر چلے گئے۔

"خیریت راٹھور صاحب' خیریت تو ہے نا.........؟" میں نے آگے بڑھ کر پوچھا۔

"ہاں۔ ٹھیک ہوں تمہارے پاس ایک کام سے آیا ہوں۔"

"جی......... فرمائیے میں نے ان کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا۔ راٹھور صاحب کی آنکھیں جھکی ہوئی تھیں چہرے پر بڑے گمبھیر تاثرات پھیلے ہوئے تھے وہ بولنے کی کوشش کر رہے تھے مگر ان

کی پیشانی پر پسینہ آنے لگا تھا مجھے ان کی کیفیت کا اندازہ ہو رہا تھا میں نے آگے بڑھ کر ان کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔ آپ کہہ دیں انکل جو کچھ کہنا چاہتے ہیں پلیز کیا بات ہے۔"

"غلطیاں معاف بھی تو کر دی جاتی ہیں بیٹی۔ مجھے معاف کر سکتی ہو ان کی آواز آخر میں سسکی بن گئی۔

"مجھے ذلیل کر رہے ہیں انکل ' بزرگ ہیں آپ میرے مجھے آپ کی کوئی بات یاد نہیں خدا آپ کا سایہ رکھے مجھ پر۔ بہت قیمتی ہیں آپ میرے لئے مجھ سے گستاخی ہی کرانا چاہتے ہیں تو پورے خلوص سے کہہ رہی ہوں کہ مجھے آپ سے کوئی گلہ نہیں آپ کے سارے الفاظ میں بھول گئی۔"

"شکریہ لبنیٰ' بے حد شکریہ" راٹھور صاحب بدستور بھرائے ہوئے لہجے میں بولے۔

"انکل کہا ہے میں نے آپ کو میرے سر پر ہمیشہ ہاتھ رکھیں حکم دیا کریں مجھے کہیں غلطی ہو تو نشاندہی کر دیا کریں۔"

راٹھور صاحب نے ایسا ہاتھ سر پر رکھا کہ بہت سی مشکلیں حل ہو گئیں بلاشبہ انہوں نے اس خلوص کا جو صلہ دیا وہ پوری زندگی پر محیط تھا بات ختم ہو گئی تھی یہ کیس بھی معمول کے مطابق عدالت میں پہنچ گیا زندگی پھر اسی ڈگر پر چلنے لگی ایک رات محترمہ والدہ صاحبہ نے بڑے اہتمام سے کہا۔

"لبنیٰ' ڈی ایس پی شہریار کو جانتی ہو نا وہ نوجوان افسر ہے ایک بار خان صاحب نے گھر پر بلایا تھا۔"

"جی ممی کیا بات ہے" میں نے حیرانی سے پوچھا۔

"وہ راٹھور صاحب نے شاید تمہارے ڈیڈی سے اس کے رشتے کی بات کی ہے اور خان صاحب کچھ تیار معلوم ہوتے ہیں مجھ سے کہا ہے کہ تم سے بات کروں اور بالکل صاف بات کر کے انہیں کل جواب دوں۔ شہریار کی والدہ آنا چاہتی ہیں.........!" میرا منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔

والدہ صاحبہ نے کہا "جواب ضروری ہے لبنیٰ خان صاحب انتظار کریں گے۔"

"ممی.........! میں نے کچھ دیر کے بعد کہا" ڈیڈی سے میں نے صرف ایک ضد کی تھی' اپنی پسند کے پیشے کے لئے انہوں نے میری وہ ضد پوری کر دی۔ اب ان کے کسی اور حکم سے مجھے اختلاف نہیں.........!"

"میں بتادوں کہ تم خاموشی سے آمادہ ہو"

"جی.........!" میں نے کہا سر پھر کر رہ گیا تھا بلاشبہ میں خود بجھی ہوئی تھی شہریار کو تو ڈانٹ کر خاموش کر دیتی تھی لیکن بارہا یہ خیال دل میں آیا تھا کہ یہ بیل منڈھے کیسے چڑھے گی لیکن راٹھور صاحب نے سارا قرض مع سود ادا کر دیا تھا جہاندیدہ آدمی تھے کچھ غور کیا ہوگا ہم دونوں پر۔

گیارہ بجے تھے ٹیلیفون کی گھنٹی بجی تو میں اچھل پڑی اس وقت صرف شہریار فون کرتا تھا میں نے فون اٹھایا تو اس نے پھنسی پھنسی آواز سنائی دی "لبنیٰ کوئی اطلاع ملی ہے تمہیں"

"کیسی اطلاع.........!"

"لبنیٰ راٹھور صاحب میری والدہ سے ملے تھے لبنیٰ عجیب باتیں کر رہے تھے تمہیں کوئی اطلاع ملی ہے۔"

"جی ہاں۔ فون بند کر دیں۔"

"لبنیٰ' امی تمہارے گھر جا رہی ہیں میرا رشتہ لے کر لبنیٰ.........!"

"شہریار فون بند کر دو مجھے سب کچھ معلوم ہو چکا ہے۔"

"لبنیٰ......... لبنیٰ......... اب کیا ہوگا" شہریار حلق کے بل بول رہا تھا۔

"شٹ اپ" میں نے ریسیور رکھ دیا چند لمحات کے بعد فون کی گھنٹی دوبارہ بجنے لگی تھی.........!"

○---------☆---------○

ختم شد